تفسیر نعیمی

مفتی اقتدار احمد خان نعیمی

ناشر: نعیمی کتب خانہ گجرات
مفتی احمد یار خان روڈ، گجرات۔ پاکستان۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پنجتن پاک ہے

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

حضرت صدیق اکبر • حضرت فاروق اعظم • حضرت عثمان غنی • حضرت مولیٰ علی

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

حضرت جبرائیل علیہ السلام • حضرت میکائیل علیہ السلام • حضرت اسرافیل علیہ السلام • حضرت عزرائیل علیہ السلام

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ • حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا • حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ • حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اسم تاریخی

اشرف التفاسیر

۱۳۶۳ھ

تفسیر نعیمی

پارہ چودھواں (۱۴)

مفسر صاحبزادہ مفتی اقتدار احمد خان نعیمی مالک نعیمی کتب خانہ گجرات

خلف الرشید

حکیم الامت مولانا الحاج المفتی احمد یار خاں بدایونی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: نعیمی کتب خانہ گجرات

مفتی احمد یار خان روڈ، گجرات۔ پاکستان۔

نام کتاب: تفسیر نعیمی پارہ نمبر ۱۴

مفسر: مفتی اقتدار احمد خان صاحب

خلف الرشید

حکیم الامت مولانا الحاج مفتی احمد یار خان بدایونی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

سال اشاعت: دسمبر ۲۰۰۴ء

تعداد: ۱۱۰۰

ناشر: نعیمی کتب خانہ گجرات

ہدیہ: روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔7221953

9۔الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔7225085-7247350

فیکس:۔042-7238010

14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:۔021-2210212-2212011-2630411

e-mail:- zquran@brain.net.pk

Website:- www.ziaulquran.com

Green Dome International Ltd.

148-164 Gregory Boulevard, Nottingham. NG7 5JE U.K.

Tel:- 0115-911 7222 Fax:- 0115 911 7220

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ﴿۲﴾

بہت ہی محبت کریں گے وہ جو کافر ہیں اس کو کہ کاش ہوتے وہ دنیا میں مسلمان

بہت آرزوئیں کریں گے کافر کاش مسلمان ہوتے انہیں چھوڑو کہ کھائیں اور

ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ

دفع کرو اُن کو کہ کھاتے پھریں اور نفع لے لیں اور ورغلاتی رہے اُن کو دنیوی امید

اُمید انہیں کھیل میں ڈالے تو اب جاننا چاہتے ہیں اور جو بستی ہم نے ہلاک

فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿۳﴾ وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا

تو عنقریب جان لیں گے اور نہیں ہلاک کیا ہم نے کسی بستی کو مگر

کی اُس کا ایک جانا ہوا نوشتہ تھا ۔ کوئی گروہ اپنے وعدے

وَلَهَا كِتَابٌ مَعْلُومٌ ﴿۴﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ

اس حال میں کہ لیے اُس کے لکھی ہوئی تقدیر تھی ۔ نہیں آگے بڑھ سکتی کوئی جماعت

سے آگے نہ بڑھے نہ پیچھے ہٹے اور بولے کہ اسے وہ

أَجَلَهَا وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ ﴿۵﴾ وَقَالُوا يَا أَيُّهَا

مدت سے اپنی اور نہ پیچھے رہے گی ۔ اور کافر بولے اسے

جن پر قرآن انرا بے شک تم

الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ ﴿۶﴾

وہ ذات کہ اُتارا گیا پر جس ذکر بیشک تم البتہ دیوانے ہو ۔

مجنون ہو

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق - پچھلی سورت کی آیت میں کفار کے کفر اور اُن کو سمجھانے بجھانے کا تذکرہ ہوا اب اِن آیتوں میں بتایا گیا کہ یہ اب نہ سمجھیں گے بلکہ کچھ مدت بعد اُن کو ہوش آئیں گے کیونکہ یہ لاتوں کے بھوت ہیں باتوں سے نہیں مانیں گے۔ **دوسرا تعلق** - پچھلی سورت کی آیت میں بتایا گیا تھا کہ تمام اعمال کی جزا سزا اگلے جہان میں ہو گی جس سے ثابت ہوا تھا کہ یہ جہان دار العمل ہے نہ کہ دار الاجر۔ اُس کی وضاحت کے لیے اب اِن آیات میں فرمایا گیا کہ اِن کفار کو یہاں کچھ سزا ملے گی نہ عذاب بلکہ عیش کرنے دو۔ **تیسرا تعلق** - پچھلی سورت کی آیتوں میں بتایا گیا تھا کہ کفار اللہ کی طاقتوں اور قوت و شان کے منکر ہوئے اب اِن آیات میں بتایا جا رہا ہے کہ وہ کافر تو ہمارے حبیب جو حاضر و ناظر ہیں اُن کی شان کے بھی منکر ہیں حالانکہ دن رات اِن کا فصیحانہ کلام و معجزات اور قوت و طاقت و اختیار دیکھتے رہتے ہیں تو اگر اَن دیکھے خدا کے منکر ہوں تو اِن حُمقا سے کیا تعجب۔

نزول سورتِ حجر کی پچانوے ۹۵ آیتیں مکی ہیں اور یہ سب تین دفعہ میں نازل ہوئیں اور خانۂ کعبہ کے پاس نازل ہوئیں۔ اس کی چار آیتیں آیت ۲۴ آیت ۸۷ ۹۰ ۹۱ یہ مدنی ہیں۔

تفسیر نحوی رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ

رُبَمَا - دو لفظ متصل ہیں ۱ رُبَّ حرف جر اس میں تین قول ہیں ۱ ہمیشہ زیادتی کے لیے آتا ہے بمعنیٰ بہت دفعہ ۲ ہمیشہ کمی کے لیے آتا ہے بمعنیٰ بہت کم۔ ۳ ہمیشہ مبہم (پوشیدہ) مقصد کے لیے آتا ہے بمعنیٰ کتنا ہی۔ جمہور نحوی پہلے قول پر ہیں یہاں یہ ہی معنیٰ ہیں یعنی بہت۔ ۲ مَا کافہ ہے۔ جس کی وجہ سے رُبَّ کا جر دینے والا عمل ختم ہو گیا اور رُبَّ لغو ہو گیا۔ ایک قول میں مَا موصولہ نکرہ ہے اور مجرور ہے جار و مجرور متعلق مقدم ہے مَا کافہ کے ساتھ ہو گا تو مشدد نہیں ہو گا۔ اس کے علاوہ مشدد ہوتا ہے۔ رُبَّ اکثر ماضی پر داخل ہوتا اور ابتداءِ کلام میں ہوتا ہے۔ يَوَدُّ - باب نصر کا فعل مضارع معروف مثبت وَدٌّ یا وُدٌّ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے۔ بمعنیٰ دل سے چاہنا۔ پسند کرنا۔ یہاں بمعنیٰ مستقبل ہے۔ ایک قول میں بمعنیٰ ماضی مطلق رُبَمَا کی وجہ سے اور یہ جملہ بوجہ یقین تمثیل کا ہے یعنی گویا یہ بات ہو ہی گئی۔ الَّذِينَ - اسم موصول جمع بحالتِ رفع فاعل ہے يَوَدُّ کا۔ كَفَرُوا - فعل ماضی مطلق معروف بابِ نصر سے ہے۔ كُفْرٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ شرک کرنا۔ هُم ضمیر جمع مذکر اس میں پوشیدہ ہے مرفوع ہے اِس کا فاعل ہے۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا۔ لَوْ حرف شرط تمنا کے معنیٰ میں ہے۔ یعنی کاش اس۔ لیے اس کا جواب نہیں ہے۔ كَانُوا جمع غائب فعل ناقصہ ماضی مطلق چونکہ یہاں کفار کی خبر دی جا رہی ہے اسلیے كَانُوا غائب ہے اگر حکایت بیان ہوتی تو كُنَّا ہوتا هُم ضمیر مستتر کا مرجع الَّذِينَ ہے۔ مُسْلِمِينَ جمع مذکر سالم واحد ہے مُسْلِمٌ بحالتِ نصب ہے خبر ہے كَانُوا کی سَلْمٌ سے بنا ہے۔ بمعنیٰ اسلام قبول کرنا۔ ذَرْ - فعل اَمر حاضر معروف صیغہ واحد مذکر۔ وَذْرٌ سے ہے بمعنیٰ چھوڑنا آزاد رکھنا۔ دور کرنا۔ دور ہو جانا۔ لازم بھی آتا ہے متعدی بھی باب سَمِعَ سے ہے۔ یہاں چھوڑ دینا

بے توجہ ہونے کے معنیٰ میں ہے۔ ھُمْ ضمیر منصوب متصل جمع مذکر غائب مفعول بہ ہے ذَرْ کا۔ اور اَنْتَ ضمیر واحد مذکر حاضر مستتر فاعل ہے ذَرْ کا جس کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یَاکُلُوا۔ فعل مضارع بمعنیٰ استمرارِ حال۔ یعنی کھاتے پھریں۔ صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ ھُمْ ضمیر مستتر فاعل ہے اُس کا مرجع اَلَّذِیْنَ ہے یہ جملہ مکمل مفعول لہٗ ہے ذَرْ کا واؤ عاطفہ عطف ہے یَاکُلُوا پر۔ یَتَمَتَّعُوْا فعل مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب باب تَفَعُّل سے ہے۔ مَتْعٌ سے بنا ہے بمعنیٰ نفع لینا فائدہ حاصل کرنا۔ ھُمْ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل ہے جس کا مرجع وہی اَلَّذِیْن ہے۔ یہ جملہ فعلیہ ہوکر معطوف ہے یاکُلوا کا۔ واؤ۔ عاطفہ۔ عطف ہے یَتَمَتَّعُوا پر۔ یُلْھِ فعل مضارع مثبت معروف باب اِفعال سے ہے صیغہ مذکر غائب مصدر ہے اِلْھَاءٌ۔ لَھْیٌ سے بنا ہے۔ بمعنیٰ ورغلانا۔ اپنی طرف مائل رکھنا۔ لبھا لگائے رکھنا۔ پھسلائے رکھنا۔ یہاں سب معنیٰ درست ہیں۔ ھِمْ ضمیر منصوب متصل مفعول بہ ہے۔ الف لام عہدِ خارجی یا جنسی ہے۔ اَمَلُ اسم مفرد جامد بمعنیٰ اُمید۔ آرزو۔ خیالی ارادے۔ اس کی جمع ہے آمَالٌ۔ بحالتِ رفع ہے فاعل یُلْھِ۔ سب عطف معطوف مل کر مفعول لہٗ ہے ذَرْ کا۔ فَ تعقیبیہ سَوْفَ۔ حرفِ تقریبی ہے۔ بمعنیٰ بہت جلدی عنقریب۔ ابھی ابھی سین بھی حرف تقریب ہے اور دونوں ہی مضارع کو مستقبل کے معنیٰ میں کر دیتے ہیں۔ مگر سین میں زمانہ زیادہ نہیں ہوتا سَوْفَ میں زمانہ زیادہ ہی ہوتا ہے سَوْفَ میں زمانۂ مستقبل زیادہ وسیع ہوتا ہے۔ یعنی ایسا ہوتا رہے گا۔ ایک قول میں سَوْفَ اسم ظرفِ زمانی ہے۔ اس لیے اس پر دوسرا حرف آجاتا ہے مثلاً یہاں فَ تعقیبیہ آگئی۔ اور کبھی لامِ کَےْ یا لامِ تاکید بھی آجاتا ہے۔ اِس قول میں ترکیباً سَوْفَ ظرفِ مقدم ہے۔ یَعْلَمُوْنَ۔ فعل مضارع بمعنیٰ مستقبل صیغہ جمع مذکر غائب باب سَمِعَ سے ہے عِلْمٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ جاننا محسوس کرنا ھُمْ ضمیر اس میں پوشیدہ اِس کا فاعل ہے۔ یا یہ علیحدہ جملہ ہے اور یا یہ بھی فَ عاطفہ کی وجہ سے یَاکُلُوْا پر عطف ہے۔ واللّٰہُ اعلم بالصّواب۔ وَمَآ اَھْلَکْنَا مِنْ قَرْیَۃٍ اِلَّا وَلَھَا کِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ۔

واؤ سرِ جملہ۔ مَا اَھْلَکْنَا۔ فعل ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع متکلم۔ نا ضمیر کا مرجع ذاتِ جَلَّ مجدہٗ۔ بابِ افعال سے ہے مصدر ہے اِھْلَاکٌ ھَلَکٌ سے مشتق ہے۔ مِنْ جارّہ بیانیہ تنکیریہ بمعنیٰ کوئی۔ کسی۔ قَرْیَۃٍ۔ اسم مفرد جامد ہے۔ قاف کے فتحہ سے ایک قرأت میں قِرْیَۃٌ قاف کے جر سے ہے۔ اِس کی جمع قُرٰی جیسے ذِرْوَۃٌ کی جمع ہوتی ہے ذُرٰی۔ لیکن جنہوں نے قَرْیَۃٌ نصب سے پڑھا ہے وہ کہتے ہیں یہ جمع سماعی ہے۔ قانونی نہیں کیونکہ فَعْلَۃٌ کے ہم وزن اسماء کی جمع قیاسی (قانونی)۔ بروزنِ فِعَالٌ آتی ہے۔ یہ لفظ قَرْیٌ سے بنا ہے بمعنیٰ جمع کرنا۔ خواہ مکانات کو خواہ لوگوں کو یا کسی اور چیز کو۔ جب لفظ قریہ کے ساتھ اھل کا لفظ ہوگا تو قریہ کا معنیٰ ہوں گے بستی مکانات۔ اور جب نہ ہوگا جیسے یہاں تو معنیٰ ہوں گے بستی والے لوگ۔ مِن جارّہ مفعول بہٖ پر داخل ہوا ہے۔ اِلَّا حرف استثنا۔ نے نفی توڑی۔ واؤ حالیہ۔ لام جارّہ ملکیت یا مفعولیت کا ھَا ضمیر واحد مونث کا مرجع قَرْیَۃٌ ہے۔ اور جار و مجرور متعلق ہے۔ مَوْجُوْدٌ پوشیدہ اسم مفعول کا۔ یہ جملہ اسمیہ ہوکر مبتدا ہوا۔ کِتَابٌ بروزنِ فِعَالٌ مبالغے کا صیغہ ہے بمعنیٰ مکتوب ہے یعنی لکھا ہوا۔ بحالتِ رفع ہے خبرِ اوّل ہے

مبتدا کی ۔ مَعْلُوْمٌ ۔ اسم مفعول ۔ صیغہ واحد مذکر باب سَمِعَ سے ہے ۔ عِلْمٌ یا عَلَمٌ سے مشتق ہے ۔ پہلے معنیٰ سے مطلب ہوگا جانا ہوا دوسرے معنیٰ سے مطلب ہوگا نشان لگایا ہوا یعنی مقرر کیا ہوا ۔ بحالتِ رفع ہے ۔ یا خبر دوم ہے مبتدا کی اور یا صفت ہے کِتَابٌ کی اور موصوف صفت مل کر ایک خبر ہوگی ۔ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَ مَا يَسْتَاْخِرُوْنَ وَ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۔ مَا تَسْبِقُ فعل مضارع منفی معروف صیغہ واحد مؤنث غائب یہ منفی حرفِ ما نافیہ سے کی گئی ۔ خیال رہے کہ جہاں مضارع میں ماضی کی جھلک ہو وہاں مضارع کی نفی مَا سے ہوتی ہے اور جہاں حال کی ہی بات ہو تو لَا نافیہ سے نفی ہوتی ہے ۔ اور مستقبل کا معنیٰ ہو تو لَنْ کی نفی ہوتی ہے ۔ اور جب مضارع بالکل ماضی کے معنیٰ میں ہو تو لَمْ سے نفی ہوتی ہے ۔ اسی لیے مضارع منفی چار قسم کا ہے ۔ باب ضَرَبَ سے ہے ۔ سَبْقٌ سے بنا ہے بمعنیٰ آگے بڑھنا ۔ جلدی کرنا ۔ پہلے ہونا یہاں بمعنیٰ ۔ پہلے ہونا ہے ۔ مِنْ جارہ بیانیہ فاعل پر داخل ہوا ہے دراصل تھا مَا تَسْبِقُ اُمَّةٌ تاکید کے لیے مِنْ آیا ۔ اُمَّةٍ ۔ اسم مفرد جامد نکرہ ہے لفظاً واحد ہے معنیً جمع اس کی جمع ہے اُمَمٌ ۔ تین طرح اس لفظ کا استعمال ہوتا ہے ۔ ۱ بمعنیٰ تابع فرمان ۲ بمعنیٰ جماعت ۳ بمعنیٰ مدت یہاں مراد جماعت ہے ۔ یہ جار و مجرور متعلق ہے ماقبل کا اور اب ھِیَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل ہے جس کا مرجع اُمَّةٍ ظاہر ہے ۔ لیکن کچھ نحوی کہتے ہیں کہ یہ ظاہر لفظ ہی فاعل ہے اَجَلَ اسم مفرد جامد بمعنیٰ مقررہ مدت ۔ بحالتِ نصب ہے مفعول فیہ ہے ۔ یا فِیْ پوشیدہ ہے یا مِنْ ۔ مضاف ہے ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا ۔ واؤ عاطفہ ۔ عطف ہے مَا تَسْبِقُ پر مَا يَسْتَاْخِرُوْنَ فعل مضارع مثبت معروف منفی صیغہ جمع مذکر غائب مراد ہے اُمت ۔ خیال رہے کہ تسبق واحد ہے يَسْتَاْخِرُوْنَ جمع ہے اس لیے کہ وہاں لفظ کا لحاظ ہے یہاں معنیٰ کا باب استفعال سے ہے اس کا مصدر ہے اِسْتِئْخَارٌ اَخْرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ پیچھے ہونا اس باب میں بھی ہوسکتا ہے سبب عطف کی عبارت جملہ معطوفہ ہو کر کتاب کی صفت ہے واؤ سر جملہ ۔ قَالُوْا فعل ماضی مطلق جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے جس کا مرجع اَلَّذِيْنَ ہے ۔ مابعد (اگلی) ساری عبادت مقولہ اسی قول کا ۔ يَا حرفِ ندا ۔ مطلق ۔ یعنی قریب بعید اور درمیانے کے لیے مستعمل ہے ۔ اَصْلاً تو ندا کے لیے (پکارنے کے لیے) آتا ہے اسی لیے ہمیشہ اسم پر آتا ہے کیونکہ اسم کو ہی پکارا جاتا ہے ۔ جیسے یا اللہ یا رسول اللہ ۔ اگر منادی مضاف ہو تو مفتوح مبنی ہوگا ۔ لیکن کبھی يَا ۔ میت پر آتا ہے تو حرف مندوب بن جاتا ہے ۔ اور اگر اس کے بعد فعل امر ہو تو منادیٰ محذوف مانا جائے گا ۔ دوسرا فعل ہو یا کوئی حرف ہو تو حرف تنبیہ ہوتا ہے ۔ یہاں ندا قریب کے لیے ہے اَيُّهَا ۔ اسم ناصل یا حرف فاصل ہے ۔ دو حرف ہیں ۔ ۱ اَيُّ ۲ هَا ۔ اَيُّ مبنی ہے ضمہ پر حال میں یہ مذکر کے لیے ہوتا ہے اس کا مؤنث اَيَّةُ جو منادیٰ مؤنث کے لیے آتا ہے ۔ هَا حرفِ تنبیہ اَيُّ کے فاصلہ کے لیے ۔ اب یہ مجموعہ فاصلے کے لیے ہوتا ہے ۔ یہ اُس وقت لگایا جاتا ہے جب منادیٰ معرف باللام ہو ۔ اور چونکہ اَيُّهَا ۔ صرف حرفِ ندا کے ساتھ ہی آتا ہے اس لیے کبھی حرفِ ندا حذف بھی کر

کر دیا جاتا ہے۔ اَلَّذِیْ اسم موصول واحد مذکر۔ نُزِّلَ۔ فعل ماضی مطلق مجہول باب تفعیل سے ہے مصدر ہے تَنْزِیْلٌ مَنْزِلٌ سے بنا ہے بمعنی اترنا اُتارنا علی جارہ بمعنی فوقیت ہ ضمیر کا مرجع اَلَّذِیْ ہے بقانونِ نحو جیسا مرجع ہوتا ہے ویسی ہی ضمیر ہوتی ہے۔ الف لام عہدِ خارجی۔ ذِکْرٌ۔ اسم مفرد جامد۔ بمعنی وحی اور کلام۔ بحالتِ رفع ہے کیونکہ نائب فاعل ہے نُزِّلَ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا۔ موصول صلہ منادیٰ ہوا۔ ندا منادیٰ مقولہ اوّل ہوا۔ اِنَّ حرف مشبہ ابتداءِ کلام میں ہے لِھٰذا بکسرِ الہمزہ آیا۔ کَ ضمیر واحد مذکر حاضر منصوب متصل ہے اسم ہے اِنَّ کا۔ لام کے زائدہ ہے مَجْنُوْنٌ اسم مفعول صیغہ واحد مذکر۔ باب نصر سے ہے۔ جَنٌّ سے ہے بمعنی چھپایا ہوا۔ چھپانا۔ پردہ ڈالنا۔ عقل پر پردہ ہونا۔ دیوانہ ہونا۔ اسی سے ہے جِنّات۔ جن۔ چھپی ہوئی مخلوق۔ جنت کو بھی جنت اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ چھپی مخلوق ہے پوشیدہ جہان بحالت رفع ہے خبر ہے اِنَّ کی۔ یہ جملہ اسمیہ مقولہ دوم ہے۔ ایک قول ہیں۔ یٰاَیُّھَا۔ قَالُوْا کا مقولہ نہیں ہے۔ بلکہ رب تعالیٰ کا قول ہے اور ترجمہ اس طرح ہے۔ اے وہ ذات جس پر ذکر نازل کیا گیا۔ اُس کے بارے میں کہا کفار نے کہ تو مجنون ہے۔ تیسری ترکیب اس طرح ہے یٰاَیُّھَا منادیٰ ہو کر مبتدا ہوا اور اِنَّکَ جملہ خبر ہوئی۔

تفسیر عالمانہ رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ ذَرْهُمْ یَاْكُلُوْا وَیَتَمَتَّعُوْا وَیُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ۔ اے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم یا اے مسلمانوں۔ بہت ہی دفعہ یعنی بار بار کافر لوگ دل کی گہرائیوں سے چاہیں گے کفِ افسوس ملیں گے۔ یا کبھی کبھی جب کفّار کو دوزخ میں ہوش آئے گا تو تمنائیں تڑپیں گے یا آج تو یہ مست ہیں دل سخت ہیں۔ حرص دنیا اور لمبی امیدوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ کبھی تو چاہیں گے تمنا کریں گے۔ یا خبردار متنبہ ہو جائیں یہ کافر ایک وقت بہت جلدی آرہا ہے کہ تمنا کریں گے یہ کفّار۔ کاش یہ کفار نبی پاک کی اُمّت میں شامل ہو کر مسلمان ہو جاتے۔ یہ تمنا دنیا میں[1] اُس وقت ہوگی جب فتوحاتِ اسلامیہ اور بربادی کفرستان دیکھیں گے۔ اور اُس وقت[2] ہوگی جب موت کے فرشتے دیکھیں گے۔ اور اُس[3] وقت جب عذاب قبر ہوگا۔ اور اُس وقت[4] جب حساب وکتاب میدانِ محشر میں مکمل ہوگا۔ جنتی کو جنت میں اور خود کو جہنم میں جاتے دیکھیں گے اور اُس وقت بھی جب گنہگار سزا یافتہ مسلمانوں کو دوزخ سے نکلتے آزاد ہوتے دیکھیں گے۔ کہ جہنم[5] کا دروازہ کھلا اور مسلمانوں کو نکال لیا گیا پھر ابدی مدت کے لیے دروازہ بند ہو گیا اور اُس[6] وقت بھی جب کبھی جہنم میں ہوش آئے گا تھوڑے وقفے کے لیے یا تو اِن چھ وقتوں میں سب کفار کو یہ حسرت ہوگی یا جہنم میں سب کو ہوگی باقی وقتوں میں بعض کو۔ لِھٰذا اِن کو مست چھوڑ دیجئے جانوروں کی طرح صرف کھاتے پینے کی دوڑ دھوپ میں ہی لگے رہیں نہ سختی کرو نہ جنگ وجدال نہ بحث جھگڑا۔ ابھی لڑائی کا وقت نہیں آیا۔ کچھ دن اِن بیچاروں کے نفع کے ہیں وہ اٹھا لینے دو۔ اِن کو اِن کی لمبی امیدوں، خواہشاتِ نفسانیہ وسواسِ شیطانیہ موت سے غفلت نے دنیوی کھیل کود میں ڈالا ہوا پھنسایا ہوا ہے بہت جلدی دنیا میں ہی یا بعد موت سب حقیقت حال سے باخبر ہو جائیں گے اور اپنے کفر یہ بُطلان۔ مسلمانوں کی حقانیت کو جان لیں گے۔ مولیٰ علی شیرِ خدا نے فرمایا کہ مجھ

کو دو چیزوں سے سخت نفرت ہے ۔ لمبی امیدیں اور خواہشاتِ نفسانیہ کی پیروی کیونکہ لمبی امیدیں موت سے غافل خوفِ خدا سے دور کر دیتی ہیں اور نفسانیت کی پیروی سچی اور حق بات کی پیروی نہیں کرنے دیتی ۔ (روح المعانی ۔ بیان ۔ صاوی)
وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ۔ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ابتداءِ دورِ عالم سے اقوامِ عالم میں سزا و جزا ، عذاب و بخشش ، رحمت و ذلت ۔ نرمی و گرمی ہوتی ہی چلی آ رہی ہے ۔ مجرموں کو ڈھیل اور مہلت بھی ملتی رہتی ہے ۔ کسی پر آسمانی عذاب آیا کسی پر دنیوی ۔ کسی کو ناگہانی موت سے مارا کسی کو جہاد و قتال سے آخر یہ کیوں ؟ نہ ایک طرح کا عذاب نہ ہم مثل نوعیت ۔ یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ ہم باری تعالیٰ عزّ اسمہٗ نے ہر بستی والوں کے لیے بلکہ کائناتِ دھر کے ہر فرد کے لیے پورے ابتداؤ انتہا ۔ اعمال و انجام کی کتاب لوحِ محفوظ میں ازل سے لکھدی ہے جو کچھ ظہورِ عالم میں ہو رہا ہے سب اسی تحریر و نظام کے مطابق ہو رہا ہے ۔ کوئی گروہ کوئی قبیلہ یا فرد ایک منٹ کی مدت سے بھی اپنے انجام سزا یا جزا کی مدت میں نہ آگے بڑھ سکتا ہے نہ پیچھے وہ رہ سکتے ہیں آگے بڑھنے میں اپنے عمل دخل کا اختیار نہیں ہوتا اس لیے تسبق کو واحد لا کر بے طاقتی اور فردیت کا اظہار ہے ۔ پیچھے کرنے میں طاقت کی ضرورت ہے اس لیے صیغہ جمع فرما کر طاقت کی طرف اشارہ ہے کہ سارے لوگ مل کر بھی پیچھے نہیں کر سکتے ۔ کیونکہ نظامِ شاہی ہے کس کی جرأت ہے ردّ و بدل کی ۔ سب کچھ ہی اشارۂ نظرت کے مطابق ہو رہا ہے ۔ اور ہر چیز کی مقدار ، وقت ۔ طریقہ نوعیت لکھی جا چکی ہے نہ کسی کی جلدبازی کا اثر پڑے نہ کسی کی بھاگ دوڑ سے وہ بچ سکے جب اُس بارگاہ میں اپنی طاقت قوت کمالات عقلیات مکر و تدبیرات کچھ کام آ سکتے ہی نہیں تو خوش نصیب وہی ہیں جو دامنِ احمد پاک میں پناہ گزین ہو کر مست الست ہو گئے وَقَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۔ اس اعتبار اس ڈھیل اور زندگی کی پُر بہار مہلت سے خوش قسمت ہی دنیا و آخرت کا نفع اُٹھاتے ہیں بدبختوں نے ہر موقعہ پر جب بھی آیات کا نزول ہوا اور ہمارے نبی نے اپنی زبان فیض ترجمان سے یہ قرآن مجید فصیح بلیغ سنایا جواباً یہی کہا کہ اے وہ شخص جس پر یہ ذکر اتارا گیا ہے بیشک تم مجنون ہو ۔ دیوانے ہو ۔ یا جس وقت یہ ذکر اتر رہا ہوتا ہے اُس وقت بیہوش (دیوانے) ہو جاتے ہو ۔ کفار مکہ یہ بات مذاق اور دل لگی میں پکار پکار کر کہتے تھے ۔ اس طرح کہ مُنہ دوسرے کی طرف پھیرتے اور خطاب نبی کریم سے کرتے یا اس طرح کہ اپنی محفلوں میں ایک دوسرے سے کہتے کہ غائبانہ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوتا ۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں اس واقعہ کا تذکرہ اس طرح ہوا کہ ندائیہ جملہ علیہ غائب سے ارشاد ہوا اور اُس کی خبر مبتدا حاضر کی ضمیر سے بولی گئی ۔ یعنی تو پاگل ہے ۔ ایسا کلام سناتا ہے جس میں اپنی رسالت جنت اور اُس کی نعمتوں عذاب سزا قیامت حشر و نشر کا اور اللہ کی توحید کا چرچہ کرتا ہے ۔ اور دنیا کی نعمتوں ۔ لذتوں ۔ عیش و عشرت ۔ کھیل کود تماشوں ۔ اور ہمارے بتوں کو غلط کہتا ہے ۔ یہ سب دیوانگی کی باتیں ہیں ۔ بھلا کون عقلمند نقد موجود عیش و لذت کو چھوڑ کر آخرت کے نامعلوم وعدوں پر بھروسہ کرے ۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ کفار خود بے وقوف دیوانے تھے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ قرآن و حدیث

سے بیان فرمایا وہ حقیقت اور ابدی باقی ہے۔ مگر جس پر کفار یا گناہ گار بھروسہ کر رہے ہیں وہ فانی اور حقیر اور مردود ہے مردار ہے چند گھڑیوں کا۔ گندم لیکر بھوسہ چھوڑنے والا دانہ مغز لیکر چھلکے چھوڑنے والا عقلمند ہے۔ اس کے خلاف کرنے والا مجنون ہے۔ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا بِحَقِیْقَتِ الْاِیْمَانِ وَنَعِیْمِ الْجِنَانِ۔ چونکہ اس سورت پاک کے ابتدائی جملوں میں کفار مکہ کے اقوال و کردار اور تمسخرانہ گفتگو کا ذکر ہوا ہے اس لیے آٹھ آیات میں نہایت فصیح و بلیغ طریقے اور دلیل و برھان کے ذریعے نہایت مسکت انداز میں کفار کے تمام شکوک و شبہات دور کرتے ہوئے اُن کی زبانوں پر علم و تحقیق۔ واقعات مشاہدات کی مہر لگادی کہ ہٹ دھرمی کرتے ہوئے کفر و بطلان سے جڑے رہیں تو اور بات ہے ورنہ حقیقی اور تاریخ پر مبنی کسی اعتراض کی مجال نہ رہی۔ نہ ہی اسلام کے دامن سے دور ہٹنے پر کوئی جواز رہا۔ اگر قریب آنے والوں کے ساتھ نہایت میٹھے انداز میں تفہیم و تفہیم فرمایا گیا تو سرکشوں کو دھمکی آمیز لہجے میں واضح کر دیا گیا کہ تمہاری خرمستیوں کی مدت بہت تھوڑی رہ گئی ہے اور جیسے کہ قوم لوط اور اصحاب حجر والوں کا جب انجام پہنچا تو ذرا آگے پیچھے کی مہلت نہ دی گئی۔ یہی حال تمہارا ہونا ہے اس وضاحت کے ضمن میں آٹھ باتیں ارشاد فرمائی گئیں۔

۱۔ قرآن مجید کی حقانیت پر دلائل۔ ۲۔ توحید باری تعالیٰ کا ثبوت اور بتوں کی بطالت کا مدلل بیانِ فصاحت۔ ۳۔ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا ثبوت۔ ۴۔ ان دلائل میں کفار کو غور و فکر کی دعوت۔ ۵۔ انسانی پیدائش کا اسلامی مقصد۔ ۶۔ اسلام کی عالمگیر سلطنت پر روشن دلائل۔ ۷۔ کفار کی طرزِ زندگی بدعملی و بداخلاقی و تعصب و ہٹ دھرمی کا بیان۔ ۸۔ ان ہی آیات میں یہ بھی بتایا گیا ہے۔ کہ اسلام سے علیحدہ ہو کر انسان میں پانچ بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ پہلی یہ کہ شیطان کے خوبصورت جال میں پھنستا چلا جاتا ہے۔ دوسری یہ کہ اپنی تصوراتی دنیا میں امیدوں کے ایسے باغ لگاتا ہے کہ کسی اور حقیقت کی طرف متوجہ ہونے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ تیسری یہ کہ اپنے عقائد و اعمال کے بیہودہ ہونے کو جانتے ہوئے بھی اُن سے علیحدہ ہونے پر تیار نہیں ہوتا نہ ہی ہمت و جرأت کر سکتا ہے۔ چوتھی یہ کہ جھوٹی انا کی خاطر اور بیہودہ خودی کے شکار ہونے میں۔ انبیاء، اولیا، علما، صلحا کا دشمن بنا رہتا ہے۔ پانچویں یہ کہ فسق و فجور عیش و لذت میں اس قدر دلدادہ ہو جاتا ہے کہ کسی کے کہنے سے باز نہیں آسکتا جب یہ بیماریاں زور پکڑ جاتی ہیں تو پھر کوئی آیات۔ کوئی سورت کوئی حدیث۔ کوئی نصیحت کوئی جھڑک اُس کے پتھریلے دل دماغ پر اثر نہیں کرتی۔ ایسا ہی ننگِ انسانیت صاحبُ الحجر کہلاتا ہے۔ ان ہی کو ذرھم یا کلوا جیسے تحقیری کلمات سے نوازا جاتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ھِدَایَتًا کَامِلًا دَیِّنْ فَاَقْنَا تَامًّا۔

فائدے ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ ۔ اسلام لانے اور مسلمان ہونے کی وہ محبت آرزو خواہش اور تمنا مفید ہے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان علماء کرام کی تبلیغ سے اور اولیاء اللہ کے بتانے سمجھانے سے پیدا ہو۔ مجاہدین سے پٹتے ہوئے یا عذاب

کے فرشتے دیکھ کر یا قبر حشر میں انجام دیکھ کر مسلمان ہونے کی تمنا کرنا مفید نہیں۔ یہ فائدہ رُبَمَا یَوَدُّ سے حاصل ہوا۔
دوسرا فائدہ۔ کافر تو بہت دفعہ مصیبت پڑنے پر اسلام لانے اور مسلمان ہونے کی خواہش کرتا ہے جیسا کہ اکثر مار کٹائی جنگ و جدال جہاد و قتال میں ہونا رہتا ہے۔ ڈر کر گھبرا کر کلمہ پڑھتے سچے مسلمان بنتے بارہا دیکھا گیا ہے۔ مگر بحمدہٖ تعالٰے کتنی ہی مصیبت پڑے آگ خون کے طوفان اٹھ کھڑے ہوں قتل عام ہوتا ہو۔ ادنیٰ سے ادنیٰ غریب سے غریب تر مسلمان بھی کبھی کفر کی تمنا نہیں کرتا۔ مرد تو درکنار عورتوں سے بھی کبھی ایسا مظاہرہ سننے میں نہیں آیا۔ انقلاب پاکستان اور زمانۂ قریب کا فلسطینی قتل عام اور آئے دن ھندوستان کے مسلم کش فسادات اس بات کی سچائی کے عینی تاریخی شاہد ہیں یہ سب ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا عالمگیر فیضان ہے۔ یہ فائدہ یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کے چودہ سو سالہ تشہیری خبری چیلنج سے حاصل ہے آج تک کسی غیر مسلم نے اس چیلنج کا سچائی پر مبنی جواب پیش نہیں کیا۔
تیسرا فائدہ۔ کافر سے ہر قسم ہر نوع۔ ہر جنس کے کافر مراد ہیں خواہ بت پرست یا یہودی یا عیسائی یا مرزائی ہوں یا قادیانی۔ یہ بات حقیقت ہے کہ جب قادیانیوں کو پاکستان میں ذوالفقار علی بھٹو کے قانون سے شاہ احمد نورانی اور مفتی مختار احمد وغیرھم کی محنتوں مناظروں سے اقلیت قرار دیا گیا تو کئی پرانے اور نئے بوڑھے جوان قادیانی مسلمان ہو گئے۔ اسی طرح شاہ احمد نورانی کے دست حق پرست پر سورینام کے علاقے میں سینکڑوں قادیانی مسلمان ہوئے جس کی خبر غالباً جنگ لندن ۱۹۸۳ء گیارہ ستمبر کو شائع ہوئی تھی۔ چوتھا فائدہ۔ انبیاء کرام اور اولیاء اللہ کو کائنات کا علم غیب عطائی ہے۔ کیونکہ سارے علوم اور مخلوق کے تمام فیصلے لوح محفوظ میں لکھے ہیں اور لوح محفوظ انبیاء کرام اور ان کے فیضان سے اولیاء اللہ کی نگاہوں کے سامنے ہوتا ہے۔ یہ فائدہ کِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ سے حاصل ہوا۔ ورنہ لوح محفوظ پر لکھنا بیکار ثابت ہوگا کیونکہ رب نے اپنے لیے نہیں لکھا بلکہ اپنے نیک بندوں اور فرشتوں کے لیے لکھا۔

احکام القرآن ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔
پہلا مسئلہ۔ حکومت اسلامیہ کافر کو زنا اور حرام کھانے پینے مثلاً خنزیر شراب وغیرہ سے نہ روکے گی۔ ہاں البتہ۔ جوئے چوری ڈکیتی سے قانوناً منع کیا جائے گا۔ یہ مسئلہ یَاْكُلُوْا وَیَتَمَتَّعُوْا سے حاصل ہوا کہ ان کو کھانے اور نفع کی اجازت ہے مگر تخریب کاری کی اجازت نہیں۔ جُوا یا چوری وغیرہ تخریب ہے تحصیل فائدہ نہیں۔
دوسرا مسئلہ۔ تقدیر دو قسم کی ہے تقدیر مبرم تقدیر معلق۔ تقدیر مبرم نہیں ٹل سکتی نہ آگے پیچھے ہو سکے یہاں صرف اس کا ذکر ہے۔ لیکن معلق دعا اور شفاعت سے ٹل جاتی ہے۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض پڑ سکتے ہیں۔
پہلا اعتراض۔ یہاں ذکر ہے کہ کفار نے کہا۔ اے وہ ذات جس پر ذکر نازل کیا گیا۔ یعنی قرآن مجید پھر کہا تو مجنون ہے۔ پہلی بات ایمان کی نشانی ہے اور دوسری بات کفر کی یہ اجتماع ضدین کیونکر ہوا۔

جواب ۔ دونوں باتیں کفریہ ہیں۔ دوسری تو ظاہر ہے کہ گستاخی ہے۔ اور ہر گستاخی کفر ہے۔ پہلی بات اس لیے کفریہ ہے کہ انہوں نے یہ بات مذاقاً کہی تھی اور اشارہ اس طرف تھا کہ جس کو تم مسلمان ذکر کرتے ہو اور اترنے کے دعوے دار ہو اُن کی یہ حالت حقیقی ہے۔ **دوسرا اعتراض**۔ اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ تقدیر ٹل سکتی ہے اور نگاہِ مومن کو ٹالنے والا قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ بات یہ عقیدہ اس آیت کے بھی خلاف ہے اور حقیقت و مشاہدے و تاریخ کے بھی (دیوبندی)

جواب ۔ ہم نے تفسیر میں اس کا جواب دیا ہے۔ جس سے معلوم ہو گیا کہ یہ عقیدہ ان آیات کے خلاف نہیں۔ ہاں البتہ آپ کی کم علمی کی وجہ سے آپ کی معلومات کے خلاف ہو سکتا ہے۔ تاریخ و مشاہدے سے تو بہت ثابت ہے کہ کئی دفعہ تقدیر معلق والے عذاب تک ٹل گئے۔ جیسے قوم یونس علیہ السلام کا عذاب۔ **تیسرا اعتراض**۔ یہاں ذَرْهُمْ سے ثابت ہو رہا ہے کہ کفار کو دین کی تبلیغ نہیں چاہیئے صرف مسلمانوں کو تبلیغ کرو کلمہ پڑھاؤ (تبلیغی لوگ)۔

جواب ۔ ہاں آپ کی آرام طلبی کے لیے تو یہ مطلب بہت مفید ہے۔ مسجدوں میں جاؤ اور پسرو جب کہ مسجد میں سونا حرام ہے۔ اور فی زمانہ مسافر کے لیے بھی کیونکہ رہائشی ہوٹل ہر جگہ عام ہیں۔ لیکن حقیقتاً ذَرْهُمْ سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ اولاً تو اس لیے کہ یہ آیت منسوخ ہے اس کی تفصیل ہمارے فتاویٰ العطایا جلد دوم میں دیکھو دوم اس لیے کہ تبلیغ سب کفار کو کی جائیں گی بلکہ تبلیغ احکام و اسلام بنی ہی اصلاً کفار کے لیے ہے۔ یہ تو نہایت بزدلی اور حماقت ہے کہ کفار کے قریب نہ جاؤ اور مسلمانوں کو ہی لوٹ پھیر کر کلمہ پڑھاؤ۔ یہاں ذَرْهُمْ نے صرف کھانے پینے کی کھلی چھٹی دی ہے نہ کہ کافر رہنے کی کفر پر رضا نہیں ہے۔

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ

تفسیر صوفیانہ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ چمنستانِ عالم میں سات قسم کے انسان بستے ہیں۔ ۱۔ عاشقین ۲۔ زاهدین۔ ۳۔ صالحین۔ ۴۔ فاسقین ۵۔ کاملین ۶۔ غافلین ۷۔ کافرین۔ دنیا میں تو ہر شخص اپنی من پسند زندگی گزار لیتا ہے۔ مگر موت کا دروازہ کھلتے ہی ہر شخص ندامت و شرمندگی سے سرنگوں ہو جاتا ہے۔ بجز عاشقین کے اور ہر شخص تأسف سے ہاتھ ملے گا۔ زاهدین کہیں گے کاش ہم عاشقین ہو کر وادیِ فنا ہی میں گم ہو جاتے۔ صالحین کہیں گے کاش ہم زاهدین کا مقام قرب حاصل کرتے۔ فاسقین دانتوں سے کاٹیں گے کاش ہم صالحین کا درجہ حاصل کر لیتے کتنی قیمتی سانسیں ہم نے ضائع کر دیں۔ کاملین تڑپیں گے۔ کاش ہم باہمت مردبن کر وادیِ محبت کے مجتہدین بن جاتے۔ غافلین تمنا سے روئیں گے کاش ہم ذاکرین مطیعین ہو کر اتباعِ مصطفیٰ میں آجاتے کافر اپنا سر پیٹیں گے۔ کاش ہم مومن مسلمان بن جاتے۔ مگر اس وقت بجز ندامت کچھ حاصل نہ ہوگا۔ نقارۂ اجل بجنے سے پہلے ہی سب کچھ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ آیت ربانیہ سنا سنا کر نفس امارہ جھنجوڑا جا رہا ہے۔ عالمِ فنا میں عالمِ بقا کا نقشہ کھینچا جا رہا۔ یہاں کی آزادی وہاں کی پکڑ ہے یہاں عیش و لذت نفسانی کا کھانا پینا اور نفع لینا وہاں کی موت ہے۔ یہاں کی لمبی امیدیں وہاں کا عذاب دائمی ہے یہاں کے بیٹھے گھونٹ وہاں

کا زہر ہے اگر اب بھی نہ سنبھلو نہ سمجھو گے تو فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۔ عنقریب بہت جلد موت کی نیند سوتے ہی سب کچھ جان لو گے وَمَا اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ۔ یہاں سب کچھ بتا سمجھا سنا دیا گیا ہے ۔ سعادت ۔ شقاوت ۔ کرامت ۔ رذالت ۔ درجات ۔ قربات ۔ مقامات کے حالات واضح کر دیے ۔ یہ ڈھیل کیوں دی جا رہی ۔ اس سے کس کو فائدہ کس کو نقصان ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کچھ سنا دیا کوئی شخص کسی بھی قوت یا اتحاد عام سے اس تقدیر مبرم کی اجل کو آگے پیچھے نہیں کر سکتا ۔ اے ازل کے محرومو تم نے دنیا کے چھوٹے سے فریب میں دل لگا لیا ۔ ان فریبوں میں دل پھنسانے والے کتنے ہی سرکشوں کو ہم نے ہلاکت قلب و قالب سے وادی فنا میں پہنچا دیا ۔ یہ سب ایک مقرر شدہ فیصلہ ہے جو جبر کے ہاتھوں قہر کے قلم سے لکھا گیا کس کی مجال ہے جو ذرہ آگے پیچھے کر سکے ہر سرکش کی ایک ایک سانس ہمارے قبضۂ ازلی ابدی میں ہے ۔ کسی کو فرار نہیں ۔ اس کے اور اس کے پیارے بندوں کے مقابل عمل نفسانیت کے ہاتھ لوٹے ہوئے ہیں ہاں اس جہان میں زبان آزاد ہے ۔ زبان سے کہتے پھرتے ہیں قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۔ مردودان ازل کی زبانوں نے کہا اے بتر سرمدی کے نزول ذکر کے دعویدار تو یقیناً مجنون ہے ۔ اسی لیے عالم فنا میں بقا کے وعدے کرتا ہے اور لذات نفسانی کے میٹھے گھونٹ چھڑا کر وصال جلال کے روزے رکھواتا ہے ۔ اے نادانو تم اس کو مجنون کہتے ہو جو عقل کمال کا مخزن ہے ۔ جو عالم تخلیق کی عقل اول ہے ۔ جس کے دست ید اللّٰہی سے کائنات کو عقل و شعور تقسیم ہو رہا ہے ۔ بیوقوفو اس کو مجنون کہتے ہو جس کی عقل معشوق کے کروڑوں عاشق مجنون دشت جنون بنے پھرتے ہیں کم عقلو ۔ اس کو مجنون کہتے ہو جس کی خرد نے عالمین کو مزین کر دیا ۔ اللّٰھم ارزقنا بحلاوت عقل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔

لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۷

کیوں نہیں لے آتے تو آپ ہمارے پاس کو ملائکہ اگر ہو تم میں سے سچوں ۔

ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں لاتے اگر تم سچے ہو ۔ ہم فرشتے

مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا

نہیں نازل کرتے ہم فرشتوں کو مگر وجہ سے بہت ضروری کام اور نہ ہوں وہ کافر اس وقت

بیکار نہیں اتارتے اور وہ اتریں تو انہیں مہلت نہ ملے بیشک ہم نے اتارا ہے یہ

مُنظَرِينَ ﴿٨﴾ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ

مہلت دیے ہوئے بیشک ہم ہی نے نازل کیا قرآن مجید اور بیشک ہم ہی اس کی

قرآن اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں ۔ اور بیشک

لَحٰفِظُونَ ﴿٩﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي شِيَعِ

البتہ حفاظت کرنے والے ہیں اور البتہ بیشک بھیجا ہم نے سے پہلے آپ کے بیں

ہم نے تم سے پہلے اگلی امتوں میں رسول بھیجے اور اُن

الْأَوَّلِينَ ﴿١٠﴾ وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا

قبیلوں پہلے ۔ اور نہیں آتا رہا اُن کے پاس کوئی رسول مگر تھے

کے پاس کوئی رسول نہیں آتا مگر اُس سے ہنسی کرتے ہیں

بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿١١﴾ كَذَٰلِكَ نَسْلُكُهُ فِي قُلُوبِ

وہ اُس کا مذاق اڑاتے ۔ اسی طرح عادت بنادیتے ہیں ہم اُس مذاق بازی کی بیں دلوں

ایسے ہی ہم اُس ہنسی کو اُن مجرموں کے دلوں میں راہ

الْمُجْرِمِينَ ﴿١٢﴾ لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ وَقَدْ خَلَتْ

مجرموں کے پھر وہ ایمان نہیں لاتے پر اُس حق ۔ اور بیشک پڑ چکی ہے

دیتے ہیں وہ اُس پر ایمان نہیں لاتے اور اگلوں کی

سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ ﴿١٣﴾

یہ بری عادت پہلوں کی

راہ پڑ چکی ہے

تعلق ان آیات کریمہ سے پچھلی آیات کا چند طرح تعلق ہے۔
پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں بتایا گیا تھا کہ مکے کے کفار آقاءِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ مجنون دیوانہ کہتے تھے۔ اب ان آیات میں کفار کے احمقانہ مطالبات کا ذکر فرما کر بتایا جا رہا ہے کہ درحقیقت یہ کفار خود ہی دیوانے ہیں کہ اپنے نفع نقصان کو نہیں سوچتے اور اندھا دھند ایسے مطالبے کرتے چلے جا رہے ہیں جو خود ان کے لیے سراسر بہت نقصان دہ ہیں اور ہلاکت کا باعث۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں کفار کی ان باتوں کا ذکر ہوا جن میں انہوں نے قرآن مجید کو ذکر کہا تھا اور اترنے کا اقرار کیا تھا۔ لیکن نبی کریم کی گستاخی کی تھی اب ان آیات میں باری تعالیٰ ربُّ العزت نے انہیں القاب سے قرآن پاک کو یاد فرما کر حفاظت کی ذمے داری کا ذکر فرمایا کہ ہم ہی اس کے محافظ ہیں اس میں وضاحت تو اس کی بھی ملتی ہے کہ نبی کریم اور آپ کی ہر شان کا محافظ بھی اللہ ہی ہے۔ اور نبی کریم کو رب نے اتنا قوت والا بنایا کہ آپ کے سینے میں قرآن مجید کو رکھ کر حفاظت فرمائی۔
تیسرا تعلق۔ پچھلی آیات میں بتایا گیا تھا کہ ہر گروہ اور قبیلے کے لیے اس دنیا میں ایک زندگی کی کچھ مدت ہے۔ جو اس کو ہر طرح گزارنی ہے خواہ نیکی اور ایمان کے ساتھ یا کفر میں اب ان آیتوں میں بتایا گیا کہ ہم اسی لیے کفار کے مطالبے نہیں مانتے کہ اگر ان کے مطالبوں پر ملائکہ یا عذاب آجائے تو پھر ان کو بالکل مہلت نہ ملے گی یہ کم عقل ہیں جو ایسے مطالبے کر رہے ہیں۔

تفسیر نحوی لَوْمَا تَاْتِیْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِیْنَ۔ لَوْمَا۔ دو حرف ہیں ۱ لو شرطیہ۔ ۲ ما نافیہ امتناعیہ۔ دونوں کو جوڑا گیا تو حرف تحضیض بن گیا۔ بمعنیٰ رغبت دلانا یعنی کیوں نہیں۔ تَاْتِیْ۔ فعل مضارع۔ معروف مثبت صیغہ واحد حاضر اَنْتَ ضمیر اس میں مستتر ہے جس کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اَتْیٌ سے بنا ہے بمعنیٰ لانا۔ زمانۂ حال کے لیے ہے۔ نا ضمیر متکلم جمع منصوب متصل جس کے پہلے عِنْدَ ظرفیہ پوشیدہ ہے۔ اب یہ مفعول فیہ ہے تَاْتِیْ کا یعنی ہمارے پاس یا ہم میں۔ بِ تامہ مفعولیت کی۔ الف لام جنسی ہے۔ مَلٰٓئِكَہ۔ اسم جمع مکسر ہے۔ اس کا واحد ہے مَلَکٌ۔ جار و مجرور متعلق ہے تَاْتِیْ کا۔ اِنْ حرف شرط اگلی عبارت شرطِ مؤخر ہے۔ كُنْتَ۔ فعل ماضی مطلق ناقصہ صیغہ واحد مذکر حاضر اَنْتَ ضمیر واحد حاضر کا مرجع نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہ ضمیر اسم ہے۔ مِنْ جارہ بیانیہ یا تبعیضیہ الف لام استغراقی صادقین اسم جمع مذکر سالم اس کا واحد ہے صَادِقٌ۔ صِدْقٌ سے بنا ہے بمعنیٰ سچا ہونا۔ جار و مجرور متعلق ہے پوشیدہ کَائِنٌ یا ثَابِتٌ یا وَاقِعًا کا۔ اور وہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے كُنْتَ کی۔ لَوْمَا کا پورا جملہ جزاءِ مقدم ہے۔ مَا نُنَزِّلُ۔ فعل مضارع معروف منفی صیغہ جمع متکلم اس کا فاعل نَحْنُ ضمیر متکلم منفصل مستترہ ہے۔ جس کا مرجع ذات باری تعالیٰ ہے۔ باب تفعیل سے ہے اس کا مصدر ہے تَنْزِیْلٌ بمعنیٰ حال ہے۔ یہی قرأت مشہور مروج ہے۔ مگر دو قرأتیں اور بھی ہیں۔ ۱ مَا تَنَزَّلُ۔ باب تفعّل کا مضارع

معروفِ منفی صیغہ واحد مؤنث دراصل تھا مَا تَتَنَزَّلُ۔ تخفیف کے لیے ایک تَ علامتِ مضارع گر گئی۔ یہ قرأت بھی سبعہ ہے (سات قرأتوں میں سے ایک) ۳۔ مَا تُنْزِلُ بابِ ضرب مضارع معروف منفی۔ صیغہ واحد مؤنث۔ مگر یہ قرأت شاذ ہے۔ الف لام جنسی۔ یا عہدی۔ مَلٰٓئِکَۃَ۔ بحالتِ نصب ہے مفعول بہ ہے۔ لیکن دوسری دو قرأتوں میں بحالتِ رفع ہے فاعل ہے۔ اِلَّا حرفِ استثنا متصل ہے۔ اس نے نفی توڑ دی۔ کیونکہ اس کے بعد ایک فعل تُنَزِّلُ پوشیدہ جو پہلے فعل مَا تُنَزِّلُ سے مستثنیٰ ہے۔ اور وہ پہلا مستثنیٰ منہ ہے بِ جارّہ استعانت کی یا سببیہ۔ یا بمعنیٰ مَعَ (ساتھ) الف لام عہدِ خارجی حَقّ۔ اسم مفرد جامد ہے۔ بمعنیٰ۔ عَلَم نام ہے۔ یا بمعنیٰ۔ سچی بات۔ یا مضبوط فیصلہ۔ یہاں یہ ہی معنیٰ مراد ہیں۔ جار و مجرور متعلق ہے پوشیدہ فعل تُنَزِّلُ کا۔ ایک قول میں متعلق ہے فعل ظاہر سے۔ اور اِلَّا بمعنیٰ غَیْرَ منصوب حال ہے نا ضمیر کا یا ملائکۃ کا۔ واؤ عاطفہ۔ یا حالیہ۔ حال ہے مَا نُنَزِّلُ کا یا سر جملہ ہے اور یہی زیادہ درست ہے۔ مَا کَانُوْٓا فعل ماضی مطلق ناقصہ ہے۔ صیغہ جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر اس میں مستتر اسم ہے جس کا مرجع کفار قائلین ہیں۔ اِذًا۔ اسم ظرف زمانی بمعنیٰ حِیْنَ۔ یعنی اس وقت دراصل تھا اِذْ۔ اَنْ۔ نون کو تخفیف کے لیے گرا دیا۔ مُنْظَرِیْنَ۔ اسم مفعول صیغہ جمع مذکر۔ نَظْرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ دیکھنا غور کرنا۔ مہلت دینا۔ یہاں آخری معنیٰ مراد ہیں۔ بحالتِ نصب ہے کیونکہ خبر ہے مَا کَانُوْا کی۔ یہ پورا جملہ ناقصہ فعلیہ ہو کر جزا ہے پوشیدہ جملہ شرطیہ کی۔ پوشیدہ عبارت اس طرح ہے اِنْ نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ فَمَا کَانُوْٓا (الخ) اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ اِنَّا۔ دراصل ہے اِنَّ نَا۔ اِنَّ حرفِ مشبہ بالفعل (عمل میں) نا ضمیر جمع متکلم منصوب متصل۔ اسم ہے اِنَّ کا۔ نَحْنُ۔ ضمیر جمع متکلم منصوب منفصل تاکید ہے نا ضمیر متصل کی حصر کے لیے ہے۔ بمعنیٰ ہم نے ہی۔ بقانونِ نحو جہاں کہیں ایک صیغہ کی دو ضمیریں آ جائیں پہلی متصل دوسری منفصل تو وہاں دوسری کا ترجمہ ہی ہو جاتا ہے۔ نَزَّلْنَا۔ فعل ماضی مطلق صیغہ جمع متکلم۔ باب تفعیل سے ہے۔ مصدر ہے تَنْزِیْلٌ۔ بمعنیٰ اُتارنا متعدی بیک مفعول ہے نُزُوْلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ اُترنا۔ لازم ہے۔ ضمیر جمع متکلم بارز اس کا فاعل ہے اور مرجع اللہ تعالیٰ ہے۔ الف لام عہدِ ذہنی یا خارجی ہے ذِکْرٌ اسم مفرد جامد حاصل مصدر یا مذکور اسم مفعول کے معنیٰ میں۔ حاصل مصدر مبالغے کا فائدہ دیتا ہے مطلب ہے بہت ہی ذکر کیا ہوا۔ یا سب سے زیادہ ذکر کیا ہوا۔ مراد قرآن مجید ہے بحالتِ نصب ہے مفعول بہ ہے نَزَّلْنَا کا۔ واؤ سر جملہ یا حالیہ اِنَّ حرفِ مشبہ تحقیق و تاکید نا ضمیر جمع متکلم بحالتِ نصب اسم ہے اِنَّ کا۔ لَهٗ۔ لام جارّہ مفعولیت کا ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مجرور متصل۔ جار و مجرور متعلق مقدم ہے۔ لام کے حٰفِظُوْنَ۔ اسم فاعل صیغہ جمع مذکر۔ بابِ ضَرَبَ سے ہے حِفْظٌ سے مشتق ہے۔ بمعنیٰ یاد کرنا۔ یاد رکھنا حفاظت کرنا بہرحال متعدی ہوتا ہے۔ بحالتِ رفع ہے خبر ہے اِنَّ کی لَهٗ کے مقدم نے حصر کا فائدہ دیا۔ بقانونِ نحو ہر وہ معمول جو مؤخر ہوتا ہے اگر مقدم ہو جائے تو حصر پیدا کرتا ہے۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِیْ شِیَعِ الْاَوَّلِیْنَ وَمَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ۔ واؤ سر جملہ قد اَرْسَلْنَا۔ فعل ماضی قریب برائے یقین۔ صیغہ جمع متکلم۔ باب افعال سے ہے اِرْسَالٌ مصدر ہے۔ متعدی

بیک مفعول ہوتا ہے اِس کا مفعول بہ رُسُلاً پوشیدہ ہے ۔ مِنْ زائدہ تاکیدیہ ۔ قَبْلِ اِسم ظرف زمانی بحالتِ کسرہ ہے مِنْ جارہ کی وجہ سے کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مجرور متصل کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں مضاف الیہ ہے قَبْلِ کا یہ مرکب اضافی جار و مجرور متعلق اوّل ہے اَرْسَلْنَا کا فی جارہ ظرفیہ مکانیہ کے لیے ۔ شِیَعِ ۔ اسم جمع مکسّر منصرف ہے ۔ اس کی واحد شِیْعَۃٌ مذکر مؤنث سب کے لیے مستعمل ہے ۔ شَیْعٌ سے بنا ہے ۔ بمعنیٰ ۔ انتشار ڈالنا ۔ طاقت پہنچانا ۔ پھیلانا ۔ فرقہ بازی کرنا ۔ بکھیرنا ۔ لفظ شیعۃٌ ۔ اسم جامد ہوا ہے بمعنیٰ گروہ ٹولہ ۔ جماعت ۔ فرقہ ۔ دوستوں کا اجتماع بغیر دلائل کسی بات پر اڑ جانا یا اندھا دھند کسی کی اتباع کرنا اگرچہ دلائل اس کے خلاف ہوں وہ چھوٹی خشک لکڑیاں جن کو پہلے جلایا جلئے تاکہ بڑی لکڑیوں کو آگ لگے ۔ (المنجد عربی) اَشْیَاعٌ بھی جمع آتی ہے ۔ بحالت جر ہے فِی سے ۔ مضاف ہے مابعد کا بحالتِ کسرہ ہے مضاف الیہ ہے اضافت توصیفی ہے ۔ یعنی شِیَع موصوف بھی اولین صفت ہے الف لام استغراقی ۔ اَوَّلِیْنَ ۔ جمع مذکر سالم ہے اِس کا واحد ہے اَوَّلُ ۔ بمعنیٰ پہلے ہونا ۔ پہلے والا شخص ۔ اولین بمعنیٰ پہلے لوگ گذشتہ زمانے کے لوگ ۔ واؤ سرجلہ مَا یَاْتِی ۔ فعل ماضی استمراری منفی معروف صیغہ واحد غائب ۔ دراصل ہے مَا کَانَ یَاْتِیْ ۔ اَتْیٌ سے بنا ہے بمعنیٰ آنا ۔ ھِمْ ضمیر کا مرجع کفار ہیں منصوب متصل کیونکہ مفعول فیہ ۔ مِنْ جارہ زائدہ تنکیر یہ بمعنیٰ کوئی رَسُوْلِ اسم مفرد نکرہ بروزن فَعُوْلٍ مبالغہ کا صیغہ بمعنیٰ خاص بھیجا ہوا شخص ۔ جار و مجرور متعلق ہے مَا یَاْتِیْ کا ۔ اِلَّا حرف اِستثنا منقطع ہے کیونکہ مستثنیٰ منوی پوشیدہ ہے کَانُوا ۔ ماضی استمراریہ ہے ۔ یہ متصل تھا یَسْتَھْزِءُوْنَ سے ۔ دراصل تھا کانو یَسْتَھْزِءُوْنَ باب استفعال کا ماضی استمراری صیغہ جمع مذکر غائب اس کا مصدر ہے اِسْتِھْزَاءٌ ۔ مذاق کرنا ٹھٹھا اڑانا ۔ ھَزْیٌ ناقص یائی سے بنا ہے بمعنیٰ ہنسنا ۔ دل لگی میں بِ جارہ بمعنیٰ مَعَ ۔ ہ ضمیر واحد غائب مجرور متصل کا مرجع رَسُوْلِ ہے ۔ جار و مجرور متعلق مقدم یا متعلق وسطی ہے ۔ اسی ماضی استمراری کا ۔ ماضی کو توڑ کر بیچ میں جار و مجرور لانے سے تاکید اور حصر کا فائدہ ہوا ۔ کَذٰلِكَ نَسْلُکُہٗ فِیْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِیْنَ ۔ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّۃُ الْاَوَّلِیْنَ ۔ کَذٰلِكَ ۔ چار حرفوں کا مجموعہ ہے کَ حرف تشبیہ ذَا ۔ اسم اشارہ بعید کے لیے بمعنیٰ اُسی طرح ۔ لام علامت قرب یعنی اسی طرح چونکہ خطاب صرف ایک فرد سے ہے ۔ اس لیے کَ ضمیر واحد مذکر حاضر ۔ مخاطب کے مطابق لگائی جاتی ہے ۔ مؤنث کَذٰلِكِ ۔ جمع مذکر کَذٰلِکُمْ اور جمع مؤنث میں کَذٰلِکُنَّ ہوتا ہے ۔ نَسْلُکُ ۔ باب نصر کا ۔ فعل مضارع جمع متکلم کا صیغہ ۔ سَلْکٌ سے بنا ہے بمعنیٰ داخل چلانا ۔ متعدی بیک مفعول ہے ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر کا مرجع استھزاءُ ہے ۔ منصوب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے نَسْلُکُ کا ۔ فِی جارہ ظرفِ مکانی کے لیے قُلُوْبِ جمع مکسّر ہے اُس کا واحد ہے قلب مجرور ہے فِی سے مظروف ہے فی ظرفیہ کا ۔ الف لام اسمی بمعنیٰ اَلَّذِیْ ۔ مُجْرِمِیْنَ ۔ اسم جمع مذکر سالم اس کا واحد ہے مُجْرِمٌ بمعنیٰ جرم کرنے والا ۔ جُرْمٌ سے بنا ہے ۔ لَا یُؤْمِنُوْنَ فعل مضارع منفی معروف صیغہ جمع مذکر غائب باب افعال سے ہے اِیْمَانٌ مصدر ہے بمعنیٰ مومن بننا ۔ مان لینا ۔ ایمان لانا ۔ یہاں ہر معنی بن سکتا ہے ۔ بِ جارہ بمعنیٰ علیٰ ہٖ ضمیر واحد مذکر کا مرجع رسول ہے ۔ جار و مجرور متعلق لَا یُؤْمِنُوْنَ مضارع

نفی بلا۔ کا اِس کا فاعل ھُمْ ضمیر جمع ہے اُس کا مرجع ہے کفار استہزا کرنے والے۔ یہ جملہ فعلیہ صفت ہے مُجرِمِیْنَ کی یا حال ہے نَسْلُکُ کا۔ واؤ حالیہ ہے۔ یا عاطفہ بہر صورت اس کا تعلق نَسْلُکُ سے ہے۔ قَدْ خَلَتْ۔ فعل ماضی قریب۔ صیغہ واحد مؤنث۔ باب نَصَرَ سے ہے خَلٌّ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے۔ بمعنیٰ گزر جانا۔ عادت پڑ جانا۔ پہلے ہو چکنا۔ سُنَّۃُ اسم مفرد مؤنث لفظی ہے۔ اس کی جمع مکسر ہے سُنَنٌ۔ سنت کا معنیٰ۔ راستہ۔ طریقہ۔ قانون۔ رواج۔ رسم۔ یہاں بمعنیٰ رواج۔ یا طریقہ۔ الف لام اسمی بمعنیٰ اَلَّذِیْنَ۔ یا اَلَّذِیْ اَوَّلِیْنَ۔ جمع مذکر سالم بحالت کسرہ مضاف الیہ ہے سنت کا اوّل اِس کا واحد ہے۔ اَوَّلُ کا اسم تفضیل ہے باب ضَرَبَ سے ہے ترجمہ ہے۔ اصل کی طرف لوٹنا۔ امام ہونا۔ آگے ہونا۔ پہلے ہونا۔ یہاں آخری معنیٰ میں ہے۔ دراصل تھا اَاْوَلُ دوسرے الف کو واؤ بنا لیا اور واؤ کا واؤ میں ادغام کر دیا۔ اَوَّل ہو گیا۔ اِس کا مادہ اولُ مہموز الفا اور اجوف واوی ہے۔ یہ مرکب اضافی فاعل ہے۔ قَدْ خَلَتْ کا۔

تفسیر عالمانہ لَوْمَا تَاْتِیْنَا بِالْمَلٰٓئِکَۃِ اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا کَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِیْنَ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ

کافروں نے کئی بار سمجھانے کے باوجود یہی کہا کہ اگر تم سچے نبی ہو تو کیوں نہیں لے آتے تم ہمارے پاس فرشتوں کو۔ حالانکہ ان لوگوں نے نہ کبھی کوئی فرشتہ دیکھا تھا نہ کسی فرشتے سے واقفیت تھی صاف ظاہر ہے کہ اگر کوئی فرشتہ تصدیق نبوت کرنے آ بھی جاتا تو یہ دیکھ کر کس طرح مانتے کہ یہ فرشتہ ہی ہے پھر اس کی بھی تصدیق چاہتے تو یا کوئی اور فرشتہ اس فرشتے کی تصدیق کرتا اس طرح سلسلہ بڑھتا رہتا اور تسلسل لازم آتا یا پھر نبی کہتے کہ یہ فرشتہ ہے اور فرشتہ کہتا کہ یہ نبی ہیں تو دور لازم آ جاتا۔ اور کفار کی تسلی پھر بھی نہ ہوتی اور ملائکہ کا آنا بھی بیکار ہو جاتا۔ لہٰذا فرشتے بلا وجہ فضول مطالبوں سے کفار کو دکھانے کے لیے نازل نہیں کئے جاتے بلکہ رسول کریم کی طرف سے دشمنوں کو جواب دیتے ہوئے خود باری تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں نازل فرماتے ہم فرشتوں کو مگر اللہ کی ازلی ابدی تقدیری فیصلۂ برحق کے آنے کے وقت ملائکہ اللہ کے حق اور اٹل فیصلے کو لے کر ہی عوام کے پاس آتے ہیں۔ وہ فیصلہ یا کفار کے عذاب کا ہے جس کو جبرئیل امین اپنے گروہ ملائکہ کے ساتھ ضدی ہٹ دھرم گستاخ نبی کفار پر لے کر آتے رہے۔ یا عزرائیل علیہ السّلام اپنے افراد کے ساتھ ہر شخص کے پاس موت لے کر آتے ہیں۔ فرشتوں کا عوام کے پاس آنا اور ان کو نظر آنا یا اُن سے ہم کلام ہونا صرف دو ہی صورتوں میں ہو سکتا ہے۔ مگر ان دونوں وقتوں میں مَا کَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِیْنَ۔ کسی شخص کو پھر سوچنے سمجھنے توبہ کرنے نیک عمل کرنے یا شانِ نبوت ایمانِ رسالت قبول کرنے کی مہلت نہیں دی جاتی۔ جیسا کہ پہلے بے ادبوں گستاخوں۔ کافروں کے ساتھ ہوتا رہا ہے اس لیے اے موجودہ کافر و ملائکہ کے آنے کی جلد بازی مت مچاؤ اُن کا آنا تمہارے فائدے میں نہیں ہے۔ نبی کی مرضی سے کیا کچھ نہیں ہو سکتا۔ فرشتوں کا بلانا تو رسول اللہ کے لیے کچھ مشکل نہیں مگر دیکھتا تو تمہارا مفاد ہے۔ اے کافر و منکرو تمہارا نفع اسی میں ہے کہ نبی کو نبی کی زبان و فرمان سے مان لو۔ تمہارا ہی نفع

نقصان ہے۔ ہمارے نبی کا یا ہمارے قرآن اسلام کا کوئی نقصان یا فائدہ نہیں۔ تم مخالفت و انکار میں ساری طاقت بھی اگر خرچ کر دو تو ہمارے قرآن پاک کا ذرہ نقصان نہیں کر سکتے۔ اس لیے کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ بیشک ہم نے بذاتِ خود بغیر کسی واسطے کے ازل سے قلبِ مصطفےٰ پر نازل فرمایا تھا یہ ذکر۔ یعنی قرآن مجید جو ہر اعتبار سے تا قیامت بلکہ قبر و حشر میں ہر مومن کے لیے تذکرہ اور ذکر اذکار ہے یا بذریعہ جبرئیل مسلمانوں کے لیے تھوڑا تھوڑا موقعہ محل کے اعتبار سے نازل کیا۔ اور دو وجہ سے ہم خود ہی اِس کی حفاظت فرمانے والے ہیں۔ اوّل اس لیے کہ یہ آخری اور تا قیامت ہر شخص کے لیے مکمل ضابطۂ حیات اور دنیا و آخرت کے لیے مضبوط قانونِ الٰہی ہے۔ دوم اس لیے کہ یہ صرف ہمارا کلام ہی نہیں بلکہ ہمارے آخری نبی ساری کائنات کے رسولِ مکرم کا معجزہ بھی ہے اور چونکہ ہمارے نبی محمد مصطفےٰ کی نبوت ابدی باقی لہٰذا ان کا یہ معجزہ بھی ابدی باقی۔ اور اسی طرح نہ تم ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ نقصان کر سکتے ہو کیونکہ ان کی حفاظت کی ذمے داری بھی ہم پر ہے۔ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ بعض نے کہا کہ یہاں بھی نبی کریم کی حفاظت مراد ہے اور لہٗ میں ہ ضمیر سے مراد نبی پاک ہیں مگر یہ غلط ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کیلئے جائز کا لفظ استعمال نہیں کیا جاتا اور نبی پاک کے لیے اَنْزَلْنَا کا لفظ استعمال نہیں کیا جاتا سابقہ مشاہدۂ تاریخی سے چار طرح اللہ کے کلام کو نقصان پہنچانا ثابت ہے تو رب تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کے تذکرے میں ان چاروں راستوں کے بند ہونے کا مختلف آیات میں ذکر فرما دیا۔ ۱۔ یا چھپا لیا جائے۔ مگر قرآنِ مجید کو چھپایا نہیں جا سکتا۔ ۲۔ اس جیسا کلام بنا کر اس میں شامل کر دیا جائے مگر قرآن مجید جیسا کلام ایک آیت بھی کوئی نہیں بنا سکتا۔ ۳۔ یا کوئی عبارت یا حرف بدل دیا جائے زیادہ یا کم کر دیا جائے مگر قرآن مجید میں یہ بھی کسی کی جرأت نہیں۔ شیعہ لوگ جو صحابہ کرام پر طعنہ زنی کرتے ہیں یہ اُن کی ذاتی کفریات ہیں۔ ۴۔ یا کوئی زمانہ بگاڑ دے یہ بھی ناممکن کیونکہ زمانہ کا غذا ورگتے کو کھا سکتا ہے قرآن پاک تو مسلمان بچے بچے کے سینے میں ہے اور پھر یاد کرنا اتنا آسان ہے کہ اس طرح کوئی مصنف اپنی کتاب یاد نہیں کر سکتا آج چودہ صدیاں گزر گئیں اللہ کے اس دعوے کو کون جھٹلا سکتا ہے۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ۔ اے پیارے نبی غم نہ کیجئے اِن کفار کی گستاخیوں اور انکار پر بلکہ ہماری کرم نوازیوں سے تسکین اور تسلی رکھئے کفار کا یہ رویہ کوئی نیا نہیں بلکہ تاریخ میں پرانا ہے۔ بیشک ہم نے آپ سے پہلے بھی اپنے کتنے ہی عظیم رسول بھیجے پہلے ضدی اور بناوٹی دین والی قوموں میں جو خود ساختہ مذہب کے اعتبار سے چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں بٹے ہوئے تھے لغوی معنی میں بناوٹی بات پر اتباع کرنے والوں کو شیعہ کہا جاتا ہے اور لکڑی کے کھورسے کو بھی شیعہ کہا جاتا ہے۔ یعنی بڑی لکڑیں چیرنے کے بعد جو چھوٹی چھوٹی لکڑیں بنتی ہیں۔ اس کو اردو میں کھورا عربی میں شیعہ کہا جاتا ہے۔ (منجد) لیکن ان چھوٹی قوموں ٹولیوں نے انبیاء کرام علیہم السلام سے یہی سلوک کیا کہ جب کوئی رسول ان کے پاس آیا تو انہوں نے صرف

مذاق اور ہنسی ہی اُڑائی نہ حقیقی خالق مالک کو پہچانا نہ اپنے سے پہلوں کا انجام سوچا۔ نہ معجزات کو مانا۔ ان کے مطالبے۔ جھوٹے وعدے کہ اگر یہ معجزہ دکھا دو تو ہم ایمان لے آئیں گے سب کچھ دل لگی تھی یہ سرکشی ان کے لیے کچھ مفید نہ تھی بلکہ یہ تو حقیقت میں ہمارا عذاب تھا۔ جس طرح پہلے بدبختوں کے دلوں میں ہم نے کفریہ حرکتیں گستاخانہ مذاق دھنسا دیا تھا کہ اُن کی یہ سب گستاخانہ نہیں ان کے قلبی ارادوں سے ہوتی تھیں اور اس کو عین درست سمجھتے تھے اسی طرح ہم نے ہی ان موجودہ کفارِ مکہ اور یہودِ مدینہ کے دلوں میں بے ادبیاں۔ اور مذاق بازیاں ہم نے پیدا کر کے پرو ڈالی ہیں لہٰذا ذہن نشین فرمالو کہ یہ کافر لوگ اپنی گستاخی کی وجہ سے کبھی مومن نہیں بن سکتے۔ یا یہ کفار اُس ذکر پر قرآن مجید پر کبھی ایمان نہیں لاسکتے۔ اور بیشک تاریخ عالم شاہد ہے کہ پہلے سب کافروں کے طریقے اُسی طرز پر گزر چکے ہیں۔ یا پہلی قوموں پر اُن کی کفریات کی بنا پر ہماری سنّتِ الٰہیہ فیصلۂ عذاب گزر چکی ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ ہم نے اپنے عذاب سے اکڑ بازوں کو کس طرح فنا کیا۔ نَسْلُکُہٗ اور لَا یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ میں۔ ہ ضمیر کا مرجع ایک قول کے مطابق اس طرح ہے کہ پہلی ضمیر سے مراد کفار کا مذاق ہے اور دوسری ضمیر سے مراد قرآن مجید ہے اور یہی درست ہے۔ دوسرا قول اس طرح ہے کہ دونوں ضمیر کا مرجع قرآن مجید ہے مگر یہ اس لیے غلط ہے کہ یہاں نَسْلُکُ کو سابقہ امتوں سے تشبیہ دی جارہی ہے تو چاہیئے کہ پہلی تمام امتوں کے پاس بھی کتاب اللہ ہو جو مثلِ قرآن اُن کے دلوں میں دھنسائی گئی ہو۔ تاکہ تشبیہ درست رہے۔ حالانکہ قوم نوح عاد ثمود و ھود و لوط کے پاس کوئی کتاب نہ تھی۔ لہٰذا درست یہی ہے کہ مراد استہزا ہے جو اس وقت بھی تھا اور اب بھی ہے۔ تیسرا قول یہ کہ دونوں ضمیریں استہزا کی طرف ہوں۔ تب بہ کی ب جارہ سببیہ ہوگی اور معنی ہوگا کہ استہزا کی وجہ سے ان کے نصیب میں مومن بننا نہیں۔

فائدے | اِن آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ ۔ دنیا کی ہر چیز نے آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی گواہی دی جس کو کفارِ مکہ نے سنا بھی تھا دیکھا بھی تھا۔ صرف ملائکہ کو نہ دیکھا تھا اس لیے اس کا مطالبہ کیا ورنہ وہ کہتے کہ پتھروں سے کلمہ پڑھاؤ یا جانوروں چڑیوں سے ہرنیوں اونٹوں سے سجدے کرواؤ تب مانیں گے یہ تو نہیں کہتے۔ ثابت ہوا کہ یہ سب دیکھ چکے ہیں۔ یہ فائدہ بِالْمَلٰٓئِکَۃِ فرمانے سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ** ۔ ملائکہ عرشی بھی زمین پر آتے ہیں۔ مگر انبیاء کرام علیہم السلام کے پاس حق یعنی وحی لے کر۔ اولیاء اللہ کے پاس حق یعنی رحمت و راحت لے کر۔ عام مومنین کے پاس سکونِ قلبی لے کر۔ اور کفار کے پاس حق۔ یعنی عذاب لے کر۔ موت کے وقت۔ حق یعنی موت لے کر۔ یہ فائدہ اِلَّا بِالْحَقِّ۔ فرمانے سے حاصل ہوا **تیسرا فائدہ** ۔ ہر خیر و شر کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ معتزلہ کا عقیدہ باطل اور کفریہ ہے یہ فائدہ۔ کَذٰلِکَ نَسْلُکُہٗ۔ الخ سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن | اِن آیات سے چند مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ - اللہ کی طرف سے جو چیز بھی اترتی ہے وہ حق ہے - خواہ شریعت یا طریقت ہو یا ملائکہ ہوں یا موت وحیات ہو۔ کسی میں تنگ کرنا یا اس کو بے وقت کہنا یا ظالم و قاتل کہنا حرام ہے - جیسا کہ بعض جہلا موت کو بے وقت اور ملک الموت کو ظالم کہہ دیتے ہیں - **دوسرا مسئلہ** - قرآن مجید میں نہ کوئی ملاوٹ کر سکتا ہے نہ آیتوں کی تبدیلی ایسا کہنا کہ معاذ اللہ صحابہ کرام نے مولیٰ علی کی شان والی آیتوں میں تبدیلی کر دی - کفر ہے - یہ مسئلہ - اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ - فرمانے سے مستنبط ہوا **تیسرا مسئلہ** - احادیث مبارکہ بھی منجانب اللہ محفوظ ہیں - اس لیے ان کا منکر بے دین ہے اور احادیث متواترہ کا منکر کافر ہے - اس لیے کہ یہ بھی ذکر ہے - کیونکہ یہ بھی زبان پاک مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جاری ہوا یہ مسئلہ بھی نَزَّلْنَا الذِّکْرَ - (الحم) سے مستنبط ہوا -

اعتراضات

یہاں چند اعتراض ہو سکتے ہیں -

پہلا اعتراض - جب رب تعالیٰ نے یہاں ذکر فرما دیا کہ بیشک ہم نے ذکر نازل فرمایا اور ہم اس کی حفاظت فرمانے والے ہیں تو پھر تم اہلسنت لوگ کیونکر کہتے ہو کہ صحابہ نے قرآن مجید جمع کیا اور حفاظت کی اور فلاں جامع قرآن ہے - اور صحابہ کو کیوں حفاظتِ قرآن کی فکر لگی - (شیعہ) جواب - باری تعالیٰ کے تمام افعال اسباب کے تحت ہوتے ہیں تو جس طرح ملائکہ رب تعالیٰ کی طرف سے مدبرات امر ہیں اور فرشتوں کے کام رب کریم کے کام ہیں فرشتے افعالِ باری تعالیٰ کے سبب اختیاری ہیں - اسی طرح صحابہ کرام اور تا قیامت اولیاءُ اللہ خصوصی مدبراتِ امر ہیں اور وہ باری تعالیٰ جل مجدہٗ کے اسبابِ اختیاری ہیں صحابہ کا یہ کام رب تعالیٰ کا ہی فعل حفاظت ہے - اس کی مزید بیشمار مثالیں ہیں - **دوسرا اعتراض** - لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ کی آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر بسم اللہ شریف جو سورتوں کے اول میں لکھی ہے وہ بھی اُس سورت کی ایک آیت اور وحی منزل اور ذکر میں شامل ہے - اس لیے کہ حفاظت کا معنی یہ ہے کہ نہ کوئی اس میں زیادتی کر سکے نہ کمی - اگر یہ بقولِ احناف آیت نہیں ہے تو پھر یہ زیادتی ہے جو صحابہ نے کی یا بعد میں کسی نے کی پھر یہ حفاظتِ الٰہیہ کے خلاف ہے (امام رازی شافعی)۔

جواب - نہ بسم اللہ شریف آیت ہے اور نہ اس کا لکھنا قرآن مجید میں زیادتی ہے - اس لیے کہ عبارتِ سورت سے باہر لکھی جاتی ہے میں نے مدینہ پاک میں خود اپنی نظروں سے شوافع - حنابلہ اور مالکی مطبوعہ قرآن مجید کو دیکھا اُن میں بھی ہر سورت والی بسم اللہ شریف علیحدہ خانوں میں لکھی ہوئی ہیں - اور اس میں مؤرخین کا اختلاف ہے کہ یہ صحابہ نے لکھنی شروع کیں یا بعد میں پھر اگر ان تمام بسم اللہ شریف کو علیحدہ خانے میں لکھنے کے باوجود آپ یہ کہیں کہ یہ آیت ہی ہے تو پھر سورت کا نام رکوعات و آیت کی تعداد بلکہ اب تو بعض مطبوعوں میں الفاظ و حروف کی تعداد بھی لکھی ہوتی ہے - کیا آپ کے نزدیک وہ بھی آیتیں بن جائیں گی (معاذ اللہ) لہٰذا ثابت ہوا کہ بسم اللہ آیت نہیں -

تفسیر صوفیانہ

لَوْ مَا تَاْتِیْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِیْنَ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِیْ شِیَعِ الْاَوَّلِیْنَ

منکرِ ازلی نفسِ امارہ تکذیبِ قلب کرتے ہوئے مختلف مطالبے کرتا ہی رہتا ہے کہ اگر آوازِ قلب سچی ہے تو دعوۂ دل کے مطابق انوارِ قدس کی تجلیات ہماری طرف کیوں نہیں آتیں تاکہ یہ ہماری تصدیق کا باعث بنیں۔ قلب عرش کی بلندیوں سے ربِ عرش کی صدا بلند ہوتی ہے کہ ہم اپنی تجلیات صرف حق کے ساتھ اور تائیدِ حق کے لیے نازل کرتے ہیں اور جب پورا وقت ہو جاتا ہے تو پھر کسی کو مہلت نہیں دی جاتی۔ اے منکرینِ انوارِ الٰہی ہم نے ہی قلبِ مومن اور سینۂ اتقیا پر ذکرِ الٰہی کا خزانۂ غیبی اور دولتِ باطنی نازل فرمائی ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت فرمانے والے ہیں نفس کی ہزار مخالفتیں بھی اس کا ذرہ نہیں بگاڑ سکتیں۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ ذکر چھ قسم کے ہیں۔

۱ ذکرِ ایمانی کلمہ طیبہ۔ ۲ ذکرِ لسانی نمازِ شریعت ۳ ذکرِ دماغ حفظِ قرآن مجید۔ ۴ ذکرِ شریعت سینۂ مومن میں علوم قرآنِ کریم ۵ ذکرِ قلبی اسرارِ قرآن مجید۔ ۶ ذکرِ ظاہر جو اوراق اور جلدوں میں ہے تو جس طرح اوراقِ قرآن مجید کا ادب احترام ہر مسلمان پر فرض ہے اسی طرح جہاں جہاں نزولِ ذکر ہوا ہے ان تمام دل دماغ سینوں کا ادب فرض لازمی ہے کیونکہ ہر جگہ اسی خالق و مالک کا نزول و حفاظت ہے اگر وہ حفاظت نہ فرمائے تو کسی کے پاس ذکر فکر ایمان و عرفان قطعاً باقی نہ رہے۔ اور یہ کوئی نیا قانون نہیں عالمِ جبروت سے ایسا ہوتا چلا آیا ہے کہ بستیٔ قالب میں نفس و نفسانیت کی اصلاح کے لیے ہم نے کئی طرح کے انوارِ تجلیات کے مرشدین برحق بھیجے۔ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ۔

مگر آخرت کی حقانی نعمتوں کو بھولنے والوں کے پاس جب بھی پیغامِ آخرت سنانے والا الہامِ الٰہی تشریف لایا تو نفسانیت نے ان کا مذاق ہی بنایا اور کامیابی کی باتوں کو ہنسی میں اڑا دیا۔ یہ مجرمین کی کامیابی نہیں بلکہ یہ ہی سب سے بڑی بدقسمتی ہے ہم شروعِ ناسوت سے اسی طرح برائی والوں کے قلبوں میں غرورِ نفسانی پیدا کر دیتے ہیں اسی لیے وہ شقاوت والے انعاماتِ ابدی پر ایمان نہیں لاتے۔ نفسِ امارہ نے ہمیشہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ شروع سے یہ ہی سلوک جاری رکھا۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ قالبِ انسانی کے ۲ حکمران ہیں۔

۱ قلبِ نورانی مرکزِ تجلیاتِ الٰہی۔ ۲ نفسِ امارہ۔ گہوارۂ شیطانی۔ دنیا کی ہر ضرورت پر یہ دونوں یک دم اپنے قالب کے اعضاءِ رئیسہ پر جن کے مرکزسات اعضاءِ لطیفہ ہیں۔ حکم نافذ کرتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ اگر حرام حلال کی پروہ نہ کرتے ہوئے دل میں ضرورت پوری کر لینے کی خواہش ہو تو وہ نفسِ امارہ کا حکم ہوتا ہے۔ مومن کو اس سے بچنا چاہیے بلکہ اس وقت ضرورت پوری نہ کرے طبیعت پر جبر کرے۔ اور اگر طیب کی و حلال ہی کی خواہش پیدا ہو حرام سے کراہت آئے تو سمجھو کہ قلبِ منور کا حکم ہے۔ اَللّٰهُمَّ اَغْنِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوا فِيهِ

اور اگر ہم کھول دیتے پر اُن دروازہ طرف سے آسمان کے کہ دیکھتے روشنی میں

اور اگر ہم اُن کے لیے آسمان میں کوئی دروازہ کھول دیں کہ دن

يَعْرُجُونَ ﴿۱۴﴾ لَقَالُوا إِنَّمَا سُكِّرَتْ أَبْصَارُنَا بَلْ

چڑھتے میں اُس دروازے ۔ پھر بھی البتہ کہتے فقط جادو کیا گیا ہماری آنکھوں پر

کو اس میں چڑھتے ۔ جب بھی یہی کہتے کہ ہماری نگاہ باندھ

نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُورُونَ ﴿۱۵﴾ وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي

بلکہ ہم لوگ جادو کئے ہوئے ہیں ۔ اور البتہ بنایا ہے ہم نے میں

دی گئی ہے بلکہ ہم پر جادو ہوا ہے ۔ اور بے شک ہم نے

السَّمَآءِ بُرُوجًا وَّزَيَّنَّاهَا لِلنَّاظِرِينَ ﴿۱۶﴾ وَحَفِظْنَاهَا

آسمان بہت منزلیں اور خوبصورت کیا ہم نے اُس کو لیے دیکھنے والوں کے اور محفوظ کیا ہم نے

آسمان میں برج بنائے اور اُسے دیکھنے والوں کے لیے آراستہ کیا

مِن كُلِّ شَيْطَانٍ رَّجِيمٍ ﴿۱۷﴾ إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ

اس آسمان کو ہر شیطان رجم کئے ہوئے سے مگر جو شیطان چوری کرے سننے کی

اور اُسے ہم نے ہر شیطان مردود سے محفوظ رکھا ۔ مگر جو چوری

فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ مُّبِينٌ ﴿۱۸﴾ وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا

تو پیچھے بھاگتا ہے اُس کے شعلہ روشنی والا ۔ اور زمین پھیلایا ہم نے اُس کو

چھپے سننے جائے تو اُس کے پیچھے پڑتا ہے روشن شعلہ ۔

وَالْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَاَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ

اور ٹھوکیں ہم نے ہیں اُس بڑی کیلیں اور اُگایا ہم نے میں اُس سے ۔ ہر قسم کی

اور ہم نے زمین پھیلائی اور اس میں لنگر ڈالے اور اس میں ہر چیز

شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ﴿۱۹﴾

چیز تولی ہوئی

اندازے سے اُگائی

تعلق اِن آیاتِ کریمہ کا تعلق پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح ہے ۔
پہلا تعلق ۔ پچھلی آیات میں کفار کے اُس مطالبے کا ذکر ہوا تھا جس میں اُنھوں نے فرشتوں کے اُترنے کا کیا تھا ۔ اب فرمایا جا رہا ہے ۔ اِن کے یہ مطالبے ایمان لانے کے لیے نہیں بلکہ صرف مذاق بازی کے لیے ہیں ۔ اور اِن کی حالت تو یہ ہے کہ فرشتوں کا اُترنا درکنار اگر اِن کو ہی آسمان پر چڑھا دیا جائے تو بھی بجائے ایمان لانے کے یہ ہی کہیں گے کہ ہم پر جادو ہو گیا ۔ **دوسرا تعلق** ۔ پچھلی آیت میں قرآنِ مجید کی حفاظت کا ذکر ہوا ۔ اب ان قدوداتِ الٰہیہ میں اُن آسمانوں کی حفاظت کا ذکر ہو رہا ہے جہاں سے حضرت جبرائیل قرآن مجید کی آیتیں لے کر آتے ہیں اور جہاں رب کے خزانے ہیں ۔ **تیسرا تعلق** ۔ پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ کفار مطالبہ کر رہے ہیں کہ آسمان سے فرشتے اُتریں وہ ہمیں آسمانی باتیں بتائیں تب ہم ایمان لائیں گے ۔ اب اِن آیات میں بتایا جا رہا ہے ۔ کہ اِن کے جادوگروں کے تابع جنات اور شیطان بھی آسمان پر جا کر فرشتوں کی زبانی غیبی خبریں سن کر چرا لاتے ہیں اور وہ اپنے جادوگروں کو بتا دیتے ہیں جس سے آسمانی باتوں کا انہیں پتہ لگ جاتا ہے تو یہ ایمان کیوں نہیں لاتے ۔

تفسیر نحوی وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ۔ واؤ سرجملہ لَوْ حرفِ شرط فَتَحْنَا ۔ فعل ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع متکلم ۔ مخاطب باری تعالیٰ ہے ۔ بابِ فَتَحَ ہے فَتْحٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ کھولنا ۔ کشادہ کرنا ۔ قبضہ میں لینا ۔ یہاں پہلے معنیٰ ہے علیٰ جارہ بمعنیٰ لام نفع ھِمْ ضمیر جمع غائب کا مرجع کفار ہیں ۔ جار و مجرور متعلق ہے فَتَحْنَا کا بَابًا ۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ دروازہ بحالتِ نصب ہے مفعول بہ ہے فَتَحْنَا کا مِنْ جارہ ابتدائیہ ۔ یا بمعنیٰ فِیْ ۔ اَلسَّمَآءِ ۔ الف لام جنسی سَمَآء اسم واحد ہے مذکر ہے جامد ہے نام ہے ایک مخصوص کُرے کا ۔ بحالتِ کسرہ ہے مِنْ جارہ کی وجہ سے متعلق دوم ہے فَتَحْنَا کا ۔ ف

عاطفہ تعقیبیہ ظَلُّوْا۔ باب نصر کا ناقصہ فعل ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب ظَلٌّ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے بمعنی سورج کا چڑھنا۔ کوئی کام سارا دن کرنا۔ دھوپ کا سایہ۔ دوپہر ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اس میں مستتر ہے اُس کا مرجع کفار ہیں یا ملائکہ فِیْ جارہ ظرف مکانی۔ ہ ضمیر واحد کا مرجع سَمَاء ہے ظَلُّوْا کا اسم ھُمْ مستتر ہے اور جار و مجرور اُس کے متعلق ہے۔ یَعْرُجُوْنَ باب نصر کا مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب عُرُوْجٌ سے بنا ہے بمعنی چڑھنا۔ اسی سے ہے معراج۔ یَعْرُجُ ھُمْ ضمیر جمع مستتر اِس کا فاعل ہے۔ اور یہ جملہ فعلیہ خبر ہے ظَلُّوْا فعل ناقصہ کی اور یہ جملہ ناقصہ معطوف ہے لَوْ فَتَحْنَا شرط کا لام کَئے زائدہ جزائیہ ہے جس نے یقین کا فائدہ بھی دیا۔ قَالُوْا فعل ماضی مطلق یہ سب جملہ قول و مقولہ جزا ہے شرط کی۔ صیغہ جمع مذکر ھُمْ ضمیر جمع مستتر کا مرجع وہی مذاق باز کفار ہیں یہ جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ اِنَّ حرف تحقیق لغو (بے عمل) ہے مَا کافہ کی وجہ سے۔ سُکِّرَتْ فعل ماضی مطلق مجہول واحد مؤنث سُکْرٌ سے بنا ہے۔ بمعنی عقل کا گڑبڑ۔ نظر غلط ہونا۔ بے ہوش کرنا۔ نشہ ہونا۔ جادو ہونا۔ نظر بندی کرنا۔ باب تفعیل سے ہے مصدر ہے تسکیر۔ بمعنی نظر بندی کرنا۔ اَبْصَارُ۔ جمع تکسیر منصرف ہے۔ اِس کا واحد ہے بَصَرٌ بحالت رفع ہے کیونکہ نائب فاعل ہے سُکِّرَتْ کا نَا ضمیر جمع متکلم مجرور متصل مضاف الیہ اَبْصَارُ مضاف کا۔ بَلْ۔ حرف عطف تصریف حکم کے لیے یعنی سابقہ فعل معطوف علیہ سے ہٹا کر معطوف پر لگانا نَحْنُ۔ ضمیر جمع متکلم مرفوع منفصل مبتدا ہے۔ قَوْمٌ اسم مفرد لفظاً۔ معنیً جمع بحالت رفع ہے کیونکہ خبر ہے مبتدا کی۔ موصوف ہے مابعد کا مَسْحُوْرُوْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر کا صیغہ۔ سِحْرٌ سے بنا ہے بمعنی جادو کرنا۔ ھُمْ ضمیر اس میں پوشیدہ ہے۔ مرفوع ہے اِسی کا نائب فاعل ہے یہ جملہ اِسمیہ ہو کر صفت ہے موصوف کی اور یہ مرکب توصیفی نَحْنُ مبتدا کی خبر ہے۔ اور یہ جملہ اسمیہ عطف ہے سُکِّرَتْ پر۔ وہ جملہ فعلیہ مقولہ ہے قَالُوْا کا۔ پھر وہ جزا ہے شرط کی۔ وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَیَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِیْنَ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ ۔ واؤ۔ ابتدائیہ۔ لام کئے برائے تاکید قَدْ جَعَلْنَا۔ فعل ماضی قریب صیغہ جمع متکلم باب فتح سے جَعْلٌ سے مشتق ہے بمعنی بنانا۔ ٹھیرانا مقرر کرنا۔ بدلنا۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔ فِیْ جارہ ظرفیہ مکانیہ۔ اَلسَّمَاءِ الف لام جنسی یا عہدی سَمَاءٌ نام ہے بلند گرے کا۔ جار و مجرور متعلق ہے قَدْ جَعَلْنَا بُرُوْجًا بمعنی خیمہ۔ گول عمارت۔ شاہی محل۔ بلند عمارت۔ جمع مکسر ہے بُرْجٌ کی۔ آسمان مثل خربوزے کے اوپر نیچے سے پھانکوں کی شکل۔ اس طرح بارہ حصوں کا نام بارہ بُرج ہے بحالت فتحہ ہے مفعول بہ ہے واؤ عاطفہ عطف قَدْ جَعَلْنَا پر زَیَّنَّا فعل ماضی مطلق باب تفعیل سے صیغہ جمع متکلم مصدر ہے تَزْیِیْنٌ بمعنی خوبصورت کرنا زَیْنٌ اور زِیْنَةٌ سے بنا ہے هَا ضمیر مفعول متصل کا مرجع اَلسَّمَاءِ ہے۔ لام جارہ نفع کا۔ نَاظِرِیْنَ۔ اسم فاعل ہے باب نصر کا۔ صیغہ جمع مذکر۔ نَظْرٌ سے مشتق ہے بمعنی دیکھنا۔ ناظرین بمعنی آنکھوں سے دیکھنے والے جار و مجرور متعلق ہے زَیَّنّٰهَا کا۔ واؤ عاطفہ۔ عطف ہے قَدْ جَعَلْنَا پر حَفِظْنَا صیغہ جمع متکلم باب سمع سے ہے حِفْظٌ سے بنا ہے بمعنی بچانا حفاظت کرنا یہ تینوں فعل متعدی بیک مفعول ہیں۔ هَا ضمیر کا مرجع سَمَاء ہے مِنْ جارہ بمعنی بِ جارہ یا بمعنی عَنْ جارہ زائدہ۔ کُلِّ اسم تاکیدی جمعیت کے لیے۔ موجبہ کلیہ کا سور ہے شَیْطٰنٍ اسم مفرد ہے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بروزن

فَیْعَالٌ یا فَعْلَانٌ۔ شَطَنٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ دور ہونا۔ سرکش ہونا۔ مردود ہونا۔ یا شَطْطٌ سے بنا ہے بمعنیٰ ہلاک ہونا بحالت کسرہ مضاف الیہ ہے کُلّ کا موصوف ہے مابعد کا رَجِیْم اسم مفرد مبالغہ صفت مشبہ ہے۔ رَجْمٌ سے بنا ہے بمعنیٰ مرجوم اسم مفعول ہے۔ ترجمہ ہے رجم کیا ہوا سنگسار کیا ہوا پتھروں سے۔ موت مراد نہیں بحالت کسرہ ہے صفت ہے شیطان کی۔ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ۔ اِلَّا حرفِ استثنا۔ یا لغو ہے لٰکِنْ عاطفہ کے معنیٰ میں ہے اور عطف ہے حَفِظْنٰا پر۔ یا استثنا منقطع کے لیے ہے۔ کیونکہ مستثنیٰ منہ لَا یَدْخُلُ الشَّیٰطِیْنَ کا جملہ پوشیدہ ہے اس میں دخول کا ذکر ہے اور مستثنیٰ استرق ہے استراق دخول میں شامل نہیں۔ یا مستثنیٰ متصل ہے کیونکہ پوشیدہ عبارت بھی استرق ہے۔ مگر پہلا اول قوی ہے مَنْ اسم موصول مراد شیطان ہے۔ اِسْتَرَقَ۔ بابِ افتعال کا ماضی مطلق معروف ہے سَرَقٌ سے بنا ہے بمعنیٰ چوری کرنا ھُوَ ضمیر فاعل کا مرجع مَن ہے۔ اَلسَّمْعَ۔ بمعنیٰ سننا یا مصدر ہے یا حاصل مصدر بمعنیٰ بات کلام۔ گفتگو بحالت فتحہ ہے مفعول بہ ہے۔ الف لام جنسی ہے فَ عاطفہ تعقیبیہ ہے۔ اَتْبَعَ۔ باب افعال کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب تَبْعٌ سے بنا ہے بمعنیٰ پیچھے پڑنا۔ لگنا۔ چلنا۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَنْ ہے شِهَابٌ بروزن فِعَالٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بمعنیٰ انگارا۔ آسمانی بجلی۔ شعلہ۔ ٹوٹتا ہوا تارا۔ یہاں یہ ہی مراد ہے۔ مرفوع ہے کیونکہ فاعل ہے اَتْبَعَ کا۔ موصوف ہے مُبِیْنٌ مرفوع اسم فاعل ہے صفت ہے شِهَابٌ کی۔ باب افعال سے ہے دراصل تھا مُبْیِنٌ۔ مصدر ہے اِبَانٌ بمعنیٰ ظاہر کرنا۔ ظاہر ظہور۔ روشن کرنا۔ روشنی دینا۔ یہاں مراد ہے روشنی والا۔ واؤ سرِ جملہ۔ اَلْاَرْضَ۔ الف لام استغراقی ہے یا جنسی۔ اَرْضٌ اسم مفرد جامد مؤنث لفظی ہے بحالت نصب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے پوشیدہ فعل ماضی خَلَقْنَا یا بَسَطْنَا کا۔ مفسر پوشیدہ ہے مَدَدْنَا باب نصر کا ماضی مطلق معروف بصیغہ جمع متکلم۔ مَدٌّ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے بمعنیٰ بچھانا۔ پھیلانا کھینچنا۔ دراز کرنا۔ لمبا کرنا۔ یہاں مراد پھیلانا ہے تفسیر ہے پوشیدہ فعل بَسَطْنَا کی۔ اگر خَلَقْنَا پوشیدہ ہو تو بچھانا بھی کر سکتے ہیں۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع اَرْضٌ ہے۔ مفعول بہ ہے مَدَدْنَا کا۔ واؤ عاطفہ۔ عطف ہے مَدَدْنَا پر۔ اَلْقَيْنَا باب افعال کا ماضی مطلق معروف مثبت صیغہ جمع متکلم۔ مصدر ہے اِلْقَاءٌ۔ بمعنیٰ۔ ڈالنا۔ گاڑھنا۔ پھینکنا۔ ٹھوکنا یہاں مراد ٹھوکنا۔ لَقْیٌ سے بنا ہے ناقص یائی۔ لغت میں لَقْیٌ کا معنیٰ ایسا ٹھونکنا گاڑھنا کہ کچھ حصہ نظر آتا ہے۔ فِی جارہ ظرفیہ ھَا ضمیر کا مرجع اَرْضٌ ہے۔ رَوَاسِیَ۔ اسم جمع مکسر ہے۔ اس کا واحد ہے رَاسٌ یا رَاسِیٌ۔ اس کا مؤنث لفظی رَاسِیَةٌ اس کی جمع مؤنث سالم رَاسِیَاتٌ۔ بمعنیٰ بوجھ۔ سر۔ پہاڑ۔ یہاں بمعنیٰ پہاڑ ہیں۔ بحالت نصب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے اَلْقَيْنَا کا۔ واؤ عاطفہ۔ عطف ہے مابعد عبارت کا مَدَدْنَا پر۔ اَنْۢبَتْنَا۔ فعل مطلق معروف صیغہ جمع متکلم۔ باب افعال سے ہے۔ اِنْبَاتٌ مصدر بمعنیٰ اگانا متعدی بیک مفعول ہے نَبْتٌ سے بنا ہے بمعنیٰ اُگنا۔ فِیْ ظرفیہ مکانیہ ھَا ضمیر واحد مؤنث کا مرجع اَرْضٌ ہے۔ مِنْ بیانیہ زائدہ ہے کُلّ اسم تاکیدی کلیت کے لیے مجرور ہے مِنْ سے مضاف ہے شَیْءٌ اسم مفرد جامد نکرہ

یعنی چیز مراد ہیں نباتات۔ شحات اور اہلِ لغت کے نزدیک شیٔ ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جو نظر میں آ سکے یا محسوس کیا جا سکے اور اس میں پسند یا ارادے کا دخل ہو۔ اسی سے ہے مشیت۔ بحالتِ جر ہے کیونکہ مضاف الیہ ہے مابعد کا موصوف ہے۔ موزون اسم مفعول واحد مذکر کا صیغہ ہے باب ضرب سے ہے وزن مثال واوی سے مشتق ہے بمعنی۔ تولنا۔ مناسب کرنا۔ برابر کرنا۔ مقدار مقرر کرنا۔ اندازے سے کرنا۔ یہاں آخری معنی میں ہے۔ اگر تولنا حقیقی لغوی معنی مراد لیے جائیں تو یہاں مجاز ہوگا۔

تفسیر عالمانہ

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرُجُونَ ۙ لَقَالُوا إِنَّمَا سُكِّرَتْ أَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُورُونَ ۚ وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوجًا وَّزَيَّنَّاهَا لِلنّٰظِرِينَ ۙ اور اگر ہم ان ضدی متعصب کافروں پر یعنی ان کی نگاہوں پر آسمان کی طرف سے کوئی دروازہ کھول دیں جو حیثیتِ آسمان کے مطابق بہت بڑا بھی ہو تاکہ ہر شخص دیکھ لے پھر علی دوپہر کی چمکتی فضاؤں میں ملائکہ بھی اترتے چڑھتے نظر آئیں یا یہ خود چڑھیں مگر یہ قول ضعیف ہے اس لیے کہ کفار کا سابقہ مطالبہ خود اپنے چڑھنے کا نہ تھا بلکہ فرشتوں کے آنے جانے کا تھا اور سمجھتے تھے کہ فرشتے آسمانوں میں ہوتے ہیں۔ اسی بیہودہ مطالبے کی حقیقت بیان فرمائی جا رہی ہے کہ اگر یہ اپنی مطالبے کی منظوری کی صورت میں اپنی نگاہوں سے آسمان کا دروازہ بھی دیکھ لیں اور فرشتوں کو بھی آتے جاتے آپ کے پاس دیکھ لیں تب بھی یہ خبیث روحیں ایمان نہیں لائیں گے بلکہ کہیں گے کہ یہ سب نظر بندی کے کھیل تماشے ہیں ہماری نظریں باندھ دی گئی ہیں جو ہمیں یہ غیر حقیقی چیزیں نظر آتی ہیں۔ صرف تصوراتی تخیلاتی شعبدہ بازی ہے۔ بلکہ ہم تمام قوم ہر شخص چھوٹا بڑا مومن کافر جادو زدہ کر دیا گیا اور معاذ اللہ جادو بھی ان ہی نبی بننے والے محمد صاحب نے کیا ہے۔ کیسی بدعقلی ہے ان کفار کی کہا بھی کر رہے تھے۔ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ۔ بیشک تم اے محمد مجنون ہو۔ اور اب کہہ دیں گے کہ ہم مسحور ہیں حالانکہ مجنون کسی کو مسحور نہیں کر سکتا ساحر تو بڑی عقل و ہوش والا ہوتا ہے۔ یہ بدعقل لوگ یہ نہیں سوچتے کہ جب ہم نے آسمان بنائے ہیں تو ان کا شاندار نظام قائم فرمایا اس میں مضبوط قلعہ نما برج بنائے اور اس آسمان کو یا ان برجوں کو ہم نے نہایت ترتیب انتظام کے ساتھ بے حد دلکش زینت بخشی۔ تمام اہلِ نظر و فکر والوں کے لیے یا ہر دیکھنے والے کے لیے کہ چاند و سورج سے روشن کیا اور ستاروں سے چمکدار کیا تو ہم نے زمین کو پیدا فرما کر بے انتظام کس طرح چھوڑنا تھا۔ یہاں کے نور و تابانی کے لیے انبیاء و مرسلین کو بھیجا گیا۔ اور ان کی نورانی کرنوں سے اولیاء علماء کو فیضیاب کر کے زمین کو مزین کرنا بھی ہماری ہی کریمانہ ذمہ داری ہے۔ جب آسمان کے بروج و کواکب کو تسلیم کرتے ہو تو زمین پر بھی نورِ نبوت کو تسلیم کرو۔ آسمان ملائکہ کے لیے ہے زمین انسانوں کے لیے اے انسانو یہاں ہر چیز انسانوں کے ذریعے ہی ملے گی ناجائز مطالبے نہ کرو بندے بن جاؤ۔ قرآن مجید میں تین جگہ بروج کا ذکر فرمایا گیا ہے ایک جگہ یہاں دو جگہ اور ہے۔ بروج کے

بارے مفسرین اور کاھنوں نجومیوں کے مختلف اقوال ہیں۔ تعداد میں دو قول ہیں زمانہ قدیم میں اہل بابل کے نجومیوں کاھنوں نے ڈھائی سو ۲۵۰ تعداد بتائی ہے پھر سریانی اقوام اور اُس کے بعد یونانی اقوام نے بارہ برج کا تذکرہ کیا۔ پھر عراقیوں نے ان برجوں کے نام وضع کر ڈالے۔ ۱ حمل۔ ۲ ثور۔ ۳ جوزا۔ ۴ سرطان۔ ۵ اسد ۶ سنبلہ ۷ میزان ۸ عقرب ۹ قوس ۱۰ جدی ۱۱ دلو ۱۲ حوت۔ اور چونکہ یہ دنیا کی اشیا کے نام ہیں کچھ جاندار کچھ بے جان تو اہل مصر اور شام کے کاھنوں نجومیوں نے انہی جانوروں چیزوں کی شکلوں پر برج کی شکلیں بنا ڈالیں جو آج تک چلی آرہی ہیں مگر یہ سب بناوٹی تخیلات ہیں حقیقت کے خلاف۔ مفسرین کے اس بارے میں پانچ قول ہیں۔

۱ بارہ برج پورے آسمان دنیا کا نقشہ ہے اور حلیہ گویا آسمان بڑے خربوزے کی مثل ہے اور بارہ برج اس کی بارہ کھانپیں ہیں۔ ۲ بارہ برج آسمان میں چاند و سورج کی بارہ منزلیں ہیں جو موسموں کے اعتبار سے مختلف وقتوں کی گزرگاہیں ہیں جس کو سورج روزانہ طے کرتا ہے اور چاند مہینہ میں ایک بار۔ ۳ بارہ برج آسمان کے بارہ قلعے ہیں جو مختلف قدرتی دھاتوں کے بنے ہیں۔ ۴ بارہ ستارے ہیں۔ ۵ اس کی حقیقت تو اللہ رسول ہی بہتر جانتے ہیں مگر جس قول پر اکثریت ہے وہ یہ ہے کہ بارہ برج بارہ ستارے ہیں چھ ۶ زمین کی شمالی طرف جن میں تین گرمی اور تین موسم بہار میں سورج کی گزرگاہ ہے اور چھ ۶ جانب جنوب ہیں جن میں تین سردی میں اور تین موسم خزاں میں سورج کا راستہ ہیں جب آفتاب ان کے پاس سے گزرتا ہے تو زمین والوں کو یہ برج ستاروں کی طرح چمکتے دکھائی دیتے ہیں۔ اس لیے فرمایا گیا زَیَّنّٰھَا ہم نے ان کو خوبصورت کر دیا۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ ھَا ضمیر سے سَما مراد ہے نہ کہ بروج۔ یعنی ہم نے آسمان کو ستاروں سے مزین کیا۔ ایک قول ہے کہ آسمان سے مراد حقیقی سما نہیں بلکہ بلندی مراد ہے۔ اور رب تعالیٰ نے زمین کی بلندیوں کو نو ۹ طرح مزین فرمایا۔ ۱ دن میں سورج کی تابانیوں سے ۲ چاندراتوں میں کرنوں کی شب افروزیوں سے ۳ اندھیری راتوں میں ستاروں کی جلوہ ریزیوں سے۔ ۴ صبح فروزاں۔ فجر کی دلربائیوں سے ۵ شام مغرب غروب کی سرخ و سفید رعنائیوں سے۔ ۶ موسم گرما میں نیلگوں آسمان کا نکھرنا۔ ۷ برسات میں کالی گھٹاؤں کا اٹھنا۔ ۸ کہیں قوس و قزح کی رونمائی ۹ تو کہیں شفق کی زینت فلکی۔ یہ سب حسین و جمیل منظر کس قدرتوں والے نے بنائے زَیَّنّٰھَا۔ ہم نے ہی فضاؤں کو جلا بخشی اور یہ منظر کشی۔ نگاہوں کی تازگی۔ قلب جگر کے لیے سکون و راحت کس کے لیے کیا۔ لِلنّٰظِرِیْنَ۔ اے انسانو ہم رحیم کریم رب نے تم دیکھنے والوں کے لیے ہی سب زمین و آسمان کی یہ خوشنمائیاں پیدا کی ہیں۔ یہاں جَعَلْنَا کا معنیٰ پیدا کرنا ہے کیونکہ یہ متعدی بیک مفعول ہے۔ اگر حرف فی کو ظرفیہ نہ مانا جائے بلکہ بمعنیٰ ب جارہ تعدیہ کہا جائے تو جَعَلْنَا بمعنیٰ صَیَّرْنَا ہوگا۔ یعنی آسمان کو بُرج بنایا۔ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ وَ الْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ۔

اور جس طرح زمین کی طرف ابتداً کر اپنا کلام قرآن و حدیث اولیا علما کے دماغوں اور سینوں پر ہم نے ہی نازل فرما کر زمین کے

انسانی شیطانوں سے اس ذکر کی حفاظت ہم نے ہی فرمائی۔ اسی طرح ہم نے ہی اپنی اُن غیبی اور اسرارِ الٰہیہ والے کلام کی ہر ابلیسی شیطان سے حفاظت کی جو کلام فرشتوں کی زبانوں پر نازل فرمایا۔ اور اس آیت پاک کا مقصود بیان یہ ہے کہ زمین و آسمان کی حفاظت درحقیقت وہاں درست حالت میں کلامِ الٰہی کا موجود رہنا ہے۔ اور قانونِ الٰہی کا نافذ ہونا اور جرچہ رہنا ہے۔ اور زمین و آسمان کا معاد یہی ہے کہ کلام الٰہی شریعتِ خداوندی۔ قانونِ باری تعالیٰ کا نفاذ۔ عمل۔ ادب۔ وقار۔ دلوں میں حیثیت نہ رہے۔ یا قانونِ الٰہی میں کلام اللہ میں لفظی معنوی ملاوٹ کر دی جائے۔ رب تعالیٰ نے ان ہی فسادوں سے آسمان و زمین کو شیطانوں سے بچایا۔ ورنہ یہ ابلیسی شیطان یا انسانی شیطان نہ آسمان کو توڑ سکتے ہیں نہ زمین کو نہ آسمان کو بدل سکتے ہیں نہ زمین کو مفسرین صحابہ کرام فرماتے ہیں پہلے زمانوں میں جنات کو آسمانوں اور جنت میں جانے کی اجازت تھی۔ لیکن آدم علیہ السلام کی گستاخی سے تمام جنات اور ابلیس کو جنت سے منع کر دیا گیا صرف دروازۂ جنت تک پہنچ سکتے تھے۔ جب ولادتِ مسیح علیہ السلام ہوئی تو ان کی رفعتِ آسمانی کے اعزاز میں شیطانوں کو تین آسمانوں سے روکا گیا۔ اور جب عید میلادُ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوئی تو سب آسمانوں سے روک دیا گیا۔ غالباً معراجِ مصطفےٰ کے اعزاز میں تاکہ کوئی آسمان کسی شیطان سے گندہ نہ ہو سکے گزرگاہِ مصطفےٰ کو پاک و صاف رکھنے کے لیے کئی سال پہلے ہی انتظام فرما دیا گیا۔ اب آسمان دنیا کے کناروں تک جا سکتے ہیں۔ پہلے بھی یہ شیطانی ذرّیت اور خود ابلیس ملائکہ سے غیبی باتیں سن کر اپنے جادوگروں کاھنوں کو آکر بتاتے تھے اور یہ کاھن لوگوں کو سنا دیتے تھے۔ فرعونِ مصر کو ولادت موسوی کی پیشگوئی وغیرہ اسی زمرے میں تھیں۔ اور اب بھی یہ شیطان پہلے آسمان کے کنارے تک دوڑتے پرواز کرتے جاتے ہیں یا ایک دوسرے پر چڑھ کر سیڑھی کی طرح پہنچتے ہیں اور ملائکہ کی گفتگو سے کچھ چوری کر لیتے ہیں مگر پوری نہیں سن پاتے کہ شہاب مبین آگ کے شعلے کی طرح ان کے پیچھے دوڑتا ہے اگر لگ جائے تو یا یہ شیطان مر جاتے ہیں یا دیوانے بھوت بن جاتے ہیں اور جنگلوں میں چھلاوے بنے پھرتے ہیں پھر کاھنوں کے پاس نہیں جا سکتے اور اگر بچ جائیں تو جو تھوڑا بہت سنا ہوتا ہے اس میں سو جھوٹ شامل کر کے جادوگروں کو سنا دیتے ہیں اور ایک آدھ پیشگوئی سچی نکل آنے سے اُن کی دکانداری چمک جاتی ہے۔ ملائکہ ان برجوں میں بیٹھے ہوتے ہیں اور جب رب تعالیٰ کی طرف سے کوئی قانون سنایا جاتا ہے تو تمام فرشتے ہیبت و خشیت سے تسبیح پڑھتے ہیں جن کی آواز شیطان سنتا ہے وہ اپنی ذرّیت کو بھگاتا ہے کہ جاؤ سنو کیا بات ہو رہی ہے تب سب جنات شیطانی خفیہ اور چوری چھپے کان لگاتے ہیں۔ جب ملائکہ تسبیح سے خاموش ہوتے ہیں تو ہر نیچے آسمان والا فرشتہ اوپر والے آسمان کے فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ کونسا قانون اور پیشگوئی ارشاد ہوئی جب یہ اظہار ہوتا ہے تو یہ جنات بھی سن لیتے ہیں یہاں تک کہ شہاب کا شعلہ ان پر پڑتا ہے تو یہ بھاگتے ہیں جس کو وہ شعلہ لگتا ہے وہ یا زخمی یا پاگل یا قتل ہو جاتا ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ آسمانی برج بہت بڑے بڑے ہیں سب سے چھوٹا برج زمین کے سب سے بڑے پہاڑ برابر ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ یہ جو

ستارا ٹوٹتا دکھائی دیتا ہے یہ وہی شہاب مبین ہے جو اس وقت کسی شیطان کے پیچھے بھاگ رہا ہوتا ہے۔ فلاسفۂ قدیم وجدید اور سائنسدانوں نے اس بارے میں بڑے عجیب عجیب نظریات قائم کیے ہیں اور فرضی چٹانوں کو اٹھا کر عجائب خانوں کی زینت بناتے ہوئے ان کو شہاب ثاقب آسمانی کا نام دیا ہے۔ اور ہمارے ایک اردو نگار افسانوی مفسر صاحب نے اقبالیات کا سہارا لیتے ہوئے ان لغویات پر ایمان قائم کر لیا ہے۔ حالانکہ شہاب جس کو ثاقب بھی فرمایا گیا ہے اور نجم بھی وہ اسرار الٰہیہ ہیں نہ وہ پتھر ہیں نہ زمین پر آتے ہیں اس کی حقیقت نبی کریم ہی جانتے ہیں۔ جنہوں نے احادیث میں ذکر فرما دیا بس وہی سچ ہے۔ جن اشیاء کی کھربوں تعداد میں امریکہ وغیرہ کی انسائیکلوپیڈیا گرنے کی خبر دیتی ہے وہ کوئی اور عجائبات قدرت ہوں گی جس طرح آسمانوں کو پھیلا کر اس میں برج بنا دیئے۔ ہم نے پانی پر زمین کو پھیلایا اور اس پر مضبوط پہاڑوں کو ٹھونک دیا تاکہ یہ زمین نہ چلے نہ پھرے نہ حرکت کرے بلکہ ایک جگہ ساکت وجامد رہے۔ سیارہ نہ ہو سکے ساکن رہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ زمین مقام کعبہ سے بننی شروع ہوئی اور چاروں طرف بیکدم بیکوقت یک رفتار پھیلنی شروع ہوئی۔ یہ زمین شمال میں اونچی ہے سب پہاڑ اسی جانب ہیں اور جنوب کی طرف جھکی ہوئی ہے۔ اسی طرف سمندر ہے۔ اس جھکاؤ سے دریا جاری ہوتے ہیں اور ساری زمین کو پانی پہنچتا ہے۔ اس طرز بناوٹ میں بھی عجیب کریمانہ حکمت ربانی ہے اسی سبب اور ذریعے سے ہم نے زمین کے ہر موزون حصے پر ہر قسم کی چیزیں اگائیں جو انتہائی موزوں ہیں۔ یا اس طرح کہ تولی اور ناپی جاتی ہیں اور ہم وزن کی جاتی ہیں یا اس طرح کہ زمین کی کمزوری اور طاقت کے ہم وزن وہاں پھل پھول کھیتیاں اور درخت اگلتے گئے۔ اسی طرح خشک تر ریت ومٹی والی زمین کے حساب سے چیزیں اگائی گئیں یا اس طرح کہ ہر نباتات اپنے قد حجم رنگ بو اور مزے کے اعتبار سے نہایت مناسب پیدا فرمایا گیا۔ اس سے مختلف کبھی کوئی نہیں ہو سکتا۔ سرو کا درخت گھٹتے گھٹتے نیاز بو کا پودا نہیں بن سکتا اور نیاز بو بڑھ کر سرو نہیں بن سکتی۔ اسی طرح گلاب چھوٹا ہو کر چمیلی کے پھول برابر نہیں ہو سکتا اور چمیلی گلاب برابر نہیں ہو سکتی غرض کہ ہر وقت ہر چیز ہر پودا بیلیں بوٹے نہایت موزوں ہیں ہر معنی کے لحاظ سے۔

فائدے ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ نبی کی دشمنی والی بنجر قلبی زمین میں اللہ کی توحید کا غنچہ پیدا نہیں ہو سکتا خواہ کتنے عجائب قدرت اور نشانات الٰہیہ دیکھ لے۔ یہ فائدہ وَلَوْ فَتَحْنَا۔ (الخ) سے حاصل ہوا۔

دوسرا فائدہ۔ اگرچہ کفار نے توحید ورسالت کے ثبوت کے لیے فرشتوں کا مطالبہ کیا تھا جس کو رب نے رد فرما دیا۔ مگر یہاں بتایا گیا کہ کفار کو فرشتوں کی باتیں پہنچ جاتی ہیں۔ بذریعہ کاہن ونجومی وجادوگر اور کاہنوں کو بذریعہ ان کے جنات کے۔ تو یہ اتنا ثبوت ایمان کے لیے کافی ہے کہ یہودی کاہنوں کو عیسیٰ علیہ السلام اور پیارے

آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ولادتِ پاک سے پہلے ہی پتہ لگ گیا۔ اسی طرح نمرود کے کاھنوں کو ابراہیم علیہ السلام کا فرعون کے کاھنوں کو موسیٰ علیہ السلام کا ولادت سے پہلے پتہ لگ گیا۔ یہ فرشتوں کی زبانی ہی گواہی ہے مگر کفار نے پھر بھی نہ مانا۔ یہ فائدہ۔ اِلَّا مَنِ اسۡتَرَقَ الخ فرمانے سے حاصل ہوا تیسرا فائدہ۔ زمین حرکت نہیں کرتی نہ گردش کرتی ہے نہ چلتی ہے۔ یہ فائدہ۔ فِیۡهَا رَوَاسِیَ فرمانے سے حاصل ہوا لہٰذا سائنس کا نظریہ غلط ہے۔ اس کی مزید وضاحت کے لیے ہمارا فتاویٰ العطایا۔ دیکھئے۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ جادو کا علم اور جادو کا اثر درست ہے مگر انبیاء کرام کی کسی چیز کو یا معجزے کو جادو سے مشابہ کہنا حرام بلکہ کفر ہے۔ یہ مسئلہ سُکِّرَتۡ اَبۡصَارُنَا۔ (الخ) سے مستنبط ہوا۔

دوسرا مسئلہ۔ چوری کرنا ہر وقت ہر اعتبار سے برا ہے اگرچہ نیکی والی چیز کی ہو۔ دیکھو جنات ملائکہ اچھی باتیں سنتے تھے مگر اس کو چوری فرماتے ہوئے برائی اور قابلِ سزا جرم قرار دیا گیا۔ لہٰذا دینی کتاب اپنے پڑھنے کے لیے یا قرآن مجید تلاوت کرنے کے لیے کہیں سے چوری کرنا حرام ہے۔ ہاں اپنے حق وصول کرنے کے لیے چوری جائز ہے۔ یہ مسئلہ سُکِّرَتۡ اَبۡصَارُنَا سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا کہ اگر یہ کفار آسمان پر چڑھ جائیں یا فرشتے آسمان سے دن دھاڑے اترتے چلے آئیں اُن کی آنکھوں کو نظر بھی آجائیں تو بھی یہ کہیں گے کہ ہماری آنکھوں پر جادو کر دیا گیا ہے یہ سب جادو کی نظر بندی ہے حقیقت کچھ بھی نہیں۔ تو سوال یہ ہے کہ کفار کی اتنی بڑی تعداد بھلا کیسے سب کے سب اس طرح شک کر سکتے تھے کوئی تو حقیقت کو یقینی پہنچاتا۔ اور اگر واقعی سب شک کرتے ہوئے انکار کر جائیں تو حس اور مشاہدے پر اعتماد نہیں رہتا۔ پھر ان شک اور انکار کرنے والوں کا قصور نہیں ہوتا اور وہ معذور سمجھے جائیں گے۔

جواب۔ تفسیر کبیر میں امام رازی نے اس کے دو جواب دیے ہیں ایک یہ کہ یہاں مشاہدے قلبی یا عقلی کا انکار مراد نہیں دل سے اس مشاہدۂ ملکوتی کو یقینی سمجھتے تھے مگر فقط تعصب اور ضد ہٹ دھرمی کرتے ہوئے اس کو جادو کہتے۔ اسی لیے یہاں قرأت میں لَقَالُوۡا ہے نہ کہ لَفَهِمُوۡا یعنی فقط زبانوں سے انکار ہی کرتے عقل و دماغ سے اور دل سے سچی سمجھ والے سمجھ میں غلطی یا شک نہ ہوتا اس لیے اب زبانی انکار سے وہ معذور نہیں ہو سکتے۔ جہاں تک ان کی عقلی اور قلبی حالت و کیفیت کا تعلق ہے وہ تو ان معجزات کو بھی سچا سمجھتے ہیں جو دیکھ چکے ہیں۔ لیکن ضد میں ہی اگر پھر بھی فضول مطالبے کرتے ہیں۔ بتایا جا رہا ہے مطالبہ پورا کرنا مفید نہیں زبان سے پھر بھی منکر ہی رہیں گے۔ اور نئے انکار کے لیے بہانہ جادو کا بنائیں گے دوسرا جواب یہ کہ لَقَالُوۡا سے مراد سارے کافر نہیں بلکہ صرف سرداران کفر ہیں کیونکہ وہی مطالبہ کرتے تھے اور وہی ضدی ہٹ دھرم

تھے عوام بیوقوف تو جی حضوری تھے۔ دوسرا اعتراض۔ جادو کی کوئی حقیقت نہیں اگر جادو کی کچھ حقیقت ہوتی تو کسی حقانی چیز میں بھی یقین نہیں کیا جاسکتا۔ یہاں تک کہ حقیقی شخصیت کا بھی انکار کیا جاسکتا کہ یہ وہ آدمی ہی نہیں۔ جو اپنے آپ کو کہہ رہا ہے نظر بندی سے ہمیں وہ نظر آرہا ہے (معتزلہ)۔

جواب۔ جادو اپنی جگہ برحق اثر رکھتا ہے۔ مگر دو جگہ اس کا اثر نہیں پہنچ سکتا۔ ۱۔ کسی کی ذاتی شخصیت پر اور ذاتی نام پر ۲۔ اور آسمان کی فضاؤں پر۔ یہ زمین کی چیز ہے زمین تک ہی رھتا ہے تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ وَحَفِظْنٰا۔ اور ہم نے حفاظت فرمائی اِن آسمانوں کی ہر شیطان رجیم سے۔ یہ کیوں فرمایا گیا شیطان بھلا آسمان کا کیا نقصان کرسکتا ہے کیا ابلیس یا کوئی اور دوسرا شیطان آسمانوں کو توڑ سکتا ہے۔ یہ یقینی بات ہے کہ وہ ہرگز ایسا نہیں کرسکتا۔

جواب۔ حفاظت صرف گرانے سے ہی نہیں کی جاتی۔ بلکہ گندہ کرنے سے حفاظت۔ چوری سے حفاظت۔ شور مچانے سے حفاظت غرض کہ حفاظت بہت قسم کی ہے یہاں مراد ہے جاسوسی اور غیبی باتوں کی چوری کی حفاظت۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ گھر کی چوروں سے حفاظت کرو یعنی کوئی چیز نہ لے جائیں۔ گھر کی کتوں سے حفاظت کرو یعنی گندہ۔ پلید نہ کردیں۔ گھر کی بچوں سے حفاظت کرو یعنی شور نہ مچائیں۔ یہاں کہیں بھی توڑنے کا خدشہ نہیں ہوتا۔

چوتھا اعتراض۔ اِن آیت سے ثابت ہو رہا ہے کہ شیاطین جنات آسمانوں سے غیبی باتیں چرا لاتے ہیں اور اپنے کاھنوں کو پہنچا دیتے ہیں۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کی باتیں اور کلام انبیاء کرام علیہم السلام کے پاس آنا معجزہ نہ رہا۔ کیونکہ معجزہ وہ ہوتا ہے جو صرف انبیاء کرام کے ہاتھوں اور ذریعے ظاہر ہو۔ جب یہ غیبی خبریں کاھنوں کو بھی مل جاتی ہیں اور وہ بھی بتاتے پھرتے ہیں تو مغیبات اور وحی معجزہ نہ رہا نیز منکرِ نبوت کے نزدیک انبیا کی غیبی خبریں ان کی صداقت کی دلیل نہ رہیں۔ کیونکہ منکر کہہ سکتا ہے کہ یہ بھی اگرچہ سچی خبر ہے مگر کسی شیطان نے ہی پہنچائی ہوگی۔ یہ کہنا بھی فائدہ مند نہیں ہوسکتا کہ شیاطین پہلے جاتے تھے اب نہیں جاتے اب عید میلاد کے بعد سے ان کو روک دیا گیا۔ اس لیے کہ آیت کا اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ۔ بتاتا ہے کہ اب بھی کچھ نہ کچھ چوری کرہی لاتے ہیں۔ اور پھر یہ نبوت کے معجزات تو پہلے انبیاء کرام کے لیے بھی تھے۔ اُس وقت کیوں ان غیبی خبروں کو معجزہ کہا گیا۔ نیز منکر۔ جو قرآن وحدیث کو حق ہی نہیں مانتا۔ اور نبوتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکاری ہے وہ کیوں نہ کہے گا کہ نبی کریم کی یہ غیبی خبریں بھی اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ۔ کا حصہ ہی ہیں۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ شروع سے ہی ان شیطانوں کو روکا جاتا اور بالکل ہی روکا جاتا۔ ایسا کہ ایک لفظ بھی چوری نہ کرسکتے۔ جواب۔ اوّلاً تو وحی کا آنا یا غیبی خبریں دینا۔ ان کو معجزات انبیاء کرام میں شامل نہیں کیا گیا۔ یہ تو مقصدِ نبوت اور بعثت ہے۔ اسی کو سچا ثابت کرنے کے لیے معجزات دیے جاتے ہیں معجزہ اس کے علاوہ وہ خرق عادت ہے جو نبوت اور اخبارِ نبوت۔ شریعت۔ قانونِ الٰہی اور وحی کی صداقت کے لیے عطا فرمایا جاتا ہے۔ دوم یہ کہ انبیاء کرام کی خبریں وہ خصوصی غیوب ہیں جو کسی فرشتے کو بھی معلوم نہیں ہوتیں نہ آسمانوں پر اُن کا چرچہ و تذکرہ ہوتا ہے۔ وہ پیغامات جو قلوبِ انبیا و لسانِ رسولانِ کرام پر نازل ہوتے ہیں وہ سیدھا جبرئیل امین کے واسطے

بلکہ بعض پیغامات الٰہیہ جبریل علیہ السلام کے بھی بغیر نازل ہوتے ہیں ۔ جو باتیں شیاطین ملائکہ کی محفلوں سے چرا لاتے ہیں وہ وحی الٰہی یا قانونِ باری یا کلامِ ربانی نہیں ہوتا ۔ بلکہ عام دنیا کے آئندہ ہونے والے حالات کا تذکرہ ہوتا ہے ۔ یہی کچھ باتیں کاہنوں تک پہنچ جاتی ہیں اور وہ لوگوں کو بتلاتے پھرتے ہیں کہ کل یہ ہوگا ۔ علم نبوت اس سے کہیں زیادہ وسیع و بلند ہے ۔ انبیاء کرام دنیا کی خبریں دینے نہیں بلکہ وہ تو قربِ الٰہی اور طریقہ نجات کی راہیں بتانے تشریف لائے ہیں اگرچہ انکو معلوم سب کچھ ہوتا ہے اور بتا سب کچھ سکتے ہیں ۔

پانچواں اعتراض ۔ یہاں فرمایا گیا ۔ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا ۔ ہم نے زمین کو پھیلایا ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ زمین گول بھی نہیں اور کرہ بھی نہیں کیونکہ جو چیز پھیلائی جاتی ہے وہ پتلی اور دراز ہوتی ہے ۔ حالانکہ ہمارے اسلامی فلاسفہ زمین کو گول کرہ مانتے ہیں ۔ جواب ۔ مَدَدْنَا کا لفظ ہی بتا رہا ہے کہ زمین کرہ ہے ۔ اس لیے کہ کرہ ہر وہ عظیم چیز ہے جو لمبی چوڑی اور موٹی ہو اور جو چیز پھیلائی جاتی ہے اس کی دو صورتیں ہیں یا تو پہلے بنی ہو پھر پھیلائی جائے ۔ یا بنتے ہوئے پھیلائی جائے ۔ پہلی صورت میں تو چوڑائی پہلے ہوگی پھر پھیلانے سے لمبی ہوتی جائے گی ۔ دوسری صورت میں چاروں طرف پھیلے گی اور چاروں طرف سے ہر چیز گول ہوتی ہے ۔ پہلے کی مثال جیسے لپٹی ہوئی دری یا قالین یا کارپٹ ۔ دوسری کی مثال جیسے روئی اور مَدَدْنَا کا معنی ہے چاروں طرف پھیلانا ۔ کیونکہ یہ فعل مطلق بلا قید ہے اور مطلق اطلاق پر ہی جاری ہوتا ہے ۔

چھٹا اعتراض ۔ یہاں فرمایا گیا ۔ وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ ۔ ہم نے اس زمین میں پہاڑوں کی کیلیں ٹھونک دیں اور دوسری آیت پاک میں ہے ۔ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ ۔ تاکہ تم کو لے کر یہ زمین چل نہ پڑے ۔ تو کیا یہ پہاڑ زمین میں شامل نہیں اور کیا یہ زمین کا جز نہیں ۔ غیر ہیں ۔ پھر ان میں کھیتی باڑی اور درخت پھل فروٹ غلہ دانہ انسانی رزق کیوں ہوتا ہے جب کہ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے زمین سے تمہارا رزق پیدا کیا ۔ یہ اعتراض اس لیے ابھرا کہ کیل ٹھونکی جاتی ہے اور کیل لکڑی کا غیر ہوتا ہے ۔ جنساً بھی اور فعلاً نوعاً بھی ۔ نیز کیا زمین پہلے پیدا ہوئی اور پہاڑ بعد میں ہوئے یا دونوں ایک ساتھ ۔ اَلْقَيْنَا سے تو ثابت ہوتا ہے کہ پہاڑ بعد میں پیدا کیے گئے ۔

جواب ۔ پہاڑ زمین کی ہی جنس ہے ۔ کیل کا غیر ہونا شرط نہیں ۔ کیا آپ نے دروازے بنانے والے بڑھئی کارپنٹر (ترکھان) کو نہیں دیکھا کہ جب وہ ایک کواڑ کے پٹ کو جوڑتا ہے تو لکڑی کے دروازے میں لکڑی اور بانس کی کیلیں ہی ٹھونکتا ہے ۔ اور لوہار کو نہیں دیکھا کہ لوہے کی دو چادروں کو جوڑنے اور ایک دوسرے کے ساتھ روکنے کے لیے لوہے کی ربٹ ہی ٹھونکتا ہے ۔ تو اسی طرح رب تعالیٰ نے زمین کو روکنے اور ٹھیرانے کے لیے جنس زمین سے ہی پہاڑ کھڑے کردیے جو زمین کے اندر تک ٹھکے ہوئے ہیں ۔ ہاں ان کی نوعیت کچھ سخت ہے جس کو پتھر کہا جاتا ہے جب کہ زمین کی اصلیت مٹی ہے رہا یہ سوال کہ پہلے کون پیدا ہوا تو اس میں مفسرین کے دو قول ہیں ایک یہ کہ پہلے سب زمین بن گئی اور جب اس نے حرکت کی تو پہاڑ ٹھونکے گئے ۔ دوم یہ کہ زمین اور پہاڑ ساتھ بنتے اور پھیلتے بڑھتے رہے وَاللہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ بہرکیف یہ کوئی [illegible] اعتراض بات نہیں ۔

تفسیر صوفیانہ

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ لَقَالُوْآ اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ـ وَحَفِظْنٰهَا .... مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ـ شقی وہ ہیں جو دیکھتے بھالتے بھی اندھے بنے رہیں ایسے لوگوں کو سعادت کی کوئی خبر اور نظارت کی کوئی تائید بھی مفید نہیں اُن کے لیے آسمانِ معرفت کے دروازے بغیر ان کی ریاضت و عبادت کے ہم اپنے کرم و فضل سے خود ہی کھول دیں اور وہ انوارِ مقدس کی روشنی میں مکاشفاتِ اسرار کی سیڑھیوں پر چڑھتے چلے جائیں یا صبحِ شریعت کے کھلے یومِ ظاہری میں ان کے پاس ظاہر ظہورِ الہاماتِ خفی آ جائیں تب بھی اُن کے نفوسِ شیطانیہ راہِ حقیقت سے دور ہو کر یہی کہیں گے۔ کہ یہ سب کچھ قلب کی حیلہ سازی اور مکر و فسون کا جادو ہے کیونکہ ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان ہے اور ابلیس کا تختِ سحرِ نفسانی پر قائم ہے عاقل کو چاہیے کہ ہر وقت اللہ کی پناہ شیطن و ابلیس سے بچنے کے لیے طلب کرتا رہے وسوسۂ ابلیسی دراصل مثل جادو کے ہے اور نفسِ امارہ اس کا جادوگر ہے اعضاءِ جسمانیہ اس جادو کے مسحور ہیں جو گمراہی سے نظر بند ہیں اور ہر حقیقتِ قلبیہ کو جادو سمجھتے ہوئے مکاشفاتِ روحانی کو جادو سمجھنے لگتے ہیں۔ ابلیس کی عداوت اَزلی ہے۔ اسی لیے ذریتِ ابلیس بھی عداوت میں مستعد ہے اور اپنے جدِّ اعلیٰ ابلیس کے تابع اِس سحرِ شیطانی کو توڑنے کے لیے ہر زمان و مکان میں ذکرِ جہری مشربِ صوفیا ہے۔ اسی ذکر کی ہیبت سے ابلیسیت کی فنا ہے۔ بیشک ہم نے ذکرِ الٰہی کے بارہ برجِ لطائفِ آسمانِ بشریت میں بنا دیئے۔ قالبِ روحانی کو ان ہی اذکارِ الٰہیہ سے ہم نے مزیّن کر دیا ہے اہلِ مکاشفہ کے لیے۔ اگر جسمانی خاکی میں ذکرِ الٰہی کے چمکتے سورج چاند اور ستارے نہ ہوں تو انسانی ڈھانچہ ظلمتوں کی دنیا ہے اور تاریکیوں کا سمندر اندھیروں کا جنگل ہے۔ صوفیاءِ کرام فرماتے ہیں کہ قالبِ بشریت میں بارہ لطیفے ہیں۔ اور ان کو منوّر و مزیّن کرنے کے لیے بارہ ہی ذکر کے چمکتے سیارے رواں ہیں اور عارفین کا ذکر کی گردش کرنا مثل شمس و قمر و کواکب سیارگان منازلِ سلوک کی بارہ ۱۲ شاہراہیں ہیں۔

نمبر ۱۔ برجِ اوّل ناف ہے یہی لطیفۂ اوّل اس کا ذکر جلی ہے یہ ذکر کی پہلی منزل ہے اسی کو معرفت کا پہلا آسمان کہا جاتا ہے اسی تک شیطان کی رسائی ہے اہلِ معرفت کی یہیں پر حفاظت فرمائی جاتی ہے کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے اور ہم نے ہی حفاظت فرمائی اسے معرفت کی غیبی خبروں والو تمہارے اس آسمانِ اوّل کی ہر مردود ازلی شیطان سے۔ نمبر ۲۔ برجِ دوم نفسِ امارہ اس کا ذکر جہری ہے یہ دوسرا لطیفہ ہے۔ نمبر ۳۔ برجِ سوم لطیفہ سوم ہے جو ناف کے مقابل پستانِ یمین کے پاس ہے نمبر ۴۔ برجِ چہارم داھنا کندھا یہی لطیفۂ چہارم ہے۔ نمبر ۵۔ برجِ پنجم شاہ رگ۔ نمبر ۶۔ برجِ ششم قوتِ سامعہ۔ نمبر ۷۔ برجِ ہفتم قوتِ باصرہ نمبر ۸۔ برجِ ہشتم قوتِ گویائی نمبر ۹۔ برجِ نہم دماغ نمبر ۱۰۔ برجِ دہم بایاں کندھا۔ یہی لطفۂ اِبوت کام کرتے ہیں اور لطیفۂ اسرار ہے نمبر ۱۱۔ بایاں پستان یہی لطیفۂ کشف ہے نمبر ۱۲۔ قلب یہ بارھواں برج ہے اس کا سورج شریعت ہے اس

کا چاند نفی اثبات اس کے سیارگانِ ہفت ۔ اذکارِ ہفت سلاطین ہیں ۔ یہ ذکر ہی شیاطین کے لیے شہابِ ثاقب ہیں اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ۔ بدن انسانی میں نفس وہ شیطان ہے جو واردات قلبیہ کو تاویل و تحریف کی جاسوسی کے ذریعہ اپنی پسند کی خواہشات سے چوری کرتا رہتا ہے ۔ تو قلب عرفانی کے سچے اور بین معانی اسرار اس کی تحریفاتِ لغویہ کے پیچھے مثل شہابِ مبین پڑتے ہیں اسے طالبِ راہِ معرفت یہ تو تیرے آسمانِ روحانیات کے مناظرِ باطنی ہیں ۔ تیری روح مثل سموات بلندی کا بادشاہ ہے تیرے اعضاءِ ظاہری و باطنی اس کی رعایہ ہے ۔ پس جان لے کہ جو کچھ عالمِ ملکوت میں ہو رہا ہے وہی کچھ تیرے ظاہر و باطن میں جلوہ گر ہے تیرا جسم عالمِ تمثیل ہے ۔ اسی میں عالمِ رنگ و بو ہے اور یہیں کیفیاتِ شہود و وصل ہیں ۔ آسمانِ روح کے تحت ہم نے ہی زمینِ بشریت کو تمناؤں کی فضاءِ محیط پر بچھایا اور اس بشریتِ ناسوتی کی ارضِ بسیط میں جبالِ عقل اور صفاتِ قلب کی کیلیں ٹھونک دیں ان عقلی پہاڑوں میں ہی خزانۂ الٰہیہ کے عظیم معادن ہیں ۔ علومِ عالمین کے تمام معدن ان عقلی پہاڑوں میں ہی مخفی ہیں اور ان صفاتِ قلبیہ سے ہی شریعت طریقت معرفت حقیقت کے چشمے جاری ہیں ۔ زمینِ بشریت کے ظاہری کھلے میدانوں میں ہم نے ہی توفیقِ خیر کے چمن اگائے ۔ اور تمام ذکر اذکار ۔ فہم فراست ۔ عبادت ۔ ریاضت ۔ فطانت ذکاوت ۔ طہارت ۔ جسارت ۔ اور تذکیۂ نفس کے پودے نہایت موزون مناسب لگائے کہ نہ اس میں افراط ہو سکے نہ تفریط ۔ صوفیاءِ کرام فرماتے ہیں کہ خرقِ عادت کی چھ قسمیں ہیں ۔

۱ ۔ معجزات یہ زمینِ نبوت کے قالب میں اگائے جاتے ہیں ان ہی میں چمنِ معجزات کی دلکش بہاریں ہیں ۔ ۲ ۔ کرامت یہ زمینِ ولایت کے اونچے سایہ دار درخت ہیں ۔ ۳ ۔ نفاست ۔ زمینِ تقوے میں اعمالِ صالحہ کی کھیتیاں ہیں ۔ ۴ ۔ سحارت ۔ ابلیسی جنگلات کے نقصان دہ کانٹے ہیں یہی سحر و جادو جسم شیطانی میں بدنما جھاڑیاں ہیں ۔ ۵ ۔ کہانت اہلِ فریب کی مکر کی جڑی بوٹیاں ہیں ۔ جن سے شر و فساد کے عرق نچوڑے جاتے ہیں ۔ یہی نشہ آور گھاس جو دنیا پرستوں کو مسحور و مخمور کر دیتا ہے ۔ ۶ ۔ شرارت ۔ زمینِ فسق کی خودرو بیلیں ۔ جھاڑ جھنکاڑ ۔ ان کے اثرات سے بیماری بزدلی ۔ جھگڑے ۔ جدائیاں ۔ قتل و غارت ۔ خاندانی تباہی ۔ نظر بندی ۔ مسمریزم شعبدے ظاہر ہوتے ہیں ۔ یہ سب کچھ زمینِ بشریت کی نباتات ہے ۔ بندے تین قسم کے ۔ ۱ ۔ اعلیٰ ۲ ۔ اسفل ۳ ۔ ارذل ۔ ان میں زمینِ بشریت چھ قسم کی ہے ۔ تین زمینوں میں رب تعالیٰ نے خیر کے پودے اگائے ہیں اور دوسری تین میں شر و فساد کے ۔ کسی طرف قلب کی رہنمائی اور کشت زاری ہوتی ہے ۔ اور کسی طرف نفسِ امارہ کی ۔ اہلِ دنیا اور دلدادۂ شقاوت ۔ دنیوی نشوں کے پودے تلاش کرتے ہوئے خبیث اور گناہوں کی دلدل والی زمینوں کی طرف رغبت رکھتے ہیں ۔ لیکن حق کے متلاشی ایمانی پھولوں عرفانی غنچوں کی تلاش میں اہل اللہ کی کھیتوں کی طرف رجوع کرتے ہیں ۔

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ

اور بنایا ہم نے لیے تمہارے میں اس عیش کی زندگی کا سامان اور وہ بھی تمہارے لیے نہیں ہو تم جنکو سے

اور تمہارے لیے اس میں روزیاں کر دیں اور وہ کر دیئے جنہیں تم رزق نہیں دیتے اور کوئی

بِرٰزِقِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ

رزق دینے والوں اور نہیں کوئی چیز مگر پاس ہمارے خزانے ہیں اس کے

چیز نہیں جس کے۔ پاس ہمارے خزانے نہ ہوں اور ہم اسے نہیں

وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۱﴾ وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ

اور نہیں اتارتے ہیں ہم اس کو مگر سے اندازے معلوم اور ہم نے بھیجیں ہوائیں

اتارتے مگر ایک معلوم اندازے سے۔ اور ہم نے ہوائیں بھیجیں

لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ

البتہ بادل بنانے والیاں تو اتارا ہم نے طرف سے آسمان کے پانی پھر پلایا ہم نے تم کو وہ

بادلوں کو باردر کرنے والیاں تو ہم نے آسمان سے پانی اتارا پھر وہ تمہیں

وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَ

اور نہیں ہو تم لیے اس پانی کے۔ سے خزانے والوں اور بیشک ہم ہی البتہ زندہ کرتے ہیں

پینے کو دیا اور تم کچھ اس کے خزانچی نہیں ۔ اور بیشک ہم ہی جلائیں اور

نُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ عَلِمْنَا

مارتے ہیں اور ہم سب کے والی مددگار ہیں اور البتہ بیشک جان لیا ہم نے

ہم ہی ماریں اور ہم ہی وارث ہیں اور بیشک ہمیں معلوم ہیں جو تم میں آگے

الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِيْنَ (۲۴)

آگے بڑھنے والوں کو میں سے تم اور البتہ بیشک جان لیا ہم نے پیچھے رہنے والوں کو۔

بڑھے اور بیشک ہمیں معلوم ہیں جو تم میں پیچھے رہے

تعلق

ان آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق ۔ پچھلی آیت میں زمین اور پہاڑ اور پھل سبزیاں اگانے کا تذکرہ ہوا اب ان آیات میں ان کا مقصد بتایا جا رہا ہے کہ ہم نے یہ سب کچھ اے انسانوں تمہارے عیش و آرام کے لیے پیدا کی ہیں۔

دوسرا تعلق ۔ پچھلی آیت میں آسمان کے برجوں کو پیدا فرمانے کا ذکر ہوا تو ضروری تھا کہ بندوں کی شکر گزاری کے لیے اُس کے مقصد اور منشا بیان کئے جاتے۔ ایک مقصد پچھلی آیت میں بیان ہوا یعنی زینت خوبصورتی جس کو دیکھ کر باطنی قوت بڑھتی ہے اور اب ان آیات میں اُس کی پیدائش کا دوسرا مقصد بیان ہو رہا ہے کہ وہاں سے ہوائیں اور بارشیں آتی ہیں جس سے انسان کی ظاہری جسمانی قوت بڑھتی ہے۔ گویا یہ آیات تتمہ ہیں اُن آیات کا۔

تیسرا تعلق ۔ پچھلی آیت میں رب تعالیٰ نے بڑے شاندار طریقے سے اپنی خالقیت کا ذکر فرمایا۔ اب ان آیات میں باری تعالیٰ اپنی معلومات کا ذکر فرما رہا ہے۔ کیونکہ خالقیت اور علمیت لازم اور ملزوم۔ اور نسبتِ عام خاص من وجہ ہے۔

شانِ نزول ۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ مدینہ منورہ میں عورتیں بھی باپردہ مسجدِ نبوی میں نمازوں اور وعظ سننے کے لیے حاضر ہوتی تھیں۔ منافق لوگ عورتوں کی تانک جھانک کے لیے پچھلی صفوں میں رہتے لیکن مخلص مومن اگلی صفوں میں بیٹھتے۔ تو مسلم لوگ ازراہِ جھجک منافقین کے ساتھ پچھلی صفوں میں بیٹھ جاتے نبی غیب دان صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ان حرکات کو روکنے کے لیے پہلی صف کی تعریف فرمائی مردوں کے لیے اور آخری صف کی تعریف فرمائی عورتوں کے لیے تو صحابہ کرام پہلی صف پر ہی بھیڑ کرنے لگے جس سے گڑبڑ اور تنگی ہونے لگی تب سورہ حجر کی آیت ۲۴ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اور پھر بچوں کی صفوں کے بعد عورتوں کی صفیں بنائی جانے لگیں۔

تفسیر نحوی

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۔ واو سر جملہ جَعَلْنَا فعل ماضی مطلق مثبت معروف۔ صیغہ جمع متکلم باب فَتَحَ سے ہے۔ جَعْلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ۔ بنانا۔ مقرر کرنا۔ مہیا کرنا۔ یہاں آخری معنیٰ ہیں۔ جمع متکلم سے مراد واحد اللہ تعالیٰ۔ ادب یا جمعیت مراد نہیں فقط فصاحت کے لیے۔ لام جارّہ نفع کا ہے جب بھی لام جارّہ اسم ظاہر پر آتا ہے تو مجرور ہوتا ہے اور جب اسم ضمیر پر آتا ہے تو مفتوح ہوتا ہے

جیسے یہاں۔ معنیٰ مطلب میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کُمْ ضمیر جمع حاضر کا مرجع عام انسان ہیں جار مجرور متعلق ہے جَعَلْنَا کے۔ فی ظرفِ مکانی کے لیے ھَا ضمیر مجرور متصل کا مرجع ارض ہے یا نباتات۔ پہلا مرجع ظاہری کہلاتا ہے کیونکہ ارض کا لفظ موجود ہے دوسرا مرجع معنوی ہے کیونکہ اَنْبَتْنَا فعل سے تخریج ہو گا یہ جار و مجرور متعلق دوم ہے مَعَایِشُ۔ اسم ظرف صیغہ جمع بروزنِ مَفَاعِلُ۔ اس کا واحد مَعِیْشٌ، مَعِیْشٌ، مَعِیْشَۃٌ ہوتی ہے۔ باب ضَرَبَ سے ہے۔ عَیْشٌ سے بنا ہے بمعنیٰ آرام دہ زندگی گزارنا۔ یہ بحث اسم ظرف نہ زمانی ہے نہ مکانی بلکہ سببی ہے اس کو مجازی ظرف کہتے ہیں اس کا ترجمہ ہے سامانِ زندگی۔ یعنی زندگی گزارنے کا سبب۔ لفظِ عیش تمام حیوانی زندگی کے لیے مستعمل ہے صرف دنیوی زندگی کے لیے۔ حیات اور عیش میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے۔ واؤ عاطفہ۔ عطف ہے مَعَایِشَ پر اس لیے بحالتِ محلی نصب ہے۔ عطف معطوف مفعول بہ ہے جَعَلْنَا کا مَنْ اسم موصول منصوب باطنی محلی بمعنیٰ ما موصولہ ہے اسی طرح کبھی مَا بھی بمعنیٰ مَنْ ہو جاتا ہے لَسْتُمْ۔ فعل ناقصہ منفیہ ماضی مطلق صیغہ جمع مذکر کُمْ ضمیر جمع مذکر کا مرجع عام انسان ہیں لام جارہ مفعولیت کا ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مجرور متصل کا مرجع مَنْ ہے بِ جارہ بمعنیٰ مِنْ تبعیضیہ بِرَازِقِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد ہے رَازِقٌ۔ بابِ نَصَرَ سے ہے۔ رِزْقٌ سے بنا ہے بمعنیٰ۔ تربیت دینا۔ غذا دینا۔ سامانِ زندگی نفع پہنچانا۔ یہاں غذا دینا اور سامان زندگی دینے کے معنیٰ میں ہے۔ واؤ ابتدائیہ۔ اِنْ نافیہ مِنْ جارہ تبعیضیہ شَیْءٍ اسم مفرد جامد بمعنیٰ چیز اس کی جمع ہے اَشْیَاءُ۔ اِلَّا حرفِ استثنا متصل۔ کیونکہ مِنْ شَیْءٍ جار و مجرور متعلق ہے پوشیدہ موجودٌ کے اور اِلَّا کے بعد بھی موجودٌ پوشیدہ ہے۔ یعنی مستثنیٰ مستثنا منہ میں داخل ہے۔ عِنْدَ اسم ظرفِ مکانی اسم متمکن معرب ہوتا ہے۔ منصوب ہے کیونکہ ظرف ہے پوشیدہ مَوْجُوْدٌ اسم مفعول کا۔ یہ جملہ اسمیہ مستثنا ہو گا۔ خَزَائِنُ جمع مکسر ہے۔ بعض نے کہا جمع منتہی الجموع ہے مگر یہ غلط ہے۔ اس لیے کہ اس جمع کے الف کے بعد تین حرف صحیح جیسے مصابیح یا دو حرف صحیح جیسے مساجد یا ایک حرفِ مشدد ہونا شرط ہے جیسے دَوَابٌّ یہاں دو حرف تو ہیں مگر ایک ہمزہ ہے جو صحیح نہیں۔ مصابیح نحوی طور پر صحیح ہے اگرچہ علم صرف میں صحیح نہیں۔ اس کی واحد ہے خزانہ یا خزینہ بحالتِ رفع ہے نائب فاعل ہے موجودٌ پوشیدہ کا ہٗ اس کا مضاف الیہ۔ واؤ سر جملہ۔ مَا نُنَزِّلُ۔ فعل مضارع منفی معروف صیغہ جمع متکلم ہٗ ضمیر واحد غائب منصوب متصل مفعول بہ ہے اس کا مرجع شَیْءٍ ہے۔ یہ جملہ فعلیہ مستثنیٰ مِنْہُ ہے۔ اِلَّا حرفِ استثنا متصل۔ بِ جارہ اپنے معنیٰ میں ہے قَدَرٍ۔ اسم مفرد جامد نکرہ موصوفہ مجرور ہے بِ سے بمعنیٰ اندازہ۔ اسم کمی (مقداری) ہے۔ یا بمعنیٰ وقتِ مقرر تب یہ ظرفِ زمانی ہے اسی سے ہے تقدیر۔ قسمت۔ یا جگہ مقرر۔ تو اسم ظرفِ مکانی ہے۔ مگر پہلے معنیٰ کو ترجیح ہے۔ مَعْلُوْمٍ۔ اسم مفعول ہے۔ عِلْمٌ یا عَلَمٌ سے مشتق ہے۔ بمعنیٰ جانا ہوا۔ یا بمعنیٰ مقرر کیا ہوا بحالتِ کسرہ ہے کیونکہ صفت ہے قَدَرٍ کی۔ مرکب توصیفی جار مجرور ہو کر متعلق ہے پوشیدہ موجودٌ کے یا پوشیدہ نُنَزِّلُ کے دوسرے قول کو ترجیح ہے تاکہ استثنا متصل بن جائے۔

وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَیْنٰکُمُوْهُۚ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِیْنَ وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْیٖ وَنُمِیْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِیْنَ.

و ابتدائیہ۔ اَرْسَلْنَا فعل ماضی مطلق صیغہ متکلم مخاطب واحد باری تعالیٰ ہے۔ یہ فعل بافاعل ہے۔ اَلرِّیٰحَ۔ الف لام عہدی ریح جمع مکسّر ہے ریحٌ کی۔ بمعنیٰ ہوائیں بحالتِ نصب ہے مفعول بہ ہے اَرْسَلْنَا کا۔ موصوف ہے۔ لَوَاقِحَ۔ اسم جمع منتہی الجموع اس کا واحد ہے لَاقِحٌ۔ اسم فاعل ہے واحد مذکر۔ اس کی اپنی تصریفی جمع لَاقِحُوْنَ۔ ہے۔ لَقْحٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ بوجھ اٹھانا۔ لازم ہوتا ہے یعنی خود بوجھ اٹھانے والی ہوتی ہے کسی کو بوجھ والا کرتی نہیں۔ بحالت فتحہ ہے تابع صفت ہے۔ یہ جملہ فعلیہ معنوی شرط ہے کیونکہ اس کے شروع میں اِذَا حرفِ شرط یا اِنْ شرطیہ پوشیدہ ہے۔ اگلی عبارت اس کی جزاء سببیہ ہے۔ فَ جزائیہ۔ اَنْزَلْنَا۔ فعل بافاعل ماضی مطلق مثبت معروف جمع متکلم باب افعال سے ہے مصدر ہے اِنْزَالٌ اُتارنا۔ مِنْ جارہ بمعنیٰ سُوْ (طرف سے) ظرفیہ ہے۔ اَلسَّمَاءِ الف لام جنسی سَمَاءٌ نام ہے کرّے کا۔ یا بمعنیٰ بلندی۔ جار و مجرور متعلق ہے اَنْزَلْنَا کے مَاءً اسم مفرد جامد نکرہ ہے بمعنیٰ پانی۔ اصطلاحاً ہر پتلی بہنے والی چیز کو ماء (پانی) کہہ دیا جاتا ہے۔ بحالتِ فتحہ ہے مفعول بہ ہے۔ یہ جملہ فعلیہ جزا ہے شرط کی۔ فَ عاطفہ تعقیبیہ۔ عطف ہے اَنْزَلْنَا جزا پر اَسْقَیْنَا فعل بافاعل باب افعال کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع متکلم۔ مصدر ہے اِسْقَاءٌ۔ بمعنیٰ پانی پلانا۔ پانی سے پیٹ بھرنا۔ پیاس بجھانا۔ یہاں سب معنیٰ درست ہیں۔ کُمُوْ دراصل ہے کُمْ۔ ضمیر جمع مذکر حاضر کو ضمیر واحد مذکر حاضر سے جوڑنے کے لیے درمیان میں واؤ تعفی (یعنی بھراؤ۔ خانہ پُری کرنے والی) لگائی گئی برائے خفت اس کے بغیر بہت ثقل اور دشواری تھی۔ یہ کُمْ ضمیر مفعول بہ اوّل ہے اور ہٗ ضمیر مفعول بہ دوم ہے۔ اِسْقَاءٌ متعدی بدو مفعول ہے۔ سَقْیٌ سے بنا ہے بمعنیٰ سیراب ہونا۔ لازم مصدر ہے۔ وَاؤ حالیہ۔ حال ہے کُمُوْ کا مَا حرفِ مشبّہ بلیس یعنی عمل میں لیس ناقصہ کے مشابہ ہے۔ اَنْتُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مرفوع منفصل اس کا اسم ہے۔ لام جارہ ملکیت کا برائے قوت و طاقت بِ جارہ زائدہ لغو۔ یعنی عمل نہیں کرتی (جر نہیں دیتی) مِنْ بعضیت کے معنیٰ میں ہے خازنین۔ اسم فاعل جمع مذکر بحالتِ فتحہ ہے خبر ہے مَا نافیہ مَا قبل کی۔ لَهٗ اس کا متعلق مقدم ہے اور کُمْ ضمیر مستر اس کا فاعل ہے۔ یہ مکمل جملہ اسمیہ ہے۔ باب ضَرَبَ یا نَصَرَ سے ہے (نحات کا اختلاف ہے)۔ خَزْنٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ خزانہ بنانا۔ ذخیرہ جمع کرنا۔ یہاں ہر معنیٰ مناسب ہے۔ واؤ سر جملہ۔ اِنَّا۔ دراصل ہے اِنَّ نَا۔ حرفِ تحقیق اور نَا ضمیر جمع متکلم اس کا اسم۔ منصوب ہے۔ لَنَحْنُ۔ لام ابتدا مفتوح برائے حصر نَحْنُ۔ ضمیر جمع متکلم مرفوع منفصل مبتدا ہے۔ نُحْیٖ۔ باب اِفعال کا فعل مضارع مثبت معروف صیغہ جمع متکلم۔ اس کا مصدر ہے اِحْیَاءٌ۔ بمعنیٰ زندہ کرنا۔ زندہ رکھنا۔ حَیٌّ سے بنا ہے۔ مضاعف ثلاثی ہے۔ دراصل تھا نُحْیِیُ۔ بروزنِ نُکْرِمُ۔ حَیٌّ کا معنیٰ ہے زندہ رہنا۔ موجود رہنا قائم رہنا۔ واؤ عاطفہ عطف ہے نُحْیٖ پر نُمِیْتُ۔ باب افعال کا مضارع معروف جمع متکلم۔ مَوْتٌ سے بنا ہے بمعنیٰ مرنا۔ اجوف واوی ہے بعض کے

نزدیک میتٌ اجوف یائی سے بنا ہے ۔ اِس کا مصدر ہے اِمَیَاۃٌ ۔ اَمَاتَۃٌ بمعنی مارنا ۔ موت بھیجنا ۔ فنا کرنا ۔ یہ جملہ فعلیہ فعل با فاعل معطوف ہے اور سب عطف خبر ہے نَحْنُ مبتدا کی ۔ واؤ ۔ سر جملہ نَحْنُ مبتدا ۔ الف لام اسمی بمعنی الَّذِیْنَ وَارِثُوْنَ ۔ جمع مذکر سالم ۔ بحالت خبر ہے نَحْنُ مبتدا کی ۔ اِس کا واحد ہے وارثٌ ۔ یہ جملہ تطبیقی ہے نَحْنُ ضمیر کے مطابق جمع لائی گئی حقیقۃً واحد ہے وِرْثٌ سے بنا ہے بمعنی مالک ہونا ۔ میراث پانا ۔ یہاں مالک ہونا مراد ہے ۔ واؤ ابتدائیہ ۔ لام کے یا زائدہ ہے قَدْ عَلِمْنَا ۔ فعل ماضی قریب جمع متکلم فعل با فاعل ۔ الف لام اسمی بمعنی الَّذِیْنَ مُسْتَقْدِمِیْنَ باب استفعال کا اسم فاعل ۔ جمع مذکر کا صیغہ بحالت فتحہ ہے مفعول بہ ہے قد علمنا کا اس کا مصدر ہے اِسْتِقْدَام بمعنی آگے بڑھنا ۔ لازم ہے ۔ مِنْ جارہ تبعیضیہ کُمْ ضمیر جمع مذکر مجرور متصل ۔ مرجع ہے عام انسان ۔ متعلق ہے قَدْ عَلِمْنَا کے ۔ واؤ سر جملہ ابتدائی ۔ لام زائدہ تاکیدیہ ۔ قَدْ عَلِمْنَا ماضی قریب ۔ علم سے بنا ہے بمعنی جاننا ۔ متعدی بیک مفعول ہے الف لام اسمی بمعنی الَّذِیْنَ مُسْتَاْخِرِیْنَ باب استفعال کا اسم فاعل جمع مذکر بحالت فتحہ مفعول بہ ہے قَدْ عَلِمْنَا کا ۔ اس کا مصدر ہے ۔ اِسْتِخَارَۃٌ بمعنی پیچھے رہنا ۔ پیچھے ہٹنا ۔ پیچھے آنا ۔ اِن تین معنی میں لازم ہے ۔ یہاں لازم ہے ۔ اور ترجمہ ہے پیچھے رہنے والے ۔ اِس کا معنی پیچھے لانا ۔ پیچھے کرنا بھی ہے ۔ اِن معنی میں یہ متعدی بیک مفعول ہوتا ہے ۔

تفسیر عالمانہ

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَسْتُمْ لَهُ بِرَازِقِينَ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَعْلُومٍ سابقہ آیت وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ سے قدرتِ خالقیت اور نعمتِ الٰہیہ کا تذکرہ شروع ہے جس کی فہرست میں یہ آٹھویں نعمت مذکور ہوئی ۔ کہ اِن آسمان و زمین اور ان کی ہر پیداوار اور بناوٹ میں ہم نے تم انسانوں کے لیے نہایت بہترین شاندار زندگی کے سامان پیدا کیے ہیں ۔ اور اُس مخلوق کے لیے بھی ہم نے ہی زندگی کے سامان بنائے جن کو رزق دینے والے حقیقت میں تم نہیں ہو ۔ یہ جو کچھ ظاہر نعمتیں ہیں یہ تو بہت تھوڑی ہیں بقدرِ ضرورت تم پر ظاہر کر دی جاتی ہیں مگر اصلیت یہ ہے کہ ہر چیز اور ہر نعمت کے بڑے بڑے عظیم خزانے بھرے پڑے ہیں ہماری بارگاہ میں ۔ اور بہت جچی تلی ہر طرح سے معلوم و مفہوم طریقے سے ہی ہم ان کو نازل فرماتے رہتے ہیں ۔ کہ ہم نعمت کو بھی جانتے ہیں ۔ منعم کو بھی مقامِ نزول کی اہمیت اور لیاقت و استحقاق کو بھی ۔ انہی نعمتوں کے ذریعے کسی کو امیر کسی کو غریب بنا دیا اس کی حکمت ہم کو معلوم ہے معایش جمع ہے معیشت کی جس کا معنی ہے زندگی گزارنا جس مخلوق کی جس طرح بسہولت زندگی گزرتی ہے وہی اُس کا عیش ہے ۔ بکری کا عیش گھاس میں ہے شیر اور کتے بلے کا عیش گوشت و خون میں ۔ مَنْ سے مراد وہ تمام جاندار مخلوق ہے جو کائنات میں پھیلی پڑی ہے کچھ مخلوق انسان کے قبضے اور ماتحت ہے جیسے بال بچے لونڈی غلام نوکر چاکر گائے بھینس بکری وغیرہ کچھ مخلوق انسان کے قبضہ سے کچھ دسترس سے اور کروڑہا حیوانات ہیں جو علم انسانی سے باہر ہیں اِن تمام کو دن رات ہر طرح ہر جگہ ہر وقت رب تعالیٰ ہی پرورش فرما رہا ہے ۔ کس کو کس وقت کتنا کھانا پانی اور

ضروریات زندگی مہیا فرمائی ہیں اِس کی قدر اور اندازہ اِسی خالق کائنات کو معلوم ہے۔ وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَیْنٰکُمُوْهُ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِیْنَ ۔ زمین سے کھانا غذائیں ہم الیں نکالیں اور آسمان کی طرف سے اس طرح پانی پیدا فرمایا کہ بھرنے والی ہواؤں کو ہم نے بھیجا جنھوں نے بادلوں کو پانی سے بھر دیا تو پھر ہم نے ہی آسمانوں کی طرف سے عظیم قدرتوں والا پانی نازل فرمایا مفسرین فرماتے ہیں کہ سمت اور اطراف کے اعتبار سے بھی ہوائیں چار قسم کی ہیں اور اثرات کے اعتبار سے بھی فقط چار ہوائیں اور روانگی کے مقصد کے اعتبار سے بھی چار قسم کی ہیں ۔

۱۔ شرقی ہوا جس کو بادِ صبا یا پُروا کہا جاتا ہے یہ جنت سے آتی ہے اور بادل بناتی ہے ۔ ۲ شمالی ہوا بادلوں کو چلاتی ہے ۳ جنوبی ہوا بادلوں کو پانی سے بھرتی ہے ۴ مغربی ہوا جس کو پچھمی اور بادِ دَبور بھی کہا جاتا ہے یہ پانی برساتی ہے ۔ اور یہ سب کچھ اللہ کے حکم سے ہوتا ہے ۔ اور یہ انتظام مَلَکِ رعد کے سپرد ہے ۔ ۵ ریحِ عقیم یہ خزاں لاتی ہے ہر چیز کو خشک کر دیتی ہے ۔ ۶ ہواءِ بشارت موسم بہار کی خبریں لاتی ہے اِس کو مبشرات کہا جاتا ہے۔ ۷ ریحِ صرصر آندھی یا طوفانی ہوا کو کہا جاتا ہے ۔ اس کے چلنے پر آقاءِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم دعائیں عرض کرتے تھے کہ مولیٰ تعالیٰ اس کو ہمارے لیے ریح یعنی بادِ عذاب و نقصان و ہلاکت نہ بنانا بلکہ ریاح یعنی بادِ رحمت بنانا ۔ ۸ ریحِ لواقح ۔ یا تو بادلوں کو پانی سے بھرتی ہے یا درختوں کے نر و مادہ کے نطفے منتقل کرتی ہے ۹ بادِ سیفی یعنی گرم ہوا لُو یہ زہریلے مچھر کیڑے مکوڑے مارتی ہے اور نقصان دہ رطوبتوں کو ختم کرتی ہے ۔ ۱۰ بادِ شتائی موسم سرما لاتی ہے ۱۱ بادِ غولانی یہ اشیاءِ زمین کو اکھیڑتی منتقل کرتی ہے ۔ ۱۲ بادِ عذاب اس کو حدیث پاک میں ریح کا نام دیا گیا ہے ۔ پہلی اُمتوں پر اس کے ذریعے عذابِ آسمانی آتا رہا اور اب عتابِ آسمانی کا نزول ہوتا ہے۔ ہمارے فلاسفہ کہتے ہیں کہ صرف آسمانی پانی ہی پینے کے قابل ہوتا ہے خواہ بارش کی شکل میں ہو یا پہاڑی برف یا اس کے گھلنے سے چشموں کی صورت اور ان سے دریاؤں نہروں کے راستے پانی کی روانگی اسی طرح کوؤں نلکوں میں بھی آسمانی ہی پانی ہوتا ہے۔ زمینی پانی صرف سمندری ہے غرض کہ زمین پر تمام میٹھے پانی آسمانی ہیں اور کڑوے کھاری پانی خود زمینی ہیں ۔ اس لیے آسمانی پانی ہی اَسْقَیْنٰکُمُوْهُ ہم نے تم کو پلایا ۔ اور زمین پر اُس کو جوہڑوں تالابوں کی شکل میں بچایا ورنہ زمین کے مسامات کا کام ہے پانی کو چوس لینا اور پانی کا کام ہے دھنستے چلے جانا ۔ کیا عجیب رحیمانہ کریمانہ قدرتِ پروردگار ہے ۔ یہ تمام اسی کی قدرت کے جمع کردہ خزانے ہیں ۔ یہ نہریں ۔ کنوئیں ۔ ڈیم ۔ تالاب مَآ اَنْتُمْ بِخٰزِنِیْنَ ۔ تم انسان فلاسفر ۔ سائنسدان انجینئر اور کھدائی کرنے والے مستری مزدور اس کے خزانے جمع نہیں کر سکتے تم نے تو صرف کھود کر نیچی جگہ بنا دی اس کو بھرنا جمع رکھنا زمین کو چوسنے سے باز کرنا یہ سب ہمارے ہی افعال ہیں ۔ وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْیٖ وَنُمِیْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنْکُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِیْنَ ۔ بیشک ہم ہی

زندہ کرتے ہیں یا زندہ رکھتے ہیں آسمان و زمین کی تمام مخلوق کو جس کو جتنا عرصے چاہتے ہیں زندگی دیتے ہیں۔ زندگی بھی عجیب اسرار الٰہیہ میں سے ہے جس کے آنے جانے اور ختم ہونے کی حقیقت آج تک کوئی نہیں جان سکا۔ اور نہ کوئی رب تعالیٰ کے سوا زندگی دے سکتا ہے نہ زندگی لے سکتا ہے۔ اسی لیے ارشاد ہوا کہ اور موت بھی ہم ہی دیتے ہیں۔ اور موت کی ہلاکت دفنا اور بربادی ہر چیز سے غفلت کے بعد باقی چیزوں کے وارث نگہبان حقیقی مالک تمام اشیا و نفوس کے ہم ہی ہیں اس لیے کہ ہم ہی باقی ہیں۔ وارث ہونے کے لیے دو چیزیں شرط ہیں ایک یہ کہ نہ رہنے والے شخص کا مال ہو۔ دوسرے یہ کہ اس کے بعد اس وراثت کا کوئی حقدار ہو۔ تو وہی حقدار وارث ہوگا۔ تو چونکہ دائمی سب کے بعد باقی رہنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اس لیے وہی سچا وارث ہے اسی لیے انبیاء کرام کا دنیوی وارث کوئی نہیں ہوتا کیونکہ انبیاء کرام کے پاس دنیوی مال ہی نہیں رہتا ان کا مال دین ہی ہے اور اس کا مستحق صرف خلیفۂ وقت ہے۔

اور البتہ بیشک ہم نے تم سب کو جان لیا خواہ پہلے لوگ ہوں یا بعد میں آنے والی نسلیں۔ یا تم میں آگے بڑھنے والے ہوں یا پیچھے رہنے والے۔ یا فوت شدہ ہوں یا موجودہ لوگ یا عالم ارواح کے ہوں یا عالم دنیا کے لوگ۔ یہاں مُتَقَدِّمِین اور مُسْتَاخِرِینَ میں فقہاء کرام مفسرین عظام کے چند قول ہیں لیکن جو بات تفسیر ابن عباس میں لکھ دی گئی ہے وہ درست نہیں یہ کہ زمانۂ نبوی میں ایک بہت خوبصورت عورت نماز پڑھنے آتی تھی تو کچھ مسلمان تو آگے آکر پہلی صفوں میں کھڑے ہو جاتے تاکہ ہم نہ دیکھ سکیں اور کچھ اس نیت سے پچھلی صف میں کھڑے ہوتے تاکہ ہم اس کو دیکھیں۔ اور پھر سجدے میں ہاتھوں کے بیچ سے دیکھتے رہتے۔ یہ انتہائی لغویات ہے ایک تو اس لیے کہ سجدے میں یہ تو منہ ٹیڑھا کر کے دیکھتے مگر عورت بھی تو سجدے میں پڑی ہے نظر کیا آتی دوم اس لیے کہ اس طرح منہ کھلا عورت کا آنا بھی تو حرام ہے کوئی عورت مسجد نبوی میں کبھی بغیر چادر بے پردہ نہیں آئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی سختی سے منع کیا ہوا تھا سوم اس لیے کہ صحابہ کرام سے یہ حرکت نہ ممکن ہے اور منافقین کسی خاص عورت کے لیے ایسا کر نہیں سکتے۔ شانِ نزول اگرچہ کچھ درست ہے مگر اس میں خاص عورت کا ذکر نہیں نیز شانِ نزول میں اختلاف ہے اور منافقین کے پیچھے رہنے کی وجہ میں بھی اختلاف ہے۔ بعض نے فرمایا کہ منافقین جلدی بھاگنے کے لیے پیچھے کھڑے ہوتے تھے۔ یا کچھ لوگ دور گھروں والے دیر سے پہنچتے تو پیچھے کھڑے ہوتے ان کی تسلی کے لیے فرمایا گیا کہ تم جہاں بھی کھڑے ہو نیتیں پاکیزہ اور خیر رکھو تو کوئی مضائقہ نہیں رب تعالیٰ سب کو جانتا ہے۔ بہرکیف تفسیر ابن عباس کی یہ بات قطعاً غلط ہے حقیقت یہ ہے کہ تفسیر ابن عباس کی اکثر باتیں غلط ہوتی ہیں، اس میں اسرائیلیات کی بہت باتیں ہیں۔

فائدے

ان آیتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ ۔ اللہ تعالیٰ کے خزانوں کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کا ہر چیز کو پیدا کرنا نہ یہ کہ کسی گودام میں رب نے چیزیں جمع کر رکھی ہیں اور وہاں بھری پڑی ہیں جو تھوڑی تھوڑی نازل فرماتا رہتا ہے جیسا کہ آریوں اور دیگر ہندوؤں اور

کچھ عیسائیوں کا یہ باطل عقیدہ ہے اور مسلمان فرقوں میں بوہریوں کا بھی یہ عقیدہ ہے۔ یہاں اعلیٰحضرت کے ترجمے کی شان ظاہر ہوتی ہے کیونکہ مفسر محترم سید رحیم شاہ صاحب سے یہاں ترجمہ میں لغزش ہوئی۔ جو انہوں نے بھرے ہوئے کا لفظ بڑھا کر ان فرقوں کو تاثر مہیا کر دیا۔ اگرچہ سید صاحب کی مراد غالباً یہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم بہرکیف یہ ترجمہ یا تفسیر مناسب نہیں۔ جب یہ سمجھ لیا تو یاد رکھو کہ لَآ اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰہِ کا منشا بھی یہ بتلانا ہے کہ میں محمد مصطفےٰ اللہ کے خزانوں کو پیدا کرنے والا نہیں۔ یہ مقصد نہیں کہ میرے پاس کچھ ہے ہی نہیں۔ ورنہ اس حدیث سے ٹکراؤ پیدا ہو جائے گا جس میں فرمایا گیا اُوْتِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَآئِنِ الْاَرْضِ۔

دوسرا فائدہ۔ نماز میں اول وقت پہنچنا اور مقتدی حضرات کا پہلی صف میں جگہ لینے کی کوشش کرنا افضل ہے اور سنّتِ صحابہ کرام ہے یہ فائدہ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِیْنَ کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ۔ نیک لوگوں کا پڑوسی ہونا بھی خوش قسمتی اور افضلیت ہے۔ یہ فائدہ اَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ الخ فرمانے سے حاصل ہوا کہ رب تعالےٰ نے بارش کی وجہ سے بارش والی ہوا کو ریح فرمایا۔ حالانکہ قرآن مجید میں رحمت کی ہوا کو ریح کہا جاتا ہے اور غضب والی طوفانی آندھی کی ہوا کو ریح فرمایا گیا۔

احکام القرآن

ان آیت کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ اگرچہ سب اشیا کا خالق رب تعالےٰ ہے مگر انسان کو روزی کمانا فرض ہے یہ مسئلہ مَعَایِشَ کے تفسیری اشارے سے مستنبط ہوا۔ کیونکہ معایش کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ حصولِ عیش والی زندگی۔

دوسرا مسئلہ۔ زندگی میں انسان اپنے اموال کا عارضی طور پر مستقل مکمل وارث و مالک ہوتا ہے مگر بعد وفات کوئی شخص اپنی کسی چیز کا وارث مالک نہیں رہتا۔ لہٰذا مزارات پر چڑھاوے صاحبِ مزار کی ملکیت نہیں ہو سکتے مگر اللہ کے لیے وقف ہیں جیسے کہ مساجد وغیرہ اور قبرستان نہ یہ حکومت کی ملک ہیں۔ اس لیے ان کو ہر مسلمان استعمال کر سکتا ہے یہ مسئلہ نُمِیْتُ سے متصل بعد نَحْنُ الْوَارِثُوْنَ۔ فرمانے سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِیْنَ۔ کی ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ چوپائے جیسے گائے بھینس اونٹ بھیڑ بکری تم گھر میں رکھتے ہو اس کو بھی تم رزق نہیں دیتے نفع تم لیتے ہو۔ رزق اللہ تعالےٰ کھلاتا ہے۔ یہ تفسیر اس لیے درست نہیں کہ یہاں لفظ مَنْ موصولہ ہے جو عقل والوں کے لیے آتا ہے تو یہاں بال بچے نوکر غلام تو مراد ہو سکتے ہیں مگر چوپائے جانور مراد نہیں ہو سکتے۔

جواب:۔ قواعدِ نحویہ کے تحت اصلاً تو واقعی مَنْ اور مَا دونوں اسم موصولہ اپنے الگ معانی کے لیے مقرر ہیں اس طرح کہ مَنْ عقل والوں کے لیے اور مَا غیر عقل والوں کے لیے۔ مگر کبھی اِس کے برعکس بھی مستعمل ہو جاتے ہیں مثلاً باری تعالےٰ

فرماتا ہے فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ الخ یعنی بعض جانور وہ ہیں جو پیٹ کے بل چلتے ہیں جیسے کیڑے مکوڑے۔ دیکھو یہاں حیوانات غیر عقل کیلئے لفظ مَنْ آیا نیز بارھویں پارے میں آیت کریمہ سے یہ تفسیر درست ثابت ہوتی ہے کہ فرمایا گیا۔ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا نیز حاجات ضروریہ اور لوازمات حیاتیہ میں تمام حیوان بھی انسانوں کی مثل عقل رکھتے ہیں رب سے روزی طلب کرتے ہیں پیاس کے وقت پانی کی طرف دوڑتے ہیں۔ ہلاک کرنے والے راستوں اور چیزوں سے بھاگتے ہیں یہ سب سمجھداری کی باتیں اور کام ہیں۔ سورۂ نمل میں ایک چیونٹی نے کہا تھا اُدْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ اس لیے ضروریات زندگی کے لیے مَنْ کا لفظ ایسے موقعوں پر جائز ہے۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا کہ ہر چیز کے خزانے رب کے پاس موجود ہیں اور تفسیر نے فرمایا کہ خزانے جمع نہیں ہیں بلکہ ہر آن بقدر ضرورت رب تعالیٰ پیدا فرما دیتا ہے۔ پیدائش میں دیر نہیں لگتی۔ تو پھر معتزلہ کا یہ قول درست ہوا کہ معدوم بھی اشیا ہی ہوتی ہیں اہلسنت کا مسلک ہے کہ معدوم کو شی نہیں کہا جا سکتا۔ یہاں مَا مِنْ شَیْءٍ فرمایا گیا۔ اس کی کیا وجہ۔ جواب۔ معدوم کو حقیقی شی نہیں کہا جاتا یہاں معدوم کو شیٔ اور خزانہ فرمانا تمثیلاً ہے اور آئندہ کی حالت کا ذکر ہے جس طرح کہ عالم ارواح میں باری تعالیٰ نے ارواح انبیاء سے میثاق لیا نہ کہ انبیاء سے مگر ان کو نبیین فرمایا آئندہ کے حالات کی بنا پر یا جس وقت کے قرآن مجید زمین پر اتر رہا تھا اس وقت کے اعتبار سے کہ اب روحیں لبادۂ نبوت میں تھیں۔ یا جو چیز یقینی ہوتی ہے اس کو پیشگی نام دے دیا جاتا ہے جیسے کہ قیامت کے لیے ماضی کا صیغہ استعمال ہوا۔ اور معنیٰ ہے کہ گویا ہو ہی گئی اسی طرح یہاں کہ وہ معدوم گویا پیدا ہو ہی گئیں اس لیے وہ شئی ہیں۔ تیسرا اعتراض۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا نَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ہم وارث ہیں۔ وارث تو وہ ہوتا ہے جو مورث کے مرنے کے بعد مالیت کا مالک بنے پہلے اس مال کا مالک نہ ہو۔ حالانکہ رب تعالیٰ تو ازل سے ابد تک ہر چیز کا مالک ہے۔ وارث کہنا کس طرح درست ہوا۔
جواب۔ یہاں وارث بمعنیٰ باقی ہے نہ کہ مالک یعنی ہم باقی ہیں اگرچہ سب فنا ہو جائیں۔ یا بمعنیٰ ذاتی مالک ہے۔ باقی سب عارضی اور عطائی ہے یا یہ معنیٰ ہے آج تو کسی کی دنیا میں کسی طرح کچھ ملکیت موجود بھی ہے لیکن سب کی موت کے بعد صرف ہماری ہی ملکیت قائم ہے۔ چوتھا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ یہ مَعْلُوْمٍ کس اعتبار سے ہے اگر بندوں کے اعتبار سے ہے کہ بندوں کو معلوم ہے تو غلط ہے کیونکہ عام بندے کسی بھی رزق کی آمد اور مقدار کو نہیں جانتے اور اگر اللہ کے علم کے اعتبار سے ہے کہ اللہ کو اندازہ معلوم ہے تو پھر ایک برابر سب جگہ اور سب بندوں کیلئے رزق کیوں نہیں اترتا اس لیے کہ قَدَرٍ کی تفسیر میں مفسرین فرماتے ہیں کہ قَدَرِ كِفَايَةٍ یعنی اس اندازے سے رب تعالیٰ رزق اتارتا ہے جو سب بندوں کو کافی ہو جائے (تفسیر کبیر رازی) جواب۔ مَعْلُوْمٍ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے۔ لیکن قَدَرٍ کا معنیٰ كِفَايَةٍ یا اندازہ نہیں۔ بلکہ معنیٰ ہے نِهَايَةٍ۔ مقصد بیان یہ ہے کہ بندوں کی نسبت سے ہمارے خزانے بے انتہا ہیں مگر ان میں سے جو اتارا جاتا ہے وہ محدود اور انتہا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ معلوم کی نسبت بھی بندوں کی طرف ہو یعنی بندے اس کو تو جانتے جو اترا ہے لیکن ہمارے خزانوں کو نہیں جانتے پانچواں اعتراض۔ یہاں فرمایا اَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ چاہیے تھا کہ ہوتا مُلَاقِحَ یا مُلْقِحَ

کیونکہ لَوَاقِحْ اسم فاعل لازم ہے اور اس کا ترجمہ ہے خود بھری ہونے والی۔ اور مُلَاقِحْ اسم فاعل متعدی ہے جس کا ترجمہ ہے بادلوں کو بھرنے والی اور یہی بتانا مقصود ہے۔ جواب۔ اگرچہ مُلَاقِحْ متعدی ہے مگر زیادہ مناسب اور موقعہ کے لحاظ سے بہترین با مقصد لفظ اور جامع صیغہ لواقح ہی ہے چار وجہ سے ایک اس لیے کہ جو خود بھرا ہو گا وہی دوسرے کو بھرے گا۔ دوم اس لیے کہ لواقح بمعنیٰ ملاقح ہی ہے۔ اور روا جاً بھی کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص ہمارے گھر بھرا پُرا آیا یعنی اُس کے آنے سے ہمارا گھر بھر گیا۔ اُس نے بھر دیا۔ سوم یہ کہ لواقح میں نسبت فاعلی زیادہ واضح ہے جیسے کہا جاتا ہے دِرْھَمٌ وَازِنٌ یعنی ذُوْوَزْنٍ۔ چہارم یہ کہ لواقح کا معنیٰ یہ ہے کہ یہ ہوائیں اُن بادلوں کو اٹھانے ہوتی ہیں جو پانی سے بھرے ہیں۔ اور لواقح معنیٰ حامل ہیں ان وجوہ سے لواقح فرمانا عین درست ہے۔ چھٹا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا کہ پہلوں کو اور بعد والوں کو جانتا ہے کیا مسلمانوں کا اللہ موجودین کو نہیں جانتا۔ موجودین کا ذکر کیوں نہیں کیا گیا (آریہ) جواب۔ اس لیے کہ موجودین کو تو ہر ایک جانتا ہے اس کا ذکر کرنا کوئی کمال نہیں کمال اور قدرت تو یہ ہے کہ ازلی ابدی اور معدوم کو جانا جائے۔ اس کی تفسیر صوفیانہ آیت ۳۱ کے ساتھ بیان کی جائے گی۔

وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۲۵ ع

اور بیشک رب تمہارا۔ وہی جمع کرے گا اُن کو حشر میں بیشک وہ دائمی حکمت والا علم والا ہے

اور بیشک تمہارا رب ہی انہیں قیامت میں اٹھائے گا اور بیشک وہی علم و حکمت والا ہے

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ

اور البتہ پیدا کیا ہے ہم نے انسان کو سے کھڑکتی مٹی۔ سے

اور بیشک ہم نے آدمی کو بجتی ہوئی مٹی سے

مَّسْنُوْنٍ ۲۶ وَالْجَاۗنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ

گارے پُرانے۔ اور جنات کو پیدا کیا ہم نے اُس کو سے پہلے بذریعہ آگ

بنایا جو اصل میں ایک سیاہ بُودار گارا تھی اور جن کو اس سے پہلے بنایا بے دھوئیں کی آگ

السَّمُوْمِ ۲۷ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰۗىِٕكَةِ اِنِّىْ خَالِقٌۢ

تیز بُخت کے۔ اور یاد کرو جب کہ فرمایا رب نے تمہارے کو فرشتوں بیشک میں پیدا کرنے والا ہوں

سے۔ اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں آدمی کو بنانے والا ہوں

بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾ فَاِذَا

بشر کو سے کھڑکتی مٹی جو بدرانے گارے سے ہے ۔ تو جب

بجتی مٹی سے جو بدبودار سیاہ گارے سے ہے ۔ تو جب

سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ

برابر صحیح کر دیا میں نے اس کو اور پھونکدی میں نے میں اس کے روح اپنی تو کہا کہ گر جاؤ لیئے اسکے

میں اسے ٹھیک کر لوں اور اس میں اپنی طرف کی خاص معزز روح پھونک دوں تو اس کے لیے

سٰجِدِیْنَ ﴿۲۹﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓىٕكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۳۰﴾

سجدہ کرتے ہوئے تو سجدہ کر دیا فرشتوں نے ان تمام نے مل کر

سجدے میں گر پڑنا تو جتنے فرشتے تھے سب کے سب

اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰۤى اَنْ یَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ﴿۳۱﴾

سوائے ابلیس کے ۔ انکار کیا اس سے کہ ہو وہ ساتھ سجدہ کرنے والوں کے

سجدے میں گرے سوا ابلیس کے اس نے سجدے والوں کا ساتھ نہ مانا

تعلق ان آیاتِ کریمہ کا تعلق پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح ہے۔

پہلا تعلق۔ پچھلی آیتِ کریمہ میں رب تعالیٰ نے دنیوی زندگی ساز و سامان کا ذکر فرمایا جس سے ثابت ہوا تھا کہ یہ دنیا سب اسی نے پیدا فرمائی ہے۔ اب ان آیات میں حشر و نشر کا ذکر ہو رہا ہے کہ وہ زندگی اور وہاں کا اجتماع بھی اسی شانِ قدرت ہے۔ دوسرا تعلق پچھلی آیتوں میں ہواؤں اور پانیوں کا ذکر ہوا۔ اب ان آیات میں مٹی اور آگ کا ذکر ہو رہا ہے۔ اور اشارہ کیا گیا کہ یہ چار عنصر ہی ہیں جو مادی دنیا کے رکن ہیں اس پر ظاہر کائنات کا تعلق ہے اور انہی چاروں میں سرکشی کا ظہور ہوتا ہے۔

تیسرا تعلق پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اگلے اور تمہارے پچھلے لوگوں کو جانتا ہے۔ اب ان آیات میں اشارہ کیا جا رہا ہے کہ تمہارے اگلے تو وہ تھے جن کو فرشتوں نے سجدہ کیا۔ اور تمہارے پچھلے آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں تمہارے اگلوں کی شیطان نے گستاخی کی اور پچھلوں کی خود تم گستاخی نافرمانی کر رہے ہو لیکن رب کریم کی بارگاہ میں دونوں ہی آدم علیہ السلام اور نبی پاک، عظمت و شان والے ہیں۔

تفسیر نحوی وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ. وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ. وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ. واؤ ابتدائیہ۔ اِنَّ حرفِ تحقیق۔ رَبَّ۔ مصدر مبالغہ کا اسم ہے۔ جیسے زیدٌ عدلٌ۔ معنیٰ ہیں بہت زیادہ اور مکمل تربیت دینے والا۔ پالنے والا۔ حفاظت کرنے والا۔ منصوب ہے کیونکہ اسم اِنَّ ہے۔ مضاف ہے كَ۔ ضمیر واحد مذکر کا۔ كَ ضمیر حاضر کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا عام مسلمان۔ یا عام انسان۔ پہلے قول کو ترجیح ہے۔ مجرور متّصل ہے کیونکہ مضاف الیہ ہے اور اپنے عامل مضاف سے جڑی ہوئی ہے۔ هُوَ۔ ضمیر مرفوع منفصل مبتدا ہے مابعد کا اور خبر اِنَّ ہے پورا جملہ اسمیہ ہو کر يَحْشُرُ باب نَصَرَ کا مضارع معروف واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے هُوَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل جس کا مرجع رَبَّ ہے۔ حَشْرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ اکٹھا کرنا۔ جمع کرنا۔ جلا کر لے جانا۔ بمعنیٰ مستقبل ہے۔ یہاں ہر معنیٰ درست ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب منصوب متّصل مفعول بہ ہے۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے هُوَ مبتدا کی۔ اور وہ جملہ خبر اِنَّ ہے۔ اِنَّ حرفِ تحقیق بمعنیٰ بیشک۔ ہٗ ضمیر اس کا اسم ہے اسی لیے یہ ضمیر منصوب ہے۔ حَكِيْمٌ اسم صفت مشبّہ۔ حُكْمٌ یا حِكْمَةٌ سے بنا ہے بمعنیٰ۔ تدبیر کرنا۔ صحیح معرفت اور پہچان کرنا۔ مضبوط اور درست فیصلہ کرنا۔ عقل والا ہونا۔ حکیم کا معنیٰ ہوا تدبیر والا۔ ہر چیز کی معرفت والا اچھے فیصلہ والا ان معانی میں یہ اللہ کی صفت ہے اور صفاتی نام ہے۔ یہاں اسی معنیٰ میں ہے عقل والا ہونا بندے کی صفت ہے۔ بحالتِ رفع ہے خبر اوّل ہے اِنَّ کی۔ عَلِيْمٌ مبالغہ ہے۔ بمعنیٰ بہت علم والا بحالتِ رفع خبر دوم ہے اِنَّ کی۔ واؤ سرِ جملہ۔ لام ابتدائیہ برائے تاکید۔ قَدْ۔ لغتِ عربی میں قَدْ تین قسم کا ہے۔ ۱۔ اسم ۲۔ اسم فعل ۳۔ حرف یہ اصلیت ہے۔ یہاں حرف ہے۔ جب ماضی پر داخل ہو تو کبھی مطلق کو قریب بنانا ہے بھی سوالیہ بن جاتا ہے کبھی کمی کے لیے آتا ہے۔ اور کبھی تحقیق و یقین کے لیے۔ یہاں یقین کے لیے ہے۔ خَلَقْنَا فعل ماضی ہو جمع مخاطب باری تعالیٰ ہے۔ الف لام استغراقی الانسان۔ اسم مفرد جامد۔ اسمِ جنس ہے اس لیے مذکر صفت دونوں کے لیے مستعمل ہے بحالتِ نصب ہے مفعول بہ ہے مِنْ جارّہ بمعنیٰ مع صَلْصَالٍ۔ اسم مفعول کے معنیٰ میں ہے یعنی کھڑکھڑاتی ہوئی مٹی۔ بروزنِ فَعْلَالٌ ہے بمعنیٰ مُصَلْصَلٌ۔ صَلْصَلٌ مضاعف رباعی سے بنا ہے مٹی کی چوتھی اور آخری حالت کا نام ہے یعنی ٹھیکری۔ پختہ۔ پکی ہوئی۔ مِنْ جارّہ بیانیہ توصیفیہ حَمَاٍ۔ اسم مفرد جامد نکرہ ہے بمعنیٰ کیچڑ۔ گارا پرانا۔ بحالتِ کسرہ ہے مِنْ سے۔ مَسْنُوْنٍ۔ اسم مفعول سَنٌّ سے بنا ہے باب نصر سے ہے۔ لغوی اعتبار سے دس معنیٰ میں مستعمل ہے۔ یہاں مراد بدلا ہوا۔ پرانی ہو کر جو چیز بدل جاتی ہے اس کو مسنون کہا جاتا ہے کیچڑ یا گارا پرانا ہو کر سیاہ ہو جاتا ہے۔ پس ترجمہ ہوا کالی کیچڑ۔ یہ مٹی کی تیسری حالت ہے۔ مٹی کی کل چار حالتیں ہوتی

ہیں۔ اس کا پورا بیان اِنْشَاءَ اللّٰہ تعالیٰ تفسیر عالمانہ میں ہوگا۔ واؤ مبر جملہ۔ الف لام استغراقی بمعنی اتمام۔ جَانَّ۔ اسم جمع مکسر ہے اس کی واحد ہے جِنٌّ۔ نسلِ جنات کا جنسی نام ہے۔ ایک قول میں جَانٌّ۔ سب سے پہلے جن یعنی ابلیس کا نام ہے۔ اس لیے یہ لفظ مفرد جامد ہے۔ یہاں بحالتِ نصب ہے یا اس لیے کہ مُفسِّر ہے اور اس کا مفسَّر اگلی ہٗ ضمیر منصوب ہے۔ یا اس لیے کہ یہاں ایک فعل خَلَقْنَا پوشیدہ ہے جس کی تفسیر یا تاکید موجودہ خَلَقْنَا کر رہا ہے یہ اُس کا مفعول بہ ہے۔ ایک قول میں وَالْجَانُّ ہے بحالتِ رفع مبتدا ہے اگلی سب عبارت جملہ فعلیہ ہو کر اس کی خبر ہے۔ خَلَقْنَا۔ بابِ نَصَرَ کا ماضی مطلق جمع متکلم ہے۔ خَلْقٌ سے بنا ہے بمعنیٰ پیدا کرنا۔ ہٗ ضمیر واحد غائب کا مرجع جانّ ہے منصوب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے خَلَقْنَا کا۔ مِنْ جارّہ ابتداءِ غایت کے لیے قَبْلُ اسم ظرف زمانی ہے مضاف ہے اور اس کا مضاف الیہ محذوف منوی ہے اس لیے مبنی رفع پر ہے مِنْ جارّہ بمعنیٰ مع۔ نَارِ۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ آگ مضاف ہے یہ اضافتِ توصیفی کہلاتی ہے یعنی موصوف صفت آپس میں مضاف اور مضاف الیہ ہوں۔ السَّمُوْمُ۔ الف لام عہدِ ذہنی سَمُوْم بروزنِ فَعُوْلٍ صیغہ ہے مبالغے کا۔ سَمٌّ مستاف ثلاثی سے بنا ہے بمعنیٰ گرم ہونا ہوا کا۔ بغیر دھوئیں والی آگ۔ سموم کا معنیٰ انتہائی گرم ہوا۔ یہاں مراد ہے انتہائی تیز آگ جس کا دھواں نہ ہو۔ کیونکہ تیز آگ کا دھواں نہیں رہتا۔ بحالتِ کسرہ مضاف الیہ ہے نار کا۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ۔ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ۔ واؤ مبر جملہ۔ اِذْ اسم ظرف زمانی ہے اس کے بعد اُذْكُرْ پوشیدہ ہے جس میں خطاب آقاءِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ قَالَ فعل ماضی مطلق واحد غائب رَبُّ اسم مفرد جامد نام ہے اللہ تعالیٰ کا۔ بحالتِ رفع فاعل ہے قَالَ کا۔ لام جارّہ مفعولیت کا۔ الف لام استغراقی بمعنی تمام مَلٰٓئِكَةِ۔ اسم جمع مکسر منصرف اس کا واحد ہے مَلَكٌ۔ فرشتوں کا اسم عَلَم جنسی ہے۔ انتظامِ کائنات سرانجام دینے کی وجہ سے ان کو مَلَكٌ کہا جاتا ہے چونکہ سب ہی مختلف انتظاماتِ عالم میں مشغول ہیں اس لیے سب کو مَلَكٌ کہا گیا ان کا جنسی نام صرف یہی ہے نوعی عَلَم کوئی نہیں کیونکہ نوع ایک ہی ہے نہ مذکر جوان نہ بچے نہ بوڑھے نہ عورت نہ مرد۔ نہ ھندی نہ سندی۔ ہاں ذاتی نام سب کے علیحدہ ہیں۔ کائنات میں سب سے زیادہ افراد والی مخلوق ہے۔ یہاں تک کہ تمام انسان تمام پرندے چرندے کیڑے مکوڑے نباتات پتے گھاس کے تنکے سب کو علیحدہ گنتی میں کر کے ایک طرف کیا جائے تو اُس کے مقابل بھی گیارہ گنا زائد ہیں۔ (صاوی روح البیان) یہ جار و مجرور متعلّق ہے قَالَ کا۔ اِنَّ حرفِ تحقیق۔ ہمزہ کے جر سے یہ سب اگلی عبارت مقولہ ہے۔ قول کا۔ مقولہ چونکہ نئی عبارت ہوتی ہے اس لیے حرف مشبہ اِنَّ آتا ہے نہ کہ اَنَّ۔ یٗ ضمیر متکلم منصوب متصل اسم ہے اِنَّ کا۔ خَالِقٌ اسم فاعل واحد مذکر بحالتِ رفع ہے خبر ہے اِنَّ کی خَلْقٌ سے بنا ہے بمعنیٰ پیدا کرنا۔ ہمیشہ متعدّی ہوتا ہے ھُوَ ضمیر اس میں پوشیدہ اس کا فاعل ہے۔ مرجع رَبٌّ ہے بَشَرًا۔ اسم مفرد جامد بَشَرٌ یا بِشْرٌ سے بنا ہے بمعنی بغیر بال کی کھال والا۔ مراد انسان ہے۔ بَشَر انسان کا صفاتی اور کیفیاتی نام

ہے۔ منصوب مفعول بہ ہے خالِق کا۔ مِنْ جارّہ تبعیضیہ صَلْصَالٍ۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ پکی ہوئی ڈھکی ہوئی کھڑکتی مٹی نکرہ مجرور ہے مِنْ سے مِنْ جارّہ بیانیہ صَلْصَالٍ کا بیان کیفیت ہے حَمَاٍ۔ اسم مفرد جامد نکرہ اسم متمکن مجرور ہے مِنْ سے بمعنیٰ کیچڑ۔ مَسْنُوْنٍ۔ اسم مفعول ہے سَنٌّ سے بنا ہے بمعنیٰ پرانا کیا ہوا۔ سیاہ گارا بحالت کسرہ ہے تابع صفتی ہے حَمَاٍ کا۔ فَ حرفِ عطف بمعنیٰ ثُمَّ۔ اِذَا حرفِ شرط اگلا سب جملہ شرط ہے سَوَّیْتُہٗ۔ بابِ تفعیل کا ماضی مطلق مثبت معروف واحد متکلم بمعنیٰ مضارع منتقل ہے مخاطب رب تعالیٰ ہے اس کا مصدر ہے تَسْوِیْۃٌ۔ تَسْوِیَۃٌ۔ اجوف واوی ناقص یائی (لفیف مقرون) سے بنا ہے۔ بمعنیٰ درست کرنا۔ برابر کرنا۔ مکمل کرنا۔ یہاں ہر معنیٰ درست ہے ہٗ ضمیر کا مرجع بشرًا ہے واؤ عاطفہ عطف ہے سَوَّیْتُہٗ پر نَفَخْتُ۔ بابِ نصر کا ماضی مطلق معروف مثبت نَفْخٌ سے بنا ہے بمعنیٰ پھونکنا ڈالنا فِیْ جارّہ ظرفیہ مکانیہ ہٖ ضمیر واحد مذکر کا مرجع بشرًا ہے۔ مِنْ جارّہ زائدہ بیانیہ۔ یا تبعیضیہ۔ مفعول بہ پر داخل ہوا ہے۔ روح اسم مفرد جامد۔ بمعنیٰ ہوا۔ جان۔ بھید۔ یہاں بمعنیٰ جان ہے۔ یْ۔ ضمیر متکلم مجرور متصل مضاف الیہ ہے روح مضاف کا۔ یہ مرکب اضافی جار و مجرور ہو کر متعلق ہے نَفَخْتُ کا اور وہ جملہ فعلیہ معطوف ہے سَوَّیْتُ کا اور وہ جملہ عاطفہ ہو کر شرط ہے۔ فَ جزائیہ قَعُوْا۔ باب افعال کا۔ امر حاضر معروف صیغہ جمع مذکر وَقْعٌ سے بنا ہے۔ ثابت ہونا۔ واجب ہونا۔ موجود ہونا اسی سے ہے واقعہ وقوع۔ مرقعہ لازم ہے۔ باب افعال نے اس کو متعدی بنا دیا۔ مصدر ہے اِوْقَاعٌ واؤ کو ما قبل کسرے کی وجہ سے یْ سے بدل دیا ہو گیا اِیْقَاعٌ بمعنیٰ گر پڑنا فورًا قَعُوْا دراصل تھا اُوْقُعُوْا ہمزہ وصلی کو بوجہ ثقل اور واؤ کو بوجہ ملابست کے خطرے کے پیش نظر گرا دیا گیا۔ لام جارّہ نفع کا ہے یا ظرفیت مکانی کیلئے ہے بمعنیٰ عِنْدَ۔ ہٗ۔ ضمیر واحد مذکر کا مرجع بشرًا ہے۔ سَاجِدِیْنَ۔ اسم فاعل باب نصر کا صیغہ جمع مذکر۔ سَجْدٌ سے بنا ہے بمعنیٰ سجدہ کرنا۔ بحالت فتحہ ہے حال ہے قَعُوْا کے فاعل اَنْتُمْ ضمیر مستتر کا جس کا مرجع ہے ملائکہ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اِلَّآ اِبْلِیْسَ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ۔ فَ تعقیبیہ۔ سَجَدَ۔ باب نصر کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب سَجْدٌ سے بنا ہے بمعنیٰ زمین سے پیٹ اور سینے کے بل چمٹ جانا۔ زمین پر انتہائی جھکنا۔ اصطلاحِ شریعت میں بنیتِ فرماں برداری کسی کی اظہارِ تعظیم ادب شفقت کے لیے مخصوص اعضا کو زمین پر لگانا۔ یہی سجدے کی حقیقت ہے۔ اَلْمَلٰٓئِكَةُ۔ الف لام استغراقی ملائکہ جمع مکسر ہے مَلَکٌ کی بمعنیٰ تمام فرشتے۔ كُلٌّ اسم تاکیدی ھُمْ ضمیر جمع اس کا مضاف الیہ ہے اَجْمَعُوْنَ۔ اسم جمع مذکر سالم۔ اس کا واحد ہے اَجْمَعُ۔ اسم تفضیل ہے۔ باب فتح کا۔ جَمْعٌ سے بنا ہے بمعنیٰ اکٹھا ہونا ایک جگہ ہونا۔ ایک دم کرنا۔ بحالتِ رفع ہے مَلٰٓئِكَةُ اس لیے مرفوع ہے کہ فاعل ہے سَجَدَ کا۔ كُلُّهُمْ اس لیے مرفوع ہے کہ تاکید انفرادی ہے اَجْمَعُوْنَ تاکید جمعیت (اجتماعی) ہے۔ ملائکہ موکد اپنی دونوں تاکیدوں سے مل کر فاعل ہوا۔ اِلَّا۔ حرفِ استثنا منقطع ہے کیونکہ مابعد مستثنیٰ منقطع ہے کیونکہ ابلیس فرشتہ نہیں ہے۔ اِبْلِیْسَ۔ بروزن اِدْرِیْس۔ اسم عجمی ہے۔ عَلَمٌ ذاتی ہے شیطان کا۔ غیر منصرف ہے۔ منصوب ہے کیونکہ مستثنیٰ منقطع ہے اِلَّا کے بعد ہے۔ ذوالحال

ہے مابعد کا۔ بعض نے لفظ ابلیس کو عربی لفظ مانا ہے بَلَسٌ سے مشتق ہے بمعنی غمگین ہونا متحیر ہونا متکبر ہونا۔ بروزن اِفْعِیل اِجْبِیل مبالغہ کا صیغہ ہے۔ مگر یہ غلطی ہے کیونکہ اس کا غیر منصرف ہونا متفق علیہ ہے اور اس کے لیے دو سبب یعنی ۱ عجمی ۲ علم ہونا شرط ہے۔ ایک قول میں یہ مستثنیٰ متصل ہے کیونکہ فرشتوں میں شامل کو نکالا گیا ہے۔ اَبٰی باب فتح کا ماضی مطلق واحد غائب۔ اَبْیٌ سے بنا ہے بمعنی انکار کرنا۔ منہ پھیرنا۔ نفرت سے انکار کرنا۔ یہاں ہر معنی درست ہے ھُوَ ضمیر مستتر کا مرجع ابلیس ہے۔ مرفوع ہے کیونکہ فاعل ہے اَبٰی کا۔ اَنْ۔ حرفِ ناصب مضارع مصدریہ ہے۔ اس کے دو عمل ہیں۔

۱ مضارع کو نصب دینا یہ لفظی عمل ہے۔ ۲ مضارع کو مصدری معنی میں کر دینا۔ یہ معنوی عمل ہے۔ یَکُوْنَ۔ فعل مضارع خالصہ ہے ھُوَ ضمیر اس میں پوشیدہ ہے فاعل ہے۔ اس کا مرجع ابلیس ہے۔ منصوب ہے اَنْ سے۔ واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ مَعَ اسمِ ظرف مکانی مضاف ہے مابعد کا۔ منصوب ہے کیونکہ مفعول معہٗ ہے ماقبل کا۔ ایک قول میں یَکُوْنَ ناقصہ ہے۔ تب یہ خبر ہو گی۔ الف لام استغراقی۔ بمعنی تمام۔ سٰجِدِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اس کا واحد ہے سَاجِدٌ بمعنی سجدہ کرنے والا۔ سُجُوْدٌ سے مشتق ہے۔

تفسیر عالمانہ وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ۚ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ۝

چونکہ عالم انسانیت پر موت بھی ہے حیات بھی فنا بھی ہے اور پھر بقا بھی اور یہ تمام کچھ بیکار نہیں ہے اس لیے بیشک رب تعالیٰ نے ہی جمع کیا ایک وقت میں ایک جگہ تمام انسانیت کو تاکہ پہلوں اور پچھلوں کو سب ہی اپنی آنکھوں دیکھ کر جان لیں دنیا میں کوئی شخص نہ اگلوں کو جانتا ہے نہ پچھلوں کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ میدانِ محشر قائم کرنے قیامت برپا کرنے اور از اول تا آخر تمام انسانوں کو ایک میدان میں جمع کرنے میں کیا راز اور کتنی حکمتیں ہیں اس کو بھی رب تعالیٰ ہی جانتا ہے کیونکہ بیشک وہ ہی حکمتوں والا ہے اور اپنی تمام حکمتوں مصلحتوں کو جاننے والا ہے۔ مخلوق کا وارث ہونا حشر نشر بعث قیامت کا متقاضی ہے اس لیے یہ سب کچھ واجب و لازم ہے۔ اجتماعِ قیامت کے لیے پانچ لفظ استعمال فرمائے گئے ہیں ۱ حشر ۲ نشر ۳ بعث ۴ رجعت ۵ جمع۔ مگر حشر کا معنیٰ اسی حالت پر قیامت میں پہنچانا جس حالت میں زندگی مرنے تک گزاری ہو گی جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔ اجتماعِ قیامت دو چیزوں کا تقاضہ کرتا ہے ایک یہ کہ مقصدِ قیامت کیا ہے اس کے لیے فرمایا گیا وہ حکیم ہے مقصد جانتا ہے۔ دوم یہ کہ سب کس طرح جمع ہوں گے اس کے لیے فرمایا گیا وہ علیم ہے سب کو جانتا ہے کہ کون کس طرح مرا اور کس حالت میں کہاں کہاں پڑا ہے۔ اب جو قیامت کا منکر ہے وہ اس کی حکیمیت کا منکر ہے اور جو ریزہ ریزہ ہونے کے بعد اٹھنے پر حیران ہے وہ علیم ہونے کا منکر ہے اور دونوں صفتوں کا انکار کفر ہے۔ میدانِ محشر کیونکہ وہیں قائم ہو گا جہاں کی مٹی سے حضرت آدم علیہ السلام

کو بنایا گیا۔ اس لیے تحشر ہم کے بعد پیدائش انسانی کا ذکر فرمایا کہ اے مست و متکبر انسان اپنی خلقت پر غور کر بیشک ہم نے اوّل انسان کو کس خمیری مٹی اور پرانے پتلے کیچڑ سے علم و معرفت کے سانچے میں ڈھال کر کھڑکتی مٹی کی طرح خشک پتلا بنایا اور یہ ڈھانچہ ایک سو بیس[۱۲] سال تک پڑا خشک ہوتا رہا۔ جس مٹی سے پہلا انسان بنایا گیا۔ اسی کی چار حالتیں کی گئیں پہلی تراب یعنی خشک دھول دوم مٹی اپنی خاصیتوں کے اعتبار سے زمین کے مختلف حصوں پر چالیس قسم کی ہے حضرت عزرائیل نے سب جگہ سے ایک ایک مٹھی اٹھا کر جمع کر دی تو اس پر قدرتِ الٰہی سے چالیس قسم کی بارش ہوئی یہی چالیس عادتیں اور کیفیتیں انسان میں پیدا ہو گئیں یعنی شادی غمی بیماری تندرستی تنگی نرمی وغیرہ اور چالیس مٹیوں کا اثر یہ ہے کہ کوئی کالا کوئی گورا پیلا سرخ وغیرہ اس بارش سے یہ مٹی طین بن گئی یعنی کیچڑ تازہ۔ سوم پھر چالیس سال یا چالیس دن یہ کیچڑ پڑی رہی تو سیاہ خمیری ہو گئی یعنی حماء۔ پھر اس کو انسانی موجودہ شکل نہایت حسین و جمیل صورت پر پتلہ ڈھالا گیا تو یہ مٹی مسنون کہلائی یعنی تصویر۔ چہارم پھر اس پر چالیس قسم کی تپش ڈالی گئی تو یہ صلصال یعنی پختہ کھڑکتی مٹی ہو گئی پھر اس میں روح الٰہی پھونکی گئی۔ کتنے بیوقوف و بیہودہ ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ انسان پہلے بندر تھا۔ ہر مخلوق اپنی خلقت میں علیحدہ اور مستقل ہے مگر ترتیب وجود اس طرح ہے کہ پہلے فرشتے پھر پانی پھر زمین پھر آسمان پھر جنات شجر و نباتات پھر صلصال یعنی انسانی ڈھانچہ پھر مختلف حیوانات جنگلی و آبادی پھر روح انسانی پھونکی گئی پیدائش ارواح میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ جنات سے پہلے ارواح انسانی و جناتی پیدا کی گئیں ملائکہ سب ایک دم پیدا کئے گئے باقی مخلوق آگے پیچھے اور قیامت تک ہوتی رہے گی انسان سے پہلے جانّ کو نارِ سموم سے پیدا کیا گیا۔ جان سے مراد پہلا جن ہے یا وہ ابلیس ہی ہے یا کوئی اور جن۔ ایک قول میں جان اسمِ جنس ہے یا اسم جمع ہے یعنی تمام جن۔ عادت کے اعتبار سے جتنی قسمیں انسان کی ہیں اتنی ہی جنات کی ہیں۔ مگر خاصیت میں یہ ملائکہ کی طرح جسم لطیف ہے اور پوشیدہ ہے بہت سے سر سید علی گڑھی مارکہ لوگ اس مخلوق کے منکر ہیں مگر اب کچھ ملنتے جا رہے ہیں۔ نارِ سموم سے مراد گرم ہوا یعنی لو۔ دنیوی آگ سے ستر گنا زیادہ تپش والی۔ دنیا کی گرم ہوا جو سخت گرم علاقوں میں دوپہر کو یا کبھی کبھی رات کو چلتی ہے۔ کبھی ہلکی اور کبھی تیز چلتی ہے۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ۔ فَسَجَدَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ اَبٰۤى اَنْ یَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ۔
اور اے نبی اس وقت کو یاد کرو جب آپ کے رب نے ان ہی انسانوں کی عظمت و سرفرازی کے لیے ارشاد فرمایا تھا اپنے تمام آسمانی زمینی عرشی لوحی اور منتظمین جنت معینین جہنم فرشتوں سے کہ بیشک میں بہت جلدی کچھ دنوں بعد پیدا کرنے والا ہوں ایک بشر نازک کھال والی ہستی یا خلافتِ الٰہیہ کی خوشخبری والی ذات اس مٹی کے پرانے خمیری گارے سے خوبصورت مسنون پیاری سی صورت پر سخت کھوکھتی خشک مٹی کا پتلا۔ پھر جب اس کو برابر تیار اور مکمل کر دوں میں

اور اپنی روح اُس میں پھونک دوں تو تم سب اُس کی تعظیم کرتے ہوئے اُس کے حضور آس پاس گول دائرے کی ہیئت میں زمین پر سجدے میں گر جانا۔ یا اُس کی طرف اُس کو قبلہ بناتے ہوئے مثل کعبہ حلقہ بنا کر سجدے میں سروں کو رکھ دینا۔ بعض نے کہا صرف زمینی ملائکہ کو حکم تھا مگر یہ درست نہیں ورنہ شیطان اپنے سجدہ نہ کرنے میں یہ بھی عذر و بہانہ پیش کرتا کہ مولیٰ ان آسمانی فرشتوں نے بھی تو سجدہ نہیں کیا اُن پر گرفت کیوں نہیں؟ نفخ کے معنیٰ ہے خالی چیز میں پھونک سے ہوا بھرنی یہاں یہ ثابت کیا گیا کہ پُتلا اندر سے خالی ہے۔ محققین فرماتے ہیں تمام مخلوق میں جسم اور روح ہے۔ یہاں تک کہ ملائکہ جنات اور نباتات. جمادات میں بھی اور جسم و روح کی جدائی کا نام فنا اور موت ہے۔ مگر صرف انسان کی روح کو نسبتِ باری تعالیٰ کی اضافت کا شرف حاصل ہوا کہ فرمایا گیا رُوحِی۔ اس کی وجہ یہ ہے روحِ انسانی میں وہ تمام صفات رکھے گئے ہیں جو دیگر مخلوق میں متفرق ہیں۔ مثلاً ملائکہ کی نوریت۔ جنات کی ناریت نباتات کی نشوونما جمادات کی نمویت سب کچھ انسان میں جمع ہے نیز انسان کا جسم مجموعۂ عناصر مخلوقات ہے اسی لیے وہ تمام خوراکیں جو تمام مخلوق حیوانی وغیر حیوانی متفرق طور پر کھاتی ہے حضرتِ انسان وہ اکیلا ہی دوا یا غذا بنا کر کھا جاتا ہے۔ اِسی مجموعۂ کمالات کی بنا پر مرکزِ روح قلب کو بنا دیا گیا اور اس میں عشقِ الٰہی کی امانت رکھی گئی اسی لیے اِس کی اضافت باری تعالیٰ نے اپنی جانب فرمائی۔ اشیاءِ لطائف میں سب سے زیادہ جسمِ لطیف روح ہے پھر نور پھر نار اسی لیے عالمِ ارواح عرشِ اعظم سے اوپر ہے عالمِ ارواح کے دو حصے ہیں پہلا ارواحِ جنات یہ نیچے ہے اوپر ارواحِ انسان اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کا سوال ہر دو عالم کی روحوں سے ہوا تھا۔ صرف روح کا کوئی نام نہیں نہ فقط جسم کا کوئی نام ہے۔ یہ نام اور مقام و مراتب روح مع الجسد کا نام ہے۔ عالمِ ارواح میں نہ کسی کو موسیٰ علیہ السلام کہا جا سکتا تھا نہ عیسیٰ علیہ السلام نہ غوث نہ قطب نہ کوئی مولوی صاحب نہ ممبر صاحب روح کے عناصر چھ[6] اور جسم کے چار یہ صرف انسانی عناصر ہیں۔

۱ آگ ۲ مٹی ۳ پانی ۴ ہوا ۵ انوار ۶ سر ۷ خفی اخفیٰ ۸ ۹ نفس ۱۰ انشرار۔ روح پہلے قلب میں جاتی ہے ناک کے راستے وَدَجان سے ہوتی ہوئی پھر سارے جسم میں ہر ہر بال میں سرایت کرتی ہے یہ روحِ اکبر ہوتی ہے جس کا اندر جانا زندگی اور اِسی راستے باہر نکلتی ہے اور نکلنا موت ہے۔ اس کے علاوہ پانچ روحیں ہیں جن کو لطائف خمسہ کہا جاتا ہے ان میں دو روحِ سفلیہ ہیں اور زمین ارواحِ علویہ۔ خوابِ ایمانی و شیطانی میں روح سفلی نکلتی ہیں اور کشف و سیر ملکوتی میں ارواحِ علویہ۔ جب روح پھونکی گئی تو تمام فرشتوں نے اجتماعی طریقے پر صف بندی کر کے ایک دم سجدہ کیا اور چالیس دن چالیس سال سجدے میں پڑے رہے فرشتوں کو یہ علم نہ تھا کہ یہ سجدہ تعظیمی ہے یا سمتِ قبلہ ہے نیز سجدے کی حکمت اور وجہ بھی معلوم نہ تھی فقط حکمِ ربی سے سجدے میں چلے گئے اور یہی بندے کی سچی شان ہے۔ مگر ابلیس جو اگرچہ جنات میں سے ہے مگر ملائکہ کے ساتھ رہنے کی بنا پر وہ اِس حکم میں شامل تھا اور اس بات کو وہ خود بھی جانتا تھا اس لیے وہاں قریب تو آ گیا مگر سجدے میں نہ گرا بلکہ اِس سے صاف انکار کر گیا کہ سجدہ کرے۔ اُس کا یہ فعل حضرتِ آدم کی ہی گستاخی

نہ تھی خود اللہ کے حکم کی بھی سخت نافرمانی تھی ۔ بعض نے کہا کہ ابلیس فرشتوں میں سے ہی ہے مگر یہ غلط ہے ایک قول کہ ابلیس جنی فرشتہ ہے ۔ اور یہ بھی ملائکہ کی ایک قسم ہے مگر یہ بھی غلط ہے کیونکہ ملائکہ سب ایک ہی قسم کے ہیں ایک دم سب پیدا ہوئے اور یکدم زندہ ہوئے اور قریب قیامت بوقت صُور سب ایک دم فوت ہو کر اور دوسرے صور پر سب زندہ ہوں گے ۔

فائدے

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے ۔

پہلا فائدہ ۔ آخر میں آنا عظمت و افضلیت اور اشرفیت کی دلیل بھی ہو سکتی ہے ۔ دیکھو اکثر مفسرین فرماتے کہ آدم علیہ السلام باقی انسانوں کے علاوہ دیگر اجناس مخلوق میں آخری مخلوق ہیں اور ان کو اشرفیت و خلافت کا تاج عطا فرمایا گیا ۔ تمام ملائکہ جنات نباتات جمادات حیوانات پہلے پیدا کئے گئے ۔ بحر چند کے تو اسی طرح نبوت میں آقائے کائنات سب سے آخر میں تشریف لائے لہٰذا تمام خلقت سے افضل ہوئے آپ کی افضلیت کی لاکھوں دلیلوں میں سے یہ بھی ایک دلیل بن سکتی ہے ۔ یہ فائدہ مِنْ قَبْلُ کے خصوصی ذکر فرمانے سے حاصل ہوا ۔

دوسرا فائدہ ۔ رب تعالیٰ کا کسی کو کسی بھی لقب سے یاد فرما لینا بھی اس کی انتہائی خوش قسمتی ہے ۔ لہٰذا رب تعالیٰ کا حضرت آدم یا کسی بھی نبی علیہم السلام کو بشر کہدینا بھی ان کی عظمت کی نشانی ہے اس لیے بشر مباشرت بالید کے معنیٰ میں ہے ۔ یعنی اپنے رب کے دست قدرت سے بنے ہوئے ۔ یہ فائدہ خالقٌ بَشَرًا فرمانے سے حاصل ہوا ۔ سجدہ صرف جسم آدم کو نہ تھا بلکہ روح اور جسم کو تھا یہ فائدہ وَنَفَخْتُ کے بعد فَقَعُوْا ف تعقیبیہ فرمانے سے حاصل ہوا ۔

تیسرا فائدہ ۔ انسان کو شیطان سے ہر وقت پناہ الٰہی مانگنی چاہیئے اور بچنے کی ہمت چاہنی چاہیئے ۔ اس لیے کہ شیطان مسامات انسانی میں بھی داخل ہو سکتا ہے اتنا سخت لطیف ہے ۔ یہ فائدہ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ فرمانے سے حاصل ہوا کیونکہ نارِ سموم انتہائی نرم و گرم آگ کو کہتے ہیں ۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں ۔

پہلا مسئلہ ۔ بشریت صرف جسم کا نام ہے لیکن نبوت ۔ ولایت غوثیت قطبیت اور موسیٰ عیسیٰ ہونا علیہم السلام یہ روح مع الجسم کا نام ہے ۔ اور روح مع الجسم ہونا عالمِ ارواح میں نہیں تھا بلکہ زمین پر دنیوی زندگی سے شروع ہوا لہٰذا اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ الخ سے وفات مسیح کی دلیل لینا جہالت ہے ۔ یہ مسئلہ وَنَفَخْتُ الخ سے مستنبط ہوا ۔ اسی لیے عالم ارواح میں کسی کا نام نوح و ابراہیم یا عبدالقادر جیلانی وغیرہ نہ تھا کسی کی بشارت میں نام لینے کا مطلب بھی یہ ہوتا ہے کہ فلاں کا یہ نام ہوگا ۔ دوسرا مسئلہ ۔ مٹی بذاتِ خود پاک ہے کسی رنگ کسی بو کی مٹی کی ذاتی بدبو اس کو پلید نہ کرے گی ۔ لہٰذا کالی کیچڑ کیسٹروں کو للہ اور ہو پاک کردی گندی پڑتے نہ دیکھی ہو کسی نے تو وہ عندالشرع پاک ہو گی اس کو خشک کر کے تیمم جائز ۔ ہے یہ مسئلہ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ کے ایک ترجمے سے مستنبط ہوا ۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض ۔ یہاں فرمایا گیا کہ ہم نے جنات کو آگ سے پیدا کیا۔ یہ بات عقل میں نہیں آتی خاصیت آگ یہ ہے کہ اُس میں کوئی چیز نہیں ٹھہرتی جل جاتی ہے پھر نارِ سموم تو بہت ہی تیز ہے۔ وہاں زندگی عقل خرد کس طرح ٹھہر سکتی ہے۔ مٹی اور نور میں تو ہزاروں چیزیں موجود ہیں۔ لہٰذا زندگی بھی ٹھہر سکتی ہے۔

جواب ۔ انسانی جسمانیت میں چار عناصر ہیں جن میں ایک آگ بھی ہے وہاں آگ نے جان اور عقل کو کیوں نہیں جلا یا اس پر تو نہ کوئی اعتراض ہے نہ اختلاف کہ آگ ایک جسم ہے خواہ لطیف ہی ہو۔ لہٰذا جسم لطیف میں قادرِ مطلق زندگی پیدا کر سکتا ہے نیز یہ کہنا بھی غلط ہے کہ آگ ہر چیز کو جلا دیتی ہے۔ دیکھو لوہے کے اندر آگ پوری سرایت کر گئی یہاں تک کہ اس کو نرم کر دیا پگھلا دیا مگر جلا نہ سکی۔ مٹی کو آگ نہیں جلا سکتی ۔ اسی طرح جس طرح کہ لوہا سونا چاندی آگ میں باقی رہا زندگی عقل بھی آگ میں باقی رہ سکتی ہے۔

دوسرا اعتراض ۔ یہاں فرمایا گیا فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ملٰئکہ جمع ہے مَلَکٌ کی جس نے تمام فرشتوں کو سجدے میں شامل کر دیا اور کُلُّهُمْ نے تاکید کر دی تو پھر اَجْمَعُوْنَ کیوں فرمایا گیا یہ لفظ تو بیکار اور زائد لگتا ہے۔ (معاذ اللہ)

جواب ۔ علماءِ نحو نے اس کے مختلف جواب دیے ہیں۔ سیبویہ نحوی اور خلیل نحوی نے کہا کہ یہ دونوں ایک جیسی تاکیدیں ہیں یعنی تاکید کے بعد تاکید ۔ اور اس سے حصر اور بحقی کلام اہتمامِ سجدہ ثابت ہوا۔ لیکن مبرد نحوی نے فرمایا کہ كُلُّهُمْ سے پہلے لفظِ ملائکہ کی جمعیت نے کثرت بتائی اور كُلُّهُمْ نے کلیت یعنی تمام فرشتے ہونا بتایا جس سے سب ہی ملائکہ کی سجدے میں شمولیت ثابت ہوئی لیکن اَجْمَعُوْنَ نے بیک وقت اکٹھا مل کر سجدہ کرنا بتایا۔ اور یہ تفسیر صحیح ہے امام ابن انباری فقیہ نے بھی اسی کو پسند فرمایا۔ (مسائل الرازی)

تیسرا اعتراض ۔ مبرد نحوی کی بات غلط ہے کیونکہ اگر اَجْمَعُوْنَ سے ایک دم سب کا مل کر سجدہ کرنا مراد لیا جائے تو یہ ملٰئکہ کا حال بنتا ہے اور حال ہمیشہ منصوب یعنی زبر والا ہوتا ہے تو چاہیئے تھا کہ یہ لفظ اَجْمَعِيْنَ ہوتا۔ نہ کہ اَجْمَعُوْنَ (زجاج نحوی، تفسیر مظہری)

جواب ۔ علماءِ نحو کے نزدیک جس طرح لفظ كُلٌّ اسم تاکیدی ہے اسی طرح اَجْمَعُ بھی اسم تاکیدی ہے اَجْمَعُوْنَ اسی اَجْمَعُ کا جمع ہے۔ كُلٌّ اَجْمَعُ اَكْتَعُ اَبْصَعُ یہ سب حروف سمی و حد ہوں یا جمع فقط تاکیدِ کلام کے لیے ہی مستعمل ہوتے ہیں ہاں بعض لفظ تاکیدِ کثرت کے لیے ہوتے ہیں اور بعض تاکیدِ کیفیت کے لیے۔ جس لفظ میں جتنے احتمال ہوں اتنی ہی تاکیدوں کے لیے تاکیدی لفظ بولے جاتے۔ چونکہ یہاں ملائکہ کی سجدہ ریزی میں دو چیزیں تھیں جمعیت اور اجتماعیت یعنی ساروں کا سجدہ اور ایک دم سجدہ اس لیے تاکید کے لیے دو لفظ ارشاد ہوئے اور دونوں بالکل کار آمد مفید ہیں کوئی لفظ ان دونوں میں سے نہ بیکار ہے نہ زائد۔ كُلُّهُمْ نے ملائکہ کی جمعیت کی تاکید کی اور اَجْمَعُوْنَ نے اجتماعیت کی تاکید کی اَجْمَعُوْنَ جمعیت اور کثرت کی تاکید نہیں کر سکتا جیسے کہ كُلٌّ سے اجتماع کی تاکید نہیں ہوا کرتی ۔ لفظِ تاکیدی تمام اپنے علیحدہ معانی

میں مستعمل ہیں کوئی ایک جیسی تاکید نہیں کرتا اس لیے سیبویہ وغیرہ نحات کا قول قطعاً غلط ہے کہ یہ دونوں ایک جیسی تاکید کر رہے ہیں۔ اور اعتراض بھی غلط ہے کہ یہ حال ہو سکتا ہے اور اگر حال ہو تو منصوب ہونا چاہیئے جس کی شکل اَجْمَعِیْنَ ہوتی ہے نہ کہ اَجْمَعُوْنَ یہ سب کچھ غلط ہے۔ صحیح اور قوی یہ ہی ہے کہ یہ حال نہیں بلکہ تاکید ہے اور تابع تاکیدی کی بنا پر کُلُّھُمْ کی مثل بحالتِ رفع ہے نہ کہ بحالتِ فتحہ۔

تفسیر صوفیانہ

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ وَمَاۤ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ۔ اے عالمِ ناسوت میں غفلت کی زندگی برباد کرنے والو۔ عبرت کی آنکھوں تفکر کی عقلوں تدبر کے فہموں سے غور کرو کہ ہم نے ہی تمہارے روح و جگر ظاہر و باطن قلب و قالب کے لیے ضروریاتِ ابدی کی بقاء عطا کے لیے مفید سامان اور رزق و روزی بنائے ہیں اور تمہارے اعضاء قویہ کو بھی ہر قسم کی روزی مہیا فرمائی جن کو تم رزق دے سکتے ہی نہیں۔ اے ناسمجھ بندو دنیا داروں کی طرف آسیں باندھتے ہو۔ امیروں کو داتا اور رازق سمجھتے ہو۔ سرداروں کے دروازوں کی طرف دوڑتے ہو حالانکہ کوئی ایسا رزق اور ضروریاتِ مخلوق کی چیز نہیں ہے جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں۔ تربیتِ اجسامِ کائنات کے لیے زمینِ ظاہر کے پہاڑوں میں فضاؤں ہواؤں میں لاتعداد خزانے ہیں اور پرورشِ روح کے لیے عالمِ باطن میں بیشمار مخزن و معدن پیدا فرما دیئے گئے ہیں عارفین فرماتے ہیں کہ باری تعالیٰ جلّ مجدہٗ نے جسمِ انسانیت میں کثیر حسبِ مناسبت اور وقفِ ضرورت۔ لائقِ حاجت ۱۸ خزانے پیدا فرمائے ہیں جن کو معلوم مقدار سے معرفت کی نگاہ دیکھتی ہے۔ پہلا خزانہ صورتِ ظاہری دوم خزانۂ اسمی سوم خزانۂ معنوی چہارم خزانۂ رنگ پنجم خزانۂ رائحہ (خوشبو) ششم خزانۂ لذت ہفتم خزانۂ طبعی۔ ہشتم خزانۂ خاصیت نہم خزانۂ احوال۔ دہم خزانۂ وارداتِ الٰہیہ ۱۱ خزانۂ نفعی ۱۲ خزانۂ نقصانی ۱۳ خزانۂ ظلمت ۱۴ خزانۂ انوار ۱۵ خزانۂ ملکوتی ۱۶ خزانۂ لطف و رحم ۱۷ خزانۂ قہر و غضب ۱۸ خزانۂ صفاتِ اللہ قلبِ مومن اور نفسِ بشریت ان خزانوں کے معدن و مخزون ہیں۔ اور قالبِ انسانیت پر ازل کی تقدیر کے مطابق انتہائی معلوم اندازے سے تقاضاء بدنی کی حکمتِ بالغہ سے ہم ہی نازل فرماتے ہیں۔ ہماری ایجاد اور انزال ایسے ہی اندازوں سے ہے جو ہماری معرفت والوں کو معلوم ہے۔ اور ہم نے ہی خیر و شر کی ہوائیں ہر رنگ سے بھری ہوئیں جسمِ انسانی میں بھیجیں تو آسمانِ قدسیہ کے سات لطیفوں کے اسرار سے عشق و عقل فہم و فراست اور کشف و مراقبہ کے پانی ہم نے نازل کیے اور ذوق و مستی کے پیاسو اُسی تذکیۂ نفس اور جلاءِ روحانی کے پانی سے ہم نے تم کو سیراب کیا۔ اور تفکراتِ دنیا کے جھلسے ہوؤں کو ہم نے شربتِ قربِ ذات کا پانی پلایا۔ یہ لذات کے خزانے تمہاری طاقت و اختیار میں نہ تھے۔ نہ ہی توفیقِ الٰہی کے بغیر تم اس کے خزانچی بن سکتے تھے۔ وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ اِنَّهٗ

حَكِيمٌ عَلِيمٌ ۝ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ۝ اے ہوش عقل اور گوش قلب و
ذِہن فہم والو۔ سماعت تدبر سے سنو کہ بیشک ہم ہی زندگی ایجاد کرکے کائنات کو زندگی بخشتے ہیں۔ اور زندہ رکھتے ہیں اور ہم
ہی موت کو پیدا فرما کر مردہ کر دیتے ہیں۔ ہم ہی زمین ملکوتی کو زندہ کرتے ہیں کہ باغ و ثمر اُگ جاتے ہیں ہم ہی زمین کو مردہ
کرتے ہیں کہ جھاڑ و خار نمودار ہو جاتے ہیں ہم نے ہی کسی کو سرسبز شاداب کر دیا کسی کو بنجر بیابان کر دیا۔ بارش سے زندگی۔
خزاں سے موت دیتے ہیں۔ کسی کو ایمان کی زندگی کسی کو کفر کی موت دیتے ہیں۔ اسی لیے مومن قبر میں بھی زندگی والا ہے
اور کافر چلتا پھرتا بھی مردہ ہے۔ ہم ہی دلوں کو انوارِ مشاہدہ کی زندگی بخشتے ہیں۔ اور مجاہدے کی آگ میں موت دیتے ہیں۔
ہم ہی اہل سعادت کو توفیقِ عبادت سے حیاتِ ابدی دیتے ہیں اور فاسق و فاجر کو متابعتِ شہوات کی عارضی غفلت کی
موت مارتے ہیں۔ ہم ہی راہِ معرفت کے مخلص سالکین کو شہودی تجلیاتِ ذات کی دائمی بقا دیتے ہیں اور اہل مکر و فساد اور
دنیا پرستوں کو حجاب و محرومی کی موت مارتے ہیں۔ بس ہمارا ہی فعل مارنا ہے اور ہمارا ہی فعل زندہ رکھنا ہے ہم ہی خالقِ
حیات و موت ہیں اور ہم ہی اپنے ولیوں کے دلوں کو اپنے جمال کے انوار سے زندہ رکھتے ہیں اور ان کے نفوسِ امارہ کو اپنے
جلال کی نظرِ قہاری سے ابدی موت دیتے ہیں۔ اور اپنے عاشقین و طالبین کے ہم ہی وارث ہیں۔ تاکہ وہ ضربِ لَا اِلٰہ
سے اپنے وجودِ ہستی کو فنا کریں اور ہماری بقا سے باقی رہیں۔ جب طالبِ حق ہمارے قرب سے موتِ وصل سے
فنا ہو جاتا ہے تو ہم اس کے وارث ہو کر اس کو منزلِ بقا تک پہنچا دیتے ہیں۔ اور البتہ بیشک مسافرانِ طریقت میں
اقدامِ عشق اور محبت کے پیروں سے تیز چل کر آگے بڑھنے والوں کو بھی ہم اچھی طرح جانتے ہیں اور غافل نفس پرستوں
کے پیچھے رہنے والوں کو بھی ہم جانتے ہیں۔ کون وادیِ عشق کو الفت سے طے کرتا ہے کون نفرت سے کون تیزی سے
کون سستی سے آپ کا رب ان تمام متقدمین اور تمام متاخرین کو بیشک ایک وادیِ انتظار میں جمع فرمانے والا ہے۔ وہیں
پر خوش بختوں کے لیے قرب کے دروازے کھلتے ہیں اور بدبختوں کے لیے ہجر کی محرومی کے حجاب لگتے ہیں۔ اس
تقسیمِ ازلی و ملی میں بیشک وہ رب تعالیٰ حکمت والا ہے اور ہر حقیقت و معاد کو جاننے والا ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ
بندہ طالب ہے مولیٰ مطلوب۔ اور طالب عاقل ہے مطلوب حکیم ہے اور عاقل فہیم ہوتا ہے لیکن حکیم علیم ہوتا ہے۔
فہم کو زوال ہے علم کو کمال ہے۔ زوال کو فنا ہے کمال کو بقا ہے۔ فانی کی فنا عطائی ہے لیکن باقی کی بقا ذاتی ہے بندہ نہ
کسی کو فنا دے سکتا نہ بقا۔ بس مولیٰ تعالیٰ ہی صلصالِ معدومیت سے حمإٍ مسنونٍ کی فنا کو لبادۂ انسانیت کی بقا عطا
فرماتا ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ اے دنیاءِ معرفت میں چلنے والو بیشک ہم نے انسان کو زمین کی اس صلصال سے پیدا کیا جو حماءِ
مسنون کے خزانوں سے بھری ہوئی ہے۔ زمین بھی اسرارِ الٰہیہ میں سے ایک عظیم بھید ہے۔ رب تعالیٰ کے ظاہری باطنی۔
روحانی جسمانی۔ نورانی عرفانی کے ہزارہا خزانے جو زمین میں بکھیر دیئے اور اسی زمین سے اپنی پسندیدہ مخلوق کو انوارِ عشق
کی امانت کا گراں مایہ خزانہ دیکر عالمِ ملک و ملکوت اور جہان کر دیاں پر اشارہ فرما دیا کہ انسان بھی اللہ کی بھیدوں میں سے ایک

بھید ہے ۔ جس طرح کے سارے کروں میں زمین چھوٹا کرہ ہونے کے باوجود قدرت کے سارے مادی خزانوں کی عظیم امانت دار ہے ۔ اسی طرح اسی زمین کی مٹی سے پیدا کئے ہوئے انسانی سینہ دل دماغ قدرتِ الٰہیہ کے سولہ خزانوں کا کتنا بڑا امین ہے ۔ اسی میں خزانۂ نبوت رسالت ۔ مرسلیت ہے ۔ اسی میں شریعت طریقت معرفت حقیقت کے معدن ہیں ۔ ان ہی دل و دماغ میں ۔ علوم سمٰوات والارض ہے ۔ یہیں پر کلامِ الٰہی آیتِ قدرت و کرامت فطرت کے خزانے مدفون ہیں ۔ یہی مبارک سینے غوثیت ولایت قطبیت کا مخفی مرکز ہیں اسی سرزمینِ بشریت پر علم و افکار کے پھول کھلتے ہیں یہ اشرفیت نہ ملائکہ کو حاصل ہوئی نہ جنات کو ۔ اس لیے کہ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۔

اور جنات کو ساٹھ ہزار سال پہلے ایسی آگ سے ہم نے پیدا فرمایا جو صرف پیشِ سوزاں ہی ہے اس میں فیضانِ الٰہیہ کا کوئی خزانہ موجود نہیں ۔ یہ بعد میں پیدا کرنا بھی ہمارا عظیم کرم ہے جو ہم نے انسانیت پر فرمایا ۔ اے انسان تو ہمارے خانۂ قدرت کا دروازہ ہے تو صفاتِ الٰہیہ کے پھل پھول والا درخت ہے ۔ تو ہی ہمارا قانونِ کلی ہے اور تو ہی ہماری قدرت کا طبع ہے اس لیے تو ہمارا خلیفۃ الارض ہے ۔ اور محبوبِ آسمانی ہے یہی وجہ ہے کہ حبیب فرمایا تیرے رب نے تمام فرشتوں سے ۔ نوریوں سے جن میں تیری اظہارِ عظمت کے لیے کئی صدیاں پہلے ایک ناری کو بھی شامل کر لیا ۔ اس کو بھی ساتھ فرمایا کہ بیشک میں اہلِ عقل میں سے خاتم المخلوق بشر کو پیدا کرنے والا ہوں جس کا ہر فرد ہی میری قدرت کا بھید میری صفات کا مظہر میرے ملکوت کا مالک اور میری شانِ صنعت کا خزانہ ہوگا ۔ کمزور اتنا کہ حماءٍ مسنون سے ہوگا اور قوتِ گویائی ایسا کہ صلصال سے ہوگا ۔ عاجز اس لیے کہ نحیف مٹی سے ہوگا ۔ قوی اس لیے کہ مظہرِ جلالِ الٰہی ہوگا ۔ اور باکمال ایسا کہ فرشتے بھی اس کی شاگردی پر فخر کریں گے اور بارعب ایسا کہ شیطان بھی اس کے سایہ سے بھاگیں گے تھرائیں گے ۔ صوفیاءِ کرام فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے تین چیزوں میں عقل و فہم ودیعت فرمائی ۔

(۱) نور میں شرافت کے ساتھ (۲) نار میں شرارت کے ساتھ (۳) اور خاک میں عجز کے ساتھ ۔ اس لیے جب بندۂ سالک اپنی ذات و صفات مٹا کر حق تعالیٰ کی ذات و صفات میں فنا ہو جاتا ہے تو حق تعالیٰ کی ذات و صفات سے قریب و متصف ہو جاتا ہے اور خودی کے فنا کے بعد باقی الوجود ہو جاتا ہے اسی مقامِ عبدیت پر اس حدیثِ پاک کا مظہر بن جاتا ہے کہ خود قوتِ الٰہیہ اس کے کان آنکھ ۔ ہاتھ ۔ زبان بن جاتا ہے اور بندہ اپنے مولیٰ کے قدموں سے چلتا ہے غرض کہ ہر لحاظ سے اس کی صفات کا مظہر بن کر خلافت فی الارض کے کام کرتا ہے ۔ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اِلَّآ اِبْلِیْسَ اَبٰٓى اَنْ یَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ۔

پھر جب اس جوہر یکتا کو اہلیت و قابلیت کی برابری سے نواز دوں اس طرح کہ امانتِ الٰہی اور روحِ عرفانی کے لائق یہ مجسمہ ہو جائے اور اپنے دستِ جمال اور قوتِ کمال سے اس قالب میں ملکوتِ اعلیٰ کی قربِ کمال والی روح پھونک دوں جو

خاص مقام قرب میں میری روح ہے۔ اور سوائے اس مخلوق انسانیت کے کسی اور دوسری مخلوق کو یہ روح نہ دی گئی۔ اسی روح کی سب شانیں اور قوتیں ہیں۔ یہی روح اعظم ہے مظہر ذات الٰہی ہے۔ اسی پر ربوبیت الٰہی کا پورا ظہور ہے صوفیا کی زبان میں اس کو قلب کہتے ہیں منطقی اس کو نفس ناطقہ کہتے ہیں علماء شریعت اسی روح کو عقل کہتے ہیں۔ یہ روح کائناتِ جسم میں ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ یہی سلطانی روح ہے۔ ذاتِ احدیت کے باطنی غیوب میں سے ہے جس طرح صفاتِ الٰہیہ کا لیہ پہلے ذات احدیت کے غیوب میں تھیں اسی طرح یہ روح تعلق بدنی سے پہلے روحِ باطن تھی جو مقام خاص کی قوت میں تھی۔ اس قوت کا نام عالم امر ہے وصیں تقدیر ازلی کا دفتر ہے۔ یہ روح عاشق صادق اس کا پہلا معشوق اللہ تعالیٰ ہے۔ دوسرا معشوق اپنا بدن ہے۔ امام غزالی و امام رازی نے فرمایا روح اپنی ملاقاتِ بدن سے پہلے اثر مجرد ہے اور اس کی دو قوتیں ہیں۔ ۱۔ روحِ سلطانی۔ ۲۔ روحِ حیوانی۔ قوتِ سلطانی کا مقام جوفِ قلب ہے۔ اور صفاتِ ارواح بدن کے افعال و حرکات ہیں۔ حبیب اللہ کریم کل مجدہٗ نے حماءٍ مسنون سے بدن انسانی کو تخلیق فرمایا تو اس میں اپنے تین بھید معین فرمائے۔ ۱۔ تعینِ حقیقی ۲۔ تعینِ ایجابی ۳۔ تعینِ سلبی۔ جس طرح جسم انسانی کی آنکھ فرشتوں کو جنات کو نہیں دیکھ سکتی اسی طرح فرشتوں کی اور جنات کی نوری و ناری آنکھ ان انسانی باطنی اسرارِ الٰہیہ کو نہیں دیکھ سکتی۔ تعینِ حقیقی سر الاسرار ہے اس کو وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي کا لقب ذی شان عطا ہوا۔ یہی ذات واحد کا مظہر ہے اور یہی عرش اللہ۔ تعین ایجابی کا نام روحِ سلطانی ہے۔ یہ صفاتِ واحد تعالیٰ کا مظہر ہے۔ تعینِ سلبی کا نام روح حیوانی ہے یہ بندے کے افعال و اعمال کا مظہر ہے اسی کو۔ امر ربی۔ کا اعلیٰ لقب عطا ہوا۔ ان میں سے کسی پر حجاب قرب نہیں آسکتا مگر جس پر جہالتِ نفس چھا جائے۔ اور غفلتِ شیطانی آجائے اگر کسی ہادی۔ مرشد برحق کے دستِ یَدُاللّٰهی سے یہ غفلت و جہالت کے پردے پھٹ جائیں تو انوار تجلیاتِ الٰہیہ کا اسی طرح مشاہدۂ قلب اور معاینۂ چشم کرنے لگے جس طرح دوپہر میں سورج کو دیکھا جاتا ہے۔ اے میرے کریم رحیم رب میرے ان حجابات کو دور فرما۔ وسیلۂ نبوتِ مصطفیٰ اور وسیلۂ ولایتِ غوث الورٰی کے صدقے و طفیل سے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان ہی تعینات ثلٰثہ کی طرف اشارہ ہے اسی حدیثِ مقدسہ میں اَعْرَفُكُمْ بِنَفْسِهٖ اَعْرَفُكُمْ بِرَبِّهٖ اور دوسری حدیثِ پاک میں ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ بدن انسانی کے یہ بھید اتنے بڑے ہیں کہ ستر ہزار عالم اور زمین و آسمان عرش و کرسی لوح و قلم۔ اور تمام خزانہ و علوم اس کے گوشوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ بدنِ انسانی فرشتوں کی گزرگاہ شاہراہ ہے۔ ان بھیدوں کی معرفت فقط اسی کو نصیب ہوتی ہے جو دریاءِ تفکر میں متغرق ہو گیا جس خوش نصیب کو تفکر کی دولت حاصل ہوئی اس کے لیے ساری کائنات مخلوقات مسخر ہو گی ایسی ہی ہستی صفات کو خلیفۃ اللہ فرمایا گیا۔ اسی کے لیے تمام ملائکہ زمینی و آسمانی عرشی و کرسی۔ جبرائیل و میکائیل۔ ناری و نوری کو سجدہ ریز ہونے کا حکم عطا فرمایا کہ اے ملائکہ۔ فَقَعُوا لَهٗ سٰجِدِيْنَ۔ اس کے لیے سجدے کرتے کرتے گر جاؤ۔ یہ حکم اس لیے ہوا کہ یہ روح سرمدی مراتب قرب کے اعلیٰ رتبے میں تھی نفخہٗ الٰہی سے اسفل قالب کی طرف آئی۔ اب اس سیر ملکوتی سے وہ روح سارے مقامات کو طے کرتی

ہوئی عبور کرتی ہوئی نور و نار کے مقام سے گزرتی ہوئی شرافتِ خلافت سے مزین ہوئی اس لیے سب اس کو سجدہ کرو۔ بدنِ انسانی کعبۂ ملائکہ بنا اور روحِ انسانی آفتابِ ملائکہ ہو گی۔ اسی لیے تمام فرشتوں نے بیکدم سجدہ طلب کیا۔ مگر ابلیس ناری نے ساجدینِ عظمت میں شامل ہونے سے انکار کر دیا۔ کسی نے بھی اُس بھید کو نہ جانا مگر ابلیس نے استحقاقِ سجدہ کو نہ سمجھا دوسرے ملائکہ نے استحقاق کو جان لیا کہ تمام مخلوق کی شانیں فضیلتیں قوتیں عظمتیں اسی ایک چھوٹے سے جسم خاکی میں روپوش ہیں۔ ابلیس نے اس رمز کو نہ پایا اور دشمن حاسد بن بیٹھا۔ اور بندے پر بشریتِ ظلمانی کا حجاب ڈال دیا۔ اسی لیے کوئی بندہ کسی حال میں شیطان سے محفوظ نہیں بجز حالتِ سجدہ کے کہ جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو شیطان قریب نہیں آ سکتا۔ (تفسیر روح البیان)

قَالَ يٰۤاِبۡلِيۡسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوۡنَ مَعَ السّٰجِدِيۡنَ ﴿۳۲﴾

فرمایا اے ابلیس کیا ہوا تجھ کو یہ کہ نہ ہوا تو ساتھ سجدہ کرنے والوں کے

فرمایا اے ابلیس تجھے کیا ہوا کہ سجدہ کرنے والوں سے

قَالَ لَمۡ اَكُنۡ لِّاَسۡجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقۡتَهٗ مِنۡ

بولا نہیں ہوا میں اس لیے کہ سجدہ کروں کو بشر جس کو پیدا کیا تو نے سے

الگ رہا۔ بولا مجھے زیبا نہیں کہ بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے بجتی مٹی سے بنایا

صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ ﴿۳۳﴾ قَالَ فَاخۡرُجۡ مِنۡهَا

کھنکھنی مٹی جو پرانے ہے گارے بدبودار سے فرمایا تو نکل جا سے اس جنت

جو سیاہ بودار گارے سے تھی۔ فرمایا تو جنت سے نکل جا کہ تو مردود ہے

فَاِنَّكَ رَجِيۡمٌ ﴿۳۴﴾ وَّاِنَّ عَلَيۡكَ اللَّعۡنَةَ اِلٰى يَوۡمِ

پس بیشک تو مردود ہے اور بیشک پر تجھ لعنت ہے تک دن

اور بیشک قیامت تک تجھ پر لعنت ہے۔ بولا اے میرے رب تو مجھے مہلت دے اس دن

الدِّيْنِ ﴿۳۵﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۳۶﴾

دین کے فیصلہ کے۔ بولا اسے میرے رب پس مہلت دے مجھ کو تک اُس دن کہ اٹھائے جائیں گے ۔ تک کہ وہ اٹھائے جائیں ۔ فرمایا تو اُن میں سے جن کو

قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ

فرمایا تو بیشک تو ہے سے مہلت دیے ہوؤں تک دن وقت

اس معلوم وقت کے دن تک مہلت ۔ بولا اے رب میرے قسم اُس کی کہ تو نے مجھے

الْمَعْلُوْمِ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ

مقرر۔ اس نے کہا اے میرے رب قسم اس کی کہ گمراہ کیا تو نے مجھ کو

گمراہ کیا میں انہیں زمین میں بھلاوے دوں گا اور ضرور میں اُن سب کو

لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا

البتہ ضرور ورغلاؤں گا میں اُن کو میں زمین اور البتہ ضرور گمراہ کروں گا میں اُن سب کو مگر

بے راہ کروں گا ۔ مگر جو اُن میں تیرے چنے

عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾

تیرے بندوں کو سے اُن خلوص والے

ہوئے بندے ہیں

تعلق ان آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق ۔ پچھلی آیت میں شیطان کی سرکشی کا ذکر ہوا اب اِن آیات میں شیطان کے اُس مکالمے کا ذکر ہوا جس میں اُس نے اپنی سرکشی کی وجہ بیان کی۔ **دوسرا تعلق** ۔ پچھلی آیات میں انسانیت کی خوشبختی اور شان کا ذکر ہوا کہ سب فرشتوں نے اُس کو سجدہ کیا اب اِن آیات میں انسان کی اُس بدبختی کا ذکر ہو رہا ہے جس کی بنا پر انسان خود اپنے

رب کریم کے سجدے کا منکر ہوگا۔ تیسرا تعلق - پچھلی آیتوں میں بتایا گیا تھا کہ شیطان کو آگ سے پیدا کیا گیا۔ اب ان آیت میں اس کی جلی کٹی باتوں کا ذکر ہے جو آگ کی خاصیت ہے۔

تفسیر نحوی

قَالَ يَآاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ۔ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ قَالَ فعل ماضی مطلق اس کا فاعل هُوَ ضمیر اس میں ہی پوشیدہ جس کا مرجع اللہ رب تعالیٰ ہے۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا اگلی عبارت سجدین تک اس کا مقولہ ہے۔ یا حرفِ ندا قریب کے لیے۔ اِبْلِيْسُ اسم مفرد معرفہ منادیٰ ہے اس لیے بنی ہے ضمہ پر غیر منصرف ہے عجمی عَلَمْ ہے شیطان کا۔ ندا اپنے منادیٰ سے مل کر منتسب ہوا اگلی عبارت مُسبب ندا۔ مَا حرفِ استفہام یعنی سوال۔ لام جارہ مفعولیت کاف کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مجرور متصل کا مرجع ابلیس ہے جار و مجرور متعلق ہے پوشیدہ اسم فاعل مَانِعٌ کے۔ یعنی کیا ہے منع کرنے والی چیز تجھ کو۔ اَلَّا۔ دو حرف ہیں ۱۔ اَنْ ناصبہ مصدریہ ۲۔ لا نافیہ مضارع کے ساتھ ہے لَا تَكُوْنَ۔ فعل مضارع منفی ناقصہ ہے اَنْتَ ضمیر حاضر مستتر اس کا اسم ہے۔ اگر تامہ ہے تو ضمیر فاعل ہے اور مرجع ابلیس ہے منصوب ہے اَنْ ناصبہ سے مَعَ اسم ظرف مکانی بحالتِ فتحہ ہے پہلی صورت خبر ہے لَا تَكُوْنَ کی اور دوسری یعنی تامہ کی صورت میں مفعول معہٗ ہے لَا تَكُوْنَ۔ ساجدین جمع مذکر سالم ہے سَاجِدٌ کی اسم فاعل ہے مراد ملٰئکہ ہیں یہ جملہ فعلیہ ناقصہ مفعول بہٖ ہے مَانِعٌ پوشیدہ کا۔ قَالَ فعل ماضی معروف مطلق۔ واحد مذکر غائب قَوْلٌ اجوف واوی سے مشتق ہے۔ هُوَ ضمیر مستتر کا مرجع ابلیس ہے۔ فعل فاعل مل کر قول ہوا۔ لَمْ اَكُنْ۔ فعل مضارع معروف نفی جحد بلم صیغہ واحد متکلم ناقصہ ہے اَنَا ضمیر متکلم اس میں پوشیدہ ہے اس کا اسم ہے۔ لامِ جحود ہمیشہ مکسور ہوتا ہے اور فعل ناقصہ منفی کی خبر پر آتا ہے اس میں اَنْ ناصبہ پوشیدہ ہوتا ہے مضارع پہ داخل ہوتا ہے اس کو نصب دیتا ہے۔ وضاحت پیدا کرتا ہے جیسے یہاں۔ اَسْجُدَ فعل مضارع معروف بابِ نَصَرَ سے صیغہ واحد متکلم مخاطب ابلیس ہے۔ منصوب اَنْ پوشیدہ سے اَنَا ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے سُجُوْدٌ سے بنا ہے بمعنیٰ اصطلاحی سجدہ کرنا۔ لام جارہ نفع کا ہے یا بمعنیٰ اِلٰی ہے۔ بَشَرٍ۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ ظاہر کھال والا یعنی انسان مجرور نکرہ ہے جار و مجرور متعلق ہے اَسْجُدَ کا۔ موصوف ہے مابعد کا۔ خَلَقْتَ۔ فعل ماضی مطلق معروف واحد مذکر حاضر اَنْتَ ضمیر مستتر اس کا فاعل جس کا مرجع ہے رب تعالیٰ ہٗ ضمیر منصوب متصل کا مرجع بَشَرٍ ہے۔ مفعول بہٖ ہے خَلَقْتَ کا مِنْ جارہ تبعیضیہ یا بمعنیٰ ب سببیہ علتِ مادی کے لیے صَلْصَالٍ اسم مصدر رُباعی ہے بمعنیٰ اسم مفعول مُصَلْصَلٌ ہے مِنْ جارہ بیانیہ صفت پر داخل ہوا ہے صَلْصَالٍ نکرہ موصوف، حَمَاٍ اسم مفرد جامد بمعنیٰ کیچڑ گارا موصوف ہے۔ مَسْنُوْنٍ اسم مفعول واحد مذکر نکرہ بحالتِ کسرہ صفت ہے حَمَاٍ کی یہ مرکب توصیفی صفت ہے مجروری ہے صَلْصَالٍ کی اور وہ مرکب توصیفی جار و مجرور ہو کر متعلق ہے خَلَقْتَ کا۔ وہ جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہے بشر کی وہ جار و مجرور متعلق ہے اَسْجُدَ کا اور وہ جملہ فعلیہ خبر ہے لَمْ اَكُنْ کی اور جملہ ناقصہ مقولہ ہے قول کا۔ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ۔ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ

قَالَ فعل ماضی مطلق اس کا فاعل ھُوَ ضمیر پوشیدہ ہے جس کا مرجع رب تعالیٰ۔ فَ زائدہ بمعنی ب سببیہ برلئے توجیہ یعنی لہٰذا
اُخْرُجْ باب نصر کا امر ہے۔ صیغہ واحد حاضر اَنْتَ ضمیر اُس کا فاعل جس کا مرجع ابلیس ہے خُرُوْجٌ سے بنا ہے بمعنی نکلنا۔
مِنْ ابتداءِ غایت کے لیے ھَا ضمیر واحد مؤنث کا مرجع۔ جنت ہے یا وہ جگہ جہاں وہ اُس وقت موجود تھا۔ فَ تعلیلیہ بمعنی
کیونکہ اِنَّ حرف تحقیق کَ ضمیر اُس کا اسم منصوب متصل ہے مرجع ابلیس ہے۔ رَجِیْمٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ بروزن فعیلٌ
اسم مفعول کے معنی میں یعنی مَرْجُوْمٌ۔ رجم کیا ہوا۔ ملعون۔ مردود۔ دھکا دیا ہوا۔ رَجْمٌ سے بنا ہے لغوی ترجمہ ہے پتھروں سے
مارا ہوا۔ یہاں یہ مراد نہیں۔ بلکہ مجازی منقول معنی میں ہے۔ واؤ عاطفہ۔ عطف ہے فَاِنَّکَ پر۔ اِنَّ حرف تحقیق۔ علٰی جارہ برلئے
فوقیت کَ ضمیر کا مرجع ابلیس ہے۔ یہ جار و مجرور متعلق ہے قَائِمٌ یا نَافِذٌ یا ثَابِتٌ پوشیدہ اسم فاعل کا اور وہ جملہ
اسمیہ ہوکر خبر مقدم ہے اِنَّ کی۔ الف لام عہد ذھنی۔ لَعْنَتَ۔ اسم مفرد حاصل مصدر۔ بمعنی رحمت سے بہت دور۔ انتہائی
ذلت خواری۔ منصوب ہے کیونکہ اسم مؤخر ہے اِنَّ کا۔ اِلٰی حرف جر انتہاءِ غایت کے لیے یَوْم اسم مفرد جامد بمعنی دن۔
یا زمانہ۔ مراد قیامت کا وقت ہے۔ الف لام جنسی۔ دِیْن۔ اسم مفرد معرفہ جامد ہے۔ بمعنی۔ انسانوں پر جاری ہونے
والا مذھبی قانون۔ یا بمعنی شریعت۔ مذہب۔ خواہ سچا۔ خواہ بُرا۔ یہاں مراد سچا ہے۔ مجرور ہے مضاف الیہ ہے یہ
مرکب اضافی مضاف الیہ ہوکر مجرور اور جار مجرور متعلق دوم ہے۔ قَائِمٌ پوشیدہ کا۔ قَالَ فعل ماضی ھُوَ ضمیر پوشیدہ کا مرجع ابلیس
ہے۔ رَبِّ۔ دراصل ہے یَا رَبِّیْ۔ اے میرے رب۔ حرف ندا بوجہ قرینہ حذف ہوا تخفیف کے لیے اور یاءِ متکلم حذف
ہوئی علامت کسرہ کی بنا پر۔ لفظ رب منادا مجرور اپنے نداءِ پوشیدہ کے فعل اَدْعُوْ کا مفعول بہ ہوا۔ اور جملہ فعلیہ ہوکر مسبب
ہوا۔ فَ حرف عطف لغو سببیہ ہے۔ اَنْظِرْ۔ باب افعال کا امر حاضر معروف: واحد مذکر۔ اَنْتَ ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے
جس کا مرجع ہے رَبّ۔ مصدر ہے اِنْظَارٌ۔ بمعنی مہلت دینا ڈھیل دینا۔ نَظْرٌ سے بنا ہے۔ ترجمہ لغوی دیکھنا۔ غور کرنا۔
سوچنا۔ دیر کرنا۔ انتظار کرنا۔ یہاں باب افعال نے مہلت کے معنی پیدا کیے۔ نون وقایہ۔ یعنی۔ اعراب کو بچانے والی نون۔
یْ ضمیر واحد متکلم۔ منصوب متصل۔ مفعول بہ ہے اَنْظِرْ کا۔ اِلٰی جارہ انتہاءِ غایت کے لیے یَوْم۔ اسم مفرد جامد بمعنی دن
یا مدت۔ یُبْعَثُوْنَ۔ باب فتح کا مضارع مجہول بمعنی مستقبل صیغہ جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر جمع مستتر کا مرجع تمام انسان ہیں۔
بَعْثٌ سے بنا ہے۔ بمعنی۔ اٹھنا۔ اٹھانا۔ لازم بھی ہوتا ہے۔ اور متعدی بھی۔ یہاں متعدی مجہول ہے یعنی اٹھایا جانا۔
یہ جملہ فعلیہ مضاف الیہ ہے یَوْم کا۔ اور یہ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے اَنْظِرْ کا۔ وہ جملہ فعلیہ سبب ہوا اُس کا مسبب سبب
مقولہ ہے قَالَ کا۔ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ؕ اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ؕ قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَغْوَیْتَنِیْ
لَاُزَیِّنَنَّ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۙ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ
قَالَ ماضی مطلق اس کا فاعل ھُوَ ضمیر غائب مرجع رب ہے۔ فَ تعقیبیہ۔ یعنی اس کے بعد۔ اِنَّ حرف مشبہ کَ ضمیر اِس کا
اسم منصوب متصل ہے۔ مرجع ابلیس ہے۔ مِنْ جارہ تبعیضیہ۔ الف لام استغراقی مُنْظَرِیْنَ باب افعال کا اسم مفعول صیغہ جمع مذکر

بمعنی مہلت دیے ہوؤں سے۔ اِنْظَارٌ مصدر ہے۔ مجرور ہے۔ اِلیٰ جارہ انتہاءِ غایت کے لیے یَوْمِ اسم مفرد جامد مجرور بمعنی دن مَعْلُوْمِ اسم مفعول واحد مذکر۔ باب سَمِعَ سے ہے عِلْمٌ یا عَلْمٌ سے بنا ہے۔ بمعنی جانا ہوا یا مقرر کیا ہوا۔ عِلْمٌ کے معنے جاننا عَلْمٌ کے معنی ہیں نشان لگانا مقرر کرنا۔ مجرور ہے صفت تابع ہے یومِ الوقت کی۔ یہ مرکب توصیفی مضاف الیہ ہے یوم کا۔ وہ جار و مجرور متعلق ہے مُنْظَرِیْنَ کا۔ وہ جملہ اسمیہ ہو کر مجرور ہے اور متعلق ہے صرف فعل ناقصہ پوشیدہ کا۔ وہ جملہ ناقصہ فعلیہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی قَالَ۔ ماضی مطلق معروف قَوْلٌ سے بنا ہے بمعنی کہنا۔ بولنا۔ ھُوَ ضمیر اس میں پوشیدہ فاعل ہے۔ مراد ابلیس ہے۔ رَبِّ۔ دراصل تھا یَا رَبِّیْ (اے میرے رب) بِ جارہ سببیہ مَا اسم موصول۔ اَغْوَیْتَ باب اِفعال کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ واحد حاضر۔ نون وقایہ یْ ضمیر متکلم مفعول بہ ہے اَغْوَیْتَ کا۔ غَوْیٌ لفیف مقرون سے بنا ہے بمعنی گمراہ کرنا۔ پھسلانا۔ غلط راہ لے جانا۔ غلط راستہ پر بلا لینا۔ ضَلٌّ اور غَوْیٌ میں تین طرح فرق ہے پہلا یہ کہ ضَلٌّ کبھی لازم کبھی متعدی۔ غَوْیٌ بہر حال متعدی ہوتا ہے۔ دوسرا فرق یہ کہ ضَلٌّ غلط راستہ پر چلا دینا غلط راہ بتا دینا۔ مگر غَوْیٌ۔ غلط راہ پر ساتھ لے کر چلنا۔ یا غلط راہ پر بلانا تیسرا یہ کہ ضَلٌّ میں مُضِل کا گمراہ ہونا یا غلط ہونا ضروری نہیں۔ غَوْیٌ میں اِغْوا کرنیوالا خود بھی غلط راہ پر ہوتا ہے۔ اس کا مصدر ہے اِغْوَاءٌ۔ لام کلمہ یْ آخری ہمزہ سے بدل گیا۔ آسانی کے لیے۔ لَاُزَیِّنَنَّ۔ فعل لام تاکید با نون تاکید ثقیلہ صیغہ واحد متکلم۔ مخاطب ابلیس ہے۔ باب تفعیل سے ہے مصدر ہے تَزْیِیْنٌ۔ زَیْنٌ۔ اور زِیْنَتٌ سے بنا ہے۔ بمعنی خوبصورت کرنا۔ ملمع کرنا۔ فیشن کرنا۔ لام جارہ نفع کا ھُمْ ضمیر مجرور متصل کا مرجع انسان ہیں اس کو ذہنی مرجع کہتے ہیں کیونکہ ظاہراً آیت میں لفظِ انسان نہیں ہے۔ فِیْ جارہ ظرفیہ مکانیہ۔ الف لام جنسی اَرْضٌ اسم مفرد منصرف مؤنث لفظی۔ متعلق دوم ہے۔ واؤ عاطفہ عطف ہے لَاُزَیِّنَنَّ پر لَاُغْوِیَنَّ فعل لام تاکید با نون تاکید ثقیلہ واحد متکلم۔ باب افعال سے ہے اس کا مصدر ہے اِغْوَاءٌ۔ غَوْیٌ سے بنا ہے بمعنی اِغْوا کرنا۔ ھُمْ ضمیر جمع کا مرجع وہی ذہنی انسان ضمیر منصوب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے۔ اَجْمَعِیْنَ۔ اسم تاکیدی ہے۔ بحالت نصب ہے تاکید تابع ہے ھُمْ ضمیر کا۔ اِلَّا حرف استثنا متصل کے لیے ہے کیونکہ مستثنیٰ عِبَاد۔ داخل ہے ھُمْ مستثنیٰ منہ میں۔ عِبَادُ اسم جمع مکسر اس کا واحد ہے عَبْدٌ۔ مفرد جامد بمعنی بندہ کَ ضمیر مخاطب مجرور متصل مرجع ہے رب تعالیٰ۔ مِنْ جارہ تبعیضیہ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مجرور متصل الف لام اسمی بمعنی اَلَّذِیْنَ مُخْلَصِیْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر بحالت فتح صفت ہے عِبَادَ کی۔ باب اِفعال سے ہے مصدر ہے اِخْلَاصٌ۔ بمعنی خالص کرنا۔ صاف کرنا۔ صاف رکھنا۔ ایک طرف کا ہو رہنا۔ مخلصین کا ترجمہ ہے اپنے آپ کو صاف پاک خالص رکھے ہوئے لوگ۔

تفسیر عالمانہ

قَالَ یٰۤاِبْلِیْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ۔ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۔ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ

تمام ملائکہ سجدے میں پڑے ہوئے اور ابلیس ایک طرف دور ہو کر پیٹھ پھیرے کھڑا۔ اس لیے خود رب تعالیٰ نے بغیر کسی واسطے

کے ابلیس سے فرمایا۔ یہ فرمان ابلیس کو ذلیل کرنے کے لیے تھا لہٰذا اس سوال و جواب کے مکالمے سے ابلیس کلیم اللہ نہ ہوا۔ فرمایا اے ابلیس۔ یہ شیطان کا ذاتی اور پیدائشی نام ہے۔ بعض نے فرمایا کہ جب اس ابوالجن کو لباسِ ملکیت پہنایا گیا تب اس کا نام ابلیس ہوا۔ ایک قول ہے آج اس مکالمے اور سجدۂ آدم علیہ السلام سے انکار کے وقت پہلی دفعہ اسکو اسوقت اس نام سے خطاب کیا اس لیے کہ ابلیس بَلَسٌ سے بنا ہے اور بلسٌ کا معنیٰ ہے مکّار۔ وَاللہُ اعلم وَرَسُولُہٗ۔ اس کا اصل پیدائشی نام عزازیل بھی ہے۔ لیکن اب اس کا یہی نام رائج ہے۔ اے ابلیس تجھ کو کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔ جب کہ حکم سجدہ میں تو شامل تھا تجھ پر ہمارا اتنا کرم ہوا کہ تجھ کو ناریوں سے نکال کر نوریوں میں شامل کر دیا گیا۔ اور جب عظمت میں تو شامل تو حکم میں بھی تو شامل۔ یہاں تفسیر ابن کثیر نے۔ تفسیر ابن عباس سے عجیب روایت نقل کی۔ فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا فرمایا تو خبر دی کہ میں بشر کو پیدا کرنے والا ہوں تم سب اُس کو سجدہ کرنا۔ تمام ملائکہ نے انکار کر دیا کہ ہم نہیں کریں گے۔ رب تعالیٰ نے ایک آگ بھیجی جس نے تمام فرشتوں کو جلا کر ہلاک کر دیا پھر دوسرے فرشتے پیدا کئے اور ان کو حکم سجدہ دیا تو سب نئے فرشتوں نے سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا کہا ہم نے اطاعت کی مگر ان نئے فرشتوں میں صرف ابلیس منکر ہوا تو یہ استفسار ہوا جواباً ابلیس نے کہا کہ میں ایسا کم عقل نہیں ہوں کہ ایسے بشر کو سجدہ کروں جس کو تو نے خمیرے گارے کی حقیر مٹی سے پُتلا بنایا ہے۔ تفسیر ابن عباس کی یہ روایت قطعاً غلط اور اسرائیلی لغویات سے ہے۔ یہی نہیں تفسیر ابن عباس ان خرافات سے بھری ہوئی ہے اسی لیے یہ تفسیر محققین کے نزدیک نامقبول ہے۔ نگاہِ ابلیس نے حضرت آدم کے خالی ڈھانچے کو دیکھا اس میں معرفت و انوار کے خزانوں کو نہ دیکھ سکا نیز اس نے حضرت آدم کے عنصر ظاہری یعنی فقط مٹی کو جانا۔ حالانکہ انسانیت ہی وہ مخلوق ہے جس میں کائناتِ عالم کی تمام مخلوق کے عناصر موجود ہیں۔ ابلیس صرف نار ہے جبرئیل وغیرہ تمام ملائکہ صرف نور ہیں مگر انسان نار بھی ہے اور نور بھی۔ یہی وجہ ہے کہ رب تعالیٰ کو شیطان کا متکبرانہ اور احمقانہ جواب پسند نہ آیا تو ارشاد باری تعالیٰ ہوا۔ کہ تو نکل جا تو یہاں سے۔ یا مراد ہے جنت سے۔ یا مراد ہے آسمانوں سے۔ یا مراد ہے جماعتِ ملائکہ سے اور یہ تیسرا قول درست ہے۔ پہلا قول ان مفسرین کا ہے جو کہتے ہیں کہ سجدۂ آدم جنت میں ہوا۔ دوسرا قول اُن کا ہے جو کہتے ہیں آسمانوں میں ہوا۔ مگر یہ بالکل ہی غلط ہے دو وجہ سے۔

۱ اس لیے کہ حضرت آدم یا زمین پر ہے یا جنت میں آسمانوں پر نہ ٹھہرائے گئے۔ ۲ ابلیس کو آسمانوں سے یا ولادتِ عیسیٰ علیہ السّلام کے وقت روکا گیا یا پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے عید میلاد کے وقت روکا گیا۔ حالانکہ یہ آیت بتا رہی ہے کہ سجدۂ آدم علیہ السلام کے وقت نکالا گیا۔ لہٰذا درست یہ ہے کہ یہ نکالا جانا گروہِ ملائکہ سے ہے۔ اور مردود دین میں شامل کرنا ہے فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ کیونکہ تو مردود ہے۔ رحمت اور انعامات سے آج کے بعد دور ہٹایا ہوا ہے۔ یا اگر کبھی فرشتوں کے قریب آیا تو اُن ہی فرشتوں کے ہاتھوں جو آج تیرا ادب احترام کر رہے ہیں تو رجم کیا ہوا ہوگا۔ اور در بدر ذلیل و خوار ہوتا پھرے گا۔ وَاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ

إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ - قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ

اور یہ ذلت و رسوائی رجم بالنجم اور لاحولِ انسانی کے کوڑے ہر طرف کی پھٹکار تجھ پر دین کے دن تک ہے یعنی قیامت کے شروع ہونے تک - اس لیے کہ تو نے تکبر کیا اور حماقت بھی۔ تکبر تو یہ کہ تو نے اپنی پیدائشِ ناری کو لطافت کی بنا پر اعلیٰ سمجھا اور مٹی کو کثافت کی بنا پر ادنیٰ جانا - حالانکہ آگ مٹی کو فنا نہیں کر سکتی مگر مٹی آگ کو بجھا دیتی ہے اور حماقت یہ کہ تو نے اپنی فضیلت و بلندی کو اپنے اعمالِ سابقہ کا نتیجہ سمجھا حالانکہ یہ تو رب تعالیٰ کا کرم و فضل ہے جس کو چاہے دیدے تو نے سجدۂ آدم کو دیکھا رب تعالیٰ کے حکم کو نہ دیکھا - اتنی ذلت ملنے کے باوجود بھی عاجزی کی توفیق نہ ملی بلکہ کہا اے میرے رب تو مجھ کو تو مہلت عطا فرما تاکہ کبھی مجھ کو موت نہ آئے - تو نے مجھ کو رجیم کیا ہے میں اولادِ آدم کو رجیم کروں گا کیونکہ اسی کی وجہ سے میں مردود کیا گیا اُس دن تک مجھ کو زندگی دے جس دن یہ انسان دوبارہ اٹھائے جائیں اسکی آرزو قبول کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا ٹھیک ہے تو پوری پوری مہلت دیا ہوا ہے لیکن قیامت تک نہیں بلکہ وقتِ معلوم تک جو پہلا صور پھینکنے کا وقت ہے اُس وقت تجھ کو موت آئے گی اور چالیس سال تک تو مردہ پڑا ذلیل ہو گا پھر دوسرے صور پھینکنے پر سب کے ساتھ تجھ کو بھی اٹھایا جائے گا روایتوں میں ہے کہ چار قسم کی مخلوق کو پہلے صور تک مہلت دی گئی ہے -

۱ - تمام ملائکہ ۲ - ابلیس ۳ - ابلیس کی اولاد جو پیدا ہوتی ہے مگر مرتی نہیں ۴ - حضرت خضر علیہ السلام لیکن دیگر جنات انسانوں کی طرح پیدا ہوتے ہیں بچے جوان بوڑھے ہوتے ہیں اور مرتے ہیں کافر و مومن بھی ہیں - ابلیس اور حضرت خضر علیہ السلام ہر ایک سو بیس سال کے بعد بوڑھے ہوتے ہیں تو اُن کو تیس سالہ جوان کر دیا جاتا ہے - ابلیس کی سب اولاد مذکر ہوتی ہے اور ابلیس خود مذکر بھی ہے اور مؤنث بھی - ابلیس بھی اگرچہ جن ہے مگر کھانا پینا کسی ابلیسی کے لیے نہیں جب کہ دوسرے جنات کھاتے پیتے بھی ہیں - ہاں دیگر جنات کی عمریں لمبی ہوتی ہیں - اس عالم میں جتنی مخلوق کو مہلت ملی وہ خود رب تعالیٰ نے بغیر طلب عطا فرمائی صرف ابلیس نے اپنی مہلت اور لمبی زندگی کا مطالبہ کیا تو نفخۂ اولیٰ تک منظور ہوا - جس کو بجائے شکریہ ادا کرنے کے کہتا ہے کہ اے رب چونکہ تو نے مجھ کو مردود کیا اور راہِ راست سے بھٹکایا ہے اس لیے مجھ کو تیرے بھٹکانے کی قسم ہے میں ضرور - ضرور ان آدمیوں کے لیے زمین غرور و فریب میں ہر قسم کے فیشن خوب صورتیاں سجاؤں گا - اور تمام انسانوں کو اغوا کروں گا - اور تجھ سے دور کروں گا - میرے داؤ چلے یا نہ چلے مگر کسی بھی نیک و بد اچھے برے کو چھوڑوں گا نہیں - إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ہاں البتہ یہ میں بھی جانتا ہوں کہ تیرے خالص بندے میرے فریب میں نہیں آئیں گے - جنہوں نے اطاعت طہارت نفاست میں خلوص پیدا کیا اور علمی و خفی برائیوں سے بچے - مکر سازی سے اور ملمع بازی سے دور رہے - کعب احبار سے روایت ہے کہ جب حضرت آدم کی وفات ہونے لگی تو عرض کرنے لگے مولیٰ تعالیٰ شیطان کو تو لمبی عمر کی مہلت مل چکی ہے - اس لیے وہ میری موت پر ہنسے گا خوش ہو گا - تو ارشادِ باری تعالیٰ ہوا کہ اے آدم تمہاری وفات اور تمہاری اب پھر جنت کو واپسی اس عظمت و شان فرشتوں کے جلوس

جنت کی خوشبوؤں کے ساتھ ہو گی کہ شیطان اور اس کی اولاد حسرت سے منہ نوچیں سر پیٹے اور دانت کاٹیں گے سینہ کوبی کریں گے بلکہ قیامت تک ہر پیارے کی وفات ہم خوشنما بنائیں گے جس کو دیکھ دیکھ کر ابلیس اور اس کی ذریت سینے ہی پیٹتی رہے گی۔ اور یہ مہلت اس کو مفید نہیں بلکہ ہر موت کا غم اس کو دیا جائے گا اپنے کروڑہا ساتھیوں کی ذلت آمیز موت کا غم دیکھے گا اور پھر سب کی موت کی تکلیف اور ذلت ملاکر اس کو انتہائی ذلت سے مارا جائے گا چالیس سال تک اس کا جسم سڑتا رہے گا جس میں ستر ہزار جھنی بدبوئیں پیدا ہوں گیں اور ستر ہزار زہریلے سانپ بچھو اس کو ڈستے رہیں گے۔ پوری رسوائی کے ساتھ اس کو محشر میں لایا جائے گا اور پھر تمام ذلتوں کے ساتھ انسانوں اور فرشتوں کی ٹھوکروں سے جھنم میں پہنچایا جائے گا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

فائدے

ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ سوال صرف لاعلمی کی بنا پر نہیں ہوتا۔ یہ جو جُہلاء دیوبند نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا صرف اس لیے انکار کر دیتے ہیں کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں بات جبرئیل علیہ السلام سے پوچھی یا صحابہ سے پوچھی یا کسی سے پوچھی یہ دلیل دہابیانہ جاہلانہ ہے دیکھو پہل رب تعالیٰ نے ابلیس سے پوچھا۔ تو کوئی ان سے پوچھے کیا رب تعالیٰ کے پوچھنے کی وجہ وہی ہے جو نبی کریم کے کسی سے پوچھنے پر شور و غوغا کرتے ہو۔ سوال کبھی اظہارِ علم کے لیے بھی ہوتا ہے۔ یہ فائدہ مَالَكَ اَلَّا تَكُوْنَ سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ کسی کی ظاہریت کو دیکھ کر اس کو معمولی سمجھنا یا کمزور جاننا شیطانی فکر ہے۔ ذی عقل وہ ہوتا ہے جو ہر ایک کے باطن پر نظر کرے اور حقیقت کو پہنچانے۔ دیکھو ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کی بشریت پر نگاہ رکھی۔ روحِ قدسیہ کی عظمت کو نہ جانا۔ اور باطنی طاقت کو نہ سمجھ سکا۔ اب بھی جو روحانی آنکھوں قلبی بینائی سے محروم ہے وہ قوتِ نبوت کو نہیں جان سکتا۔ تیسرا فائدہ۔ ہر عقلمند کو چاہیے کہ جاہلوں سے دور رہے۔ جہلا کی ہرزات کا جواب دینا علماء کو مناسب نہیں۔ یہ فائدہ قَالَ فَاخْرُجْ۔ سے حاصل ہوا۔ کہ رب تعالیٰ نے ابلیس کی باتوں کا جواب نہ دیا بلکہ مردود کر دیا۔ گستاخانِ انبیاءِ عظام کو دور ہٹانا ذکر بانسنتِ الٰہیہ ہے۔ چوتھا فائدہ۔ انسان کے ایمانی دشمن دو ہیں۔ ۱۔ نفسِ امارہ ۲۔ ابلیس۔ جنات کا دشمن صرف نفسِ امارہ اور جس پر امارہ غالب آجائے وہ جنات خود شیطان بن جاتا ہے۔ انبیاء کرام کو شیطان ورغلا نہیں سکتا۔ اور نفس امارہ ان کا ہوتا ہی نہیں۔ اولیاء اللہ کو شیطان ورغلا سکتا ہے مگر نفس امارہ کے مردہ ہونے کی وجہ سے وہ محفوظ رہتے ہیں لہٰذا انبیاء کرام معصوم ہیں اولیاء اللہ محفوظ۔

احکام القرآن

ان آیت کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ نصِ قرآنی کے مقابل اپنی عقل چلانا حرام ہے۔ یہ مسئلہ لَمْ اَكُنْ لِاَسْجُدَ۔ سے مستنبط ہوا کیونکہ ابلیس نے حکم الٰہی کے مقابل اپنی رائے اپنی عقل کو زیادہ سمجھا۔ دوسرا مسئلہ تقیہ

حرام ہے ۔ جو تقیہ کرے وہ ابلیس سے بدتر ہے ۔ ابلیس نے اپنے دل کے خیالات کا برملا اظہار کر دیا، تقیہ نہ کیا۔
یہ مسئلہ بھی قَالَ لَمْ اَكُنْ سے مستنبط ہوا۔ تیسرا مسئلہ ۔ کوئی حاکم کوئی قاضی ۔ مفتی ۔ اپنے ذاتی علم اور معلومات کے مطابق فیصلہ یا فتویٰ نافذ نہیں کر سکتا ۔ نہ بذریعہ وحی یا الہام شرعی فیصلہ کیا جا سکتا ہے ۔ بلکہ ہر عدالت کو مدعی اور مدعیٰ علیہ گواہان سے بیانات لینا اشد ضروری بلکہ واجب لازم ہیں ۔ یہ مسئلہ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ (الخ) کا حکم نافذ فرمانے سے مستنبط ہوا ۔ کہ دیکھو رب تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے مگر جب تک شیطان کی بات اور وجہ گناہ نہ سن لی فیصلہ صادر نہ فرمایا ۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں ۔
پہلا اعتراض ۔ یہاں فرمایا گیا ۔ قَالَ يٰۤاِبْلِيْسُ مفسرین اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے بلا واسطہ ابلیس سے کلام فرمایا ۔ یہ تو بہت بڑا اعزاز ہے اور عزت افزائی ہے ۔ شیطان اس کا مستحق کیونکر ہوگا ۔
جواب ۔ کلامِ محبت عزت افزائی ہوتا ہے نہ کہ کلامِ حقارت ۔ ابلیس سے یہ کلام فرمانا اس کو رجیم اور مردود کرنے کے لیے تھا ۔ اور یہ کلام بلا واسطہ اس لیے فرمایا گیا کہ سب ملائکہ سجدے میں پڑے ہوئے تھے ۔ اور یہ کلام ضروری اس لیے تھا تاکہ اُس کے خلاف اُس کو مردودِ ابدی کرنے کے لیے حجت اور زبانی اقرار اور وجہِ انکار کی گواہی عدالتِ الٰہیہ کے فیصلے کے لیے قائم ہو جائے ۔ جو بات اہانت اور ذلیل کرنے کے لیے ہو وہ اعزاز نہیں ہوتا ۔ دوسرا اعتراض ۔ یہاں فرمایا گیا کہ ابلیس پر لعنت قیامت تک ہے اور جب جنس علیحدہ ہو تو غایت مغیا میں داخل نہیں ہوتی لہٰذا ثابت ہوا کہ ابلیس پر لعنت قیامت سے پہلے پہلے ہے قیامت شروع ہوتے ہی اُس پر لعنت بند ہو جائے ۔
جواب ۔ تفسیر رازی نے اس کے دو جواب دیئے ہیں ۔ اولاً یہ کہ یہ جملہ محاورۂ عرب کے مطابق فرمایا گیا یعنی بہت ہی دراز مدت ہم اپنی زبان میں کہتے ہیں کہ میں یہ چیز قیامت تک نہ دوں گا یا میں تا قیامت تم سے محبت کروں گا ۔ دوم یہ کہ قیامت تک واقعی اس پر لعنت ہوگی مگر بعد قیامت لعنت بند ہو جائے گی مگر لعنت کا نتیجہ یعنی عذاب شروع ہو جائے گا تیسرا اعتراض ۔ یہاں فرمایا گیا کہ ابلیس کو وقتِ معلوم تک مہلت اور زندگی دی گئی ۔ حالانکہ مکلفین کو اپنے وقت موت کا پتہ نہیں ہونا چاہیئے ۔ تو شیطان کو کیوں بتایا گیا ۔
جواب ۔ شیطان کو ہرگز نہیں بتایا گیا ۔ کیونکہ یہ تو فرمایا کہ تو قیامت تک زندہ رہے گا مگر قیامت کب آئے گی یہ شیطان کو بھی معلوم نہیں ۔

تفسیر صوفیانہ

قَالَ يٰۤاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۔ چونکہ فرشتے نور

ہیں اور انسانیت منیر ہے اور ابلیسیت نار ہے ۔ اس لیے فرشتے وقارِ علم کی خاطر اور فضیلتِ عطا کی بنا پر جھک گئے اور زمین پر سر رکھ دیا ۔ لیکن ناریت میں غرور تمرّد ہے اور غرور میں جہالت ہے ۔ اور جہالت میں محرومی ہے اس لیے ازل کے بدنصیب نے ربّ کائنات کے حکم کو بھی نہ مانا ۔ اور تجلیاتِ انوار و مکاشفاتِ اسرار سے خالی اور بے نصیب ہی رہا ۔ تب الہاماتِ ربّانیہ نے سوال کیا کہ اے مکر و فسوں پھیلانے والے تیرا کیا حال ہے اور تیری کیا حجّت ہے کہ مقامِ قرب میں ہونے کے باوجود اُستادِ ملٰئکۂ زمینی ہو کر پھر بھی تو سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا ابلیس نے جواباً کہا میری حجت یہ ہے کہ میں نارِ سموم سے ہوں جو لطیف جوہر ہے عُلوّ اور جوہرِ نورانی کی شکل ہے اور جس کے سامنے مجھ کو جھکایا جا رہا ہے وہ کثیف ہے ظلمانی ہے اور انتہائی کمزور مٹی سے پیدا کیا ہوا ہے ۔ جو سب مخلوق میں اسفل ہے ۔ یہ تقاضاءِ انصاف کے خلاف ہے کہ اعلیٰ کو ادنیٰ کے سامنے جھکایا اور گرایا جائے ۔ اور پھر میں پُرانا عبادت گزار ۔ آدم نے ابھی ایک سجدہ بھی نہ کیا ۔ یہ سب متکبّرانہ گفتگو محض اس لیے کی کہ جہالتِ نفسی نے اُس کی چشمِ بصیرت پر رذالت کا پردہ ڈال دیا اُس نے فقط قالبِ انسانیت کو دیکھا روحِ یزدانی کی چمک دمک اور جاہ و جلال کو نہ دیکھا ورنہ آنکھیں نورِ تابانی سے چندھیا جاتیں اسے کیا خبر کہ اس کا مقام رضا ہے ۔ اس کا حال تسلیم ہے اور اس کا دین سلامتی ہے اس کی حیاتِ ایمان ہے اس کی موت بقا ہے ۔ مگر اندھوں کو ایسی باتیں سمجھانے کی ضرورت نہیں ایسے مردودوں کا یہی جواب ہے کہ فَاخْرُجْ فرمایا ہماری بارگاہِ محبت و رضا سے نکل جا ۔ اور بس بیشک تو آج سے ہی قہاری جلال کے پتھروں سے رجم ہونے کے لائق ہے ۔ ابلیسِ نفس کو آدمِ روحانی کے سامنے سجدے کا حکم ملا لیکن چونکہ طبیعتِ نفس اللہ سے تکبّر کرنا ۔ تعظیم و اطاعت سے انکار اور سجدے سے دوری ہے اس لیے تا قیامت نفسِ امّارہ کو انعاماتِ فطرت سے نکال دیا گیا ۔ اور قربِ تجلیات سے رجیم کر دیا گیا اور صفاتِ قہر کے نتائج غضب سے ملوث مقہور اور دور کیا گیا ۔ اُس دن تک جب کہ ہمارے مشاہدات کا سورج روح مشرق سے طلوع ہو ۔ اور نفوسِ قدسیہ کی زمین انوارِ مشاہدہ سے منوّر ہو ۔ اور صفاتِ ذمیمہ حیوانیہ مظلمہ ۔ اخلاقِ حمیدہ روحانیہ سے نورانی ہوں ۔ نفسِ ابلیسی نے کہا کہ اے میرے رب اُسی یومِ جمال تک مجھ کو مہلت دے ۔ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۔ الہاماتِ سرمدی نے فرمایا پس بیشک تو عالمِ قالب میں ہر طرح کے وسواس و وھمیات کی مہلت دیا ہوا ہے مقدّر و نصیب کے معلوم اوقاتِ کثیف کے دن تک ۔ نفسِ ابلیس نے کہا اے میرے رب مجھ کو قسم ہے ان گمراہوں کی جن کی جانب تو نے مجھ کو ڈالا البتہ یقیناً میں زمینِ قالب اور جسمِ بشریت میں گناہوں کی زینت سجاؤں گا اُن تمام افرادِ ظاہری اور باطنی کے لیے اور بجز قلب و روح کے مخلص عارفین کاملین ساتھیوں کے یک دم دبیک طریق سب کو گمراہ کروں گا ۔ کہ صبحِ دھور کی چکاچوند میں ان کی چشمِ ہوش و گوش کو مٹا ڈالوں گا ۔

قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ﴿٤١﴾ اِنَّ عِبَادِيْ

فرمایا یہ راستہ ہے طرف میری سیدھا - بیشک بندے میرے

فرمایا یہ راستہ سیدھا میری طرف آتا ہے بیشک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو

لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ

نہیں لیے تیرے پر اُن کچھ زور مگر وہ جو پیروی کریں تیری - سے

نہیں سوا اُن گمراہوں کے جو تیرا ساتھ دیں اور بیشک جہنم اُن

الْغٰوِيْنَ ﴿٤٢﴾ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٤٣﴾

گمراہوں - اور بیشک دوزخ البتہ وعدہ کیا ہوا ہے اُن تمام سے

سب کا وعدہ ہے اُس کے سات دروازے ہیں ہر دروازے کے لیے ان میں سے

لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ

لیے اُس کے سات ہیں دروازے لیے ہر دروازے کے سے اُن گمراہوں حصہ

ایک حصہ بٹا ہوا ہے - بیشک ڈر والے باغوں اور چشموں میں ہیں اُن میں

مَّقْسُوْمٌ ﴿٤٤﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿٤٥﴾

بانٹا ہوا ہے بیشک متقی ہیں میں باغوں اور چشموں

داخل ہو سلامتی کے ساتھ امان میں

اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ﴿٤٦﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ

داخل ہو جاؤ تم ان میں سے سلامتی امن والے بن کر - اور مٹا دیا ہم نے وہ جو تھا

اور ہم نے - اُن کے سینوں میں جو کچھ کینے تھے سب کھینچ لیے آپس میں

صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۷﴾

ہیں سینو اُن کے سے کھوٹ بھائیوں کی طرح پر اونچے تختوں آمنے سامنے
بھائی تختوں پر روبرو بیٹھے ۔ نہ انہیں اس میں کچھ تکلیف پہنچے

لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴿۴۸﴾

نہ پہنچے گی اُن کو میں اُس مشقت اور نہ وہ سے اس نکالے ہوؤں
نہ وہ اس میں سے نکالے جائیں

تعلق ان آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق! پچھلی آیت میں شیطان کی طویل باتوں اور آئندہ ارادوں کا ذکر ہوا تھا اب ان آیتوں میں رب کریم کے ہدایت والے اقوال اور ہدایت یافتہ بندوں کی نشانیوں کا تذکرہ ہے۔ **دوسرا تعلق**۔ پچھلی آیت میں شیطان کی گمراہ گری اور گمراہ بندوں کا ذکر ہوا تھا۔ اب ان آیتوں میں گمراہوں کے برے انجام اور ذلیل و دائمی ٹھکانے کا ذکر ہے۔

تیسرا تعلق۔ پچھلی آیات میں رب تعالیٰ کے مخلص بندوں کا ذکر ہوا تھا اب ان آیات میں اُن کی اُخروی شاندار زندگی کا ذکر ہے۔

شانِ نزول۔ حضرتِ ابو ثعلبی سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آقاءِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ سے گزر رہے تھے کچھ لوگ بہت زور زور سے دنیوی باتیں کر رہے تھے اور ہنس رہے تھے نبی کریم کو یہ دنیوی ہنسی مذاق برا محسوس ہوا اور آپ نے منع فرمایا تب یہ آیات از ۲۵ تا ۴۴ کے شریف میں نازل ہوئیں۔

تفسیر نحوی قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِیْنَ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِیْنَ۔ قَالَ فعل ماضی ھُوَ ضمیر مستتر کا مرجع رب تعالیٰ ہے یہ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا هٰذَا اسم اشارۂ قریب صِرَاطٌ اسم مفرد جامد نکرہ مشار الیہ ہے دونوں مل کر مبتدا ہوا۔ عَلٰی حرفِ جر بمعنیٰ اِلٰی انتہائیہ جارہ یْ ضمیر واحد متکلم مجرور متعلق مقدم ہے مُسْتَقِیْمٌ کا۔ اسم فاعل ہے باب استفعال کا مصدر اِسْتِقَامَۃٌ اور اِسْتِقْوَامٌ ہے۔ قِیَمٌ سے یا قَوْمٌ سے مشتق ہے۔ بمعنیٰ قائم رہنا۔ استقامۃٌ اور استقوامٌ کا معنی ہے۔ سیدھا رہنا۔ سیدھا ہونا۔ درست رہنا۔ یا ہونا۔ ثابت قدم رہنا۔ مستقیم وہ کھلا اور سیدھا راستہ جس میں نہ موڑ ہو نہ اونچ نیچ ہو۔ بحالتِ رفع ہے جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے مبتدا کی۔ اِنَّ حرفِ تحقیق

ابتداءِ کلام میں ہے عِبَادِ۔ اسم جمع مکسر ہے عَبْدٌ کی یٓ ضمیر واحد متکلم مجرور متصل ہے مضاف الیہ ہے عِبَادِ کا۔ مرجع رب تعالیٰ۔ یہ مرکب اضافی اسم اِنَّ ہے۔ لَیْسَ فعل ناقصہ ماضی مطلق غیر مشتق واحد مذکر غائب یہاں تامّہ ہے لام جارّہ زائد مفعولیت کا یعنی تجھ کو۔ كَ ضمیر مجرور۔ متعلّق اوّل ہے لَیْسَ کا عَلٰی جارّہ ھِمْ ضمیر مجرور متصل متعلّق دوم ہے۔ سُلْطٰنٌ۔ اسم مبالغہ مشتق ہے بروزنِ فُعْلَانٌ عُثْمَانُ۔ الف نون زائدتان ہے منصرف ہے کیونکہ عَلَم نہیں ہے۔ بمعنیٰ۔ طاقت۔ غلبہ حکومت۔ سُلْطٌ سے بنا ہے۔ بمعنیٰ حکومت کرنا۔ غلبہ پانا۔ یہاں مراد غلبہ طاقت ہے۔ بحالتِ رفع ہے فاعل ہے لَیْسَ تامّہ کا۔ اور وہ پورا جملہ فعلیہ خبر ہے اِنَّ کی۔ اِلَّا۔ حرفِ استثنا لغو لٰکِنْ عاطفہ کے معنیٰ میں ہے۔ مَنْ اسم موصول واحد عقل والا۔ معطوف ہے عِبَادِیْ پر۔ اِتَّبَعَ۔ فعل ماضی مطلق بابِ افتعال سے ہے۔ مصدر ہے اِتِّبَاعٌ۔ دراصل تھا۔ اِتْتِبَاعٌ تَبْعٌ سے بنا ہے۔ بمعنیٰ پیچھے چلنا۔ تابع فرمان ہونا۔ نقشِ قدم پر چلنا۔ ھُوَ ضمیر واحد مذکر غائب مستتر اس کا فاعل ہے جس کا مرجع ہے مَنْ۔ كَ ضمیر واحد حاضر منصوب متصل مفعول بہٖ ہے مرجع ابلیس ہے۔ مِنْ جارّہ تبعیضیہ الف لام استغراقی بمعنیٰ تمام۔ غَاوِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ دراصل غاوِیِیْن۔ بقاعدۂ نحو ایک جنسی دو حرف ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے اس لیے ایک یٓ حذف ہوگی۔ غَوِیٌّ سے بنا ہے بابِ ضَرَبَ سے ہے۔ بمعنیٰ اِغوا ہونے بُری راہ چلنے والے کسی کے ساتھ لگ کر گمراہ ہونے والے مراد ہیں کفار یہ جار مجرور متعلق ہے اِتَّبَعَكَ کا۔ واؤ سر جملہ یا حالیہ۔ اِنَّ مُشَبَّہ بِالفعل جَهَنَّمَ۔ اسم مفرد جامد عربی لغت ہے۔ ایک قول میں فارسی سے لیا گیا ہے۔ بحالتِ نصب ہے اسم ہے اِنَّ کا۔ لام ابتدائیہ مفتوح ہے کیونکہ خبر اِنَّ پر داخل ہوا۔ مَوْعِدُ۔ اسم ظرف واحد کا صیغہ۔ مکانی ہے۔ بمعنیٰ وعدے کی جگہ وَعْدٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ مقرر کرنا۔ فیصلہ کرنا بحالتِ رفع ہے۔ یہ سب جملہ اسمیہ ظرفیہ خبر ہے اِنَّ کی۔ ھُمْ۔ ضمیر جمع مذکر غائب مجرور متصل۔ مفعول مضاف الیہ ہے مَوْعِدُ کا۔ اور مُؤَكَّدْ ہے مابعد کا۔ اَجْمَعِیْنَ۔ اسم جمع مذکر سالم۔ اسم تاکیدی اس کا واحد ہے اَجْمَعُ۔ جَمْعٌ کا اسم تفضیل مذکر۔ بمعنیٰ مل کر ایک دم ہونا۔ مجرور ہے کیونکہ تاکید ہے ھُمْ ضمیر ماقبل کی لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ۔ لام جارّہ تسبیبہ جزئیہ۔ یا بمعنیٰ فی ظرفیہ ثانیہ۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جَهَنَّمَ ہے سَبْعَةٌ اسماءِ تعدادی میں سے ہے تنوین سے مانع مضاف ہونا ہے۔ نکرہ ہے۔ ممیّز مضاف ہے۔ اَبْوَابٍ۔ اسم جمع مکسر واحد ہے باب بمعنیٰ دروازہ۔ اسم جامد ہے۔ تمیز مضاف الیہ ہے۔ یہ مرکب اضافی ماقبل موجودٌ پوشیدہ کا نائب فاعل ہے لَهَا جار مجرور اس کے متعلق ہے۔ اور مابعد کا ذوالحال ہے۔ لِكُلِّ یہ سب عبارت حال ہے اَبْوَابٍ کی۔ لام جارّہ نسبتی اضافی کُلِّ اسم تاکیدی ہے نکرہ ہے کُلّ مجرور بہ لام ہے تنوین سے مانع اضافت ہے۔ ممیّز مضاف بابٍ تمیز مضاف الیہ مرکب اضافی مجرور ہے اور متعلّق ہے۔ ثَمِّنًا پوشیدہ اسم مفعول منصوب حال کا۔ مِنْ جارّہ تبعیضیہ کا ھُمْ ضمیر مجرور کا مرجع غَاوِیْنَ متعلّق دوم ہے پوشیدہ کا یہ جملہ اکبر ہو کر مبتدا ہوا۔ جُزْءٌ۔ موصوف ہے مقسوم صفت ہے۔ مرکب توصیفی خبر ہے اور جملہ اسمیہ حال ہے۔ جُزْءٌ اسم

جامد ہے۔ بمعنی حصہ ٹکڑا۔ کُل کا مقابل اِس کی جمع مکسر ہے اَجْزَاءٌ۔ مَقْسُوْمٌ۔ اسم مفعول باب سَمِعَ سے ہے قَسْمٌ سے بنا ہے بمعنی بانٹنا۔ ٹکڑے کرنا۔ مقرر کرنا۔ حصّے کرنا۔ یہاں ہر معنی مناسب ہے۔ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِىْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ وَنَزَعْنَا مَا فِىْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ۔ اِنَّ حرفِ تحقیق۔ الف لام استغراقی مُتَّقِيْنَ۔ جمع مذکر اسم فاعل صیغہ جمع باب افتعال سے اِتِّقَاءٌ مصدر ہے۔ وَقْيٌ سے بنا ہے۔ دراصل تھا۔ اِوْتِقَايٌ واؤ کو ت سے بدلا بوجہ خفّت اور آخر میں ی کو ہمزہ سے بدلا۔ بمعنی ڈرنا۔ بچنا۔ بحالتِ فتحہ ہے اسمِ اِنَّ ہے فِیْ جارہ ظرفیہ مکانی۔ متعلق ہے سَاكِنُوْنَ پوشیدہ اسم فاعل جمع کا جَنّٰتٍ اسم جمع مؤنث سالم واحد جَنَّةٌ ہے بمعنی چاردیواری میں چھپا ہوا باغ و عاطفہ۔ عطف ہے جنّت پر عُيُوْنٍ جمع مذکر سالم عَيْنٌ کی بمعنی پانی یا پتلی چیز بہتی ہوئی چیز کا چشمہ یہ عطف مجرور ہوا اور ساکنون جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی۔ اُدْخُلُوْا۔ فعل امر حاضر معروف صیغہ جمع مذکر باب نَصَرَ سے ہے اَنْتُمْ ضمیر مرفوع منفصل پوشیدہ کا مرجع مُتَّقِيْن ہے ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جَنَّتٌ ہے۔ منصوب منفصل ہے مفعول فیہ ہے بِ جارہ سببیہ۔ یا بمعنی مَعَ (ساتھ) سَلَامٍ۔ بروزنِ فَعَالٌ مصدر ثلاثی ہے۔ سَلْمٌ سے بنا ہے بمعنی باقی رہنا۔ بچا رہنا۔ صحیح۔ تندرست رہنا۔ آمِنِيْنَ اسم فاعل صیغہ جمع مذکر باب سَمِعَ سے ہے۔ اَمْنٌ سے بنا ہے بمعنے امن میں آنا بے خوف ہونا۔ بحالتِ نصب ہے یا بحالتِ کسرہ ہے۔ کیونکہ یا حال ہے اُدْخُلُوا کے فاعل کا۔ یا بدل ہے سَلَامٍ کا۔ بدلُ الکُل ہے یا بدل اشتمال۔ اگر جنتیوں کا پورا سلام آمنین ہے تو کُل ہے ورنہ اشتمال۔ یہ پورا جملہ فعلیہ انشائیہ مقولہ ہے قول کا۔ واؤ سرِ جملہ۔ نَزَعْنَا۔ بابِ ضَرَبَ کا ماضی مطلق۔ صیغہ جمع متکلم مخاطِب ہے اللہ تعالیٰ۔ نَزْعٌ سے بنا ہے بمعنی دور کرنا۔ اتار دینا۔ بہرحال متعدی ہے۔ مَا اسم موصول منصوب ہے مفعول بہ ہے۔ فِیْ ظرفیہ مکانیہ صدور۔ جمع مکسر ہے صَدْرٌ کی بمعنی سینہ۔ اسم جامد ہے۔ مصدر بھی ہوتا ہے۔ جس کا معنی ہے کسی چیز کا اندر سے بن کر نکلنا۔ صادر ہونا مجرور ہے فِیْ جارہ سے مضاف ہے ھِمْ ضمیر کا۔ یہ سب متعلق ہے موجودًا پوشیدہ کا۔ وہ جملہ اسمیہ ہو کر صلہ ہے مَا موصول کا مِنْ جارہ بیانیہ غِلٌّ۔ اسم مفرد جامد متمکن معرب نکرہ ہے۔ ترجمہ ہے۔ کینہ (چھپی دشمنی) کدورت (قلبی نفرت ناجائز) خیانت۔ کھوٹ۔ (منافقت) کنجوسی۔ یہاں ہر معنی ہو سکتے ہیں۔ یہ جار مجرور متعلق دوم ہے پوشیدہ موجودًا کا۔ اِخْوَانًا باب اِفعال کا مصدر ہے۔ بمعنی بھائی بننا۔ اَخُوْ سے بنا ہے۔ منصوب ہے حال ھِمْ ضمیر کا یا مُتَّقِيْنَ کا۔ عَلٰى جارہ بمعنی فوقیت اس کا تعلق ہے فِیْ جَنّٰتٍ کے عامل ساکنون سے سُرُرٍ مجرور جمع مکسر مذکر۔ اِس کا واحد ہے سَرِيْرٌ۔ بروزنِ فَعِيْلٌ۔ صفت مشبہ کو جامد بنایا گیا ہے۔ اس کا مؤنث ہے سَرِيْرَةٌ اور اُس کا جمع مؤنث ہے اَسِرَّةٌ۔ جامد کا ترجمہ ہے تخت اور مشتق کا ترجمہ بہت خوشیوں والا سُرُوْرٌ سُرُوْرٌ سے بنا ہے اسی سے ہے مَسْرُوْرٌ مُتَقٰبِلِيْنَ۔ باب تَفَاعُلٌ کا اسم فاعل جمع ہے۔ بمعنی آمنے سامنے۔ قُبُلٌ سے بنا ہے بمعنی آنا۔ سامنے ہونا۔ بحالتِ نصب ہے۔ حال ہے۔ ساکنون کا۔ یا

مجرور ہے صفت ہے سُرُرٍ کی ۔ لَا یَمَسُّ ۔ باب فَتَحَ کا مضارع منفی معروف صیغہ واحد مذکر غائب بمعنی مستقبل مَسٌّ سے بنا ہے بمعنی چھونا ۔ ہُمْ ضمیر جمع مذکر منصوب متصل کا مرجع مُتَّقِین ہے مفعول بہ ہے منفی فعل کا ۔ فِی جارہ ظرف مکانی کے لیے ۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جَنّٰت ہے ۔ نَصَبٌ ۔ اسم مفرد جامد مرفوع ہے کیونکہ فاعل ہے ۔ لَا یَمَسُّ کا نَصَبٌ کا ترجمہ ہے ۔ بیماری ۔ سختی ۔ برا انجام ۔ سخت پتھر کا بُت ۔ تھکاوٹ ۔ مشقت ۔ دکھ ۔ تکلیف دہ قیام ۔ یہاں سب معنی بن سکتے ہیں ۔ واؤ ۔ سر جملہ ۔ یا حالیہ اور حال ہے ساکنون کا ۔ پہلی صورت میں یہ جملہ علیحدہ عبارت ہے ۔ مَا حرف نفی مشبہ بلیس ۔ ہُمْ ضمیر مرفوع منفصل اسم ہے اِنّ کا ۔ مِنْ جارہ ابتدا و غایت کے لیے ۔ یہی اس کا اصلی معنی ہے ۔ ھَا ضمیر مجرور متصل مرجع ہے جَنّٰتٍ ۔ متعلق مقدم ہے ۔ مُخْرَجِیْنَ کے ۔ بِ جارہ زائد خبر مَا پر داخل ہوئی ہے ۔ مُخْرَجِیْنَ اسم مفعول ۔ صیغہ جمع مذکر ۔ بحالت فتحہ ہے ۔ خبر ہے مَا کی ۔ باب افعال سے ہے مصدر ہے اِخْرَاجٌ بمعنی نکالنا ۔ خُرُوْجٌ سے بنا ہے ۔ بمعنی نکلنا یہ لازم ہے باب افعال میں متعدی ہے ۔ مُخْرَجِیْنَ ۔ ہُمْ ضمیر نائب فاعل مستتر اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے ۔ ایک قول میں مَا نافیہ کے بعد یکون ناقصہ پوشیدہ ہے ہُمْ اس کا اسم مِنْھَا متعلق اول مخرجین متعلق دوم ۔ واللہ اعلم بالصواب ۔

تفسیر عالمانہ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ۝ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ۝ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ۙ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ۝ ابلیس کے سوال و کلام کے بعد رب تعالیٰ نے اپنے مخلص بندوں کی نشاندہی فرماتے ہوئے فرمایا یہی ہے یعنی سجدۂ آدم اور ادب انبیا اولیا ۔ احترام حکم پروردگار کے عقائد حقانیہ پر قائم ہونا راستہ میری طرف یا میری حفاظت و محبت و رعایت میں یا میرے کرم پر واجب ہے اس راستے کی حفاظت کرنا ۔ مضبوط ہے یا ہمیشہ قائم رہنے والا ہے یا سیدھا ہے جس وقت باری تعالیٰ نے ابلیس کو یہ جواب فرمایا اس وقت تمام ملائکہ سجدے میں پڑے ہوئے تھے اس لیے ھٰذا کا اشارہ اسی سجدہ ریزی کی طرف ہوا کہ یہ ہے میرا راستہ جو اسی طرح عاجزی مسکینی اختیار کرے گا اور رب تعالیٰ کے ہر حکم کے سامنے بلا چون و چرا جھک جائے گا بیشک وہی میرے بندے ہیں ۔ جن کی عظمت کردار اور خلوص بے ریا کا تو نے بھی اعتراف کیا ہے ۔ صرف میری عبادت کا نام خلوص نہیں ۔ وہ تو اے ابلیس تو بھی ہزاروں سال سے کر رہا ہے ۔ مگر تو بھی اپنے آپ کو مخلص نہیں سمجھتا ۔ مخلص تو وہی بندے ہیں جو ان فرشتوں کی طرح انبیاء کرام کا ادب احترام عزت و شان مانتے ہوئے میری طرف آئیں ان بندوں پر واقعی تیرا کوئی زور نہیں چلے گا ۔ بعض نے فرمایا ھٰذا سے مراد خلوص ہے ۔ مگر یہ دور کی بات ہے ۔ اہل لغت نے یہاں علیٰ کے تین معنی کئے ہیں ۱۔ بمعنی اِلٰی یعنی طرف ۲۔ بمعنی فِی یعنی میری حفاظت میں ۳۔ اپنے ہی معنی میں ۔ یعنی واجب ہے میرے کرم پر (مجھ پر) ان تین معنی کے لحاظ سے اس کی تین تفسیریں ہوئیں ۔ مستقیم کے تین معنی کیے گئے ہیں ۔ اور سیدھا یعنی دین اسلام

اور دینِ خداوندی میں یہ سب نشانیاں پائی جاتی ہیں۔ ہاں جو اُن گمراہوں میں سے جو تیری پیروی کریں گے۔ اور تیرے ورغلانے بہکانے سے تیرے ہی ہو جائیں گے اور اپنی اصلیت فطرت اور یہ انسانی عظمت بُھلا کر تیری آرام دہ بدعملیوں کو اختیار کر لیں گے اُن پر تیری قوت سلطنت وارد ہوگی اور وہ تیرے تسلّط سے نہ نکل سکیں گے۔ ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ اے ابلیس میرے کسی بندے پر تیرا تسلّط اور تیری قوت قائم نہیں ہو سکتی نہ تو کسی کو جبراً اپنا مطیع بنا سکتا ہے بس تیرا اتنا ہی زور ہے کہ تو دل میں خفیہ وسوسہ ڈالے گا۔ تو جس نے تیرے وسوسے کو ٹھکرا دیا وہ مخلص بندہ ہوگا جس نے اس اغوا اور وسوسے کے زیر اثر تیری اتباع کر لی۔ تو وہ گمراہ ہوں گے جن کی ساری دنیا کے ہر زمانے میں سات قسمیں ہوں گی اور بیشک البتہ اُن تمام اغوا شدہ لوگوں کا مَوْعِدُ یعنی وعید اور دھمکی۔ سزا عذاب کی جگہ ایک ہی سات منزلہ جہنم کا بڑا علاقہ دائمی ٹھکانہ ہوگا۔ اس پوری جہنم کے سات دروازے ہیں جو موجودہ فلیٹ کی شکل میں اوپر نیچے ہر منزل پر ایک دروازہ ہے۔ اور ان سات قسم کے گمراہوں کے لیے درجہ بدرجہ تقسیم کیے ہوئے ہیں اس طرح کہ پہلی منزل۔ نار کہ جس میں فاسق مسلمان بھی گناہوں کو جلانے کے لیے رکھے جائیں گے۔ اور وہیں سے شفاعت کے ذریعہ نکالے جائیں گے۔ ۲ جہنم لظیٰ اس میں عیسائی کافر داخل کئے جائیں گے ۳ جہنم حطمہ اس میں یہودی کفار ۴ جہنم سعیر اس میں آسمان اور چاند و سورج ستاروں کے پجاری ہوں گے ۵ وادی سقر جس میں آتش پرست ۶ جحیم اس کے دو حصے ہیں دوسرے حصے کا نام زمہریر۔ یعنی برفانی ٹھنڈک۔ اس میں پہلے میں بت پرست دوسرے میں دہریہ کفار ۷ جہنم ھاویہ اس کو ھامیہ بھی کہتے ہیں۔ اس میں منافقین کا ٹھکانہ۔ اس سارے علاقے کا نام جہنم ہے۔ اسی لیے لھا کی طرف۔ سبعۃ ابواب کی اضافت کی گئی ہے۔ بعض نے کہا کہ جہنم بھی ایک طبقے اور باب کا نام ہے۔ اس کے علاوہ چھ ہیں۔ مگر آیت کی اضافت سے یہ بات درست نہیں لگتی۔ سب جہنم پہلے ہی مکمل تیار کر دی گئی ہے۔ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ۔ اے ابلیس یہ تو تیرے کہنے لگنے والوں کا بدترین ذلّت والا حال ہوگا۔ لیکن جن مخلصین کو تو گمراہ اغوا نہ کر سکے گا وہ مقامِ تقویٰ حاصل کر کے ہمارے متقی بن جائیں گے ان کا اُخروی دائمی حال اُس شان وعظمت کا ہوگا کہ بیشک تمام متقین جنتوں اور باغوں کے چشموں میں ہوں گے۔ جہنم تو اوپر نیچے سات منزلوں میں ہے اور سب منزلیں ایک برابر لمبی چوڑی بنائی گئی ہیں سب سے پہلی منزل طبقہ نار ہے اس کی چھت پل صراط ہے اور پل صراط جنت کے دروازے یا بیرونی میدان سے جڑا ہوا ہے۔ مگر جنت سب ایک ہی گھر ہے۔ ہاں البتہ اس میں چوبارے اور بالا خانے ہیں۔ جو درجہ بدرجہ متقین صالحین۔ صدیقین۔ شہدا اور نبیین کی قیام گاہیں ہیں پہلے داخلے پر فرشتے کہیں گے یا رب تعالیٰ کی طرف سے سہانا پیغام آئے گا کہ داخل ہو جاؤ تم ان جنتوں میں۔ سلامتیوں۔ مبارک

باد لیوں خوشخبریوں کے ساتھ۔ یا السلام علیکم کہتے اور سنتے ہوئے ۔ ہر طریقے کی امن والے ہوکر حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ دخولِ جنّت کے وقت رب تبارک وتعالیٰ جلّ مجدہٗ کی طرف سے چار بار چار خوشخبریاں سنائی جائیں گی ۔ ۱۔ ابد تک تندرست رہو گے کبھی بھی کسی بھی بیماری میں مبتلا نہ ہو گے ۲۔ ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی موت نہ آئے گی ۳۔ ہمیشہ جوان رہو گے کبھی بڑھاپا نہ آئے گا۔ ۴۔ ہمیشہ قائم اور سکونت میں رہو گے کبھی جنّت سے نکالے نہ جاؤ گے یہ جنّت اُن سب کے لیے آرام کے اعتبار سے مثل مہمان خانہ ہوگا اور رہائش کے اعتبار سے دائمی ملکیت ہوگی۔ اور ہم اُن جنتیوں کے سینوں سے یا اُن کے باطنوں میں سے ہر قسم کی گندگی ۔ میل کچیل دور پھینک دیں گے۔ اس طرح کہ نہ دماغ میں ایک دوسرے کے لیے تکبّر نہ عقل میں فتور نہ طبیعت میں تکدّر ونفرت نہ دل میں حسد وبغض ۔ نہ پیٹ میں گندگی ۔ نہ کلیجے میں غصّہ ۔ محققین فرماتے ہیں جنّتی جسموں میں چار عضو نہیں ہوں گے ۱۔ نفس امارہ ۲۔ پتہ ۳۔ اوجھڑی ۴۔ دُبر یعنی نیچے کا سوراخ ۔ ایک قول ہے کہ جب پُل صراط سے گزر کر باخیریت تمام متقی جنّتی دروازۂ جنّت پر پہنچیں گے تو کچھ لوگوں کو اپنے دنیا کے مخالفین کو دیکھ کر غصّہ یا حسد آئے گا تو رب تعالیٰ اپنی تجلّیِ رحمت سے اس کو ختم کرکے رحمت و سکون سے بھر دے گا مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ ۔ طلحہ رضی اللہ عنہ و زبیر رضی اللہ عنہ اُن میں سے ہی ہوں گے ۔ اور ہماری آپس کی رنجیدگیاں وہاں ہی ختم ہوں گی ۔ بعض نے فرمایا کہ چونکہ نَزَعْنَا فعل ماضی ہے اس لیے اس سے مراد اسلامی محبت اور بھائی بندی ہے اور وہ عداوتیں دور کرنا مراد ہیں جو دورِ جہالت کی صحابہ کرام میں تھیں پھر اسلام لانے سے ختم ہو گئیں ۔ مگر یہ قول درست نہیں اس لیے کہ یہ آیت عمومیت تاقیامت متقین کے لیے ہے مگر اس قول سے تخصیص ماننی پڑے گی ۔ نیز فعل ماضی بمعنیٰ مستقبل ہے ۔ اور یقینی ہونے کی بنا پر فعل ماضی لایا گیا ۔ گویا کہ ایسا ہو ہی گیا ۔ دنیا میں بہت طریقوں سے مسلمان آپس میں حسد بغض رکھتے ہیں مگر دخولِ جنّت کے وقت سب ختم کر دیا جائے گا ۔ اور کسی کے دل میں کسی کا مقام و مرتبہ دیکھ کر یا نعمتوں کی کثرت دیکھ کر حسد یا رشک پیدا نہ ہوگا ۔ بلکہ سب بھائیوں کی طرح محبت کریں گے ۔ یہ بھائی ہونا صرف محبت کے اعتبار سے ہوگا ۔ ورنہ چھوٹے بڑے کا ادب واحترام اور مدارج وہاں بھی ہوں گے اسی طرح اولاد و والدین کا بھی امتیاز ہوگا ۔ نور کی طرح سنہری تختوں پر بیٹھا کریں گے اگرچہ بعض جنّتی بعض سے بڑے فاصلے پر ہوں گے مگر کسی کی طرف کسی کی پیٹھ نہ ہوگی کیونکہ پیٹھ کرنا بے ادبی اور بے مروّتی کی نشانی ہے ۔ اگر کبھی کسی دُور والے سے ملنے کا ارادہ ہوگا تو تخت پر ہی بیٹھ کر خواہش کریں گے اور تخت چل پڑے گا اور کسی بھی وقت کسی طرح اُن کو کوئی مشقت ، تکلیف نہ پہنچیں گی ۔ اور سب سے زیادہ خوشگوار تو اُن کے لیے یہ سچّی خوشخبری ہے کہ تمام جنّتی اِس جنّت اور اُس آرام دہ زندگی اور اُس راحت بخش سکون سے کبھی بھی نکالے نہ جائیں گے ۔ کیا کرم ہے میرے خالق مالک کا کہ اُس نے اپنے قرآن پاک کے ذریعے سب اچھے بروں کے تمام اُخروی حالات ومقامات صاف صاف بتا دیے کسی سے کچھ چھپا ہوا نہیں ہے ۔ اور حدیث پاک نے آنکھوں دیکھی جہنّم کا حال سنا دیا اب بھی کوئی شیطان سے

نہ بھاگے اور دامنِ مصطفےٰ میں پناہ نہ لے تو کتنی بدنصیبی ہے

فائدے

اِن آیتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

پہلا فائدہ ۔ اولیاءِ کاملین منجانب اللہ محفوظین میں داخل ہیں جس طرح کہ تمام انبیاءِ کرام معصوم ہوتے ہیں یہ فائدہ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ سے حاصل ہوا۔ معصوم وہ ہے جو گناہ صغیرہ یا کبیرہ کر ہی نہ سکے اس میں گناہ کا مادّہ ہی نہ پیدا کیا گیا ہو۔ جیسے ملائکہ ۔ اسی لیے فرشتوں کو بھی معصوم کہا جاتا ہے ۔ محفوظ وہ ہے جو گناہ کر سکے مگر کرتا نہ ہو ۔ نیک وہ ہے جو گناہ کر بھی سکتا ہے اور کر لیتا ہے مگر فوراً ہی توبہ کرکے بخشوا لیتا ہے ۔ فاسق وہ جو گناہ کرکے توبہ نہ کرے ۔ بعض نادان لوگ اپنی نادانی سے یہ لکھ گئے کہ معاذ اللہ انبیاء جھوٹ بول سکتے ہیں۔ (اللہ) ان کو ہدایت دے ۔ **دوسرا فائدہ** ۔ اعمال کتنے ہی خوبصورت کیوں نہ ہوں جب تک صراطِ مستقیم پر بندہ نہ آئے سب بیکار۔ وہ اخلاص جو دامنِ مصطفےٰ سے ہٹا ہو وہ ریاکاری ہے ۔ **تیسرا فائدہ** ۔ شیطان کا وسوسہ ہر ایک کو آسکتا ہے خواہ مخلص بندہ ہو یا غیر مخلص ۔ یہاں تک کہ اولیاءُ اللہ اور انبیاءِ کرام کو بھی ۔ مگر شیطان کا ورغلانا ۔ عام مخلصین کو بھی نہیں آسکتا۔ یہ فائدہ سُلْطٰنٌ فرمانے سے حاصل ہوا کیونکہ ۔ ورغلانا قابو پانا ہے اور یہی تسلّط یا سُلْطٰنٌ ہے مگر وسوسہ صرف قریب ہونے اور خیال بدلنے کا نام ہے ۔ جتنا ایمان زیادہ ہوگا ۔ شیطان اتنا ہی بار بار قریب آکر ستائے گا۔

احکام القرآن

اِن آیتِ کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ ۔ شریعت اسلامیہ کا یہ قانون اپنی جگہ بالکل اٹل اور کلیہ ہے کہ کوئی کافر جہنم میں جاکر پھر ابدی طور پر نکل نہیں سکتا اور فاسقین کو بعد سزا نکال لیا جائے گا ۔ قادیانیوں کا عقیدہ غلط ہے کہ کافر بھی زیادہ مدت بعد جہنم سے نکال کر جنت یا اعراف میں رکھے جائیں گے ۔ یہ مسئلہ لَمَوْعِدُهُمْ کی تفسیر سے مستنبط ہوا اسی طرح دیگر آیات میں بھی واضح ثبوت ہے ۔ **دوسرا مسئلہ** ۔ عام متقی عام ملائکہ سے افضل ہیں کیونکہ ملائکہ زیارت کرنے آیا کریں گے اور سلام کیا کریں گے ۔ اور زیارت کرنے والا اس سے افضل نہیں ہو سکتا جس کی زیارت کر رہا ہے (فتاویٰ بحر الرائق جلد اوّل صفحہ ۳۵۴) یہ مسئلہ بِسَلٰمٍ اٰمِنِیْنَ کی ایک تفسیر اور دیگر آیات اصلِ جنّت سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض ۔ یہاں فرمایا گیا کہ متقی باغوں اور چشموں میں ہوں گے ۔ تو کیا ہر متقی کا چشمہ علیحدہ علیحدہ ہوگا یا ایک ہی سب کے گھروں تک گھومتا پھرے گا۔ اگر ایک ہی چشمہ ہے تو عیون فرمانا درست نہیں اور اگر سب کا چشمہ علیحدہ ہو تو وہ نہر کیونکر بنے گا جب کہ انہار بھی جنت میں ہی ہیں۔

جواب ۔ دونوں صورتوں میں سے جو بھی صورت ہو قابلِ اعتراض نہیں کیونکہ جنت میں نہ حسد بغض ہے نہ چھینا جھپٹی نہ قلت نہ ذلت۔ لیکن بعض بزرگوں نے فرمایا کہ نہریں بھی ہوں گی اور ہر ایک کا علیحدہ چشمہ بھی ہوگا۔

دوسرا اعتراض - یہاں پہلے فرمایا گیا فِیْ جَنّٰتٍ (الخ) اور پھر فرمایا گیا اُدْخُلُوْهَا (الخ) تو داخلے سے پہلے جنت میں کیسے ہوں گے - **جواب** - امام رازی نے اس کے دو جواب دیئے ہیں ایک یہ کہ یہ عبارت برعکس ہے - یعنی جس وقت سلامتی سے داخلے کا حکم مل جائے گا تب وہ متقی باغوں چشموں میں ہوں گے - دوسرا یہ کہ جنت میں ہر متقی کے لیے بہت سے باغات ہوں گے تو جب ایک باغ سے دوسرے میں داخل ہوں گے تب کہا جائے گا۔ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ (الخ) اور یہ تعظیم و تکریمی الفاظ ابد تک ہوتے رہیں گے کچھ بزرگوں نے یہ بھی فرمایا کہ جب ایک جنتی دوسرے سے ملنے جایا کرے گا تب استقبالیہ جملے صاحب خانہ کی طرف سے ہوں گے اور انکا کلام وَنَزَعْنَا (الخ) اسی سلام دعا کی وجہ بیان فرمایا ہے وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ مگر پہلا جواب زیادہ درست ہے۔

تیسرا اعتراض - یہاں فرمایا گیا کہ میرے بندوں پر تیرا زور نہیں چلے گا - حالانکہ جنات اور بہت پریت قسم کے شیطان انسان کو اچھا خاصا قابو میں کر لیتے ہیں بلکہ احادیث سے ثابت ہے کہ جنات کئی انسانوں کو مار ڈالتے ہیں۔

جواب - یہاں سلطان سے مراد جبراً گناہ کرانا ہے - یعنی دل پھیر دینا - رہا جسمانیت پر قابو تو اس کا یہاں انکار نہیں اور یا عبادی سے مراد متقی بندے ہیں نہ کہ ہر ایک - متقی بندوں پر کوئی جن کسی طرح قابو نہیں پا سکتا - بلکہ متقی نیک سے تمام مخلوق ڈرتی ہے۔

تفسیر صوفیانہ

قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِیْنَ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِیْنَ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ

ندائے غیبی سے ہر روشن ضمیر کو فرمایا جاتا ہے کہ یہی صدق و خلوص طالبین صادقین کا راہ منزل شوق ہے جو صفات ذمیمہ کی گھاٹیوں سے دور ہے اور کدورت و غیریت کی بدراہیوں سے علیحدہ ہے - اور میری طرف سیدھا راہ ہے بغیر کسی تغیر تبدل کے ہمیشہ رہنے والا ہے - بیشک میری عبادت ذکر و فکر و مجاہدے میں ہمہ مشغول و مصروف رہنے والے میرے بندے اے ابلیس نفسانی و طغیانی تیرا ان پر کوئی فریب نہیں چل سکتا یہی وہ علم لدنی کے علمائے زاہدین ہیں - راشدین مہدیین راہِ سعادت ہیں - مگر وہ خباثتِ نفسی کے جہلا یا علم مغروری کے علما جو ریاکاری میں تیری اتباع کریں تیرے وسوسوں سے اغوا ہو جانے والے بس وہی عیاریوں کے جال میں پھنسنے والے ہیں پس اے علم والو! دور جہالت سے اور بچو اس علم خبیث سے جس کا مرکز ابلیسیت ہے اور طلب کرو علم طیب کو جو درِ پاک مصطفےٰ سے ملتا ہے صلی اللہ علیہ وسلم اور بیشک ایسے بدنصیبوں کے لیے فراقِ نار اور دوری منزل کی جہنم ہے - اس کے سات دروازے ہیں۔

۱ حرص ۲ حسد ۳ شر ۴ غضب ۵ شہوت ۶ تکبر غرور ۷ فساد - جہنم شقاوت کا ہر دروازہ اسی غیبی بدبختی والے کے لیے تقسیم کر دیا گیا ہے - صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ قالب بشریت میں ہر شقی و سعید کو سات اعضاء دیے گئے۔

۱ عضوِ سماعت ۲ عضوِ بصارت ۳ عضوِ تکلم ۴ عضوِ شہوت ۵ عضوِ بطش یعنی دو ہاتھ ۶ عضوِ مشابہت یعنی دو قدم۔ ان اعضاء سے سات قسم کے گناہ سرزد ہوتے ہیں اس لیے جہنم عتاب کی سات سزائیں تقسیم ہیں لیکن وہ بندے جو اپنے ان اعضاءِ رئیسہ کو جہنم کے ساتوں دروازوں سے بچالیں وہ کامل متقی ہے اور بیشک متقی رضا و محبت کے باغوں اور انوارِ قدس کے چشموں میں شاداں و فرحاں ہوں گے۔ جہنم کے سات دروازے اور جنت کے آٹھ دروازے اس لیے ہیں کہ رب تعالیٰ کی شانِ قہاری کا ظہور کم ہوتا ہے اور شانِ رحمت کا زیادہ۔ عارفین فرماتے ہیں کہ اذان کے سات لفظ اور اقامت کے آٹھ لفظ جو نمازی سننے یا سنانے میں ان کی پابندی کرے گا اس پر اذان سے سات باب جہنم بند اور اقامت سے ہشت باب بہشت کھل جاتے ہیں اور فرمایا جاتا ہے۔ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ وَنَزَعْنَا مَا فِىْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ اے پیارو داخل ہو جاؤ تم مقامِ قرب کی جنتوں میں۔ کثافت رذالت قبض و بعد فراق و ہجر سے بالکل مطمئن ہو کر نہ دخول کی ممانعت نہ خروج کا کھٹکا۔ ہم نے ان کے قلوب صنوبری کو تمام عیبوں کینوں سے صاف کر دیا اوصافِ نفسیہ کا تزکیہ فرمایا اور الفتِ ایمانی کے نورانی تختوں پر منزلِ شریعت کے بھائیوں کی مثل دامنِ نبوت میں بٹھا دیا تا ان کو حسد و غضب کی تکلیفِ نفسی لگے نہ وہ بیت تجلیات سے نکالے جائیں اور لذتِ عشقِ الٰہیہ کے پھلوں سے ابدالآباد تک نوازے جائیں۔ اہل معرفت کی غذائیں تسبیح و تحمید اور ذکر و فکر سری ہے۔

نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۹﴾ وَاَنَّ عَذَابِيْ

خبر دے دو میرے بندوں کو کہ بیشک میں ہی بخشنے والا رحم کرنے والا ہوں۔ اور بیشک میرا عذاب ہی

خبر دو میرے بندوں کو کہ بیشک میں ہی ہوں بخشنے والا مہربان اور میرا ہی عذاب

هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ﴿۵۰﴾ وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ

عذاب ہے دردناک - اور گزشتہ واقعات سناؤ ان لوگوں کو بارے مہمانوں کی

دردناک عذاب ہے اور انہیں احوال سناؤ ابراہیم کے مہمانوں کا جب

اِبْرٰهِيْمَ ﴿٥١﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ اِنَّا

حضرت ابراہیم کے جب کہ حاضر ہوئے سامنے اُن کے تو بولے السلام علیکم ۔ فرمایا ابراہیم نے بیشک ہم

وہ اُس کے پاس آئے تو بولے سلام کہا ہیں تم سے ڈر معلوم ہوتا ہے

مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ﴿٥٢﴾ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ

تم سے البتہ فکر مند ہیں عرض کیا سب نے نہ فکر مند ہوئیے بیشک ہم خوشخبری دیتے ہیں تم کو سمجھدار بیٹے۔

انہوں نے کہا ڈریئے نہیں ہم آپ کو ایک علم والے لڑکے کی بشارت دیتے ہیں

عَلِيْمٍ ﴿٥٣﴾ قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰۤى اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ

کی ۔ فرمایا کیا خوشخبری دیتے ہو تم مجھ کو پر اس حالت کے پہنچا مجھ کو بڑھاپا

کہا کیا بر مجھے بشارت دیتے ہو کہ مجھے بڑھاپا پہنچ گیا

فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ﴿٥٤﴾

تو کس لیے خوشخبری دیتے ہو تم

اب کاہے پر بشارت دیتے ہو

تعلق

ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق - پچھلی آیات میں بتایا گیا تھا کہ شیطان کا فریب مخلص بندوں پر نہیں چل سکتا اب ان آیات میں بتایا جا رہا ہے کہ اے پیارے حبیب آپ کی ایمان افروز باتوں کا اُن پر بہت جلدی اثر ہوگا لہٰذا آپ اُن کو میری شان بتا دو۔ **دوسرا تعلق** - پچھلی آیات میں بتایا گیا تھا کہ اللہ کے مخلص بندوں کے دلوں میں دنیوی حسد کھوٹ وغیرہ برائیاں نہیں ہوتیں - اب ان آیات میں رب تعالیٰ اپنے کچھ مخلص بندوں کا ذکر فرما رہا ہے جن کو نبوت کے تاج سے نوازا - **تیسرا تعلق** - پچھلی آیتوں میں رب کریم کی طرف سے بندوں کی اُخروی زندگی کی لذت سامانیوں کا ذکر ہوا تھا اب ان آیات میں اُس کی وجہ بیان ہو رہی ہے کہ اللہ چونکہ غفور رحیم ہے - اس لیے یہ اُس کی کمال شفقت ہے کہ بندوں کے چھوٹے چھوٹے اعمال کی بھی بڑی بڑی جزا عطا فرماتا ہے۔

شانِ نزول - ابن ابی حاتم اور علی بن حسین تابعی سے روایت ہے کہ جب سورت حجر کی وہ آیتیں نازل ہوئیں جن میں جہنم کا ذکر ہے تو حضرت سلمان فارسی اور دیگر صحابہ بہت گھبرائے تب مخلص صحابہ کی تسلی کے لیے چھ آیتیں نازل ہوئیں از ۴۵ تا ۵۰ ایک روایت میں ہے کہ نَزَعْنَا والی آیت ۴۷ اور ۴۸ یہ خلفاءِ راشدین کے بارے میں نازل ہوئیں۔ بعض مفسرین نے شانِ نزول اس طرح بیان کیا ہے کہ آقاءِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ صحابہ کرام کو کسی بات پر ہنستے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ کیوں ہنستے ہو تمہارا یہ غفلت کا کیا حال ہوگیا۔ صحابہ بہت ڈرے نبی کریم یہ فرما کر آگے بڑھ گئے اور پھر لوٹے اور ان صحابہ سے فرمایا کہ جبرئیل ابھی آئے تھے اور رب کا پیغام دیا کہ اے محمد میرے بندوں کو نا امید مت کرو۔ اور یہ آیت نازل ہوئیں نَبِّئْ عِبَادِیْ (الخ) مگر یہ قول طرزِ آیت کے خلاف ہے اس لیے کہ یہاں بھی تو عذاب الیم کا ذکر ہے۔ نیز ہنسنے سے روکنا نا امید کرانا نہیں۔ اور پھر وحی اس طرح کبھی نازل نہیں ہوتی تھی بلکہ نبی کریم لیٹ جاتے تھے اور آپ پر غشی کی کیفیت محسوس ہوتی تھی۔ نیز صحابہ کرام مایوس نہ ہوتے تھے مایوسی تو گمراہی ہے۔ یہ قول دیگر احادیث اور تمام جمہور امت کے مطابق نہیں۔

تفسیر نحوی نَبِّئْ عِبَادِیْٓ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۔ وَاَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ ۔ وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَ ۔ نَبِّئْ باب تفعیل کا امر حاضر معروف واحد مذکر۔ اَنْتَ ضمیر اس کا فاعل ہے اسی میں پوشیدہ ہے۔ اس کا مصدر ہے تَنْبِیْئٌ اور تَنْبِئَةٌ۔ نَبَاٌ سے بنا ہے بمعنی خبر دینا۔ آگاہ کرنا بتانا عباد اسم جمع مکسر منصوب۔ عَبْدٌ کی بمعنی بندہ۔ ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ کا مرجع رب تعالیٰ۔ یہ مرکب اضافی مفعول بہ اول ہے نَبِّئْ کا۔ اِنَّ حرفِ تحقیق ی ضمیر اس کا اسم منصوب ہے متصل ہے۔ اَنَا ضمیر واحد متکلم منصوب منفصل۔ ی ضمیر متصل کی تاکید کے لیے آیا حصر کا فائدہ ہے بمعنی ہی۔ الف لام اسمی بمعنی اَلَّذِیْ غَفُوْرٌ صیغہ مبالغہ بروزن فعولِ قبول۔ صفتِ مشبہ ہے۔ بمعنی بہت بخشنے والا۔ پردہ پوشی کرنے والا۔ معرف باللام اسم متمکن معرب ہے الرَّحِیْمُ۔ الف لام اسمی بمعنی الذی۔ رحیم صفت مشبہ بمعنی رحم کرنے والا بہت زیادہ۔ وہ غَفْرٌ سے یہ رُحْمٌ سے مشتق ہے۔ بمعنی چھپانا۔ مٹانا۔ مہربانی کرنا۔ احسان کرنا۔ دونوں بحالت رفع ہیں۔ اور اوّل و دوم خبر اِنَّ ہے۔ یہ جملہ اسمیہ ہوکر مفعول بہ دوم ہوا نَبِّئْ کا۔ اَنَّ درمیان کلام ہے اس لیے مفتوح الہمزہ ہے۔ واؤ عاطفہ۔ اَنَّ معطوف ہے اِنِّیْ ماقبلہ پر۔ عَذَاب اسم مفرد جامد مضاف ہے ی متکلم مضاف الیہ ہے عذاب کا کسرہ ی کی مناسبت میں ہے اعراب نہیں ہے بحالتِ نصب ہے اسمِ اَنَّ ہے۔ هُوَ۔ ضمیر واحد مذکر مرفوع منفصل۔ اس کا رفع دو وجہ سے ہے اس لیے کہ خبرِ اَنَّ ہے۔ ۱ ۲ اور اس لیے کہ مبتدا ہے مابعد کا اس مبتدا سے حصر کا فائدہ ہوا بمعنی ہی۔ الف لام تعریفی عہدی عَذَاب اسم مفرد جامد بمعنی سزا۔ اَلْاَلِیْمُ۔ الف لام اسمی الذی کے معنی میں اَلِیْمٌ۔ صفتِ مشبہ۔ اَلَمٌ سے بنا ہے۔ بمعنی بہت درد والا۔ تکلیف والا۔ اَلْعَذَابُ موصوف ہے اَلْاَلِیْمُ کا یہ مرکب توصیفی خبر ہے مبتدا کی۔ واؤ ابتدائیہ۔ نَبِّئْ فعل

امر واحد مذکر خطاب دونوں جگہ نَبِّئْ امر ہیں۔ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع۔ یا عبادِ ہے۔ منصوب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے نَبِّئْ کا یا عام مسلمان۔ عَنْ جارہ بمعنی فِیْ جارہ بمعنی بارے میں۔ ضَیْفِ۔ اسم مفرد جامد بمعنی مہمان۔ اسم جنسی ہے اس لیے جمع کے لیے بھی آجاتا ہے یہاں جمع کے لیے ہے۔ اسم جنسی حقیقۃً جمع نہیں ہو سکتا واحد ہی ہوتا ہے۔ مگر واحد جنس کے اعتبار سے اس میں زیادہ افراد شامل ہو جاتے ہیں یہ مجرور ہے عَنْ سے مضاف ہے۔ اِبْرٰهِیْمَ۔ اسم غیر منصرف ہے کیونکہ عجمی اور عَلَمْ ہے عربی لغت میں مستعمل ہے۔ اسی لیے بحالتِ کسرہ بھی فتحہ آیا۔ مضاف الیہ ہے ضیف کا۔ یہ مرکب اضافی مجرور ہے اور متعلق ہے نَبِّئْ کا۔ اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ۔

اِذْ۔ اسم ظرف زمانی برائے شرط مجازی۔ مابعد کا جملہ مظروف مجازی شرط ہے۔ دَخَلُوْا باب نَصَرَ کا ماضی مطلق معروف صیغہ جمع مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر مستتر اس کا فاعل ہے جس کا مرجع ہے۔ ضَیْف۔ علیٰ جارہ بمعنی عِنْدَ ظرفیہ یعنی پاس۔ خیال رہے کہ جہاں کہیں بھی ایک حرف اپنے اصلی معنیٰ چھوڑ کر دوسرے حرف کے معنیٰ میں ہو تو وہاں ڈبل دگنا۔ دوہرا فائدہ لینا مقصود ہوتا ہے۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مجرور متصل کا مرجع ابراہیم ہے۔ فَ تعقیبیہ بلا تراخی۔ قَالُوْا۔ فعل ماضی جمع مذکر۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر کا مرجع ضَیف ہے۔ فعل اپنے فاعل هُمْ ضمیر مستتر سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر قول۔ سَلٰمًا۔ مصدر ثلاثی۔ بحالتِ نصب ہے کیونکہ مفعول مطلق ہے فعل پوشیدہ سَلَّمْنَا کا۔ یہ لفظ مقولہ ہے قالوا کا۔ قَالَ فعل ماضی مطلق هُوَ ضمیر اس کا فاعل جس کا مرجع ابراہیم ہے۔ اِنَّا۔ دراصل ہے اِنَّ نَا۔ اِنَّ حرف تحقیق۔ قالَ کا مقولہ ہونے کی بنا پر ابتداءِ کلام میں ہے لہٰذا اِنَّ ہے نَا ضمیر جمع متکلم منصوب متصل ہے۔ اسم ہے اِنَّ کا مِنْ جارہ بمعنی اِلیٰ ظرفِ مکانی یعنی طرف سے۔ کُمْ ضمیر حاضر کا مرجع ضیف ہے جار مجرور متعلق مُقَدَّم وَجِلُوْنَ صفت مشبہ کا وَجِلُوْنَ جمع ہے اس کا واحد مذکر وَجِلٌ مؤنث وَجِلَۃٌ ہے۔ وَجْلٌ سے بنا ہے۔ بمعنیٰ پریشانی والا ڈر ہونا۔ فکر مند ہونا یعنی تشویشناک۔ صفت مشبہ متعلق مقدم سے مل کر خبر اِنَّ ہو کر مقولہ ہوا قال کا۔ قالُوا فعل ماضی جمع مذکر غائب هُمْ ضمیر مستتر اس کا فاعل مرجع ہے ضیف۔ لَا تَوْجَلْ فعل نہی صیغہ واحد مذکر حاضر اَنْتَ ضمیر اس کا فاعل مستتر ہے۔ مرجع ابراہیم ہے۔ باب ضَرَبَ سے ہے وَجْلٌ سے بنا ہے اِنَّا۔ اِنَّ حرفِ تحقیق۔ نَا ضمیر جمع متکلم منصوب ہے کیونکہ اسم اِنَّ ہے نُبَشِّرُ۔ باب تفعیل کا فعل مضارع مثبت معروف صیغہ جمع متکلم۔ مخاطب ضَیْفُ جنسی جمع ہے۔ اس کا مصدر ہے تبشیر۔ بُشْرٰی سے بنا ہے بمعنیٰ خوشخبری دینا پیشگوئی خبر سنانا۔ اسی سے بشارت کَ ضمیر کا مرجع ابراہیم ہے۔ منصوب متصل ہے مفعول بہ ہے۔ بِ جارہ مفعولیت کی زائدہ ہے غُلٰمٍ۔ اسم مفرد نکرہ متمکن معرب ہے۔ بمعنیٰ بیٹا موصوف ہے اس کی تنوین تنکیری ہے عَلِیْم اسم صفت مشبہ، عِلْم سے بنا ہے بمعنیٰ بہت جاننے والا۔ بحالتِ کسرہ صفت تابع ہے غلامٍ کی۔ مرکب توصیفی مجرور ہو کر متعلق ہے نُبَشِّرُ کا۔ اور وہ جملہ فعلیہ ہو کر خبر اِنَّ ہے۔ اور اِنَّ اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مفعول لہٗ ہے لَا تَوْجَلْ کا۔ اور وہ مقولہ ہے۔

قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِیْ عَلٰٓی اَنْ مَّسَّنِیَ الْکِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ۔ قال ۔ ماضی مطلق باب نصر کا قولٌ اجوف وادی سے مشتق ہے بمعنیٰ کہنا ۔ اس کا فاعل اس میں ھُوَ ضمیر واحد مذکر غائب مستتر ہے جس کا مرجع ابراہیم علیہ السلام ہے ۔ یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہیں ۔ اگلی تمام عبارت اس کا مقولہ ہے ۔ اَ ہمزہ سوالیہ ہے ۔ سوال تعجب کے لیے ہے نہ کہ اقراری یا انکاری بَشَّرْتُمُو باب تفعیل کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع مذکر حاضر ۔ انتم ضمیر جمع مذکر اس کا فاعل جس کا مرجع ضیف جنسی جمع ہے اس کا مصدر ہے بَشَّرَتُمْ بمعنیٰ خوشخبری دینا ۔ واؤ محض خانہ پُری کے لیے ہے جس کو تفخیم اور اشباع کہتے ہیں ۔ یہ اتصال کے لیے آتی ہے ۔ نون وقایہ یٔ ضمیر واحد متکلم منصوب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے اس فعل ماقبل کا علیٰ جارہ بمعنیٰ فی ظرفیہ زمانیہ ۔ اَنْ مخففہ دراصل تھا اَنَّ ۔ اب مخفف ہو کر لغو یعنی غیر عاملہ ہے ۔ مَسَّ ۔ باب نصر کا ماضی مطلق معروف مثبت واحد مذکر غائب مَسٌّ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے بمعنیٰ چھونا ۔ پکڑنا ۔ پہنچنا ۔ یہاں تینوں معنیٰ مناسب ہیں ۔ نون وقایہ یٔ ضمیر متکلم اس کا مفعول بہ ہے ۔ الف لام جنسی زائدہ تعریفیہ ۔ کِبَرُ ۔ اسم حاصل مصدر بمعنیٰ بڑھاپا ۔ کِبَرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ بڑا ہونا ۔ فَ ۔ ظرفیہ حالیہ بمعنیٰ اب ۔ اَلْآنَ کے معنیٰ میں ۔ بِمَ ۔ دراصل تھا بِمَا ۔ بِ جارہ سببیہ بمعنیٰ لِمَا (کیوں) ۔ مَا سوالیہ ۔ آخر کا الف بِ کے جڑنے کی وجہ سے گر گیا اور میم کا زبر بطورِ نشانی باقی رہا ۔ مَا استفہامیہ کا الف ما موصولہ کے التباس سے بچنے کے لیے گرایا ۔ کیونکہ ما موصولہ کا الف بِ کے جڑنے سے نہیں گر سکتا چونکہ اصلی اور مضبوط ہے مگر یہ گر سکتا ہے کہ وصلی ہے اس لیے باقی رکھنا مُضر ہے ۔ جار و مجرور متعلق مقدم ہے ۔ تُبَشِّرُوْنَ فعل مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مذکر حاضر باب تفعیل سے ہے ۔ مصدر ہے تَبْشِیْرٌ بمعنیٰ خوشخبری سنانا ۔ بُشْرٌ سے بنا ہے ۔ بمعنیٰ خوشی سنانا ۔ بِشْرٌ مصدر مادہ کا ترجمہ کھال والا ہونا اور بَشَرٌ مصدر کا ترجمہ ہے شر والا ہونا تینوں لغت علیحدہ ہیں ۔ بُشْرٌ ۔ بِشْرٌ ۔ بَشْرٌ یہ جملہ فعلیہ علیحدہ کلام ہے ۔

تفسیر عالمانہ نَبِّئْ عِبَادِیْٓ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۙ وَ اَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ وَ نَبِّئْهُمْ عَنْ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَ ۘ اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ۔ اے کریم رحیم رحمت عالمین نبی ۔ میرے اُن بندوں کو تا قیامت خبر دیدو ۔ جو اعمالِ صالحہ ریاضت و عبادات میں بڑے متقی نہیں کمزور و مصروف ہیں ۔ کہ بیشک میں واحد لاشریک ہی ہر بخشش مانگنے والے کو بخشنے والا ہوں اور ہر مجبور دنیوی دینی روحانی جسمانی ظاہری باطنی پر رحم فرمانے والا ہو ۔ لیکن فاسق و بدکار ظالم متکبر مغرور کے لیے میرا عذاب بھی دردناک عذاب ہے ۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ پہلی آیت اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ میں عبادی سے مراد انتہائی متقی نیک پاکباز مخلص بندوں کا ذکر تھا ۔ مگر یہاں اُن کو اپنا بندہ فرما کر عزت بخشی جا رہی ہے جو اگرچہ عبادت میں سست ہیں لیکن عجز سے بخشش کی طلب کرتے رہتے ہیں ۔ اس لیے کہ بندے سات قسم کے ہیں ۔

۱۔ عبدِ تشریفی یہ صرف شانِ عبدیت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہے ۔ اس لیے فرمایا اسریٰ بعبدہٖ عبدِ تفضیلی ۔ جیسے کہ باری تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام کو عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ یا عِبَادَنَا اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ (الخ) فرمایا ۔ عبدِ تکریمی ۔ جیسے فرشتوں کو فرمایا گیا ۔

عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۔ ۴۔ عبدِ اخلاص ۔ جیسے ابھی پہلے عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ آیا ۔ ۵۔ عبدِ اقراری جیسے یہاں گناہگار کو نَبِّئْ عِبَادِیْ فرمایا گیا ۔ ۶۔ عبدِ ایمانی ۔ جیسے تمام مسلمان صرف کلمہ پڑھتے ہی اُس کے بندے بن جاتے ہیں ۔ اعمال ابھی بعد میں ہوں گے ۷۔ عبدِ ملکیتی ۔ یعنی لونڈی غلام جیسے تمام مخلوق عرشی فرشی جمادات نباتات حیوانات کافر و مومن سب اللہ کے بندے ہیں پس جو بندہ دھوکے سے شیطان کے پھندے میں پھنسگیا اور پھر پچھتایا تو وہ غم نہ کرے میں غفور بھی ہوں رحیم بھی کہ پچھلے بخش دوں گا آئندہ بچالوں گا ۔ اور جو سرکشی سے اُس کے وسوسوں میں پڑا اور خرمست ہوا تو اُس کے لیے دردوالا عذاب بھی تیار ہے ۔ جس کی مثالیں سابقہ امتوں میں گزر گئیں کہ ابلیس نے اپنے قول اور ارادے کے مطابق ہر انسان کو ہر طریقہ سے ورغلایا ۔ یہاں تک کہ ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں حضرت لوط کی قوم کو کیسی گھناؤنی بدکاری میں مبتلا کر دیا کہ وہ اس خبیثانہ حرکت کو اچھا سمجھنے لگے ۔ بچنے والے نیک بندوں کو طعنے دینے لگے ۔ تو پھر ہم نے اُن میں سے نیک بندوں پر کس طرح غفاریت اور رحیمیت فرمائی اور بدخصلت لوگوں کو کیسا سخت عذاب دیا ۔ لہٰذا اے پیارے نبی ان مغرور و مغرور کافروں کو ہمارے اُن عذاب لانیوالے بارہ فرشتوں کا واقعہ سنائیے جو انسانی مہمانوں کی شکل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تھے ۔ ایک قول میں تین فرشتے تھے ۔ ایک قول میں سات ایک قول میں دس تھے جبرئیل علیہ السلام کی قیادت میں حاضر بارگاہ خلیل ہوئے اور اس طریقے سے بے وقت بے اجازت آئے کہ ابراہیم علیہ السلام جلدی میں پہچان ہی نہ سکے ۔ اور اس طرح اچانک آنے میں منشاء باری تعالٰی بھی یہ تھا کہ پہچانے نہ جاسکیں ۔ حضرت ابراہیم نے جب آتے دیکھا تو چونکہ کھانا پہلے ہی تیار تھا دسترخوان نبوت بچھا تھا فرمایا یہ تلا ہوا بچھڑے کا گوشت کھائیے ۔ مگر کسی نے کھانے کی طرف توجہ نہ دی فقط السلام علیکم بول کر ایک طرف کھڑے ہو گئے ۔ حضرت ابراہیم کے پاس تو روزانہ بیسیوں مہمان آتے جاتے کھاتے پیتے تھے ۔ مگر اس طرح کبھی نہ دیکھے تھے کہ کھانے کی بات ہی نہیں کرتے آپ سخت حیران بھی ہوئے اور فکرمند بھی ۔ اسی فکر و پریشانی میں سلام کا جواب دینا بھی خیال نہ رہا ۔ اور فرمایا ۔ بیشک ہم سب گھروالے اور نوکر چاکر آپ کی طرف سے عجیب حیرانی اور فکر و پریشانی میں مبتلا ہو گئے ۔ کہ بے وقت آنا اور جلدی میں اجازت بھی طلب نہ کرنا پھر کچھ کھاتے بھی نہیں ۔ کیا تم کو کوئی پریشانی آئی ہے ۔ یا تم ہم سے ناراض ہو یا لڑنے آئے ہو ۔ کیونکہ مسافر مہمان اگر نہ کھائے تو اس کے سوا اور کیا سمجھا جاسکتا ہے ۔ یہ سب کچھ آناً فاناً اتنی جلدی ہوا کہ نبی کی خداداد طاقت والی آنکھ بھی اور غیب کے علم والی عقل شعور بھی اصلیت کی طرف متوجہ نہ ہو سکی لیکن چونکہ علم نبوت سے وہ زیادہ دیر چھپ نہیں سکتے تھے اس لیے فوراً سب کی طرف سے ایک فرشتے حضرت جبرائیل نے یا سب نے ہی بیک آواز عرض کیا ۔ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰٓى اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ۔ بولے ہماری طرف سے کسی قسم کا فکر و اندیشہ نہ فرمائیے ہم دشمن نہیں نہ لڑنے آئے ہیں بلکہ ہم دوست ہیں بیشک ہم آپ کو بہت ہی خوش کرنے والی ایک خبر سناتے ہیں ۔ ہم آپ کو بہت علم والے بیٹے کی بشارت دیتے ہیں جو کچھ زمانے کے بعد آپ کو ولادت میں عطا ہوگا ۔ اس کو کسی مدرسے میں علم پڑھانا پڑے

گا بلکہ جو رب اُس کو بیٹا اور مذکر انسان بنائے گا وہی اللہ اس کو سکھائے گا۔ اور اتنا علم سکھائے گا کہ وہ بچہ شکمِ مادر سے ہی علیم بن کر آغوشِ مادر میں آئے گا۔ اور عالِم نہیں۔ علامہ نہیں بلکہ علیم ہوگا یعنی ہمیشہ تک عالم رہے گا اُس کا علم کبھی ختم نہ ہوگا یہ خوشخبری سن کر بے حد خوش ہو کر جواباً فرمایا۔ اے اللہ کی خوشخبری پہنچانے والو کیا تم مجھ کو یہ بشارتِ عظیم اُس وقت نہیں سنا رہے ہو جب مجھ کو بہت زیادہ بڑھاپا پہنچ گیا۔ اُس وقت آپ کی عمر ایک سو بیس یا ایک سو بارہ سال ہو چکی تھی جب یہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادتِ باسعادت کی خوشخبری آپ نے سنی۔ تو فرمایا کس نوعیت کی تم سب مجھ کو بشارت سناتے ہو کیا میری نسل اور نطفے سے ہوگا یا میرے بیٹے اسماعیل کی نسل سے میرا پوتا ہوگا۔ یا مجھ کو جوان کر دیا جائے گا۔ یا ایسے ہی قدرتِ الٰہی کی شان ظاہر ہوگی۔ عام طور پر تو اس عمر میں ابھی تک کسی کی اولاد نہیں ہوئی اور نہ ہی میں نے اپنے اب کسی بیٹے کے لیے دعا ہی مانگی ہے پہلے جب دعائیں مانگا کرتا تھا تو مجھ کو پیارا اسماعیل عطا کر دیا گیا تھا۔ اس عمر میں تو ہر بوڑھا اولاد سے مایوس ہی ہوتا ہے یہ کلام موجودہ کفارِ مکہ کہنے ہے چونکہ پہلے یہ سنایا گیا کہ وہ اللہ اپنے عاجز بندوں کے لیے غفور و رحیم اور سرکشوں کے لیے اس کا عذاب الیم ہے اس لیے ان فرشتوں کو اُس وقت دونوں کاموں کے لیے بھیجا گیا اور موجودہ لوگوں کو بتایا گیا کہ ہم نے کس طرح اپنی غفاریت اور رحیمیت حضرت ابراہیم و آلِ ابراہیم پر فرمائی اور سرکش قومِ لوط کو کس طرح عذاب الیم سے ہلاک کر دیا۔ امام صاوی نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کا وَجِلُوْنَ فرمانا اس لیے تھا کہ آپ نے ان مہمانوں میں جلالِ الٰہی اور ہیبتِ ربانی دیکھ لی تھی۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ اس لیے درست نہیں کہ اگر یہ بات ہوتی تو لَا تَوْجَلْ نہ کہا جاتا اور نہ آپ ان کو مہمان سمجھتے نہ کھانا پیش کرتے نہ ان کو نقصان دینے والا دشمن سمجھتے اس زمانے میں بلکہ آج بھی رواج ہے کہ دشمن اور نقصان دینے والا کھانا نہیں کھاتا۔

فائدے ان آیاتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ ۔ کامل ایمان یہ ہے کہ بندے کو عتابِ الٰہی کا خوف بھی ہو اور رحمتِ باری تعالیٰ کی امیدِ یقینی بھی اور ہر وہ چیز جو ان دونوں کے خلاف بندے کے عمل و قول سے ظاہر ہو وہ گناہ ہے یہ فائدہ نَبِّئْ عِبَادِیْ اور ان آیات کے شانِ نزول سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ** ۔ ملائکہ کو علمِ غیب ہے اور وہ پیشگی جانتے ہیں کہ آئندہ کیا ہوگا اسی لیے بشارتِ فرزند دے رہے ہیں۔ یہ فائدہ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ سے حاصل ہوا۔ یعنی یہ پیغام یا وحیِ الٰہی نہیں نہ ہم اس وقت وحی لے کر آئے ہیں ہم اپنے سابقہ علم کے مطابق بشارت دے رہے ہیں لیکن محض بشارت دینے نہیں آئے نہ رب تعالیٰ نے اس وقت ہم کو بشارت دینے کے لیے حکماً بھیجا ہے۔ وہ تو ہم اپنی خوشی سے دے رہے ہیں۔ اسی سب بات کو جانتے ہوئے حضرتِ ابراہیم نے پوچھا کہ اچھا پھر اے مُرْسَلُوْنَ آئے کیوں ہو۔ اور جب فرشتوں کو علمِ غیب ہے تو انبیاء کرام کو بدرجۂ اَولیٰ ہے۔

تیسرا فائدہ ۔ تقدیرِ الٰہی میں ازل سے سب کچھ لکھا جا چکا ہے یہاں تک کہ مخلوق کے نام بھی صفات بھی شان بھی دیکھو فرشتے حضرتِ اسحٰق کا نام بھی اپنے غیبی علم کے ذریعے بتا رہے ہیں۔ علیم ہونے کی شان نبوّت بھی۔ حالانکہ ابھی عالم وجود میں

کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کو غلام فرزند یا اسحق کہا جائے۔ کیونکہ صرف روح نہ اسحق ہے نہ کسی کا بیٹا نہ نبی۔
چوتھا فائدہ۔ نبی کا کسی وقت ملائکہ کو نہ پہچاننا یا کسی انسان کو نہ پہچاننا۔ علم غیب کے خلاف نہیں نہ شانِ نبوت میں اس سے کچھ فرق پڑتا ہے۔ اگر غیب دانی کا دارومدار صرف ہر وقت پہچاننے پر ہی ہو تو چاہیے کہ ملائکہ کا علم غیب مانو کیونکہ وہ ہر وقت ہر شخص کو جانتے ہیں۔ حضرت ملک الموت نے کبھی اپنی کارکردگی میں کبھی غلطی بھول نہیں کی۔ ہاں نبی کا ملائکہ کو اس وقت پہچاننا ضروری لازمی ہے کہ جب کہ فرشتے وحی لے کر آئیں۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔
پہلا مسئلہ۔ ہر مہمان کی میزبانی ہر گھر والے پر واجب ہے خواہ اس کو پہچانتا ہو یا نہ خواہ اس کو بلایا ہو یا نہ خواہ وہ با اجازت بروقت آیا ہو یا بے اجازت بے وقت یہ مسئلہ۔ عَنۡ ضَیۡفِ اِبۡرٰهِیۡمَ میں لفظ ضیف فرمانے اور سمجھنے سے مستنبط ہوا۔ اسی لیے حضرت ابراہیم نے سب سے پہلا کام ان کی خاطر تواضع کا اور کھانا کھلانے کا انتظام کیا۔ آنے سے ناراضگی نہ فرمائی بلکہ جب نہ کھایا تو کھانے کا افسوس اور تشویش فرمائی۔ **دوسرا مسئلہ** قانونِ شریعت کے مطابق آنے والے کو سلام کرنا چاہیے نہ کہ گھر والے یا پہلے سے کہیں بیٹھے ہوئے شخص کو۔ یہ مسئلہ فَقَالُوۡا سَلٰمًا سے مستنبط ہوا۔ **تیسرا مسئلہ**۔ اللہ تعالیٰ کی کسی چیز میں یا قول و کلام حکمت و نوعیت معلوم کرنے کے لیے سوالات کرنا گناہ نہیں۔ اسی طرح شاگرد کا استاد سے آیتِ قرآنیہ پر اعتراضاً کچھ پوچھنا صرف سمجھنے کے لیے بالکل جائز یہ مسئلہ حضرت ابراہیم کا۔ اَبَشَّرۡتُمُوۡنِیۡ۔ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ اسی سے ثابت ہوا کہ طلباء مدرسہ کا مصنوعی مناظرہ کرنا۔ اور دو گروہ بن کر ایک گروہ باطل بن کر حق کے خلاف تیاری گناہ نہیں بشرطیکہ بھٹکنے کا خطرہ نہ ہو لیکن اگر کسی شاگرد کا باطل کی تیاری سے یا مناظرہ جیت کر باطل پر گمراہ ہونے کا خطرہ ہو تو ہرگز جائز نہیں یہی حکم اصلی نقلی مناظروں کے سامعین کا ہے۔ بلکہ بہتر یہ ہے کہ مدارسِ اسلامیہ کے ایسے مصنوعی مناظروں میں مقابل اور بڑے اساتذہ ضرور موجود ہیں۔ اور باطل کے جیت جانے پر باطل کو غلط اور حق کو صحیح ثابت کر دیں تاکہ تمام کے سارے خدشات ختم ہو جائیں۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔
پہلا اعتراض۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ پہلے اِنِّیۡۤ اَنَا الۡغَفُوۡرُ الخ فرمایا کہ بیشک میں ہی بخشنے والا رحم کرنے والا ہوں یہاں غفاریت رحیمیت کو اپنی طرف نسبت فرمایا۔ پھر فرمایا اِنَّ عَذَابِیۡ الخ بیشک میرا عذاب دردناک ہے۔ یہاں عذاب کے متعلق یہ نہیں کہا گیا کہ میں عذاب دینے والا ہوں۔ یا تو دونوں جگہ اس طرح ہوتا۔ اَنَا الۡغَفُوۡرُ وَاَنَا الۡمُعَذِّبُ یا دونوں جگہ اس طرح ہوتا اِنَّ مَغۡفِرَتِیۡ وَرَحۡمَتِیۡ اور اِنَّ عَذَابِیۡ دونوں جملے یکساں کیوں نہیں آئے؟
جواب۔ چونکہ مغفرت اور رحم اعلیٰ اور صفتِ جمالی ہے اس میں پیار محبت شفقت کی شان ہے اس کو اپنی ذات کی طرف نسبتِ فاعلی سے بیان فرمایا کہ غفاریت و رحم میں نے خود کرنا ہے۔ ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف اعلیٰ چیزیں ہی منسوب ہونی چاہئیں

عذاب وعتاب۔ جلال ونفرت کا مظہر ہے۔ اس لیے اپنی ذات کو مُعَذِّب نہ فرمایا۔ عذاب کسی دیگر طرف سے بھی آسکتا ہے لہٰذا دونوں فرمان اور طرزِ بیانی بالکل درست اور عین حکمت کے مطابق ہیں۔ ہمارے اس جواب پہ سورۃ مائدہ کی آیت ۱۱۵ کے الفاظ فَاِنِّیۡۤ اُعَذِّبُہٗ سے اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ وہاں سیاق وسباق میں مغفرت سے تقابلاً ذکر نہیں۔ نیز وہاں عذاب کی صرف مشروط دھمکی ہے۔ جس کو اصطلاح میں تنبیہ کہا جاتا ہے۔ اور یہ کہ وہاں دنیوی عذاب عارضی کا ذکر ہے۔ لیکن یہاں عذاب اُخروی دائمی کا ذکر ہے کیونکہ مغفرت کے ساتھ مذکور ہے۔ مغفرت کا تعلق وظہور صرف آخرت میں ہی ہے۔ **دوسرا اعتراض**۔ یہاں نَبِّئۡ عِبَادِیۡۤ الخ کے بعد نَبِّئۡہُمۡ عَنۡ ضَیۡفِ اِبۡرٰہِیۡمَ۔ کیوں ارشاد ہوا دونوں میں کیا جوڑ ہے **جواب**۔ چونکہ نَبِّئۡ عِبَادِیۡۤ۔ میں مغفرت رحم۔ اور عذاب الیم کا تذکرہ تھا۔ اور دونوں کا مورد بندہ ہی تھا۔ لیکن وہاں یہ وضاحت نہ ہوئی تھی کہ کون لائق مغفرت ورحم ہے اور کون مستحق عذاب وقہر ہے۔ اس لیے نَبِّئۡہُمۡ میں اب دونوں قسم کے بندوں کا ذکر فرمایا گیا۔ تاکہ متقیوں کو تسلی وتسکین ہو اور بدکاروں کو اپنے انجام سے خوف ہو۔ **تیسرا اعتراض**۔ حضرت ابراہیم نے بشارت پر حیرانگی کیوں کی۔ حیرانگی انکار ہے اور انکار کفر ہے۔ **جواب**۔ یہ وضاحت تفسیر عالمانہ میں کردی گئی کہ حیرانگی نہیں بلکہ استفساری نوعیت ہے۔ **چوتھا اعتراض**۔ تو پھر ملائکہ نے حضرت ابراہیم کو وضاحتی جواب کیوں نہیں دیا۔ اس استفسار سے روکا کیوں۔ جواب۔ روکا نہیں بلکہ علم نبوّت کی طرف متوجہ کیا کہ اے ابراہیم ان قسم کے جواب تو آپ کو خود ہی معلوم ہیں ہم کون ہیں آپ کے سامنے زبان کھولنے والے وضاحت کرنے والے۔ آپ ہم سے زیادہ علم لدنّی والے ہیں۔ صرف اس وقت آپ ان مکاشفاتِ قلوبیہ کی طرف متوجہ نہیں۔ بوجہ بشارتِ عظمیٰ کی خوشی کے۔

تفسیر صوفیانہ نَبِّئۡ عِبَادِیۡۤ اَنِّیۡۤ اَنَا الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ۙ وَ اَنَّ عَذَابِیۡ ہُوَ الۡعَذَابُ الۡاَلِیۡمُ وَ نَبِّئۡہُمۡ عَنۡ ضَیۡفِ اِبۡرٰہِیۡمَ ۘ اِذۡ دَخَلُوۡا عَلَیۡہِ فَقَالُوۡا سَلٰمًا ؕ قَالَ اِنَّا مِنۡکُمۡ وَجِلُوۡنَ قَالُوۡا لَا تَوۡجَلۡ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمٍ عَلِیۡمٍ۔ اے حبیب کریم خبر دید یجئے ان لوگوں کو جو صرف میرے ہی بندے ہیں حرص وہوس کے بندے نہیں نہ دنیا کی خواہشات والے نہ عقبیٰ کی لالچ والے۔ بیشک میں ہی فقط واحد لاشریک قلوب عارفین کی خطاؤں کو بخشنے والا ہوں اور طالبین صادق کو ان کی سچی طلب کی طرف لانے والا ہوں۔ اور سالکین راہ کے قوموں کو خطراتِ نفس سے بچانے والا ہوں اور بیشمار قسم قسم کے فیوضات سے ان پر رحم کرنے والا ہوں میں ہی رحیم ازلی ابدی ہوں اپنے بندگانِ عشق کو مکاشفاتِ اعلیٰ اور مشاہداتِ ارفع کی محفلوں میں پہنچانے والا۔ یہی امید کے قدم زہد وریاضت ہیں۔ بندہ وہی کامل ہے جس کا ایمان امید وخوف کے ساتھ ہو۔ نہ فقط اُمید ہو کہ محرمات میں گر پڑے اور ریاضت وعبادت سے منہ موڑ بیٹھے۔ بلکہ ذاتِ الٰہیہ سے امید صادق تو یہ ہو کہ وہ غفور ورحیم ہے۔ لیکن یہ بھی بتا دیجئے کہ بیشک میرا عذاب حجاب اور دوری باب درکاتِ حجاب بھی بڑا ہی دردناک ہے۔ یہ مقامِ خوف ہے یہی ایمان وعقیدے کے دو بازو ہیں۔ فقط امید بھی کفر ہے اور فقط خوف بھی کفر ہے۔ خوف سے مایوسی ہے اور امید سے غفلت اور بے پرواہی ہے۔ اسبابِ مغفرت بھی بہت ہیں

اور اسبابِ عذاب بھی بہت ہیں۔ مغفرت کا سببِ اعظم عشقِ الٰہی اور محبتِ مصطفائی ہے اسی کے ذریعہ معرفت و جذب حاصل ہوتا ہے۔ عذاب کا بڑا سبب ذات و صفات سے جاہل ہونا ہے۔ ابراہیم قلب پر نزولِ تجلیاتِ اجنبیہ کی خبر بھیجے جب قُربِ منازل کی سلامتی کی بشارتیں لے کر ورودِ ظہور فرمایا تو عداوتِ نفسی کا اندیشہ بیدار ہوا اور اضطرابِ طبیعت سے ناری پریشانی صفات کو آشکارا فرمایا۔ تب جمالِ تجلیات نے فرمایا اے قلبِ سلیم تو اہلِ بشارت ہے۔ بیشک ہم طالب صادق کو عشق مقبول اور عقل باخبر کی خوشخبری سنانے والے ہیں۔ قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِیْ عَلٰۤى اَنْ مَّسَّنِیَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ۔ قلب صادق نے فرمایا عشقِ لاہوت کی کیسی خوشخبری ہے میرے حواسِ ضعیف کو کیا خوش کن خبر سناتے ہو تم کیا میرے ضعف نفس کو اس عشقِ نار کی برداشت ہوگی میری آرزوئیں جہادِ نفس میں کمزور ہیں تو مجھ کو اس دولتِ بیدار عشقِ مصطفٰے کی بشارت کس طریقے سے دیرہے ہو اس امانت کو سنبھالنا تو بڑی جوانمردی کا کام ہے میں اپنے اعضاءِ ظاہری و باطنی کو مباشرتِ اعمال اور صحبتِ طاعات میں کس طرح مشغول کر سکوں گا۔ نفسِ امارہ کے شر و فساد کا بڑھاپا ان پر ظاہر و نافذ ہو چکا ہے دل چست مگر سست ہے وساوسِ شیطانی نے اُن کو درجاتِ قرب کے ملنے سے مایوس کر دیا ہے۔ اس لیے کہ حصولِ کمال کے اسباب انتہا کو پہنچ چکے ہیں۔ دنیا کی لمبی امیدوں نے جوانی کو خراب کر دیا ہے صوفیا فرماتے ہیں دس چیزیں تزکیۂ نفس اور مجاہداتِ طریقت میں مثل بڑھاپا کمزوری اور رکاوٹ بنتے ہیں۔ ۱ لذتِ دنیا ۲ حیرتِ فطرت ۳ درکاتِ ابلیس ۴ خطراتِ نفس ۵ فکرِ معاش ۶ ضعفِ باطن ۷ بے نوریِ دماغ ۸ لمبی امیدیں ۹ سختیِ دل ۱۰ بُرا ساتھی۔ اگر کسی کو یہ دس بڑھاپے مل جائیں تو مکاشفات و مشاہدات کے انعاماتِ ابدی میں اس کی حیرت بجا ہے۔ مگر اللہ جل مجدہٗ کے کرم بھی حیران کن ہیں اے میرے کریم عقل و فہم اور مجاہداتِ اعمال میں میں ہی سب سے زیادہ بوڑھا ہوں اپنے فضل و کرم سے مجھ کو بھی بشارتِ اعظم عطا فرما۔

قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِیْنَ ﴿۵۵﴾

بولے مہمان خوشخبری دی ہم نے آپ کو ساتھ سچائی کے تو نہ ہو تم میں سے مایوس ہونے والوں

کہا ہم نے آپ کو سچی بشارت دی ہے آپ نا اُمید نہ ہوں

قَالَ وَمَنْ یَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ﴿۵۶﴾

فرمایا اور نہیں مایوس ہوتا سے رحمت رب کی اپنے مگر گمراہ لوگ

کہا اپنے رب کی رحمت سے کون نا امید ہو مگر وہی جو گمراہ ہوئے

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ

فرمایا تو کیا ارادہ ہے تمہارا اے بھیجے ہوؤ ۔ بولے سب بیشک ہم بھیجے گئے ہیں

کہا پھر تمہارا کیا کام ہے اے فرشتو ۔ بولے ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں

اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ

طرف ایک قوم جرم کرنے والی کے ۔ فقط حضرت لوط کے گھر والوں کو بیشک ہم بچالیں گے اُن کو

مگر لوط کے گھر والے ان سب کو ہم بچا لیں گے ۔

اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۹﴾ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۶۰﴾ ع

سب کو سوائے بیوی کے اُن کی ۔ تقدیر جان لی ہم نے کہ بیشک وہ البتہ ہیں سے پیچھے رہنے والوں

مگر اُس کی عورت ہم ٹھیرا چکے ہیں کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں ہے

تعلق ان آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق ۔ پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ اے پیارے نبی ہمارے بندوں کو خبر دیدو ۔ اب اِن آیات میں اُن ابھی خبروں کا ذکر ہے جو رب کریم جل مجدہٗ اپنے انبیاءِ عظام کو فرماتا رہا ۔ **دوسرا تعلق** ۔ پچھلی آیت میں بندوں کو اللہ تعالیٰ کی غفاریت رحیمیت کی خوشخبری دی گئی تھی ۔ اب اس جگہ رحمت سے ناامید لوگوں کی نشاندہی کی جارہی ہے ۔

تیسرا تعلق ۔ پچھلی آیت میں حضرت ابراہیم کے پاس ملائکہ کے آنے کا ذکر ہوا اور خوشخبری فرزند کا ذکر ہوا ۔ مگر چونکہ حضرت ابراہیم نے اپنی نبوی ذہانت سے پتہ لگالیا تھا کہ صرف فرزند کی بشارت اِن کا اصل مقصد نہیں اس لیے اب اِن آیات میں اصل مقصد پوچھ رہے ہیں ۔

تفسیر نحوی قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ قَالُوْا ۔ فعل ماضی مطلق صیغہ مذکر اَنْتُمْ ضمیر مستتر اس کا فاعل مرجع ضیف ہے بَشَّرْنَا ۔ باب تفعیل کا ماضی مطلق جمع متکلم ۔ فعل با فاعل کَ ضمیر اس کا مفعول بہ ہے خطاب حضرت ابراہیم سے ہے ۔ بِ جارہ مفعولیت کا ہے یا بمعنیٰ مَعَ ہے ۔ الف لام عہد ذہنی یا خارجی حَقّ ۔ یہ لفظ عربی میں آٹھ معنیٰ میں مستعمل ہے یہاں بمعنیٰ سچی بات ہے ۔ فَ عاطفہ تعلیلیہ بمعنیٰ لہٰذا ۔ لَاتَكُنْ فعل نہی معروف واحد کا صیغہ اَنْتَ ضمیر اس کا

فاعل مرجع ابراہیم ہے فعل تامہ ہے مِنْ جارّہ تبعیضیہ - الف لام تعریفی اسمی بمعنی اَلَّذِیْنَ قَانِطِیْنَ اسم فاعل جمع مذکر باب نَصَرَ سے قَنَطٌ سے بنا ہے بمعنی سخت مایوس ہونا بعض اہل لغت فرماتے ہیں یہ مادہ ہر باب میں مستعمل ہے مطرد کے آٹھ بابوں میں سے - قرآن مجید میں باب فَتَحَ سے ہے - قَالَ فعل ماضی صیغہ واحد مذکر غائب ھُوَ ضمیر واحد اس کا فاعل مستتر ہے - یہ فعل فاعل مل کر قول ہوا اگلی سب عبارت مقولہ واؤ عاطفہ زائدہ مَنْ موصولہ نافیہ استفہام خبری ہے - یَقْنَطُ - باب فَتَحَ کا مضارع معروف واحد مذکر غائب قَنُطٌ سے بنا ہے - مِن بیانیہ - یا بمعنی بَ جارّہ رَحْمَۃِ - اسم مفرد جامد بمعنی - مہربانی - کرم نوازی - بخشش - مجرور ہے مِنْ جارّہ سے - رَبِّ - اسم مفرد جامد مضاف الیہ - اور مضاف ہے ما قبل اور مابعد کا ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مرجع ہے مَنْ - اِلَّا حرفِ استثنا بمعنی سوا - مفرغ ہے یعنی مستثنیٰ منہ مذکور نہیں - اس لیے مابعد اِلَّا یَقْنَطُ کے فاعل کا بدل الکل بن کر مرفوع ہوا - اَلضَّآلُّوْنَ - الف لام اسمی اَلَّذِیْنَ کے معنی میں ہے ضَآلُّوْنَ - اسم فاعل جمع مذکر سالم واحد ہے ضَالٌّ - ضَلٌّ سے بنا ہے بمعنی گمراہ ہونا - مراد کافر فاسق بدکردار لوگ سب ہیں - باب نَصَرَ سے ہے - بحالت رفع واؤ اور نون مفتوح آتی آخر میں جمع مذکر سالم کا یہی اعراب ہوتا ہے - چونکہ مستثنیٰ مفرغ ہے اس لیے اس کا اعراب عمل کے مطابق آیا - فاعل کے مطابق - قَالَ فعل ماضی - قَوْلٌ باب نَصَرَ سے ہے - فَ تعقیبیہ مَا حرفِ سوال - خَطْبُ - اسم مفرد جامد - بمعنی - حال - مہم رپے و گرم حقیقت اہم معاملہ - روئیہ - سلوک - طریقہ - یہاں بمعنی مہم ہے - کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر کا مرجع - ضَیْفِ ہیں - اَیُّھَا - یہ دو لفظ ہیں - ۱ اَیُّ - حرفِ سوال یا حرفِ شرط - یہاں سوالیہ ہے ۲ ھَا ضمیر مجرور متصل ہے - مگر یہاں مجرور نہیں - کیونکہ جر کا عامل کوئی نہیں - اَیُّ کے ساتھ مسؤل عنہ کے مطابق ضمیر غائب یا حاضر لگائی جاتی ہے - جب منادیٰ معرّف باللام ہو تو حرفِ ندائی کو منادیٰ سے جوڑنے اور شکل وصورت کو اپنی حالت پر رکھنے کے لیے بیچ میں اَیُّھَا مذکر منادیٰ میں اور اَیَّتُھَا مؤنث منادیٰ میں لگاتے ہیں اور چونکہ یہ لفظ متصلہ خاص ہے حرف ندا سے اس قرینے کی وجہ سے کبھی حرفِ ندا حذف بھی کر دیا جاتا ہے - جیسا کہ یہاں دراصل تھا یا اَیُّھَا - الف لام - اسمی بمعنی اَلَّذِیْ - خیال رہے کہ عربی میں الف لام بہت اہم چیز ہے اور اس کی آٹھ قسمیں ہیں ۱ الف لام زائدہ ۲ غیر زائدہ ۳ حرفی ۴ اسمی ۵ جنسی ۶ استغراقی ۷ عہد خارجی ۸ عہد ذہنی یہ سب اسم معرب کے اوّل ہی آسکتا ہے - مُرْسَلُوْنَ باب افعال کا اسم مفعول ہے صیغہ جمع مذکر - رُسُلٌ سے بنا ہے بمعنی بھیجنا - بہرحال متعدی ہوتا ہے - مُرْسَلُوْنَ کا ترجمہ ہے بھیجے ہوئے - بحالتِ رفع ہے - کیونکہ منادیٰ مفرد ہے - مرکب نہیں - یہ ندائیہ جملہ مبتدا موخر ہے اور فَمَا خَطْبُکُمْ - خبرِ مقدم ہے مرکب اضافی اور سوال مجرکر - قَالُوْٓا اِنَّآ اَرْسِلْنَآ اِلٰی قَوْمٍ مُّجْرِمِیْنَ اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ - قَالُوْا فعل ماضی جمع مذکر غائب یہ جملہ جوابی ہے - قول ہے ضیف کا - اِنَّ حرفِ تحقیق - نَا ضمیر اس کا اسم اُرْسِلْنَا باب افعال کا - فعل ماضی مطلق مجہول مثبت صیغہ جمع متکلم نَحْنُ ضمیر اس کا نائب فاعل اِلٰی جارّہ انتہاءِ غایت کے لیے - قَوْمٍ اسم مفرد جامد معنیً جمع ہے - موصوف ہے اسی لیے اس کی صفت جمع ہے - مُجْرِمِیْنَ - اسم فاعل باب افعال کا صیغہ جمع متکلم بحالتِ کسرہ ہے صفت تابع ہے - اِلَّا حرف استثنا - اٰلَ اسم مفرد جامد بمعنی گھر والے بیوی بچے مضاف ہے - بحالتِ فتحہ ہے - مستثنیٰ متصل غیر مفرغ ہے -

دراصل تھا اَوَلٌ بمعنیٰ لوٹنا ۔ تابع فرمان ہونا ۔ واؤ کو الف سے بدلا گیا ۔ اس کی تصغیر ہوتی ہے اُوَیْلٌ جن نحویوں نے اس کی اصل اہل بتائی ہے وہ غلطی پر ہیں اس لیے کہ اہل عام ہے ہر چھوٹے بڑے ۔ امیر غریب ذوی العقول غیر عقول ۔ آقا غلام کا مضاف بن جاتا ہے ۔ مگر آل صرف بڑے انسان کا مضاف ہوتا ۔ بڑائی خواہ دینوی ہو یا دینی ۔ آل کا مضاف الیہ کبھی آل میں شامل ہوتا ہے جب کہ مضاف الیہ علیحدہ مذکور نہ ہو اور کبھی شامل نہیں ہوتا جب کہ علیحدہ مذکور ہو ۔ یہاں مضاف الیہ آل میں شامل ہے ۔ کیونکہ علیحدہ پہلے ذکر نہیں لُوطٍ اسم مفرد جامد نکرہ ہے ۔ عَلَمِ ذاتی ہے ۔ بحالت کسرہ ہے مضاف الیہ آل کا یہ مرکب مستثنیٰ ہے اس کا مستثنیٰ منہ قوم ہے ۔ اور چونکہ قوم میں آل لوط شامل ہے ۔ اس لیے متصل ہے اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَا اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۔ دونوں اِلَّا حرفِ استثنا درست ہیں (لغو نہیں ہے) اِنَّا ۔ حرفِ مشبہ اور ضمیر جمع متکلم اسم ہے ۔ لامِ جحود ابتدائیہ برائے تاکید ۔ مُنَجُّوْ ۔ بابِ تفعیل کا اسم فاعل صیغہ جمع مذکر ۔ دراصل تھا مُنَجِّيُوْنَ آخر کی نون اعرابی لامِ جحود کے عمل سے گر گئی ۔ لامِ جحود فتحہ دیتا ہے اور فتحہ سے نون اعرابی گر جاتی ہے ۔ یٰ پر ضمہ ثقیل ہوا تو اُس کو ساکن کر دیا گیا ۔ اب دو ساکن جمع ہو گئے ۔ واؤ اس لیے نہیں گر سکتی کہ علامت جمع ہے لہٰذا یٰ گر گئی اور ما قبل کو واؤ کی مناسبت سے ضمہ دے دیا ۔ اس کا مصدر ہے تَنْجِيَةٌ نَجْوٌ ۔ سے مشتق ہے بمعنیٰ بچانا ۔ الترجمہ ہے ہم بچانے والے ہیں ۔ ایک قول ہے کہ مُنَجُّوْ اسم فاعل مضاف ہے هُمْ ضمیر جمع مجرور متصل ہے مفعول مضاف الیہ ہے اور اضافت کی وجہ سے نون اعرابی گری نہ کہ لامِ تاکید سے ۔ پہلی ترکیب میں هُمْ ضمیر منصوب ہو گی اَجْمَعِيْنَ ۔ اسم تاکیدی ۔ جمع ہے ۔ پہلی ترکیب سے بحالتِ فتحہ کیونکہ هُمْ کی تاکید تابع ہے وہ منصوب تو یہ منصوب دوسری ترکیب سے مجرور ہے ۔ کیونکہ اس کا مؤکد هُمْ مجرور مضاف الیہ ہے ۔ ایک قول میں اَجْمَعِيْنَ حال ہے هُمْ کا لہٰذا بہر صورت مفتوح ہے ۔ مُنَجُّوْ پورا جملہ اسمیہ خبر اِنَّ ہے ۔ اسی لیے مرفوع ہے ۔ اِلَّا حرفِ استثنا ۔ اِمْرَاَتَهٗ ۔ اسم مفرد مؤنث اس کی مذکر ہے اِمْرَءٌ ۔ جمع کوئی نہیں ہوتی ۔ بمعنیٰ عورت ۔ اضافت کی صورت میں بمعنیٰ بیوی ۔ یہاں مراد بیوی ہے ۔ بحالت نصب ہے کیونکہ مستثنیٰ غیر مفرغ ہے متصل ہے ۔ مستثنیٰ منہ هُمْ ضمیر ہے جس کا مرجع آل ہے ۔ اور چونکہ آل میں بیوی داخل ہوتی ہے اس لیے مستثنیٰ متصل ہوا ۔ اگر مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو تو اُس کو مستثنیٰ مفرغ کہتے ہیں ۂ ضمیر واحد مذکر کا مرجع لُوطٍ ہے ۔ قَدَّرْنَا ۔ بابِ تفعیل کا ماضی مطلق معروف صیغہ جمع متکلم تھا لَیب مُرْسَلُوْنَ ملائکہ ہیں ۔ اس کا مصدر ہے تَقْدِيْرٌ ۔ بمعنیٰ ۔ تقدیر بنانا ۔ اندازہ لگانا ۔ معلوم کر لینا پہلے معنیٰ تو نہیں بن سکتے کیونکہ وہ خاصۂ رب تعالیٰ ہے ۔ آخری معنیٰ درست ہیں ۔ کیونکہ دوسرے معنیٰ میں تنگ ہے ۔ جو یہاں مناسب نہیں ۔ یہ علیحدہ جملہ ہے ۔ اِنَّ حرفِ تحقیق ۔ درمیانِ کلام میں ہے کیونکہ مفعول بہ ہے قَدَّرْنَا کا ۔ مگر مکسور ہے ۔ اس لیے کہ اس کی خبر پر لامِ ابتدا ہے جس کی وجہ سے قَدَّرْنَا حُكْمًا معلق مانا گیا ۔ اور معلق کالعدم ہوتا ہے ۔ اور جب قَدَّرْنَا کالعدم ۔ ہوا تو اِنَّهَا حکماً ابتدا میں آ گیا اس لیے مکسور الھمزہ ہوا مگر ظاہراً ترکیب میں یہ جملہ اسمیہ مفعول بہ ہے قَدَّرْنَا کا ۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب منصوب اس لیے کہ اسم اِنَّ ہے متصل اس لیے کہ اپنے عامل اِنَّ سے جڑی ہوئی ہے ۔ اس کا

مرجع اِمْرَاَتَہٗ ہے ۔لام ابتدائیہ زائدہ مِن جارّہ تبعیضیہ ۔الف لام اسمی بمعنی اَلَّذِیْنَ غَابِرِیْنَ ۔ اسم فاعل باب ضَرَبَ سے ہے صیغہ جمع مذکر۔ غَبْرٌ سے بنا ہے بمعنی پیچھے رہنا ۔باقی پڑی رہنا ۔ ترجمہ ہے ۔پیچھے رہ جانے والوں سے ۔ہلاک ہونے والوں میں سے بحالت کسرہ ہے مِنْ سے اور یہ جار د مجرور متعلق ہے پوشیدہ کَائِنَۃً یا صَائِرَۃً کا ۔یا بحالت نصب ہے حال ہے پوشیدہ کی ضمیر کا ۔ مگر یہ تکلف ہے ۔

تفسیر عالمانہ قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِیْنَ قَالَ وَمَنْ یَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَیُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۔ قَالُوْۤا اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِیْنَ ۔ تمام ملائکہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے خلیل یہ ٹھیک ہے کہ اس آخری عمر میں بتقاضاءِ بشریت فطرت کے مشاہداتی تجربے کی بنا پر اولاد سے مایوس ہو جانا ایک نفسیاتی امر ہے ۔اور اگر عام اولاد کی آس مٹا بیٹھیں تو برا نہیں لیکن آپ مایوسوں میں سے نہ ہو جائیے دو وجہ سے ایک تو یہ کہ ہم نے آپ کو یہ خوشخبری بالکل سچی اور حق دی ہے ۔آپ اسی طرح بوڑھے ہی رہیں گے آپ کی بیوی محترمہ بھی اسی طرح اسی عمر میں رہیں گی اور آپ کی ہی اولاد میں سے آپ کی ذاتی بلا واسطہ نسل میں سے بیٹا ہوگا ۔دوسری وجہ یہ کہ آپ کی ذات نبوت کی شان والی ہے ۔اجسامِ انبیا مظہرِ قدرتِ الٰہی ہوتے ہیں ۔رب کی بیشمار قدرتیں جسم نبی پر ظاہر ہوتی ہیں ۔ اس لیے کہ یہ ابدان کمالاتِ قدرتِ خداوندی کے اظہار کا مرکز ہوتے ہیں ۔محققین فرماتے ہیں کہ کل کائناتِ مخلوق تین قسم کی ہے ۔ ۱ اجسامِ انبیاءِ کرام ۲ اجسامِ اولیاءِ عظام ۳ اجسامِ باقی مخلوق ۔اجسامِ انبیا علیہم السلام پر رب تعالیٰ اپنی قدرتیں اور کمالات و صفات ظاہر فرماتا ہے ۔اجسامِ عوام پر ۔قانونِ الٰہی ظاہر اور جاری ہوتا ہے ۔اجسامِ اولیاءُ اللہ پر معجزاتِ انبیا ظاہر ہوتے ہیں ۔گویا کہ انبیاءِ کرام اللہ کی قدرتیں اور کمالات ہیں ۔اولیاءُ اللہ ۔انبیاءِ کرام کے معجزات ہیں ۔ اور دیگر مخلوق اللہ تعالیٰ کے قانون ہیں ۔اسی لیے جسم نبوت بے مثل ہوتا ہے ۔کوئی بھی چیز نبی کی مثل نہیں ہو سکتی ۔ نہ ذات نہ صفات نہ خیالات ۔لہٰذا اے پیارے خلیل آپ کے خیالات عوام جیسے رجائی نہیں ہونے چاہئیں ۔حضرت خلیل علیہ السلام نے فوراً جواب ارشاد فرمایا ۔نہیں نہیں اے فرشتو میں ہرگز مایوس نہیں میں تو صرف نوعیتِ ولادت کا سوال کر رہا تھا کہ شاید اس بشارت دینے والے ربِّ قدیر نے کچھ اور بھی تم کو بتایا ہو کوئی نوعیت کچھ نشانی وغیرہ میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ربِّ کائنات کی رحمت سے کون مایوس ہو سکتا ہے بجز فسادی بے عقل ناسمجھ گمراہوں کے ۔علماءِ کرام فرماتے ہیں کہ گمراہ انسان کی چار نشانیاں ہیں ۔

۱ وہ بھی گمراہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو قادر نہ مانے ۲ وہ بھی گمراہ ہے جو باری تعالیٰ کو بندوں کے اعمال و افعال کا عالم و باخبر نہ جانے ۳ وہ بھی گمراہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو بخل سے پاک نہ سمجھے ۴ وہ بھی گمراہ ہے جو رب تعالیٰ کے افعالِ قدرت و قانون کو عین حکمت اور درستی کے مطابق نہ جانے ۔اور جو گمراہ ہوتا ہے وہی قانطین اور مایوسوں میں سے ہوتا ہے ۔(تفسیر کبیر رازی تحت

اِس گفتگو اور سوال و جواب سے حضرتِ ابراہیم نے خود ہی اندازہ لگا لیا کہ یہ سب جو مہمانوں کی شکل میں آئے ہیں اور اپنے آپ کو کسی حکمتِ الٰہیہ کے تحت چھپا رہے ہیں اور آپ اپنے اجسامِ نوری اور لطیف کو بشریت کے لباس میں پنہاں کر کے لائے ہیں یہ اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔ اور محض خوشخبری سنانے کے لیے اس طرح رازداری سے آنا نہیں بلکہ اصل آمد کسی اور مقصد کے لیے ہے یہ سب اندازے اپنے علمِ بصیرت سے لگا کر ارشاد فرمایا تو اے اللہ کے مُرسَلُوْنَ۔ (بھیجے ہوئے) فرشتو آپ لوگوں کا اصل ارادہ کیا ہے۔ سب نے عرض کیا۔ بیشک ہم ایسی قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں جو سب کے سب بدترین مجرم ہیں۔ حضرت ابراہیم کا اندازہ اس لیے بھی ہوا کہ صرف خوشخبری کے لیے ایک فرشتہ بھی کافی تھا اور پھر اپنی اصلی شکل میں ہی آتے مسافر اور مہمان بن کر نہ آتے۔ اگرچہ ابھی تک کسی ایسی بشارت کا واقعہ گزرا نہیں تھا جس میں ایک فرشتے نے بشارت دی ہو۔ حضرت ذکریا اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے واقعات بعد میں ہوئے۔ نیز بشارتِ یحییٰ علیہ السلام کے موقعہ پر بھی زیادہ فرشتے تھے جیسا کہ اُس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ فرمایا فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ۔ یعنی حضرت ذکریا علیہ السلام کو آواز دی فرشتوں نے۔ مَلٰٓئِكَةُ جمع ہے اس پوچھنے پر ملائکہ نے عرض کیا ہم سب مجرموں کو ہلاک کرنے آئے ہیں۔ اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ۔ ہم اسی کام کے لیے بھیجے گئے سب قوم کی طرف سوائے حضرت لوط علیہ السلام کی آل یعنی اہلِ ایمان کے۔ اس تفسیری ترجمے کے مطابق اِلَّا سے استثنا متصل بنے گا۔ دوسری تفسیر اس طرح ہے۔ ہم سب مجرموں کی طرف بھیجے گئے ہیں لیکن آلِ لوط کی طرف نہیں بھیجے گئے مگر میرے نزدیک پہلی تفسیر اس لیے مناسب ہے کہ یہ ملائکہ سب کی طرف بھیجے گئے تھے فقط نوعیت میں اور کیفیتِ عمل میں فرق تھا کہ مجرموں کی طرف بھیجے گئے ان کو تباہ و ہلاک کرنے کے لیے اور مومنین کی طرف بھیجے گئے اس لیے کہ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ۔ بیشک ہم البتہ ضرور ضرور بچائیں گے اُن تمام نیک پاک لوگوں کو مگر اُن کی بیوی کو۔ یہاں بھی دو قول ہیں ایک یہ کہ آل سے مراد صرف گھر والے ہیں تب یہ اِلَّا مستثنیٰ متصل کے لیے ہے کیونکہ بیوی یقیناً گھر والی ہوتی ہے بلکہ اصل اہلِ بیت تو بیوی ہی ہوتی ہے اسی سے گھر اور اولاد بنتی ہے۔ اولاد کو مجازاً اہلِ بیت کہہ دیا جاتا ہے۔ دوم یہ کہ آل کا معنیٰ ہے متبع فرماں بردار ہے تب یہ مستثنیٰ منقطع ہے کیونکہ بیوی کافرہ تھی متبع اور مومنہ نہ تھی۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ بہر صورت یہ مستثنیٰ متصل ہے اس لیے کہ حضرتِ لوط کی یہ بیوی جس کا نام واعلہ تھا اگرچہ کافرہ تھی مگر مجرمہ اور فاحشہ بدکارہ نہ تھی نبی کی بیوی فاحشہ ہو سکتی ہی نہیں۔ اور جب یہ مجرمہ نہ تھی تو مجرمین میں داخل نہ ہوئی اور جب اُن میں داخل نہیں ہوئی تو آل میں داخل ہوئی کیونکہ یہاں دو گروہوں کا ہی ذکر ہے۔ اور جب آل میں داخل ہو کر نکالا گیا تو مستثنیٰ متصل ہوگیا۔ بعض نے فرمایا کہ یہ پہلے مومنہ تھی مگر قومِ سدوم ہی سے ہونے کی بنا پر قومی محبت نے اس کو خراب کیا تھا اس نے ہی ان مہمانوں کی خفیہ خبر دی تھی اور جب حضرتِ لوط اپنی آل کو لے کر جا رہے تھے تو یہ مُڑ مُڑ کر بار بار اپنی قوم کو دیکھتی تھی اور کہتی تھی ہائے میری قوم۔ حالانکہ تمام آل کے لیے حکمِ ربانی تھا کہ کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے جب عذاب کے پتھر برسنے لگے تو یہ ہائے قوم

کہہ کر پیچھے کی طرف بھاگی کہ ایک پتھر اُس کو بھی لگا اور وہیں قریب ہی مر گئی اسی تقدیری فیصلے کا یہاں ذکر ہے کہ ملائکہ نے پیشگی خبر دیتے ہوئے حضرتِ ابراہیم سے عرض کیا کہ بیشک ہم نے تقدیر سن لی ہے یا ہم نے پہلے کر لیا ہے۔ یا ہم کو اندازہ ہے یا ہماری یہ بھی ڈیوٹی ہے۔ یا اس کی تقدیر میں یہی ہے کہ یہ پیچھے رہجانے والوں میں سے ہے یا پیچھے لوٹ جانیوالوں میں ہو گی۔ حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ آپ کی عمر اس وقت ترپّن سال تھی جب کہ حضرت ابراہیم اس وقت ایک سوبیس سال کے تھے۔ آپ کا نام شریف لوط بن حاران بن تارخ تھا۔ آپ بھی نبی تھے اور ایک دوسری قوم جو آپ کی برادری سے نہ تھی جس کا نام قوم سدوم تھا وہ تقریباً چالیس ہزار افراد تھے۔ اور تین شہروں میں قریب قریب آباد تھے ۱۔ اردن ۲۔ شام۔ اور ۳۔ وادی سدوم۔ ان تینوں شہروں کی طرف آپ مبعوث تھے مگر شہر سدوم کے لوگ بدکار بھی ہوگئے تھے جب کہ دوسرے قوم والے صرف کافر ہی تھے۔ حضرت لوط دینِ ابراہیمی اور شریعتِ خلیل علیہ السلام کے ہی مُبلّغ نبی تھے۔ اور جس وقت ملتِ ابراہیمی نافذ ہوئی اور ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ملت کی تمام سنتوں پر عمل فرمایا اُسی وقت حضرت لوط نے بھی ملتِ ابراہیمی پر عمل کیا۔

(تفسیر روح البیان۔ کبیر صاوی۔ مدارک معانی۔ ابن کثیر)

فائدے

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ بعض الفاظ ایسے ہوتے ہیں کہ جن کے ظاہری معنیٰ حقیقی معنیٰ کے خلاف ہوتے ہیں ایسے موقعوں ظاہری معنیٰ چھوڑ دینے چاہیئے بلکہ وہ مطلب لینا چاہیئے جو حقیقت کی مطابقت قائم رکھے مثلاً حضرتِ لقمان نے اپنے فرزند دلبند سے فرمایا یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ (الخ) اس کا ظاہری معنیٰ ہے کہ اے میرے پیارے بیٹے اللہ کا شرک نہ کر۔ حالانکہ کسی کام سے باز کرنا تب ہی درست ہے جب وہ اس کام میں مبتلا یا مشغول ہو لیکن حقیقت کے یہ بات قطعی خلاف ہے کیونکہ حضرتِ لقمان کا بیٹا اولیاء کاملین میں تھا تو اب اس کا معنیٰ ایسا کیا جائے گا جو حقیقت سے نہ ٹکرائے وہ یہ کہ اے میرے بیٹے کبھی آئندہ شرک نہ کرنا یا کسی اپنی اولادوں سے شرک نہ کرنے دینا یا اپنے دوستوں کو شرک نہ کرنے دینا اور یہ بات ان کو سنا دینا کہ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ اسی طرح مِنَ الْقَانِطِيْنَ کا ترجمہ یہاں لفظی ظاہری نہیں کیا جا سکتا بلکہ اصلی ترجمہ یہ ہے کہ آپ ایسی بات نہ فرمائیں جو قانطین یعنی مایوس لوگوں کے مشابہ ہوتی ہے۔ یہ فائدہ وَمَنْ يَّقْنَطُ (الخ) کے جوابی جملے سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ قرآن مجید احادیثِ پاک اور عربی لغت کے اعتبار سے آل کے اصلی معنیٰ ہے متبع۔ فرماں بردار۔ اور ایمان قبول کرنے والا۔ ان ہی فرماں برداری کی وجہ سے اولاد نسل کو بھی آل کہہ دیتے ہیں لہٰذا شیعہ حضرات کا یہ کہنا کہ آل کا معنیٰ صرف اولاد ہی ہے قطعاً غلط ہے۔ اگر یہ بات درست ہوتی تو یہاں لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ۔ نہ فرمایا جاتا کیونکہ اَجْمَعِيْنَ کا لفظ بہر صورت بالاتفاق جمع ہے خالفین کو بھی تسلیم ہے حالانکہ حضرت لوط کی اولاد نسل صرف دو بیٹیاں تھیں تو اَجْمَعِيْنَ جمع کیوں ارشاد ہوا ماننا پڑے گا کہ متبعین بھی شامل ہیں اور اس آل کا حقیقی معنیٰ یہی مومنین مراد ہیں۔ اور پھر شیعہ

لوگ غور نہیں کرتے کہ آل بمعنیٰ اولاد کرنا ان کو نقصان دہ ہے وہ چاہتے ہیں کہ حضرت علی کو آل میں شامل کیا جائے لیکن وہ اس ترجمہ سے نکل جاتے ہیں کیونکہ وہ اولاد نبی نہیں۔ بلکہ داماد ہیں۔ اولاد میں ہوتے تو حضرت فاطمہ کے بھائی بنتے شوہر نہ بنتے۔ تیسرا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ کے افعال پاک کو کسی سبب کی طرف نسبت کرنا چاہیئے اور اس طرح کرنا ٹھیک ہے۔ یہ فائدہ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ فرمانے سے حاصل ہوا۔ لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ رسول بھلا کرتے ہیں اللہ رسول عطا فرماتے ہیں۔ اللہ رسول کا فضل و کرم ہے۔ کیوں کہ یہاں بھی ملٰئکہ نے اللہ تعالیٰ کے کام کو اپنی طرف منسوب کیا جس کا ذکر رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ اللہ تعالیٰ کا کام بندے کا اپنی طرف نسبت کرنا شرعاً جائز ہے۔ یہ مسئلہ ملائکہ کے قَدَّرْنَا فرمانے کی ایک تفسیر سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ۔** صرف شہرت کی بنا پر کسی شخص کو مجرم کہنا اور سمجھنا شرعاً جائز ہے۔ اور جس شخص کا فعل بدکاری لوگوں میں مشہور ہو چکا ہو ایسے شخص کے متعلق یہ کہنا کہ یہ مرد بدکار یہ عورت بدکار۔ بدفعل ہے جائز ہے کہنے والے کو حدِّ قذف نہ لگے گی کیونکہ یہ تہمت نہیں رہی اگرچہ شرعی ثبوت نہ حاصل ہو۔ یہ مسئلہ اِلٰی قَوْمٍ مُّجْرِمِیْنَ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ دیکھو ملائکہ نے تحقیقِ حال اور مشاہدۂ ظاہری سے پہلے ہی ان کو مجرمین فرمادیا۔ حالانکہ عذاب ابھی جائز نہ تھا اس کے لیے مشاہدۂ حال ضروری تھا اور مشاہدہ کے لیے انہوں نے شکلیں تبدیل کی تھیں۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ ملائکہ زیادہ کیوں آئے۔ تین۔ سات۔ دس۔ یا بارہ۔ جب کہ بشارت تو ایک فرشتے سے بھی کافی تھی دیکھو بشارتِ یحیٰی زکریا علیہ السّلام کو اور بشارتِ عیسیٰ حضرت مریم کو ایک ہی فرشتے جبرئیل علیہ السّلام نے دی۔ یہاں اتنے بہت سے کیوں آئے۔ **جواب۔** دو وجہ سے ایک یہ کہ بشارت کی عظمت و شان کے لیے یہ جلوس نکالا گیا۔ حضرت یحیٰی کی بشارت کے لیے بھی ایک فرشتہ نہیں تھا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے نَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ترجمہ۔ ان کو بہت سے فرشتوں نے ندا کی۔ ملائکہ جمع ہے مَلَکْ کی۔ لیکن حضرت مسیح علیہ السّلام کے لیے ایک فرشتے کا آنا یہ بشارتِ فرزند نہ تھی بلکہ عطاءِ فرزند تھی۔ ہر معظم کے اظہارِ عظمت کے لیے جلوس مبارک نکالنا۔ اور نکلوانا سُنَّتِ الٰہیہ اور طریقۂ ملائکہ ہے بعض مفسرین نے کہا ہے کہ بشارتِ یحیٰی میں صرف جبرئیل تھے مگر انہوں نے حضوری کثرت کا انکار نہیں کیا۔ صرف نَادَتْهُ کا فاعل ایک فرشتہ کو بتایا ہے۔ اللہ مقصد یہ ہے کہ آئے بہت سے مگر سب کی طرف سے ندا ایک نے کی تھی وہی یہاں ہوا۔ دوم یہ کہ یہ صرف بشارت ہی نہ تھی بلکہ عدالتِ الٰہیہ کے فیصلۂ عذاب کو نافذ کرنے کے لیے گواہی کو تلاش اور حاصل کرنا تھی اس لیے زیادہ آئے اگر صرف نزولِ عذاب ہی مقصود ہوتا تب بھی ایک فرشتہ کافی تھا جیساکہ سابقہ قوموں پر صرف بذریعہ جبرئیل ہی عذاب نازل ہوتا رہا۔ **دوسرا اعتراض۔** ملائکہ نے قَدَّرْنَا کیوں فرمایا۔ اس کا معنیٰ ہے ہم نے تقدیر بنائی ہے۔ تقدیر کا فاعل تو رب تعالیٰ ہے۔ **جواب۔** تفسیر روح البیان نے اس کا جواب اس طرح فرمایا ہے کہ قُربِ الٰہی اور

اور مدبرات امر الٰہی ہونے کی بنا پر رب تعالیٰ کا کام اپنی طرف نسبت کیا جیسے کہ بادشاہ کا عملہ بادشاہ کے کام کو اپنا منسوب کرتا ہے
کہ ہم نے یہ منصوبہ تیار کیا ہے۔ دیگر جوابات تفسیر عالمانہ میں عرض کر دیئے گئے کہ قدرنا کا معنی التقدیر بنانا نہیں بلکہ تقدیر جاننا یا فیصلہ کر لینا یا تیار ہو کر
آنا مراد ہے۔ **تیسرا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا۔ اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ یہ استثنا منقطع ہے یا متصل۔ **جواب**۔ اس کی مختصر
وضاحت تفسیر میں کر دی گئی ہے کہ دو احتمال ہیں ۱۔ اس کا تعلق اُرْسِلْنَا سے ہے۔ تب یہ متصل ہے کیونکہ ملائکہ نیک و بد
سب کی طرف آئے کسی کو بچانے کے لیے کسی کی ہلاکت کے لیے ۲۔ اس کا تعلق قوم سے ہے تب یہ منقطع ہے۔ کیونکہ آل لوط
مجرمین قوم میں شامل نہیں تھے۔

تفسیر صوفیانہ قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ۙ الہامات ربانی خطاب کرتے ہیں کہ اے قلب مطلوب
ہم نے تجھ کو حق جلال کی خوشی سنائی ہے کہ روح صلب اور قلب رحم سے عشق حقیقی کا ایسا تحفہ نایاب تولد ہوگا جو
علوم دینی اور فہم لاہوتی رسوم جبروتی افکار ناسوتی رسوم دنیوی کا علیم ہوگا۔ اے قلب مذکی اپنی حالت ضعفی پر نگاہ نہ کر بلکہ
رحیم ازلی کی آشکارا قدرتوں کو دیکھ مثل مایوساں نہ ہو۔ صوت قلبی سے حقیقت کیفیت بلند ہوتی ہے کہ بے راہی مایوس
رحمت ہوتے ہیں۔ یہ بشارتیں صبح قیامت تک ہر مخلص و مومن کو ملتی رہیں گی۔ کبر نفس پر بندش ضلالت ہے۔ مگر دل مومن
کو ہر حال میں وصل رحمت و لطف الٰہی ہے۔ طبیعت جمالی نے فرمایا اے قدس تجلیات کے رسولو کیا تمہارا صرف یہی پیغام
رحمت و رافت ہے یا کسی اور طرف بھی اظہار سیرانی ہے۔ بولے ہم اصل میں مجرمین نفوس شیطنیہ کی طرف بھیجے گئے ہیں
اس لیے کہ قالب بشری میں ابلیس نے اور ذریت ابلیس نے رذالت کا فساد و جرم قبیح شروع کر رکھا ہے۔ اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ۭ
اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ جسم بشریت پر واردات قہر کا عذاب سب
نفسیات پر ہی وارد ہوتا ہے مگر ضمیر روشن کی پناہ میں آنے والے حالات کو عتاب جلالی سے بچا لیا جاتا ہے۔ ہاں مردہ
ضمیری کو فنا کی تقدیر سے ہلاک ہونے والوں کے ساتھ قائم رکھ دیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ وادی عشق میں فلاں ابن فلاں
کوئی چیز نہیں ہے۔ وہاں نسب و قرابت کام نہیں دیتی۔ صحبت و قربت۔ وصل و شغل بھی بیکار ہو جاتا ہے۔ مقام معرفت
میں تو فقط علم نافع اور عمل عالم ہی کے قدموں سے چلا جا سکتا ہے۔ نہ زوجیت کا بھروسہ نہ ابنیت کا وقار۔ وادی عشق میں
وصل صورت سے پہچان نہیں ہوتی وصل سیرت ہی سے شناخت ہے۔ اس لیے کہ مشابہت صورت منافقت ہے اور
منافقت راہ محبت کفر عظیم ہے کفر کی صحبت وصل میں شک ہے لیکن۔ صحبت سیرت میں یقین ہے۔ فسق میں شک ہے
تقوے میں یقین ہے۔ ملاوٹ میں شک ہوتا ہے اخلاص میں یقین ہوتا ہے۔ پلیدی شکوک ہوتی ہے مگر پاکیزگی میں یقین ہے
حرمت میں شک ہے مگر ملت میں یقین ہے۔ اور شک کو ہلاکت مقدر ہے مگر یقین کو نجات ابدی شک والے قانطین میں سے

ہیں یقین والے قانعین میں سے شک والے مجرمین میں سے ہیں یقین والے مرحومین میں سے ۔ شک والے غابرین میں داخل یقین والے لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ میں شامل اہل شک کو فنا ہے اہل یقین کو بقا ۔ نفس امارہ شکوک وھمیات کی وادی سدوم میں ٹھہرا ہوا ہے ۔ لیکن نفس مطمئنہ یقین کے آل لوط میں منزہ ہے ۔ اسی زمین بشریت پر خلاق کائنات کی صفات غفور ورحیم کا بھی ظہور ہے اور عذاب الیم کی بھی وعید شدید کا اندیشہ ہے ۔ غافل انسان کو اس کا نفس مطمئنہ ہر وقت خطاب کرتا ہے کہ کاش تو پیدا ہی نہ کیا جاتا اور اگر تو پیدا کر دیا گیا ہے تو تجھ کو چاہیئے کہ سوچے کہ تیری خلقت ناسوتی کا مقصد کیا ہے اے خواب غفلت میں سونے والے بیدار ہو اپنی نگاہ قلبی کھول اور دیکھ دیدۂ عبرت سے کہ تیرے سامنے کیا ہے اور عذاب قہر کے کون سے قاصد تیری قضا کا پیغام فرمان قدرنا سنانے آستانۂ مرکز تجلیات پر پہنچ چکے ہیں ۔ یہ وہی پیغامبر ہیں جو کبھی تیری بشریت کے سامنے سجدہ ریز ہوئے تھے آج تجھ سے بیزار و متنفر ہو کر تجھ کو ہلاک کرنے چلے آئے کیا تجھ کو اپنے آپ پر کبھی بھی رنج و افسوس نہیں آتا تجھے نہیں معلوم کہ عذاب لشکر تیرے سامنے ہے بالکل قریب ہے پہنچنے والا ہے ۔ تو پیادہ پا سرمست دوڑتا چلا آرہا ہے اور خود ہی ہلاکت کے قریب تر ہو رہا ہے ۔ تو اپنی بستیٔ کالب پر مغرور ہے حالانکہ تیرے ساتھ تیری یہ بستی بھی تباہ ہو جائیگی ۔

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ۣالْمُرْسَلُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ

تو جب آئے حضرت لوط کے گھر والوں کے پاس بھیجے ہوئے فرشتے فرمایا حضرت لوط نے بیشک تم لوگ ہو بلائے

تو جب لوط کے گھر فرشتے آئے ۔ کہا تم تو کچھ بیگانہ لوگ ہو

مُّنْكَرُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ

بولے ہاں بلکہ ہم خود آئے ہیں آپ کے پاس ایسی چیز کے ساتھ کہ تھے یہ کافر ہیں اس شک کرتے

کہا ہم تو آپ کے پاس وہ لائے ہیں جس میں یہ لوگ شک کرتے تھے ۔

يَمْتَرُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۶۴﴾

اور لائے ہیں ہم پاس آپ کے اٹل فیصلے کو اور یقیناً ہم البتہ سچے ہیں ۔

اور ہم آپ کے پاس سچا حکم لائے ہیں اور ہم بیشک سچے ہیں ۔

فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ

تو راتوں رات لے جائیے کو اہل اپنے کچھ حصے میں رات کے دور کہیں اور پیچھے چلنا تم ان گھر والوں کے

تو اپنے گھر والوں کو کچھ رات رہے لے کر باہر جائیے اور آپ ان کے پیچھے چلیے

وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۵﴾

اور نہ متوجہ ہو کوئی سے تم میں اور گزرنا بالکل ایسا ہی جیسا حکم دیئے

اور تم میں کوئی پیچھے پھر کر نہ دیکھے۔ اور جہاں کو حکم ہوا سیدھے

وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ

گئے ہو۔ اور فیصلہ کر دیا ہم نے طرف اس کے اس معاملے کی کہ بیشک جڑیں ان کی کٹی ہوئی ہوں گی

چلے جائیے اور ہم نے اسے اس حکم کا فیصلہ سنا دیا کہ صبح ہوتے ان کافروں کی

مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۶۶﴾

صبح پانے والوں کے ساتھ

جڑ کٹ جائے گی

تعلق ان آیات کریمہ کا تعلق پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح ہے۔

پہلا تعلق - پچھلی آیت میں فرشتوں کی حضرت ابراہیم سے بات چیت کا تذکرہ تھا۔ اب یہاں ان ہی ملائکہ کا حضرتِ لوط سے کلام کا ذکر ہے گویا پہلے غائبانہ تذکرہ تھا اب بالمشافہ گفتگو۔ **دوسرا تعلق** - پچھلی آیت میں یہ بتایا گیا تھا کہ حضرتِ ابراہیم بھی ملائکہ کو نہ پہچانتے تھے اور یہ نہ پہچاننا ایک وجہ سے تھا۔ اب بتایا جا رہا ہے کہ حضرت لوط بھی ان کو نہ پہچانتے۔ اور اس میں رب تعالیٰ کی حکمت خاص تھی جو صرف اس خاص وقت کے لیے ہوئی۔

تیسرا تعلق - پچھلی آیت میں یہ بتایا گیا تھا کہ فرشتوں نے کہا کہ ہم آلِ لوط علیہ السلام کو عذاب سے بچا لیں گے۔ اب یہاں بچنے کا طریقہ سکھایا جا رہا ہے

تفسیر نحوی فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ نِ الْمُرْسَلُوْنَ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ

بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ وَاٰتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۔ فَ حرفِ تعقیبیہ ۔ لَمَّا ۔ اصل میں لَمَّا حرفِ جازم مثل
لَمْ کے اس کا ترجمہ ہوتا ہے ۔ ابھی تک مضارع کو جزم دیتا ہے اور ماضی کے معنیٰ میں کرتا ہے ۔ اس کے علاوہ لمّا کا استعمال
عربی میں تین طرح ہوتا ہے ۔ ۱ لَمَّا شرطیہ اس کا ترجمہ ہوتا ہے جب بمعنیٰ اذا ۔ جب کہ ماضی شرط و جزا پر داخل ہوتا ہے
۲ ظرفیہ زمانیہ بمعنیٰ اِذْ ۔ اس وقت اس کے شروع میں فَ زائدہ بمعنیٰ تَوْ ہوتی ہے ۳ لَمَّا حرفِ استثنا بمعنیٰ اِلَّا ۔ ترجمہ
ہے مگر ۔ اس کی بناوٹ میں بھی تین قول ہیں ۔ ۱ دراصل لَمًّا تنوین سے تھا ۔ مصدر مبالغہ کے معنیٰ میں ترجمہ ہے جمع کرنے
والا ۔ ۲ دراصل لَ مَنْ مَا تھا ۳ دراصل لَنْ مَا تھا ۔ اور وہ کہتے ہیں کہ لَنْ نافیہ ہوتا ہے ۔ یہاں لَمَّا شرطیہ ہے ۔ جَاءَ
فعل ماضی مطلق مثبت معروف باب ضَرَبَ سے ہے ۔ جَیْءٌ اجوف یائی اور مہموز اللام سے بنا ہے بمعنیٰ آنا ۔ آل اسم
مفرد جامد مضاف ہے لُوْطٍ اسم عَلَم مضاف الیہ کی وجہ سے بحالتِ کسرہ ہے نکرے کی تنوین نہیں ہے ۔ بلکہ تخصیصی ہے
یہ مرکب اضافی مفعول فیہ ہے ۔ یہ لفظ تو جامد ہے لیکن لفظِ لَوْطٌ یا لَیْطٌ مادہ مصدر ہے اسی سے ہے لواطت بمعنیٰ
مردوں سے بدفعلی ۔ لُوط کے معنیٰ لغوی ہیں خبریں دینے والا لیکن لَوْطٌ یا لَیْطٌ کے لغوی لحاظ سے نو معنیٰ ہیں ۔
۱ گوشت میں سوراخ کرنا ۔ اسی معنیٰ سے لواطت ہے ۲ نظر بد لگانا ۔ ۳ چیز چھپانا ۴ حوض کا پانی گدلا کرنا ۵ بہت
پھرتیلا ہونا ۔ ۶ یاد رہنا ۷ نفع پانا ۔ ۸ دلچسپ کام کرنا ۹ کسی چیز کا دل کو بھا جانا ۔ یہ بھی اتفاق ہی ہے کہ حضرت لوط
کو اسی قوم کا نبی بنایا گیا جو لواطت کرتی تھی ۔ بعض احمقوں نے لُوط ہی سے لواطت کا اشتقاق کیا ہے الف لام عہدِ خارجی
بمعنیٰ وہی ۔ مُرْسَلُوْنَ اسم مفعول ہے باب افعال کا صیغہ جمع مذکر ۔ بحالتِ رفع فاعل ہے جاءَ کا ۔ قَالَ ۔ فعل ماضی قَوْلٌ سے
بنا ہے بمعنیٰ کہنا ۔ یہ جملہ فعلیہ قولیہ جزا ہے ماقبل شرط کی ۔ ھُوَ ضمیر مستتر کا مرجع لُوطٍ ہے ۔ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ قول ہوا ۔ اِنَّ
حرف مشبّہ کُمْ ضمیر اس کا اسم ۔ قَوْمٌ اسم مفرد ہے ۔ موصوف ہے ۔ لفظاً واحد ہے حقیقۃً (حکماً) جمع ہے اسی لیے مُنْكَرُوْنَ اس
کی صفت جمع ہے ۔ اسم مفعول ہے صیغہ جمع مذکر ۔ ھُمْ ضمیر مستتر اس کا نائب فاعل جملہ اسمیہ (خبریہ جملہ) ہو کر صفت ہوئی ۔
مرکب توصیفی خبر اِنَّ ہے ۔ بعد میں وہ سب مَقُولہ ہے قول کا ۔ باب افعال سے ہے اِنکارٌ مصدر ہے ۔ بمعنیٰ ۔ منع کرنا ۔ روکنا ۔
نہ ماننا ۔ ترجمہ ہے تم منع کیے ہوئے ہو ۔ رد کیے ہوئے ہو ۔ ناپسندیدہ ۔ قَالُوْا ۔ فعل ماضی جمع مذکر ھُمْ ضمیر جمع فاعل ہے ۔
فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا ۔ اگلی سب عبارت مقولہ ہے ۔ بَلْ ۔ حرفِ عطف کبھی اِضراب کے لیے آتا ہے کبھی استدراک
کے لیے ۔ یہاں استدراک کے لیے ہے ۔ اضراب کا مطلب ہے سابقہ کی نفی نہیں بلکہ اور زیادتی ۔ جیسے کہا جاتا ہے یہ چور ہے
بلکہ سینہ زور ہے ۔ یعنی مزید برآں ۔ استدراک کا مطلب ہے سابقہ کی نفی مابعد کا ثبوت یعنی ایسا نہیں بلکہ ایسا ہے ۔ مطلب ہے
کہ ہم مُنْكَرُوْنَ نہیں بلکہ جِئْنٰا ۔ باب ضَرَبَ کا ماضی مطلق صیغہ جمع متکلم ۔ مخاطب مُرْسَلُوْنَ ملائکہ ہیں ۔ جَیْءٌ سے بنا ہے بمعنیٰ ۔
آنا ۔ لانا ۔ کَ ضمیر واحد حاضر منصوب متصل مرجع لُوطٍ ہے ۔ ظرف عِنْدَ مکانیہ یہاں پوشیدہ ہے اس کا اعراب نصب ظروف
یعنی کَ ضمیر کو دیا گیا ۔ بمعنیٰ آپ کے پاس ۔ بِ جارّہ بمعنیٰ مَعَ (ساتھ) اگر جِئْنٰا ۔ آنے کے معنیٰ میں ہو ۔ اور اگر لانے کے معنیٰ میں

ہو تو ب جارّہ مفعولیت کے معنیٰ میں ہوگی بمعنیٰ کو۔ مَا موصولہ مجرور ہے ب سے۔ مابعد کی پوری عبارت اِس کا صلہ ہو کر مجرور متعلق ہے۔ جِئْنَا کا۔ کَانُوْا فِیْہِ یَمْتَرُوْنَ ماضی استمراری۔ صیغہ جمع مذکر غائب اِس کے بیچ میں فِیْہِ آیا کلام میں سختی اور حصر پیدا کرنے کے لیے دراصل فیہ بعد میں تھا۔ باب اِفْتِعَالٌ سے ہے اِمْتِرَاءٌ بمعنیٰ تنگ کرنا۔ مَرْیٌ سے بنا ہے اِس کا مصدر ہے اِمْتِرَاءٌ۔ فِیْ جارّہ ظرفیہ مکانیہ بھی ہو سکتا ہے زمانیہ بھی بعض نے کہا فِیْ بیانیہ ہے یعنی بارے میں۔ ہ ضمیر کا مرجع مَا ہے۔ وَاوْ عاطفہ عطف ہے مَا بعد کا جِئْنَا پر۔ آتَیْنَا۔ باب اِفعال کا ماضی مطلق صیغہ جمع متکلم۔ مصدر ہے اِتْیَانٌ۔ بمعنیٰ لانا۔ آنا۔ کَ ضمیر واحد حاضر۔ دراصل تھا عِنْدَکَ۔ ترجمہ ہے۔ آپ کے پاس۔ بِ جارّہ میں دوٗ احتمال ہیں اگر آتَیْنَا بمعنیٰ لانا ہے تو بِ مفعولیت کی ہوگی بمعنیٰ۔ کو۔ اور اگر آتَیْنَا کا معنیٰ دوسرا ہو۔ یعنی آنا۔ تو بِ بمعنیٰ مَعْ (ساتھ) ہوگی۔ الف لام عہدی ہے۔ حَقّ۔ اسم مفرد جامد۔ بمعنیٰ۔ فیصلہ۔ یا بمعنیٰ سچائی۔ درستی۔ واؤ عاطفہ۔ عطف ہے مابعد کا جِئْنٰکَ پر۔ اِنَّا۔ دوٗ لفظ ہیں ۱۔ اِنَّ حرفِ مشبہ تحقیق کے لیے۔ ۲۔ نَا ضمیر جمع متکلم اس کا اسم ہے منصوب ہے اسمیۃ کی وجہ سے۔ متصل ہے اپنے عامل سے۔ لام کَ ابتدائیہ خبرِ اِنَّ پر مفتوح ہو کر آیا۔ اِس کے علاوہ جرا ور نصب دونوں طرح آتا ہے۔ صٰدِقُوْنَ۔ باب نَصَرَ کا اسم فاعل ہے۔ صیغہ جمع مذکر۔ بحالتِ رفع ہے کیونکہ خبر ہے اِنَّ کی ہمزہ مکسور اس لیے ہے کہ۔ عطف پورے جملہ کا ہے نہ کہ فقط اِنَّ کا۔ لہٰذا اِنَّ بذاتِ خود ابتداءِ کلام میں ہی ہے۔ درمیانِ کلام تب ہوتا ہے۔ جب مفعول بہ یا فاعل۔ یا مجرور یا تابع ہو کر آئے۔ عطف سے کلام علیحدہ ہی متصور ہوتا۔ بعض نے کہا یہ واؤ عاطفہ نہیں ہے۔ اور اسی کو ترجیح ہے۔ صٰدِقُوْن صِدْقٌ سے بنا ہے۔ بمعنیٰ سچ بولنا۔ سچا ہونا۔ یہاں دوسرے معنیٰ زیادہ موزوں ہیں۔ کیونکہ مناسبِ حال ہیں۔ مگر پہلا معنیٰ بھی درست ہے۔ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ فَ زائدہ اَسْرِ۔ باب اِفعال کا فعل امر صیغہ واحد مذکر حاضر اَنْتَ ضمیر واحد مذکر اس کا فاعل ہے جس کا مرجع لوطؑ ہے۔ مصدر ہے اِسْرَاءٌ۔ سُرٰی سے بنا ہے۔ بمعنیٰ رات کو چلنا۔ بِ جارّہ بمعنیٰ مع۔ اَھْل۔ اسم مفرد جامد۔ لغوی ترجمہ ہے۔ والا۔ مالک ہونا۔ ساتھی ہونا۔ تعلق جوڑنا۔ یہاں مراد ہے گھر والے بال بچے اگرچہ اس کی جمع ہے اھالیا مگر یہ خود بھی معنیٰ جمع میں مستعمل ہوتی ہے کَ ضمیر کا مرجع لوطؑ ہے۔ بِ۔ جارّہ بمعنیٰ فِیْ جارّہ ظرفیہ۔ قِطْعٌ۔ اسم مفرد حاصل مصدر بمعنیٰ ٹکڑا۔ حصّہ۔ مِنْ تبعیضیہ۔ الف لام عہدِ خارجی یعنی آج رات۔ لَیْل اسم جنسی ہے مفرد جامد۔ اِس کی جمع ہے لَیَالِیْ۔ ترجمہ ہے رات۔ اِس کا مؤنث لفظی ہے لَیْلَۃٌ۔ دراصل تھا۔ لَیْلَاۃٌ کیونکہ اِس کی تصغیر ہوتی ہے لُیَیْلَۃٌ۔ بحالتِ کسرہ ہے مجرور ہے متعلق سوّم ہے اَسْرِ کا۔ واؤ عاطفہ۔ عطف ہے اَسْرِ پر۔ اِتَّبِعْ باب افتعال کا امر حاضر معروف صیغہ واحد مذکر۔ دراصل تھا اِتْتَبِعْ۔ اوّل میں دوٗ ت جمع ہوئیں۔ پہلی مادّے کی اصلی دوسری افتعال کی لہٰذا دونوں کو مدغم کر دیا۔ اِس کا فاعل انتَ ضمیر مستتر ہے جس کا مرجع لوطؑ ہے مصدر ہے اِتِّبَاعٌ۔ تَبَعٌ سے

بنا ہے بمعنی پیچھے چلنا۔ اَدْبَارَ۔ اسم جمع ہے واحد ہے دُبُرٌ۔ بمعنی پیٹھ۔ بحالت نصب کیونکہ ظرف مفعول فیہ ہے کُمْ ضمیر کا مرجع اصل ہے۔ واوٗ عاطفہ۔ مابعد جملہ کا عطف ہے اِتَّبِعْ پر لَا یَلْتَفِتْ۔ باب افتعال کا فعل نہی صیغہ واحد مذکر غائب اس کا مصدر ہے اِلْتِفَاتٌ۔ لَفْتٌ سے بنا ہے۔ بمعنی منہ پھیر کر دیکھنا۔ اِدھر اُدھر متوجہ ہونا۔ یہاں پہلے معنے مناسب ہیں۔ مِنْ جارہ تبعیضیہ کُمْ ضمیر جمع مذکر مجرور متصل متعلق لَا یَلْتَفِتْ کا۔ اَحَدٌ اسم مفرد عددی۔ اس کا استعمال عربی میں دو طرح چار معنی میں ہوتا ہے ۱ نفی میں بمعنی کوئی۔ استغراق جنسی کی نفی مقصود ہوتی ہے اسی معنی میں یہاں ہے۔ ۲ ثبوت و ایجاب میں۔ بمعنی دہائی سے اوپر پہلا نمبر ۳ مضاف کے معنی میں بمعنی ایک۔ ۴ اظہار وحدت کے لیے۔ بمعنی ایک عدد کا مقابل اور جز۔ خیال رہے کہ مفرد اور اَحد میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ مفرد میں محض علیحدگی ہوتی ہے۔ اگرچہ تعداد زیادہ ہی ہو اس لیے مفرد تین قسم کا ہے۔

۱ مفرد وہ جو دو میں سے علیحدہ ہو۔ دوم۔ مفرد وہ جو جملے سے علیحدہ ہو یعنی جملہ نہ ہو۔ بلکہ اس کی جز بن سکے۔ سوم مفرد وہ جو مرکب نہ ہو۔ مگر احد میں صرف وحدت ہوتی ہے اگرچہ کسی بڑے عدد سے جڑ کر ہو جیسے اَحَدَ عَشَرَ۔ واوٗ عاطفہ مابعد جملہ کا عطف ہے اِتَّبِعْ پر۔ اُمْضُوْا۔ اِمْضُوْا۔ باب نصر یا ضرب کا فعل امر ہے جمع مذکر حاضر۔ اَنْتُمْ ضمیر جمع اس کا فاعل ہے اصل مرجع۔ کیونکہ اصل بھی معنوی جمع ہے مَضْیٌ سے بنا ہے بمعنی گزرنا۔ حَیْثُ۔ اسم مفرد ظرفیہ مضاف ہے مکان ابہامی کے لیے ہوتا ہے یعنی جگہ معین نہیں ہوتی۔ بمعنی جہاں کہیں۔ ہمیشہ مبنی ہوتا ہے ضمہ پر مگر بحالت نصب ہے کیونکہ ظرف ہے اُمْضُوْا کا کبھی کبھی متضمن کیفیت کے لیے آتا ہے بمعنی جس طرح۔ یا جس طریقہ سے یہاں اسی معنی میں ہے جب اس کے بعد مَا کافہ آ جائے تو شرطیہ ہو جاتا ہے۔ مَا اسم موصولہ مضاف الیہ ہے حَیْثُ کا تُؤْمَرُوْنَ۔ باب نصر یا باب افعال کا فعل مضارع مجہول صیغہ جمع مذکر حاضر اَمْرٌ سے بنا ہے۔ بمعنی حکم دیا جانا۔ وَقَضَیْنَآ اِلَیْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰۤؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِیْنَ۔ واوٗ سر جملہ۔ ابتدائیہ نئے کلام کے لیے۔ قَضَیْنَا۔ باب ضرب کا ماضی مطلق صیغہ جمع متکلم مخاطب اللہ تعالیٰ ہے۔ قَضْیٌ سے بنا ہے۔ بمعنی فیصلہ کرنا۔ فیصلہ سنانا یہاں دوسرے معنی میں ہے اِلٰی جارہ انتہا کے لیے ہٖ ضمیر واحد غائب کا مرجع لوط ہے جار مجرور متعلق ہے قَضَیْنَا کا۔ ذٰلِكَ اسم اشارہ بعیدی مبہم مبنی ہوتا ہے۔ بحالت نصب ہے۔ مفعول بہ ہے قَضَیْنَا کا یا بدل ہے اس کا یا عطف بیان ہے۔ اَلْاَمْرَ۔ الف لام عہدی۔ اَمْرَ۔ اسم مفرد حاصل مصدر جامد۔ بمعنی کام۔ تب یہ مفعول بہ ہے۔ اور اگلی عبارت اس کا عطف بیان۔ یا بمعنی فیصلہ تب بدل ہے۔ یا عطف بیان۔ اور اگلی عبارت اس کا حال ہے۔ بحالت نصب ہے کیونکہ مشار الیہ ہے ذٰلِكَ منصوب کا۔ اَنَّ حرف تحقیق اور یقین کے لیے دَابِرَ۔ اسم فاعل ہے باب نصر کا واحد مذکر۔ بحالت نصب ہے کیونکہ اسم اَنَّ ہے۔ دُبُرٌ سے بنا ہے۔ بمعنی پیچھے آنا یا رہنا۔ اس کی تین صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ زمانی ہو۔ دوم یہ کہ مکانی ہو۔ سوم یہ کہ رتبی ہو تاخیر مکانی کا معنی ہے پیٹھ۔ تاخیر زمانی یا رتبی کا معنی ہے نسل۔ مضاف ہے۔ هٰۤؤُلَآءِ۔ اسم اشارہ قریبی۔ جمع مطلق کے لیے ہے۔ (مذکر مؤنث) بحالت جر ہے

مضاف الیہ ہے۔ مقطوعٌ۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ قطعٌ سے بنا ہے بمعنی۔ توڑنا۔ ٹوٹنا۔ پہلا متعدی ہے دوسرا معنی لازم۔ یہاں دونوں مناسب ہیں ترجمہ ہے۔ توڑا ہوا یا ٹوٹا ہوا بحالت رفع ہے کیونکہ یہ پورا جملہ اسمیہ خبر ہے اَنَّ کی۔ اور وہ اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر حال یا عطف بیان اَمر کا۔ اس لیے اَنَّ درمیان کلام ہوا اس کی ہمزہ مفتوحہ ہوئی مُصْبِحِیْنَ باب افعال کا اسم فاعل۔ صیغہ جمع مذکر۔ مصدر ہے اِصْبَاحٌ۔ بمعنی صبح کرنا۔ بحالت فتحہ ہے۔ کیونکہ یا مفعول معہ ہے۔ ہمارا ترجمہ اسی ترکیب میں ہے۔ یا حال ہے۔ مقطوعٌ کے نائب فاعل ھُوَ ضمیر مستتر کا۔ یا ظرف زمانی ہے مقطوعٌ کا۔ اعلیٰحضرت کا ترجمہ اسی ترکیب میں ہے۔

تفسیر عالمانہ فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ِۣالْمُرْسَلُوْنَ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ وَ اَتَیْنٰكَ بِالْحَقِّ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ قوم لوط کا پورا تفصیلی بیان سورۃ ھود میں گزر چکا ہے یہاں مختصراً اس طرح سمجھ لیا جائے کہ باری تعالیٰ عزّ اسمہ کے یہ مقرب مرسلین ملائکہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آدھا دن ٹھیر کر بوقت دوپہر وہاں سے روانہ ہوئے اُس ہی خوبصورت نوجوان مہمانوں کی شکل میں۔ ایک قول ہے کہ حضرت خلیل کے پاس جس شکل میں آئے تھے اُس کو بدل کر دوسری شکل میں نہایت حسین جمیل نوجوان لڑکوں کی طرح وادیٔ خلیل سے چار کوس یعنی چھ میل دور وادیٔ سدوم میں حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئے حضرت لوط نے ان کو مہمان ہی سمجھا مگر اُن کی عمر اور حُسنِ جوانی کو دیکھ کر فرمایا بیشک تم منکر قوم ہو۔ مُنْكَرُوْنَ کا لفظی ترجمہ ہے انکار کئے ہوئے یعنی میری قوم نے مجھ کو مہمان رکھنے سے منع کیا ہوا ہے۔ اس ممانعت کے مدنظر تم ٹھیرائے جانے اور مہمان رکھے جانے سے یا پناہ دیئے جانے سے انکار کئے ہوئے ہو۔ مُنْكَرُوْنَ کا اصطلاحی ترجمہ ہے اجنبی لوگ کہ نہ مسافر معلوم ہوتے ہو نہ مقامی۔ نہ تم پر سفر کے آثار ہیں نہ کوئی تم کو یہاں پہچانتا ہے۔ میں اپنی قوم کی خباثتوں سے بہت پریشان ہوں تم جیسے بھولے بھالے پیارے انجان مہمانوں کو کس طرح ٹھیراؤں چند گھڑیوں کے لیے تم کو چھپا تو سکتا ہوں۔ مگر زیادہ دیر حفاظتی ذمہ داری نہیں لے سکتا۔ ملائکہ نے کہا۔ بَلْ جِئْنٰكَ یہ کلام اِس جگہ مقدم آیت میں مذکور ہوا مگر حقیقتاً قوم کے آجانے اور گھر کا گھیراؤ کرنے اور حضرت لوط علیہ السلام سے مباحثہ کرنے کے بعد کا ہے۔ جیساکہ سورۃ ھود میں گزر گیا۔ حضرت لوط علیہ السلام نے ابھی تک قطعاً نہیں پہچانا تھا کہ یہ لڑکے اور مہمان نہیں ہیں اور اس میں حکمت الٰہی تھی اس لیے کہ رب تعالیٰ کا قانون ہے کہ کوئی فیصلہ بغیر شاھد ے اور گواہی کے نہ ہو۔ قوم مجرم تھی مگر چشم دید گواہی کوئی نہ تھی ملائکہ نے آج عذاب کا فیصلہ نافذ کرنا تھا۔ اور لواطت مثل زنا کے نہیں ہے کہ اس کے لیے چار عینی گواہ ہوں اس بنا پر ملائکہ نے لڑکوں کا روپ دھارا۔ تاکہ بدکار قابل سزا مجرم ان کی طرف گناہ کے ارادے سے آئیں۔ اور کل قیامت میں یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم کو عذاب بلا وجہ بغیر تصور دیا گیا ہم نے توسچی توبہ کرلی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ بدکار قوم کی ساری بحث گفتگو اور لوط علیہ السلام کے کافی پریشان ہونے کے بعد ملائکہ نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ اے نبی اللہ ہم قوم نہیں۔ قوم تو مردوں عورتوں کی برادری کا نام ہے ہم

نہ مرد ہیں نہ عورت نہ حقیقی مذکر نہ مؤنث ۔ بلکہ ہم صرف اُسی عذابِ الٰہی کو لے کر آپ کے پاس آئے ہیں جس کے بارے میں یہ بدکار لوگ شکوک انکار کرتے تھے ۔ آپ قوم کی ان موجودہ بیہودہ حرکتوں سے ذرّہ بھر پریشان نہ ہوں یہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ابھی دیکھنا ان کا اپنا کیا حال ہوتا ہے اور ہم آپکے پاس حق تعالیٰ کی طرف سے یا حق بات کے ساتھ آئے ہیں ۔ اور اگرچہ اس وقت ہم انسانی شکل میں ہیں مگر ہم جو بات کر رہے ہیں اس میں بالکل سچے ہیں ۔ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ۔ لہٰذا اب آپ ہماری فکر نہ کریں قوم کی حالت ہم نے دیکھ لی ہے جس نے پچیس ۲۵ سال سے آپ کی ہر طرح کی بشارت و نذارت والی تبلیغ کا اثر نہیں لیا تو آج کیا شرم کریں گے جس عذاب کی آپ ان کو خبریں سناتے تھے وہ اب آگیا ہے ۔ بس آپنے یہ کرنا ہے کہ سب سامان وغیرہ یہیں چھوڑ کر اپنے اہل خانہ جو صرف آپکے بیوی بچے ہی تھے دو ۲ بیٹیاں اور آپ کی بیوی ہو یہی اکثر مفسرین کا قول ہے مگر بعض فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ قوم سدوم میں مومن ہوگئے تھے اور ان کی دلیل سورۃ نمل کی وہ آیت ہے ۵۶ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ الخ ۔ اور سورہ شعراء آیت ۱۷۰ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ۔ اور اجمعین کا لفظ تو یہاں بھی ہے جو جمع پر دال ہے حالانکہ آپ کی اولاد صرف دو ۲ بیٹیاں تھیں ۔ ان تمام کے ساتھ تہجد کے وقت یہاں سے ہجرت کر جاؤ اور آپ قائدین کر اُن کے پیچھے چلیں یا اس لیے کہ وہ سب آپ کی نگرانی میں رہیں یا اس لیے کہ آپ کے پیچھے رہنے کی بنا پر کوئی بھی سست رفتار نہ ہو نہ بھولے نہ بھٹکے یا اس لیے کہ ان میں کوئی غلط قدم نہ اٹھائے اور آپ کے احکامات پر عمل کرتا رہے ۔ یہ سب باتیں آپ کے ساتھ یا آگے رہنے میں حاصل نہ ہوں گی اور تم میں سے کوئی بھی کسی طرف توجّہ نہ کرے نہ دائیں بائیں نہ پیچھے گھر بار کا خیال آئے نہ عذاب کی آوازیں آئیں نہ ہلاک ہونیوالوں کی چیخ و پکار سنائی دے ایک قول میں لَا يَلْتَفِتْ کا جملہ محاورۃً ہے یعنی تیز سرپٹ چلنا ہے ایسا کہ پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھتا ۔ بہرکیف مقصود تیز چلانا ہے جو سیدھے چلنے سے حاصل ہوتا ہے ادھر اُدھر دیکھنے اور توجّہ کرنے سے رفتار سست پڑ جاتی ہے ۔ اور تیز چلنے کے دو ۲ مقصد ۱ یہ کہ تیز چلنے سے سوائے اگلی منزل کے اور کوئی خیال نہیں آتا ۲ جہاں سے نکلا ہو وہاں سے جلدی دور اور جدھر کو جانا ہو اس کے قریب جلدی ہو جاتا ہے ۔ چونکہ سب کی روانگی پیدل تھی اور عذابِ آسمانی پتھریلی بارش کی طرح آنے والا تھا اس لیے حدودِ عذاب سے جلدی نکلنے کے لیے تیزی کا حکم دیے گئے ہو ۔ ایک قول ہے کہ بہت پہلے حضرت لوط کو عذاب کی خبر اور آپ کے ہجرت کر جانے کی خبر اور مقام و شہر کی اطلاع رب تعالیٰ نے وحی فرما دی تھی ۔ اب یہ اسی کا تذکرہ ہے ۔ وہ ملکِ شام کا علاقہ تھا یا اُردن شہر تھا جس میں کچھ دیگر قومِ سدوم ہی کے باشندے تھے مگر وہ بدکار نہ تھے نہ اس وقت اُن پر عذاب آنا تھا ۔ بعض نے کہا مصر کی طرف جانے کا حکم ہوا تھا واللہ ورسولہ اعلم بالصواب ۔ وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ۔ اور ان تمام حالات و مشاہدات و حرکات بحث تحقیق کی گواہیوں کے بعد ہم نے اپنی عدالتِ الٰہیہ کا فیصلہ بھیج دیا اُن حضرتِ لوط کی طرف اُس عذاب کے امر کا ۔ کہ بیشک ان ذلیل بے غیرت بدکار لوگوں کی جڑیں کاٹ دی گئیں ہیں یا کاٹ دی جائیں گی صبح ہوتے

ہوتے کہ اہل دنیا تو گل صبحِ بہاراں کی لذتوں میں خوشیوں کے ساتھ بیدار ہوں گے مگر یہ بد نصیب ظالم آخری سسکیاں اور نزع کی ہچکیاں بھرتے ہوں گے۔ کچھ مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ قول بھی ملائکہ کا ہے۔ اور فرشتوں نے کہا کہ ہم نے اب قوم کی حالت بد دیکھ کر عذاب کا پکا فیصلہ کر لیا ہے اور عدالتی کاروائی اِس جیسے جرم کے لیے مکمل ہو گئی ہے۔ بعض نے فرمایا کہ یہ جملہ رب تعالیٰ کا کلام ہے جو پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے اور پہلی کسی وحی اور خبر کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی اے پیارے حبیب ہم نے حضرتِ لوط کو پہلے ہی بہت دن گزرے اپنا فیصلہ سنا دیا تھا۔ اب یہ کاروائی کہ فرشتوں کو لڑکوں کی شکل میں بھیجا گیا اُس بد قوم کی ذلیل حرکتیں دکھا کر عدالتی گواہی حاصل کرنا تھی۔ لہٰذا ان کی جڑیں یعنی آئندہ نسلیں بھی اب ختم کر دی گئیں جب کہ عدالتی کام پورے ہو گئے اور یہ جرم اِس ہی نوعیت کا تھا کہ اُس کے لیے ایسی ہی شہرت اور مشاہداتی گواہی کافی تھی۔

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ جہاں کوئی نیک بندہ ہو یا کسی نیک بندے کی قبر ہو وہاں آسمانی عذاب نہیں آتا جس علاقے میں عذاب الٰہی آنا ہوتا ہے وہاں کسی نیک ولی اللہ کو مرتے ہی نہیں دیا جاتا بلکہ زندہ نکال لیا جاتا ہے۔ یہ فائدہ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ سے حاصل ہوا۔ اور اسی طرح تاریخی مشاہدہ بھی ہے۔ چونکہ عذاب الٰہی سے زمین پھٹ جاتی ہے اور ناقابل رہائش ہو جاتی ہے اور نیک بندوں کے مزارات کی توہین رب کو گوارا نہیں اس لیے ان بستیوں میں کسی نیک کی قبر بھی ثابت نہیں۔ آج بھی صالحین اور نیک لوگوں کا علاقے سے نکل جانا علاقے کی بدنصیبی ہے۔ دوسرا فائدہ۔ اللہ کا نبی ہر وقت ہر آن حیات اور بعد وفات ہر آنیوالے کو پہچانتے ہیں بجز اس کے کہ خدا تعالیٰ کی مرضی اور حکمت چھپانا ہو۔ یہ فائدہ۔ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ۔ فرمانے کے بعد پھر فوراً نام بنام ملائکہ کا پہچان جانے سے حاصل ہوا کہ یہ جبرئیل ہیں یہ فلاں۔ جب کہ ان مسافر بننے والوں نے اپنا تعارف یا نام نہ بتایا بلکہ یہ بھی نہ کہا کہ ہم فرشتے ہیں۔ **تیسرا فائدہ**۔ ہر وہ چیز جس کے منکر لوگ چند طرح انکار کریں اس کو عربی میں امترا کہتے ہیں مثلاً کبھی کہیں کہ لے آؤ کبھی عذاب آنے کا صاف انکار کریں۔ کبھی کہیں اگر آ گیا تو ہم مقابلہ کر لیں گے کبھی کہیں ہم پہاڑ پر یا غاروں میں چھپ کر بچ جائیں گے یہ گویا سب گفتگو انکاری ہے اگرچہ اس کی کیفیتِ بیان الگ الگ ہے اسی لیے اِس انکار کو امترا فرمایا یعنی ظاہراً شک حقیقتاً اور باطناً صاف انکار۔ اور انبیاء کرام کی کسی بھی بات میں شک کرنا بالکل اسی طرح کفر ہے جس طرح انکار کرنا کفر ہے۔

احکام القرآن ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ کسی بزرگ کی طرف پیٹھ کرنا صرف اُس صورت میں جائز ہے جب بزرگ خود فرمائیں اور اس میں کوئی خاص وجہ یا حکمت ہو۔ یہ مسئلہ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ سے مستنبط ہوا کہ آلِ لوط نے اِس سفر میں حضرت لوط کی طرف پیٹھ کی جو ظاہراً بے ادبی تھی مگر چونکہ پشت پناہی ضروری تھی اس لیے یہ کام جائز ہوا اسی طرح سیدنا حضرت

عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق نے ایک دفعہ نبی کریم کے حکم سے امامت فرمائی اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے اقتدا میں کھڑے ہوئے۔ یونہی کوئی شیخ مرشد یا شاگرد کو یعنی استاد نماز یا راہ میں آگے چلنے کا حکم دے تو جائز ورنہ اپنی مرضی سے بزرگوں کے آگے یا قرآن مجید حدیث پاک کی طرف پیٹھ کرنا گناہ ہے۔ عاملین کاملین حضرات فرماتے ہیں کہ اگر کسی سخت مہم میں سفر کرنا ہو تو رجال غیب کی طرف چند قدم پیٹھ کر کے چلنے سے مشکل حل ہو جاتی ہے خصوصاً باطل سے مناظرے یا کفار سے جہاد کے لیے جاتے وقت۔ اس پیٹھ کرتے وقت رجال غیب کو پشت پناہ سمجھے۔ رجال غیب کے مقامات کہ کس تاریخ کس سمت ہوتے ہیں یہ تفسیر صوفیانہ میں بیان کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ دوسرا مسئلہ۔ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم پر عمل کرتے کی صورت میں یا عبادت یا تلاوت کی حالت میں کسی غیر طرف دائیں بائیں توجہ کرنا ناجائز ہے لہٰذا نماز میں ادھر ادھر دیکھنا نماز کو توڑ دیتا ہے اور تلاوت قرآن پاک کرتے ہوئے بلاوجہ دائیں بائیں دیکھنا گناہ ہے کیونکہ اس سے توجہ ہٹ جاتی ہے اور خیالات بٹ جاتے ہیں۔ غلطی کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ مقصد تلاوت فوت ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بزرگوں اور مرشد کے روبرو بھی۔ بلکہ یہ تو دنیوی لحاظ سے بھی معیوب سمجھا جاتا ہے ہم عدالت کے جج کے سامنے ہمہ تن متوجہ ہو کر کھڑے ہوتے ہیں یہ مسئلہ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ (الخ) سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

ان آیت میں چند اعتراض کیے جاتے ہیں۔

پہلا اعتراض ۔ یہاں بتایا گیا ہے کہ حضرت لوط نے ملائکہ سے فرمایا اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ تم انکار کیے ہوئے ہو یعنی میں تم کو مہمان نہیں رکھتا۔ یہ بات تو اخلاق نبوت کے خلاف آپ نے ایسا غیر اخلاقی جواب کیوں دیا۔ آپ گھر میں بٹھاتے کھانا پیش فرماتے پھر اپنی قوم کا حال بتا کر باعزت رخصت ہونے کا کہہ دیتے **جواب**۔ مُنْكَرُوْنَ کا ترجمہ مفسرین نے یہ بھی کیا ہے کہ بیشک تم اجنبی ہو۔ اگر اس ترجمہ کو دیکھا جائے تو اعتراض پڑتا ہی نہیں لیکن معترض کے ترجمے کے اعتبار سے مطلب یہ ہے کہ تم کو میں زیادہ دیر ٹھیرا نہیں سکتا ایک وقت کی مہمانی ضرور کر دوں گا مگر زیادہ وقت تک پناہ نہیں دے سکتا۔ یا مطلب یہ ہے کہ تم میری قوم کی طرف سے مُنْكَرُوْنَ ہو۔ انہوں نے مجھ کو منع کیا ہوا ہے۔ میری طرف سے انکار نہیں۔ نیز اگر حضرت لوط بھی انکار کر دیں تب بھی ان حالات کے تحت غیر اخلاقی نہیں بلکہ مہمانوں کی خیر خواہی ہے۔ نیز مہمان نوازی کے کچھ قواعد ہوتے ہیں اگر میزبان خود ہی پریشانیوں میں گھرا ہو تو مہمانی لازم نہیں ہوتی **دوسرا اعتراض** ۔ یہاں فرمایا گیا کہ ملائکہ نے کہا کہ بیشک ہم البتہ یقیناً سچے ہیں یہاں ان کی سچائی کا کس نے انکار کیا تھا جو ان کو اپنی سچائی پر ایسا قسموں جیسا کلام بولنا پڑا

جواب: یہ کلام کسی کے انکار کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ جلد از جلد اپنی پہچان کرانے کی وجہ سے تھا۔ اس لیے کہ قوم نے انتہائی سخت پریشان کن گھیراؤ کیا ہوا تھا بعض نے فرمایا کہ یہ بات لوط علیہ السلام کو نہیں سنائی گئی بلکہ جب قوم اندر داخل ہو گئی تو ملائکہ نے باآواز بلند حضرت لوط کو متوجہ و مخاطب کرتے ہوئے قوم کو سنائی اور وہ واقعی شروع سے

عذاب کے منکر تھے ان کے لیے یہ مشابہ قسم جملہ ارشاد ہوا۔

تفسیر صوفیانہ

فَلَمَّا جَاءَ آلَ لُوطٍ الْمُرْسَلُونَ ۝ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ مُنْكَرُونَ ۝ قَالُوا بَلْ جِئْنَاكَ بِمَا كَانُوا فِيهِ يَمْتَرُونَ ۝ وَأَتَيْنَاكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ۝ فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِنَ اللَّيْلِ وَاتَّبِعْ أَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ أَحَدٌ وَامْضُوا حَيْثُ تُؤْمَرُونَ ۔ ہر برائی کا ایک وقت مقرر ہے جب وہ حدِ انتہائی پر پہنچ جاتی ہے۔ تو قضاءِ الٰہی کے رسولانِ حق اس عذابِ قہر کو لے کر آجاتے ہیں جس میں نفس پرست ہمیشہ شک اور تمسخر ہی کرتے چلے آئے ہیں۔ بارگاہِ قلبِ یزدانی سے نکل کر انعاماتِ قضاءِ قدر کے پیغام رسان بارگاہِ روشن ضمیر کی طرف عتابِ الٰہی کا فیصلہ نفوذ سنانے آگئے۔ شواہدِ حق کے گواہ نے قالبِ بشریت کے معاینۂ ظاہری کے لیے بھیس بدلکر اس ناگہانی انداز میں دررود فرمایا کہ پھر مہلتِ معرفت بھی نہیں ہوئی ضمیر کی تفکرِ صداقت نے پوچھا کہ تم اجنبی ہو۔ اس شان وحال سے کبھی نزولِ اسرار نہ ہوا۔ انعامِ قدرت نے کہا بستیِ نفسانیت پر وہی حقانیت وصداقت لے کر آئے ہیں جس میں یہ شک کرتے ہیں۔ اے روشن ضمیر تو اپنے چراغِ ہدایت کے ساتھ خلوتِ اسرار کی لیلِ معراج میں صلوٰۃِ عشق کے سجود و رکوع کے سفر میں مسافرِ راہِ معرفت بن جانا اور اعمالِ اُخروی کی حفاظت میں پشت پناہی کرنا اور سالکینِ طریقِ حق میں سے کوئی بھی ہرگز دنیوی نشوونما کی دائیں بائیں یا انجامِ نفسِ رذیل کی طرف توجہ نہ کرے کیونکہ سالکِ طریقت کو جائز نہیں کہ نگاہِ طلب سے بجز پروردگار کی طرف بھی دیکھے۔ مقامِ علوٰ اور معراجِ قدمِ نبوت اسی طالبِ مخلص کو نصیب ہوتی ہے جس کی نگاہِ شوق ان ہی راہوں پر سیدھی لگی رہے جن راستوں پر قدمِ مصطفیٰ کے نشانات ملتے ہوں۔ اے طالبانِ مولیٰ جستجوءِ عافیتِ بارگاہ میں گھر بار وطن دیس عزت و راحت سامان وسرمایہ چھوڑ کر بستیِ وجود سے نکلنے والو۔ جامِ اَلَسْت سے مست ہو کر ماسوا اللہ سے گزرتے چلے جاؤ اس طرف جو عالمِ قلب قوسینِ صفات ہے اور جس جگہ کا محبت وشفقت کے تقاضوں سے تم حکم اُدْاُدنی دیئے گئے ہو۔ عاشقِ ذات کا کوئی وطن نہیں اس کے ہر قدم پر تعینِ مقامِ ارتقاع ہے۔ سالک کی پروازِ لاہوتی کے شہر در شہر بیشمار راستے ہیں۔ سالک ومجذوب مہاجرینِ وادیِ عشق ہیں۔

وَقَضَيْنَا إِلَيْهِ ذَٰلِكَ الْأَمْرَ أَنَّ دَابِرَ هَٰؤُلَاءِ مَقْطُوعٌ مُصْبِحِينَ ۔ ہلاکتِ نفس و نفسانیات کا فیصلۂ تقدیر ہو چکا ہے۔ صبح الوار ذکر و فکر اور آہِ سحر گاہی کے وقت ان تمام نتیجۂ اُخروی سے غافل شر پسند عناصرِ اربعہ کو خوف وعتاب کے زلزلوں پتھروں سے اکھیڑ کر رکھ دیا جائے گا۔ یہ امرِ ربی ہے جس کو رد کرنے موڑنے والا نہیں ہے۔ نفسِ امارہ زوال پذیر ہے اور قلبِ منور کے اہل وآل اور صاحبِ دل سفر کن کی طرف منتقل ہونے والے ہیں۔ بستیِ قالب میں کتنے ہی سال گزر گئے بچپن لوطِ دفاع اور شبابِ خیلِ

ضمیر نے کتنی مرتبہ شرم و عار دلائی عذاب حجاب سے بچانے کی کوشش فرمائی۔ مگر تلبیس ابلیست کے نظارے کرنے والی آنکھوں نے کب چشم و گوش ہوش دلب کو بند کیا تھا شرم کے آنچل کو کب کھولا تھا۔ عالمین فرماتے ہیں اگر کوئی شخص کہیں جنگل وغیرہ میں راستہ بھول جائے تو چاروں طرف منہ پھیر کر چار دفعہ باآواز بلند پکارے اعینونی یا عباد اللہ المدد تو غیبی شخص آکر اس کی مدد فرما دیتے ہیں اور راستہ وغیرہ بتا کر مشکل آسان کر دیتے ہیں۔

وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿٦٧﴾

اور آئے شہر والے خوش ہوتے ہوئے

اور شہر والے خوشیاں مناتے ہوئے آئے۔

قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿٦٨﴾

فرمایا بے شک یہ میرے مہمان ہیں تو نہ بے عزت کرو تم مجھ کو

لوط نے کہا یہ میرے مہمان ہیں مجھے فضیحت نہ کرو

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ﴿٦٩﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ

اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور نہ رسوا کرو تم مجھ کو۔ لوگ بولے کیا نہ

اور اللہ سے ڈرو اور مجھے رسوا نہ کرو۔ بولے کیا ہم نے

نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٠﴾ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ

منع کیا تھا ہم نے تم کو سب جہانوں کی ذمے داری سے فرمایا وہ

تمہیں منع نہ کیا تھا کہ اوروں کے معاملے میں دخل نہ دو۔ کہا یہ قوم کی

بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿٧١﴾ لَعَمْرُكَ

میری ہی بیٹیاں ہیں اگر ہو تم پاک زندگی ادا کرنے والے تمہاری عظیم عمر کی قسم

عورتیں میری بیٹیاں ہیں اگر تمہیں کرنا ہے۔ اے محبوب تمہاری جان کی قسم

اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ﴿۷۲﴾

بے شک یہ کافر بھی البتہ اپنے سرکشی کے نشے میں بھٹک رہے ہیں۔

بے شک وہ اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں۔

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ مُشْرِقِیْنَ ﴿۷۳﴾

ہاں تو پکڑ لیا انکو چنگھاڑ نے جب کہ طلوع کا وقت پانے والے تھے۔

تو دن نکلتے انہیں چنگھاڑ نے آ لیا

فَجَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا

پس بنا دیا ہم نے ان کے اوپر کو ان کا نیچا اور برسائے ہم نے

تو اس بستی کا اوپر کا حصہ اس کے نیچے کا حصہ کر دیا اور ان پر

عَلَیْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ فِیْ

پر ان بہت پتھر سے ہر ایک کے نام لکھے ہوئے لوگوں کے۔ بیشک میں اس

کنکر پتھر برسائے بے شک اس میں

ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ ﴿۷۵﴾

البتہ نشانِ قدرت ہیں صحیح دماغ والوں کے لیے

نشانیاں ہیں فراست والوں کے لیے

تعلق ان آیاتِ کریمہ کا تعلق پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح ہے۔ **پہلا تعلق** پچھلی آیت میں حضرت لوط کے پاس ملائکہ کے آنے کا ذکر ہوا۔ اب ان آیتوں میں حضرتِ لوط کے پاس ان کی قوم کے آنے کا ذکر ہے **دوسرا تعلق** پچھلی آیت میں حضرت لوط کا فرشتوں سے کلام کرنا

اور ان کو نہ پہچاننے کی وجہ سے دیکھ کر پریشان اور گھبرا جانے کا ذکر ہوا مہمانوں کی رسوائی کے خوف سے اب ان آیت میں حضرت لوط کا اپنی قوم کو دیکھ کر ان کے تیور پہچان کر گھبرانے اور پریشان ہونے سے گفتگو کرنے کا ذکر ہے۔ **تیسرا تعلق** ۔ پچھلی آیتوں میں ملائکہ کے خبر دینے کا تذکرہ ہوا کہ آپ کی اس قوم پر عذاب آنے والا ہے۔ اب ان آیتوں میں عذاب کے وارد کر دینے کا ذکر ہوا۔

تفسیر نحوی وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۔ قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ۔ قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۔ واؤ سرِ جملہ جَآءَ باب ضَرَبَ کا فعل ماضی مطلق معروف جِیئٌ سے بنا ہے بمعنی آنا۔ لانا۔ لازم بھی ہوتا ہے۔ متعدی بھی۔ یہاں لازم ہے اَھْلُ اسم مفرد جامد بمعنی والے جمع کے لیے بھی یہی مستعمل ہوتا ہے اور واحد کے لیے بھی مذکر مؤنث سب کے لیے کیونکہ اسم جنسی ہے۔ یہاں جمع کے لیے ہے۔ اگلے فعل جمع کے قرینے سے (علامت سے) بحالت رفع ہے کیونکہ فاعل ہے جَآءَ کا مضاف ہے۔ الف لام عہد خارجی بمعنی اس یعنی اس شہر والے۔ مَدِيْنَة اسم مفرد جامد۔ مَدَنٌ سے ہے بمعنی لغوی مٹی کے ڈھیر۔ مٹی کے گھر۔ اصطلاحی معنی عام شہر بستی۔ یہاں مراد بستی سدوم ہے۔ يَسْتَبْشِرُوْنَ باب استفعال کا فعل مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب مصدر ہے اِسْتِبْشَارٌ بمعنی خوشی منانا۔ خوش ہونا بُشْرٌ سے بنا ہے۔ قَالَ فعل ماضی مطلق قَوْلٌ سے بنا ہے۔ اجوف واوی ہے۔ باب نَصَرَ سے ہے اس کا فاعل ہُوَ ضمیر اس میں پوشیدہ ہے اس کا مرجع لُوْطٌ ہے۔ فعل فاعل مل کر قول ہوا۔ اگلی سب عبارت قَالُوْٓا تک اس کا مقولہ ہے۔ اِنَّ حرف ہے لیکن عمل اور معنی میں فعل سے مشابہ ہے اس لیے اس کے چھ ساتھیوں کو بھی حروف مشبہ کہتے ہیں اسی عملی مشابہت کی بنا پر هٰٓؤُلَآءِ۔ اسم اشارہ جمع کے لیے قریب بعید دونوں کے لیے مستعمل ہے یہاں بعیدی نہیں بلکہ قریبی اشارہ ہے کیونکہ مشار الیہ مہمان قریب تھے ہمیشہ مبنی ہوتا ہے کیونکہ مبنی اصل ہے ضَيْفِيْ ضَيْف اسم مفرد لفظی۔ جمع معنوی کیونکہ اسم جنسی ہے۔ اور ہر اسم جنسی۔ واحد و کثرت پر بولا جاتا ہے اس کی لفظی جمع ہے اَضْيَاف مرکب اضافی ہے یَ متکلم اس کا مضاف الیہ ہے اسی لیے مجرور متصل ہے هٰٓؤُلَآءِ بحالت نصب ہے اسم ہے اِنَّ کا اور ضَيْفِيْ بحالت رفع ہے خبر ہے اِنَّ کی فَ تعقیبیہ سببیہ بمعنی لہٰذا یعنی اسلئے لَا تَفْضَحُوْا فعل نہی معروف صیغہ جمع مذکر حاضر باب فَتَحَ سے ہے فَضْحٌ سے بنا ہے بمعنی شرمندہ کرنا۔ رسوا کرنا۔ نون وقایہ یعنی اعراب بچانیوالی نون اِس کا کسرہ یَ ضمیر واحد متکلم محذوفہ کی نشانی ہے دراصل تھا۔ نِیْ۔ مدّ سیاہ سے بچنے کے لیے یَ کو حذف کیا اور تخفیف پیدا کی گئی۔ واؤ عاطفہ عطف ہے مابعد جملے کا ماقبل نہی پر۔ وَاتَّقُوْا باب افتعال کا امر حاضر معروف صیغہ جمع مذکر حاضر مصدر ہے اِتِّقَآءٌ بمعنی ڈرنا۔ بچنا۔ شرم کرنا حیا کرنا یہاں پہلے یا آخری معنی مراد ہیں تَقْوٰی سے بنا ہے دراصل ہے اِوْتِقَآءٌ مادّے کی تَ اور افتعال کی تَ کو

مشدد مدغم کر دیا۔ اس کا فاعل اَنْتُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ہے۔ جس کا مرجع اہل مدینہ ہیں اللہ بحالت فتحہ مفعول بہ ہے وَاتَّقُوا کا واؤ عاطفہ۔ عطف ہے مابعد فعل نہی کا ماقبل اِتَّقُوا پر لَا تُخْزُوْنِ فعل نہی باب افعال سے ہے صیغہ جمع مذکر حاضر مصدر ہے اِخْزَاءٌ بمعنی رسوا کرنا ذلیل کرنا۔ دور کرنا ہلاک کرنا۔ متعدی ہے باب افعال میں خِزْیٌ سے بنا ہے۔ بمعنی ذلیل و رسوا وغیرہ ہونا لازم ہے۔ نِ۔ نون وقایہ۔ یا متکلم منصوب متصل محذوف ہے منوی مفعول بہ ہے اپنے اسی فعل نہی کا۔ قَالُوْا۔ فعل ماضی مطلق۔ ھُمْ ضمیر اسم مستتر اس کا فاعل ہے جس کا مرجع اہل مدینہ ہیں۔ اَوَ۔ حرف عطف ہے۔ مگر یہاں استفہام اقراری کے لیے ہے۔ اسی لیے واؤ مفتوح ہوئی دراصل تھا اَوْ بمعنی یا اب بمعنی کیا ہے لَمْ نَنْھَکَ۔ فعل مضارع نفی جحد بلم۔ بمعنی ماضی بعید۔ صیغہ جمع متکلم باب فتح سے ہے نَنْھٰی تھا ی پر ضمہ بھاری تھا ساکن کر دیا نَنْھٰی ہو گیا۔ اب لَمْ نے آخر کی یٰ لام کلمہ جزم کے بدلے گرا دیا نَنْهَ ہو گیا۔ نَحْنُ ضمیر اس کا فاعل ہے۔ مخاطب اہل مدینہ ہیں کَ ضمیر مذکر حاضر مرجع لفظ لُوط ہے۔ عَنْ حرف جر مجاوزت بمعنی دالیہ کے لیے کسی سے دور ہٹنا فقط۔ یہ ہی اس کا اصل معنی مقصدی ہے اس کا اصلی دوسرا مقصد مجاوزت وصولی ہے یعنی ایک سے ہٹ کر دوسرے سے لگنا الف لام استغراقی۔ یا عہد خارجی۔ عالمین اسم جمع اسم مذکر سالم واحد ہے عَالَمٌ بمعنی جہان مراد ہے جہان والے یہاں محاورے کے درجہ میں مستعمل یعنی سب یہ محاورہ کی وجہ سے ہوا۔ عَنْ کے بغیر استغراقی معنی مراد ہوں گے۔ قَالَ ھٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِیْٓ اِنْ کُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ قَالَ ماضی مطلق ھُوَ مستتر کا مرجع لوط ہیں یہ جملہ فعلیہ قول ہوا۔ اگلی عبارت مقولہ ہے۔ ھٰٓؤُلَآءِ اسم اشارہ یہاں بعیدی معنی ہیں بمعنی وہ بحالت رفع ہے کیونکہ مبتدا ہے۔ اس کا مشار الیہ اَلْبَنَاتُ لفظی پوشیدہ حکماً موجود کیونکہ انگلی کا اشارہ بھی ہے۔ اس کو مشار الیہ سکوتی کہتے ہیں بَنٰتِیْ مرکب اضافی بحالت رفع خبر ہے مبتدا کی بَنَاتٌ اسم جمع ہے بِنْت کی یا اِبْنَۃ کی بمعنی بیٹی۔ مضاف ہے۔ یٰ متکلم مجرور متصل مضاف الیہ ہے یہ مبتدا و خبر شبہ جملہ اسمیہ خبریہ موکدہ ہے۔ اِنْ حرف شرط کُنْتُمْ فعل ماضی مطلق کَانَ تامہ سے جمع حاضر کا صیغہ اَنْتُمْ پوشیدہ اس کا فاعل فٰعِلِیْنَ اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب اس کا مفعول بہ سب مل کر شرط مؤخر ہے۔ لَعَمْرُکَ اِنَّھُمْ لَفِیْ سَکْرَتِھِمْ یَعْمَھُوْنَ۔ لام جارہ قسمیہ بمعنی (قائم مقام) اُقْسِمُ کے ہوتا ہے۔ لام کی تین حالتوں میں دو حرکتیں ہوتی ہیں ۱ جب یاء متکلم پر یا اسم ظاہر یا ضمیر پہ داخل ہوتا ہے بغیر قسمیہ تو مجرور ہوتا ہے۔ نمبر ۲ جب بغیر قسمیہ ضمیر پر آئے واحد متکلم کے علاوہ تو مفتوح ہوتا ہے نمبر ۳ جب قسمیہ ہو تو بھی مفتوح ہوتا ہے۔ یہاں قسمیہ ہے اس لیے مفتوح ہے عَمْرٌ اسم مفرد جامد بمعنی زمانہ دنیوی زندگی۔ یعنی قیامت اور عالم برزخ سے پہلی زندگی خواہ انسانی مخلوق ہو یا زمینی بحری یا فضائی۔ لہٰذا اس وقت ملائکہ کی زندگی بھی حیات دنیوی ہے عَمْرُ بحالت رفع ہے لفظاً مگر بحالت نصب ہے محلاً۔ کیونکہ جب لام قسمیہ اُقْسِمُ کی جگہ ہے تو یہ مفعول بہ کی جگہ ہوا مضاف

ہے۔ ک ضمیر واحد مذکر مجرور متصل کا عمرٌ کا لفظی رفع اس لیے ہے کہ یہ مرکب ابتدا ہے اور اس کی خبر قسمی ہے۔ ترجمہ ہے قسم ارشاد فرماتا ہوں میں تیری عمر کی قسم ۔ لفظِ عُمرٌ مشہور لغت میں عُمُر ہے۔ عین میم کے ضمہ دوسری لغت میں عَمْر ہے بفتح العین یہی مستعمل ہے تیسری لغت ہے عُمْرٌ عین کا ضمہ میم کا زبر جس طرح لفظِ مُحَبت اور مَحبت میم کے ضمہ اور فتحہ سے دونوں طرح درست اور مستعمل ہے۔ بعض نے کہا کہ لفظِ عمر جب قسم کے لئے ہو تو بالفتح ہوتا ہے۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر قسم ہوا۔ دوسری ترکیب اس طرح ہے لَعَمْرُكَ اُقسِمُ۔ لَعَمْرُ مبتدا ۔ ۔ جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے مبتدا کی۔ یہ ترکیب آسان ہے مبتدا خبر ہے۔ مل کر جملہ قسمیہ ہوا۔ اور اگلی سب عبارت جملہ شبہ اسمیہ ہو کر جواب قسم ہوا۔ اِنَّ حرفِ مشبہ ھُم ضمیر اس کا اسم۔ لام کئے ابتدائیہ زائدہ فی جارہ ظرفیہ کیفیتی حالی اس کو مجازی ظرف کہتے ہیں سَکْرَت۔ اسم مفرد حاصل مصدر جامد بمعنی نشہ مدہوشی بیہوشی مضاف ہے ھِم ضمیر جمع مذکر غائب اس کا مضاف الیہ اور اس کا مرجع مکی کفار ہیں یعنی لفظی مرجع محذوف منوی ہے۔ یہ جار مجرور متعلق مقدم ہے یَعْمَھُوْنَ فعل مضارع مثبت معروف کا صیغہ جمع مذکر غائب باب سَمِعَ سے ہے عَمَہٌ سے بنا ہے یعنی بھٹکنا۔ حیران پھرنا۔ ھُم ضمیر جمع مستتر اس کا فاعل ہے۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر خبر اِنَّ ہوئی۔

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ۝ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ف۔ حرفِ تعقیبیہ۔ اَخَذَتْ باب نَصَرَ کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ واحد مونث غائب اَخْذٌ سے بنا ہے بمعنی پکڑنا۔ لینا یہاں پکڑنا مراد ہے اور پکڑ مجازی ہے ھُم ضمیر جمع مذکر غائب مرجع بستی والے۔ الف لام عہدِ ذہنی ہے یا خارجی صَیْحَۃٌ۔ اسم مفرد مونث لفظی بمعنی کڑک چنگھاڑ چیخ یہاں ہر معنی مناسب ہے کڑک جمادات کی سخت بلند آواز کو کہتے ہیں اور چنگھاڑ حیوانات کی سخت آواز کو اور چیخ انسانی سخت انتہائی بلند آواز کو کہتے ہیں مگر مجازاً وصفی کیفیت کی مطابقت و مشابہت کی وجہ سے دوسری جگہ بھی مستعمل ہیں۔ یہاں بھی مجازی معنی مراد ہیں بحالتِ رفع فاعل ہے اَخَذَتْ کا مُشْرِقِیْنَ باب افعال کا اسم فاعل صیغہ جمع مذکر بحالتِ نصب حال ہے ھُم کا یا ظرفِ زمانی ہے مصدر ہے اِشْرَاقٌ۔ بمعنی چمکنا۔ طلوع ہونا۔ ظاہر ہونا۔ وقتِ اشراق ہونا۔ یہاں آخری معنی مراد ہیں۔ ف سببیہ تعقیبیہ جَعَلْنَا۔ باب فَتَحَ کا ماضی مطلق صیغہ جمع متکلم مخاطب رب تعالیٰ ہے جَعْلٌ سے بنا ہے بمعنی بنانا۔ کرنا۔ عَالِیَ باب ضَرَبَ کا اسم فاعل ہے عُلُوٌّ سے بنا ہے بمعنی بلند ہونا۔ اونچا ہونا۔ اوپر کی چیز۔ مضاف ہے منصوب ہے مفعول بہ اوّل ہے ھَا ضمیر واحد مونث غائب مجرور متصل مضاف الیہ ہے مرجع مدینہ بستی سدوم۔ سَافِلَ۔ باب ضَرَبَ کا اسم فاعل واحد مذکر سُفُلٌ سے بنا ہے بمعنی نیچا ہونا۔ پست ہونا۔ بحالت فتحہ مفعول بہ دوم جَعَلْنَا متعدی بدو مفعول کا ھَا ضمیر کا مرجع بستی ہے واوٗ عاطفہ۔ عطف ہے مابعد جملہ فعلیہ کا ماقبل جَعَلْنَا پر۔ اَمْطَرْنَا۔ باب اِفعال کا فعل ماضی مطلق مثبت معروف۔ صیغہ جمع متکلم مخاطب رب تعالیٰ ہے۔ مَطَرٌ سے بنا یعنی

برسنا۔ لازم ہے۔ باب اِفعال نے متعدی بنایا مصدر ہے اِمطَار۔ بمعنی برسانا۔ بارش کرنا۔ عَلٰی جارّہ بمعنی فوقیت ھم ضمیر جمع مذکر غائب مجرور ہے علٰی سے متعلق ہے اَمطَرنَا کا حِجَارَۃً اسم مفرد جامد ہے بمعنی پتھر اس کا جمع مکسر اَحجَار ہے مِن جارّہ بمعنی تبعیضیہ۔ سِجِّیلٍ اسم مفرد جامد معرب اسم ہے یعنی فارسی قدیم زمانہ سے یہ لفظ بدل کر لفظی تغیر کی شکل میں عربی بنا۔ اصل تھا سنگ گل بمعنی مٹی پتھر یعنی کنکر۔ وَاللّٰہُ اَعلَمُ بِالصَّوَابِ یہ جار و مجرور یا متعلق ہے اَمطَرنَا کے یا پوشیدہ اسم مفعول مَجعُولًا کے اور صفت ہے حِجَارَۃً کی اِنَّ حرف تحقیق۔ فِی جارّہ ظرفیہ مجازیہ ذٰلِكَ اسم اشارہ بعیدی مشار الیہ محذوف معنوی۔ بحالت کسرہ ہے مبنی غیر متمکن ہے۔ جار و مجرور متعلق ہے پوشیدہ مَوجُودًا اسم مفعول کا اور جملہ اسمیہ ہو کر خبر مقدم ہے اِنَّ کی لَاٰیٰتٍ۔ لام ابتدائیہ ہے آیٰتٍ اسم جمع مؤنث سالم واحد ہے آیَۃً بمعنی نشانی علامت۔ ٹکڑہ حصہ مختصر کلام چھوٹی جماعت۔ یہاں مراد ہے۔ نشانِ قدرت بحالت فتحہ ہے۔ اسم مؤخر ہے اِنَّ کا۔ لام جارّہ نفع کا۔ مُتَوَسِّمِینَ اسم فاعل جمع مذکر باب تفعّل سے ہے مصدر ہے تَوَسُّمٌ نشانِ اشیاء دیکھنا پہچان کر لینا عقل سے پرکھنا۔ جانچنا۔ عبرت لینا۔ قیافہ لینا۔ یہاں بمعنی عبرت ہے۔ وَسمٌ سے بنا ہے بمعنی نشان والا ہونا۔ مادہ لازم ہے۔ مگر مصدر متعدی ہے۔ جار و مجرور متعلق ہے مَوجُودٌ پوشیدہ خبرِ مقدم کا لَاٰیٰتٍ درمیان میں اسم اِنَّ ہے۔

تفسیر عالمانہ وَجَآءَ اَهلُ المَدِینَةِ یَستَبشِرُونَ قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَیفِی فَلَا تَفضَحُونِ۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخزُونِ۔ قَالُوٓا اَوَلَم نَنهَكَ عَنِ العٰلَمِینَ۔ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِیٓ اِن کُنتُم فٰعِلِینَ۔ ابھی فرشتوں کو مہمان سمجھتے ہوئے پناہ دینے اور چھپانے کی ہی سوچ رہے تھے اور سخت پریشان تھے سب سے زیادہ پریشانی اپنی خبیث بیوی نافرمان۔ قوم پرست اور لالچی زوجہ کی طرف سے تھی جو لالچ میں آکر حضرت لوط کے ہر مہمان کی مخبری کر دیتی تھی اور باوجود منع کرنے کے ابھی ابھی پیشاب کے بہانے چلی گئی تھی ابھی تک آپ نے ان ملائکہ کو پہچانا نہیں تھا۔ بعض خبیث اور بدباطن لوگ اس ناپہچان سے انبیاء کرام کے علم غیب کی حقیقت کا انکار کر دیتے ہیں اور کور عقلی کی بنا پر اسی طرف دھیان نہیں دیتے کہ یہ توجہ نبوت سے عارضی پوشیدگی تو حکمت ربانی کے عین مطابق تھی۔ حضرت لوط تو پریشانی میں گھر میں اِدھر اُدھر پھر رہے تھے اور مہمانوں کو پچھلے کمرے میں بٹھایا ہوا تھا اُدھر آپ کی بیوی واعلہ بازار سے تیز گزرتی جاتی اور ہر شخص دکاندار کو بتاتی جاتی تھی کہ آج تو ہمارے گھر بہت ہی خوبصورت لڑکے آئے ہیں۔ قوم تو پہلے ہی جیسے منتظر بیٹھی تھی آناً فاناً دکانوں کو چھوڑ چھاڑ حضرت لوط کے مکان کی طرف دوڑ پڑے اور ایک دوسرے کو خوشخبریاں سناتے یا خوشیاں مناتے۔ ان کی بھاگ دوڑ کو تماشہ بناتے ہوئے عورتیں اور لڑکیاں۔ بچے بھی ساتھ آ گئے۔ بلکہ یہ عورتیں ان تماشوں اور بدکاریوں کو دیکھنے کی عادی ہو چکی تھیں اور اپنے بدکار خاوندوں سے تعاون کرتی تھیں کہ یہ بدکار لوگ جس مسافر کو یا مہمان کو پکڑ کر لاتا تو وہ بھاگتے جان بچانے کی کوشش کرتا تو عورت اس کو سر اور بالوں سے پکڑ کر قابو کئے رکھتی

اور خاوند بدکاری کرتا رہتا۔ اس کا معاوضہ عورت کو یہ ملتا کہ وہ ہی مہمان عورت کی خواہش کے مطابق اس کے خاوند کے سامنے زنا کر لیتا۔ اس طرح تینوں کی خوشی پوری ہو جاتی۔ لیکن یہ بے غیرتی اتنی عام تو تھی بعض عورتیں باعزت بھی تھیں اور حضرت لوط سے اپنے مردوں کی شکایت کرتی تھیں۔ اور بعض عورتیں خاوندوں کی بے توجہی کی بنا پر دوسری بستیوں میں جا کر حرام کراتی تھیں غرضکہ شیطانیت عروج پر تھی۔ آئے دن بستی سدوم کے بازاروں میں اس طرح شور مچے رہتے تھے۔ آج پھر جب شور اٹھا تو حضرت لوط فوراً سمجھ گئے کہ میرے ہی گھر کی طرف یلغار ہے۔ مردودہ نے مخبری کر دی ہو گی آپ نے فوراً گھر کا دروازہ بند کر کے باہر دروازے کے ساتھ لگ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا اے بدکارو! اندر میرے یہ مہمان بیٹھے ہیں۔ لہٰذا تم آج مجھ کو رسوا نہ کرو۔ اور اللہ کا خوف کرو۔ اور میرے مہمانوں سے دست درازی کر کے میری عزت خراب نہ کرو کیونکہ مہمان کی حفاظت میزبان کا فرض ہے اور مہمان کو ذلیل کرنا میزبان کی ذلت ہے۔ سب بے غیرت ایک دم یا چند سر کردہ۔ سب کی طرف سے بولے کہ اے لوط ہم نے تجھ کو بارہا منع نہیں کیا کہ سارے جہان کی ٹھیکداری مت اٹھا۔ اور اجنبیوں کو پناہ مت دیا کر۔ آپ نے انتہائی غصے میں آ کر اور ارد گرد جمع شور تماشہ دیکھنے والی عورتوں کو دیکھ کر فرمایا کہ وہ تمہاری بیویاں جو میری بیٹیوں کی طرح ہیں۔ کیونکہ سب امت قوم نبی کی بیٹے بیٹی کے درجے میں ہوتی ہے۔ تم اپنی شہوت رانی ان سے کرو اگر تم کرنا چاہتے ہو۔ بعض بے علم اور کم فہم مفسروں نے کہا کہ حضرت لوط نے اپنی نسلی بیٹیوں کو ان بدمعاشوں کے سامنے پیش کیا کہ ان سے نکاح کر کے صحبتیں کرو (معاذ اللہ) کیسی احمقانہ بات ہے۔ سب مانتے ہیں کہ حضرت لوط کی صرف دو بیٹیاں تھیں۔ یہ بھی حکمت شان کریمی جلّ مجدہٗ ہے کہ آپ کو دو ہی بیٹیاں دی گئیں اور کوئی اولاد نہ ہوئی۔ اور آپ فرماتے ہیں بَنَاتِی۔ یہ لفظ جمع ہے جو کم از کم تین پر بولا جاتا ہے اگر اپنی صلبی بیٹیاں مراد ہوتیں تو بِنْتَایَ ہوتا۔ بس تفسیر کرنے کا شوق ہے۔ خواہ عقل اندھی ہی کیوں نہ ہو لوط علیہ السلام کے سمجھانے کے باوجود وہ آگے بڑھتے ہی رہے یہاں تک کہ دروازہ توڑ دیا یا دیوار پھاندنے لگے۔ تب ملائکہ نے اپنا پورا تعارف کرایا۔ اور حضرت لوط کو اپنے پاس بلالیا اور رب تعالیٰ کی اجازت سے اس بڑھتے ہوئے اجتماع کی طرف انگلی لہرا دی اچانک سب نیم اندھے ہو گئے اور تن بدن میں جلن سی پڑ گئی۔ بس پھر کیا تھا ساری شہوت فنا ہو گئی اور چیختے چلاتے پیچھے بھاگے کہ ہائے مر گئے ارے یہ مہمان تو جادوگر ہیں۔ یہ قریباً مغرب عصر کا وقت تھا۔ رات کو صبح تک پھر جو ہوا سو ہوا۔ اس ذکر کے بعد رب تعالیٰ نے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا۔ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ مُشْرِقِیْنَ۔ فَجَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ۔ اے نبی تمہاری جان اور روح کی قسم ہے مجھ کو۔ البتہ بے شک وہ قوم لوط والے بدمعاش اس وقت البتہ۔

اپنے شہوانی نشے میں ایسے دوڑتے آرہے تھے کہ ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔ اور بری طرح بھٹکے ٹھوکریں
کھاتے گرتے پڑتے تھے۔ یا یہ موجودہ کفار اپنے کفریہ سرمستیوں کے نشہ میں بھٹکتے پھر رہے ہیں اور پچھلے
کسی واقعے سے عبرت نہیں پکڑتے۔ بعض نے کہا کہ یہ کلام بھی ان مہمان فرشتوں کا ہے۔ مگر یہ غلط ہے۔ دو
وجہ سے ایک یہ کہ کسی مخلوق کو اللہ کے سوا کسی کی قسم بولنا حرام اور شرک کے مترادف ہے اس لیے کوئی فرشتہ
لعمرک نہیں کہہ سکتا۔ ہاں اللہ تعالیٰ ہر شے کی قسم فرما سکتا ہے۔ روایتوں میں ہے کہ بجز روح محمدی کے رب تعالیٰ
نے کسی روح کی قسم نہ فرمائی اس کی وجہ یہ کہ نبی پاک کی جان ساری کائنات سے افضل ہے۔ دوم یہ کہ اگلی عبارت
رب تعالیٰ کی ہے۔ لہٰذا اس کی مطابقت میں یہ قسم بھی اس کی کلام کی روش سے یہی ثابت ہے کہ یہ خطاب باری
تعالیٰ کا ہے۔ رات بھر یہ لوگ درد اور اندھے پن سے چیختے چلاتے تڑپتے رہے۔ فیصلے کے مطابق
بوقت فجر پہلے چیخ اور انتہائی ڈر اور کڑک آئی جس سے مردوں کے پتے پھٹ گئے اور بچے جانور عورتیں
ہلاک ہوگئیں۔ کیونکہ بدکاری کا عذاب صرف مردوں کو ملنا تھا اور کفر کا عذاب عورتوں کو بھی اور جڑ کٹنے اور
نسل ختم ہونے کا عذاب بچوں کو سا اس وقت مشرق سے فجر طلوع ہو رہی تھی اور یہ سب لوگ مشرقین یعنی مشرق
پانے والے تھے۔ یا ابتداء عذاب فجر صادق کے وقت اور انتہاء عذاب اشراق کے وقت ہوا۔ پھر بنا دیا ہم نے
اس پوری بستی کی آبادی کے اوپر کو اس کا نیچا یا اسی چیخ کے ذریعے کہ چیخ کی ہولناکی سے زلزلے کی شکل ہوئی
زمین کانپی پھٹی اور تمام عمارات بڑی بڑی مضبوط پختہ پتھریلی آن واحد میں زمین بوس ہوگئیں۔ یا چیخ کے بعد
قدرتی زلزلہ آیا۔ یا حضرت جبریل نے اتنی زمین کو اٹھا کر الٹا کر دے مارا۔ مگر پہلا قول زیادہ درست ہے
اس لیے کہ ان لوگوں کے تین جرم تھے ۱ کفر ۲ گستاخی نبی ۳ اور بدفعلی اس لیے علی الترتیب ان پر تین
عذاب آئے نمبر ۱ دہشت ناک چنگھاڑ۔ نمبر ۲ زلزلہ لیکن ابھی مرے نہیں نمبر ۳ پھر۔ اَمۡطَرۡنَا عَلَیۡہِمۡ بارش کر
دی ہم نے ان پر پتھروں کی جو سجیل تھے یعنی ہر ایک کا اس پر نام لکھا ہوا تھا جس پر جس کا نام تھا اسی کو لگا اور
ایک ایک پتھر سے ہی ہلاکت ہوگئی یا وہ پتھر سجیل سے بنے ہوئے یعنی مٹی سے بنکر پکا لیے گئے تھے۔
اور یہ سب کچھ قدرتی تھا۔ یہ بارش بھی قدرتی تھی فرشتوں کے ہاتھوں سے نہیں تھی اگر حضرت جبریل
بستی کو اٹھا کر الٹاتے تو پھر پتھر برسنے سے پہلے ہی سب مر جاتے اور پتھراؤ بیکار ہو جاتا۔ اور یہ پتھریلی بارش
عام تھی۔ یہاں تک کہ جو جہاں تھا بستی یا باہر یا جنگل میں یا سفر میں وہیں جا کر پتھر اس کو لگا۔ جس پتھر پر زوجہ
لوط کا نام لکھا تھا وہ وہیں اس کو آکر لگا اور ہلاک کر دیا۔ چیخ سے بچے بوڑھے اور عورتیں مریں زلزلے سے
گھر ٹوٹے اور پتھریلی بارش سے بدکار مرے اور منٹوں میں تباہی نے نام و نشان مٹا کر قیامت تک کے لیے عبرت کی
آیتیں قائم فرما دیں۔ مگر اس سے عبرت بھی صرف سمجھدار اور صحیح دماغ اور پناہ گاہ مصطفیٰ میں آتے والے

ہی لیتے ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم **فائدے** ۔ ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ ۔ مہمان کی عزت میزبان کی عزت ہے مہمان کی کو بے عزت کرنا یا ستانا پریشان کرنا میزبان کی رسوائی ہے اور گھر والے پر ظلم ہے ایسے ظلم سے ہر مسلمان کو بچنا چاہیئے یہ فائدہ لَا تَفْضَحُوْنِ اور وَلَا تُخْزُوْنِ سے حاصل ہوا **دوسرا فائدہ** ۔ مظلوموں بے کسوں مجبوروں پریشان حالوں کی مدد کرنا اور بچانا حمایت کرنا پناہ دینا سنت انبیاء کرام ہے۔ اسی طرح نیکی کی حمایت کرنا بھی طریقہ رسولان پاک ہے ہر مسلمان کو ہر حال میں اس کو اپنانا چاہیئے یہ فائدہ قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ الخ سے حاصل ہوا **تیسرا فائدہ** ۔ قوم کا بزرگ یا استاد۔ مرشد۔ اور عالم دین اپنے چھوٹوں کو اپنا بیٹا بیٹی کہہ سکتا ہے۔ اگرچہ دین مختلف ہو۔ یہ فائدہ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْٓ الخ سے حاصل ہوا۔ **چوتھا فائدہ** ۔ ساری مخلوق میں جسم پاک مصطفیٰ اور آپ کی روح مقدسہ سب سے اعلیٰ افضل اور رب تعالیٰ کو پیاری ہے اسی لیے رب نے صرف آپ کی جان کی قسم ارشاد فرمائی اور کسی کی جان کی قسم نہ فرمائی ۔ یہ فائدہ لَعَمْرُكَ سے حاصل ہوا۔ **احکام القرآن** ۔ ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں **پہلا مسئلہ** ۔ ناواقفی میں کوئی بات حقیقت کے خلاف کہہ دینا گناہ نہیں اگرچہ اس پر قسم بھی ہو لوے۔ شریعت میں گرفت نہیں یہ مسئلہ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِیْ فرمانے سے مستنبط ہوا، دیکھو حضرت لوط نے ملائکہ کو مہمان فرمایا حالانکہ وہ مہمان نہ تھے تو اس کو جھوٹ نہ کہا جائے گا۔ کیونکہ آپ نے ابھی تک ملائکہ کو پہچانا نہ تھا۔ **دوسرا مسئلہ** ۔ فقہ حنفی میں لوطی یعنی لڑکوں سے بدفعلی کرنے والے کو شرعی حد کی سزا مقرر نہیں ہے بلکہ اس کو تعزیراً سزا دی جائے گی جو حاکم اسلام خود مقرر کرے گا۔ یہ مسئلہ اس سزاء آسمانی کے طور طریقوں سے مستنبط ہوا کہ عذاب تین طریقے سے آیا۔ چیخ ۔ زلزلہ ۔ اور پتھراؤ۔ جب کہ حد صرف ایک مقرر ہوتی ہے۔

اعتراضات اس جگہ چند اعتراض کیے جاسکتے ہیں۔ **پہلا اعتراض** ۔ حضرت لوط نے پہلے فرمایا لَا تَفْضَحُوْنِ مجھے بے عزت نہ کرو پھر فرمایا لَا تُخْزُوْنِ مجھے رسوا نہ کرو۔ بات تو ایک ہی ہے پھر دو لفظ کیوں فرمائے یا ایک ہی دفعہ کہہ دیا جاتا۔ کافی تھا۔ یا پھر دونوں دفعہ ایک ہی لفظ استعمال کر دیا جاتا **جواب** ۔ ان فعلوں کے مادے ہیں فَضْحٌ اور خِزْیٌ۔ دونوں کا ترجمہ ہے بے عزت اور رسوا ہونا۔ یا کرنا۔ لیکن فرق یہ ہے اپنے کام سے خود رسوا ہونا۔ فَضْحٌ ہے جس کو نادم و شرمندہ ہونا کہتے ہیں۔ دوسرے کی وجہ سے ذلت اٹھانا۔ خِزْیٌ ہے۔ تو چونکہ قوم نے دو باتیں کی تھیں ایک یہ کہ تم اپنے مہمانوں کو اپنے گھر سے نکال دو۔ اس کے جواب میں لَا تَفْضَحُوْنِ فرمایا کہ اے بدبختو۔ مجھے ایسا کام نہ کرواؤ جو بداخلاقی بے مروتی والا ہو اخلاق اور شریف النفس مہمانوں کو گھر سے دھکے نہیں دے سکتے۔ کتنے شرم کی بات ہے کہ میں اتنے بڑے گھر میں اجنبی مہمانوں کو کچھ دیر نہ رکھ سکوں یہ گھروں میں جاکر میری غیر اخلاقی حرکتوں کا ذکر کریں گے تو میری شرمندگی ہوگی۔ دوسری بات قوم

نے یہ کی تھی تم ان کو ہمارے حوالے کر دو تاکہ ہم بدفعلی کریں یہ ذلت آمیز رسوائی تھی جو قوم کے ہاتھوں ہوتی اس لیے پہلے صیغہ کے ساتھ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِیْ فرمایا اور دوسرے صیغے لَا تُخْزُوْنِ کے ساتھ وَاتَّقُوا اللّٰهَ فرمایا۔ لہٰذا دونوں فعل نہایت موزوں و مناسب ہیں **دوسرا اعتراض** ۔ یہاں فرمایا گیا لَعَمْرُكَ فرشتوں نے کہا اے لوط علیہ السلام آپ کی عمر کی قسم۔ غیر اللہ کی قسم کھانی تو شرک ہے پھر ملائکہ نے یہ قسم کیوں کھائی۔ **جواب** ۔ اس کے چند جواب دیئے گئے ہیں مگر مضبوط جواب وہ ہے جو ہم نے تفسیر عالمانہ میں وضاحت کرتے ہوئے دیا کہ یہ قول فرشتوں کا ہو ہی نہیں سکتا اس لیے کہ فرشتوں کو قوم کی حالت لوط علیہ السلام کو بتانے کی کیا ضرورت تھی وہ تو لوط علیہ السلام خود ہی دیکھ رہے تھے بلکہ فرشتے تو اندر تھے حضرت لوط باہر تھے۔ اس لیے فرشتوں سے زیادہ مشاہدہ فرما رہے تھے پس درست یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا قول پاک ہے وہ قسم فرما سکتا ہے جس کی چاہے۔ بلکہ اس کی قسم فرمانا اس شئی کی عظمت کی دلیل ہے جب کہ بندوں کی قسم اللہ کے غیر کی شرک کے ہم معنیٰ ہے۔ ہماری قسم کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے اس چیز کو اللہ کے برابر عظمت والا سمجھ لیا۔ اور یہی شرک ہے۔ اور اس عبارت کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ کریم اپنے حبیب کو اس قومِ لوط کی یا اس قومِ قریش کی حالت بیان فرما رہا ہے۔ **تیسرا اعتراض** ۔ رب نے قسم کیوں فرمائی قسم تو اعتبار دلانے کیلئے ہوتی ہے۔ اہلِ ایمان کو تو پہلے ہی اعتبار ہے کفار کو قسم دینا مفید نہیں ان کو تو اعتبار آئے گا ہی نہیں **جواب** اعتبار کے لیے نہیں بلکہ اظہارِ عظمت کے لیے ہے نیز قرآن مجید عربی میں نازل ہوا اہلِ عرب تاکید کے لیے قسم بولدیتے ہیں اسی رواج کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ چوتھا اعتراض عذابِ آسمانی سے بچوں اور بیگناہ انسانوں حیوانوں کو کیوں ہلاک کیا گیا یہ تو سراسر ظلم ہے کیا مسلمانوں کا خدا یہ ظلم کرتا ہے (آریہ ہندو) جواب ہلاکت سے موت ہوتی ہے اور موت ظلم نہیں۔ نیز بچے اور حیوان چیخ سے ہلاک ہوئے کہ پتھر بلی سنر اسے سزا صرف فاسقین مردوں عورتوں کو ملی الزامی جواب یہ ہے کہ تم لوگوں نے دنیا میں انتہائی ظالمانہ جنگیں کر کے بیشمار انسانی جانوں کو تباہ ہلاک کیا اور کروایا کیا یہ ظلم نہیں تھا جبکہ یہ لوگ تمہاری مخلوق و ملکیت بھی نہیں تھے اللہ تعالیٰ کی تو یہ سب مخلوق ہے جس طرح چاہے جب چاہے فوت کرے

تفسیر صوفیانہ وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِیْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِیْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ مدینہ قالب بشریت کے حواس باطنہ مکر شیطانی اور شر نفسانی پر فخر غرور کرتے ہوئے دماغ فتور کی خوشخبریاں لیتے ہوئے راہِ فساد میں آتے ہیں تو ضمیر روشن حیا، خرد باطن سے ہی آواز دیتی ہے کہ نفسانیتِ شہوانی کے بندو یہ قلب و جگر یہ نورِ نظر یہ سمع بصر یہ قول و فکر یہ پکڑ و دھکڑ۔ یہ سیر و سفر یہ عضوِ عمل سب میرے پاس چند دن کے مہمان ہیں اللہ کی عارضی امانتیں ہیں ان سے اعمالِ حسنی کرا کر کل قیامت میں بارگاہِ جلال میں مجھ کو ذلیل و بے عزت نہ کرو اے خواہشاتِ نفسانیہ اللہ سے ڈرو اور نگاہِ قلب میں مجھ کو شرمندہ نہ کرو تمہارے کانوں میں میری ایک بات بھی نہیں پہنچتی تمہیں معلوم ہے کہ اس عالم ناسوتی میں دستِ قضا نے کتنے ہی مغروروں مفروروں

اکڑ والوں شہوت پسندوں کو فنا کا زہر پلا دیا از بلکہ تم کن قدموں سے دوڑتے آتے ہو یہ قدم اس طرح استعمال کے لیے نہیں یہ تو بارگاہِ محبوب تک پہنچنے کے لیے پیدا کئے گئے ہیں۔ دروازۂ خدا تک پہنچنے کے لیے صرف دو ہی قدم ہیں ایک قدمِ نفس ہے دوسرا قدمِ خلق اسے غافلو طالبِ شیطان نہ بنو طالبِ رحمٰن بنو اگر ان دو قدموں پر قابو پا لیا تو مریدِ صادق کے لیے دریار تک رسائی آسان ہے۔ نفوسِ خناقی نے جواب دیا اسے واعظِ قصہ گو ہم کبھی سے تجھ کو منع کر رہے تھے کہ جہانِ نظر و فکر اور اندیشۂ مہر و وفا اور ذمہ داریِ اعضا سے دور ہو جا۔ دلیلِ میری اور برہانِ عقلی نے فرمایا یہ میری شریعت کی پابندیاں ہیں اگر تم تکمیل خواہشاتِ شہوانیہ کرنا ہی چاہتے ہو تو اے ذلیل نفسِ امارہ والو شریعت کی آغوشِ فطرت میں رہ کر کرنے والے بنو اے محبوب تیری اول آخر ظاہر و باطن ابدی بقاء کی قسم۔ بیشک یہ جسمِ بشریت کے امارہ شیاطین البتہ اپنی خرمستی میں خود ہی بھٹکتے رہیں گے قالبِ مومن کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ مُشْرِقِیْنَ فَجَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ اپنا ہی بگاڑ جن کی تھی اعمالِ سیاہ سے سینے کو بھرا قہرِ جبار کی کڑک نے ان ہی کو ہلاکت خیز سختی سے پکڑا۔ جب عارفین کا آفتابِ عروج عظمتِ بارگاہی کا سورج چڑھتا ہے تو نفس پر زوالِ عذاب شروع ہو جاتا ہے اور خود پرستوں کے دنیوی اچھے اعمال کو ریاکاری کے جھٹکوں سے ذلت و نامقبولی کے اَسْفَلُ السّٰفِلِیْن میں پھینک دیا جاتا ہے قبض و قہر دوری۔ دُر کاری کے غضبناک پتھروں سے سنگ باری کر کے تسلطِ نفس کا نشان بھی مٹا دیا جاتا ہے۔ بیشک جسمِ وجودی میں قضاؤ قدر کے یہ فیصلے قدرتِ کمال کی بڑی نشانیاں ہیں جن کو عارفین کے کان نطقِ حق سے سنتے ہیں۔ اور قلبِ ایمانی سے جانتے ہیں فراستِ ظاہر و باطن مومنِ عارف کے اسرار ہیں آیاتِ اسرار کو صرف عارفین ہی سمجھتے ہیں وہی زبانِ صدق کے متوسمین ہیں۔ نگاہِ مومن کے لیے ہی نشانیاں آتی ہیں۔

وَاِنَّهَا لَبِسَبِیْلٍ مُّقِیْمٍ ﴿۷۶﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ

اور بے شک وہ بستی لوط البتہ راہِ مسافران میں موجود ہے بیشک میں اس

اور بیشک وہ بستی اس راہ پر ہے جو اب تک چلتی ہے بیشک اس میں

لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾ وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ

البتہ نشان عبرت ہے لیے قوموں کے اور بیشک تھے رہنے والے جنگل

نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لیے اور بے شک جھاڑی

الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَ

کے البتہ ظالم مثل۔ تو ظلم کا بدلہ لیا ہم نے سے ان اور

والے ضرور ظالم تھے تو ہم نے ان سے بدلہ لیا اور

اِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۹﴾ وَلَقَدْ كَذَّبَ

بے شک یہ دونوں بستیاں البتہ ہیں سامنے ہیں ظاہر طور۔ اور البتہ جھٹلایا

بے شک یہ دونوں بستیاں کھلے راستے پر پڑی ہیں اور بے شک حجر

اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۸۰﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ

پتھر کے مکان والوں نے رسولوں کو۔ حالانکہ دی تھیں ہم نے ان

والوں نے رسولوں کو جھٹلایا اور ہم نے ان کو اپنی۔

اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَ

رسولوں کو نشانیاں اپنی تو رہے وہ سب کافر سے ان ہٹنے والے۔ اور

نشانیاں دیں تو ان سے منہ پھیرے رہے اور

كَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا

حجر والے تراشتے تھے سے پہاڑوں مضبوط گھروں کو

وہ پہاڑوں میں گھر تراشتے تھے۔

اٰمِنِيْنَ ﴿۸۲﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ

محفوظ رہنے کے لیے پس پکڑ لیا انکو سخت چیخ نے

بے خوف۔ تو انہیں صبح ہوتے

مُصْبِحِيْنَ ﴿۸۳﴾ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا

جب کہ صبح پانے والے تھے تو نہیں بچایا کو ان۔ آسنے جو

چنگھاڑتے آلیا تو ان کی کمائی کچھ ان کے

يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۴﴾ؕ

کماتے تھے بد اعمالیاں۔

کام نہ آئی

تعلق اِن آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے **پہلا تعلق**۔ پچھلی آیت میں قومِ لوط کے عذاب کا ذکر کیا گیا اور بتایا گیا تھا کہ اب قوموں کے سامنے اس عذاب کا ذکر کیوں کیا جارہا ہے تاکہ سمجھداری حاصل کریں اب ان آیتوں میں بتایا جارہا ہے کہ یہ کافر لوگ ان بستیوں کو دن رات اپنی آنکھوں سے بھی دیکھتے ہیں اور تاریخی پس منظر بھی جانتے ہیں مگر پھر بھی نافرمانیِ رب سے نہیں ڈرتے اس لیے کہ عقل وفراست نہیں رکھتے جانور کے جانور ہی ہیں۔ **دوسرا تعلق**۔ پچھلی آیتوں میں بتایا گیا تھا فراست و عقل والے ہی ان واقعاتِ خوفناک سے عبرت پکڑتے ہیں۔ اب اشارۃً بتایا جارہا ہے کہ فراست والے اور متوسّمین صرف وہی ہیں جو دامنِ مصطفٰی میں آکر مومن بن گئے گویا کہ آستانۂ احمدِ پاک عقل وفراست کا اوّل آخر مرکز ہے **تیسرا تعلق** پچھلی آیتوں میں قومِ لوط کے عذاب کا ذکر ہوا اب اِن آیتوں میں دوسری قومِ ھود اور قومِ صالح علیہما السّلام کے عذابوں کا ذکر ہو رہا ہے۔

تفسیر نحوی وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۔ وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ واؤ سرجملہ۔ اِنَّ حرف ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع بستی سدوم یعنی قومِ لوط علیہ السلام کی بستی منصوب متصل ہے کیونکہ اسم اِنَّ ہے۔ لام کے تاکید یہ زائدہ

بِ جارہ بمعنی فی ظرفیہ مکانیہ حقیقیہ ہے سَبِیْلٍ۔ اسم مفرد مشتق صفت مشبہ بروزنِ قلیل سَبْلٌ سے بنا ہے بمعنی کھلا راستہ شارعِ عام۔ شاہ راہ۔ مجرور ہے بِ جارہ سے موصوف مُقِیْم صفت ہے باب افعال کا اسم فاعل واحد مذکر مصدر ہے اِقَامَۃٌ اور اِقْوَامًا۔ قَوْمٌ یا قِیَمٌ سے بنا ہے بمعنی قائم رہنا جاری رہنا سبب بولکر مسبب مراد لیا ہے کہ راستہ پر لوگ چلتے ہیں نہ کہ راستہ۔ یہ مرکب توصیفی مجرور ہو کر متعلق ہے پوشیدہ مَوْجُوْدٌ اسم مفعول کا اور وہ شبہ جملہ ہو کر خبر اِنَّ ہے اِنَّ حرفِ تحقیق فِیْ جارہ ظرف مجازی کیونکہ مظروف ذٰلِکَ ہے جس کا مشار الیہ وہ واقعہ ہے اور واقعہ بذاتِ خود نہ زمان ہوتا ہے نہ مکان ہے اگر مشار الیہ بستی ہے تو یہ ظرفِ مکانی ہے حقیقی ہے۔ لام کے زائدہ برائے تاکید اٰیَۃً اسم نکرہ مفرد منصرف صحیح ہے اس لئے بحالتِ نصب ظاہر نصب آیا تنوین تعظیم کی ہے بمعنی بڑی آیت۔ فِیْ ذٰلِکَ جار و مجرور متعلق ہے مَوْجُوْدٌ پوشیدہ کا اور وہ شبہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر مقدم ہے اِنَّ اور لَاٰیَۃً اسم مؤخر ہے اِنَّ کا۔ اس تقدم و تاخر نے شدتِ احساس کا فائدہ دیا۔ لام جارہ نفع کا مُؤْمِنِیْنَ اسم جمع مذکر سالم مجرور ہے لام سے اس کا واحد ہے مومن مراد ہیں۔ مسلمان یہ جار و مجرور متعلق ہے دوم مَوْجُوْدٌ پوشیدہ کا۔ واؤ سر جملہ۔ اِنْ مخففہ دراصل تھا اِنَّہٗ عملاً لغو ہے معنی یقین کے دے رہا ہے کَانَ فعل ناقصہ بمعنی ماضی بعید صیغہ واحد مذکر غائب اَصْحٰبُ۔ اسم جمع مکسر واحد ہے صاحب بمعنی۔ والا۔ مالک۔ ساتھی۔ رہائشی یہاں بمعنی والا اور رہائشی مراد ہے۔ اَیْکَۃ اسم جمع مکسر یا جمع شکلی ہے جامد ہے۔ واحد ہے اَیْکٌ بمعنی گھنے درخت۔ جھنڈ۔ درختوں کا جنگل۔ اَیْکٌ کے معنی ہوتے ہیں ایک گھنا درخت اَیْکَۃ بہت گھنے درخت مراد جنگل سرسبز۔ ایک قرأت میں ہے لَیْکَۃَ بمعنی جنگلی علاقہ۔ مراد ہے اَیْکَۃ سے شہر اور لَیْکَۃ سے وہ سب علاقہ مگر مشہور قرأت اَیْکَۃِ۔ بحالتِ کسرہ مضاف الیہ ہے اَصْحٰبُ کا اور مرکب اضافی کَانَ کا اسم ہے۔ لام زائدہ۔ ابتدائیہ۔ ظٰلِمِیْنَ جمع مذکر سالم ہے ظالم کی بحالتِ نصب ہے خبر ہے کَانَ کی بمعنی ظلم کرنے والے یعنی کفر کرنے والے فَ سببیہ۔ بمعنی لہٰذا اِنْتَقَمْنَا۔ باب افتعال کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع متکلم مصدر ہے اِنْتِقَامٌ نقم سے بنا ہے بمعنی جرم کے برابر سزا دینی بدلہ لینا خواہ اپنا خواہ اپنے دوست کا۔ مِنْ جارہ بیانیہ ہُمْ ضمیر جمع کا مرجع اَصْحٰبُ اَیْکَۃ ہیں جار مجرور متعلق ہے اِنْتَقَمْنَا۔ کا واؤ سر جملہ اِنَّ حرفِ مشبہ ہُمَا ضمیر صیغہ مونث غائب اس کا مرجع ہے بستی سدوم اور بستی اَیْکَۃ منصوب متصل ہے کیونکہ اسم اِنَّ ہوا اور اپنے عامل اِنَّ سے جڑی ہوئی ہے لام ابتدائیہ بِ جارہ بمعنی فی جارہ ظرفیہ حقیقیہ اِمَامٍ اسم مفرد مبالغہ بروزن فعال اَمٌّ سے بنا ہے بمعنی ارادہ کرنا۔ پسند کرنا کسی کی ضرورت محسوس کرنا۔ امام بمعنی ماموم اسم مفعول ہے۔ ترجمہ ہے چاہا ہوا۔ جس کو چاہا جائے انسان چاہا جائے تو ہوتا ہے پیشوا۔ رہنما۔ مقتدا۔ یہاں بمعنی راستہ ہے۔ بہت آمد و رفت والے راستے کو امام کہا جاتا ہے۔ مجرور ہے بِ سے موصوف ہے مُبِیْنٍ اسم فاعل باب اِفعال کا صیغہ واحد مذکر دراصل تھا مُبْیِنٌ یٰ پر کسرہ ثقیل تھا لہٰذا نقل کر کے ماقبل کر دے دیا اس کا مصدر ہے اِبَانَۃٌ اور اِبَانَۃٌ بمعنی کھلا کرنا

ترجمہ ہے ۔ کھلا راستہ یہاں جامد کی شکل میں ہے بَیْنٌ سے بنا ہے بمعنی ظاہر ہونا سیدھا ہونا ۔ مشہور ہونا
بحالت کسرہ ہے صفت ہے امام کی مرکب توصیفی مجرور ہے ب سے متعلق ہے مَوْجُوْدٌ پوشیدہ اسم مفعول کا ۔ اور یہ
جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی اِنَّ اپنے اسم خبر سے ملکر جملہ اسمیہ ہوا ۔ وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ
وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۔ وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ واؤ عاطفہ لام
تاکید ۔ بعض کے نزدیک لام قسم ہے اور قسم پوشیدہ ہے دراصل تھا ۔ تَاللّٰهِ لَقَدْ مگر ترجیح پہلے قول کو ہے
قَدْ حرفِ تحقیق ۔ كَذَّبَ ۔ بابِ تفعیل کا ماضی مطلق صیغہ واحد مذکر غائب مصدر ہے تکذیبٌ بمعنی جھٹلانا ۔ اَصْحٰبُ
اسم جمع مکسّر بحالت رفع کیونکہ فاعل ہے كَذَّبَ کا مضاف ہے ۔ الف لام عہد خارجی ۔ حِجْرٌ اسم مفرد جامد بمعنی پتھر
ترجمہ ہے پتھر والے اسم جنسی ہے اس لیے جمع بھی ہو سکتا ہے ۔ بعض پتھروں والے حِجْر کا ترجمہ ہے روکنا اسی معنی میں
پتھر کو حِجر یا حَجر کہا جاتا ہے ۔ مجرور ہے مضاف الیہ الف لام عہدِ خارجی یا استغراقی ہے حکماً مُرْسَلِیْنَ ۔ جمع مذکر سالم
بحالتِ فتحہ مفعول بہ ہے كَذَّبَ کا اس کا واحد ہے مُرْسَلٌ اسم مفعول رُسُلٌ سے بنا ہے باب اِفعال سے ہے اِرسالٌ
مصدر ہے بمعنی بھیجنا ۔ اس کا ترجمہ ہے بھیجے ہوئے ۔ انبیاء کرام کا الہامی لقب ہے واؤ حالیہ اور اگلی عبارت
حال ہے اصحاب کا یا كَذَّبَ کا اٰتَيْنَا ۔ باب افعال کا ماضی مطلق جمع متکلم مصدر ہے اِتْيَانٌ بمعنی دینا ۔ یالانا متعدی
بدو مفعول ہے هُمْ ضمیر جمع غائب کا مرجع اصحابُ حِجر ہے مفعول بہ اوّل ہے اس لیے منصوب ہے اٰیٰتِ ۔
جمع مؤنث سالم ہے اٰیَۃٌ کی مضاف ہے نا ضمیر جمع متکلم کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے مجرور متصل ہے مضاف الیہ ہے ۔ یہ
مرکّب اضافی مفعول بہ دوم ہے ۔ فَ حرفِ تعقیب بیانِ عاقبت کے لیے كَانُوْا ۔ فعل ناقصہ ماضی مطلق صیغہ جمع
مذکر غائب هُمْ ضمیر مستتر اس کا اسم ہے عَنْ ۔ جارہ حرفِ مجازاتِ زوال ۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب اس کا
مرجع ہے اٰیٰتِ ۔ جار و مجرور متعلق ہے كَانُوْا کے مُعْرِضِیْن ۔ بابِ افعال کا اسم فاعل صیغہ جمع مذکر مصدر ہے
اِعراضٌ بمعنی منہ پھیرنا ۔ نفرت کرنا نہ ماننا پرہیز کرنا اگر اعراض کے مشتقات کے ساتھ لام جارّہ آئے تو معنی ہیں
اس کی طرف منہ پھیرنا اگر عَنْ جارہ آئے تو معنی ہوتے ہیں اس سے منہ پھیرنا ۔ یعنی دور ہونا ۔ دوسری طرف ہونا منصوب
ہے خبر ہے كَانُوْا کی جمع مذکر سالم کا اعراب بحالت جز فتحہ یٰ اور نون مفتوحہ ہوتی ہے ۔ جیسے یہاں ہوا ۔ واؤ سر جملہ كَانُوْا يَنْحِتُوْنَ
بابِ ضرب کا ماضی استمراری صیغہ جمع مذکر غائب نَحْتٌ سے بنا ہے ۔ بمعنی عادت یا پیشہ یا فن کے مطابق کام
کرنا ۔ یا بمعنی جُٹ جانا کسی کام میں ۔ یہاں پیشہ اور فن مراد ہے مِنْ جارہ بمعنی فِیْ جارّہ ظرفیہ مکانیہ ۔ الف لام جنسی
یا زائدہ جِبَالٍ جمع مکسّر منصرف ہے ۔ جَبَلٌ کی جار مجرور متعلق ہے ماقبل فعل کا بُيُوْتًا ۔ جمع مکسّر منصرف ہے بَيْتٌ
بمعنی کمرہ لغوی ترجمہ ہے رات گزارنے کی جگہ محاورے میں اس گھر کو بیت کہتے ہیں جس کے سارے کمروں پر ایک
ہی چھت پڑی ہو صحن نہ ہو جیسے آج کل کوٹھی نما مکانات بحالت نصب ہے مفعول بہ ہے اٰمِنِیْنَ ۔ اسم فاعل صیغہ جمع

مذکر بحالت نصب ہے یا مفعول لہٗ ہے فعل کا یا حال ہے ھُمْ ضمیر کا یا اُن کے اس فعل کا حال ہے اعلیٰ حضرت کا ترجمہ اِسی طرف راغب ہے اس میں وسعت ہے اور یہ بہترین تفسیری ترجمہ ہے۔ اس میں اظہارِ فن کاری ہے ہمارے ترجمہ میں اظہارِ مقصد خانہ سازی ہے اٰمِنِیْنَ سے بنا ہے بمعنی بے خوف ہونا۔ امن میں ہونا۔ حفاظت کرنا۔ آرام کرنا فَ حرفِ تعقیب بمعنی اذ مفاجائیہ (اچانک) اَخَذَتْ۔ فعل ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ واحد مؤنث غائب اَخْذٌ سے بنا ہے بمعنی پکڑنا لینا۔ گھیرنا۔ آمادہ کرنا اصلی لغوی ترجمہ ہے پکڑنا وہی یہاں مراد ہے۔ یا گھیرنا مراد ہے ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب منصوب متصل ہے مفعول بہ ہے اَخَذَتْ کا۔ اس کا مرجع اَصْحٰبُ حجر ہے۔ الف لام عہدِ خارجی صَیْحَۃٌ اسم مفرد جامد بمعنی چیخ دھاڑ۔ دھماکہ۔ چنگھاڑ۔ یہاں ہر معنیٰ درست ہے مرفوع ہے کیونکہ فاعل ہے۔ مُصْبِحِیْنَ۔ باب افعال کا۔ اسم۔ فاعل صیغہ جمع مذکر اس کا مصدر ہے اِصْبَاحٌ بمعنی صبح کرنا یا پانا یا دیکھنا۔ ترجمہ ہے صبح پانے والے بحالت نصب ہے حال ہے ھُمْ ضمیر کا فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ حرفِ تعقیبہ مَآ اَغْنٰى۔ باب افعال کا فعل ماضی مطلق منفی معروف صیغہ واحد مذکر غائب مصدر ہے اِغْنَآءٌ بمعنی کام آنا۔ بے پرواہ کرنا۔ امیر کرنا دولت مند کرنا، صابر کرنا یا بنانا۔ یہاں پہلے دو معنیٰ بن سکتے ہیں۔ عَنْ جارہ بمعنی بَ تَعَدِّیْ (مفعولیت) ھُمْ ضمیر کا مرجع۔ اصحٰب حجر ہیں یہ جار و مجرور متعلق ہے مَآ اَغْنٰى کا مَا اسم موصول مرفوع ہے کیونکہ اپنے صلے سے مل کر فاعل ہے مَآ اَغْنٰى کا مراد ہے پیشہ فن یا گھر تعمیر کے معیوں کَانُوْا یَكْسِبُوْنَ فعل ماضی استمراری مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب بابِ ضَرَبَ سے ہے۔ کَسْبٌ سے بنا ہے بمعنی کمائی کرنا۔ حاصل کرنا۔ کام کرنا یعنی کاریگری۔ یہاں ہر معنیٰ بن سکتا ہے۔

تفسیر عالمانہ | وَاِنَّهَا لَبِسَبِیْلٍ مُّقِیْمٍ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَیْكَةِ لَظٰلِمِیْنَ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِیْنٍ وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِیْنَ اور بیشک وہ قوم لوط کی بستی سدوم البتہ مسافروں کے بالکل سیدھے اور آسانی راستے پر ہے یہاں تک کہ ہر حاجی ہر تاجر اور ہر مکہ کفار مکہ تو جب بھی شام کی طرف سفر کرتے ہیں یا مصر کی طرف دوسرے راستے سے جاتے ہیں تو آتے جاتے یہ اُجڑی بستی کھنڈر ان کو نظر آتے ہیں وہاں ٹھہرتے ہیں ان کا تذکرہ اپنی باتوں اپنی تاریخوں اپنے شعروں میں کرتے ہیں۔ مگر نادانی سے اس تباہی کو اتفاقی حادثہ موسمی طوفان یا آتش فشاں پہاڑوں کا ساختاتی زلزلہ کہہ کر مطمئن ہو جاتے ہیں لیکن اصل حقیقت کی طرف توجہ نہیں دیتے کہ یہ انبیاء کرام کے گستاخوں پر رب تعالیٰ کا آسمانی عذاب تھا۔ نہ یہاں کوئی آتش فشاں پہاڑ ہے نہ کوئی طوفان اُٹھتے ہیں۔ اگر ایسا ہوا ہوتا تو اب کیوں نہیں ہوتا۔ اب آتش فشاں پہاڑ کہاں گم ہو گئے بات دراصل یہ ہے کہ ان عبرت ناک واقعات میں البتہ نشانیاں فقط ایمان والوں کے لیے ہیں جن کے دل ازل سے ہی نورِ ایمانی کے لیے چمک رہے تھے۔ جب ان کو ان واقعات سے عبرت دلائی گئی تو فوراً حقیقت کی تہہ تک پہنچ گئے اور اللہ رسول پر ایمان لے آئے۔ اور اچھا وہ تو کچھ دور زمانے اور دور علاقے کا واقعہ ہے۔ بیشک حضرت شعیب علیہ السلام

کی دونوں قومیں۔ ایکہ اور مدین تو ابھی قریبی زمانے میں گزری ہیں اور ان کی یہ دونوں بستیاں بھی مدینہ منوّرہ سے فلسطین کے راستے پر قریب ہی ہیں بیشک اُن ایکہ یعنی جھاڑیوں والوں نے شرک و کفر اور کم تولنے والی خیانتوں بے ایمانیوں کے کیسے ظلم کئے۔ حضرت شعیب نے کس کس طریقے سے سمجھایا نیک پاکباز دیانتدار مومن بننے کو کہا بجز چند افراد کے سب ہی ظالم بنے رہے تو پھر ہم نے ان سے بھی سخت انتقام لیا۔ ان لوگوں نے گستاخیاں بے ادبیاں انبیاء کرام کی کیں مگر چُن چُن کر بدلہ ہم نے لیا۔ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۔ اس عبارت کی تفسیر میں تین قول ہیں نمبر۱ اور بیشک وہ دونوں یعنی حضرت لوط اور حضرت شعیب البتہ بہت بڑے امام قوم تھے اللہ کے قانون کھُلے کھُلے بیان فرمانے والے۔ اگرچہ ہر نبی ہی قوم کا امام اور قابلِ تعظیم تکریم اتّباع اقتداء ہوتا ہے مگر خصوصیت سے ان دو کا ذکر اس لیے کیا گیا کہ یہ غیر قوموں کی طرف مبعوث ہوئے تھے اپنی برادری میں نہ تھے حضرت لوط کی برادری قومِ عمالقہ تھی یہی ابراہیم علیہم السّلام کی برادری تھی اور حضرت شعیب علیہ السّلام کی برادری بنی اسرائیل مدین نمبر۲ اور بیشک یہ دونوں یعنی دونوں بستیاں۔ بستیٔ لوط اور بستیٔ ایکہ دونوں کھلے صاف سیدھے آسان راستوں پر ہیں۔ راستے کو امام اس لیے کہہ دیا جاتا ہے کہ منزلِ مقصود پر پہنچنے کا خواہش مند مسافر راستے کی اقتداء اور اتباع تقریباً اسی طرح کرتا ہے جس طرح نمازی امام صاحب کی یا پیچھے چلنے والا آگے چلنے والے کی نمبر۳ یہ دونوں یعنی حضرت شعیب کی تبلیغ کا مرکز اور علاقۂ بعثت و نبوّت دو بستیاں تھیں ایک بستیٔ ایکہ دوسری بستیٔ مدین۔ دونوں قریب قریب آمنے سامنے ایک ہی راستے پر تھیں یہاں صرف بستیٔ ایکہ کا ذکر ہوا۔ دو وجہ سے اوّل یہ کہ عذاب کی ابتداء یہاں سے ہوئی بعد میں بطورِ اختتام مدین پر عذاب آیا۔ دوم یہ کہ ظلم میں پیش پیش یہ ایکہ والے تھے مدین والے صرف مشرک تھے بد دیانت خائن اور دھوکہ باز نہ تھے۔ نہ وہ تجارتی لوگ تھے بلکہ کھیتی باڑی اور باغات والے تھے۔ یا چرواہے۔ ان تمام قوموں سے پہلے حضرت صالح علیہ السّلام کی قوم۔ اصحابِ حجر یعنی پتھر بنانیوالی قوم تو بہت ہی طاقتور اور کاریگر تھے۔ انہوں نے بھی ہمارے ایک رسول حضرت صالح کو جھٹلایا انکار اور بے ادبی کی تو گویا تمام مرسلین انبیاء اور رسولوں کی ہی تکذیب کی کیونکہ ایک کا انکار سب کا انکار ہے اس لیے کہ پیغام اور دعوت اور تبلیغ توحید و رسالت و قانونِ الٰہی ایک ہی ہے۔ وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ اور دیں ہم نے قوم حجر کو بہت سی اپنی قدرت کی آیتیں یا اس طرح کہ چونکہ ان کو اپنی پتھر سازی پر ناز تھا کہ پتھر سے بڑے بڑے مکان پہاڑوں کے اندر ہی اندر کھودتے بناتے چلے جاتے تھے۔ اور دیگر بڑے بڑے جانور تراشتے تھے تو ہم نے صالح علیہ السّلام کو پتھر ہی کا معجزہ عطا فرمایا کہ اس سے ایک اونٹنی بھاگتی دوڑتی نکل آئی جس میں ہماری قدرت کی پانچ نشانیاں تھیں نمبر۱ بہت بڑی کہ آج تک اور تاقیامت اتنا بڑا کوئی جانور پیدا نہ ہوا نہ ہو گا نمبر۲ اونٹنی نے نکلتے ہی بہت بڑا بچہ جنا اور وہ دو دن بعد پہاڑوں میں روپوش ہو گیا۔ روایتوں میں ہے

کہ قیامت کے قریب وہ دابۃ الارض کے نام سے نکلے گا۔ نمبر۳ پہاڑ سے نکلا کہ بہت بڑی چٹان پھٹی اس میں اونٹنی چیختی چلاتی نکل آئی چٹان پھر کافی دیر کے بعد اسی طرح بند ہو گئی نمبر۴ وہ اونٹنی بستی کا سارا پانی پی جاتی تھی اور ایک دن چھوڑ کر ایک دن پانی پیتی تھی۔ اور کھاتی کچھ نہ تھی نمبر۵ ہر روز دودھ اتنا دیتی تھی کہ بستی کے ہزاروں انسانوں کو کافی سے زیادہ ہوتا تھا۔ یا آیتوں سے مراد صالح علیہ السلام کے دیگر معجزات ہیں جن کا ذکر نہ ہوا یا آیتوں سے قدرت کے عجائبات زمینی و آسمانی ہیں یا آیتوں سے مراد وحی الٰہی کا وہ صحیفہ ہے جو حضرت صالح پر نازل ہوا تھا۔ لیکن ان تمام آیتوں کے باوجود وہ اپنی شیطان پرستی اور ضد سے ہر چیز کا انکار کرتے ہوئے ایمان سے علیحدہ ہی رہے اور ان کی صنعت کاری اتنی ترقی اور کمال پر تھی کہ پہاڑوں کی چٹانیں کھود کر بڑے بڑے اور خوبصورت نقش و نگار والے گھر بناتے تھے۔ آمِنِینَ۔ امن حاصل کرنے کے لیے یا چور ڈاکوؤں سے یا سردی گرمی سے کیونکہ پہاڑ کی اندرونی جگہ غار وغیرہ اور زمین کے تہہ خانے سردی میں گرم اور گرمی میں ٹھنڈے ہوتے ہیں۔ یا عذابِ الٰہی سے بچنے کے لیے۔ کتنے بیوقوف تھے کہ عذاب سے بچنے کے لیے اتنی محنت مشقت کرتے تھے حالانکہ بغیر مشقت صرف نبی کے دامن میں چھپ جاتے تو بچ جاتے نبی کا آستانہ ٹوٹا چھپر والا حجرہ جو حفاظت کر سکتا ہے وہ پہاڑوں کی غاریں چٹانیں نہیں کر سکتیں اور ایسا ہی ہوا کہ جب اس قومِ صالح کی تباہ کاریاں ظلم و شرک اور نبوت کی گستاخی حد سے بڑھی تو بس جبرئیل امین کی یا قدرتی ایک ہی ہلا دینے والی چیخ چنگھاڑ نے ان کو پکڑ لیا علی الصبح فجر کے وقت یا طلوعِ آفتاب کے وقت اور جس فن پر وہ مغرور تھے وہ ان کے کسی کام نہ آیا۔ ان کو یہ تو یقین تھا کہ ہماری یہ سرکشی ضرور ہم کو مروائے گی مگر ان کا خیال تھا کہ شاید قوم نوح علیہ السلام کی طرح طوفان آئے یا قومِ عاد کی طرح زلزلہ آجائے اور زمین الٹی ہو جائے یا بارش کی طرح پتھر برسیں۔ ان تمام سابقہ عذابوں سے بچنے کی تدبیریں انہوں نے پہاڑوں کے اندر غار نما گھر بنا لیے مگر ان پر چیخ کا عذاب آیا۔ اور سب بچاؤ کے سامان ہشیاری فن کاری موٹی چٹانوں کی کوٹھیاں دھری کی دھری رہ گئیں۔ تبوک کو جاتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا گزر اس بستی سے ہوا تھا۔ نبی پاک نے فرمایا کہ ان گھروں سے روتے اور استغفار کرتے عاجز ہوتے گزرو ہرگز تماشہ یا آثارِ قدیمہ سمجھ کر نہ دیکھنا کہیں تم پر عذاب نہ آجائے اس کوئیں کا پانی بھی پینے نہ دیا بلکہ آٹا گوندھا ہوا اونٹوں کو کھلوا دیا اونٹنی والے کوئیں سے پانی لینے کی اجازت دی اور خود آپ کاشانہ منہ ڈھانپ کے نفرت کرتے ہوئے اپنی سواری بھگا کر گزر گئے۔ اور بستی سے باہر سب نے مقام فرمایا مسلمانوں کا سیاحِ اعظم ابن بطوطہ آٹھویں صدی ہجری میں اپنی سیاحت کے دوران اس بستی حجر سے گزرے تھے اور وہ لکھتے ہیں اس وقت تک قوم حجر کے ڈھانچے ہڈیاں بکھری پڑی تھیں اور مکان و نقش و نگار بالکل تازہ معلوم ہوتے تھے۔ خیال رہے کہ جب سے دنیا بنی ہے اس وقت سے آج تک پندرھویں صدی ہجری تک صرف سات قوموں پر آسمانی اور خدائی قہرِ الٰہی کے عذاب آئے۔ پہلا عذاب قوم نوح پر۔ ان کی بستی دمشق میں سیلاب میں غرق کرنے سے آیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً تین ہزار

ایک ہزار سال پہلے آپ کی قوم پانچ قبیلوں پر مشتمل تھی، نمبر ۱ قوم ود نمبر ۲ قوم سواع نمبر ۳ قوم یغوث نمبر ۴ قوم یعوق نمبر ۵ قوم نسر قوم ودّا ور سواع وغیرہ ان کے خاندانی باپ دادے اور بزرگ تھے۔ دنیوی بزرگی والے ان کے مرنے کے بعد ان کے بت بنا کر پوجنے لگ گئے یہ لوگ غالباً حضرت ادریس کے زمانے میں ہوئے۔ دوسرا عذاب قوم عاد پر آیا حضرت مسیح سے دو ہزار پانچ سو سال پہلے ان کے نبی ھود علیہ السلام تھے۔ یہ مشرک کافر تھے بت اور ستارہ پرست ان کی بستی کو آسمان تک اٹھا کر الٹا پھینکا گیا۔ یا ان پر صرصر ہوا کا طوفان آٹھ دن تک جاری رہا اور ہلاک ہوئے انکا علاقہ خلیج فارس سے حضر موت تک تھا بہت دراز قد شہ زور تھے نمبر ۳ قوم ثمود پر تیسرا عذاب آیا ان کے نبی صالح علیہ السلام تھے حضرت عیسٰی سے چوبیس سو سال پہلے ان کی بستی وادی قری مکہ پاک سے شام جاتے ہوئے راستے میں ہے یہ بھی بت پرست اور قیامت اور سزا جزا کے منکر تھے اونٹنی کے قتل کے تین دن بعد چیخ سے ہلاک ہوئے نمبر ۴ قوم سدوم پر بھی چیخ اور زلزلہ اور پتھراؤ سے عذاب آیا۔ یہ قوم حضرت مسیح سے اکیس سو سال پہلے ان کے نبی لوط علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے حاضر کے بیٹے تھے ان کی بستی دریا لوط (جھیل مردار) کے کنارے شام کے جنوب میں حجاز کے راستے میں ہے نمبر ۵ قوم ایکہ نمبر ۶ قوم مدین یہ دونوں بستیاں دریا قلزم کے مشرقی کنارے واقع تھیں۔ قوم مدین سے حضرت شعیب اہل خاندان تھے اور قوم ایکہ دوسرا خاندان تھا۔ یہ کم تولنے بددیانتی جھوٹ دغابازی اور کفر شرک بت پرستی میں مبتلا تھے حضرت مسیح سے سولہ سو سال پہلے ان دونوں بستیوں پر ایک ہی وقت میں چیخ کڑک گرمی اور آگ کی بارش کا عذاب آیا اس کو عذاب یوم الظلہ بھی کہتے ہیں نمبر ۷ قوم قبطی فرعون کو خدا مانتے تھے اور بت پرستی بھی کرتے تھے ان کی طرف حضرت موسیٰ مبعوث ہوئے تھے حضرت عیسٰی سے چودہ سو سال پہلے اس قوم کو دریائے نیل میں غرق کر دیا گیا۔

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ **پہلا فائدہ** تین چیزیں اللہ تعالٰی کی بہت بڑی نعمتیں ہیں نمبر ۱ عقل نمبر ۲ علم نمبر ۳ ایمان۔ جس کے پاس یہ تینوں نعمتیں ہیں وہ خوش قسمت ترین انسان ہے۔ یہ فائدہ آیت لِلْمُتَوَسِّمِیْنَ اور آیت لِلْمُؤْمِنِیْنَ سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ**۔ جو شخص دنیا کے واقعات کو اتفاقی حادثہ سمجھے وہ گمراہ ہے کیونکہ یہ نظریہ کفار کا ہے۔ یہ فائدہ بھی لِلْمُؤْمِنِیْنَ فرمانے سے حاصل ہوا **تیسرا فائدہ**۔ ایک نبی کی مخالفت سب انبیاء عظام علیہم السلام کی مخالفت ہے کیونکہ سب کا پیغام اور تبلیغ ایک ہے۔ اسی طرح ایک صحابی کا انکار گویا سب کا انکار ہے اس لیے کہ سب کے دامن میں ایک ہی آقا کا نور صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ فائدہ کَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِیْنَ۔ سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن ان آیت کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ**۔ بزرگان دین کے تبرکات فیض رساں ہیں ان کا ادب کرنا ان کی دیکھ بھال کرنی ہر مسلمان پر فرض ہے یہ مسئلہ فَکَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ سے مستنبط ہوا کہ اونٹنی رب کا کرم اور حضرت صالح کا تبرک و معجزہ تھا اس کا

دودھ بھی برکت تھا۔ اس کا ادب اور عزت نہ کرنے سے عذاب آگیا **دوسرا مسئلہ**۔ ہر مسلمان کو تمام نمازوں کی پابندی چاہئے مگر خاص کر تہجد اور فجر کی نماز کا بہت ذوق شوق سے خیال رکھنا چاہئے کیونکہ اس وقت اکثر عذاب الہی آتے رہے ہے۔ اس کی پناہ اور استغفار اس وقت زیادہ کرنی چاہئے۔ یہ مسئلہ مُصْبِحِیْنَ دالخ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ یہ عذاب اتوار کے دن صبح سے شروع ہوا اور بدھ کی صبح کو ختم ہوا۔ پہلے سب کے چہرے زرد ہوئے دوسرے دن سرخ ہوئے تیسرے دن سیاہ ہوئے چوتھے دن ہلاک ہو گئے (روح ایمان)

اعتراضات ان آیت پر چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا۔ وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ یعنی حجر والوں نے تمام رسولوں کو جھٹلایا۔ حالانکہ وادی حجر ایک شہر یا ایک مختصر پہاڑی علاقے کا نام تھا۔ اور اس قوم میں صرف حضرت صالح علیہ السلام ہی مبعوث ہوئے تھے۔ کوئی اور نبی کسی وقت بھی تشریف نہیں لائے اور حضرت صالح علیہ السلام کو ہی اس قوم نے جھٹلایا تھا تو پھر مرسلین جمع کیوں فرمایا گیا۔

جواب۔ اس قوم سے پہلے دیگر قوموں میں بہت سے انبیاء کرام تشریف لا چکے تھے اور ان کے جھٹلانے کا انجام بھی مشہور ہو چکا تھا کہ کس طرح ان پر عذاب آیا اور انہوں نے اپنے اپنے نبیوں کی کس طرح گستاخیاں کیں اور توحید و رسالت دعوت حق کی کس طرح مخالفت کی یہ قوم جو سب کچھ جانتی بھی تھی مگر حضرت صالح علیہ السلام کے سب کچھ یاد دلانے برا انجام سمجھانے کے باوجود اس نے اپنے بڑے باپ دادوں کا ہی طریقہ اختیار کیا۔ اسی کو قابل تائید اور اچھا سمجھا۔ اسی بنا پر حضرت صالح کی تکذیب کرتے رہے۔ لہٰذا فرمایا گیا کہ ان لوگوں نے بھی سب مرسلین کی ہی تکذیب کی کیونکہ برے کی تائید اور برے شخص کو اپنا پیشوا سمجھنا اسی کی مثل ہوتا ہے۔ آج کے دور میں بھی جن بدبختوں نے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخیاں لکھنے والوں کو اپنا امام۔ پیشوا اور پیر مرشد بنا دہ بالکل اسی طرح گستاخ کافر ہے۔ جس طرح وہ خود لکھنے والے۔ اگرچہ کہتے پھریں کہ بھائی صیب ہم نے تو نہیں لکھیں۔ نیز ایک نبی کا انکار گویا سب کا ہی انکار ہے کیونکہ دین سب کا ایک ہی ہے اگرچہ نام اور شریعت مختلف رہی ہے۔ **دوسرا اعتراض**۔ یہاں بستی لوط کے لئے فرمایا گیا۔ لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ۔ بیشک وہ بستی راستے پر موجود ہے۔ اور پھر دو بستیوں کے لئے فرمایا گیا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ اس کا ترجمہ بھی وہی ہے۔ تو یہ دو طرح کے الفاظ کیوں استعمال ہوئے۔ **جواب**۔ تفسیر عالمانہ میں مفسرین کے بیان کردہ تمام تفسیری احتمالات بیان کر دئے گئے۔ ایک یہ تفسیر بھی کی گئی ہے کہ لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ۔ سے مراد حضرت لوط اور حضرت صالح علیہما السلام ہیں۔ اور وہی اپنی اپنی قوم کی طرف تاج نبوت کے ساتھ امام مبین بنا کر بھیجے گئے تھے۔ لیکن اگر اس سے وہ علاقے اور بستیاں ہی مراد ہوں جیسا کہ عام مفسرین بیان فرماتے ہیں تو جغرافیائی محل وقوع اور موجودہ حالتوں کے اعتبار سے یہ مختلف الفاظ ارشاد فرمائے گئے۔ اور فرق ان دونوں عبارتوں میں لغوی اعتبار سے اس طرح ہے کہ سبیل مقیم کا معنیٰ ہے آباد راستہ۔ یعنی راستہ پر اب بھی لوگ رہتے ہیں جو آتے جاتے مسافروں کو ان کھنڈرات

کے عبرت ناک تاریخی حال بتاتے رہتے ہیں۔ کہ اپنے وقتوں میں یہ کتنی گنجان وسیع اور علاقے کی بڑی منڈیاں تھیں۔ اور ایک گھناؤنے جرم کے بدلے آج کیسی گورغریباں بنی ہوئی ہیں۔ اور امام مبین کا معنیٰ ہے کہ ان بستیوں کے آس پاس اگرچہ دور دور تک کوئی آبادی نہیں رہی۔ مگر یہ ایسی کھلی شاہ راہ ہے کہ تقریباً ہر علاقہ کے لوگ یہاں سے گزرتے ہیں۔ اور اس کی موجودہ حالت ایسی ظاہر ہے کہ کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں یہ خود ہی اپنی حالتِ زار سے سب پرانی تاریخ بیان کر رہی ہے۔ پہلی بستی کو زلزلے سے کھنڈر بنا دیا گیا تھا اس لیے وہ سبیلِ مقیم ہوئی اس بستی مدین اور ایکہ کو ویران بے آباد کر دیا گیا بستی قائم رہی اس لیے یہ خود اپنی کہانی بیان کرنے والی مبین ہے۔ اور ہر مسافر اسی راہ سے منزل پر پہنچتا ہے اس لیے امام ہوئی۔ ان فرقوں کی وجہ سے دونوں جگہ باتیں مختلف فرمائی گئیں۔ **تیسرا اعتراض**۔ حضرت صالح کو تو ایک اونٹنی کا ہی معجزہ دیا گیا تھا تو پھر یہاں آیات کیوں فرمایا گیا۔ یعنی ہم نے ان کو بہت سی آیتیں عطا فرمائیں۔ **جواب**۔ اس کے تین جواب ہیں۔ ایک یہ کہ ایک اونٹنی ہی بہت سے معجزوں کا مجموعہ تھی جیسا کہ تفسیر میں تفصیل بیان کی گئی۔ دوم یہ کہ اونٹنی کے علاوہ بھی معجزے ملے مگر ان کا ذکر نہیں ہوا یا مراد ہے۔ کلامِ الٰہی کی آیتیں۔ اور یا لفظ آیتنا ان سب کو شامل ہے۔ [illegible] ان آیت کی تفسیر صوفیانہ اگلی آیت نمبر ۸۹ کے ساتھ کی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ

اور نہ بنایا ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور اس کو جو درمیان ہے ان دونوں کے

اور ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے

اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ

مگر حکمت کے لیے اور بیشک قیامت البتہ آنے والی ہے لہٰذا معافی دینے

عبث نہ بنایا۔ اور بے شک قیامت آنے والی ہے

الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ﴿٨٥﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ

دیجو ان کو اچھی معافی۔ بیشک رب آپ کا وہی ہمیشہ سے پیدا کرنے والا ہے

تو تم اچھی طرح درگزر کرو۔ بیشک تمہارا رب ہی بہت پیدا کرنے والا

الْعَلِيمُ ﴿٨٦﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي

جاننے والا ہے اور بیشک ہم نے تمکو سات آیتیں جو دہرائی جاتی ہیں دیں

جاننے والا ہے۔ اور البتہ بیشک دیں ہم نے تمکو آیتیں بار بار پڑھی جانیوالیاں

وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ ﴿٨٧﴾ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا

اور عظمت والا قرآن۔ اپنی آنکھ اٹھا کر اس چیز کو نہ دیکھو جو

اور قرآن پاک بہت عظمت والا۔ نہ حیرت سے کھولو آنکھوں کو اپنی طرف اسکے جو

مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ

ہم نے نفع دیا جس کا خاندانوں کو ان کافروں کے اور نہ غمگین ہو جیئے پر ان سرکشوں

نفع دیا جوڑوں کو برتنے کو دی اور ان کا کچھ غم نہ کھاؤ اور

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿٨٨﴾ وَقُلْ

اور چھپا لیجیے رحمت کے پردوں میں اپنے سب مومنوں کو۔ اور فرما دیجئے

مسلمانوں کو اپنی رحمت کے پردوں میں سے لو۔ اور فرماؤ کہ

إِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْمُبِينُ ﴿٨٩﴾

بیشک اب میں ہی ہوں ظاہر طور ڈرانے والا۔

میں ہی ہوں صاف ڈر سنانے والا (اس عذاب سے)۔

تعلق ان آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے **پہلا تعلق** پچھلی آیت میں چند قوموں پر عذاب الٰہی آنے کا ذکر ہوا تھا۔ اب ان آیتوں میں بتایا جا رہا ہے۔ کہ انہوں نے ہماری خالقیت مالکیت اور معبودیت کو نہ مانا اور اپنی زندگی کو گندا کر دیا تھا۔ اس وجہ سے ان پر عذاب آیا تو اے موجودہ قوموتم عبرت حاصل کرو۔ **دوسرا تعلق**۔ پچھلی آیتوں میں گزشتہ قوموں کی صنعت کاری اور دنیوی عقل و شعور کا تذکرہ ہوا۔

اب ان آیات میں صنعتِ باری تعالیٰ کا ذکر ہے **تفسیر التعلق** ۔ پچھلی آیت میں بتایا گیا تھا کہ گزشتہ قوم والے بہت فن کار کاریگر اور بڑے بڑے دولت مند ہوئے مگر نافرمانی پر جب عذاب آیا تو بجز دامنِ نبی کے کوئی ان کو نہ بچا سکا وہی بچا جو نبی کے غلاموں میں شامل ہوا۔ اب یہاں فرمایا جا رہا ہے کہ آپ اپنی نظرِ رحمت و کرم اور خواہشِ ایمان کی نگاہ اس طرف نہ فرمایئے کہ شاید وہ اپنی دولت و قوت سے اسلام کو فائدہ پہنچائیں گے اور نہ ان کے بے دین رہنے پر غم فرمایئے۔ کیونکہ ناجائز اور حرام کی دولت و قوت حرام طرف ہی جاتی ہے۔

شانِ نزول ایک مرتبہ یہودِ بنی قریظہ اور بنی نضیر عیسائیوں کا بہت مال تجارت وغیرہ کے نفع سے آیا جس میں جواہرات خوشبوئیں اور غلے تھے مساکین صحابہ نے دیکھ کر صرف بارگاہِ نبوت میں کچھ حسرت کی باتیں کیں اور عرض کیا کاش اتنا مال ہم کو ملے تو ہم دین کی خوب خدمت کریں اور ثواب کمائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ افسردہ ہوئے اور خیال کیا یہ حسرت ان کو کیوں ہوئی تب یہ آیت نمبر ۸۶ تا نمبر ۸۹ نازل ہوئیں (تفسیر صاوی) روح البیان نے فرمایا کہ سامان اور دولت سردارانِ مکہ کے پاس آیا تھا۔ جس کی غریب مسلمانوں نے شکایت کی تھی یہ قول زیادہ صحیح لگتا ہے کیونکہ یہ ساری سورۃ مکی ہے جنہوں نے پہلا قول تسلیم کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ چار آیتیں مدنی ہیں جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا۔

تفسیر نحوی وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ۔ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۔

واو ابتدائیہ مَا خَلَقْنَا فعل ماضی مطلق صیغہ جمع متکلم مخاطب اللہ تعالیٰ ہے۔ بابِ نصر سے ہے خَلْقٌ سے بنا ہے۔ ہر حال متعدی ہوتا ہے۔ بمعنی پیدا کرنا۔ الف لام استغراقی سَمٰوٰتِ اسم جمع مونث سالم سَمَاءٌ کی اس لیے بحالتِ فتح بکسرہ ہے۔ مفعول بہ ہے خَلَقْنَا کا واؤ عاطفہ الف لام استغراقی اَرْضَ اسم مفرد منصرف صحیح ہے معطوف تابع ہے سمٰوٰت کا اس لیے یہ بھی مفتوح ہے واؤ عاطفہ مَا موصولہ بَيْنَ ۔ اسم مصدر ثلاثی اجوف یائی ہے۔ مفرد منصرف صحیح ہے اسم متمکن ہے تینوں اعراب سے آجاتا ہے۔ بَيْنَ بَيْنٌ بَيْنٍ۔ لغوی ترجمہ ہے درمیان۔ اس کے ذریعے چھ فائدے حاصل کیے جاتے ہیں۔ نمبر ا جدائی کا نمبر ۲ وصل کا نمبر ۳ ظاہر کرنے کا نمبر ۴ دو غیر کو ایک کرنے کا (وحدت کا) نمبر ۵ سامنے ہونے کا۔ نمبر ۶ فاصلہ بتانے کا۔ اصلاً مصدر مادہ ہے لیکن کبھی یہ اسم جامد حاصل مصدر ہوتا ہے کبھی اسم ظرف بنتا ہے۔ یہاں یہی آخری معنیٰ ہے۔ هُمَا۔ ضمیر تثنیہ مونث غائب مجرور متصل کیونکہ مضاف الیہ ہے بَيْنَ مضاف ظرفِ مکانی کا مرجع ہے زمین آسمان (سموٰات والارض) اِلَّا حرفِ استثنا متصل نے سابقہ نفی مطلقہ کو توڑا۔ ب جارہ بمعنی ہے یا سببیہ۔ الف لام زائدہ تعریفی تخصیصی حَقّ ۔ اسم مفرد جامد بمعنی۔ مضبوط[۱]۔ سچا[۲]۔ درست[۳]۔ صحیح[۴]۔ حکمت[۵]۔ تدبیر[۶]۔ ضروری[۷]۔ مفید[۸]۔ حقیقت کے مطابق[۹]۔ واقع کے مطابق ہونا[۱۰]۔ واجب ہونا[۱۱]۔ فرض ہونا[۱۲]۔ جائز ہونا۔ یہاں بمعنی۔ حکمت یا مفید یا مضبوط ۔ یہ جار مجرور متعلق ہے خَلَقْنَا ۔ پوشیدہ فعل کا اور جملہ فعلیہ ہو کر مستثنیٰ ہوا جب کہ مَا خَلَقْنَا جملہ فعلیہ مستثنیٰ منہ ہے واؤ ۔ حرف جر اِنَّ حرف

تحقیق بمعنی یقیناً۔ الف لام عہدی ساعۃٌ اسم مفرد مؤنث بمعنی وقت کا کچھ حصہ۔ زمانے کا کچھ حصہ۔ قیامت۔ یہاں یہ آخری معنی ہی مراد ہیں منصوب ہے کیونکہ اسم اِنَّ ہے۔ لام گئے بمعنی البتہ تاکید یقین کے لیے۔ اٰتِیَۃٌ اسم فاعل واحد مؤنث اَتٰی سے بنا ہے بمعنی آنا ترجمہ ہے آنے والی ہے مرفوع ہے کیونکہ خبر ہے اِنَّ کی۔ فَ سببیہ بمعنی لہٰذا۔ اِصْفَحْ باب فَتَحَ کا فعل امر صیغہ واحد مذکر حاضر اَنْتَ پوشیدہ اس کا فاعل مرجع آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم۔ صَفْحٌ سے بنا ہے بمعنی معاف کرنا درگذر کرنا۔ یہاں دوسرے معنی ہیں ہے الف لام جنسی یا زائدہ صَفْحٌ اسم مصدر منصوب ہے کیونکہ مفعول مطلق ہے اِصْفَحْ کا۔ موصوف ہے۔ الف لام اسمی بمعنی اَلَّذِیْ جَمِیْلٌ بروزن فعیل صفت مشبہ جَمْلٌ سے مشتق ہے بمعنی اچھا خوبصورت۔ اچھا حسنِ سلوک بحالت فتحہ ہے کیونکہ صفت ہے صَفْحٌ کی۔ اِنَّ حرف تحقیق۔ رَبّ اسم مفرد جامد صفاتی نام ہے باری تعالیٰ کا مضاف ہے کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مجرور متصل مضاف الیہ مرجع نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے مرکب اضافی منصوب ہے کیونکہ اسم اِنَّ ہے ھُوَ ضمیر واحد مذکر مرفوع ہے دو وجہ سے ۱۔ ما قبل اِنَّ کی خبر ہے ۲۔ مابعد کا مبتدا ہے۔ الف لام اسمی بمعنی اَلَّذِیْ ھُوَ ضمیر منفصل نے آکر حصر کا فائدہ دیا۔ خَلّٰقٌ اسم مبالغہ بروزن فَعّال جو اد باب نَصَرَ سے ہوتا ہے خَلْقٌ سے بنا بمعنی پیدا کرنا صحیح اندازہ لگانا ٹھیک بنانا۔ ترجمہ ہے بہت پیدا کرنے والا۔ بار بار پیدا کرنے والا ہمیشہ تک پیدا کرتے رہنے والا۔ الف لام اسمی عَلِیْمٌ صفت مشبہ ہے بروزن کریم عِلْمٌ سے بنا ہے بمعنی جاننا ہے۔ خبردار ہونا خبر رکھنا۔ ترجمہ ہے بہت جاننے والا یعنی ہر وقت ہر ایک کو ہر طرح جاننے والا۔ خبر رکھنے والا۔ بحالت رفع ہے صفت ہے خَلّٰق کی یہ مرکب توصیفی خبر ہے مبتدا کی مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی اور وہ اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا یہ خیال رہے کہ لفظ خلّاق اور خالق صفت خصوصی ہے اللہ تعالیٰ کی کسی اور کو کہنا حرام ہے۔ وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْکَ اِلٰی مَا مَتَّعْنَا بِہٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْھُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْھِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ۔ و او جملہ لام تاکید قَدْ اٰتَیْنَا فعل ماضی قریب صیغہ جمع متکلم مخاطب اللہ تعالیٰ ہے۔ باب افعال سے ہے۔ اَتیٌ سے بنا ہے بمعنی دینا مصدر ہے اِیْتَاءٌ کَ ضمیر کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مفعول بہ اول ہے سَبْعًا۔ اسم مفرد عددی ہے نکرہ متمکن ہے۔ مؤنث کے لئے ہوتا ہے خلاف قیاس ہے یعنی اس کے مذکر میں ۃ تانیث ہوتی ہے۔ مؤنث میں نہیں ہوتی ترجمہ ہے سات۔ مِنْ جارہ بیانیہ یا تبعیضیہ۔ اگر بیانیہ ہو تو سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ۔ ایک نام ہے۔ اگر تبعیضیہ ہو تو دو نام ہیں الف لام استغراقی مَثَانِیْ اسم معدولہ جمع ہے واحد ہے مَثْنٰی۔ ثَنْیٌ سے بنا ہے بمعنی دو ہونا۔ دو کرنا اسی سے ہے اثنا مَثَانِیْ اور مَثْنٰی کا ترجمہ ہوا۔ دوہرا کرنا۔ بار بار کرنا۔ چھانٹ کرنا۔ دو دو کرنا۔ بعض عجمی زبان والوں کا خیال ہے کہ مثنیٰ عبرانی لفظ ہے جو عربی میں منتقل ہوا مگر یہ غلط ہے کیونکہ اس کے بہت سے مشتقات عربی لغت اور نحو صرف میں مستعمل ہے۔ بحالت کسرہ ہے۔ مجرور ہے مِنْ سے جار مجرور متعلق ہے اٰتَیْنَا کا واؤ عاطفہ۔ القرآن۔ الف لام۔ استغراقی یعنی تمام قرآن۔ بروزن فُعْلَان صیغہ مبالغہ ہے الف نون زائدتان ہے قِرْأَۃٌ سے بنا ہے بمعنی بہت پڑھا ہوا ہونا قرآن بمعنی

مقروءٌ ہے۔ بحالتِ نصب ہے معطوف ہے سبعًا پر موصوف ہے اَلْعَظِیْمُ صفت کا۔ الف لام اسمی بمعنی الَّذِیْ عَظِیْمٌ بروزن فعیلٌ صفت مشبہ عظمٌ سے بنا ہے بمعنی بہت مضبوط۔ بہت بڑائی والا صفت ہے اس لیے منصوب ہے لَا تَمُدَّنَّ فعل نہی با نونِ ثقیلہ۔ خیال رہے کہ نونِ تاکید اپنی حالت سے کلام کی حالت کو بدلتی ہے اسی لیے نونِ تاکید ثقیلہ شدت اور وجوبِ تاکید کا اظہار کرتی ہے جب کہ نونِ خفیفہ جواز کا۔ نہی معروف صیغہ واحد مذکر حاضر۔ مَدٌّ باب نَصَرَ سے بنا ہے۔ بمعنی کھینچنا آنکھیں پھاڑ کر دیکھنا۔ للچائی نظروں سے دیکھنا۔ دراز کرنا۔ بار بار دیکھنا۔ پھیرنا پھرنا۔ یہاں یہ دو آخری معنی درست ہیں۔ اس میں اَنْتَ ضمیر مستتر ہے۔ اس کا فاعل مخاطب ہے۔ جس کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عَیْنَیْکَ۔ عَیْنَیْ دراصل تھا عَیْنَیْنِ تثنیہ ہے عَیْنٌ کا بمعنی آنکھ۔ یہ بہت معنی میں مشترک ہوتا ہے۔ مفتوح ہے کیونکہ مفعول بہ ہے نہی کا مضاف ہے نون تثنیہ اضافت کی وجہ سے گر گئی کَ ضمیر واحد حاضر مضاف الیہ ہے مجرور ہے متصل ہے اِلٰی جارہ انتہا کے لیے ہے بمعنی طرف مَا موصولہ مَتَّعْنَا باب تفعیل کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع متکلم مصدر ہے تَمْتِیْعٌ۔ مَتْعٌ سے بنا ہے بمعنی دنیوی نفع دینا لینا۔ پانا۔ یہاں پہلے معنی ہیں مخاطب باری تعالیٰ ہے بِہٖ جارہ مفعولیت کی ہٖ ضمیر واحد غائب کا مرجع کا ہے اَزْوَاجًا۔ اسم جمع مکسر۔ واحد ہے زَوْجٌ۔ مراد ہیں خاوند بیوی۔ یعنی ایک گھریلو خاندان مع اولاد لفظ ازواج جب مضاف نہ ہو تو بمعنی جوڑا ہے۔ یعنی خاوند بیوی۔ جب مضاف ضمیر مذکر ہو تو بمعنی بیویاں اور جب مضاف ضمیر مؤنث کی طرف ہو تو بمعنی خاوند ہوتا ہے۔ بحالتِ نصب ہے مفعول بہ ہے مَتَّعْنَا کا مِنْ جارہ تبعیضیہ ہُمْ ضمیر جمع کا اَزْوَاجًا ہے جار و مجرور متعلق دوم ہے واؤ ابتدائیہ لَا تَحْزَنْ فعل نہی معروف صیغہ واحد مذکر حاضر حُزْنٌ سے بنا ہے بمعنی غمگین ہونا عَلٰی جارہ فوقیت کے لیے ہِمْ ضمیر کا مرجع اَزْوَاجًا۔ واؤ دوسرا جملہ۔ اِخْفِضْ فعل امر حاضر معروف صیغہ واحد مذکر حاضر۔ باب ضَرَبَ سے ہے خَفْضٌ کے معنی۔ نرم ہونا۔ نرم کرنا۔ پناہ دینا یعنی مشکل کشا حاجت روا بننا۔ جَنَاحَ۔ اسم مفرد جامد بمعنی پر بازو۔ ہاتھ دامن شفقت۔ یہاں ہر معنی مناسب ہے۔ کَ ضمیر واحد مذکر کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ بحالتِ نصب ہے کیونکہ مفعول بہ اِخْفِضْ کا۔ لام جارہ نفع کا مُؤْمِنِیْنَ۔ اسم جمع مذکر سالم ہے اس کا واحد مُؤْمِنٌ۔ باب اِفْعَال کا اسم فاعل اِیْمَانٌ۔ مصدر ہے۔ اَمْنٌ سے بنا ہے ترجمہ ہے مسلمان لوگ۔ جار مجرور متعلق ہے۔ اِخْفِضْ کا وَ قُلْ اِنِّیْ اَنَا النَّذِیْرُ واؤ دوسرا جملہ قُلْ فعل امر حاضر معروف اَنْتَ ضمیر مستتر اس کا فاعل۔ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ اگلی سب عبارت اس کا مقولہ ہے۔ اِنَّ حرفِ تحقیق یَ ضمیر واحد متکلم منصوب متصل اس کا اسم ہے اَنَا ضمیر واحد متکلم منصوب منفصل اس کی تاکید ہے اَلنَّذِیْرُ۔ الف لام اسمی بمعنی اَلَّذِیْ نَذِیْرٌ۔ باب کَرُمَ کا اسم فاعل صفت مشبہ ہے نَذْرٌ سے بنا ہے بمعنی ڈرانا۔ خوف دلانا۔ بچانا الف لام اسمی۔ مُبِیْنُ۔ اسم فاعل ہے باب اِفْعَل کا صیغہ واحد مذکر۔ یہ دونوں موصوف صفت خبر ہیں۔ اِنَّ کی مُبِیْنُ اسم کا ترجمہ ہے کھول کر بیان کرنے والا اِبْیَانٌ اور اِبَانَۃٌ۔ اس کا مصدر ہے۔ بَیْنٌ سے بنا ہے۔ بمعنی ظاہر ہونا۔ ظاہر کرنا۔ بیان کرنا۔ روشن ہونا کرنا۔

تفسیر عالمانہ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ اے تاقیامت دنیا بھر کے نافرمانو بے دینو کافرو تم نے دیکھ سن ہی لیا کہ سابقہ نافرمان مغرور گستاخ قوموں سے ہم نے کیا سلوک فرمایا آسمان و زمین کے کیسے کیسے عذاب ان پر وارد ہوئے تباہ و برباد ہو کر فنا ہو گئے باطل کو زمین و آسمان کی کسی چیز نے بھی پناہ نہیں دی نہ پہاڑ انکو بچا سکے نہ پہاڑی گھروں غاروں میں چھپنا انکے کام آیا یکفلا اپنے ہر گمان میں غلط ثابت ہوئے ہمارے انبیاء کرام نے جس جس عذاب عتاب کی خبر دی تھی وہ ہو کر رہی اسکی وجہ یہ نہیں کہ ہم رحیم اور غفور نہیں ہیں بلکہ وجہ یہ ہے کہ ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان ساتوں آسمانوں زمینوں کے درمیان ہے وہ صرف حق کے لیے پیدا کیا ہے ۔ اگر یہ حق پرست ہوتے تو کبھی فنا نہ ہوتے بلکہ آسمان اور زمین چاند سورج پہاڑ دریا شجر حجر انکے لیے مسخر ہو جاتے اور پتھر ان کو سلام کرتے کسی پتھر کی کیا جراءت تھی کہ انکو لگتا یا ہلاک کرتا کوئی پانی انکو ڈبو نہ سکتا بلکہ بحر ظلمات میں گھوڑے دوڑا دیتے ۔ دریاؤں پر مصلے بچھا لیتے ہواؤں پر کھڑاؤں اڑا دیتے اس عالم کائنات میں ابدی امن صرف ان کو ہے جو انبیاء کرام کے لائے ہوئے پیغام حق کی حمایت کرتے ہیں انکو کبھی تباہی بربادی اور فنا نہیں وہ تو قبر میں جاکر بھی زندہ ہیں ۔ عذاب دنیوی صرف ان پر آتا ہے جو حق تعالیٰ کے منکر ہوئے اور اپنے پرایوں پر ظلم کرتے رہے ۔ شرک ۔ بد دیانتی ۔ بدکاری گستاخی ۔ غرور اور کفر و بے غیرتی میں زندگی گزارتے رہے اور یہ دنیوی آسمانی مذکورہ عذاب کوئی ان کے جرموں کا بدلہ نہیں تھا بلکہ یہ ظلم کو روکنے اور آئندہ کے لیے عبرت تھا پورا بدلہ تو قیامت ہی میں ہوگا ۔ اور بیشک قیامت یقیناً آنے والی ہے ۔ تو اے پیارے نبی ان موجودہ کفار مکہ کی گستاخیوں اور حق سے روگردانیوں پر ملال نہ فرمایئے ۔ اور جلال نبوت کا اظہار فرماتے ہوئے ان پر قوت خداداد نہ آزمایئے بلکہ اخلاق کریمانہ اور خلق عظیم کے جمال سے نوازیئے اور فی الحال درگزر کرتے ہوئے غضب الٰہی و عذاب آسمانی سے بچایئے بیشک آپ کا رب تعالیٰ ہی ان کو اور تمام کائنات کو پیدا کرنے والا ہے جو مٹا بھی سکتا ہے بنا بھی سکتا ہے اور چونکہ خالق ہے اس لیے مخلوق کے ہر حال ہر عمل کو ہر وقت جانتا ہے ۔ ان کفار پر حسب سابق دنیا میں آسمانی عذاب نہیں آئے گا کیونکہ سابقہ عذاب آئندہ دیگر انبیاء کی نافرمان امتوں کیلئے عبرت بنایا جاتا تھا مگر اب نہ کوئی نبی آئے گا نہ کوئی دوسری امت ہو گی ۔ ان کو امیری سرداری اور دولت عیش و عشرت ملنا ہماری رضا کی دلیل نہیں ان دولتوں اور سرمایہ داری کو دیکھ کر نہ ان دنیا پرستوں کو مغرور ہونا چاہیے نہ اے ہمارے پیارے مسلمانو تم کو مغموم ہونا چاہیے کیونکہ یہ دنیا تو گندگی حرام ناپاک ہے اور فانی ٹھیکرے ہیں ۔ حالانکہ بیشک ہم نے اے حبیب کریم نبی رحیم آپ کو اور آپ کے ذریعے وسیلے طفیل سے تاقیامت ہر مسلمان کو اتنے بڑے خزانے ابدی دین دنیا کو سجانے والے موتی عطا فرمائے ہیں جو سبع مثانی اور پورے قرآن مجید کی شکل

میں پیش ہمارا رب کا آخری دائمی تحفہ عظیم ہے۔ لہٰذا لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ وَقُلْ إِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْمُبِينُ قطعاً نہ توجہ فرمایئے اپنی آنکھوں سے اس ساز و سامان کی طرف جس کا عارضی نفع دیا ہم نے اُن مختلف کافر خاندانوں کو۔ آپ کا یہ توجہ کرنا نہ قہر سے ہو کہ سرکشوں کو یہ دولت کیوں مل گئی نہ اس فکر سے ہو کہ کہیں یہ دشمنِ اسلام اپنی اس دولت سے مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچائیں یہ کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے نہ مسلمانوں کی حالتِ غریب دیکھ کر ملال کرو اور نہ ہی کفار کی خرمستی دیکھ کر۔ اسلام نہ لانے پر غم فرماؤ بلکہ مسلمانوں کی قسمت پر خوشی فرمایئے کہ آپ ہی کی برکت و طفیل سے تاقیامت ہر مومن کو کونین کی دولت سبع مثانی اور قرآنِ عظیم مل گیا مفسرین فرماتے ہیں کہ یہاں لَا تَمُدَّنَّ کی نہی پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو ہے اور یہ تسلّی اور غم دور کرنے کے لیے ہے اس لیے کہ نبی کریم کو تو دنیا کی رغبت ابتداء ہی سے نہ تھی متعدد احادیث میں دنیا سے بے رغبتی کی تلقین نبی پاک اپنی امت کو فرماتے ہی رہتے تھے اور خود آپ ہمہ وقت دریاؤں ہواؤں بارشوں سے زیادہ سخاوت فرماتے ہی رہتے تھے۔ یہ نہی صرف امت کی خاطر رنجیدگی دور کرنے کے لیے ہے۔ اور اس لیے ہے کہ اے پیارے غمخوار دلگسار نبی کفار کے بندہ نہ بننے کی حسرت نہ فرمایئے بلکہ اپنے جان نثار مخلص سیدھے سادے بھولے بھالے مظلوم مومنین کو اپنے رحمت کرم محبت شفقت کے عالمگیر پروں میں پناہ دیجئے تاکہ دنیا و آخرت کی مصیبت۔ تکلیف بے اطمینانی حسرت۔ غبطہ رشک تمام فکروں سے آزاد ہو جائیں۔ کیسی خوش بختی ہے ہم امتیوں کی کہ سینے میں سبع مثانی ہے اور ہاتھوں میں قرآنِ عظیم اور رحمتِ عالمین کے دامن میں پناہ ہے پیاروں کو تو اپنے دامن میں چھپایئے اور منکروں سے فرما دیجئے کہ اب قیامت تک تمام اقوامِ عالم کے لیے فقط میں ہی نافرمانیِ حق تعالیٰ کے وبال سے ڈرانے والا ہوں۔ سَبْعَ مَثَانِي کی تفسیر میں دو قول ہیں ایک یہ کہ اس سے مراد سورۃ فاتحہ شریف ہے دوم یہ کہ اس سے مراد قرآنِ پاک ہے۔ پہلے قول میں آٹھ وجہ سے سورۃ فاتحہ کیلئے سبع مثانی کہا گیا اول یہ کہ حدیث پاک میں اس پہلی سورت کے سات نام ارشاد فرمائے جن میں اس کا ایک نام سبع مثانی ہے دوسرا نام فاتحہ تیسرا نام۔ امّ الکتاب۔ چوتھا نام امّ القرآن۔ پانچواں۔ سورۃ حمد۔ چھٹا۔ سورۃ رحمت۔ ساتواں نام۔ سورۃ آمین۔ دوسری وجہ یہ سات آیتیں ہیں اور بعض قرّاء حضرات نے پہلی آیت بسم اللہ کو بنایا ہے۔ اور صِرَاطَ الَّذِينَ سے الضَّالِّينَ تک ایک آیت بنائی ہے۔ لیکن اکثر مشہور قرّاء نے بسم اللہ کو شامل نہیں کیا۔ اور اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ پر چھٹی آیت بنائی۔ تیسری وجہ یہ کہ یہ سورۃ فاتحہ دو دفعہ نازل ہوئی پہلے مکہ پاک میں پھر مدینہ پاک میں اور ہر دفعہ ستّر ہزار فرشتے لے کر آئے چوتھی وجہ ہر نماز میں بار بار یعنی ہر دو رکعت میں دو بار پڑھی جاتی ہے۔ پانچویں وجہ اس کے الفاظ دو دو بار آئے ہیں مثلاً اگر بسم اللہ کو پہلی آیت بنایا جائے تو لفظِ رحمٰن لفظِ رحیم دو دو دفعہ اور ایاک دو بار صِرَاطَ دو بار عَلَيْهِمْ دو بار۔ جب کہ مثانی کا معنیٰ ہے دو دو بار ہونا چھٹی وجہ یہ کہ یہ سورت آدھی رب کے لیے ہے آدھی بندے کے لیے اسطرح

کہ پہلی آدھی میں حمد ہے دوسری آدھی میں دعا ہے۔ اس لیے دو حصے ہیں لہٰذا یہ مثانی ہوئی۔ ساتویں وجہ یہ کہ یہ صرف مسلمانوں کو ملی ہے پہلے کسی امت کو نہیں ملی۔ اس لیے یہ خصوصیت اور استثنا بنانے والی ہے۔ اور مثانی کا لفظ استثنا سے بھی معدول ہو سکتا ہے۔ آٹھویں وجہ یہ کہ یہ ثنا سے مشتق ہے اور اس میں نیک بندوں کی تعریف ہے دوسرے قول میں چھ وجہ سے پورے قرآن کریم کو سبع مثانی فرمایا گیا پہلی وجہ یہ کہ حدیث پاک میں ہے۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو اللہ تعالیٰ نے تورات کے بدلے سبع طوال عطا فرمایا۔ یعنی بڑی سات سورتیں۔ بڑی اور طوال سورت وہ ہے جس میں دو سو آیتیں یا زیادہ ہوں۔ اور فرمایا مجھ کو انجیل کے بدلے تیس سورتیں عطا ہوئیں اور مجھ کو زبور کے بدلے مثانی عطا ہوئیں اور مفصل سورتیں مجھ کو زیادہ عطا ہوئیں۔ معلوم ہوا کہ پورے قرآن مجید کا نام مع فاتحہ سبع مثانی ہے اور واؤ عاطفہ نہیں تفسیر یہ ہے دوسری وجہ یہ کہ قرآن مجید میں سات قسم کا کلام ہے ۱ فرائض میراث وغیرہ اور معروض و واجبات ۲ حدود و تعزیرات ۳ تنبیہات و تمثیلات ۴ خیر اور نیکیاں اور نیک لوگوں کا اجر و ثواب ۵ سرکش بدبخت اور شر پسند لوگوں کا ذکر اور برائیوں کی نشاندہی اس کا وبال و عذاب ۶ عبرت کی باتیں ۷ قصص خبریں۔ تیسری وجہ یہ کہ بہت سے واقعات و احکامات بار بار مذکور ہوئے چوتھی وجہ یہ کہ اس میں بڑی سورتیں سات ہیں ۱ البقرہ ۲ آلِ عمران ۳ نساء ۴ مائدہ ۵ انعام ۶ اعراف ۷ اس میں اختلاف ہے ایک قول میں ساتویں سورت یونس ہے۔ اور یہی صحیح ہے دوسرے قول میں سورۃ انفال اور توبہ کو ایک سورۃ شمار کرتے ہیں اس لیے کہ درمیان میں بسم اللہ شریف نہیں آئی۔ پانچویں وجہ یہ کہ پورے قرآن مجید کی سات منزلیں ہیں۔ ۶ چھٹی وجہ یہ کہ پورا قرآن کریم سات قرأتوں پر نازل ہوا۔ اور لوح محفوظ پر بھی سات حصوں میں لکھا ہوا ہے اگرچہ دو طرفہ اپنے دلائل ہیں مگر قوی دلائل پہلے قول میں ہیں۔ دوسرا قول اولاً تو اس لیے کمزور ہے کہ اس کا مدار واؤ تفسیریہ پر ہے حالانکہ واؤ تفسیری کہنا بھی ضعیف ہے صحیح تر یہ ہے کہ حروف تفسیری میں نحات کے نزدیک واؤ تفسیری کوئی چیز نہیں۔ دوم اس لیے کہ سات سورتیں وغیرہ ہونا جز ہے جب کہ قرآن عظیم کل ہے جز کو کل نہیں کہا جاسکتا۔ بعض نے اس کا جواب سورۃ یوسف کی ابتدائی آیت میں دیا کہ دیکھو سورۃ یوسف کو قرآن کہا گیا۔ مگر یہ غلط ہے وہاں بھی پورا قرآن مجید مراد ہے نہ کہ فقط سورۃ یوسف۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ **پہلا فائدہ**۔ رب تعالیٰ کی ہر چیز حکمت اور فوائد اور منشاء باری تعالیٰ کے عین مطابق ہے کوئی چیز باطل اور بیکار نہیں خواہ وہ شئی اچھی ہو یا بری پاک ہو یا ناپاک یہ فائدہ اِلَّا بِالْحَقِّ کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ**۔ رب تعالیٰ کو حق سچ اور سچائی کر ابند و پسند ہے کیونکہ تمام آسمان و زمین اسی کے لیے پیدا کئے گئے ہیں یہ فائدہ اِلَّا بِالْحَقِّ کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ**۔ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش رحمت قیامت تک کیلئے

ہر مجبور بیکس بے یار مددگار مسلمان کے لیے کھلی پناہ گاہ ہے یہ فائدہ وَاخۡفِضۡ جَنَاحَكَ الخ سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیت پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ**۔ قرآن مجید کی طرف پیٹھ کرنا۔ پاؤں کرنا۔ اس کو بے وضو چھونا بے غسل پڑھنا حرام ہے۔ یہ مسئلہ وَالۡقُرۡاٰنَ الۡعَظِیۡمَ فرمانے سے حاصل ہوا۔ اسی طرح حافظ۔ عالم۔ قاری۔ شیخ ولی اللہ پیر طریقت کی طرف پیر کرکے لیٹنا بلا عذر منع ہے۔ کہ وہاں کاغذ پر قرآن پاک ہے اور یہاں سینے دل دماغ اور زبان پر قرآن مجید ہے مرشد کے سینے میں اسرار قرآن مجید ہیں۔ **دوسرا مسئلہ**۔ ہر مسلمان کو ہر مسلمان متقی نیک عابد زاہد کی خاص کر سید کی عزت احترام واجب ہے۔ اگرچہ ضعیف مسکین ہو۔ یہ مسئلہ وَاخۡفِضۡ کی دوسری تفسیر سے مستنبط ہوا جب کہ یہ امر تمام مسلمانوں کو ہو۔ **تیسرا مسئلہ**۔ مال و دولت بذات خود پاک ہے پلید گندہ یا حرام نہیں۔ ہاں اس کی نسبت اور اضافت اس کو حرام اور پلید بنا دیتی ہے۔ لہٰذا سود رشوت ظلماً اور کافر کا مال نجس ہے اس کی طرف رغبت کرنا مسلمان کو حرام ہے۔ یہ مسئلہ لَا تَمُدَّنَّ الخ سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاسکتے ہیں۔ **پہلا اعتراض**۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ سبع مثانی سے مراد سورۃ فاتحہ شریف ہے اور بعض کہتے ہیں پورا قرآن مجید مراد ہے۔ جیسا کہ آپ نے بھی تفسیر عالمانہ میں لکھا ہے فرمایا جائے کہ یہ اختلاف کیوں ہے اور درست کون سی بات ہے۔ **جواب**۔ درست بات پہلی ہے۔ مگر انسانی اختلافات اپنے اپنے تفکر کا نتیجہ ہوتا ہے۔ تفکر سے دلائل اور دلائل سے اختلاف ظاہر ہوتے ہیں ان ہی دلائل کی روشنی میں یہ کہنا صحیح ہے کہ سبع مثانی فاتحہ شریف ہی کا نام ہے۔ کچھ دلائل تو تفسیر میں عرض کئے گئے مزید اس طرح ہے کہ آیت پاک میں واؤ عاطفہ قوی دلیل ہے کیونکہ معطوف علیہ معطوف کا غیر ہوتا ہے۔ دوم یہ کہ یہی وہ سورت ہے جس کی سات آیتیں ہیں اور ہر آیت کے اعتبار سے اس کے تین نام ہیں ۱ سورۃ حمد اسلئے کہ پہلا لفظ اَلۡحَمۡدُ ہے ۲ سورۃ شکر اس لیے کہ حمد شکر ہے ۳ سورۃ کنز اسلئے کہ یہ عرش سے نازل ہوئی ہے جو عالمین سے بڑا بھی ہے اور ۔۔۔ سے اوپر بھی ۴ سورۃ رحمت اسلئے اس میں صفات رحمت کے دو نام ہیں ۵ سورۃ ورد اسلئے کہ رحمن و رحیم کا وظیفہ پڑھا جاتا ہے ۶ سورۃ رقیہ اسلئے کہ ان دو ناموں کی ابجدی تعداد کے برابر اس سورت کے تعویذ لکھے جاتے ہیں۔ ۷ وافیہ اسلئے کہ اس کی دو دفعہ تلاوت سے پورے قرآن پاک کی تلاوت جتنا ثواب ملتا ہے ۸ سورۃ کافیہ اسلئے کہ اسکی تلاوت کا ثواب دنیا بھر کے ہے ۹ سورۃ شافیہ اسلئے کہ حدیث پاک میں فرمایا گیا۔ سُوۡرَۃُ فَاتِحَۃِ الۡکِتٰبِ دَوَآءٌ شِفَآءٌ یہ تینوں نام مٰلِكِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ کی وجہ سے ہوئے ۱۰ سورۃ مناجات۔ اسلئے کہ اس میں التجائیں دعائیں ہیں ۱۱ سورۃ تعلیم اسلئے کہ اس میں رب کریم نے بندے کو مانگنے کا طریقہ سکھایا ہے ۱۲ سورۃ تفویض اسلئے بندہ اِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ کہہ کر خود کو رب تعالیٰ کے سپرد کر دیتا ہے ۱۳ فاتحہ اس لئے کہ اِهۡدِنَا عرض کرکے بندہ ہدایت کا دروازہ کھلواتا ہے یا یہ قرآن مجید کا دروازہ ہے ۱۴ سورۃ اُمّ القرآن۔ اسلئے کہ تمام قرآن مجید کا خلاصہ اس میں ہے ۱۵ سورۃ اُمّ الکتاب اسلئے کہ کسی نماز کی تلاوت اسکے بغیر نماز میں نہیں ہو سکتی نہ کسی آیت کی ۱۶ سورۃ قرآن اسلئے کہ یہ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ تک ترتیب قرآن مجید سے باہر ہے ۱۷ سورۃ صلوٰۃ اسلئے کہ حدیث پاک

میں ہے لا صلوٰۃ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَاب ۔ ۱۸ سبع مثانی۔ اسلئے کہ یہ سات آیتیں ہر نماز میں یعنی دو رکعت میں دو بار پڑھی جاتی ہے۔ ۱۹ سورۃ اساس۔ اسلئے کہ یہ ہر نماز کی بنیاد ہے ۲۰ سورۃ دین اسلئے کہ اس میں مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ہے ۲۱ سورۃ آمین اسلئے کہ صرف اسی سورت کے آخر میں آمین کہا جاتا ہے۔ سوم یہ کہ یہی وہ سورت ہے جس میں بندہ سات مرتبہ اپنے رب تعالیٰ سے کلام کرتا ہے۔ بقولہ حدیث پاک جب بندہ اسکی تلاوت کرتا ہے تو باری تعالیٰ ہر آیت پر اپنے فرشتوں سے اپنے اس بندے کا ذکر فرماتا ہے چہارم اسلئے کہ اس میں وہ سات حرف نہیں ہیں جو مختلف سورتوں میں عذاب کیلئے استعمال ہوئے ۱۔ ث ثبور یعنی ہلاکت کے لیے ۲۔ ج۔ جہنم اور جحیم کے لیے ۳۔ خ خِزْی یعنی ذلت و نقصان کے لیے ۴۔ ش شہیق۔ جہنیوں کی چیخ و پکار کے لیے ۵۔ ز۔ زفیر یعنی جہنیوں کے رونے کے لیے فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّ شَهِيْقٌ اور زقوم جہنیوں کی خوراک کے لیے بھی ۶۔ ظ لظیٰ۔ جہنم کا ایک طبقہ ۷۔ ف۔ فراق کیلئے ہر دوزخی جدا بند ہوگا۔ پنجم یہ کہ دنیا میں بندے سات قسم کے ہیں۔ جیسا کہ نَبِّئْ عِبَادِیْ کی تفسیر عالمانہ میں بیان کیا گیا۔ ہر بندے کے حال کے اعتبار سے ایک آیت ہے ششم یہ کہ اسکی تلاوت سے سات بیماریوں اور مصیبتوں سے نجات ملتی ہے۔ ۱ شہوت ۲ حرص ۳ غضب (غصہ) ۴ عزبت ۵ مہلک بیماری ۶ جہنم کے سات دروازے اس کی تلاوت کرنے والے پر بند ہو جاتے ہیں ۷ سات حرفوں والے مندرجہ بالا عذابوں سے نجات ملتی ہے ہفتم یہ کہ قرب الٰہی کے سات راستے ہیں ان سب کی چابی یہ سورت ہے اسی طرح جنت کے سات دروازے اسکو پکاریں گے کہ ہم سے گزر کر جنت میں داخل ہو جا واللہ اعلم بالصواب

دوسرا اعتراض ۔ یہاں پہلے فرمایا گیا فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ پھر فرمایا گیا۔ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ اس ترتیب اور صفح جمیل کے بعد خلّٰق العلیم کی صفت کا تذکرہ کیوں کیا گیا بظاہر تو مناسب نہیں لگتا **جواب** ۔ بالکل مناسب اور بہت طرح مناسب ہے۔ بڑی وجہ یہ کہ فَاصْفَحْ میں چھوڑنے کا تذکرہ ہے اور خلّٰق العلیم میں پکڑنے اور قابو میں ہونے کا تذکرہ ہے اور مخلوق کو سمجھایا یہ گیا کہ ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا کام ہے مجرموں گستاخوں کو معاف کرنا چھوڑنا ہمارا کام ہے مجرموں کو پکڑنا سزا دینا کیونکہ وہ رحمت عالمین ہیں۔ ہم رب العالمین ہیں۔ لیکن ان کا چھوڑنا اور پکڑانا ہماری اجازت ہمارے حکم سے ہے ورنہ یہ پکڑنے میں کمزور نہیں۔ اور ہماری پکڑ کی شان و قوت یہ ہے کہ ہم نے اپنے دست قدرت سے سب کو بنایا ہے اور کسی سے کبھی بھی بے خبر نہیں تو جو بنا سکتا ہے اور جانتا بھی ہے وہ نافرمانوں کو پکڑ کر فنا بھی کر سکتا ہے اس لیے یہاں دونوں آیتیں نہایت مناسب ہیں **تیسرا اعتراض** ۔ یہاں لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۔ کے بعد فرمایا گیا وَقُلْ اِنِّیْۤ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ۔ کیا نبی کریم کا نذیر ہونا مومنوں کے لیے ہے۔ کیونکہ دوسروں سے تو دور اور علیحدہ ہونے کا حکم یعنی ان کو بلانے کا بھی کوئی فائدہ نہیں ان کو چھوڑ دو فَاصْفَحْ ۔ **جواب** ۔ وَقُلْ اِنِّیْ (الخ) میں مومنوں کے لیے حکم نہیں دیا جا رہا بلکہ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ ۔ کفار سے خطاب ہے اور فَاصْفَحْ سے مراد تبلیغ بند کرنا نہیں بلکہ بد دعا اور قلبی رنجیدگی سے روکا گیا تھا۔ اسی لیے مفسرین اس آیت کو آیتِ جہاد سے منسوخ مانتے ہیں۔ ناسخ منسوخ کا پورا تفصیلی بیان ہمارے فتاویٰ العطایا جلد دوم میں مطالعہ فرمائیے۔

تفسیر صوفیانہ وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ

آیت نمبر ۸۱ اور بے شک مکاماتِ عمل کی بستیاں نگاہِ عبرت کی سیدھی صاف راہوں پر ہیں لیکن ہر کثافت نفسی سے نہیں دیکھی جاسکتیں بے شک اِن مشاہداتِ بحر وبر میں اور واقعاتِ مدوجزر میں اسرارِ غیوب پر ایمانِ عقیدت لانے والوں کے لیئے سینۂ صفا کو روشن کرنے والی قدرتِ صانع کی عظیم آیت ہے۔ اور بے شک شعیبِ بصیرت سرمدی کی بستیِ ظلمات والے بھی دیانتِ اعمال وامانتِ عبادات غفلت وکدورت کی خیانتوں کا ظلم کرنے والے تھے تو سامانِ عبرت پیدا کرنے کے لیے مومنوں کو بچالیا اور کافروں کو ہلاک مظلوموں کو نجات دی ہم نے اور ظالموں سے بدلہ لیا۔ اسس فیصلۂ قدرت میں کسی کو خوابِ غفلت سے جگانا ہے کسی کو متنبہ کرنا ہے کسی کے لیے وعدہ ہے کسی کے لیے وعید ہے کسی کی تائید ہے کسی کی تادیب ہے۔ تاکہ نفسِ امّارہ کے افعال سے بچا جائے اور حالات سے عبرت پکڑی جائے۔ یہی صدورِ آدمیت کہیں بقعۂ نور ہے کہیں عذاب یوم النشور کہیں دیارِ ظلم دھور ہے۔ دنیا سمّ قاتل ہے۔ نفس مکار ہے لیکن بندہ غافل ہے۔ اے ابنِ آدم ہر عبرت ظاہر ظہور امامِ مبین ہے۔ بستیٔ قلب۔ بستیٔ نفس۔ ناصح ضمیر اور ناصح دماغ سب روشن ضمیری والے پیشوا ہیں تیری آنکھ مطلق آزاد ہے حرام میں اور تیری زبان مطلق ہے کلام میں اور تیرا جسم سست ہے کسبِ اعمال میں تیری عمر تیزی سے گزرتی جارہی ہے اور تو غفلت میں ہے۔ بے شک پتھر دل والوں نے مکاشفاتِ ذاتِ الٰہیہ والوں کو جھٹلا دیا۔ انبیاء و مرسلین کے پاس ہمارے اصولِ شریعت متفق ہیں اور اولیاء مقربین کے پاس ہمارے اصولِ حقائق متفق ہیں۔ ایک کا انکار سب کا ہی انکار ہے۔ انسان کی بستیٔ قالبِ حجر میں ہم نے کتنی ہی سچائی کی نشانیاں پیدا فرمائی ہیں۔ مگر سختیٔ کثافتِ عقل مثلِ پتھر ہے کہ نہ عبرت ہے نہ شکر ہے نہ بصیرت ہے منعمِ حقیقی سے تکبر کی نافرمانی ہے۔ آیات کا کفر ہے اور طبیعتِ خباثت کا مقدر ہے اور ضلالتِ لازوالی ہے۔ ہم نے ہی اِس انسان کو اس کی شیر خوارگی میں آغوشِ پدر اور پستانِ مادر کی شفقانہ آیتیں عطا فرمائیں۔ مگر جوشِ جوانی کے وقت ہمارے اِن ہی آیت سے منہ موڑنے والا ہے۔ ہر پیدا ہونے والے کو سینۂ والدہ کی شکل میں ناقۂ صالح کی عظیم نشانِ قدرت ہم نے ہی دی ہے۔ مگر سب اعراضِ کفران کرنے والے ہیں۔ اے نادانی سے اعراض کرنے والے غافل مجلسِ عقل سے نکلکر محفلِ قلب میں حاضر باش ہو اور محفل کی پہلی صف میں بیٹھنے کی کوشش کر عقد و عفو کا خریدار بن۔ اِمامِ مبین تیرے لیے تیرے دو قدم ہیں ایک قدم دنیا ہے دوسرا قدم آخرت تک رسائی ہے۔ پتھر کی طرح کسل مندنہ بن جس نے اپنے قدموں کو ختم کردیا اور غیر نے اس پر قبضہ کرلیا قلبِ صالح کی زبان و دعوت پر کان لگا کیونکہ قلبِ انسانی ہی رب کریم کا پیغام بر صداقت ہے۔ جس کی ہر دم پکار رہے کہ اے توبہ کے طلبگار و تم آگے آجاؤ

اے خلوص کے جو باز آیت الہیہ کے قریب آجاؤ محفل قلب مقام ولایت ہے۔ مدارج کی جگہ ہے

وَكَانُوا يَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا آمِنِينَ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِينَ فَمَا أَغْنَى عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ

آیت نمبر ۸۴ دنیا عبرت کی جگہ ہے عشرت کی نہیں فکرت کی جگہ ہے غفلت کی نہیں عبدیت کا مقام ہے نظارات صنعت کا نہیں دنیا سازی میں لمحات حیات ضائع نہ کرو یہ دنیا تم کو امن وعافیت نہیں دے سکتی تم سے پہلے کتنے ہی ہنر ور کاری گر آئے جو پہاڑوں میں گھر تراشتے تھے تاکہ قہر جبار سے امن پالیں مگر آخر کیا ہوا صبح عارفین کے وقت جبکہ محبوبین پر رحمت وکرم نازل ہوتا ہے نافرمانوں پر غضب کی کڑک نازل ہوئی اور ان کی تمام کاری گری۔ کمائی صنعت وحرفت مضبوط گھر بار اللہ جبار وقہار کے غضب سے ان کو کچھ بھی نہ بچا سکا صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ اہل قلب کے لیے جائز نہیں کہ ریاکاری کے ویران گھروں میں نفس کی اجڑی بستیوں میں عبادت وریاضت یا مجاہدات تکلفات میں مصروف ومشغول ہو اگر پیارے رب کی رضا حاصل کرنی ہے تو حجرۂ قلب ہی تیری آباد بستی ہے۔ جس طرح عالم دہر میں موسم اور زمانے مختلف ہوتے آتے جاتے رہتے ہیں۔ اسی طرح دنیا کے علاقے گھر اور قانون مختلف ہوتے ہیں اور سالکین کی دنیا ان کے اپنے ہی اندر ہے۔ قالب بشریت کے حالات کیفیات عملیات۔ عادات مختلف ہیں شان تقویٰ کبھی عزیمت میں ہے کبھی رخصت میں ہے۔ اے بندو اگر تم اپنے اعضاء ظاہری کو مطلق چھوڑ دو گے تو تمہارے اعضاء باطنی بھی مطلق آزاد ہو جائیں گے۔ اعضاء ظاہری کو حکم قلبی پر لگائے رکھو طبیعت نفسانی چاہے یا نہ چاہے تاکہ تم معرضین میں داخل ہو جاؤ۔ عارف وہ ہے جو ماسوا اللہ کی طرف متوجہ نہ ہو۔ عالم وہ ہے جو تقوے کے پانی سے شرمگاہ نفس امارہ کا استنجا اور انوار تجلیات کے پانی سے قلب مخلص کا وضو تازہ رکھے۔ جس کی یہ عادت نہیں وہ نہ عالم ہے نہ زاہد ہے نہ عارف ہے بلکہ وہ دیوانہ مجنوں ہے۔ سالکین کا قول ہے۔ کہ جب بندہ استنجا کرتا ہے تو زاہد بنتا ہے جب وضو کرتا ہے تو عالم بنتا ہے اور جب متوجہ کعبہ ہو کر نماز عشق میں کھڑا ہوتا ہے تو عارف بن جاتا ہے۔ یہی وہ آیت الہیہ ہیں جو مومنین معرفت کے لیے نشان منزل مراد ہیں اور مومنین مشاہدات محبوب کے لیے نشان قدرت جمال ہیں لیکن ان ہی آیات ظاہر سے دنیا کے دیوانے دولت کے متوالے اور حقیقت آخرت سے بیگانے اعراض کرتے ہیں حالانکہ دنیا میں زحمت ہے دین میں رحمت ہے دنیا میں شقت ہے کہ يَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ ہے اور دین میں راحت ورافت ہے کہ آغوش نبوت میں نماز عافیت ہے۔ اے دامن مصطفیٰ سے دور بھاگنے والے دیوانے تو جس امن کو اپنی ہنر مندی۔ حکومت وثروت ودولت میں تلاش کرتا پھر رہا ہے وہ تو اسلام کے عالمگیر لہلہاتے چمن سدا بہار میں ہے۔ علاقۂ حجر کی وادی گناہ میں قدم نہ رکھ وہاں تو نفسانیت کے چیخ وپکار ہے مصیبتوں کی چنگھاڑ ودھاڑ ہے۔ آخرت تو کچھ دور ہے دنیا آہ وفغاں میں بھی یہ کام نہیں آئیں۔ ہر سو ما اغنیٰ کا رونا ہے اور ہر زبان وَمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ کا آوازہ ہے ان آوازوں سے زاہدین کے دل دہلتے ہیں عارفین کے جگر گھٹتے ہیں اور غافلین کے سینے شق ہوتے ہیں۔ قالب بشریت پر نفس کی دیدہ دلیری فساد پرستی اور وساوس شیطانی

مخالفت قلب مقابلہ حق صرف چند دن کا عارضی ہے۔ نتیجہ آخری یہ ہے کہ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ۔ اور نہیں پیدا فرمایا ہم نے بصیرتِ انسانی کے آسمانوں کو اور بصارتِ بشریت کی زمین کو اور جو اُن کے درمیان بصیرتِ شعوری سے مکاشفاتِ باطنی ہیں اور جو کچھ بصارتِ نظری سے نظارۂ آیاتِ ظاہری ہے مگر ان حق والوں کیلئے جو شعورِ کشفی حاصل کر کے صفاتِ حق سے موصوف ہو جاتے ہیں فقط انسانِ کامل اور بندۂ عاقل ہی کیلئے تمام کائناتِ سماوی و ارضی پیدا کی گئی کیونکہ وہی اپنے انعامِ فطرت سے فائدہ لینے والا ہے۔ اور وہی مظہرِ کمالاتِ الٰہی ہے۔ اُولی الالباب کیلئے ہی دنیا و ما فیہا ہے۔ اخلاقِ الٰہیہ کا خزانۂ خفی وجودِ انسانی ہے۔ لبادۂ انسانیت کے چھلکے میں صفاتِ الٰہیہ کا مغز ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ اُرواحِ جسم آسمانِ اعلیٰ ہے اور جسم کا ڈھانچہ زمینِ بشری ہے اور ان کے درمیان نفوس اور قلوب اسرار و خفیات ہیں۔ اور اس تمام کی مقصدِ خلقت۔ حق یعنی مظہر و منفذ و مصدر ہے۔ اور رب تعالیٰ کی صفاتِ کمالیہ جمالیہ کا مرکزی میدان۔ انسان ہے۔ رب تعالیٰ کے تمام قانون۔ قدرتیں اور تمام صفاتِ فعلی انسان پر ہی ظاہر ہوتے ہیں باقی مخلوق پر انسان کے تابع ہو کر۔ گویا کہ انسان مبانیۂ باطنی اور معائنۂ ظاہری کیلئے رب کا بنایا ہوا آئینہ ہے اسی کے باطن میں تذکیہ ہے اسی میں تصفیہ ہے۔ یہیں خلوت یہیں جلوت اسی میں انا اسی میں فنا اسی جگہ شہودِ ھوئیت ہے اور اسی جگہ تجلیِ ربوبیت ہے اسی قالب سے اناالحق کا نعرۂ مستانہ بلند ہوتا ہے اور یہیں سے سُبحانی ما اعظم شانی کے آوازے آتے ہیں۔ اور بیشک اِن تمام کائناتِ بشریت پر قیامتِ عشق آنے والی ہے طالبِ صادق کے نفسِ امارہ کیلئے اور عنقریب ذکرِ خفی کے گردشِ سانس سے صور پھکنے والا ہے اور ریاضتِ عبادت والو نکے مجاہدات کے زلزلوں سے نفس کے کلیجہ پھٹنے والے ہیں اور غفلت و مکر کے سکر میں پڑے ہوئے اپنی قبورِ خلوت گاہ سے نکلنے والے ہیں اور طلب و صدق و اجتہاد اور امراض کے نتیجۂ قلبی سننے کے لیے محشرِ عشق و محبت کے میدان میں جمع ہونے والے ہیں۔ اور بہت جلدی نفوسِ خبیثہ کو کثرتِ اجتہاد اور مشقتِ ریاضات کی موت آنے والی ہے اور موتِ نفس ہی اس کی قیامتِ صغریٰ ہے۔ لہٰذا اے طالبِ صادق اپنے نفسِ امارہ سے درگزر فرما اور عشقِ الٰہی کا بوجھا اس پر ڈالنے کی کوشش کر وہ ذلتو نکا پُر کالہ اس نعمتِ عظمیٰ کا بوجھ نہ اٹھا سکے گا۔ اس کو درسِ عبرت کا کوئی خادم نہیں۔ عنقریب قیامتِ عشق میں تذکیۂ عشق سے آنِ واحد میں وہ کچھ حاصل ہو جاتے گا جو کئی سالو نکی مشقت مجاہدہ سے حاصل نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ عشق جذبۃ الحق ہے۔ حدیثِ میزبیں ہے کہ ثقلین کے اعمالِ کل ایک میزان میں اور واحد عشقِ الٰہی اور محبتِ مصطفائی دوسرے پلڑے میں تو وزن عشق کا زیادہ ہوگا۔ مولیٰ علی نے فرمایا کہ صفحِ جمیل یہ ہے کہ گناہوں سے روگردانی کر خطاؤں سے معافی دینا۔ نہ جھڑک ہو نہ شرمندہ کرنا۔ ہاں پیار و شفقت سے سمجھانا بدستور ہو۔ احسان کر کے بھولنا اور تکلیف پاکر بھلا نا صفحِ جمیل ہے۔ بیشک تیرا رب ہی صورتِ معنوی و حقیقی کا پیدا کرنے والا ہے۔ ہر شخص کی بد فعلی

بد عملی اسی کا گناہ ہے اور وہ ازل سے ابد تک ہر شی کو جاننے والا ہے۔ اور علیم ہے مظہر صفات کا خلاق ہے مظہر ذات کا وہی اللہ پیدا کرنیوالا ہے حقائق کا جاننے والا ہے خلائق کا۔ خالق ہے شعور قلب کا عالم ہے فتور نفس کا۔ خلاق ہے مومن و کافر کا علیم ہے حکمت فہم کا۔ وَلَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَقُلْ اِنِّیْۤ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ

اور اے پیارے نبی کتنا کرم ہے آپ پر اور آپ کے وسیلے سے تا قیامت آپ کی امت کے اولیا علما پر کہ بیشک ہم نے آپ کو اپنی صفات میں سے سات صفتیں عطا فرما دیں جو بار بار آپ پر وارد اور نازل ہوتی ہیں ۱۔ حیات ابدی ۲۔ علم ۳۔ قدرت ۴۔ ارادہ ۵۔ بصر ۶۔ سمع ۷۔ کلام۔ یہ صفات اصولیہ وجود قلب پر بھی ہیں اور وجود حقانی کے مقام بقا پر بھی ہیں۔ اور یہی صفات ذات باری تعالیٰ کی بھی ہے اور عبد ربانی کی بھی یہ صفات سبع بھی مثانی بھی ہیں۔ اس لیے کہ مظہر ذات بھی ہیں مظہر صفات بھی۔ اور ہم نے عطا کیا سینۂ پاک مصطفیٰ میں خلق عظیم کا قرآن کہ یہ صدر منور جامع جمیع صفات کمالیہ ہے تمام کائنات رطب و یابس اسی کتاب مبین میں ہے اس کے اخلاق ایک حقیقت قائم ہیں اور جب ہم نے اپنے بندۂ مخلص کو ان لازوال نعمتوں سے بلاعوض نوازا ہے تو اسے بندے اس کا شکریۂ احسان مندی یہ ہے کہ اپنی چشم جسمانی کو ان بدنصیبوں اور حجاب محرومی میں پڑے ہوؤں کی طرف نہ پھیرے اور نہ ہی اپنی عین روحانی نگاہ ایمانی سے ان کے باطن کی غلاظتوں کی طرف توجہ کرے عارضی چند گھڑیوں کی خانہ سازی ساز و سامان عشق و مستی ہے اس دنیا دون میں ہر باطل کو کچھ مدت دی جاتی ہے کہیں یہاں نمرود کی حکمرانی۔ فرعون کی بدزبانی کے روح سوز نظارے ہوتے ہی رہتے ہیں۔ یہاں باطل کو عیش حق کو طیش ملتا ہی رہتا ہے یہاں کا شمر لعین۔ تجلیات انوار حسین کے سینے پر سوار ہوتا ہے مگر لَا تَحْزَنْ تو ان حالات سے غمگین نہ ہو نفس و نفسانیات کی حالت زار پہ رنج نہ کر ہاں اپنے ذکر و اذکار سے دل لگا کر ملنے والے حق پرستوں کو دامن عبادت کے پروں میں لے آ۔ اور ہر ماسوا اللہ سے آنکھ موڑ لے۔ یا اے نبی شاکرین کو مقام شکر کے پروں میں پناہ دے تاکہ مومنین حاضر ہو جائیں اور ہم نعمتیں اسرار کی دیں کہ حقیقی نعمت توفیق خیر ہے نہ کہ دنیوی ساز و سامان۔ اے قلب سعید جب مقام محبوبیت کبریٰ میں پہنچ جائے تو اپنے انوار کے پروں کو اعضاء ظاہری و باطنی سے بچھا دے تاکہ انکو بھی اپنی ہمت عالیہ سے مقام محبوبیت تک پہنچا دے اس لیے کہ تیرے باطن میں انوار مصطفیٰ کی جلوہ گری ہے پس جو تیری اتباع کریگا وہی محبت ربانی حاصل کر سکتا ہے جو بدنصیب ہو اس کو فرما دے کہ بیشک میں اشقیا کو منزل کی دوری حجاب کی بے نوری قہر ناری سے ڈرانیوالا ہوں۔ اے نادان عقل فتور اور نفس لعین کا ساتھ نہ دے بلکہ نذیر مبین کے دامن عافیت میں پناہ حاصل کر لے۔ اے میرے رب کریم صاحب نفس قیامت سے تو ہی بچانے والا ہے۔

★

كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ﴿٩٠﴾ لا الَّذِيْنَ

جس طرح پہلے کبھی نازل کیا تھا عذاب جیسے کلامِ الٰہی کو تقسیم کرنے والوں پر یہی ہیں وہ

جیسا ہم نے بانٹنے والوں پر اتارا جنہوں نے

جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ﴿٩١﴾ فَوَرَبِّكَ

جنہوں نے سمجھا قرآن مجید کو بھی دانت کاٹے ٹکڑے۔ تو قسم رب کی

کلامِ الٰہی کو تکے بوٹی کر لیا تو تمہارے رب کی قسم

لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٩٢﴾ لا عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٣﴾ الربع

آپ کے البتہ ضرور پوچھینگے ان تمام سے بارے اُسکے جو کرتے تھے

ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے جو کچھ وہ کرتے تھے تو علانیہ

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٩٤﴾

تو بلا جھجک سب سنا دو وہ جس کا حکم دیئے گئے ہو تم اور منہ پھیر لو تمام مشرکوں سے

کہدو جس بات کا تمہیں حکم ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لو

اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿٩٥﴾ لا الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ

بیشک ہم کافی ہیں آپ کو مذاق اڑانے والوں کے مقابلے میں وہ جو بنا لیتے ہیں

بیشک ان ہنسنے والوں پر ہم تمہیں کفایت کرتے ہیں جو اللہ کے ساتھ

مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ج فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَلَقَدْ

ساتھ اللہ کے معبود دوسرا تو عنقریب جان لیں گے اور البتہ بیشک

دوسرا معبود ٹھہراتے ہیں تو اب عنقریب جان جائیں گے اور بیشک

نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿۹۷﴾

جانتے ہیں ہم کہ بیشک آپ ہیں کہ غمگین پریشان ہوتا ہے سینہ آپ کا اس کی وجہ سے جو وہ کافر کہتے رہتے

ہمیں معلوم ہے کہ انکی باتوں سے تم دل تنگ ہوتے ہو

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۹۸﴾

لہٰذا آپ مشغول رہیئے تسبیح میں کی حمد رب اپنے اور رہو سجدے کرنیوالوں میں

تو اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور سجدہ والوں میں ہو

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۹۹﴾

اور عبادت میں رہو اپنے رب کی یہاں تک کہ آجائے پاس آپکے یقینی فیصلہ

اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں رہو۔

تعلق ان آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق**۔ پچھلی آیات میں کافروں کی چند بری حرکتوں کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ اب یہاں انکی ایک اور سخت بری حرکت کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ پہلی حرکتیں ایمان لانے کے بغیر کفر کی تھیں مگر ان کفار کی یہ حرکتیں ہیں کہ ایمان لاکر پھر کفر میں چلے گئے۔ **دوسرا تعلق**۔ پچھلی آیتوں میں قرآنِ کریم کی عظیم الشان سورت کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ اب فرمایا جا رہا ہے۔ کہ قرآنِ مجید جس کی سورتیں بہت عظمت والی ہیں ان کافروں نے اسکی بھی قدر نہ جانی اور ٹکڑے کرنیکی کوشش کی **تیسرا تعلق**۔ پچھلی آیتوں میں مومنوں پر نظرِ کرم کرتے اور قریب رکھنے و رہنے کا تذکرہ ہوا۔ اب ان آیات میں مشرکین سے دور رہنے کا ذکر ہے۔ **نزول** حضرت قتادہ اور حضرت ابن سائب تابعی سے روایت یہ ہے کہ آیت ۹۰ اور آیت ۹۱ کفارِ قریش کے متعلق نازل ہوئی مگر یہ مدنی ہے۔ اور حالت مکہ والوں کی بیان کی جا رہی ہے۔ بعض نے کہا یہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی جو سہولت کے حکم مان لیتے تھے مگر سخت حکم سے جان چراتے اور انکار کرتے تھے۔ واللہ ورسولہ اعلم

شانِ نزول۔ طبرانی اور بزاز نے حضرت انس بن مالک سے روایت کیا کہ کفارِ مکہ کے پانچ بڑے سردار ۱۔ عاص بن وائل ۲۔ اسود بن مطلب ۳۔ اسود بن عبد یغوث ۴۔ حارث بن قیس ۵۔ اور ایک ان کا بھی سردار ولید بن مغیرہ یہ لوگ پیارے آقا رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پریشان کیا کرتے تھے گستاخیوں وغیرہ سے ایک دفعہ آپ

نبی کریم خانہ کعبہ میں عبادت کیلئے تشریف لے گئے تو یہ بھی آ گئے اور سخت بدتمیزیاں کرنے اور گالیاں دینے لگے نبی کریم نے ان میں سے ایک کیلئے اندھا ہونے کی بددعا فرمائی تو حضرت جبرائیل نے آ کر سب کو انگلی لگائی جس سے ایک کی آنکھیں ایک کا پاؤں ایک کا ہاتھ کمر اور پیٹ بہت خراب ہو گیا اور اسی بیماری میں تڑپ تڑپ کر مر گئے تب یہ آٹھ آیتیں ۹۲ تا ۹۹ نازل ہوئیں۔

تفسیر نحوی كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۔ کَمَا۔ اسم مستقل ہے۔ دو لفظ ہیں ک جارہ حرف تشبیہ و تمثیل۔ اس میں سب کا اتفاق ہے ۲ مَا اسم۔ اس میں اختلاف چار اقوال سے پہلا یہ مَا کافہ ہے دوسرا۔ ما موصولہ ہے۔ تیسرا ما مصدریہ ہے۔ چوتھا ما زائدہ۔ ترجیح پہلے کو ہے۔ مَا کافہ جس کے ساتھ آئے اس کا عمل ختم کر دیتا ہے اَنْزَلْنَا۔ فعل۔ ماضی مطلق۔ معروف صیغہ جمع متکلم مخاطب اللہ تعالیٰ ہے۔ باب اِفعال سے ہے۔ مصدر ہے اِنْزَالٌ۔ بمعنیٰ نازل کرنا۔ اتارنا۔ نُزُوْلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ اترنا۔ عَلیٰ جارہ فوقیت کیلئے۔ الف لام۔ اسمی مُقْتَسِمِیْنَ باب اِفتعال کا اسم فاعل صیغہ جمع مذکر۔ مصدر۔ اِقْتِسَامٌ۔ بمعنیٰ بانٹنے والے۔ قسمیں کھانے والے۔ قسمیں لینے والے بحالت جر ہے متعلق ہے اَنْزَلْنَا۔ کے۔ موصوف ہے۔ اَلَّذِیْنَ۔ اسم موصول جمع مذکر۔ صفت ہے ماقبل کی۔ جَعَلُوْا فعل ماضی مطلق صیغہ جمع مذکر غائب ہُمْ ضمیر جمع اس کا مرجع مُقْتَسِمِیْنَ ہے۔ باب فَتَحَ سے ہے۔ جَعْلٌ سے بنا ہے۔ بمعنیٰ۔ بنا ڈالنا۔ سمجھ لینا۔ الف لام عہدی قرآن۔ اسم مفرد معدولہ الف نون زائدتان ہے۔ بروزن فُعْلَانٌ قَرْءٌ سے بنا ہے بمعنیٰ پڑھا ہوا ہوا منصوب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے۔ عِضِیْنَ اسم جمع مذکر سالم واحد ہے عِضَۃٌ بمعنیٰ ٹکڑا حصہ۔ دانتوں سے بھنبوڑا ہوا منصوب ہے۔ مفعول بہ دوم ہے جَعَلُوْا کا۔ فَ تعقیبیہ سببیہ ہے یا زائدہ۔ واو حرف جر قسمیہ (ہمیشہ قسمیہ ہوتا ہے) قائم مقام ہے اُقْسِمُ کے رَبِّ۔ اسم مفرد جامد۔ کَ اس کا مضاف الیہ۔ ضمیر حاضر مجرور متصل ہے۔ رب مجرور ہے واو جارہ سے لام تاکید جواب قسم کیلئے مگر یہ علیحدہ نہیں۔ لَنَسْئَلَنَّ فعل لام تاکید بانون۔ تاکید ثقیلہ ہے مضارع جمع متکلم بمعنیٰ مستقبل ہے باب فَتَحَ سُئُلٌ مہموز العین سے بنا ہے۔ بمعنیٰ پوچھنا۔ تفتیش کرنا۔ حساب لینا۔ بازپرس کرنا۔ ھُمْ ضمیر جمع کا مرجع مُقْتَسِمِیْنَ ہے منصوب متصل ہے مفعول بہ ہے۔ اسم جمع مذکر سالم تاکیدی ہے بحالت فتحہ ہے صفت تاکیدی ہے۔ عَنْ جارہ زائدہ بیانیہ بمعنیٰ بارے میں۔ مَا اسم موصول کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ فعل ماضی استمراری۔ باب سَمِعَ سے ہے۔ صیغہ جمع مذکر غائب ھُمْ مستتر اس کا فاعل ہے مرجع مُقْتَسِمِیْنَ ہے۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا مَا کا اور مجرور ہے۔ متعلق ہے نَسْئَلَنَّ سے اور وہ جملہ فعلیہ تاکیدیہ ہو کر جواب قسم ہے۔ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۔ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ۔ فَ حرف سببیہ بمعنیٰ لہٰذا۔ اِصْدَعْ باب فَتَحَ کا فعل امر حاضر صیغہ واحد مذکر صَدْعٌ سے بنا ہے لغوی ترجمہ کسی ٹھوس چیز میں سوراخ کرنا جس سے وہ ٹوٹ جائے یا کھل جائے

اور باطنی حصہ ظاہر ہو جاتے۔ اصطلاحی ترجمہ کھل کر بات سنا دینی خواہ رنج و غم سے دل پھٹ جائے یا خوشی سے کھل جائے۔ ب جارہ زائدہ مفعولیت کی ہے مَا اسم موصول تُؤمَرُ باب نصر کا فعل مضارع مجہول بمعنی ماضی قریب یا حال صیغہ واحد مذکر حاضر اَنْتَ ضمیر واحد حاضر مستتر اسکا نائب فاعل جس کا مرجع نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ واؤ سر جملہ عاطفہ ہے عطف ہے مابعد اَعْرِضْ کا اِصْدَعْ پر مگر پہلے قول کو ترجیح ہے اَعْرِضْ باب افعال کا امر حاضر اَنْتَ ضمیر اس میں پوشیدہ اس کا فاعل ہے مرجع نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

الف لام استغراقی مُشْرِكِيْنَ باب اِفعال کا اسم فاعل صیغہ جمع مذکر واحد مُشْرِكٌ مصدر اِشْرَاكٌ سے بنا ہے۔ بہر حال متعدی ہے۔ بمعنی شرک کرنا۔ اِنَّا دو لفظ ہیں ۱۔ اِنَّ حرف تحقیق ۲۔ نَا ضمیر جمع متکلم منصوب متصل اِنَّ کا اسم ہے جس کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے یقیناً۔ باب ضرب کا ماضی مطلق ہے۔ صیغہ جمع متکلم۔ مرجع اللہ تعالیٰ۔ کَفْیٌ سے بنا ہے۔ بمعنی کافی ہونا ضروری ہے۔ نا ضمیر جمع متکلم مفعول بہ ہے الف لام اسمی بمعنی اَلَّذِيْنَ مُسْتَهْزِئِيْنَ۔ باب اِستفعال کا اسم فاعل صیغہ جمع مذکر بحالتِ نصب اَلَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ۔ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ۔ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ۔ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ۔ اَلَّذِيْنَ اسم موصول جمع یہ صفت ہے مُسْتَهْزِئِيْنَ کی يَجْعَلُوْنَ۔ فعل مضارع معروف مثبت باب فتح سے ہے۔ اس کا فاعل ھُم ضمیر غائب اس میں مستتر ہے۔ جَعْلٌ سے بنا ہے بمعنی بنانا۔ عقیدہ رکھنا۔ سمجھنا مَعَ اسم ظرفِ مکانی یہاں بمعنی برابر ہے۔ (سوا مع) مضاف ہے۔ اَللّٰهُ اسم مفرد جامد بلکہ اسم اعظم ہے۔ عَلَم ذاتی جامع صفات ہے۔ بحالتِ کسرہ مضاف ہے۔ اِلٰهًا۔ اسم مفرد نکرہ مشتق صیغہ مبالغہ بروزنِ فِعَالٌ بمعنی مَاْلُوْہٌ اسم مفعول اَلَّهُ سے بنا ہے۔ بمعنی عبادت کرنا۔ معبود سمجھ کر اطاعت کرنا ترجمہ ہے عبادت کے لائق سمجھا ہوا موصوف ہے اٰخَرَ اس کی صفت ہے بحالتِ نصب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے يَجْعَلُوْنَ کا۔ اٰخَرُ اسم تفضیل مذکر۔ اس کا مؤنث ہے اُخریٰ بمعنی بہت پیچھے رہنے والا ہر لحاظ سے پیچھے والا۔ دوسرا ہونیوالا یا اِلٰهًا جمع ہے۔ اَلِهٌ کی آخر اُخرٌ سے بنا ہے بمعنی پیچھے ہونا متاخر ہونا۔ فَ تعقیبیہ بمعنی ثُمَّ سَوْفَ حرفِ تقریب اکثر وعید اور دھمکی کے موقعہ پر آتا ہے۔ مضارع سے پہلے ہوتا ہے اور مضارع کو مستقبل کیلئے معین کر دیتا ہے زمانہ حال کا معنی ختم کر دیتا ہے۔ يَعْلَمُوْنَ۔ فعل مضارع صیغہ جمع مذکر غائب باب سَمِعَ يَسْمَعُ سے ہے عِلْمٌ سے بنا ہے بمعنی جاننا یہاں مستقبل کے معنی میں ہے۔ اس کا فاعل ھُم ضمیر جمع مذکر غائب پوشیدہ کا مرجع مُسْتَهْزِئِيْنَ ہے۔ وَاؤ سر جملہ۔ لام ابتدائیہ مفتوحہ۔ قَدْ نَعْلَمُ۔ فعل ماضی قریب صیغہ جمع متکلم فاعل اللہ ہے۔ اَنَّ حرف تحقیق مشبہ بالفعل کَ ضمیر واحد مذکر اس کا اسم منصوب۔ بقاعدہ نحو تمام ضمیریں مبنی ہوتی ہیں انکا اعراب محلی ہوتا ہے۔ يَضِيْقُ۔ فعل مضارع معروف مثبت باب ضَرَبَ سے ہے۔ ضِيْقٌ اجوف یائی بنا ہے۔ بمعنی تنگ ہونا دل کا۔ ہاتھ کا۔ جگہ کا۔ طبیعت کا عقیدہ کا۔ نظر کا یہاں مراد ہے دل کی تنگی یعنی رنج ملال غم۔ پریشانی صَدْرُ۔ اسم

معرفہ جامد اس کی جمع ہے صدور بمعنیٰ سینہ۔ لغوی ترجمہ ہے۔ نکلنا کسی چیز کا۔ ہر شی نکلنے کا مخزن قلب ہے اور قلب سینے میں اسی وجہ سے سینہ کو صدر کہا جاتا ہے۔ گویا مظروف کا ظرف کو نام دیا گیا۔ بحالت رفع فاعل ہے یضیق کا۔ کَ ضمیر اس کا مضاف الیہ ہے۔ بِ جارہ سببیہ۔ مَا اسم موصول یقولون۔ فعل مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب نصر سے ہے قول اجوف واوی سے بنا ہے بمعنیٰ کہنا۔ مضارع بمعنیٰ حال ہے۔ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا یہ موصول صلہ ملکر مجرور متعلق ہوا۔ یضیق کا۔ فَ حرف زائدہ سببیہ بمعنیٰ لہٰذا سبّح۔ فعل امر حاضر معروف صیغہ واحد مذکر حاضر انت ضمیر واحد مذکر حاضر مرفوع اس میں مستتر ہے اس کا فاعل ہے۔ باب تفعیل سے ہے مصدر ہے تسبیح ہے سبح سے بنا ہے بمعنیٰ پاکیزگی بیان کرنا۔ یہ ذکر خاص ہے اللہ کے لیے اس کی تسبیح ہوتی ہے۔ مطلب ہے۔ مخلوقی تمام عادات و خصائل سے پاک ہونا۔ بِ جارہ بمعنیٰ مفعولیت حمد۔ اسم مفرد حاصل مصدر بمعنیٰ ذاتی تعریف اور خوبیاں بیان کرنا۔ مضاف ہے رب اسم مفرد۔ مضاف الیہ ہے۔ ماقبل کا لہٰذا مجرور ہے اور مضاف ہے مابعد کا کَ ضمیر واحد مذکر کا واؤ عاطفہ۔ کُنْ۔ فعل امر کانَ فعل ناقصہ مگر یہاں تامہ ہے انتَ ضمیر واحد مذکر اس کا فاعل ہے۔ مِن جارہ تبعیضیہ۔ الف لام جنسی ساجدین اسم فاعل جمع مذکر باب نصر سے ہے، مجرور ہے مِن جمع مذکر سالم بحالت جری ی نون مفتوحہ سے ہی اعراب لیا ہے۔ متعلق کُن امر کا کون سے بنا ہے۔ بمعنیٰ ہونا۔ واؤ عاطفہ اُعبُد۔ فعل امر حاضر معروف صیغہ واحد مذکر۔ باب نصر سے ہے عبد سے بنا ہے بمعنیٰ عبادت کرنا۔ ربّ اسم مفرد مفتوح ہے مفعول بہ ہے اُعبُد امر کا مضاف ہے۔ کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ ہے۔ ان تمام فعل امر اور کَ مذکر حاضر کا مرجع نبی کریم کی ذات پاک ہے صلی اللہ علیہ وسلم اور سمجھانا امت کو مقصود ہے حتیٰ حرف جر۔ انتہاء غایت کیلئے ہوتا ہے۔ مگر الیٰ کی طرح یہاں کسی ابتدا سے مقابلہ نہیں۔ بلکہ سابقہ حالت کا اختتام مقصود ہوتا ہے حتیٰ کا اصل تعلق یضیق سے ہے نہ کہ اُعبُد سے۔ کیونکہ حتیٰ کے مابعد اختتام عبادت سجود۔ تسبیح کا نہیں بلکہ تنگی دل کا ہے۔ یعنی یہ مطلب نہیں کہ جب یقین آجائے تو عبادت ختم ہو جائے۔ بلکہ معنیٰ یہ ہے کہ جب یقین آجائے تو تنگی دل ختم ہو جائے حتیٰ میں اَن مصدریہ پوشیدہ ہوتا ہے۔ یاتی فعل مضارع مثبت معروف باب ضرب سے ہے اتی سے بنا ہے بمعنیٰ آنا منصوب ہے اَن ناصبہ پوشیدہ کی وجہ سے ہے۔ کَ ضمیر واحد مذکر حاضر منصوب متصل مفعول ہے۔ ترجمہ ہے تمہارے ساتھ یا پاس یا مفعول یہ ہے الف لام عہدی ہے یقین اسم حاصل مصدر۔ بروزن فعیل یقن سے بنا ہے۔ یہاں جامد ہے۔ بمعنیٰ دل ماننا۔ خیال۔ وہم۔ گمان۔ معرفت۔ ادراک۔ علم۔ مشاہدہ۔ تمام ہی ماننے کے اسباب اور علل ہیں۔ مگر یقین کا درجہ سب سے اونچا ہے۔ اور مشاہدہ کی پہلی سیڑھی اور علم کی آخری سیڑھی ہے۔ بحالت رفع ہے فاعل ہے یاتی کا۔

تفسیر عالمانہ كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ اے پیارے حبیب ان بدنصیب مذاق

بازدلی باتوں سے رنجیدہ نہ ہوئیے ہمنے محض اپنے کرم اور محبت سے آپکو سبع مثانی کی ایسی دولت عطا کی ہے جیسے پہلے اقوام عالم اور خاصکر یہود و نصاریٰ کو توریت انجیل نازل فرما کر دی یہی مُقْتَسِمِیْن یعنی ٹکڑے ٹکڑے اور حصے بخرے کرنیوالے ہیں یا اسی طرح کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین مکہ کے باہمی مشورے سے آپ کے اور اسلام و قرآن کے خلاف مختلف گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ کوئی جنگل میں راہ مسافراں پر جا بیٹھا کوئی مکے کی گلیوں سڑکوں پر معیّن ہو گیا۔ کوئی حرم کے دروازے پر آ بیٹھا۔ کوئی شہر کے مغربی مشرقی جنوبی شمالی راستے پر معیّن ہو گئے تاکہ سب طرف سے آنیوالوں کو نبی کریم سے دور رکھا جائے اور مسافروں حاجیوں کو اسلام کے خلاف ورغلایا جائے بہکایا جائے۔ یا اس طرح کہ کسی نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جادوگر کہا۔ کسی نے شاعر۔ کسی نے دیوانہ۔ کسی نے مسحور (جادو کیا ہوا) کہا اور اس طرح اپنی گستاخیوں کو آپس میں تقسیم کر لیا۔ یا اس طرح کہ قرآن مجید کے کسی حصے کو صحیح کہا کسی کو غلط مان لیا کسی کے منکر ہو گئے اور اپنے کفر کو تقسیم کر لیا۔ یا اس طرح کہ یہ یہود و نصاریٰ جو آج ہمارے نبی محبوب کے عناد میں کفار و مشرکین سے جڑ رہے ہیں خود انہوں نے اپنی کتابوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا کہ امیروں کے لئے قانون گھڑ لیے غریبوں کے لیے اصل قانون قائم رکھے۔ کتاب اللہ کے کچھ حصہ کو مان لیا۔ کچھ کا انکار کر دیا کلام اللہ کو اپنی باتوں سے مخلوط کر دیا یا اس طرح کہ آج انہوں نے اپنی ہی زندگی کو تقسیم کر دیا۔ یا اے پیارے حبیب ہم ان مذاق باز گستاخ کفار مکہ پر اسی قسم کا ہلاکت و قتل کا عذاب نازل کرینگے جیسے ہم نے پہلے مقتسمین یعنی دین سے کھیلنے والوں پر نازل کیا جنہوں نے اپنی کتابوں کی طرح قرآن مجید کو بھی دانت کاٹے ٹکڑے کرنیکا منصوبہ بنایا ہے۔ اے حبیب کریم تمہارے رب کی قسم ہے آپ کی تسلی۔ علم الیقین یا عین الیقین یا حق الیقین کی خاطر ان تمام کفار اور گستاخوں سے جہاں بھی ہوں جیسے۔ رہیں مریں جو بھی اعمال یا باتیں کریں ایک ایک چیز کا حساب لینگے۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ اِنَّا كَفَیْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِیْنَ الَّذِیْنَ یَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ۔ اے حبیب کریم چونکہ کفار مکہ کے ان سرکشوں نے اپنی خباثت گستاخی اور اسلام دشمنی کی انتہا کر دی ہے۔ انکو جتنی ڈھیل ملنی تھی مل چکی۔ اب آپ کسی کی مروت نہ فرمائیے چونکہ ہمارے ہی حکم سے آپ اب تک رکے ہوئے تھے لہٰذا اب ہم ہی حکم فرما رہے ہیں کہ تمام تبلیغ کھل کر گلی کوچوں میں فرمائیے اور حق و باطل کو بالکل جدا کر دیجیئے تاکہ اجنبی مسافروں کو جو ان سرداران کفار کے ورغلانے سے عجب تذبذب میں پڑ جاتے ہیں حقانیت اسلام صبح فروزاں کی طرح آشکار ہو جائے۔ اور مشرکین مکہ کے ایمان کی امید نہ رکھیے نہ انکی ایذا رسانی کا خیال کیجیئے۔ اب آج کے بعد یہ آپ کا ذرہ کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ کیونکہ بیشک انکے مقابل میں ہم آپ کو کافی ہیں۔ یہ آپکا مذاق اڑانے والے جنہوں نے اللہ کے ساتھ ساتھ دوسرا معبود بھی بنا لیا ہے۔ ابھی تک اتراتے پھر رہے ہیں مگر عنقریب بہت ہی جلدی اپنے انجام کو جان لینگے۔ خیال رہے کہ دنیا میں چار قسم کے کفر ہوتے رہے۔ نمبر ۱ خدا تعالیٰ کی ذات کا انکار اور یہ کہ جہان میں جو کچھ ہو رہا ہے خود بخود ہو رہا ہے اسی کو دہریت کہتے ہیں نمبر ۲ صرف بتوں کو یا چاند سورج کو خدا معبود

ماننا۔ ۲۔ اللہ کے مددگار اور نائب معبود۔ بتوں وغیرہ کو سمجھنا کہ بتوں کے بغیر خدا کی خدائی نہیں چل سکتی اللہ بڑا خدا ہے اور بت چھوٹے خدا۔ یہود و نصاریٰ کا ابنیت والا عقیدہ اسی کفر کی شاخ ہے۔ ۴۔ بتوں کو خدا کے ساتھ برابر شریک اور معبود سمجھنا۔ یہاں اسی کفر کا ذکر ہے۔ اور تمام کفریات کا ذکر قرآن مجید کی مختلف آیات میں موجود ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے والد محترم قبلہ علیہ الرحمۃ کی کتاب علم القرآن۔ مکہ میں پانچ کافر سردار ایسے تھے جنہوں نے آقائے دو عالم سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کو بہت ہی ستایا تھا۔ یہی لوگ مختلف موقعوں پر جگہ جگہ کھڑے ہو کر اجنبی مسافروں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف باتیں بتایا کرتے تھے۔ اگرچہ اس کا اثر اکثر الٹا ہوتا تھا کہ جن لوگوں کو نبی کریم کا پتہ نہ تھا وہ بھی دشمنی آمیز باتیں سنکر دیکھے ملاقات کرنے کیلئے چلا آتا اور چہرۂ انور دیکھتے ہی دلمیں ایمان آجاتا۔ ان سرداران مکہ کا سرغنہ اور مشیر اعلیٰ ولید بن مغیرہ تھا لیکن گستاخی اور شرارتوں میں سب سے زیادہ اسود بن مطلب بن حارث تھا یہ بڑی اصل تھا۔ باقی تین ساتھیوں کے نام ۳۔ عاص بن وائل ۴۔ اسود بن عبد یغوث ۵۔ عدی بن قیس اسود بن مطلب کی گستاخیوں شرارتوں اور مسلمان دشمنی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ رحمۃ للعالمین جیسے رحیم کریم آقا صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے کسی کو بددعا نہیں دی اس کو بددعا دی کہ مولیٰ اس کو اندھا کر دے لاولد کر دے۔ نامعلوم کونسے صحابی کو ستایا ہوگا جس سے دل برداشتہ ہو کر آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بددعا دی۔ روایت ہے کہ ایک دن نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تشریف لے جارہے تھے۔ جبرائیل امین ساتھ تھے کہ یہ پانچوں ادھر آنکلے اور اسی طرح مذاق بازی اور گستاخی کرنے لگے۔ جبرئیل امین نے عرض کیا یارسول اللہ یہ کیسے لوگ ہیں آپ نے فرمایا کہ یہ مکہ میں بدترین لوگ ہیں تب جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ ان پر عذاب الٰہی آنیوالا ہے۔ چنانچہ چند دن بعد ولید بن مغیرہ اپنے پیر میں ایک زہریلے تیر چبھنے سے تڑپ تڑپ کر مرا۔ اسود بن مطلب آنکھوں میں زہر باد کی وجہ سے اندھا ہوا سر پٹک پٹک کر مرا۔ عاص بن وائل پیر میں کانٹا چبھنے سے مرا۔ پیر سوج کر اونٹ کی گردن کی طرح موٹا ہو گیا تھا اسود بن عبد یغوث۔ پاگل اور دیوانہ ہو گیا اور خود کو کانٹے چبھو چبھو کر مرا۔ عدی بن قیس۔ چار دن تک اپنے دماغی پھوڑے کے بدبودار پیپ کے ناک کے ذریعے بہنے سے مرا۔ یہ ہے گستاخان رسول پر رب تعالیٰ کا قہر۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ اے حبیب مکرم البتہ بیشک ہم جانتے ہیں کہ کفار کے ظلم اور مسلمانوں کی مظلومیت دیکھ دیکھ کر رنج و غم اور افسوس سے یقیناً آپ کا سینہ تنگ ہوتا ہے اور دل مبارک انتہائی ملال کی کوفت محسوس کرتا ہے کفار کی زبان درازیوں اور غریب یتیم مسلمانوں کی بارگاہ نبوت میں شکوہ شکایت فریاد و التجا ہے۔ تو اے حبیب رحیم فی الحال اس کا بہترین علاج صرف یہ ہے کہ آپ اور آپ کے متعلقین اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں تسبیح کیجئے اپنے رب کی حمد کے ساتھ۔ یا اس طرح کہ خلوت و جلوت میں سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ پڑھتے رہئے۔ یا اس طرح کہ اللہ

تعالیٰ کے انعامات کو یاد دلاتے رہیئے۔ اور ان پر شکر کی تلقین فرمایئے یا اس طرح کہ علی الاعلان اللہ کی صفات حمیدہ کا چرچہ و تبلیغ فرمایئے اور سجدین عابدین سالکین مسلمانوں کے ساتھ رہیئے اور اکثر انکو اپنے قریب رکھئے یا اس طرح کہ پریشانی میں سجدے زیادہ کیجیئے کہ سجدہ ہی ہمہ وقتی معراج مومن ہے۔ اور یہ سب کام بلکہ آپ کا تو ہر کام ہی عبادت ہے لہٰذا اپنے ان معمولات میں لگے رہیئے یا مسلمانوں کو لگائے رکھئے۔ یا اس طرح نماز فرائض کے علاوہ نوافل بھی زیادہ ادا فرمایئے۔ کہ یہ نوافل ہی مسلمانوں کیلئے قرب الٰہی کا بہترین ذریعہ ہے۔ یا اس طرح کہ اپنے دین دنیا کے ہر کام میں یہاں تک کہ اپنی خوشی غمی لین دین خرید و فروخت اور زندگی کے ہر نیچے اونچے موڑ پر احکام خداوندی اور شریعت اسلامیہ کے ماتحت ہوجایئے اپنی عقلیات و تفکرات دنیا چلانے کی طرف مت لگاؤ بلکہ قرآن و حدیث شریعت طریقت سمجھنے کی طرف لگاؤ۔ تمہاری دنیا شریعت پاک نے چلانی ہے۔ یہاں رب تعالیٰ نے چار حکم عطا فرمائے ایک یہ کہ تسبیح کرو۔ نمبر۲ تحمید (حمد) کرو۔ نمبر۳ سجدے کرو۔ نمبر۴ عبادت کرو۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ ظاہراً اور عملاً یہ علیحدہ افعال ہیں مگر باطناً یہ سب تتمہ ہیں اپنے ماقبل کا۔ کیونکہ تسبیح۔ مکمل ہوتی ہے حمد سے اور حمد کا اعلیٰ مقام اور خالص وقت سجدہ ہے اس لیئے کہ نماز کے ہر رکن میں آنکھیں کھلی ہوں تو اغیار نظر آتے ہیں اگرچہ دروو دیوار ہی ہو مگر سجدے میں اغیار سے آنکھیں بند ہوجاتی ہیں کھلی بھی ہوں تو قرب کی بنا پر نظر نہیں آتا ہماری آنکھ کی یہ حالت فطری ہے کہ کثرت قرب میں بھی بیکار اور کثرت بعد میں بھی۔ اور سجدے میں کثرت قرب ہے۔ اس لیئے یہ عبادت کا تتمہ اور مکمل عبادت سجدہ ہی ہے اے حبیب کریم کفار کی یہ گستاخیاں مذاق بازیاں فقط اس وقت تک ہیں جب تک کہ آپ کے پاس جہاد کا یقینی حکم نہیں آتا یا جب تک یہ پانچوں سردار اور مکے کے گستاخ سرکش کافر ہلاک نہیں ہوتے یا کفار کا اپنے کفر کو اچھا سمجھنا اور اسلام و قرآن کو معاذ اللہ برا سمجھنا اس وقت تک ہے جب تک قیامت یقینی نہیں آجاتی۔ یا آپ کی تسبیح تحمید سجدے عبادت اس وقت تک جاری رہنی چاہیئے اور یہ محنت عبودیت اس وقت تک قائم رہے جب تک کہ ہر عابد و ساجد کو وفات نہ آجائے خیال رہے کہ ویسے تو یقینی علم کا انتہائی اور آخری نتیجہ ہے مگر قرآن و حدیث میں چار چیزوں کو یقین فرمایا گیا نمبر۱ قیامت کو نمبر۲ موت کو نمبر۳ ہلاکت کفر کو نمبر۴ نجات مومنین کو۔

فائدے۔ ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے۔

پہلا فائدہ کسی مسلمان کو کسی حالت میں پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ مولا تعالیٰ کا شروع سے ہی یہ طریقہ مبارکہ رہا ہے کہ اپنے پیاروں کو دشمنوں میں پالتا ہے۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام کو رب نے آغوش فرعون کی پرورش میں رکھا جو آپ کا دشمن اور خون کا پیاسا تھا خانہ کعبہ کو کفار بت پرستوں کی حکمرانی میں قائم رکھا۔ آج گنبد خضریٰ مقدسہ کی پرورش فرما رہا ہے بخدیوں وہابیوں کی خرست اور دندناتی سلطنت میں حالانکہ یہ لوگ گنبدوں اور مزاروں کے بدترین دشمن ہیں۔ مگر کیا مجال جو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آئے ہوئے اس مقدس متبرک گنبد پاک کی طرف بری آنکھ اٹھا کر بھی

دیکھ سکیں خدا تعالیٰ اس سرسبز پیارے گنبد کو ہمیشہ شاداب رکھے یہ گنبد تو خورشید فرشتوں کی جگر کی ٹھنڈک ہے یہ فائدہ اِنَّا کَفَیْنٰکَ (الخ) سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ** ۔ کوئی شخص تاقیامت قرآنِ مجید کے الفاظ و حروف نہیں بدل سکتا اور نہ ہی نعتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الثنا کو قرآن مجید سے خارج کرسکتا ہے اگرچہ نعتِ پاک کے دشمنوں اور شانِ احمدِ مجتبیٰ کے گستاخوں نے اپنا ماؤں ترجموں تفسیروں تشریحوں میں چلا ڈالا۔ اور جگہ جگہ نعت و شان کی آیتوں میں غلط ترجمہ کرکے اپنی خیانت باطنی کا اظہار کردیا مگر الفاظ میں یہ خیانت کوئی نہ کرسکا۔ حالانکہ ان کا دل چاہتا ہے کہ لفظوں کو ہی مٹا دیں اور نہ کرسکنے پر دل کو مسوس کر پیچ و تاب کھاتا ہے۔ یہ فائدہ مُسْتَهْزِءِيْنَ کی تفسیر سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ** بروں سے برائی کا بدلہ لینا سنتِ الٰہیہ ہے تاکہ گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے گستاخی کا بدلہ سزا در ہلاکت کی شکل میں لینا یہ فائدہ بھی مُسْتَهْزِءِيْنَ کی تفسیر سے حاصل ہوا۔ دراصل یہ آیت سلاطینِ اسلامیہ اور اسلامی حکومت کے ذمے داروں کو تنبیہ ہے کہ اے لوگوں اپنے تاج و تخت اور سلطنت و کرسی بچانے کے لیئے ہزاروں قانون بنا لیتے ہو۔ سب سے پہلے گستاخیِ نبوت کی حرمت کا کوئی قانون بناؤ جس سے یہ شیطنیت جڑوں سے اکھڑ جائے **چوتھا فائدہ** ۔ ذکر الٰہی، عبادت سجدہ ریزی سے مصیبتیں پریشانیاں دور ہوتی ہیں۔ دل میں بہادری پیدا ہوتی ہے آقا کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے بھی کثرتِ نوافل فرماتے تھے مسلمانوں کو بھی یہ طریقہ اپنانا چاہیے یہ فائدہ فَسَبِّحْ کی فَ تعقیبیہ سببیہ سے حاصل ہوا۔

اَحکامُ القرآن

اِن آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں **پہلا مسئلہ** ۔ تقیہ حرام ہے۔ کیونکہ حکم ہے فَاصْدَعْ ۔ یعنی چھپ کر تبلیغ نہ فرماؤ خوف پریشانی دل سے نکال کر تبلیغ فرماؤ ہر مومن مسلمان ہر ملک میں ہر جگہ اپنی صورت سیرت کردار سے اسلام ظاہر کرتا ہے۔ کیونکہ ہر دین والا اپنے دین کا غیروں کیلئے نمونہ ہوتا ہے۔ **دوسرا مسئلہ** ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ نے پوری تبلیغ فرمادی جو کہے کہ بعض احکام نہیں پہنچائے گمراہ اور بے دین ہے۔ یہ مسئلہ بھی فَاصْدَعْ کے حکم سے مستنبط ہوا۔ **تیسرا مسئلہ** ۔ عبادت وہ کامل ہے جس میں تسبیح تحمید اور سجدہ ہو۔ یہ مسئلہ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ (الخ) سے مستنبط ہوا۔ **چوتھا مسئلہ** ۔ نماز ایسی عبادت ہے جو کسی حالت میں معاف نہیں ہوسکتی۔ مسلمانوں پر مرتے تک فرض ہے۔ یہ مسئلہ حتیٰ کی ایک تفسیر سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاسکتے ہیں۔ **پہلا اعتراض** ۔ یہاں فرمایا گیا ہے كَمَآ اَنْزَلْنَا ۔ یہ کَمَا حرف تشبیہ ہے تشبیہ کیلئے مشبہ بہ کی ضرورت ہے اور نحوی قاعدے کے مطابق ان دونوں میں اجنبی کا فاصلہ منع ہے مگر آپ کی تفسیر کے مطابق مشبہ سبع مثانی ہے اور مشبہ بہ اَنْزَلْنَا ہے درمیان میں لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ ۔ جملہ معترضہ کا فاصلہ ہے ایسا کیوں ہے

جواب ۔ یہ اجنبی کا فاصلہ نہیں بلکہ یہ معناً منسلک ہے۔ چونکہ ان آیت سے آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی مقصود ہے اور تسلی کا پہلا سبب یہ ہے کہ کفار کی چیزوں پر توجہ اور نگاہ نہ کی جائے بلکہ اُن کو حقارت سے نظر انداز کیا جائے گویا کہ

یہ جملہ تکمیل تسلی ہے نہ کہ اجنبی۔ **دوسرا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا لَنَسْئَلَنَّهُمْ ہم ان کفار سے ضرور پوچھیں گے اور دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ۔ کسی سے گناہ کے بارے میں نہیں پوچھا جائیگا یہ تعارض کیوں؟

جواب۔ اس کے تین طرح جواب دیئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ سوال کی نفی جن وانسان سے ہے اور یہاں سوال کا ہونا مُقْتَسِمِیْنَ سے ہے لہذا تعارض نہ ہوا۔ دوم یہ کہ سوال کی نفی میں معلوماتِ الٰہیہ کی طرف اشارہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو کسی جن وانس سے پوچھنے کی ضرورت نہیں اور یہاں سوال کا ہونا کفار کو ذلیل والا جواب کرنے کیلئے ہے سوم یہ کہ حشر کے پہلے حصے میں سوال کی نفی ہے۔ اور یہاں بعد کا ذکر ہے یعنی پہلے سوالات نہ ہونگے بعد میں ہونگے۔ مگر پہلا جواب مضبوط ہے دوسرا کمزور اور تیسرا غلط ہے کیونکہ وہاں آیت میں یومئذ سے پورے یوم محشر کو شامل ہے اور پورے وقت کی نفی ہے۔ **تیسرا اعتراض**۔ لفظ عِضِیْنَ کی ایک تفسیر سے ثابت ہو رہا ہے کہ کفار معاذ اللہ قرآن مجید کو بھی مخلوط اور ٹکڑے ٹکڑے کر دینگے حالانکہ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم اس کے محافظ ہیں۔

جواب۔ اس کا جواب فوائد میں بتا دیا گیا کہ عِضِیْنَ کا معنی ہے اپنے عقیدے اور بناوٹی ترجموں اور اپنی مصنوعی چھانٹ سے صرف اپنی اپنی پسند کا مطلب بنا کر ٹکڑے کر سکتے ہیں نہ کہ الفاظ و حروف کو یعنی کسی نے آدھے قرآن مجید کو مانا کسی نے چوتھائی کو کسی نے نرم آیت مان لی سختی والی نہ مانی یا اپنے مطلب کی مان لی مخالفت کی نہ مانی لہذا اب کوئی اعتراض نہیں۔

تفسیر صوفیانہ

كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِیْنَ الَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔ اے نور احمدی سے منور قلب ہم نے تیرے فیوض کو نافذ کرنے کیلئے قالب جسدی کو سبع مثانی عطا فرمایا جیسا کہ پہلے نفسانی مُقْتَسِمِیْنَ کو نعمتیں دیں مگر انہوں نے بدبختی سے ٹکڑے کر دیں جو بصیرت نورانیہ حق اور باطل کو جدا کرنے والی تھی جو وصل کا نور تھا اسی کو وجود فانی سے نوچ کر جدا کر دیا۔ تیرے رب کی قسم ہم ان لوگوں سے ضرور حساب لینگے جنہوں نے ہمارے قرآن مجید کو دانت کاٹی روٹی بنا۔ اور قاری حافظ عالم پیر بنے صرف روٹی کمانے کیلئے عزت وشہرت حاصل کرنے کیلئے نہ کہ ہماری رضا کیلئے جو کچھ کرتے رہے ایک ایک ذرے کا حساب ہوگا۔ یہ تو ہمارا کلام قانون احکام تھا مگر نفسانیت راتے سے کرتے رہے۔ الفاظ پر بس نہ چلا تو مطلب معانی کو توڑ مروڑ کر بدلتے رہے۔ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ اِنَّا كَفَیْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِیْنَ الَّذِیْنَ یَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ۔ عاشق جانباز تو اپنے اندر تین خصلتیں ظاہر کردے ۱ اسلام خالص دین چونکہ وہی چشمۂ بقا ہے اسی چشمۂ حیات کو ظلمت شرک سے علیحدہ کر ۲ غذا طیب و حلال ہو کیونکہ وادیِ قلب کی روشنی اسی سے ہے ۳ صدق نیت سے اعمال ہوں یہ عشق کی پہلی معراج ہے۔ تو اپنا قدم ارادی سنبھال۔ نفس و

نفسیات کی ان ریاکاریوں سے تجھ کو بچانیوالے ہم کافی ہیں۔ لیکن جنہوں نے حلال کے ساتھ حرام۔ نور کے ساتھ ظلمت۔ عدل کے ساتھ ظلم۔ سچ کے ساتھ جھوٹ کا تعلق جوڑا وہ اپنے ان کمزور سہاروں کی اصل حقیقت کو عنقریب جان لینگے۔ یہ لوگ مُسْتَهْزِءِيْنَ ہیں یعنی قرآن و شریعت کے احکام کا مذاق کرنیوالے ہیں۔ انہوں نے ہی خالق کے ساتھ خلق کو شریعت کے ساتھ طبیعت کو دین کے ساتھ دنیا کو اپنا دوسرا الٰہ و معبود سمجھلیا۔ عنقریب جب نشۂ دولت اتریگا غبارِ دنیا چھٹیگا۔ تب عذابِ فراقِ بُعد میں سب جان جائینگے۔ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ۔ بیشک ہم جانتے ہیں اے ہماری محبت کی وادی میں قدمِ عشق رکھنے والے تیرے سینۂ مصفا میں بشریت کی کمزوری اور تنگیٔ رفتار کی رنجیدگی کو۔ اور ہم جانتے ہیں شفقت کی انتہا اور غیرت کے کمال کو۔ اور جب مسافرانِ راہ منزلِ مطلوب کے آگے خواہشاتِ دنیوی کے کانٹے بکھیر دیے جاتے ہیں تو اس غم کی واردات کو بھی ہم جانتے ہیں۔ اس کا علاج یہی ہے کہ اقوالِ اشرار (جو کچھ وہ کہیں) اور اعمالِ اغیار (جو کچھ وہ کریں) ان کے مقابلے آئینۂ جمال کی تسبیحیں کر دے۔ شکر کی حمد اور قرب کے سجدوں کو اپنی معرفت کی ڈھال بنالے اور اخلاص کی عبادت میں اس وقت تک مشغول رہے تاکہ جمالِ یار کا حقُّ الیقین بلکہ عینُ الیقین حاصل ہو جائے صوفیاءِ کرام فرماتے ہیں کہ مولیٰ تعالیٰ نے بندوں کو چار چیزیں عطا فرمائی ہیں۔ قالب ۲ قلب ۳ زبان ۴ اعضاءِ ظاہری باطنی۔ زبان چاہتی ہے کہ میں بولتی رہوں اس لیے اس کو حکم دیا گیا کہ ذکرِ اغیار چھوڑ کر ذکرِ یار یعنی تسبیح میں مشغول ہو جا۔ قلب چاہتا ہے کہ میں کسی سے عشق و محبت کروں اس لیئے اس میں حمد کی تلقین فرمائی کیونکہ حمد ہی طالب و مطلوب میں عشق پیدا کرتا ہے اور حبیب و محبوب کے وصل کا ذریعہ ہے۔ اعضا چاہتے ہیں کہ ہم کسی کی فرماں برداری میں جُٹ جائیں تو ان کو پابندیٔ سجود میں جکڑ جانیکا طریقہ بتایا۔ قالب یعنی جسم انسانی چاہتا ہے کہ میں کسی کے کام میں لگ جاؤں تو اس کو سراپا عبادت کا طریقہ سمجھایا۔ جب بندہ ہمہ تن ذوق سے رب تعالیٰ کے ان فرمانوں پر عمل کرتا ہے۔ تو مشاہدۂ جمال سے سرفراز ہوتا ہے۔ پھر ہزار مصیبتیں آجائیں مصائب کے پہاڑ بھی ٹوٹ پڑیں بندے کو پتہ بھی نہیں چلتا۔ دکھ تکلیف۔ خوف و حزن۔ رنج و غم ضیقِ صدری اس وقت تک ہے جب تک نگاہیں دنیا کی طرف لگی ہوئی ہیں لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ کی منزل پر نہیں آئیں۔ مگر جب رات کی تسبیح دن کی حمد۔ آہِ سحرگاہی کے سجدوں۔ خشوعِ عبادت۔ خضوعِ ریاضت سے قلبِ مسلم جلا پاتا ہے تو آئینۂ معرفت میں مشاہدہ و تجلّیات ہوتا ہے۔ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ کی تلوار لیکر اٹھتا ہے اور طوفانِ نفسانی سے ٹکرا جاتا ہے۔ یہ چاروں عظیم نعمتِ یزدانی و دولتِ عرفانی ہے۔ جب تک حجاب ہے اس وقت تک غمِ دنیا و پریشانیٔ ناسوتی ہے۔ ان چار تلواروں سے حجابِ ظلمت کو پھاڑ دو پھر دیکھو کیا بہار آتی ہے۔ عارفین فرماتے ہیں کہ بندے کی چار منزلیں ہیں۔

پہلی منزل۔ عبادت۔ دوسری منزل۔ جب بندے کی عبادت خالص ہوتی ہے تو عالم ربوبیت کی روشنیاں منکشف

ہوتی ہیں تیسری منزل۔ تحقیرِ دنیا۔ اس انکشافِ روشنی سے دنیا حقیر لگتی ہے۔ جب اس منزل پر بندہ پہنچتا ہے تو چوتھی منزل عدم ملتی ہے کہ دنیا کا ہونا نہ ہونا۔ دنیا کی راحت و تکلیف سب کا لعدم ہو جاتا ہے احبابِ دنیا کی محبت و تعریف اور اغیارِ دنیا کے طعن و تشنیع اس کی نظر میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ حمد یہ حقیقی ہے کہ باری تعالیٰ کو ہر عیب سے پاک مانا جائے اور ہر صفت کا جامع مانا جائے۔ جو اس حمد میں مشغول ہو جاتا ہے وہ دونوں جہان سے روگردان ہو گیا۔ یہ وہ مقام ہے جس کی انتہا الیقین ہے یقین کے پانچ درجے ہیں۔ نمبر ۱ اسم الیقین یہ عوام کی منزل ہے نمبر ۲ رسم الیقین۔ یہ حافظینِ نفس کی منزل ہے نمبر ۳ علم الیقین یہ علما کی منزل ہے نمبر ۴ عین الیقین یہ اولیاء اللہ کی منزل ہے نمبر ۵ حق الیقین یہ ابنیاء کرام علیہم السلام کی منزل ہے اِن تمام کی حقیقت مرکزی منزلِ مصطفیٰ ہے وہ بارگاہِ قدس ہے وہاں تک سب کی دوڑ ہے۔ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَآءِ وَ الْمَحْبُوْبِیْنَ دَآئِمًا اَبَدًا ۱۔ سورۃِ حجر کے کچھ فضائل اور وظائف حضرت حکیم الامت قبلہ والد محترم نعیمی بدایوانی کے وظائف میں یہ سورۃ شامل ہے۔ خواص یہ ہیں کہ جو روزانہ بعد نماز عصر باجماعت پڑھ کر جنگل کی طرف چلا جائے اور باوضو ایک دفعہ جاتے ہوئے ورد کرے ایک دفعہ آتے ہوئے۔ اول آخر تین تین دفعہ درود تاج۔ جہاں یہ سورت مع درود تاج ختم ہو جائے وہاں سے ہی واپس لوٹے اور اسی طرح مسجد تک پڑھتا چلا آئے یا گھر تک بشرطیکہ دورانِ ورد بات نہ کرے تو اتنا شعور ہو گا کہ انشاءاللہ تعالیٰ پتھر و نباتی تسبیح سن لیگا۔ دوم۔ جب کوئی شخص کوئی چیز خریدے یا بیچے تو خریدنے کے بعد یا بیچنے سے پہلے اس مندرجہ ذیل طریقے۔ ایک دفعہ یہ سورت پڑھ کر اس چیز پر دم کرے حیرت انگیز غیبی برکت ہو گی۔ طریقہ یہ ہے کہ چیز سامنے رکھ کر ایک جگہ باوضو بیٹھ کر پڑھے اوّل آخر درود تاج تین دفعہ سوم۔ زعفران خالص اور گلاب خالص سے کاغذ پر لکھ کر حاملہ عورت کو یا بچے والی عورت کو پلاتے ودودھ زیادہ ہو حاملہ اور بچے والے حلال جانور کو بھی پلانا مفید ہے۔ چہارم۔ اگر اس کا تعویذ کسی عامل سے لکھوا کر اپنے گھر یا دکان پر رکھے تو چوری اور آگ سے محفوظ رہے۔ غرضیکہ سرق حرق غرق کیلئے مفید ہے۔ اس کے کل عدد بحساب ابجد ۵۳۰۱۲۷ ہیں اس میں تکسیر نہیں ہے۔

نقش کا نا نقشہ یہ ہے

۵۸۹۰۴	۵۸۸۹۹	۵۸۹۰۶
۵۸۹۰۵	۵۸۹۰۳	۵۸۹۰۱
۵۸۹۰۰	۵۸۹۰۷	۵۸۹۰۲

سورۃ حجر چھ رکوعوں کی مختصر مضمونی وضاحت تفسیر کا خلاصہ اور بیان

پہلا رکوع اس میں باری تعالیٰ نے آسمان زمین چاند سورج اور دریا پہاڑ پھول پھل اور سونا چاندی کی تخلیق کا ذکر فرماتے ہوئے حیاتِ اخروی کا استدلال اور قیامت حشر نشر کی دلیل اور اپنی ذاتی حکمت و علم کا ثبوت پیش فرمایا ہے چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ آج یہ مغرور کافر اپنے مسلمان ہونے کو اچھا نہیں سمجھتے اور نہ قرآن مجید کو کلامِ الٰہی سمجھتے مانتے ہیں حالانکہ یہ سچے قرآن کی آیتیں ہیں۔ بہت جلد دنیا میں ہی فتوحاتِ اسلامیہ دیکھ کر یہ کفار و

موت یا قبر اور قیامت میں حسرت کرینگے کہ کاش ہم بھی بلال بوذر اور سلمان فارسی کی طرح مخلص مسلمان بن گئے ہوتے لیکن آپ اُن کی پرواہ نہ فرمایئے چند دن ہنس کھیل لینے دو۔ ازل سے ابد تک ہر امت ہر گروہ کی موت کا ایک وقت مقرر ہے جس کو کوئی کافر ذرہ بھر آگے پیچھے نہیں کرسکتا یہ قانونِ الٰہی ہے مگر اللہ کے پیارے بندے قدرتِ الٰہی کے مظہر ہوتے ہیں۔ وہ تقدیرِ معلق کو آگے پیچھے کرسکتے ہیں اسی لیے لَّا يَسْتَأْخِرُونَ میں صرف کفار کا ذکر ہے۔ اے نبی کریم آپ کی بے مثل بات تو سن کر اور حیران کن اعمال دیکھ کر یہ ضدی لوگ آپ کو مجنون کہتے ہیں اور کیسے غلط بیہودہ مطالبے کرتے ہیں کہ سمجھانے بتانے کیلئے دین سکھانے کیلئے فرشتے آئیں۔ حالانکہ خود انسان ہیں انسانی طرز پر زندگی گزارتے ہیں بھلا فرشتے انسانی زندگی کا طریقہ کیا سکھا سکتے ہیں۔ گھریلو عملی زندگی فرشتے کب سکھا سکتے ہیں۔ ہمارے ملائکہ تو عام لوگوں کے پاس موت یا عذاب ہی لے کر آتے ہیں پھر مہلت نہیں ملتی۔ نیز یہ کافر بدطینت سمجھتے ہیں کہ شاید توریت زبور۔ انجیل کی طرح قرآن مجید میں بھی ملاوٹ کی خیانت کی جاسکتی ہے۔ یا شاید یہ قرآن کریم بھی کچھ عرصے بعد منسوخ کردیا جائیگا حالانکہ ایسا نہیں ہوگا کیونکہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری کا ہم نے اعلان فرمادیا ہے۔ رہی کفار کی مذاق بازی خرمستی اور رسول اللہ کی گستاخی تو یہ انکی پرانی عادت ہے ایسے بدنصیبوں کو ہم کسی اچھائی کی توفیق دیتے ہی نہیں۔ یہ تاریخ میں سنتِ الٰہیہ کا پرانا مشاہدہ ہے جس کی قسمت میں ایمان نہ ہو اس پر تو اگر دن دوپہر میں بھی آسمان کے دروازے کھل جاتے فرشتوں کو چڑھتے اترتے دیکھ لیں پھر بھی کہہ دینگے کہ یہ سب جادو کا کھیل ہے۔ دوسرا رکوع۔ اس میں فرمایا گیا کہ یہ کفار کیا اللہ تعالیٰ کے آسمانوں میں مزین تارے اور بارہ برجوں کی منزلیں اپنے علم ہیئت علم نجوم فلسفے سائنس کے ذریعے مشاہدہ نہیں کرتے۔ یہ سب کچھ ہم نے ہی پیدا فرمایا ہے۔ اور کیا یہ کفار آسمان سے شہابِ ثاقب اُڑتے اور ستارہ ٹوٹتے نہیں دیکھتے اور ان کے کاہنوں کے پاس ان کے جنات فرشتوں کی باتیں چوری چھپے سن کر لیکر نہیں آتے؟ کیا یہ سب چیزیں اللہ رسول پر ایمان لانے کیلئے کافی دلیلیں نہیں۔ وہ جنات اگر ان کو نہیں بتاتے کہ آسمان پر فرشتے اللہ کی اور نبی کریم کی یہ باتیں کر رہے تھے اب کونسا مطالبہ باقی رہا۔ کیا یہ فرشتوں کی گواہی نہیں ہے؟ مقصود تو ملائکہ کی تصدیق سننا ہے خواہ فرشتے خود آکر کہیں یا تمہارے بھیجے ہوئے جنات سن کر تم کو بتادیں۔ تمہارے کاہنوں کو ولادتِ نبوت سے پہلے ہی آمدِ مصطفیٰ کا جو پتہ چل گیا تھا وہ بھی جنات کے ذریعے ہی تو تھا ہمارے یہ نبی آخر الزمان کوئی نرالی بات نہیں فرماتے وہی بات وہی دلائلِ قدرت سناتے سمجھاتے ہیں جو ہم نے اسی زمین میدانی اور کوہستانی پانی شجر و حجر میں پھیلادئے ہیں جیساکہ اے سیاحت و سفر کرنیوالو تم اپنے سفر منازل میں دیکھتے مشاہدہ کرتے رہتے ہو۔ اور اس ساکن و جامد زمین پر ہر چیز کی موزونیت وقت پر ہونا مکمل نپے تلے انداز سے ہونا وجودِ باری تعالیٰ وَحْدَهٗ لاشریک پر ایسی دلیل ہے جس کا کوئی عقل والا انکار نہیں کرسکتا مگر تم پھر بھی نہیں مانتے یہ تمہاری ناشکری بلکہ بدقسمتی ہے مگر ہم اپنا کرم رحم پھر بھی جاری رکھتے ہیں کہ تم کو بھی اور تمہارے نوکر غلام گھریلو خدام اور بال بچوں جانور ڈنگر کتنے نعمتوں سے ہر طرح

کا رزق و آرام و آسائش عطا فرما رہے ہیں نہ کبھی کمی ہوتی ہے نہ رکاوٹ اس لیئے کہ ہمارے خزانے بھرے پڑے ہیں جن میں سے اندازے سے آتارا جاتا ہے ہمارا تو آسمان بھی خزانہ ہے زمین بھی ہوائیں بھی بادل بھی۔ اور اس کے پانی بھی جس شکل میں چاہتے ہیں ہمارے خزانے نازل ہوتے رہتے ہیں تمہارے پاس تو اپنے کھانے کیلئے بھی کچھ نہیں ہے کسی کو کیا دو گے جب تم نہ تھے تو بھی ہم وارث تھے جب تم کو ہم نے زندہ کیا تو بھی اور اور پھر جب تم کو ہم مار دینگے تو بھی تمہارے اور کائنات کی ہر چیز کے ہم ہی رازق وارث اور مربّی ہونگے اس لیے ہم تمہارے اگلوں کو بھی جانتے ہیں اور پچھلوں کو بھی تمہارے بروں کو بھی اور تمہارے اچھوں کو بھی۔ تمہارے باپ دادا کو بھی اُن کے اچھے برے عقیدوں کو بھی۔ یہی کچھ ہمارے نبی تم کو ہم بتا رہے ہیں۔ لہٰذا تمہارے بھلے کی بات تو یہی ہے کہ آج دنیا میں ہی اُپنا ایمان لے آؤ لیکن اگر آج نہیں مانتے تو کل میدانِ محشر میں تمہارا رب سب کو جمع کر دیگا یقیناً وہ حکمت والا بھی اور علم والا بھی۔ تیسرا رکوع۔ اس میں فرمایا گیا کہ اے کافرو دنیا میں آخر کس چیز پر تم اکڑتے اور مغرور بنے پھرتے ہو ذرا اپنی پیدائشی ابتدا تو دیکھو۔ بیشک ہم نے پیدا کیا انسان کو خمیری کالی باسی کیچڑ والی مٹی سے جو مخلوق۔ جماداتی میں سب سے زیادہ کمزور ہے اور تم سے پہلے جنات کو شعلے والی گرم آگ سے ہم نے پیدا کیا اب تم انبیاءِ اکرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پیش کردہ سچے دین کے مقابل اپنے باپ دادوں کا بناوٹی دین پیش کرتے ہو ہر وقت کہتے پھرتے ہو ہمارے باپ دادے ہمارے بڑے۔ تم کو اپنے کن باپ دادوں پر ناز ہے کیا ان پر ہی جو در در پر سجدہ کرتے پھرتے تھے ذلیل بتوں چاند سورج اور لکڑیوں درختوں کے سامنے ماتھا ٹیکتے تھے۔ ارے بدقسمتوں اگر ناز کرنا ہے تو اپنے جدِّ اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام پر کرو جن کو ہم نے اپنے دستِ اقدس سے خلیفہ فی الارض کا ازلی ابدی شاہی تاج پہنایا جن کیلئے اپنی جنت کو بسایا۔ اور تمام ملٰئکہ کو ان کے سامنے سجدے میں جھکایا اور جس ابلیس نے ان کو سجدہ نہ کیا اُس کو تمہاری عزت و شان بڑھانے کیلئے ذلیل و مردود بنایا۔ تمہارے جدِّ اعلیٰ حضرتِ آدم تو نہایت مقرب بارگاہِ الٰہیہ تھے اپنے اللہ معبود کو سجدہ کرنیوالے تھے۔ تم لوگوں کو ان کا اور ان کے دین و اعمال کا خیال نہیں ان کا احترام نہیں۔ اور بعد والے گمراہ باپ دادوں کا بڑا خیال ہے حالانکہ وہ تمہارے بڑے ابلیس کے شیطان کے ساتھی بن گئے جس نے تم سب کو بے دین کر کے جہنم میں ڈالنے اور نے بہکانے کا عہد کر رکھا ہے تم ابلیس کے پھندے میں پھنس گئے حالانکہ ہمارے مخلص بندوں پر اُس کا زور نہیں چل سکتا اور یہ بات وہ بھی سمجھتا ہے۔ کھاتے پیتے ہمارا ہو۔ کہنا شیطان کا مانتے ہو جہنم سے نہیں ڈرتے جس کے سات دہشت ناک دروازے ہیں اور وہ ابلیس و ابلیسیوں کیلئے ہی تیار کئے گئے ہیں۔ اور بزدلی کمزوری کی حالت یہ ہے کہ دنیوی معمولی آگ و تکلیف بھی برداشت نہیں اے بیوقوفو کیوں شیطان کے ساتھ لگ کر دائمی جہنم کے اندر جاتے ہو۔ چوتھا رکوع۔ اس میں فرمایا گیا کہ ہمارے پیارے نبی رحمت کے دامن میں آؤ سیدھے جنتِ قدس کیطرف جا رہے ہیں۔ آستانۂ مصطفیٰ سے کروڑوں نعمتوں کے ساتھ

ساتھ تقوے کی خیرات بھی تاقیامت بٹ رہی ہے۔ بارگاہ ربوبیت کے لائق تو صرف متقی ہیں اور بیشک متقی ہی جنتوں اور چشموں میں تاابد جا سکتے ہیں جہاں داخلے کے وقت کتنی ہی محبت اور ہزار پیاروں سے کہا جائیگا داخل ہو جاؤ تم ان جنتوں میں دائمی سلامتی کے ساتھ اور ہر دکھ سے امن میں ہو کر متقی ہی وہ لوگ ہیں جن کے سینوں سے وہ تمام برائیاں ہم نے دور فرما دیں اور کچھ بقیہ دخول جنت کے وقت ہم دور فرما دینگے جو کچھ ان کے اندر ایک دوسرے کی طرف سے کچھ کدورت یا غصہ ناراضگی ہو گی وہاں تو سب ہی بھائی بھائی کی طرح پیار و محبت سے رہینگے قدرت الہٰی کے تختوں پر شان کریمی سے آمنے سامنے رہا کرینگے ایسے پاکبازوں کیلئے جنت ہی وہ مقام ہے کہ نہ اس میں کوئی تکلیف ہے نہ وہ غلامان نبی ولی وہاں سے کبھی نکالے جائیں۔ اے حبیب کریم رؤف و رحیم میرے تمام بندوں کو دو خبریں سنا دیجئے ایک یہ کہ میں ہر بخشش مانگنے والے کو بخش دینے والا ہوں اور ہر مجبور پر رحم فرمانے والا ہوں بشرطیکہ سیدھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے سے میری طرف آئے۔ دوسری خبر یہ ہے اگر آستانۂ نبوت کو چھوڑ دیا تو خواہ کتنی ہی زہد و رہبانیت کرے بیشک اس کیلئے میرا عذاب ہے اور دردناک سزا اگر تم کو اے دنیا والو میرے عذاب کی خبر شناخت نہیں یا تم میری قدرت کی بخششوں اور کرم و عفو سے ناواقف ہو تو ہمارے نبی کی زبانی سنو۔ اے حبیب کریم انکو حضرت ابراہیم کے مہمانوں کا واقعہ سنا دیجئے جب وہ سلام کرتے ہوئے بغیر اطلاع بے وقت اچانک پہنچ گئے تھے اور ان کا پیش کردہ کھانا بھی نہ چھوا تھا رواج زمانہ کے مطابق حضرت ابراہیم نے متفکر ہو کر فرمایا تھا کہ ہم تمہارے بارے میں فکرمند ہیں تب مہمانوں نے عرض کیا تھا کہ فکرمند نہ ہوں نبیجے ہم تو رب رحیم کی بخششوں کے ساتھ آپ کو بڑے دائمی علم والے بیٹے کی خوشخبری سنانے آئے ہیں۔ پھر میزبان عالی مقام حضرت خلیل نے اپنے مہمانوں کو مکمل پہچانتے ہوئے فرمایا کہ مجھ کو بڑھاپے کی انتہائی حالت میں کس قسم کی بشارت سنا رہے ہو۔ مہمان بولے ہماری بشارت بالکل حق سچ ہے لہٰذا آپ اس کی چھان بین کرتے ہوئے اپنے بڑھاپے سے مایوس نہ ہو جائیے کیونکہ ذات نبوت مظہر قدرت الہٰیہ ہوتی ہے۔ دیگر مخلوق منفذ قانون الہٰی ہوتی ہے نبی کی طفلگی جوانی اور بڑھاپا بھی قدرت کا عظیم شاہکار ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میں جانتا ہوں کہ رب تعالیٰ کی رحمت سے صرف گمراہ اور بدقسمت لوگ ہی مایوس ہوتے ہیں۔ اچھا اے فرشتو یہ بتاؤ کہ تم اس طرح بشری شکل میں اس عجیب طریقے پر اچانک کیوں بھیجے گئے ہو کہ میں نبی ہو کر بھی تم کو پہچان نہیں سکا تو انہوں نے اصل راز سے پردہ اٹھاتے ہوئے عرض کیا کہ ہم سدوم کی مجرم قوم کیلئے بھیجے گئے ہیں ان پر عذاب ڈالینگے سوائے انکے نبی حضرت لوط کی آل کے ان کو عذاب نہ ہوگا ان کو بچا لیا جائیگا بجز انکی لالچی اور نافرمان کنبہ پرست بیوی کے کہ اس کی تقدیر کو ہم جانتے ہیں بیشک وہ عورت بھی عذاب پانے والی قوم کی محبت اور رشتہ داری کی الفت میں پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے وہ ہلاکت سے نہ

نوح سیکھی ۔ پانچواں رکوع ۔ اس میں فرمایا گیا کہ یہ بشارتیں تو اس کی غفاریت و رحیمیت کی قدرتیں اور نشانیاں ہیں لیکن جب مجرموں کی عبرت انگیز سزا کا وقت آیا تو کون اس کے ہاتھ روک سکا رحم و بخشش کا مظاہرہ فرما کر بھیجے ہوئے فرشتے جب آل پیغمبر حضرت لوط علیہ السلام کی بارگاہ میں اسی طرح خفیہ لباس بشری میں عدالت الٰہیہ سے فیصلۂ عذاب لیکر بطور گواہ موقعۂ واردات کا مشاہدہ کرنے کیلئے آئے تو لوط علیہ السلام نے ان کو اجنبی مسافر مہمان سمجھ کر نہایت پریشانی سے فرمایا کہ اے مہمان لوگوں تمکو ٹھہرانے کی مجھ پر پابندی لگی ہوئی ہے اور تم ٹھہرانے کی پابندی لگائے ہوئے ہو قوم سدوم کے بدخصلت و ذلیل لوگوں نے مجھ کو مہمان رکھنے سے منع کیا ہوا ہے۔ تو اس وقت جوابًا ملائکہ نے بتایا کہ ہم مسافر مہمان قوم نہیں بلکہ ہم اس عذاب کو لیکر آئے ہیں جس سے روزانہ آپ ان کو ڈراتے تھے مگر یہ ضدی لوگ آپ کی ہر بات کو شک میں ٹال دیتے تھے آج ہم آپ کے پاس اسی حق کے ساتھ آگئے ہیں اور ابھی ان کو پتہ چل جائیگا کہ بیشک ہم سچے ہیں ہاں آپ رات کے آخری حصے میں اپنے اہل خانہ اور تمام ساتھیوں کو لیکر اس بستی سے نکل جائیں اور پیچھے قائد بن کر چلئے تاکہ تم لوگوں میں سے کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے نہ دائیں بائیں دیکھے تاکہ سفر میں سستی اور دیری نہ ہو نہ عذاب الٰہی پر نظر پڑے اور اسی طرف جایئے جدھر کا حکم بذریعہ وحی الٰہی دیئے گئے ہو اور ہم نے رب تعالیٰ سے فیصلہ لے لیا ہے کہ صبح ہوتے ہوئے ان سب مردودوں کی اگلی پچھلی جڑ و نحو فنا کر دیا جائیگا اس لئے کہ اے اللہ تعالیٰ کے محترم نبی معظم رسول ہم نے فیصلۂ الٰہیہ کیلئے وہ مطلوبہ گواہی ابھی ابھی آنکھوں دیکھے واقعے سے حاصل کر لی ہے۔ جو اس شہر کے ان بدذات و ذلیل و بے غیرت شہریوں نے ہماری آمد پہ مظاہرہ کیا اور آپ کی باتیں بھی سن لیں اور آپ کی تبلیغ احکام الٰہیہ بھی جان لی ہم تو آپ کی حقانیت کے بھی گواہ بن چکے ہیں اور ان کی بدکاری کی عادت کے بھی آپ نے کس شان سے حق نبوت ادا فرمایا اور کس پیار سے انکو سمجھایا کہ بیشک یہ میرے مہمان ہیں مجھ کو مردودیت دکھا کر اپنی شہرت کو مزید گندا کر کے ان مہمانوں کے سامنے رسوا اور بے عزت نہ کرو کیونکہ تم اپنی نظر میں میری قوم کہلاتے ہو مجھ کو دنیا تم میں سے سمجھتی ہے۔ لہٰذا شریعت کا خیال رکھو اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں پر دست درازی کر کے مجھ کو ندامت و شرمندگی میں مت ڈالو۔ اس لیے کہ ہر میزبان کا فرض ہے مہمان کی عزت کرنی حفاظت رکھنی۔ مہمان کی کوئی شخص توہین کرے تو گھر والے کی ذلت ہے۔ آپ نے نہایت اچھے طریقے سے پورے پورے احکام شریعت، دین کی باتیں اپنی اس قوم کو پہنچا دیں۔ پھر قوم کا وہ ایسی جواب منکرانہ کلام بھی ہمارے کانوں نے سن لیا جو انہوں نے دیا کہ کیا ہم نے تجھ کو پہلے سے منع نہیں کر رکھا کہ دنیا بھر کی حفاظت کی ذمہ داری مت لیا کرو۔ پھر جو آپ نے ایک سچی سیدھی صاف پاکیزہ باعزت راہ ان کو دکھائی کہ یہ تمہاری بیویاں جو میری بیٹیوں کی مثل ہیں موجود گھر میں ہیں ان کے ساتھ اصول شریعت والا معاملہ کیوں نہیں کرتے۔ اگر تم میں ذرا بھی شرافت ہے تو ان کے حقوق زوجیت ادا کرو۔ اے ہمارے آخری نبی محبوب و محترم ہم کو تمہاری پاکیزہ اور منوق ہے

اعلیٰ اشرف جانی قسم آپکی یہ قوم اپنے کفریات کے نشے میں بھٹکتی پھر رہی ہے۔ آپ ان کو بتا دیجئے کہ قوم لوط کے ان بدبختوں کی بدبختی کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ صبح طلوع ہوتے ہی اُن کو پہلے دہشت ناک چیخ نے ہلا کر رکھ دیا پھر سخت زلزلے نے ان کے گھروں دیوار و نحو اُلٹ پلٹ کر رکھ دیا اور سب کھاڑ پھینکا اور اس کے ساتھ ہی ہم نے ان پر اپنی قدرت سے اینٹوں پتھروں کی بارش کر دی یہ سب کچھ آج کیوں سنایا جا رہا ہے؟ صرف اس لئے کہ بیشک ان واقعات میں نیک باطن پاکیزہ روح اور عقل والے خوش نصیبوں کیلئے عبرت کی بہت نشانیاں ہیں۔ منکرین اور کافر بھی ان تاریخی واقعات سے بے خبر نہیں۔ پڑھنے سننے کے علاوہ اپنے سفروں کے دوران اس بستیٔ لوط کے کھنڈرات دیکھتے رہتے ہیں یہ بستی کسی خفیہ علاقے میں نہیں تھی یہ تو بیشک اُن کے سیدھے کھلے راستے پر واقع ہے آتے جاتے دیکھتے گزرتے ہیں اور تذکرے بھی کرتے ہیں لیکن ان کو دیکھ کر بھی اپنی بُری کفریہ حرکتوں سے باز نہیں آتے اس لئے کہ ان علاقوں کھنڈروں میں بھی بیشک صرف روشن ضمیر اہلِ سعادت قابلِ ایمان لوگوں کیلئے ہی اللہ کی نشانیاں ہیں۔ یہ تو خیر کچھ دور کا واقعہ ہے۔ ابھی اس کے بعد قریب ہی حضرت شعیب علیہ السّلام کی قوم ایکہ والوں کا عبرت خیز واقعہ بھی گزر چکا ہے وہ بھی ظالم تھے۔ بدکار۔ دھوکے باز۔ بددیانت اور مشرک کافر تھے۔ تو ان کے ظلموں میں بیکسوں مجبوروں کا بدلہ ہم نے اُن ایکہ والوں سے لیا۔ حالانکہ ان دونوں پیارے نبیوں نے اپنے اپنے زمانے میں اپنی قوم کو بہت کچھ سمجھایا ڈرایا تھا بیشک وہ دونوں نبی علیہما السّلام ۱۔ حضرت لوط علیہ السّلام اور ان کے بعد حضرت شعیب علیہ السّلام کتنی شان کے امام اور کھلا کھلا کلامِ الٰہی بیان کرنیوالے تھے اور ان دونوں کی بستیاں ۱۔ بستیٔ سدوم (بستیٔ لوط) ۲۔ اور بستیٔ ایکہ بالکل راہِ مسافراں پر واقع ہیں اور حضرت شعیب تو دو بستیوں کے نبی تھے ۱۔ مدین ۲۔ ایکہ یہ دونوں برسرِ عام شاہ راہ پر ہیں چھٹا رکوع۔ فرمایا گیا کہ بات اول سے ہی سب پر روشن و ظاہر ہے کہ ہماری ناراضگی کے عذاب سے وہی بچ سکتا ہے جو عاجز و مسکین بنکر آستانۂ قرب پر گر جائے ورنہ اس کے علاوہ کسی دروازے پر کسی کی پکار سے جانے والا ہزار منتیں کرے سفارشیں دوڑائے ہمارے عتابِ قہری سے نہیں بچ سکتا نہ کوئی طاقت۔ حکومت لشکر تیر و تفنگ کی قوت سنمندری۔ کوئی فن کاری رعب و دبدبہ بھی ایسے ظالم کو ہمارے شکنجے سے بچا سکے نہ غاریں صحرائیں چٹانیں اور پہاڑ کی پناہ گاہیں ہمارے عذاب کو روک سکیں اے پیارے نبی ان کو قومِ حجر کے ظالموں کا قول کے متعلق بھی بتائیے کہ کتنے مضبوط فن کار طاقت والے تھے اور انہوں نے اپنے مکانات کس طرح اونچے بلند و بالا پہاڑوں پر چٹانیں کھود کر تراش کر خانہ در خانہ بنا لیئے تھے محض اس یقین پر کہ اب اُن کو آسمانی ناگہانی عذاب نہ پہنچ سکیگا اسی فنکارانہ مغروریت۔ اکڑبازی اور پہاڑی گھروں کے بھروسے پر مطمئن ہو کر البتہ بیشک اُن سب حجر والوں نے تمام اگلے پچھلے انبیاءِ کرام مرسلینِ عظام کی باتیں وعظ و نصیحت توحید و رسالت قانونِ الٰہی شریعت کے احکام۔ سچائی حق پرستی کی عبادتیں بت پرستی سے باز رہنے کی تبلیغیں غرضکہ اپنے قومی برادری کے نبی حضرت صالح علیہ السّلام کے سامنے

ہر چیز کو جھٹلا دیا اور ظالموں نے یہ بھی نہیں سوچا کہ ایک نبی کا جھٹلانا گویا سب انبیاء کرام کو جھٹلانا ہے۔ حالانکہ ان کے مطالبے پر ہی جو معجزہ۔ نشانِ قدرت اور صالح علیہ السلام کی صداقت پر علامت انہوں نے مانگی اپنے عقل و فن کے مطابق وہ معجزات بھی ان کو دکھائے گئے کہ پتھر کے فنکار ونکو پتھر سے ہی اونٹنی دی گئی اور اس کے علاوہ دیگر آیتیں نعتیں۔ وحیِ الٰہی کے صحیفے ہم نے ہی انکو عطا فرمائے لیکن ضدی طبیعت والوں نے سب سے ہی بلا وجہ و دلیل منہ موڑ لیا۔ تو پھر کس کا نقصان ہوا نتیجہ کیا نکلا رات کی عیاشیوں دن کی بدمعاشیوں کے بعد جب ایک رات اپنے نرم گرم بستروں پر سوئے غافل و بدمست ہر چیز سے بے پرواہ ہو کر تو صبح ہوتے ہوتے ان کو ایک ہی قدرتی چنگھاڑ نے پکڑ لیا جس سے اُن کے پتے پھٹ گئے دل کٹ گئے اُٹھنے بھاگنے کی بھی مہلت نہ پا سکے اور اُن کا سارا ساز و سامان۔ فنی کمال۔ عزت و وقار۔ کفر و اشرار۔ بتوں سے بت پرستی کے قول و اقرار۔ بد اعمالی کردار ذرہ بھر کام نہ آسکی۔ یہ سزا و جزا عتاب و عذاب آخر کیوں ہوتا رہا ہے صرف اس لیئے کہ ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ بھی ان کے درمیان ہے وہ سب اس لیے پیدا نہیں کیا کہ زمین والے زمین پر کفر۔ شرک۔ ظلم سرکشی۔ عیاری۔ مکاری۔ عیاشی۔ باطل پرستی۔ فساد فریب کرتے پھریں نہ یہ سب کچھ ابلیسیت و شیطانیت کیلئے پیدا کیا گیا۔ ہم نے تو تمام مخلوق کو اپنی عین مناسب حکمتوں کے ساتھ صرف حق پرستوں نیکوں متقیوں سیدھے سادے صاف گو سچے پکے اللہ والوں کیلئے پیدا کیا ہے اور یہ دُنیوی عذاب تو بہت ہی معمولی ایک چھوٹا سا جھٹکا ہے جس کی تاب بھی اتنی قد آور قومیں نہ لا سکیں پورا بدلہ اور اصل عذاب تو بعدِ قیامت ہوگا اور بیشک وہ قیامت یقیناً بہت جلد آنیوالی ہے اے پیارے نبی اِن بدقسمت کفارِ مکہ کی کفریہ گستاخیوں کو اپنی رحمتِ عالمین کے طفیل درگذر فرما دو ان پر ہلاکت کا عذاب نہ منگوانا بیشک آپ کا رب انکی ہر ہر حرکت کو جانتا ہے کیونکہ وہ خالقِ کائنات ہے۔ سب کچھ اُن کے قبضے میں ہے۔ البتہ بیشک ہم نے آپ کو اور آپ کی وجہ سے آپ کے وسیلے کے ذریعے تاقیامت تمام مسلمانوں کو قرآنِ مجید کی شکل میں ایک بڑا خزانہ عطا فرمایا اور اسی قرآنِ مجید میں ایک سورۃ فاتحہ سبع مثانی یعنی نعمت عظیم کا تحفہ انعام فرمایا ہے جس کے مقابل دنیا کے سارے خزانے اور کفار کی تمام دولت ہیچ ہے ذلیل و حقیر ہے اِس لیئے اے پیارے نبی رحمتِ عالمین اپنے غریب مسکین مظلوم جفاکش کفار کے ہاتھوں ستائے ہوئے بھولے بھالے مسلمانوں کی۔ آبدیدہ رنجیدگی سے متفکر ہو کر قطعاً اپنی نگاہوں کو کبھی بھی کسی بھی خیال سے اُس دولتِ کفار کی طرف نہ دیکھنا جو اُن میں سے بہت قسم کے کفار کو عارضی وقت تک نفع لینے کیلئے دے رکھی ہے۔ اور اسی طرح کفار کے مومن نہ بننے پر بھی غم نہ فرمایا کیجیئے۔ آپ اپنے صحابہ اور تاقیامت مومنین سے دل خوش فرمایا کرو اور تاقیامت تمام کائناتِ عالم کے مومنوں کو اپنے رحمتِ عالمین کے پروں میں چھپا لو کیونکہ تمام اہلِ ایمان کیلئے آخری پناہ گاہ تو یہی آغوشِ عافیت ہے۔ اِن پیاروں سے تو شفقت و رافت ہے لیکن کفار سے فرما دیجئے کہ اب قیامت تک بس میں ہی ظاہر

وَمُبِیْنٌ نذیر ہوں۔ یہ نذارت و ڈراوا بالکل ایسا ہی ہے جیسا ہم نے پہلے کفار یہود و نصاریٰ پر نازل کیا تھا جنہوں نے توریت زبور انجیل وغیرہ کلام الٰہی کو دو دو حصوں میں تقسیم کر دیا اس طرح کہ آدھی کو مانا آدھی کا انکار کیا۔ یا کچھ کو صحیح رکھا کچھ حصے میں ملاوٹ کر دی یا کچھ ظاہر کر دیا کچھ چھپا لیا۔ امیروں کیلئے نرم قانون بنا دیا غریبوں کیلئے سخت قانون بنا دیا یہی حرکات موجودہ کفار کرنا چاہتے ہیں کہ مرضی کے مطابق والے قرآن مجید کو مان لیا مرضی کے خلاف احکام قرآنی سے منہ پھیر لیا۔ مگر یہ خرمستیاں من پسندیاں چند روزہ ہیں۔ آپ کے رب کی قسم یہ کفار و منکرین جو کچھ کر رہے ہیں قیامت میں ہم ضرور ضرور اس کی مکمل پوچھ گچھ کرینگے لہٰذا آج آئندہ بغیر کسی رو رعایت کے برملا سرِ عام اس تمام وحیِ الٰہی قانونِ ربانی کا اعلان فرمایئے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اور مشرکین سے دور رہئے کوئی ضرورت نہیں ان کا غم کھانے کی اُنکے کافر رہنے پر رنج نہ فرمایئے۔ رہا اُن کا ضمنی مذاق اڑاتے ہوئے گستاخیاں کرنا، تو ہم آپ کو اُن کے مقابل کافی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے کئی جھوٹے معبود بنالئے عنقریب بہت ہی جلدی یہ سارے بدبخت اپنے انجام کو جان لینگے۔ اور البتہ بیشک ہم بخوبی جانتے کہ آپ کا سینہ مبارک ان کفار کی گستاخیوں اور شرکیہ بدتمیزیوں سے رنج اور تنگی محسوس کرتا ہے۔ اِس کا فی الحال علاج یہ ہے کہ آپ خوب پہلے سے بھی زیادہ اپنے رب کی حمد کی تسبیحیں پڑھئے اور اپنے پیارے نیک عابد و زاہد و ساجد امتیوں کے ساتھ گھلے ملے رہئے اور کثرت سے رب تعالیٰ کی عبادت فرمایئے۔ یہاں تک کہ آخری حتمی فیصلہ الٰہی آپ کے پاس آجائے۔ یا بیماری کی صورت میں یا قتل و غارت اور ہلاکت کی شکل میں اور جہاد کرنے کی اجازت آجائے یا فتح اور فتوحات کا مژدۂ جاں فزا آجائے یہی دن کفار کی یقینی سزا کا ہے۔ اِس کے بعد جو عبادات و تسبیحات آپ کرینگے وہ محض لذتِ قربِ الٰہی کیلئے ہوگی موجودہ حکمِ عبادت اور سجدہ سجود تو فقط غم غلط کرنے اور کفار پر قہر۔ دشمنوں پر ذلت ڈالنے کیلئے ہے گویا کہ یہ عبادت بطور وظیفہ ہے ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمیشہ ہی کثرتِ عبادت میں شاغل رہتے تھے یہاں تک کہ پیروں پر درازیِ قیام سے ورم آجاتا تھا۔ اللہ اکبر محبوب کی اداؤں کے قربان جائیں

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَ نُوْرِ عَرْشِهٖ وَ زِيْنَتِهٖ فَرْشِهٖ وَقَاسِمِ رِزْقِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

سُوْرَةُ النَّحْلِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَثَمَانٌ وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَسِتَّ عَشْرَةَ رُكُوْعًا۔ سورۂ نحل مکی ہے اس میں ایک سو اٹھائیس آیتیں اور سولہ رکوع اس کے الفاظ ۲۸۴۰ اور حروف ۷۷۰۷ ہیں۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى

گویا آ ہی گیا۔ اَمر اللہ کا تو نہ جلدی مانگو تم اس کو پاکیزگی ہے اس کو اور بلند و برتر ہے وہ

اب آتا ہے اللہ کا حکم تو اس کی جلدی نہ کرو پاکی اور برتری اسے ہے

عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ① يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ

سے اس کو شریک بناتے ہیں وہ کافر۔ نازل فرماتا ہے فرشتوں کو ساتھ ہی نفع والی چیز کے

ان شریکوں سے۔ ملائکہ کو ایمان کی جان یعنی وحی لیکر اپنے جس

مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ

سے حکم اپنے پر جس کے چاہتا ہے میں سے بندوں اپنے کہ

بندوں پر اتارتا ہے کہ ڈر سناؤ

اَنْ اَنْذِرُوْۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ②

تم سب ڈر سناؤ کہ بیشک نہیں ہے معبود مگر میں تو ڈرو تم مجھ سے۔

کہ میرے سوا کسی کی بندگی نہیں مجھ سے ڈرو

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰى

پیدا کیا اس نے آسمانوں اور زمین کو ساتھ بالکل حکمت۔ بلند و برتر ہے

اس نے آسمان اور زمین بجا بنائے وہ ان کے شرک سے

عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ③ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ

سے اس کہ شریک بناتے ہیں وہ۔ پیدا کیا انسان کو سے نطفے

برتر ہے اس نے آدمی کو ایک نتھری بوند سے بنایا

فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ④

ظہور	ظاہر	بنگیا	وہ جھگڑالو	بے سوچے	پس
ہے ۔	جھگڑالو	کھلا		جبھی	تو

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق**۔ پچھلی سورت کی آیتوں میں فرمایا گیا تھا کہ مشرکین سے روگردانی کر لیجئے یہ آپ کی نظر کرم کے لائق نہیں۔ اس سورت کی ابتدائی آیتوں میں فرمایا گیا کہ عنقریب ان کے پاس موت یا جہاد کے وقت اللہ کا فیصلہ آجائیگا۔ **دوسرا تعلق**۔ پچھلی سورت میں سابقہ امتوں کے کفر نافرمانی اور عذاب تباہی کا ذکر ہوا تھا۔ اب اس سورت میں موجودہ کفار کو ان تباہ شدہ بستیوں کو دیکھنے کی تلقین فرمائی گئی تاکہ عبرت پکڑیں ڈریں۔ **تیسرا تعلق**۔ پچھلی سورت میں مختلف جگہ پر بار تیلی نے آسمان۔ زمین۔ پہاڑ۔ پانی۔ ہوا۔ انسان۔ جنات۔ اور کافروں کے عذاب۔ آسمان کے بارہ برج۔ رزق کے خزانے۔ جنت حشر نشر کے پیدا کرنے کا مختلف طریقوں سے وضاحتاً و اشارۃً و کنایۃً ذکر فرمایا تھا جس سے خیال گزرتا تھا کہ معلوم اتنی چیزیں بنانے میں رب تعالیٰ کو کتنی دیر لگی تو اُس کا جواب اس سورت نحل میں دیا گیا کہ رب تعالیٰ جب کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو اتنا ہی کہنا کافی ہے کُن ہو جا تو ہو جاتی ہے۔ ان وا لطون تعلقات کی بنا پر سورت حجر کے بعد سورت نحل کا ہونا نہایت ہی مناسب ہے۔ **نزول**۔ سورت نحل کے بارے میں چند روایات میں کچھ اختلافات ظاہر ہوتا ہے مگر صحیح تر یہ ہے کہ یہ سب کی سب مکی ہے **شانِ نزول**۔ ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ جب کفار مکہ نے نزول عذاب اور قیامت کا انکار کیا تو یہ پہلی آیتیں نازل ہوئیں صفوۃ التفاسیر تفسیر نحوی سُوْرَةُ النَّحْلِ مَكِّيَّةٌ سُوْ اسم مفرد مونث لفظی ہے جمع سُوَرٌ مخففہ۔ بنا ہے بمعنی گھیرنا۔ جو ایک پسے مضمون کو گھیرے وہ سورت ہے الف لام عہد خارجی تعریفی (معرفہ بنانے والا)۔ اسم جنسی ہے۔ نام ہے۔ شہد کی مکھی کا۔ یہ خود مذکر مونث واحد جمع کیلئے مستعمل ہے کیونکہ اسم جنسی ہے جیسے لفظ انسان وغیرہ اسماء جنسیہ معنوی ترجمہ بخشش عطا۔ لاغر۔ ان معنی کے لحاظ سے ہی نحل کا مصداق نام ہوا۔ مکیۃ لفظ مکہ اسم ذاتی ہے نام ہے ایک مخصوص شہر کا۔ ایک قول میں دراصل بکۃ۔ ب سے تھا۔ کثرت استعمال سے ب میم سے بدل گئی جس طرح لازب سے لازم بنگیا۔ معنوی ترجمہ چھینا۔ بھیڑ کرنا بکۃ سے بنا ہے۔ چونکہ یہاں طواف کی بھیڑ تلبیہ کی چیخ پکار ہوتی رہی اور تاقیامت رہے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس لیے یہ نام پڑگیا۔ ایک قول ہے کہ یہ بکاء رونے فریاد کرنے سے بنا ہے۔ ایک قول میں مکہ شہر کا نام ہے اور بکہ پوری وادی پورے علاقے کا نام ہے مکی وہ سورت ہے جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی۔ آخر میں ی نسبت کی تا تانیث بنا سبت لفظ سورت

وھی مِائَۃٌ وَّثَمَانٌ وَّعِشْرُوْنَ آیَۃً واؤ ابتدائیہ ضمیر کا مرجع سورت ہے مِائَۃٌ اسم عدد مفرد ہے نکرہ ہے اس کی جمع ہے مئین او عاطفہ ثمان اسم معین نکرہ مخصوص واؤ عاطفہ عشرون اسم مفرد عددی۔ یہ مرکب بنائی بمعنی ایک سو اٹھائیس آیۃ اسم مفرد نکرہ جمع ہے آیات۔ بحالت رفع ہے کیونکہ یہ مرکب بنائی منعت ہو کر خبر ہے ھی ضمیر مبتدا کی۔ یا بحالت فتحہ ہے۔ تمیز ہے مرکب کی۔ بمعنی نشانی جماعت۔ عدد۔ علامت یہاں سب معنی بن سکتے ہیں۔ مراد ہے قرآن مجید کے مضمون کے حصہ کی ایک شق وَسِتَّۃَ عَشَرَ واؤ عاطفہ سِتٌّ اسم مفرد عددی مذکر ہے اس کی مونث سِتَّۃٌ ہے۔ بحالت رفع ہے محلاً یا لفظاً کیونکہ عطف ہے خبر مبتدا پر ظاہراً فتحہ کیونکہ مرکب بنائی ہے عشر سے مل کر ممیز ہے رُکُوْعًا۔ اسم مفرد مصدر ثلاثی ہے بروزن فعول رکع سے بنا ہے۔ ظرفی معنی ہیں یعنی رکوع کرنے کی جگہ یا آیت یا وقت مراد ہے وہ آیت جس کو پڑھ کر صحابہ کرام تراویح میں رکوع فرماتے تھے۔ بحالت نصب ہے تمیز ہے سِتَّۃَ عَشَرَ کی اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ۔ اَتٰى باب ضرب ماضی مطلق صیغہ واحد مذکر غائب۔ بمعنی استقبال قریب اِتْیَانٌ سے بنا ہے بمعنی آنا۔ اَمْرُ۔ اسم مفرد جامد بمعنی حکم فیصلہ معاملہ۔ قانون قیامت۔ یہاں۔ یا فیصلہ مراد ہے یا قیامت۔ بحالت رفع فاعل ہے اَتٰى کا اللہ اس کا مضاف الیہ ہے۔ ف حرف سببیہ بمعنی لہٰذا لَا تَسْتَعْجِلُوْا۔ فعل نہی معروف صیغہ جمع۔ مذکر حاضر باب استفعال سے ہے عَجَلٌ سے بنا ہے بمعنی جلدی کرنا۔ انتم ضمیر مستتر اس کا فاعل جس کا مرجع ذہنی۔ کفار مکہ ہیں۔ ہ ضمیر واحد مذکر غائب اس کا مفعول بہ مرجع امر ہے (مرجع کا معنی ہے لوٹا ہوا یعنی مراد و مطلب) سُبْحٰنَ۔ اسم مفرد مصدر ہے بروزن شُکْرَان۔ باب نصر کا ایک ثلاثی مصدر ہے۔ بحالت فتحہ ہے کیونکہ مفعول مطلق ہے پوشیدہ فعل یُسَبِّحُوْنَ کا۔ تنوین سے مانع مضاف ہونا ہے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ ہے مرجع اللہ ہے واؤ عاطفہ جملہ تَعٰلٰى۔ فعل ماضی مطلق مثبت معروف باب تفاعل سے ہے عُلُوٌّ سے بنا ہے۔ بمعنی بلند ہونا بے عیب ہونا۔ پاک ہونا۔ یہاں مراد پاک ہونا۔ باب تفاعل اکثر دو طرفہ مقابلے کیلئے ہوتا ہے مگر یہاں مبالغہ کیلئے ہے اس لئے کہ جیسے دو طرفہ کام کے برابر ایک طرف اتنا ہی کام ہو جائے تو ڈبل ہو جاتا ہے اور ڈبل میں مبالغہ ہے۔ اسی معنی میں یہاں مستعمل ہے یعنی سارے بلندوں سے بلند۔ اس کا فاعل ھُوَ ضمیر مستتر کا مرجع اللہ ہے عَنْ جارہ تجاوز زوال کیلئے مَا اسم موصول مجرور ہے عن سے یُشْرِكُوْنَ باب افعال کا فعل مضارع اِشْرَاکٌ مصدر ہے شرک سے بنا ہے۔ بمعنی بت پرستی۔ ھُمْ ضمیر مستتر مرجع ذہنی ہے مراد کفار مکہ ہیں۔ یُنَزِّلُ نَزْلٌ سے ہے باب تفعیل کا فعل مضارع مثبت معروف واحد مذکر غائب مصدر ہے تَنْزِیْلٌ ھُوَ پوشیدہ اس کا فاعل ہے اس ضمیر کا مرجع ہے اللہ تعالیٰ الف لام عہدی مَلٰٓئِكَۃ اسم جمع مکسر منصرف ہے واحد ہے مَلَکٌ بمعنی فرشتے بحالت نصب ہے مفعول بہ ہے یُنَزِّلُ کا۔ ب جارہ بمعنی مع ...... الف لام عہد ذہنی رُوْحٌ اسم مفرد جامد بمعنی جان غیبی چیز۔ وحی (قرآن) جبرائیل۔ یہاں مراد وحی ہے امر اسم مفرد جامد بمعنی الحکم ہٖ ضمیر واحد مذکر کا مرجع

اللہ تعالیٰ۔ یہ جار مجرور متعلق دوسرے یُنَزِّلُ کا عمل، جارہ بمعنی فوقیت۔ مَنْ اسم موصول واحد مذکر یَشَاءُ۔ باب فتح کا فعل مضارع مثبت معروف واحد مذکر غائب ھُوَ ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے جس کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے۔ شَیءٌ سے بنا ہے بمعنی چاہنا۔ ارادہ کرنا۔ پسند کرنا۔ مِنْ جارہ تبعیضیہ ۔ عِبَادِ اسم جمع مکسر ہے عَبْدٌ کی۔ مضاف ہے ہ ضمیر واحد مذکر مضاف الیہ ہے جس کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے یہ جار مجرور متعلق ہے یَشَاءُ کا اور وہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا موصول مَنْ کا اور وہ جار مجرور متعلق ہے دوم یُنَزِّلُ کا اَنْ اَنْذِرُوْا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ۔ یہاں ناصبہ نہیں بلکہ مشبہ ہے لغو ہے حرف مشبہ لغو ہے عمل میں کیونکہ مخفف کیا گیا ہے بوجہ ثقل کے دراصل تھا اَنَّہٗ اَنْذِرُوْا باب افعال کا امر ہے جمع مذکر حاضر انتم ضمیر اس میں پوشیدہ ہے جس کا مرجع عباد ہے مصدر ہے انذار بمعنی ڈرانا خوف دلانا۔ نَذْرٌ سے بنا ہے بمعنی ڈرنا مرعوب ہونا دہشت زدہ ہونا اس اَنْذِرُوْا کی وجہ ان کو مخفف کیا گیا انہ ان حرف تحقیق درمیان کلام میں ہے اس لیے ہمزہ کے فتحہ سے ہے ہ ضمیر واحد مذکر اس کا اسم ہے منصوب متصل ہے مگر یہاں ضمیر شان ہے اس لیے اَنْ لغو مانا گیا ہے مگر یہ غلط ہے ضمیر شان سے ان مخفف کا لغو کرنا ضروری نہیں ہے لَآ حرف نفی جنس اِلٰہَ اسم مفرد جامد بمعنی معبود۔ عبادت کے لائق سمجھا ہوا۔ بحالت نصب ہے۔ اسم ہے لَآ کا۔ اِلَّآ حرف استثنا بمعنی سوا اَنَا ضمیر واحد متکلم مجرور منفصل کیونکہ۔ مضاف الیہ ہے قائم مقام اِلَّا سوا اسم مضاف کے مرکب معنوی حکمی۔ خبر ہے لَآ کی وہ شبہ جملہ ہو کر خبر ہے اَنَّ کی اور وہ جملہ اسمیہ ہو کر مفعول بہٖ ہے اَنْذِرُوْا کا اور وہ جملہ فعلیہ ماقبل کا مفعول بہٖ فَ تعقیبیہ سببیہ بمعنی لہٰذا اِتَّقُوْا۔ باب افتعال کا امر حاضر معروف صیغہ جمع مذکر ہے۔ دراصل تھا اِتْتَقِیُوْا مادہ کی تْ کو مصدر کی تَ میں مدغم کیا۔ یَ پر ضمہ بوجہ ثقل تھا ضمہ ماقبل کو دیا تو دو ساکن جمع ہو گئے واؤ اور یَ۔ واؤ گر نہیں سکتی کیونکہ علامت جمع ہے لہٰذا یٰ کو گرا دیا۔ تَقیٰ یا تقوٰی سے بنا ہے بمعنی بری چیزوں سے بچنا۔ پرہیزگار ہونا۔ یہاں دوسرے معنی میں ہے یعنی نافرمانیٔ رب سے ڈرو کہ اس کی ممنوع چیزوں سے پرہیز کرو۔ نِ۔ نون وقایہ یٰ محذوف ضمیر متکلم۔ اس کی نشانی ہے کسرۂ نون مفعول بہٖ ہے۔ خَلَقَ فعل ماضی مطلق مثبت معروف باب نصر سے خَلْقٌ سے بنا ہے بمعنی پیدا کرنا نیست سے ہست کرنا۔ الف لام استغراقی سَمٰوٰتِ اسم جمع مؤنث سالم واحد ہے سَمَاءٌ نام جنسی ہے بلند کروں کا۔ واؤ عاطفہ۔ اَلْاَرْضَ معطوف۔ سَمٰوٰت معطوف علیہ کا۔ الف لام استغراقی اَرْضَ اسم مفرد مؤنث لفظی ہے۔ معطوف عبارت بحالت نصب ہے کیونکہ مفعول بہٖ ہے خَلَقَ متعدی بیک مفعول کا۔ خَلَقَ کا مادۂ مصدر ہمیشہ متعدی بیک مفعول ہوتا ہے۔ بِ جارہ بمعنی مَعَ ہے یا بِ سببیہ ہے الف لام عہدی حَقّ اسم مفرد جامد ہے مجرور ہے بِ جارہ سے متعلق ہے۔ خَلَقَ کا۔ حَقّ بمعنی مضبوط۔ مفید۔ واقع موجود۔ سچا۔ کارآمد۔ حقیقت واقعی۔ یہاں ہر معنی درست ہے تَعٰلٰی۔ فعل ماضی مطلق صیغہ واحد مذکر غائب۔ اوّل کی تْ مادہ اصلیہ نہیں ہے عُلُوٌّ سے بنا ہے بمعنی پاک ہونا۔ بے عیب ہونا۔ علیحدہ ہونا۔ بلند ہونا۔ باب تَفَاعُلٌ سے ہے عَنْ جارہ تجاوز دوالی کیلئے ہے۔

مَا اسم موصول یُشْرِکُوْنَ ۔ باب اِفعال کا مضارع ۔ جمع ۔ مذکر غائب ۔ اِشراک مصدر ہے ۔ خَلَقَ ماضی مطلق متعدی ہے بیک مفعول ۔ خیال رہے کہ جس میں فعل معاتی یا تمثیلی یا تشبیہی خیال نہ ہو متعدی بیک مفعول ہوتا ہے دوسرا مفعول تشبیہ یا تمثیل یا صفت سے ہوتا ہے الف لام جنسی انسان ۔ اسم جنس ہے مذکر مؤنث واحد جمع سب کو شامل ہوتا ہے ۔ اَنَسٌ یا اُنْسٌ سے بنا ہے ۔ بمعنی محبت کرنا ۔ یا بھولنا بحالت نصبہ ہے ۔ مفعول بہ ہے خَلَقَ کا مِنْ جارہ تعلیلیہ یا بیت مادی سے ہے نُطْفَۃٍ اسم مفرد جامد بمعنی صاف پانی بدبودار مادہ ۔ قطرہ ۔ مراد ہے مذکر مؤنث مادہ منویہ ۔ مجرور نکرہ ہے ۔ متعلق ہے خَلَقَ کا ۔ فَ تعقیبیہ تعبیریہ بمعنی ثُمَّ یا تراخی اِذَا ۔ اسم ظرف زمانی مفاجاتیہ ہے ۔ بمعنی اچانک تو اسی وقت ۔ تب تو ۔ پھر اس وقت ۔ یہاں پہلے معنی درست ہیں ۔ ھُوَ ضمیر منفصل ہے مبتدا ہے اس کا مرجع اِنْسَان ہے خَصِیْمٌ اسم صفت مشبہ ہے بروزن فعیل ۔ بحالتِ رفع ہے خبر ہے مبتدا ما قبل کی ۔ اور موصوف ہے مابعد کا ۔ خصم سے بنا ہے ۔ بمعنی جھگڑا کرنا ۔ لڑنا ۔ ناز نخرے دکھانا ۔ اس کی جمع اَخْصَاءٌ یا خصمان یا خُصَّام ہوتی ہے مُبِیْنٌ ۔ باب افعال کا اسم فاعل صیغہ واحد مذکر بَیْنٌ سے بنا ہے ۔ بمعنی ظاہر ہونا ۔ روشن ہونا ۔ سامنے ہونا ۔ باب افعال میں متعدی ہوا ۔ ترجمہ ہے صاف صاف کھل کر بات کرنا ۔ ظاہر ظہور ہوتا ۔ بحالت رفع ہے صفت ہے خَصِیْمٌ کی

تفسیر عالمانہ اَتٰۤی اَمْرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ سُبْحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۔ یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖۤ اَنْ اَنْذِرُوْۤا اَنَّہٗ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۔ اے بربادیوں ہلاکتوں کی جلد بازی کرنیوالو کم عقلو ۔ بس اللہ تعالیٰ کا اٹل فیصلہ تمہارے بارے میں آ ہی گیا کہ ابھی آئندہ تمہارے ساتھ دنیا و آخرت میں کیا ہونیوالا ہے ۔ لہٰذا جلدی نہ مچاؤ اس عذاب میں جو ہمارے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگی خبر دی ہے ۔ کبھی کسی نے اپنی ہلاکت کی بھی جلدی مچائی ہے ؟ رہا کافروں کا یہ خیال کہ ان کے بت اور چاند سورج ستارے جھوٹے معبود اُن کو دنیا کی ہلاکت قبر کے عذاب اور آخرت کی سزا سے بچالینگے تو یہ اُن کی نادانی و حماقت ہے اسلئے کہ یہ نبی اور اُن کی خبریں اور کفار کی ہلاکت جس رب کی طرف سے ہے وہ اللہ ہر کمزوری ہر عیب اور ہر کمی سے پاک اور طاقت و قوت ہیبت و جبروت میں اُن تمام سے بلند و بالا و اعلیٰ ہے جن کو یہ بدنصیب کافر اس جبار قہار اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں کفار کی یہ جلد بازی اس لیے ہے کہ وہ ہمارے حبیب محمد مصطفیٰ کے نبی ہونیکے منکر ہیں اور اعتراض یہ ہے کہ اللہ نے صرف ایسے آدمی کو ہی نبی بنانا تھا جو خاندانی اعتبار سے یتیم ہے مالی اعتبار سے غریب ہے اور قومی اعتبار سے کسی کا سردار نہیں ۔ کیا یہ سردارانِ مکہ نبوت کے قابل نہ تھے ۔ اگر اللہ نے نبی بنانا تھا تو ان کو بناتا تاکہ تمام ماتحت لوگ اِن کی بات مان کر مومن بنجاتے اور کسی کو عار بھی نہ ہوتی کہ ہم ایک اپنے سے چھوٹے

اور یتیم کی بات کیوں مانیے کیا ان کفار کو یہ سمجھ نہیں کہ اللہ نازل فرماتا ہے بہت معزز فرشتے کو روح ملکوتی جان لاہوتی وحی الٰہی پیغام ربانی کے ساتھ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہو جیسا ہے۔ جو اس امانت الٰہیہ کے بار گراں کو اٹھانے کے لائق ہو اسی کو اپنی نبوت اپنے پیغام کلام سے نوازتا ہے۔ یہاں سرداری یا دولت و ثروت کا کام نہیں مقصد نبوت تو فقط یہ ہی ہے کہ اے گروہ رسولاں تم غافلوں سرکشوں کافروں کو اس طرح سے ڈراؤ کہ انہیں سمجھ آجائے کہ اصل شرک تو نئے شرک کرتے پھرتے ہیں لیکن حقیقت یقینیہ یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو چاہیئے کہ ہر حال اور زندگی کے ہر لمحے میں مجھ سے ہی ڈریں کسی اور سے ڈرنے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ بعض نے فرمایا کہ اتیٰ فعل ماضی بمعنی مستقبل اس لیے لایا گیا کہ چونکہ امر الٰہی بشکل قتال و عذاب آنا یقینی ہے اس لیے گویا آہی گیا یُنَزِّلُ مشہور قرأت ہے مگر ایک قرأت میں تُنَزَّلُ ہے۔ تو معنی ہوگا اترتے ہیں ملائکہ از تفسیر کبیر مگر یہ درست نہیں کیونکہ علیٰ مَنْ یَشَاءُ کے خلاف ہے دو وجہ سے نمبر ۱ یہ کہ ملائکہ جمع ہے۔ یشاءُ واحد ہے اور بقاعدۂ نحویہ جب فاعل غائب ہو تو فعل مطابق فاعل آتا ہے۔ نمبر ۲ یہ کہ ملائکہ اپنی مشیت سے نازل نہیں ہو سکتے۔ اس لیے پہلی قرأت درست ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مشیت اور چاہت سے نازل فرماتا ہے۔ نیز صحیح تر ہے کہ ملائکہ اگرچہ جمع ہے مگر مراد فقط جبرائیل ہیں اس لیے کہ جبرائیل سردار ملائکہ ہیں اور اہل عرب کی وضاحت ہے کہ عظمت شان یا قوت ذات بتانے کیلئے جمع بولکر واحد مراد لیا جاتا ہے جیسے باری تعالیٰ کیلئے جمع متکلم۔ بعض نے فرمایا کہ امر سے مراد صرف وحی نہیں ہی روح سے مراد صرف کلام الٰہی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا ہر فیصلہ مراد ہے اس لیے ملائکہ سے مراد بہت سے فرشتے ہیں۔ روح سے مراد صحیح یہ ہے کہ صرف کلام اللہ ہے۔ اس لیے کہ کلام الٰہی بھی کائنات کیلئے مثل جان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں نے اس سے مضبوط تعلق جوڑا وہ قبروں میں بھی زندہ اور حاجت روا۔ اور جن لوگوں نے اس کلام خداوندی سے منہ موڑا وہ چلتے پھرتے بھی مردہ ہیں۔ بعض نے کہا کہ ملائکہ جمع کیلئے ہی ہے اور روح سے مراد جبرائیل ہیں۔ ب بمعنی مَعْ ہے۔ یعنی فرشتے اترتے ہیں جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ خیال رہے کہ قرآن مجید میں چار چیزوں کو روح کہا گیا نمبر ۱ جسمانی جان کو اور یہی اصلی معنی ہیں نمبر ۲ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو۔ نمبر ۳ جبرائیل علیہ السلام کو نمبر ۴ کلام اللہ توریت انجیل زبور قرآن پاک وغیرہ کو۔ حضرت جبرائیل اکثر مواقع پر فرشتوں کے لشکر کے ساتھ آتے تھے۔ جیسے سابقہ امتوں پر عذاب اور انبیاء کرام پر بشارتوں کے وقت جنگ بدر میں اور بہت دفعہ خاص آیت کی وحی کے وقت روایت ہے کہ سورت فاتحہ اور اخلاص۔ سورت محمد کو جبرائیل آئیں۔ ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ لاتے۔ جو وحی بالواسطہ آتی ہے اس کو وحی جلی کہا جاتا ہے۔ اس کی ترتیب نزول اس طرح کہ اللہ تعالیٰ سے جبرائیل علیہ السلام کو ملی اور بذریعہ جبرائیل انبیاء کرام کو اس لیے فرشتے اور انبیاء معصوم ہوئے گمراہی کذب و ملاوٹ کرنے

کرنے یا رد و بدل پر قادر ہی نہیں ہوتے۔ فَاتَّقُوْنِ فرما کر یہ بتایا گیا کہ وحی نبوت ایمان اعمال کا مقصد تقویٰ حاصل کرنا اور خوف خداوندی ہے تقوے کے بغیر ایمان و اعمال سب بیکار۔ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ۔ وہی اللہ جل مجدہٗ شان الٰہیہ کے لائق ہے کیونکہ اس نے پیدا کیا ہے۔ آسمانوں اور زمینوں کو ایسی درستگی سے کہ آسمان و زمین اور ان کی تمام چیزیں شکل و صورت بناوٹ مضبوطی اور طریقہ ہر کارکردگی میں مسلسل ایک ہی طریقہ پر نہایت عمدگی سے ہزاروں فائدے پہنچاتے ہوئے حقانیت کے ستم قائم نہ ٹوٹ پھوٹ ہے نہ تساہل و تکاہل ہے۔ اور ہر چیز ہی اپنی زبان حال سے پکار رہی ہے کہ تَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ وہ خالق تعالیٰ بلند و برتر ہے ان تمام چیزوں سے جن کو یہ کافر اللہ کا شریک سمجھ بیٹھے ہیں خیال رہے کہ کبھی کسی دور میں کسی بزرگ ولی اللہ یا نبی اللہ کی پرستش نہیں ہوئی نہ کسی نبی ولی بزرگ کو اللہ کا شریک کہا گیا۔ ہاں البتہ بعض بزرگوں کے نام پر بنا دیئے بت بنا کر ان کی خیالی ہم شکل کو پوجا گیا۔ اس لیے اس قسم کی آیت میں عَمَّا يُشْرِكُوْنَ سے مراد صرف بت یا چاند سورج ہی مراد ہوتے ہیں جن بعض خبثاء نے اپنی اندھی تفسیروں میں انبیاء اولیاء بزرگان دین کو بھی اس میں شامل مانا ہے وہ محض ان کی ابلیسیت ہے۔ رب تعالیٰ نے یہاں پہلے ایک دعوے کا ذکر فرمایا کہ میں ہی معبود ہوں۔ اور مجھ ہی سے ڈرو۔ اب اس عبارت میں چار دلیلیں۔ مذکور ہیں دو یہاں اور دو اگلی آیت میں پہلی یہ کہ اس اللہ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا جس میں کسی کا ذرہ بھر دخل نہیں۔ جب کام میں کوئی شریک نہیں تو شان میں بھی کوئی شریک نہیں ہو سکتا اور چونکہ زمین کی چیزوں میں مٹی پتھر اور دھات کے بت بھی شامل اور آسمانی اشیاء میں چاند سورج ستارے شامل تو یہ خود مخلوق و محتاج ہوئے۔ دوسری دلیل۔ یہ کہ ساری مخلوق میں سب سے زیادہ سرکش انسان ہے اس کو بھی رب تعالیٰ نے ہی ایک نطفے سے پیدا کیا۔ جو نہایت ہی حقیر اور قابل نفرت چیز ہے۔ اس کمزوری میں اسی رب قدیر نے یہ قدرت پیدا کی کہ انسان نے اپنی ذہانت و فطانت سے زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے۔ جو انسان کامل پیدا ہونے کے بعد بھی چڑیا کے بچے سے بھی زیادہ کم عقل تھا وہی جب جوان ہوتا ہے تو ہر چیز کے سامنے خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ بن جاتا ہے۔ ہواؤں پر اس کا قابو فضاؤں سے وہ ٹکراتا ہے۔ درندے اس سے تھراتے ہیں۔ پہاڑوں کو توڑتا ہے۔ دریاؤں کو موڑتا ہے۔ پھر اتنی نعمت عظمت عزت کے باوجود ناشکرا اتنا کہ اپنے رب کے مقابل بھی اکڑتا ہے۔ اور بیوقوف اتنا کہ مٹی کے بتوں سے ڈرتا ہے۔

فائدے ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ **پہلا فائدہ**۔ قرآن مجید مومن کو ابدی زندگی اور روحانی زندگی عطا فرماتا ہے۔ لہٰذا جو شخص قرآن مجید سے مکمل تعلق جوڑیگا وہ قبر و حشر میں بھی صاحب تصرف با اختیار زندگی والا ہوگا۔ یہ فائدہ وحی کو روح فرمانے سے حاصل ہوا۔ کہ جس طرح روح جسم سے متعلق ہو تو جسم کو زندہ رکھتی ہے۔ اسی طرح قرآن مجید ارواح مومنین کو زندہ رکھتا ہے۔ **دوسرا فائدہ**۔ اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ ہر مسلمان پر فرض ہے۔ خاص کر

انبیاء کرام پیا وران کے آستانوں کے تعلیم یافتہ صحابہ کرام اولیاء اللہ اور علماء کرام پر مگر جاہل پر تبلیغ دین حرام ہے کہ وہ اپنی جہالت سے نہ جانے کیا کہتا پھرے۔ تبلیغ کرنے کے شوقین لوگوں کو پہلے قرآن مجید حدیث پاک اور فقہ کا علم حاصل کرنا چاہیے پھر جس طرح چاہے جس وقت چاہے تبلیغ کیلئے نکلے۔ یہ فائدہ یُنَزِّلُ (الخ) اور مِنْ عِبَادِہٖ فرمانے کے بعد اَنْ اَنْذِرُوْا فرمانے سے حاصل ہوا: جس بندے پر اللہ کی طرف سے علم روحانی نازل ہوا وہ لوگوں کو اللہ کے قانون سنانے دوزخ سے ڈرائے شرک کفر فسق سے بچائے ایمان قرآن کلمے نماز کی طرف بلائے۔

تیسرا فائدہ۔ معبود صرف وہ ہو سکتا جو خالق ہو لہٰذا کسی انسان حیوان وغیرہ کے آگے کسی قسم کا سجدہ کرنا حرام قطعی ہے۔ یہ فائدہ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ (الخ) فرماکر تعالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ فرمانے سے حاصل ہوا۔ مشرکین کے علاوہ وہ بدبخت پیر و مرید اس سے عبرت پکڑیں جو اپنے پیروں اور ان کی قبروں کو سجدہ کرتے ہیں۔

احکام القرآن ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں **پہلا مسئلہ**۔ دین کی باتوں۔ قرآن مجید کی آیتوں اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کلام الٰہیہ میں غور و فکر اور قیاس کرنا جائز ہے یہ مسئلہ خَلَقَ الْاِنْسَانَ (الخ) کے الفاظ اور شانِ نزول سے مستنبط ہوا کہ جب کفار مکہ کے ساتھ اُبَی ابن خلف کافر منکر قیامت ایک انسانی ہڈی لاکر معترض ہوا تو اس آیت سے نطفے پر قیاس غور و فکر کی دعوت دی گئی کہ جو رب تعالٰی نطفے کی بوند سے طاقت والا اتنا انسان بنا سکتا ہے وہ ان ہڈیوں کو دوبارہ گوشت پوست اور روح بھی دے سکتا ہے۔

دوسرا مسئلہ۔ شریعت کے تمام احکام قانونِ الٰہی پر جاری ہوتے ہیں اس لئے اکثر قرآن مجید میں قوانین کا ذکر فرمایا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود ہر جگہ مسلمانوں کو قدرتِ الٰہی پر ایمان لانا فرض واجب ہے یہ مسئلہ مِنْ نُّطْفَۃٍ فرمانے سے مستنبط ہوا کہ تمام انسانوں حیوانوں کو نطفے سے پیدا فرمانا مولٰی تعالٰی کی قانونی بات ہے مگر قدرت یہ ہے کہ آدم علیہ السلام و حضرت عیسٰی کو بغیر نطفے پیدا فرما دیا۔ لہٰذا معجزات و کرامات و خرقِ عادات قوتِ اولیاء اللہ پر اعتراض کرنا جہالت ہے۔

اعتراضات یہاں چند اعتراضات کئے جا سکتے ہیں **پہلا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا اَتٰی اَمْرُ اللہِ یعنی اللہ تعالٰی کا امر آگیا۔ پھر فرمایا گیا فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ اس کی طلب میں جلدی مت کرو مفسرین کے نزدیک ہٗ ضمیر کا مرجع امر ہی ہے تو پھر جلدی سے کیوں ممانعت ہے جب ایک چیز آ ہی گئی تو اب اس کی جلدی مچانے کا کیا مطلب اور ممانعت کیونکر درست ہوتی؟ جواب۔ اس کا جواب ہم نے اپنے ترجمے و تفسیر میں دیدیا کہ یہاں فعل ماضی، گزشتہ کی حکایت کیلئے نہیں بلکہ آئندہ کے یقین کیلئے۔ علم نحوی کے قانون کے مطابق ماضی کے صیغے کا ان دو طریقوں پر عام استعمال ہوتا ہے۔ ایک گزشتہ واقع کیلئے دوسرے آئندہ کے یقین کو بیان کرنے کے لئے۔ اس کو اردو میں ان لفظوں سے بولا اور لکھا جاتا ہے کہ فلاں چیز ایسی یقینی ہے کہ گویا آ ہی گئی۔ لہٰذا اب اعتراض ختم ہوگیا **دوسرا اعتراض**۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ قرآن مجید

ہیں کہیں جگہ صرف انسان کو نطفے سے پیدا کرنے کا ذکر فرمایا گیا ہے جیسا کہ یہاں۔ حالانکہ تمام حیوانات ہی نطفے سے پیدا ہوتے ہیں جواب اس کی دو وجہ ہیں ایک یہ کہ انسان تمام حیوانی مخلوق میں اتنی کمزور مخلوق ہے کہ ولادت کے بعد بھی دو ڈھائی ماہ تک مثل نطفے اور لوتھڑے کے بے شعور بے عقل اور ہر طرح ناسمجھ رہتا ہے بخلاف دیگر حیوانات کے کہ وہ پیدا ہوتے ہی صرف چلنے پھرنے بھاگنے پھاندنے لگ پڑتے ہیں بلکہ ان کا شعور ہر طرح بیدار ہو جاتا ہے۔ مثلاً بچہ مرغی یا بطخ کا انڈے سے نکلتے ہی دوڑنے لگتا ہے اور بلی سے ڈرنے لگتا ہے۔ ماں کے پروں میں چھپنے لگتا ہے۔ دانے دنکے کو سمجھتا ہے۔ نا کھانے والی چیز دنکا بھی شعور رکھتا ہے کنکری پر منہ نہیں مارتا۔ ۲۔ دوم یہ کہ انسان ہی وہ مخلوق ہے جس کو تکبر اور غرور ہوتا ہے۔ اور تکبر کی بنا پر اصلیت کو بھول جاتا ہے۔ اس لیے اس کو بار بار اصلیت یاد کرائی گئی

تفسیر صوفیانہ اَتٰۤی اَمۡرُ اللّٰہِ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡہُ ؕ سُبۡحٰنَہٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ ۞ یُنَزِّلُ الۡمَلٰٓئِکَۃَ بِالرُّوۡحِ مِنۡ اَمۡرِہٖ عَلٰی مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِہٖۤ اَنۡ اَنۡذِرُوۡۤا اَنَّہٗ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوۡنِ ۔

آگیا باطن میں اللہ کا امر جو شانِ اعظم ہے رب تعالیٰ کی ساری قدرتوں کا جس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ لہٰذا اب شاہکار قدرتِ الٰہیہ قیامت وعذابِ اخروی ومشاہدۂ حشر کی جلدی نہ کرو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَنَا وَالسَّاعَۃُ کَہَاتَیۡنِ۔ میں اور قیامت ان دو جڑی ہوئی چھوٹی بڑی ملی ہوئی دو انگلیوں کی طرح ہیں۔ یعنی کوئی زیادہ فاصلہ نہیں۔ نفسانیتِ انسانی اپنے خالق تعالیٰ کو جس نقشے میں سوچتی ہے اور اسی کو مشاہدۂ ذات سمجھنے لگتی ہے وہ سب گمراہی اور شیطانی تخیلات ہیں باری تعالیٰ ان سے پاک ومنزہ ذاتِ وحدت ہے۔ وہی مطلوبِ کائنات اپنے مشتاق کے جوار میں مخلوقِ نورانی کو حیاتِ ابدی کی نعمتیں دیکر اپنے امرِ ازلی سے اپنے بندوں میں سے جس کے پاس چاہتا ہے تا قیامِ قیامت بھیجتا ہے۔ یہی معرفت ومشاہدۂ حقیقی ہے۔ ان خواص بندوں کی ملازمت یہ ہے کہ عاموں جاھلوں کو اس طرح ڈرائیں سمجھائیں کہ صرف رب تعالیٰ کے مشاہدے میں بیٹھو اس کے سوا کوئی بھی معبودیت کے لائق نہیں ہے اس کی صورتِ سرمدی سارے جہانوں میں جاری ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں لہٰذا ہر آن قبض وبسط شام وسحر زمین وزمان میں مجھ ہی سے ڈرو۔ کیونکہ سب بندوں کی تقدیر میرے ہی قبضہ وقدرت میں ہے۔ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ ؕ تَعٰلٰی عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ ۞ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ نُّطۡفَۃٍ فَاِذَا ہُوَ خَصِیۡمٌ مُّبِیۡنٌ ۞ کائناتِ انسانی میں۔ اسی اللہ خالق تعالیٰ نے آسمانِ نبوت اور زمینِ ولایت کو پیدا فرمایا۔ انتہائی درستی۔ مضبوطی۔ خوبصورتی اور حقانیت کے ساتھ۔ ان صنعتوں خلقتوں میں وہ رب تعالیٰ۔ تمام سے بلند وبالا عظمتوں رفعتوں والا ہے جن گھٹیا ناکارہ چیزوں سے یہ نفس کے بندے شیطان کے شریک سمجھتے ہیں۔ ان جھوٹے اور باطل بتوں میں کوئی اس کی مخلوق کی طرح نہیں پیدا کر سکتا۔ اس باری تعالیٰ نے تو نطفے کی معمولی چھینٹ سے انسان کو پیدا فرما دیا۔ جو آج رب کی دی ہوئی قوتوں کے بل بوتے پر اپنے ہی خالق تعالیٰ کی مخالفت میں ظاہر ظہور مقابلے باز بن گیا ہے صرف نا کرم

فرماتے ہیں کہ انسان میں تمام مخلوق حیوان کے صفات موجود ہیں چنانچہ چرندوں کی شہوت۔ درندوں کا غضب شیطانی صفت وہم وحسد۔ حرام جانوروں کی صفت نخش افعال جنات کی صفت تخریب کاری و مکاری و جاسوسی۔ اور ملائکہ کی صفت عقل انسان میں پیدا کی گئی۔ ان میں بدترین شہوت ہے۔ پھر درندگی اور پھر وہمیات کا درجہ ہے۔ ہر انسان خَصِیۡمٌ مُّبِیۡنٌ ہے مومن نفس امارہ سے جھگڑا کرتا اور کافر قلب شکر گزار سے لڑتا ہے۔ مومن تقدیر سے لڑتا ہے اور تقدیر بدلوا لیتا ہے کافر تدبیر سے لڑتا اور تقدیر کے آگے بے بس ہو جاتا ہے حقیقی مومن کی گیارہ صفات ہیں ۱ خدا کی معرفت ۲ نیکی و بدی کی معرفت ۳ حقوق کی معرفت ۴ والدین کی معرفت ۵ صلہ رحمی ۶ غصے پر قابو ۷ صدقہ رحم ۸ گناہوں سے پرہیز ۹ مصائب ۱۰ شکر رأں ۱۱ مومن ظاہر یا باطن میں مظلوم ہوتا ہے اس لیے اس کی بدعا سے بچنا چاہیئے۔ یہ سب شانیں مومن کو نا نتوں پر عمل سے ملتی ہیں۔ کامل وہ ہے جو خود سے بے خبر ہو ظاہر خود کو جان لینے سے نہیں ظاہر کو تو جانور بھی جانتا ہے۔ بھوک پیاس غضب شہوت کو سمجھنا حیوانی ادراک ہے انسان تو جوہر انسانیت کی باطنی معرفت کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔

★

وَالۡاَنۡعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمۡ فِيۡهَا دِفۡءٌ وَّمَنَافِعُ

اور جانور پیدا کیا اُن کو بیئے تمہارے میں ان سردی سے بچاؤ اور نفع بہت

اور چوپائے پیدا کئے اُن میں تمہارے لیے گرم لباس اور منفعتیں ہیں۔

وَمِنۡهَا تَاۡكُلُوۡنَ ۖ وَلَكُمۡ فِيۡهَا جَمَالٌ حِيۡنَ

اور سے انہی گوشت کھاتے ہو اور لیے تمہارے بیں اُن شان و شوکت ہے

اور اُن میں سے کھاتے ہو اور تمہارے لیئے اُنہیں تجمل جب

تُرِيۡحُوۡنَ وَحِيۡنَ تَسۡرَحُوۡنَ ۖ ۝۶ وَتَحۡمِلُ

جس وقت شام کو لاتے اور جس وقت صبح کو چراتے ہو اور کچھ جانور اٹھاتے ہیں

انہیں شام کو واپس لاتے ہو اور جب صبح چرنے کو چھوڑتے ہو اور وہ تمہارے

اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا

بوجھ تمہارے شہر کے کہ نہ تھے تم پہنچنے والے جہاں مگر

بوجھ اٹھا کرلے جاتے ہیں ایسے شہر کی طرف

بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۷

سے محنت جانوں کی بے شک رب تمہارا البتہ مہربان رحم والا ہے

کہ اس تک نہ پہنچتے مگر ادھ مرے ہو کر بیشک تمہارا رب نہایت مہربان رحم والا ہے

وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَ

اور گھوڑے اور خچر اور گدھے اس لیے پیدا کئے کہ سواری کرو تم ان پر اور

اور گھوڑے اور خچر اور گدھے کہ ان پر سوار ہو اور

زِيْنَةً ؕ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۸ وَعَلَى اللّٰهِ

ہر حال میں اچھے اور پیدا کرتا رہتا ہے وہ چیزیں بھی جو نہیں جانتے تم اور پاس ہے اللہ کے

زینت کے لیے اور پیدا کئے جس کی تمہیں خبر نہیں اور بیچ کی

قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ؕ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ

مقصود راستہ اور سے انہیں راستوں میں ظلم والا بھی اور اگر چاہتا البتہ ہدایت

راہ ٹھیک اللہ تک ہے اور کوئی راہ ٹیڑھی اور چاہتا تو تم سب کو

اَجْمَعِيْنَ ۝۹ ع

دیتا تم سبکو

راہ پر لاتا

تعلق :۔ اِن آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق** پچھلی آیتوں میں انسان کی پیدائش کا ذکر ہوا جو اصل مقصودِ دنیا ہے۔ اب اِن آیتوں میں دوسری جاندار حیوانات مخلوق کی پیدائش کا ذکر ہے جو تابعِ انسان ہیں بلکہ انسان کے نفع کے لیے ہیں۔ **دوسرا تعلق :**۔ پچھلی آیت میں انسان کی سرکشی کا ذکر ہوا اب ان آیات میں اللہ کی اُن کریمیوں کا ذکر ہے جو بلا امتیاز ہر انسان کے لیے ہیں اور جس کی وجہ سے انسان کی عزّت و جمال ہے **تیسرا تعلق** پچھلی آیت میں انسان کی پیدائشی کمزوریوں کا ذکر ہوا کہ انسان جسمانی طور پر بہت کمزور ہے مگر نفسانی اور شیطانی طور پر بڑا طاقتور بنتا ہے اِن آیتوں میں بڑی طاقت والی مخلوق کا ذکر ہے جس کو انسانی خدمت کے لیے مسخّر اور مطیع کر دیا گیا۔

شانِ نزول :۔ ایک دفعہ مکہ مکرمہ کا ایک کافر بارگاہِ نبوت میں بڑے گستاخانہ انداز میں آیا جس کا نام اُبی ابن خلف تھا اور کسی مردہ انسان کی ایک پنڈلی کی ہڈی اُٹھا لایا اور بولا کہ کیا اللہ اس کو زندہ کر سکتا ہے۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے تو اُس کے رد میں بئیس آیتیں نازل ہوئیں از آیت ۴ تا ۲۳ جس میں بتایا گیا ارے احمق تو ہڈی کو زندہ کرنے پر حیران ہوتا ہے خود تجھ کو ایک محض قطرۂ نطفۂ انسان سے پیدا کیا اور اس طرح اتنے بڑے بڑے حیوان نطفوں سے پیدا کر دیئے۔ **تفسیر نحوی**

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ. وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ واو عاطفہ **انعام** اسم جمع مکسر منصوب واحد ہے نَعَم۔ لغوی ترجمہ۔ نعمت مفید چیز یا معاوضہ فائدہ مند عطا اصطلاح میں اونٹ کو نعم کہا جاتا ہے چار وجہ سے۔ ۱ اونٹ ساری دنیا میں پایا جاتا ہے۔ باقی جانور کہیں ہیں کہیں نہیں ۲ اونٹ سفر حضر کا ساتھی باقی جانور نہیں ۳ اونٹ میں انسان کی پوری زندگی کی ضروریات موجود ہیں باقی میں نہیں ۴ اور اونٹ اپنی غذا خود دیکھا کر لیتا ہے باقی جانور نہیں۔ اس لیے یہ ہی اصلی آرام دہ نعمت ہے باقی اس کے تابع بحالتِ نصب ہے مفعول بہ ہے ماقبل فعل پوشیدہ خلق کا انعام سے مراد گھریلو جانور ہیں نہ کہ جنگلی وہ انعام نہیں ہیں صرف حیوان ہیں خَلَقَ فعل ماضی مثبت معروف ہُوَ ضمیر فاعل جس کا مرجع ہے اللہ تعالیٰ۔ یہ تفسیر ہے پوشیدہ فعل کی یا تعلیل یعنی وجہ ہے ھَا ضمیر واحد مؤنث منصوب متصل مفعول بہ ہے خَلَق کا لَکُمْ۔ لام جارہ نفع کا کُمْ ضمیر حاضر مذکر اس کا مرجع سارے انسان حاطب جار مجرور متعلق ہے خلق کا ۔ ایک قول میں لکم کا تعلق مابعد عبارت سے ہے یہ عبارت ختم ہو گئی اگلی عبارت نئی ہے۔ واللہ اعلم فی ظرفیہ مکانیہ ھَا ضمیر کا مرجع انعام جمع ہے بقاعدہ نحویہ غیر ذوی العقول کے لیئے واحد مؤنث کی ضمیر آجاتی ہے۔ دِفْءٌ اسم مفرد جامد اس کی جمع مکسر ہے اَدْفَاءٌ معنی ہے سردی کے لیئے گرم اون کھال وغیرہ جس سے ہزار قسم کے لباس بنتے ہیں واؤ عاطفہ منافع اسم جمع منتہی الجموع۔ واحد نفع ہے یا منفعۃ۔ یعنی فائدہ مند خواہ اپنی ذات سے یا اپنے ذریعے سے یہ دونوں معطوف علیہ و معطوف بحالتِ رفع ہیں فاعل ہیں پوشیدہ ثابتٌ یا موجودٌ کے فیھا جار مجرور اسی کے متعلق ہے واؤ ابتدائیہ مِن جارہ ھا کا مرجع انعام ہے تاکلون باب نصر کا فعل مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مذکر اَکْلٌ مہموز الفا سے بنا ہے یعنی کھانا نوش کر لینا اَنْتُم ضمیر اس کا فاعل پہلے مادہ مِنْھَا اس کا متعلق مقدم ہے۔ ولکم میں لکم جار و مجرور متعلق ہے اول پوشیدہ مُوجودٌ کا فِیْ جارہ ظرفیہ مکانیہ ھَا کا مرجع انعام

ہے جار مجرور متعلق مقدم ہے پوشیدہ اسم مفعول کا جَمَالٌ اسم مصدر ثلاثی ہے بروزن فعال ایک قول میں اسم جمع مکسر ہے جمل کا پہلے قول میں بمعنی خوبصورتی عزت و شان و شوکت امیری دولت مندی۔ کیونکہ مویشی سے انسان کو صحت خوبصورتی موٹی ملتی ہے اور عزت دولت مالک وتاجر کو ملتی ہے۔ دوسرے قول میں جمال بمعنی اونٹ ہے۔ عرب کی دولت زیادہ تر اونٹ ہی ہے۔ بحالت رفع نائب فاعل ہے پوشیدہ کا حِیْنَ اسم مفرد ظرف زمانی مبہم کے لیے یہ ہمیشہ کسی اسم یا فعل سے جڑ کر آتا ہے اگر ظاہراً اتصال نہ ہو باطناً ہوتا ہے اور وہی مابعد اس کا ابہام (پوشیدگی) دور کر کے اس کو معین کر دیتا ہے۔ ہمیشہ مضاف ہوتا ہے اس کی جمع ہے احیان یہاں بحالت نصب ہے ظرف ہے مقدم موجود پوشیدہ کا اور مضاف ہے مابعد کا تُرِيْحُوْنَ باب افعال کا فعل مضارع بمعنی حال صیغہ جمع مذکر حاضر اَنْتُمْ ضمیر مستتر کا مرجع الانسان یہی جملہ فعلیہ ہو کر مضاف الیہ حِیْنَ کا مصدر ہے اِرَاحۃ اور اِرَاحَۃٌ بمعنی جانور کو جنگل سے کھلا پلا کر آرام کے لیے گھر لانا رِیْحٌ سے بنا ہے بمعنی آرام دینا لینا اسی سے ہے راحت واؤ عاطفہ حِیْنَ اسم ظرف مبہم غیر معین بمعنی وقت سال ساعت یہاں دونوں جگہ پہلے معنی مراد ہیں۔ بحالتِ نصب کیونکہ عطف ہے پہلے حِیْنَ پر۔ تَسْرَحُوْنَ باب فتح کا فعل مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مذکر حاضر سَرْحٌ سے مشتق ہے بمعنی جانور کو چرنے کے لیے چھوڑنا جنگل یا چراگاہ میں یہ جملہ فعلیہ مضاف الیہ ہے حِیْنَ کا اور دونوں جملہ عاطفہ ہو کر ظرف ہے پوشیدہ اسم مفعول موجود کا وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ تَحْمِلُ باب ضرب کا فعل مضارع مثبت معروف صیغہ واحد مؤنث غائب۔ حَمْلٌ سے بنا ہے بمعنی بوجھ اٹھانا اسی سے حمل حاملہ۔ ھِیَ ضمیر واحد مؤنث کا مرجع انعام ہے اَثْقَالَ اسم جمع مکسر مفرد واحد ثِقْلٌ ہے۔ بمعنی بھاری سامان سخت چیز بحالت نصب ہے۔ مفعول بہ ہے تحمل کا مضاف ہے کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مجرور متصل مضاف الیہ ہے اس کا مرجع عام الانسان الی جارہ انتہاء غایت کے لیے ہے بَلَدٍ اسم مفرد جامد نکرہ اس کی جمع مکسر بلاد ہے مجرور ہے الی جارہ سے موصوف مابعد کا لَمْ تَكُوْنُوْا دراصل تکونون تھا لَمْ کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا فعل مضارع نفی جحد بلم بمعنی ماضی مطلق ناقصہ اَنْتُمْ ضمیر مستتر اس کا اسم ہے۔ بالغی۔ اسم فاعل صیغہ جمع مذکر باب نَصَرَ سے ہے بُلُوْغٌ سے بنا ہے بمعنی پہنچنا بحالتِ نصب ہے۔ کیونکہ خبر ہے فعل ناقصہ کی ضمیر واحد مذکر کا مرجع اثقال ہے دراصل تھا بَالِغِیْنَ نون اعراب والی اضافت کی وجہ سے گر گئی الاحرف استثنا لغو بمعنی لیکن عاطفہ استدراک کے لیے یا لکن مخفف ہے مشتق ہے لکی تعاب جارہ سببیہ شِقّ ایک قرأت میں شِقِّ پہلے قول میں اسم مفرد جامد ہے مصیبت محنت قدرت کے معنی میں ہے دوسری قرأت سے مصدر ہے بمعنی مشقت مجرور ہے بِ سے مضاف ہے

الْاَنْفُسِ اسم جمع مکسر مضاف الیہ ہے واحد ہے نفس بمعنی جان جسم بعض نے کہا شق بمعنی آدھا ہونا ہے اور یہ مرکب توصیفی ہے نہ کہ اضافی ترجمہ ہے آدھی جان سے یہ مرکب اضافی مجرور ہوا اور جار و مجرور متعلق ہے پوشیدہ بالغین اسم فاعل جمع مذکر کا اور وہ جملہ اسمیہ ہو کر حال ہے بالغیہ کا انتم ضمیر مستتر فاعل کا اِنَّ حرف تحقیق رَبَّ اسم مفرد جامد مبالغہ کے معنی میں ہے یعنی بہت پالنے والا منصوب ہے اسم ہے اِنَّ کا مضاف ہے کُمْ اس کا

مضاف الیہ۔ لام مفتوحہ ابتدائیہ زائدہ۔ رَءُوْفٌ اسم فعل صفت مشبہ کا صیغہ ہے بروزنِ فعول۔ رأفتہ سے بنا ہے بمعنی نیک بندوں کو شفقت سے بچانا اچھے کو محبت و مہربانی سے نوازنا۔ بحالتِ رفع ہے خبر اوّل ہے اِنَّ کی رَحِیْمٌ صفت مشبہ رَحْم سے بنا ہے بمعنی ہر نیک و بد کو مہربانی اور سہولت دینا۔ اور ترس کرنا۔ مشقت میں نہ ڈالنا۔ بحالتِ رفع ہے خبر دوم ہے۔ اِنَّ کی

وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ؕ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ؕ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ۔

واؤ عاطفہ معطوف علیہ پہلے خَلَقَ کا مفعول بہ انعام الف لام جنسی خیل اسم مفرد جامد اس کی جمع ہے اخیال اور خیول بمعنی گھوڑا۔ واؤ عاطفہ الف لام جنسی۔ بِغَال۔ اسم جمع مکسر۔ واحد ہے بَغْلٌ بمعنی خچر واؤ عاطفہ الف لام جنسی حَمِیْر اسم جمع مکسر ہے۔ اس کا واحد ہے حِمَارٌ۔ یہ تینوں معطوف سبب ہیں مابعد کا۔ لام کے سببیہ۔ تَرْکَبُوْ فعل مضارع مثبت معروف باب نصر صیغہ جمع مذکر حاضر۔ لام کئے نے جزم دیا اس کا نون اعرابی گر گئی۔ رَکْبٌ سے بنا ہے بمعنی سوار ہونا۔ اَنْتُمْ ضمیر جمع مذکر اس کا فاعل ہے۔ ھَا۔ ضمیر واحد مؤنث غائب اس کا مفعول بہ ہے جس کا مرجع یہ تینوں جانور ہیں یہ جملہ فعلیہ ہو کر سبب ہوا۔ مسبب سبب مل کر عطف ہے الانعام کی ضمیر خَلَقَھَا میں ھَا ضمیر پر۔ واؤ بر جملہ یَخْلُقُ باب نصر کا فعل مضارع بمعنی مستقبل معروف۔ آئندہ کی غیبی خبر ہے۔ بعض نے کہا یہ بمعنی حال ہے۔ کیونکہ بہت سی سواریاں ایسی بھی ہیں جن کی سواری ہونا اس وقت لوگوں کو معلوم نہ تھا جیسے ہاتھی یا دوسری مخلوق جنگلی یا دریائی مراد ہے مگر قول ضعیف ہے ھُوَ ضمیر اس کا فاعل جس کا مرجع اللہ تعالیٰ۔ مَا اسم موصول منصوب مفعول بہ ہے یَخْلُقُ کا لَا تَعْلَمُوْنَ باب سمع کا فعل مضارع منفی معروف صیغہ جمع مذکر حاضر اَنْتُمْ ضمیر فاعل یہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا موصول کا۔ اور وہ مفعول بہ ہے واؤ بر جملہ۔ عَلٰی جارہ وجوب کے لیے اللہ اسم مفرد جامد مجرور ہے علیٰ سے جار و مجرور متعلق ہے واجِبٌ پوشیدہ کے یا وَجَبَ فعل ماضی کے یا یَجِبُ فعل مضارع کے آخری قول کو ترجیح ہے قَصْدُ۔ اسم مصدر بمعنی مقصود۔ یعنی ارادہ کیا ہوا راستہ۔ مراد ہے سیدھا راستہ مضاف ہے مابعد کا یہ اضافت توصیفی اور تغلیبی ہے۔ جس سے تاکید و یقین کا فائدہ حاصل ہوا۔ دراصل ہے اَلسَّبِیْلُ القصد۔ الف لام جنسی سَبِیْل۔ بروزنِ فعیل صفت مشبہ ہے بمعنی بہت کھلا راستہ سُبُل سے بنا ہے۔ بمعنی راستہ بنانا۔ مجرور ہے مضاف الیہ مضاف ہے۔ یہ مرکب فاعل ہے پوشیدہ یَجِبُ کا واؤ بر جملہ۔ یا حالیہ۔ پہلی صورت میں علیحدہ نئی عبارت ہے دوسری صورت میں یہ جملہ حال ہے سَبِیْل کا مِنْ جارہ تبعیضیہ۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث مجرور متصل کا مرجع سبیل ہے۔ یہ جار و مجرور متعلق ہے موجودٌ پوشیدہ۔ اسم مفعول کے جَآئِرٌ باب سمع کا اسم فاعل واحد مذکر۔ جَوْرٌ سے مشتق ہے بمعنی ٹیڑھا ہونا۔ بھٹکنا۔ گھومنا۔ راستے سے ہٹا ہوا ہونا۔ غلط راہ۔ منزل سے دور کرنیوالا اسی سے ہے جَوْر بمعنی ظلم بحالتِ رفع ہے فاعل ہے پوشیدہ کا واؤ ابتدائیہ لَوْ حرف شرط شَآءَ باب سمع یا فتح کا فعل ماضی مطلق۔ ھُوَ ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی۔ لام ابتدائیہ جزائیہ ھَدٰی باب ضرب کا فعل ماضی مطلق ھُدٰی ناقص یائی سے مشتق ہے۔ بمعنی سیدھا راہ دکھانا منزل پہنچانا۔ یہاں دوسرے معنی میں ہے۔ ھُوَ ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے کُمْ ضمیر منصوب متصل اس کا مفعول بہ ہے۔ ھُوَ کا مرجع

اللہ تعالیٰ ہے اور کُمْ سب انسان۔ اَجْمَعِیْنَ اسم تاکیدی جمع مذکر۔ بحالت فتحہ ہے کیونکہ تابع تاکیدی ہے۔ کُمْ ضمیر کے

تفسیر عالمانہ

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ اللہ تعالیٰ ہی شانِ معبودیت کے لائق ہے کیونکہ اسی نے اے انسانوں تمہارے لیے تمام گھریلو جانور پیدا کئے اُن جانوروں کے جسموں میں سردی سے بچاؤ کے لیے ہزاروں قسم کے گھٹیا بڑھیا لباس ہیں۔ سستے سے سستا اور قیمتی سے قیمتی اور بے شمار نفع بخش فائدے ہیں۔ خیال رہے کہ انعام سے مراد چار قسم کے جانور ہیں۔ ۱۔ اونٹ نر و مادہ ۲۔ گائے نر و مادہ ۳۔ بکری نر مادہ ۴۔ بھیڑ نر مادہ۔ یہ جانور دنیا کے ہر خطے میں پل رہے جاتے ہیں۔ اِن کے علاوہ ان کی مختلف قسمیں ان کے ہی تحت ہو کر ان ہی میں شامل ہیں مثلاً بعض علاقوں میں بھینس نر مادہ اور دنبہ مینڈھا وغیرہ اونی جانور۔ بعض نے فرمایا کہ عام حلال جانور شامل ہیں بشرطیکہ گھریلو ہو۔ اس لیے انہوں نے مرغی نر مادہ کو بھی شامل مانا ہے۔ ان جانوروں میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیئے بارہ ۱۲ قسم کے فائدے پیدا فرمائے ہیں۔ ۱۔ گوبر سے کھاد اور ۲ ایندھن ۳۔ دودھ سے ہزاروں قسم کا کھانا ۴۔ پینا ۵۔ دودھ سے کی بین الاقوامی تجارت ۶۔ خون سے بہت سی اشیا بنتی ہیں اسی لیے اس کی تجارت جائز ہے اس کے ثبوت و تفصیل کے لیے ہمارا فتاوٰی العطایا اوّل ملاحظہ فرمایا جائے۔ ۷۔ خون سے کھاد بنتی ہے۔ ۸۔ جانوروں کی کھال سے جوتے اور برتن بنائے جاتے ہیں ۹۔ گوشت سے خوراک اور ہزاروں قسم کی دوائیاں بنائی جاتی ہیں ۱۰۔ چربی سے دوائیاں اور صابن اور بہت سے روغنیات بنائے جاتے ہیں۔ ۱۱۔ دانت سے بٹن اور مختلف پوڈر سفوف بنائے جاتے ہیں ۱۲۔ ہڈی سے ہزاروں چیزیں بنتی ہیں۔ غرضکہ ایک جانور سے لاکھوں فائدے ہیں۔ اِن ہی انعام میں سے کچھ جانور ایسے بھی ہیں جو صرف تم انسان کھاتے ہو۔ خواہ گھر پال کر مثلاً مرغی بطخ مچھلی وغیرہ خواہ شکار کر کے مثلاً حلال جنگلی جانور اور پرندے اور ان تمام ہی قسم کے پرندوں پرندوں چوپایوں میں کتنی شاندار خوبصورتیں خوشنمائیاں اور زیب و زینت اور جمال ہے جب تم صبح کو ان کے ساتھ نکلتے ہو اور شام کو اُن کے جھرمٹوں میں واپس آتے ہو۔ چرندوں کو صبح چرانے کے لیے پرندوں کی رونقیں دیکھنے کے لیے اور چوپایوں کو تجارت وغیرہ کے لیئے لے جاتے وقت اور شام کو چرا کر واپس لاتے ہوئے دودھ کے جانوروں کے دودھ دوہتے اور برتن بھرتے ہوئے ان جانوروں سے باغوں کی رونق گھر کی زینت اور ان کے ذریعے کمائی ہوئی دولت سے معاشرے میں عزت و جمال ان ہی میں کتنے ہی جانور بیل اونٹ وغیرہ وہ ہیں جو دن رات تمہارے خدمت باربرداری کے لیے ہر وقت حکم کے غلام بنے ہوئے تمہارے مال اور بوجھ ایک شہر سے دوسرے شہر لے جاتے ہیں۔ جس بوجھل سامان کو تم کبھی بھی آسانی سے نہ لے جاسکو۔ آج دنیا عقل میں کتنی ہی مشینیں بنا چکی ہے اور ہوائی جہاز بنا لیا اور چل چکے ہیں مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ کے پیدا فرمائے

ہوئے ان جانوروں کی کارکردگی کا مقابلہ کوئی مشین نہیں کر سکتی آج کے دور میں بھی بہت سے علاقے ایسے تو ہیں۔ جہاں سائنسی کوئی مشین موٹر بس ٹرک کام نہیں آسکتا مگر گھوڑے گدھے خچر ہر مقام پر کار آمد اور ضروری ہیں۔ آج اگر خدانخواستہ یہ جانور ختم ہو جائیں تو انسان کے کروڑہا وہ کام رک جائیں اور خود ساختہ مشینری ناکام ہو جائے کتنی عظیم نعمتیں ہیں جو بلا معاوضہ رب تعالیٰ نے انسانوں کے لیے پیدا فرمائیں۔ بے شک تمہارا رب البتہ بہت ہی شفقت فرمانے والا ہے کہ کس بے مثال طریقے سے اُسنے انسانوں کو ہزاروں مشکلوں مصیبتوں اور تکلیفوں سے ان حیوانات کے ذریعے بچالیا اور اتنے عظیم الجثہ جانوروں کو انتہائی کمزور سوکھے سڑے انسان کے قابو میں دے دیا اور وہ خالق تعالیٰ رحیم بھی ہے کہ کسی نعمت کا کوئی کرایہ خرچہ وغیرہ وصول نہیں فرماتا اور اتنے اتنے بڑوں جانوروں کو غریب تر انسانوں کو بھی عطا فرمادیا ہے کہ اگر یہ غریب لوگ بھی ذرا سی محنت کریں تو سینکڑوں جانوروں کے مالک بن جائیں اور محنت بھی کیا نہیں فقط تُرِيحُونَ اور تَسْرَحُونَ ورنہ رب تعالیٰ نے ان جانوروں کی خوراک کے دسترخوان تو خود ہی ساری زمین پر بچھا دیئے ہیں اگر انسانوں کو کھلانی پڑتی تو سمجھ آجاتی۔ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً ۚ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَائِرٌ ۚ وَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ۔ پیدا فرمایا اسی رب کریم نے گھوڑوں کو خچروں اور گدھوں کو صرف اس لیے کہ تم ان پر اپنی سیر تفریح یا ضرورت کے لیے سواری کرو۔ اور اُن سے زینت خوبصورتی ذاتی عزت خود بخود حاصل ہو جاتی ہے۔ ان حیوانات سے انسان کے جسمانی سفر اور راستے طے ہوتے ہیں کتنا کریم ہے وہ رب تعالیٰ جسنے دنیوی سیدھے راستوں کے ذریعے منزلوں پر جلدی اور باسہولت پہنچنے کے لیے کیسی شاندار اور سیدھی سادی سواری کیلئے خوبصورت گھوڑے مضبوط خچر اور سادہ بھولے بھالے مسکین طبع چھوٹے بڑے گدھے پیدا فرمائے اور اسی پر بس نہیں ان کے علاوہ بھی عجیب مخلوق پیدا فرمائے گا اور پیدا فرمائی ہیں جن کو تم انسان ابھی مکمل جانتے تک نہیں۔ مثلاً لوہے پیتل تانبے سلور سے مشینیں اور ان کے چلانے کے لیے آگ پانی پٹرول بھاپ دھواں وغیرہ۔ یہ سب کچھ اللہ کی مخلوق ہے انسان نے تو اپنی عقل سے صرف ان بکھری چیزوں کو جوڑ دیا ہے جس سے وہ اپنی پیدائش والے مقاصد کا کام کرنے لگ گئیں۔ اگرچہ یہ سب چیزیں اس وقت بھی زمین کے اندر پیدا موجود تھیں مگر انسان ان کی موجودگی کو یا اُن سے فائدے حاصل کرنے کو نہیں جانتا تھا۔ مَا لَا تَعْلَمُونَ کا اشارہ تین طرف ہے ۱۔ کچھ مخلوق وہ ہے۔ جو عالم میں موجود ہے اور تم انسانوں کی خدمت گزاری میں مشغول ہے مگر تم نہیں جانتے ۲۔ زمین کے اندر ہماری بہت سی مخلوق ایسی ہے جو آئندہ چل کر تمہارے لیے بہت مفید ہوگی مگر ابھی تم اس کو نہیں جانتے ۳۔ آئندہ کچھ چیزیں ایسی پیدا کی جائیں گی جو تم کو بہت مفید ہوں گی مگر تم نہیں جانتے۔ اِن آیت سے چوپایوں گھوڑوں وغیرہ کی پیدائش کا مقصد بیان ہوا کہ وہ صرف سواری وغیرہ کے لیے ہیں ان کو کسی اور طرح کھا پی کر ضائع نہ کرو نہ یہ کھانے کے لیے بنائے گئے۔ تمہارے گوشت خوری کی ضروریات کے لیے اتنے ڈھیر سارے انعام پیدا کر دیئے گئے ہیں۔ بس ان پر ہی کفایت کرو۔ یہ تو دنیوی راستوں

بی سہولت کا استعمال خلاف زہد تھا۔ جو رب تعالیٰ نے اپنے کرم سے پیدا فرمایا ہوا ہے اور بندوں کو اختیار دے دیا کہ جو چاہے دنیوی عیش آرام سہولت حاصل کرنے کے لیے ان چیزوں کو استعمال کرے اور جو چاہے سادھو۔ ہندو وغیرہ باطل مذہبوں میں پڑ کر ان کو چھوڑے رکھے اسی طرح وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے ایک بڑا سیدھا راستہ جو صاف اسی رب کی طرف جاتا ہے یہ راستہ بھی رب تعالیٰ نے پیدا فرمایا اور اُس تک لے جانے والے انبیاء کرام علیہم السلام بھی اُسی نے بھیجے یہ روحانی راستے دین وایمان شریعت و معرفت کے راستے ہیں۔ اے انسانو اپنی عقلوں سے دنیوی نعمتوں کو سمجھو اور سمجھ کر اللہ کو خالق معبود مانو اور اپنے قلبوں سے روحانی راستوں اور ان کی سہولت والے اعمال کرو۔ دنیا کے لیے انعام و خیل بغل ہیں آخرت کے لیے اعمال و نیک افعال پیدا کیے گئے ہیں۔ اور اس سیدھے راستے کے متعلق بار بار انبیاء کرام بھیج کر اس لیے سمجھایا جا رہا ہے کہ وَمِنْهَا جَآئِرٌ۔ اسی بڑی شاہراہ ایمان میں سے دائیں بائیں ابلیس و ابلیسی لوگوں نے بے شمار ٹیڑھے میڑھے حق سے دور ظالمانہ راستے نکال لیے ہیں۔ اپنے خدا داد اختیار اور ڈھیل سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں انپر نہ چل پڑنا ورنہ عذاب دائمی ہے۔ تم اپنی محبت سے سیدھا راستہ ہی اختیار کرنا اسی خود چلنے میں اجر عظیم و ثواب ہے۔ ورنہ اگر رب تعالیٰ چاہتا تو وہ خود ہی تم سب کو مثل ملائکہ ایمان کی ہدایت عطا فرما دیتا مگر پھر تم کو دنیا کی لذت زینت و جمال بھی نہ ملتا اور آخرت کی جنت کا مزہ بھی نہ ملتا۔ فائدے۔ ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ :- حیوانات انسانوں کی خدمت اور خوراک کے لیے پیدا کیے گئے۔ ان میں ذاتی کوئی افضلیت و شرافت نہیں۔ لہذا کسی جانور کی تعظیم کرنا یا ان کو متبرک سمجھنا یا ان کی پوجا کرنا سخت حماقت اور کبیرہ گناہ ہے سنا ہے کہ پاکستان بننے سے پہلے احراریوں نے قائداعظم مرحوم کی مخالفت کرتے ہوئے گاندھی کا ساتھ دیا اور گاندھی کو دہلی کی جامع مسجد میں بلایا تو جہاں سے گاندھی کی بکری گزرتی تھی احراری لوگ بکری کو جھک کر سلام کرتے تھے۔ یہ ہے کفر نوازی۔ بہر کیف جانور کی تعظیم حماقت وفضول ہے یہ فائدہ وَمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ فرمانے سے حاصل ہوا۔

دوسرا فائدہ :- جائز طریقے سے فیشن اور زینت اور خوبصورتی اختیار کرنا برا نہیں ہے۔ لہذا اچھے سے اچھا کپڑا پہننا اچھا گوشت وغیرہ کھانا اور خوبصورتی والی سواری پر بیٹھنا فضول خرچی نہیں۔ مسلمانوں کو اس کی اجازت ہے بشرطیکہ تکبر و غرور نہ پیدا ہو اور مرد عورت کا اور عورت مرد کا فیشن نہ کرے یہ فائدہ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ (الخ) سے حاصل ہوا۔

تیسرا فائدہ :- مسلمان علماء کو تبلیغ کرنا لازم ہے کوئی ہدایت حاصل کرے یا نہ کرے یہ نہ خیال کرے کہ فلاں ہدایت نہیں لے سکتا تو میں اب کو کیوں بتاؤں سمجھاؤں تبلیغ کروں ہدایت دینا رب تعالیٰ کا کام ہے وہ چاہتا تو سب کو ہدایت عطا فرما دیتا۔ یہ فائدہ وَلَوْ شَآءَ فرمانے سے حاصل ہوا۔ ہاں البتہ بیعت کرنے کے لیے شرط ہے کہ پہلے اس کو مسلمان ہونے پر مکمل تسلی و تشفی سے تیار کر لیا جائے۔ بعض دنیا دار پیری کا دھندا کرنے والے اب اس دور میں ہر شخص کو محض دولت مند

سمجھ کر مرید کر لیتے ہیں اور نہ گناہ سے روکتے ہیں نہ برائیوں سے بلکہ کافروں کو بھی بیعت کرکے اسلام کی طرف راغب نہیں کرتے اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ خود بھی پہلے اور نام نہاد مسلمان رہ جاتے ہیں۔ آجکل جو [illegible] اسی نرم رویہ کا اثر ہے۔ **احکام القرآن** ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ** گھوڑا کھانا حرام ہے۔ جن ائمہ نے اس کو حلال مانا ہے غلطی پر ہیں۔ یہ مسئلہ وَالْخَيْلَ ۔ کو بغال اور حمیر کے ساتھ ذکر کرنے اور مِنْهَا تَأْكُلُونَ سے علیحدہ کرنے سے مستنبط ہوا۔ نیز لِتَرْكَبُوهَا فرمانے سے اس کی پیدائش کا مقصد بیان کرکے بھی بتایا گیا کہ گھوڑا خچر اور گدھا کھانے کے لیے نہیں پیدا کیا گیا۔ **دوسرا مسئلہ** حلال جانوروں کی ہر چیز حلال نہیں ہے۔ چنانچہ پتہ مثانہ۔ آلہ پیشاب اور خصیے کھانا حرام ہیں۔ یہ مسئلہ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ کی مِنْ تبعیضیہ سے مستنبط ہوا گھوڑے کی حرمت بہت سی احادیث مشہورہ سے بھی ثابت ہے اس کا تفصیلی بیان اور مخالفین کے دلائل اور ان کا توڑ ہمارے فتاویٰ العطایا حصہ سوم میں ملاحظہ فرمایئے **اعتراضات**۔ یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔ **پہلا اعتراض**۔ یہاں دِفْءٌ یعنی لباس کا ذکر پہلے کیا گیا اور تَأْكُلُونَ یعنی کھانے کا ذکر بعد میں کیا گیا حالانکہ کھانا زیادہ اہم ہے اور کھانے کا ہر انسان محتاج ہے۔ لباس کے بغیر زندگی گزر جاتی ہے۔ اور عام طور پر تقدم سے اہمیت کا اشارہ ہوتا ہے۔ **جواب**۔ اول تو یہاں اہمیت کے اظہار کے لیے یہ تقدم نہیں ہے۔ اگر ہو بھی تو اہمیت کئی قسم کی ہے۔ یہاں یہ اہمیت ہے کہ لباس میں اظہار ہوتا ہے لباس دیر تک رہتا ہے اور پھر لباس اونی اور چمڑے وغیرہ کا ہر شخص پہنتا ہے۔ جب کہ بعض قومیں گوشت نہیں کھاتیں۔ اظہار شان وخوبصورتی لباس میں ہی ہوتی ہے۔ نہ کہ خوراک میں **دوسرا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ مِنْهَا کے تقدم نے حصر پیدا کیا اور ترجمہ ہوا کہ ان جانوروں میں سے ہی کچھ کھاتے ہو حالانکہ ان چارپایہ جانوروں کے علاوہ بھی انسان بہت سے گوشت پھل سبزیاں کھاتا ہے تو یہ حصر کیونکر درست ہوا۔

جواب۔ اکثریت انسانوں کی عادتاً روزمرہ گھریلو چوپایوں کا گوشت ہی کھاتی ہے۔ مرغی بطخ اور شکاریات عام عادت میں شامل نہیں بلکہ کبھی کبھی مزید لذت کے لیے۔ اسی طرح فروٹ۔ اور سبزیاں ہیں۔ بعض نے جواب دیا کہ یہ حصر کھانے کا نہیں بلکہ جانوروں کا ہے۔ اور ترجمہ اس طرح ہے کہ ان میں سے کچھ صرف کھائے ہی جاتے ہیں جن کو تم صرف کھاتے ہی ہو۔ ان سے لباس کا یا سواری کا نفع نہیں ہے۔ **تیسرا اعتراض**۔ یہاں تُرِيحُونَ کو پہلے اور تَسْرَحُونَ کو بعد میں بیان کرنا درست نہیں ہے اس لیے کہ صبح کو چرنے کے لیے جانا پہلے ہوتا ہے یعنی تَسْرَحُونَ پہلے ہوتا ہے اور تُرِيحُونَ یعنی شام کو واپسی بعد میں ہوتی ہے۔

جواب۔ اس بیان سے مراد اظہار شان ہے صبح جانور بھوکے پیاسے اور خالی دودھ جاتے ہیں تو جانوروں کی حالت مرجھائی ہوتی ہے۔ وہ رونق نہیں مگر شام کو بھرے پرے ہوتے ہیں اور خوشنمائی ہوتی ہے۔ اسی نعمت کا اظہار ہے اور ادائیگی شکر مقصود ہے لہٰذا یہ تقدم تاخر بالکل درست ہے۔ **چوتھا اعتراض** اہلسنت کہتے ہیں کہ کرامات اولیاء

اللہ برحق ہیں اور کرامات بھی یہ کہا جاتا ہے کہ ولی اللہ بغیر مشقت بغیر سواری سیلوں سفر طے کر لیتا ہے حالانکہ رب تعالے نے سارے انسانوں کے لیے فرمایا۔ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ یعنی ایک شہر سے دوسرے شہر بھی سواری کے بغیر سفر انسان کو دشوار ہے اور جب یہ کرامت غلط ثابت ہوئی تو دوسری بھی غلط ہوئیں۔

جواب:۔ اہلسنت کرامات کو اس لیے برحق کہتے ہیں کہ ان کا قرآن مجید برحق کہتا ہے۔ دیکھو واقعہ سلیمان اور تخت بلقیس کا لایا جانا۔ آیت میں عام خاص من وجہ کی نسبت کا اظہار ہے یعنی عام لوگوں کی عام وقت میں یہ کیفیت ہوتی ہے۔ رہا کرامات ولی اللہ تو وہ خصوصی لوگوں کی خصوصی حالات ہیں عوام پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

تفسیر صوفیانہ: وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ۔ وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔

اور رب تعالے نے روح کی ترقی کے لیئے بدنِ انسانی میں بے شمار ذی ہوش چوپائے پیدا کئے ہیں جن میں انسانی مراقبہ مشاہدہ کے بے شمار فائدے ہیں۔ ان ہی کے ذریعے شیطانی وسوسوں سے حفاظت ہوتی ہے اور ان کا سے روحانی غذائیں میسر آتی ہیں عارفین فرماتے ہیں کہ بدنِ انسانی کے اعضاءِ ظاہری اَنعام منافع ہیں اور اعضاء باطنی مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ہیں۔ جسطرح انسان دنیوی دولت روپیہ پیسہ سونا چاندی ہیروں جواہرات کو جیبوں تجوریوں اور بٹوؤں میں ہزار طرح گھروں۔ گلیوں سڑکوں بازاروں میں چھپائے چھپائے پھرتا ہے کہ کہیں کوئی چور اچکا گرہ کٹ میری اس دولت کو نہ چھین لے اسیطرح مسلمان کو چاہیئے کہ اپنے دل دماغ عقل علم اور آنکھ کان ہاتھ پاؤں کی بھی ہر وقت دنیوی دولت سے بڑھکر حفاظت کرے کہ کہیں کوئی لعین ابلیس شیطان دل چلتے دل دماغ نظر فکر چرا کر نہ لے جائے۔ اے مسافرِ راہِ ناسوت جب کسی کا ہاتھ تیری جیب میں پڑ جائے تو تیری دولت برباد ہوئی اور جب تیری نگاہ غیر عورت پر پڑ جائے تو تیری نظر تباہ ہوئی بازاروں گلی کوچوں میں زیادہ نہ چل تاکہ کوئی بھی تیری نظر تیرے خیالات و تصورات پر ڈاکہ نہ ڈال سکے بندہ روح ہے اور جسم اسکی سواری گاڑی ہے اور انعام تَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ ہے اور منزل معرفت اِلٰى بَلَدٍ ہے بدن کمزور گھوڑا ہے روح اسکی محتاجی میں سفر قرب طے کر رہی ہے یہ حیاتِ دنیوی ہے جو بِشِقِّ الْاَنْفُسِ کی حالت سے دوچار ہے لیکن بعد موت روح کا معاملہ الٹ ہے کہ روح گھوڑا اور سواری گاڑی ہے بدن سوار۔ اب اسکی رفتار روح کے قبضے میں ہے۔ اگر تو چاہتا ہے کہ پلک جھپکتے میں عالم ملکوت کی سیر و سیاحت کرلے تو مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کی خلوت میں چلا جا۔ اور غذاءِ اعمالِ صالحہ و لذتِ عشق سے روح کو طاقت و قوت والا بنا لے۔ مومن عارف کیلئے ہی اس دنیا میں حقیقی و یقینی جمال تُرِيْحُوْنَ وَتَسْرَحُوْنَ ہے یہ زندگی

بازاری عیاشی اور غیر دنیہ آنکھ مچولی کیلئے نہیں دی گئی۔ یہاں تو دل فکرِ قرآنی عقل فہمِ قرآنی آنکھ نظرِ قرآنی کان سماعت قرآنی زبان اقوالِ قرآنی بدن نقشۂ قرآنی اور ہاتھ قرآن وحدیث کیلئے پاؤں مسجد وحرم کیلئے بنانے پڑینگے مسلمان کے ہاتھ پیر گیند بلے اور میدانِ کھیل کود کیلئے نہیں بنائے گئے جب جسم بندے کا ہو اور راس پر نقشہ احمدِ مجتبیٰ کا ہو کام مومن کا ہو مگر طریقہ مصطفیٰ کا ہو تب معرفت کی سعادتیں ملتی ہیں۔ اے انسانو تمہارے لیے عقل وخرد قلب وضمیر کے ان ہی چوپایوں میں اعمال واقوال کا جمال ہے شام کی خلوتوں صبح کی جلوتوں۔ شام کے مراقبوں اور دن کے مشاہدوں میں معرفت کے پھول بنتے حاصل کرتے ہو اور ذکرِ الٰہی کے الفاظ سے اپنے اعضاءِ باطنی وحواس ظاہری کو لذت پہنچاتے ہو۔ اور عالمِ ناسوت سے عالم لاہوت کی طرف پرواز روحانی سے اعمالِ ایمانی کے بھاری سامان۔ لیجاتے ہو۔ ورنہ ذکرِ الٰہی اور اتباعِ مصطفائی کے بغیر سارے اعمال یہیں برباد ہو جاتے ہیں نفس امارہ پر ذکر کی ریاضت مشقت ہے جس سے یہ دور بھاگتا ہے۔ مگر رب تعالیٰ دستگیری فرماتا ہے طوعاً کرھاً بندے کو اپنے حضور جھکائے رکھتا ہے بیشک تمہارا رب البتہ مہربانی اور رحم فرمانے والا ہے۔ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً ۚ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ۔ وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَائِرٌ ۚ وَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ صوفیا فرماتے ہیں کہ انسانی تدابیر مثلِ خیل ہیں اور آرزوئیں خواہشیں مثلِ بغال ہیں اور تخیلات وتصورات مثلِ حمیر ہیں اور تقدیر ایسی مخلوق ہے جس کو انسان نہیں جانتا انسان اپنے تدبیر کے گھوڑوں اور امیدوں کی سواریوں اور خیالات کے گدھوں پر کتنی دور نکل جاتا ہے اور کیا کیا منصوبے بناتا ہے کتنی زینتیں دنیوی رونقیں ساز وسامان حاصل کر لیتا ہے۔ مگر تقدیرِ ازلی کسی اور راستے پر چل پڑتی ہے اور انسان چاہتے ہوئے بھی اُس پر سوار ہو جاتا ہے۔ انسانی عقل وخواہشات وتصورات کے راستے ٹیڑھے اور دائیں بائیں ہیں۔ مگر اللہ کی تقدیر کا راستہ بالکل صاف ستھرا اور سیدھا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو اسی راستے پر شروع سے ہی چلا دیتا۔ اور کسی کو بھی تدبیر وتخیل کی اجازت نہ دیتا مگر ایسا نہ ہوا کیونکہ اللہ کو کسی کا مفلوج ہونا پسند نہیں بارگاہِ الٰہی میں مردِ کامل وہ ہے جو تقدیر سے لڑے اور لڑ کر اپنی تقدیر بدلوالے وہ شخص جو تقدیر کے آگے لنگڑوں کی طرح مفلوج اپاہج ہو جائے وہ مرد نہیں خنثیٰ ہے اس لڑائی میں عشقِ الٰہی کے تیر۔ صبر کی شجاعت اور ہر دُکھ نفرت کو پھاڑنے والی محبتِ مصطفیٰ کی تلوار۔ فکر کی ریاضت سے نفسِ سرکش پر عبادت کی کمان سے شکر کی عدالت سے صحیح نشان پر چلہ چڑھانا پڑتا ہے۔ تب قصد السبیل کا مظاہرہ ہوتا ہے۔

هُوَ الَّذِي أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لَّكُم مِّنْهُ

وہی اللہ وہ ہے جس نے اتارا طرف سے آسمان کی پانی یہے تمہارے سے اُس

وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اُتارا اُس سے تمہارا

شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ﴿۱۰﴾ يُنْۢبِتُ

پینا ہے اور سے اُسی درخت ہیں میں جس چراتے ہو تم جانوروں کو اُگاتا ہے

پینا ہے اور اُس سے درخت جن سے چراتے ہیں اُس پانی سے

لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ

لیے تمہارے کھیتی کو اور زیتون اور کھجور اور انگور

تمہارے لیے کھیتی اُگاتا ہے اور زیتون اور کھجور انگور

وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ

سے ہر قسم پھلوں کو بے شک بیچ اس یقیناً نشانِ قدرت لیے اُس قوم کے

اور ہر قسم کے پھل بیشک اس میں نشانی ہے دھیان

يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ

جو غور و فکر کرتے رہتے ہیں۔ اور تابع فرمان اپنے کئے واسطے تمہارے رات کو اور دن کو اور سورج کو

کرنے والوں کو اور اس نے تمہارے لیے مسخر کیے رات اور دن اور سورج

وَالْقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ

اور چاند کو اور ستارے بھی سب کے سب عاجز ہیں سے حکم اُس کے بے شک میں

اور چاند اور ستارے اس کے حکم کے باندھے ہیں بے شک اس میں

ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۲﴾ ۙ وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ

اس البتہ نشانیاں ہیں لیے اُن لوگوں کے جو دماغ رکھتے ہیں۔ اور وہ جو اُگایا

نشانیاں ہیں عقل مندوں کو اور وہ جو تمہارے لیے

فِی الۡاَرۡضِ مُخۡتَلِفًا اَلۡوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ

میں زمین قسم قسم کے ہیں رنگ اُن کے بے شک بیں اُس

زمین میں پیدا کیا رنگ برنگ بے شک اس میں نشانیاں ہیں

لَاٰیَۃً لِّقَوۡمٍ یَّذَّکَّرُوۡنَ ﴿۱۳﴾

البتہ نشان عمدہ ہیں لیے قوم جو ذکر کرتے ہیں

یاد کرنے والوں کو

تعلق ء ان آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق** ۔ پچھلی آیت میں چوپایوں پرندوں کے پیدا فرمانے کا ذکر ہوا اب ان آیات میں انسانی حیوانی زندگی کو باقی رکھنے والی اشیاء کا ذکر ہے۔ **دوسرا تعلق** ۔ پچھلی آیت میں زمینی نعمتوں کا ذکر ہوا اب ان آیتوں میں آسمانی نعمتوں کا ذکر ہو رہا ہے گویا کہ پہلے اُن نعمتوں کا ذکر ہوا جو انسانوں کے سامنے مسخّر اور ماتحت و ملکیت میں ہیں اور اب اُن نعمتوں کا ذکر ہوا جو انسانوں کے لیے مسخر ہیں جیسے چاند سورج دن رات اور ستارے وغیرہ یہ سب قدرتِ الٰہیہ کے قبضے میں مسخر ہیں۔ **تیسرا تعلق** ۔ پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ اگر ہم چاہیں تو تم سب انسانوں کو خود ہی ہدایت دے دیں کوئی محنت غور و تفکر ہی تم کو نہ کرنا پڑے اب فرمایا جا رہا ہے کہ تم کو خود ہی عقل و شعور غور و تفکر سے ہماری آیتوں کو سمجھنا اور ایمان لانا پڑے گا۔ گویا کہ پچھلی آیتوں میں معرفت و حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا گیا اب یہاں شریعت کی طرف چلنے کا حکم ہے۔

تفسیر نحوی هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّکُمۡ مِّنۡهُ شَرَابٌ وَّ مِنۡهُ شَجَرٌ فِیۡهِ تُسِیۡمُوۡنَ یُنۡۢبِتُ لَکُمۡ بِهِ الزَّرۡعَ وَ الزَّیۡتُوۡنَ وَ النَّخِیۡلَ وَ الۡاَعۡنَابَ وَ مِنۡ کُلِّ الثَّمَرٰتِ ۔ هُوَ ضمیر مرفوع منفصل مبتدا ہے اَلَّذِیۡ اسم موصول واحد مذکر۔ مراد ذات باری تعالیٰ اَنۡزَلَ فعل ماضی مطلق معروف ہُوَ ضمیر اس میں پوشیدہ ہے مِنۡ جارہ ابتدائے غایت کیلئے بمعنی طرف ہے الف لام جنسی سَمَاء اسم مفرد جامد کرّے کا نام بھی اور بلندی کے معنی میں بھی یہاں بلندی مراد ہے یعنی بادل مَآء اسم مفرد جامد بمعنی پانی۔ بحالت فتحہ ہے مفعول بہ ہے۔ لام جارہ نفع کا کُم ضمیر مذکر حاضر مجرور متعلق دوم ہے اَنۡزَلَ کا۔ مِنۡهُ مِنۡ جارہ تبعیضیہ، ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَآءً ہے جار مجرور متعلق پوشیدہ فعل خُلِقَ یا جُعِلَ کا شَرَابٌ اسم مفرد جامد یا صیغہ مبالغہ ہے۔ شُرۡبٌ سے بنا ہے۔ بمعنی پینا۔ نگلنا بغیر چبائے حلق سے نیچے اتر جانے والی چیز۔ بحالتِ رفع ہے نائب فاعل ہے جُعِلَ پوشیدہ کا۔ واؤ عاطفہ۔ مِنۡ جارہ بعضیت کا ضمیر واحد کا مرجع مَآءً ہے

شجرٌ اسم مفرد جامد مذکر لفظی ہے اس کی جمع ہے اشجارٌ مونث ہے شجرۃٌ اس کی جمع ہے شجراتٌ۔ بمعنی درخت خواہ چھوٹا خواہ بڑا بحالت رفع ہے نائب فاعل ہے پوشیدہ فعل یُنبتُ کا شجرٌ موصوف ہے مابعد کا فِی جارہ ظرف مکان کے لیے ضمیر کا مرجع شجرٌ۔ یہ جار مجرور متعلق مقدم تُسِیمُونَ کا باب افعال کا فعل مضارع مادہ ہے سَیمٌ مصدر ہے اِسَامٌ یا اِسَامَۃٌ بمعنی چرانا چگانا صیغہ جمع مذکر حاضر اَنتُم ضمیر جمع مستتر اس کا فاعل۔ جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہے شجرٌ کی۔ یُنبِتُ۔ باب افعال کا فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب ھُوَ ضمیر مستتر اس کا فاعل۔ مصدر ہے اِنبَاتٌ نبتٌ سے بنا ہے بمعنی اگانا۔ لام جارہ نفع کا کُم ضمیر مخاطب مذکر جمع بِہٖ جارہ سببیہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ماءٌ ہے الف لام استغراقی زرعٌ۔ اسم مفرد جامد حاصل مصدر جمع ہے زروعٌ بمعنی کھیتی واؤ عاطفہ الف لام استغراقی زیتونٌ اسم مفرد جامد جنسی نام ہے ایک درخت بار دار کا۔ واؤ عاطفہ۔ الف لام استغراقی نخلٌ اسم مفرد جامد بمعنی کھجور کے درخت اسم جنسی ہے نَخلَۃٌ کے معنی ہیں کھجور بھی اور درخت بھی۔ نخیل صرف درخت کھجور کا نام ہے۔ واؤ عاطفہ الف لام استغراقی اَعنَابٌ اسم جمع مکسر منصرف واحد ہے عِنَبٌ یہ سب اسم زرع۔ زیتون۔ نخیل اعناب۔ بحالت نصب ہیں۔ کیونکہ سب معطوف علیہ معطوف ملکر مفعول بہ ہے یُنبِتُ کا واؤ عاطفہ مِن جارہ تبعیضیہ کُلِّ اسم تاکیدی۔ ایک قول میں مِن بیانیہ کُلِّ کی وضاحت کے لیے۔ الف لام استغراقی ثمراتٌ اسم جمع مونث سالم ہے ثمرٌ کا مضاف الیہ ہے کُلِّ مضاف کا۔ اور جار مجرور متعلق ہے یُنبِتُ کا۔ یا مِن زائدہ لغو ہے اور یہ مرکب اضافی عطف ہے اعناب پر یا یہ جملہ علیحدہ ہے متعلق ہے پوشیدہ فعل کا۔ اور یہ واؤ ابتدائیہ ہے۔ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ۔ وَسَخَّرَ لَکُمُ الَّیۡلَ وَ النَّہَارَ ۙ وَ الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ۔ اِنَّ حرف تحقیق فِی جارہ ظرفیہ مکانیہ ذالکَ اسم اشارہ بعیدی مجرور مشار الیہ سابقہ معنی۔ یہ جار مجرور متعلق ہے پوشیدہ مُوجُودٌ کا وہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر اِنَّ ہوا لام ابتدائیہ آیۃً۔ اسم مفرد جامد بمعنی نشانِ قدرت ذوالجلال ہے۔ لام جارہ نفع کا قوم اسم لفظی واحد معنوی جمع بحالت جر ہے یہ جار مجرور ملکر متعلق ہے پوشیدہ ثابتًا اسم فاعل کے۔ جملہ اسمیہ ہو کر منصوب ہے یَتَفَکَّرُونَ۔ باب تَفَعُّلٌ کا فعل مضارع صیغہ جمع مذکر غائب مصدر ہے تَفَکُّرٌ۔ فکرٌ سے بنا ہے بمعنی غور کرنا سوچنا۔ موصوف صفت ملکر حال ہوا اور پھر اسم مؤخر ہوا۔ اِنَّ کا واؤ مرحلہ۔ سَخَّرَ باب تفعیل کا ماضی مطلق مثبت معروف واحد مذکر غائب۔ لام نفع کا کُم ضمیر جمع مذکر حاضر۔ متعلق ہے سَخَّرَ کا۔ الیلَ الف لام استغراقی یا جنسی لَیلٌ اسم جنسی ہے اس کی جمع ہے لَیَالِی بحالت نصب ہے مفعول بہ ہے سَخَّرَ کا واؤ عاطفہ الف لام استغراقی یا جنسی نَہَارٌ اسم مفرد جنسی ہے اس کی جمع ہے اَنہَارٌ یا اَنہُرٌ یا نُہُرٌ بمعنی دن روشن وقت واؤ عاطفہ۔ الف لام عہد خارجی شمس اسم مفرد جامد بمعنی سورج اس کی مجازی جمع شموس ہے حقیقی جمع کوئی نہیں۔ واؤ عاطفہ القمرَ الف لام جنسی قمر اسم مفرد جامد اس کی جمع مجازی اَقمُرٌ ہے حقیقی جمع کوئی نہیں کیونکہ چاند سورج دنیا میں ایک ہی ہیں شمس کی روشنی (دھوپ) کو شمسیہ اور قمر کی روشنی (چاندنی) کو قمرا کہتے ہیں یہ تینوں لفظ نہار قمر شمس بحالت نصب ہیں عطف ہیں لیل پر پھر مفعول بہ ہے۔ ایک قرأت میں یہ تینوں لفظ بحالت رفع ہیں مبتدا ہیں اور مسخرات اس کی خبر ہے۔ وَالنُّجُوۡمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمۡرِہٖ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ

وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ـ

واؤ سر جملہ الف لام استغراقی نجوم اسم جمع مکسر منصرف اس کا واحد نجم ہے بمعنی چھوٹی روشنی ۔ پوشیدہ ضیاء ستارے یہاں آخری معنی میں ہے بحالت رفع مبتدا ہے مسخرات باب تفعیل کا اسم مفعول صیغہ جمع مونث ھن ضمیر مونث غائب مستتر اس کا نائب فاعل بِ جارہ سببیہ امر اسم مفرد جامد بمعنی فیصلہ ضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے مضاف الیہ ہے امر مضاف کا اور مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہوئی مسخرات کی اور وہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے مبتدا کی ۔ اِنَّ حرف تحقیق فِی جارہ ظرفیہ ذالِكَ اسم اشارہ یہ جار مجرور متعلق ہے پوشیدہ اسم مفعول موجود کا وہ سب جملہ ہو کر خبر مقدم ہے اِنَّ کی ۔ لام ابتدائیہ آیت کی تاکید کے لیے ہے آیٰت جمع مونث سالم ہے آیت کی بمعنی نشان قدرت بحالت فتحہ ہے بوجہ اسم مؤخر ہونے کے اِنَّ کا لام جارہ نفع کا قوم اسم مفرد جامد موصوف ہے یَعْقِلُوْنَ ۔ باب ضرب کا فعل مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب ھم ضمیر جمع غائب اس میں پوشیدہ جس کا مرجع قوم ہے ۔ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہے قوم کی اور یہ متعلق دوم ہے موجود اسم مفعول پوشیدہ کا جو خبر ہے اِنَّ کی ۔ واؤ ابتدائیہ مَا اسم موصول ۔ ذَرَاَ باب فتح کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب ھو مستتر اس کا فاعل جس کا مرجع اللہ تعالیٰ لام نفع کا کُمْ ضمیر اس سے مجرور متعلق اول ہے ذَرَاَ کا ۔ یہ ذَرْءٌ سے بنا ہے بمعنی پیدا کرنا ظاہر کرنا بکھیرنا ۔ یہاں ہر معنی درست ہے ۔ فِی جارہ ظرفیہ مکانیہ الف لام عہدی خارجی اَرْض اسم مفرد مؤنث جامد بمعنی زمین یہ جار مجرور متعلق دوم ہے ذَرَاَ کا مُخْتَلِفًا باب افتعال کا اسم فاعل واحد مذکر متعدی ہے اس کا مصدر ہے اختلاف بمعنی پیچھے کرنا غلط کہنا مخالف ہونا علیحدہ ہونا خلاف ہونا ۔ رنگ برنگے ہونا یہاں آخری معنی میں ہے ۔ اَلْوَانُ اسم جمع مکسر منصرف اس کا واحد ہے لَوْنٌ بمعنی رنگ بحالت رفع فاعل ہے مختلفا کا یہ جملہ اسمیہ ہو کر مفعول بہ ہے ذَرَاَ کا ۔ یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا مَا موصولہ کا ۔ دونوں ملکر اپنے مابعد کا مشار الیہ ہوا ۔ اِنَّ حرف تحقیق فِی ذالِكَ جار مجرور اپنے سابقہ مشار الیہ سے ملکر متعلق ہے موجود پوشیدہ کا اور وہ شبہ جملہ ہو کر خبر مقدم ہے اِنَّ کی لام ابتدائیہ اٰیۃ بحالت نصب اسم مؤخر ہے اِنَّ کا ۔ لام جارہ نفع کا قوم اسم مفرد لفظی مجرور ہے لام سے موصوف ہے یذکرون باب تفعل کا فعل مضارع صیغہ جمع مذکر غائب دراصل تھا یتذکرون چونکہ تَ اور ذال قریب المخرج ہیں کہ تَ کا مخرج نوک زبان اور ثنایا علیا کی جڑ ۔ اور ذال کا مخرج نوک زبان اور ثنایا علیا کے کنارے اس لیے ت کو ذال بنا دیا اور دونوں ذال میں ادغام (تشدید) کر دیا حرف کو مشدد اس لیے کیا جاتا ہے کہ جس طرح تشدید میں لفظی سختی ہوتی ہے اسی طرح اس صیغے اور مصدر میں معنوی سختی پیدا ہو جاتی ہے اس لیے جب کبھی کلام میں سختی یا تاکید پیدا کرنا مقصود ہو تو تشدید کر دی جاتی ہے جیسے کہ یہاں کیا گیا ۔ اب اس کا ترجمہ ہوا خوب نصیحت پکڑتے ہیں مصدر ہے تذکر ذکر سے مشتق ہے ۔ بمعنی نصیحت پکڑنا یاد کرنا ۔ یاد رکھنا ۔ ذکر کرنا ۔ باب تفعیل میں تو پہلے ہی شدت کلام تھا مگر ذال کے ادغام نے اور شدت پیدا کر دی ۔ ھُمْ ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہوئی موصوف صفت ملکر مجرور اور وہ متعلق دوم ہوا موجود پوشیدہ کا وہ اسم اِنَّ ہے ۔ بعض نحات اس کی وہی ترکیب کرتے ہیں جو ہم نے لِقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ میں کی ہے ۔

تفسیر عالمانہ

هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّ مِنْهُ شَجَرٌ فِیْهِ تُسِیْمُوْنَ یُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَ الزَّیْتُوْنَ وَ النَّخِیْلَ وَ الْاَعْنَابَ وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ۔ وہ اللہ جس کے سوا کائنات میں کوئی معبود و مسجود نہیں ہو سکتا۔ وہی ہے جس نے اپنی قدرت کاملہ و اختیار قاہرہ و حکمت باہرہ سے آسمان کی طرف سے فقط تمہارے لیے پانی اتارا۔ اس میں کتنے عظیم اور لاتعداد فائدے ہیں۔ پہلا فائدہ جو سب سے بڑا ہے کہ اس سے تمہارا پیاس بجھانا اور پینا ہے کہ اگرچہ انسان اور تمام جانوروں کا پیدا کرنا بھی بڑی قدرت ہے مگر اُن کے بقا کے لیے پانی اشد ضروری ہے اور جیسی لذتِ زندگانی مٹھاس غذائیت پانی میں ہے ایسی کسی بناوٹی مشروب میں نہیں۔ پانی کا دوسرا فائدہ وَمِنْهُ شَجَرٌ۔ اسی پانی سے زمین میں تمام نباتات گھاس پھوس جھاڑیاں درخت ہیں شجر کا لغوی ترجمہ ہے اختلاف ہونا۔ مختلف چیزوں کا باہم جڑنا اسی معنی سے ہر نباتات کو خواہ چھوٹی ہو یا بڑی نباتات ہو اُس کو شجر کہا جاتا ہے وہی یہاں مراد ہے اصطلاحاً صرف بڑے تناور درخت کو شجر کہا جاتا ہے اور خورد نباتات کو نسیلہ یا نجم اور جن کو اُگایا جاتا ہے ان کو زرع کہا جاتا ہے۔ نباتات بھی قدرت کا عجیب شاہکار ہے کہ چھوٹے بیج سے تناور درخت یا نازک گھاس کا تنکا اور پھر ظاہر و باطن ایک پودے میں سینکڑوں نعمتیں ہیں۔ علماء عظام فرماتے ہیں کہ ایک ایک پودے میں تقریباً بیس بیس انسانی فائدے ہیں ۱ جڑیں ۲ اُن کی تاثیریں ۳ لکڑی ۴ شاخیں ۵ اُن کے فائدے اور تاثیریں ۶ پتے ۷ پتوں میں دوائی اثرات ۸ حیوانات اونٹ گائے بھینس بکری کی خوراک ۹ خوشبودار پھول ۱۰ پھولوں کا عرق ۱۱ پھولوں سے شہد ۱۲ پھولوں سے عطریات ۱۳ پھولوں سے مختلف انسانی حیوانی دوائیاں ۱۴ پھولوں سے بیج ۱۵ پھولوں کے بیج سے غلے اناج و خوراک ۱۶ درختوں کے خوش نما رنگ جس سے دل دماغ اور بینائی کا فائدہ اور علاج ۱۷ مختلف قسم کے پھل فروٹ ۱۸ اور پھلوں کے خوشنما رنگ ۱۹ پھلوں میں قوت اور لذت والی غذا ۲۰ فِیْهِ تُسِیْمُوْنَ ان ہی درختوں پودوں میں تم جانوروں کو چراتے پھرتے ہو کہ اونٹ وغیرہ کو درختوں کے پتے گائے بھینس گھوڑے خچر وغیرہ کے لیے گھاس اور جھاڑیاں۔ پانی کا تیسرا فائدہ اسی کے ذریعے رب تعالیٰ تمام انسانوں کے لیے کھیتیاں اُگاتا ہے اگرچہ محنت انسانی ہوتی ہے اور زیتون جیسی قیمتی اور مفید چیز بھی اسی پانی سے اُگتی ہے اطباء حکماء فرماتے ہیں کہ زیتون کے فائدے ہیں۔ اور اسی پانی سے کھجوروں کے باغ اور اسی سے خوشنما انگور اُگاتا ہے ان چیزوں میں بیک وقت مٹھاس لذت۔ تراوت اور غذائیت بھر دی گئی ہے اور مختلف بیماریوں کا قدرتی علاج بھی ہے ان کے علاوہ رب تعالیٰ نے نباتاتِ عالم میں بے شمار ایسے پھل فروٹ اسی پانی سے ایسے پیدا فرمائے جس کو انسانی دماغ شمار نہیں کر سکتا یعنی رب کریم نے انسان کی فقط پرورش ہی نہ فرمائی کہ پرورش کے لیے صرف غلّہ ہی کافی تھا بلکہ قوت لذت غذائیت حسنِ لطف زبانی مزیداری کے علاوہ بھینی خوشبوؤں سے بھی نوازا کیا اس طرح کھانے والے کو ایک لقمے میں بیسیوں نعمتیں نہیں مل جاتیں؟ مگر یہ کون سمجھتا ہے بد دماغ لوگ کب ان کو اپنی توجہ میں لاتے ہیں فرطاسِ دہر پر یہ پھیلی ہوئی اَن گنت قدرتیں صرف اُن لوگوں کے لیے ہی ایمان و عرفان کی نشانیاں ہیں جو اپنی صحیح الدماغی

سے کچھ غور وفکر تدبر کرتے ہیں اور حقیقت کو سوچتے ہیں کہ یہ سب کچھ گردشِ ایام ستاروں کے چکر چاند سورج کے ہیر پھیر سے نہیں ہو رہا بلکہ ان سب کے خالق تعالیٰ کی قدرتِ متناہی سے ہو رہا ہے۔ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌ بِاَمْرِهٖ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ اہل دنیا جہلا نجومیوں کے چکر میں پھنس کر یہ سمجھتے ہیں کہ شاید موسموں کی تبدیلی بہار و خزاں برگ و شجر بار و ثمر پھول پھل اور عالم ناسوت کی یہ چہل پہل سب کچھ چاند و سورج کی گردش سے خود بخود ہوتا چلا جا رہا ہے ان کی نادان نگاہیں ہر موقع پر ستاروں کی طرف اُٹھتی ہیں قسمت کا حال سیارں کی چال اور ستاروں کی گردش سے وابستہ کر دیتے ہیں ان بدمذہبوں نے کبھی بھی خالقِ خیر و شر کی طرف توجہ نہ کی حالانکہ اے کم عقلو باری تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہاری ضروریات کے لیے رات و دن کو ایک دراز چکر میں چلا دیا اور جن چاند سورج ستاروں کو اے مشرکین کفار تم اپنا بناوٹی معبود سمجھتے ہو یہ باطل معبود تو اُس سچے حقیقی معبود کے حکم تمہاری کے بندھے ہوئے مسخر غلام ہیں بیشک ان تمام اشیا میں تو عقل والی قوم کے لیے بہت ایمان دینے والی بڑی بڑی نشانیاں ہیں بے عقلوں جاہلوں نے کیا سمجھا ہے وہ تو صرف یہی سمجھتے ہیں کہ دن نکلا تو کھیتوں۔ اسکولوں کالجوں یونیورسٹیوں اور سائنسی لیبارٹریوں تجربہ گاہوں میں گھس گئے اور لگے نئے نئے تجربے کرنے کبھی آسمان پر نگاہ اٹھائی تو ستاروں پر کمندیں ڈالنے کی فکر کرنے لگے اور اگر زمین کی طرف دیکھا تو زندگی کی ساری قیمتی سانسیں معدنیات کے تلاش کرنے نکلنے میں خرچ کر ڈالیں اور نئی نئی ایجادات کر کے یہ سمجھ لیا کہ دنیا میں زندگی کا مقصد پورا ہو گیا ارے بدنصیب یہ قیمتی زندگی دنیوی تجربوں یا سونے چاندی پٹرول نکالنے کے لیئے نہیں دی گئی اگر تو حاملِ قرآن ہے تو ان اشیاء عالم کو دیکھ کر اپنے مَن کی دنیا میں ڈوب جا اور فقیر حال مست ہو جا اور اپنے خدا تعالیٰ کو پا لے جب اہلِ عقل اور صاحبِ دل والوں نے خود آگاہی کو چھوڑ کر خدا آگاہی کی چشمِ بصیرت سے انہیں چاند سورج ستاروں کو دیکھا تو کوئی غوث و قطب بن گیا کوئی ابدال و اوتاد۔ یہ زندگی سائنسدان بننے کے لیے نہیں دی گئی بلکہ ولی اللہ بننے کے لیئے ملی ہے یہ زندگی جہاز اڑانے کے لیے نہیں ملی بلکہ مقام کرامت تک پہنچ کر مثلِ خواجہ اجمیری اپنی کھڑاؤں اڑانے کے لیئے دی گئی ہے۔ اے حاملِ قرآن مومن تو اس لیے پیدا نہیں کیا گیا کہ ایٹم بم بنائے اور دنیا کو تباہ کرتا پھرے بلکہ تو تو اس لیے پیدا کیا گیا ہے کہ تیرا ایک چھوٹا سا رقعہ اور دو حرفی پیغام جائے اور دریائے نیل تھم جائے۔ کیسے نادان ہیں ہمارے موجودہ سائنسزدہ مسلمان جو کفارِ یہود و نصاریٰ کی سائنسی ترقی دیکھ کر ہر وقت کڑھتے رہتے ہیں ڈاکٹر اقبال نے اسلام کے ملاؤں یا مساجد مدارس خانقاہوں نمازوں اور سجدوں رکوع سے صرف اس لیے نفرت و حقارت کی کہ یہ لوگ انگریزی سائنسدانوں کی طرح سائنسی ترقی کیوں نہیں کرتے مسجدوں مدرسوں سے اب تک کیوں چمٹے ہوئے ہیں ذکر الٰہی کے وظیفوں نمازوں میں کیوں مشغول ہیں۔ اس طرح ہمارے ایک اقبال پرست موجودہ مفسر صاحب بھی اس آیت کی تفسیر لکھتے ہوئے سائنسدانوں کو اہلِ عقل سمجھتے ہیں اور اولیاء اللہ کو بے عقل حال مست کہہ کر دنیادار کی طرح مال مست کی مثل سمجھتے ہوئے

اولیاء اللہ پر زبانِ طعن دراز کرتے ہیں پھر حیرانی یہ ہے کہ اس قسم کے شاعر و مفسر اہل اللہ و مسجد نشین کو تو بُرا کہتے اور حال مستی کا طعنہ دیتے ہیں مگر خود ساری عمر کوئی سائنسی کمال نہیں دکھاتے صرف زبانی طعنے بازی اور اہل اللہ و خانقاہ مدارس پر زبان درازی کرتے ہیں۔ خیال رہے کہ دنیوی کام مثل گھاس پھوس جمع کرتے اور کھودنے کے ہے اور دینی کام مثل شہنشاہی کرنے اور سلطنت چلانے کے ہے جب کوئی بادشاہ و شہزادہ کسی گھسیارے پر حسرت نہیں لیجاتا تو مومن کیوں حسرت و رشک کفار سائنسدانوں پر کرے۔ دنیوی کام کے لیے کفار کو پیدا کیا گیا ہے اور دینی کام کے لیے مومن مسلمان کو کفار کم عقل خدام ہیں ان کو دنیوی کاموں کی طرف لگا دیا گیا مومن اہل عقل ہے اس آیت کریمہ میں اہل عقل سے اہل ایمان اولیاء علماء ہی مراد ہیں۔ قیامت میں کسی دانشور سے یہ سوال نہیں ہوگا کہ تو نے سائنس فلسفہ کیوں نہ پڑھا۔ اگر سائنس پڑھنا حیاتِ دنیوی کا مقصد یا کمال انسانیت ہوتا تو انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام سائنسدان بن کر آتے اور سائنسی تجربے و ایجادات کرتے۔ اس قسم کے کم فہم مفسرین یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ اس آیت میں اہل عقل سے مراد سائنسدان ہیں۔ یہ تفسیر نہیں بلکہ تحریف کلام اور مسلمانوں کو منشاء قرآنی و راہ حق سے دور کر کے یہود و نصاریٰ کے راستے پر چلانے والا ہے۔ اس قسم کے لوگ یہ نہیں سوچتے کہ اگر قرآن مجید سائنسی تجربے کرانے کے لیے ہی حکم لے کر آیا ہے تو پھر یہ کام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں نہ کیا۔ اور اگر لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ سے مراد دنیوی تجربے کار لوگ ہیں اور علماء اولیاء صوفیاء یہ کام نہ کر کے قابلِ نفرت و طعن ہیں تو نبوی دور کے متعلق تم جیسے مفسرین کا ذہن کہاں تک پہنچیگا رب تعالیٰ سب کو ہدایت دے ان آیات کا مقصد یہ نہیں کہ ہر مسلمان سب کچھ چھوڑ کر بس دوربینیں پکڑ کر سائنسی لیبارٹری میں ہی مشغول ہو جائیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ اے لوگو آسمان و زمین کے ظاہر و باطن سے جو کچھ بھی ظاہر ہو رہا ہے یا آئندہ ہوگا خواہ کسی ذریعے کسی کی محنت سے ہو یا کوئی بھی ذریعہ بجائے زمین و آسمان میں تو لاکھوں چیزیں ہیں جن کے ظاہر ہونے کا وقت اور اسباب و ذرائع یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قبضہ و قدرت میں ہے۔ جو کام جس کی تقدیر میں ہے وہ اسی نے کرنا ہے کسی کے کسی کو ملعون کرنے سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ اہل اللہ اور اہل دنیا۔ نیز مومن و کافر کی مثال ایسی ہے جیسے بادشاہ شہزادے اور خدام۔ بادشاہ ہوں کے ذمے سلطنت کے کام ہوتے ہیں جب کہ خدام کے ذمے بادشاہوں شہزادوں کی خدمت اسی طرح مومن کے ذمے عالم فقیہ اور غوث و قطب بننا ہے اور یہ کوشش کر کے اللہ تعالیٰ کی سلطنت کے کام کرنا ہیں مگر دنیوی تجربہ کاروں کے ذمے دنیا کی ایجادات بنانا گی کمینوں خادموں۔ تو ان کے کاموں پر کیا رشک و حسرت کرنا۔ اے کم فہم تجھ کو تو یہ حسرت ہونی چاہیے کہ کاش ہم محدث مفسر عالم فقیہ غوث قطب ولی بن جائیں اور صرف حسرت ہی نہیں بلکہ جانبازی سے کوشش کرنی کہ ہم بھی اللہ تعالیٰ کے رنگوں میں سے کسی رنگ میں رنگے جائیں کیا تو اللہ تعالیٰ کی اس آیت پر غور نہیں کرتا کہ اس نے تمہارے ہی لئے زمین میں مختلف خوشنما چیزیں پیدا فرمائیں آسمان و زمین میں ہر طرف اسی رب کریم کی جلوہ گری ہے۔ بیشک ان میں معرفتِ الٰہی کی نشانیاں ہیں۔ اُس قوم کے لیے جو ہر وقت یادِ الٰہی و ذکرِ الٰہی میں حال مست ہیں یہ نشانیاں دنیا سازی کے لیے نہیں بلکہ ایمان بخش

ہیں فائدے ان آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ: یہاں مسلمانوں کو یہ سمجھایا جا رہا ہے کہ معاشی ترقی کے لیئے اپنے ملک میں کھیتی باڑی زیادہ سے زیادہ کرنی چاہیئے باغات کھیت سب مفید مگر کھیت افضل ہیں کیونکہ باغات کے بغیر زندگی گزر سکتی ہے مگر کھیت ضروریات زندگی میں سے ہیں اس سے غذا حاصل ہوتی ہے یہ فائدہ یُنۢبِتُ لَكُمۡ بِهِ الزَّرۡعَ میں زرع یعنی کھیت کو مقدم فرمانے سے حاصل ہوا۔

دوسرا فائدہ: تمام پھلوں میں سب سے زیادہ مفید اور افضل زیتون کھجور اور انگور ہے اس سے جتنی چیزیں بنتی ہیں اتنی کسی اور پھل سے نہیں بنتیں یہ فائدہ علی الترتیب تین پھلوں کے خصوصی ذکر سے حاصل ہوا۔

تیسرا فائدہ: دنیا کا سارا نظام رب تعالیٰ نے بندوں کے لیے پیدا فرمایا لہٰذا بندوں کو چاہیئے کہ ہر وقت شکر یعنی اتباع مصطفیٰ میں رہیں اور عشق و محبت محبوب میں سرشار رہیں یہ فائدہ سَخَّرَ لَكُمُ (الخ) سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن: ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ: آسمانی بارش کا پانی کسی وقت کسی پاک جگہ برسے وہ پاک ہے۔ ہاں گندی جگہ برسے تو وہ گندی جگہ اس کو ناپاک کر دیگی جو برس رہا ہے وہ بہرکیف پاک ہے یہ مسئلہ مِنۡهُ شَرَابٌ بلا قید فرمانے سے مستنبط ہوا۔ اور جب بارش پاک ہے تو تمام بخارات کا پانی بھی پاک ہے لہٰذا گوبر لید انسانی گندگی کے بخارات اگر چھت سے لگے اور وہ پانی بن کر کپڑوں یا بدن پر ٹپکا تو وہ کپڑے وغیرہ ناپاک نہ ہونگے بادل بھی زمینی بخارات ہی ہیں۔

دوسرا مسئلہ: امام اعظم اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فرمان ہے کہ ہر مسلمان کو فلسفہ منطق علم طب علم نجوم اور علم فلکیات اور علم توقیت سیکھنا فرض ہے۔ یہ مسئلہ چاند سورج رات دن کو مسخر کرنے کے ذکر سے مستنبط ہوا کہ علم سیکھنے کے لیے ہمارے رب تعالیٰ نے ان کو مسخر فرمایا ہے۔

تیسرا مسئلہ: اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کرنے کی غرض سے کھیتی باڑی باغات سازی اور دنیوی علوم میں مشغول ہونا بھی عبادت ہے یہ مسئلہ لآیت (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا۔ اعتراضات: یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔ پہلا اعتراض: یہاں پہلے تُسِيمُونَ یعنی جانوروں کو چرانے کا ذکر ہے اور پھر انسان کے کھانے والی چیزوں کا ذکر کیا گیا اور دوسری آیت میں فرمایا گیا كُلُوا وَارۡعَوۡا اَنۡعَامَكُمۡ اس تبدیلی کا کیا فائدہ۔

جواب: اس آیت کی ترتیب میں انسانی اخلاق کی تعلیم ہے یعنی تم بھوکے جانوروں کی طرف پہلے توجہ دو اور اپنے سے زیادہ ان کا خیال رکھو اور اس دوسری آیت کی ترتیب میں کھانے کی تقسیم کا ذکر ہے یعنی ایک ہی چیز میں رب تعالیٰ نے تمہاری اور تمہارے جانوروں کی خوراک بنا دی گندم اور دانے تم پہلے اپنے لیے علیحدہ کر لو یا کھا لو اور بھوسا اور چھلکے جو بعد میں بچتے ہیں وہ اپنے جانوروں کو کھلا دو۔ دوسرا اعتراض: یہاں فرمایا گیا کہ آسمانی بارش کے پانی کے ذریعے

کھیتی زیتون کھجور انگور اور کچھ پھل پیدا فرمائے کیونکہ یہ کلام مثبت ہے اور مثبت میں مِنْ تبعیضیہ ہوتا ہے حالانکہ تمام پھل ہی بارش سے پیدا ہوتے ہیں۔

جواب :۔ اوّلاً تو یہ قاعدہ ہی متفق علیہ نہیں ہے کہ کلام مثبت میں مِنْ تبعیضیہ ہی آسکتا ہے بعض محققین کے نزدیک مِنْ زائدہ بھی ہو سکتا ہے۔ تو اگر اس مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ کے مِنْ کو زائدہ مان لیا تب تو اعتراض ختم ہوگیا لیکن مِنْ بعضیت کا مان کر جواب یہ ہے کہ دنیا میں کھیتی زیتون کھجور انگور تو پورے ہیں مگر مطلقاً پھل ہزار ہا قسم کے ایسے ہیں جو دنیا میں نہیں بلکہ جنت میں ہیں لہٰذا مِن تبعیضیہ جنت کے مقابل ہے۔ یا یہاں علاقائی تقسیم کے اعتبار سے بعضیۃ کا مِن ہے کہ ہر علاقے میں بعض پھل پیدا ہوتے ہیں نہ کہ تمام۔ اس لیے بعضیت کا مِن ہونا درست ہے۔ **تیسرا اعتراض** یہاں فرمایا گیا۔ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حالانکہ رات و دن کا اپنا کوئی وجود نہیں وہ تو سورج کی رفتار کا نام ہے تو اتنا کہنا ہی کافی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے سورج کو مسخر کیا۔

جواب :۔ یہاں مقصود کفار کے لیے اظہار نعمت ہے اور نعمت فائدوں کا نام ہے اس لیے پہلے نعمت کے فائدوں کا ذکر کیا یعنی دن و رات بعد میں سورج یعنی اصل نعمت کا ذکر کیا۔ نیز تسخیر کے معنی صرف عاجز کرنا ہی نہیں بلکہ نافذ کرنے اور پابندی کے ساتھ جاری رہنے کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے تو یہاں مراد یہ ہے کہ رات اور دن کو جہان پر جاری و طاری کیا

تفسیر صوفیانہ

هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِیْهِ تُسِیْمُوْنَ یُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّیْتُوْنَ وَالنَّخِیْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ۔ وہی اللہ وہ ہے جس نے آسمان نبوت سے قرآن مجید کا پانی حدیث پاک کی بارش تم سب مخلوق کے لیے اتاری جس سے تم کو ایمان کا شربت ملا اور ایمان کے درخت اعمال کے پھول پھل اور سرسبز و شاداب عبادتوں کی چراگاہیں میسر ہوئیں جس سے تمہارے قلب عشق الٰہی اور محبت نبی کا چارہ چرتے ہیں اور تمہارے نفوس قدسیہ ریاضتوں کی غذائیں لیتے ہیں اُس ابر رحمت نبوت کی جھولی گھٹا ٹوپ کی موسلادھار انوار تجلیات کی بارشوں سے چمنستان مومن میں تمہارے لیے معرفت کی کھیتیاں عبادت کی تازگی والے سجدوں کے زیتون اور صدقات و خیرات کی تروتازہ کھجوریں اور ادب و احترام کے رس بھرے میٹھے انگور اور ہر قسم کے ذکر و اذکار کے پھل اگائے بیشک مومن کامل میں ان نعمتوں کا ظہور بہت ہی بڑی حیرت میں ڈالدینے والی قدرت کی نشانی ہے اُس قوم کے لیے جو ہمیشہ شاہکار قدرت میں غور و تدبر تفکر و تنظر کرتے رہتے ہیں صوفیاء کرام کے نزدیک دنیا کا آسمان چاند سورج ستاروں والا اونچا آسمان ہے لیکن آخرت کا آسمان ذات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جس کے سورج و ستارے قرآن و حدیث و عبادات ہیں۔

وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ۔ وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّذَّكَّرُوْنَ۔

اے راہِ معرفت کے متلاشیو تمہارے ہی لیے تمہارے رب تعالیٰ نے مراقبے کی رات اور مشاہدے کا دن مسخر و جاری فرمایا ہے اور تمہارے لیے ہی قرآن مجید کا سورج اور حدیث پاک کا چمکتا چاند مسخر و محفوظ اور نافذ فرمایا۔ اور آسمان عبادتوں کے چمکتے ستاروں جیسے سجدے روشن قیام دمکتے رکوع اسی کے حکم سے مثل نجوم مسخر و موجود ہیں بیشک قربِ الٰہی کے ان آسان ترین راستوں میں عقلِ سلیم والی قوم کے لیے بڑی نشانیاں ہیں اور وہ جو تمہاری زمینِ قلبی میں عشقِ الٰہی محبتِ مصطفوی عقلِ ایمانی فہم لسانی کے رنگ برنگ پھول کلیاں اور غنچے کھلائے اور نفسِ امّارہ میں کفر نفاق فسق بے ادبی حسد بغض غرور و تکبر کی جھاڑیاں کانٹے اگائے ہیں ان میں انہیں ذکر کرنے والو تذکرہ پڑھنے والوں اور نصیحت پکڑنے والوں کے لیے بہت عبرت کی نشانیاں ہیں اے انسان یہ سب کچھ زوال پذیر ہے۔ یہاں ہر ایک کا سفر جاری ہے۔ اے امتحان گاہِ ناسوتی میں رہنے والے تو سفر کرُن کی طرف منتقل ہونے والا ہے۔ تیری عمر فانی کے کتنے ہی لیل و نہار گزر گئے۔ تیرے کان میں اللہ کی ایک بات بھی نہیں پہنچی تجھے معلوم ہے اس دنیا نے تجھ جیسے کتنے مغروروں اکڑ والوں کو فنا کا زہر پلا دیا اس لیئے اے بندے غافل نہ بن طالب بن۔ منزلِ معرفت تک پہنچنے کے لیے صرف دو ہی قدم ہیں ۱۔ قدمِ نفس ۲۔ قدمِ خلق اگر تو دو قدموں پر غالب پا لیا تو اے مریدِ طالب اپنے رب تک آسانی سے پہنچ جائے گا۔ پہلے قدم کا نام دنیا ہے اور دوسرے قدم کا نام آخرت ہے بندہ وہی کامیاب ہے جو حبسِ عقل سے نکلکر عقلِ قلب کا حاضر باش ہو جائے تیز چلکر صفِ اوّل میں جگہ بنائے محفلِ قلب کے تبرکات عقد و عفو ہیں اُن کا خواہش مند بنجائے۔ قلب کی آواز پر کان لگائے کیونکہ قلبِ مومن اللہ کا نقارہ ساز ہے اور نقارہ دعوت الی اللہ ہے پکار کی صدائیں اُٹھ رہی ہیں کہ ابھی وقت و مہلت ہے۔ اے توبہ کے طلبگار و خلوص کے جویاؤ آگے آجاؤ۔ محفل قلب کی پانچ صفیں ہیں۔ پہلی صف مقامِ ولایت دوسری صف مقامِ مدارج تیسری صف خاصانِ خدا کے لیئے چوتھی صف الہاماتِ الٰہیہ والوں کے لیئے پانچویں اور آخری صف غیوبِ تعالیٰ کی محفل ہے۔ خلوص والوں کو ان صفوں میں جگہ ملتی ہے۔ قلبِ مومن پہلی صف کے لیئے مثل دن ہے۔ دوسری کے لیے مثل شمس ہے تیسری کے لیے مثل قمر ہے چوتھی کے لیے مثل نجوم پانچویں کے لیئے مثل لیل کہ وہاں خلوت کا اندھیرا ہے نامحرم کو خلوتِ محبوب کا آستانہ نہیں دکھایا جاتا۔ لہٰذا ریاکاری کا کوڑا اور زہر کا غرور پھینک دو تاکہ دل والوں کی محفل سے حصہ پاؤ ورنہ محرومی تو بہت ہی آسان ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا

اور وہ اللہ ہے جس نے اپنے تابع فرمان کیا دریا کو تاکہ تم اس سے پاکیزہ

اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے دریا مسخر کیا کہ اس میں سے تازہ گوشت

طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا

گوشت کھاؤ اور تاکہ نکالو تم اس سے وہ زیور جو تم پہنتے ہیں لاتے ہو

کھاتے ہو اور اس میں سے گہنا نکالتے ہو جسے پہنتے ہو

وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ

اور تو دیکھتا ہے کشتیوں کو کہ پانی کو پیچھے پھینکنے والی اس میں اور تاکہ طلب کرو تم

اور تو اس میں کشتیاں دیکھے کہ پانی کو چیر کر چلتی ہیں اور اس لیے کہ تم اس کا

فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ

اس کا فضل اور تاکہ تم شکر کرو اور اس نے ڈالے ٹھوس تکڑے زمین میں

فضل تلاش کرو اور کہیں احسان مانو اور اس نے زمین میں

رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ

کیلیں کہ کہیں ہرکت کر جائے تم سب کی وجہ سے اور نہریں اور راستے بنائے تاکہ سفر حضر کی

لنگر ڈالے کہ کہیں تمہیں لے کر نہ کانپے اور ندیاں اور رستے کہ

تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۶﴾

ہدایت پاؤ اور بہت نشانیاں بنائیں اور ایک ستارے سے وہ سب تا قیامت ہدایت پاتے رہیں گے

تم راہ پاؤ اور علامتیں اور ستارے سے وہ راہ پاتے ہیں

أَفَمَن يَخْلُقُ كَمَن لَّا يَخْلُقُ ۗ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿۱۷﴾

تو کیا وہ ذات جو خالق ہو اس کی مثل ہے جو خالق نہ ہو

تو کیا جو بنائے وہ ایسا ہو جائے گا جو نہ بنائے تو کیا تم نصیحت نہیں مانتے

وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا ۗ إِنَّ اللَّهَ

اور اگر گننا چاہو تم اللہ کی نعمت تو کبھی نہ گن سکو گے اُن کو بیشک البتہ اللہ

اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو انہیں شمار نہ کر سکو گے بیشک اللہ

لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۸﴾

بخشنے والا رحم والا ہے

بخشنے والا مہربان ہے

تعلق ۔ ان آیت کریمہ کا تعلق پچھلی آیت سے چند طرح ہے ۔ **پہلا تعلق** باری تعالیٰ جل مجدہ نے حیوانی انسانی مخلوق کے لیے جو نعمتیں پیدا فرمائیں ان کے مرکز و مخزن تین جگہ قائم فرمائے آسمان زمین اور پانی پچھلی آیت میں آسمانی و زمینی نعمتوں کا تذکرہ ہوا۔ اب ان آیت میں دریائی و آبی نعمتوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے ۔ **دوسرا تعلق** پچھلی آیت میں تین قسم کے مقاموں کا ذکر کیا گیا۔ جہاں سے انسانوں کو بقاءِ زندگی کے لیے رزق ملتے ہیں اب ان آیت میں انسانی حیوانی رہائش گاہ کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ رہائش صرف زمین پر ہو سکتی ہے اس لیے اس کو ساکن کیا گیا ہے اگر یہ بھی چاند سورج ستاروں یا پانی کی طرف چلتی پھرتی تو کبھی بھی اس پر ٹھیراؤ نہ رہتا یا پھر پانیوں میں شہر آباد ہوتے یا چاند سورج میں مخلوق کو رکھا جاتا۔ **تیسرا تعلق** پچھلی آیت میں آسمانی زمینی دریائی نعمتوں کا ذکر ہوا۔ اب یہاں اُن کے برتنے فائدہ حاصل کرنے کا ذکر ہو رہا ہے اور ان نعمتوں کے حصول کا طریقہ و علم سکھایا جا رہا ہے کہ آسمانی زمینی دریائی علوم حاصل کر کے نعمتیں مہیا کر لو فائدہ اٹھا لو۔

تفسیر نحوی

هُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ.

واؤ سر جملہ ہُوَ ضمیر مرفوع منفصل اَلَّذِی اسم موصول واحد مذکر ھو مبتدا کا مرجع اور الذی خبر مبتدا سے باری تعالیٰ

مراد ہے۔ سَخَّرَ باب تفعیل کا ماضی مطلق مثبت معروف اس کا مصدر ہے تسخیرٌ سُخْرٌ سے بنا ہے بمعنی عاجز ہونا یہ لازم ہے عاجز کرنا ماتحت کرنا تابع کرنا قابو میں کرنا یہ مصدری ترجمہ متعدّی ہے یہاں یہی معنی ہیں۔ ھُوَ ضمیر اس میں پوشیدہ اَلْبَحْرَ الف لام استغراقی بمعنی عام بحر اسم مفرد جامد بمعنی دریا بحالت فتحہ ہے۔ مفعول بہ ہے یہ جملہ فعلیہ ہو کر معلول ہوا۔ لام کے تعلیلیہ تاکلو باب نصر کا مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مذکر حاضر اَکْلٌ سے مشتق ہے بمعنی کھانا۔ دراصل تاکلون تھا لام کے بعد یہاں اَن ناصبہ پوشیدہ ہوتا ہے اُس نے نصب دیا لہٰذا تاکلون کی نون اعرابی گر گئی۔ مِنْ جارّہ سببیہ یا بعضیت کا۔ ہٗ واحد مذکر غائب مجرور متصل کا مرجع بحر ہے یہ جار مجرور متعلق ہے لِتَاْکُلُوْا کا لَحْمًا اسم مفرد جامد بمعنی گوشت اس کی جمع لُحُوْم ہے اسی سے ہے لحیم یعنی موٹا زیادہ گوشت والا۔ موصوف طَرِیًّا صفت ہے اسم مفرد جامد بمعنی پاکیزہ۔ حلال۔ تازہ لذیذ یہ مرکب توصیفی بحالت نصب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے لِتَاْکُلُوْا کا۔ واوٗ عاطفہ۔ تَسْتَخْرِجُوْا باب استفعال کا فعل مضارع مثبت معروف اس کا مصدر ہے اِسْتِخْرَاجٌ متعدی ہے بمعنی نکالنا حاصل کرنا خُرُوْجٌ سے بنا ہے لازم ہے بمعنی نکلنا۔ منصوب ہے کیونکہ معطوف ہے لِتَاْکُلُوْا کا مِنْ جارّہ بمعنی فی ظرفیہ مکانیہ ہٗ ضمیر کا مرجع بحر ہے۔ حِلْیَۃً اسم مفرد مؤنث لفظی یہ ۃ تانیث کی ہے یا تنکیری یا وحدت کی ہے اس کی جمع ہے حُلِیٌّ بمعنی زیور یا مراد ہے سونا چاندی اور ہیرے جواہرات لفظ حِلْیَۃً سب کو شامل ہے بعض کے نزدیک وہ چیزیں مراد ہیں جس سے زیور بنتا ہے یعنی معلول بول کر علت مراد لی گئی ہے۔ بحالت نصب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے ماقبل کا اور موصوف ہے مابعد کا۔ تَلْبَسُوْنَ۔ باب فتح کا فعل مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مذکر حاضر لُبْسٌ سے بنا ہے بمعنی پہننا لباس بنانا چھپانا ملاوٹ کرنا یہاں پہلے معنی مراد ہیں اَنْتُمْ ضمیر اس کا فاعل مراد عام انسان ہیں ھَا ضمیر اس کا مفعول بہ ہے۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہوئی حِلْیَۃً کی وہ سب مفعول بہ ہے اور یہ جملہ فعلیہ معطوف ہوا سب مل کر علت ہوئی سَخَّرَ کی۔ واوٗ یہ جملہ تَرَی باب فتح کا فعل مضارع معروف صیغہ واحد مذکر حاضر اَنْتَ ضمیر اس میں پوشیدہ اس کا فاعل ہے رُؤْیَۃٌ سے بنا ہے بمعنی دیکھنا۔ غور کرنا۔ الف لام معرفہ جنسی اَلْفُلْکَ اسم جمع مکسّر منصرف بروزن اُسْدٌ اس کا واحد بھی فُلْکٌ بروزن قُفْلٌ بمعنی کشتی بیڑی جہاز مفتوح ہے مفعول بہ ہے۔ مَوَاخِرَ اسم جمع منتہی الجموع اس کا واحد ہے مَاخِرَۃٌ یہ مصدر میمی ہے بمعنی اسم فاعل مَخْرٌ یا مُخُوْرٌ سے مشتق ہے بمعنی پیچھے کرنا آخر کرنا پانی کو چیرنا یہاں ترجمہ ہے پانی کو چیرتے والیاں پیچھے چھوڑنے والیاں فِیْ جارّہ ظرفیہ مکانیہ ہٖ ضمیر کا مرجع بحر ہے۔ واوٗ عاطفہ۔ لام کئے جب مضارع پر آتا ہے تو مکسور ہو جاتا ہے اس میں اَن ناصبہ پوشیدہ ہوتا ہے جو مضارع کو نصب دیتا ہے تَبْتَغُوْا باب افتعال کا فعل مضارع مثبت معروف جمع مذکر حاضر اَنْتُمْ ضمیر جمع اس میں پوشیدہ اس کا فاعل ہے مراد ہے عام انسان اس کا مصدر ہے اِبْتِغَاءٌ بمعنی چاہنا ڈھونڈنا یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں بَغْیٌ سے مشتق ہے نون اعرابی بوجہ نصب گر گئی دراصل تَبْتَغُوْنَ تھا مِنْ جارّہ تبعیضیہ فضل اسم مفرد جامد حاصل مصدر اس کی جمع ہے فضائل بمعنی کسی اچھی چیز کی زیادتی یا بمعنی اللہ کا انعام، نعمت، مہربانی یہاں یہ معنی بنتے ہیں اچھی چیز کی زیادتی کو فضل کہا جاتا ہے اچھی چیز کی زیادتی کو کثرت کہا جاتا ہے۔ ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ

ہے یہ جملہ فعلیہ ہو کر علت دوم ہے سخر کی واؤ عاطفہ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ باب نصر کا مضارع احتمالی صیغہ جمع مذکر حاضر شُکْرٌ سے مشتق ہے نعمت کا چرچہ کرنا قدر پہچاننا احسان ماننا یہاں سب معنی مراد ہیں یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر معطوف اور علت سوم ہے سخر کی۔ اور تمام معلول علت مل کر صلہ ہوا الذی کا وہ سب مل کر خبر ہے ھُوَ مبتدا کی سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مکمل ہوا۔

وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۔ وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ۔ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ واؤ سر جملہ اَلْقٰى باب افعال کا ماضی مطلق مثبت معروف مصدر ہے۔ اِلْقَاءٌ لَقْیٌ سے بنا ہے بمعنی زمین پر ڈالنا اس طرح کہ ساری چیز نظر آتی رہے یا بمعنی زمین میں ڈالنا اس طرح کہ کچھ چھپ جائے اس کو ٹھونکنا کہتے ہیں۔ اس میں ھُوَ ضمیر پوشیدہ کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے فِیْ جارہ ظرفیہ مکانیہ الف لام عہد ذہنی ارض مفرد جامد بمعنی زمین جار و مجرور متعلق ہے اَلْقٰى کا۔ رَوَاسِیَ۔ اسم جمع منتہی الجموع اس کا واحد ہے رَاسِیَۃٌ بمعنی بوجھ اور ایک جگہ جم جانے ٹھیر جانے والی چیز بحالت فتحہ کیونکہ مفعول بہ ہے اَلْقٰى کا اَنْ ناصبہ نفی کیلئے یعنی یہ نہ ہو کہ۔ خیال رہے کہ اَنْ ناصبہ کے پانچ معنی ہوتے ہیں ۱۔ یہ کہ ہو ۲۔ یہ نہ ہو کہ ۳۔ تاکہ ۴۔ ایسا کرو ۵۔ کیونکہ تَمِیْدَ باب ضرب کا مضارع مثبت معروف صیغہ واحد مؤنث غائب ہی ضمیر مستتر اس کا فاعل جس کا مرجع ارض ہے مَیْدٌ سے مشتق ہے بمعنی بڑی چیز کا ہلنا چلنا یہاں لِئَلَّا یا کراھۃ پوشیدہ ہے دراصل تھا لِئَلَّا تَمِیْدَ یا کراھۃ اَنْ تَمِیْدَ پہلا قول نحات بصرہ کا ہے اور دوسرا قول کوفی نحویوں کا بِ جارہ بمعنی مَعَ کُمْ ضمیر مجرور متعلق ہے تَمِیْدَ کا واؤ عاطفہ اَنْهٰرًا جمع مکسر منصرف اس کا واحد ہے نَهْرٌ بمعنی بنایا ہوا پانی کا راستہ بحالت فتحہ عطف ہے بحر پر یہاں جَعَلَ فعل پوشیدہ ہے۔ واؤ عاطفہ سُبُلًا اسم جمع مکسر منصرف اس کا واحد ہے سَبِیْلٌ بمعنی راستے سڑکیں دورتے بحالت نصب ہے عطف ہے نہاراً پر اَنْ تَمِیْدَ جملہ فعلیہ ہو کر مفعول لہ ہے اَلْقٰى کا لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ باب افتعال کا فعل مضارع احتمالی صیغہ مذکر حاضر اَنْتُمْ ضمیر مستتر اس کا فاعل یہ جملہ فعلیہ علت ہے اَلْقٰى کی هُدًی سے بنا ہے بمعنی ایمان اور اسلام قبول کرنا واؤ عاطفہ ہے عَلٰمٰتٍ جمع مؤنث سالم اس کا واحد ہے عَلَامَۃٌ بمعنی نشان راہ زمین کی نشانیاں موڑ وغیرہ بحالت فتحہ ہے معطوف ہے رَوَاسِیَ کا ایک قول میں یہاں وَضَعَ ماضی پوشیدہ ہے اور علامت منصوب اس کا مفعول بہ ہے واؤ سر جملہ بِ جارہ سببیہ الف لام استغراقی یا عہدی نجم اسم مفرد جامد جنسی اس کی جمع ہے نجوم ترجمہ ہے ستارے بِ جارہ سے مجرور ہے متعلق مقدم ہے مابعد فعل یَهْتَدُوْنَ کا ھُمْ ضمیر جمع غائب مرفوع ہے کیونکہ مبتدا ہے یَهْتَدُوْنَ باب افتعال کا مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل ظاہر ضمیر ماقبل والی اس کا فاعل نہیں ہو سکتی کیونکہ فاعل ظاہر یا ضمیر کبھی بھی اپنے فاعل فعل سے پہلے نہیں ہو سکتا البتہ دوسرے معمول اپنے فعل سے مقدم ہو سکتے ہیں۔ فاعل ضمیر کا مرجع اہل مکہ ہیں یا سب انسان تا قیامت ایک قول میں بِالنَّجْمِ پوشیدہ فعل کا متعلق ہے مابعد فعل کا کوئی متعلق نہیں ہو سکتا ان کے نزدیک عامل معمول کے درمیان کسی اجنبی کا فاصلہ نہیں ہو سکتا۔ یہاں درمیان والا ھُمْ ضمیر اجنبی ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ اولاً تو یہ فاصلہ

ناجائز فائدہ ہی غلط ہے اجنبی کا فاصلہ ہو سکتا ہے جس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں تفصیل کے لیے ہمارے فتاویٰ نعیمیہ جلد اول میں پیروں کے مسح والا مسئلہ مطالعہ فرمائیں۔ دوم یہ کہ ھُمْ یَهْتَدُوْنَ میں ھُمْ اجنبی نہیں بلکہ جملے کی جز ہے کیونکہ مبتدا ہے۔ اَفَمَنْ۔ آ ہمزہ سوالیہ انکاریہ یعنی ایسا نہیں ف حرف ابتدا برائے تحسین کلام اظہار وجہ کے لیے ہوتی ہے مَنْ اسم موصول مراد ہے ذات باری تعالیٰ یَخْلُقُ۔ فعل مضارع مثبت معروف واحد مذکر غائب ھُوَ ضمیر فاعل مستتر کا مرجع مَنْ ہے۔ باب نصر سے ہے خَلْقٌ سے بنا ہے بمعنی پیدا کرنا یہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا۔ موصول صلہ مل کر مبتدا ہوا ک حرف جر تشبیہ کے لیے ہر قسم کی مشابہت کو عام ہے مَن اسم موصول ~~مجرور~~ ہے کاف جارہ سے لَا یَخْلُقُ باب نصر کا مضارع منفی معروف بمعنی حال خَلْقٌ سے بنا ہے ھُوَ ضمیر مستتر کا مرجع مَنْ ہے۔ اور اس دوسرے مَن سے مراد بت ہیں یہ جملہ فعلیہ موصول صلہ مل کر مجرور ہوا اور وہ متعلق ہے ثابت یا کائنٌ پوشیدہ اسم فاعل کا یہ سب جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے مبتدا اَفَمَنْ کی آ ہمزہ استفہامیہ سوال قرار کے لیے۔ یعنی ضرور نصیحت پکڑو ف حرف ابتدا۔ لَا تَذَکَّرُوْنَ باب تفعیل کا مضارع معروف منفی بلا صیغہ جمع مذکر حاضر اَنْتُمْ اس میں پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل ہے اور خطاب ہے سب کفار کو دراصل تھا تَتَذَکَّرُوْنَ ت علامت مضارع کو گرا دیا کیونکہ دوسری ت مصدریہ اس کی جگہ ہے ذکر سے مشتق ہے بمعنی نصیحت پکڑنا۔ واؤ سر جملہ حرف شرط تَعُدُّوْا باب نصر کا فعل مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مذکر حاضر مجزوم ہے اِن شرطیہ نے جزم دیا ہے دراصل تھا تَعُدُّوْنَ نون اعرابی جزم سے گر گئی عَدٌّ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے بمعنی اگنا۔ اَنْتُمْ ضمیر اس میں پوشیدہ اس کا فاعل ہے مرجع عام انسان نِعْمَۃٌ اسم مفرد جامد جنس ۃ وحدت کی ~~نہیں~~ تانیث کی مضاف ہے لفظ اللہ اسم مفرد جامد اسم اعظم ذات جل مجدہ کا۔ مضاف الیہ بحالت جریہ مرکب اضافی بحالت فتحہ مفعول بہ ہے تَعُدُّوْا کا نعت کا معنی ہے بلا معاوضہ مفید چیز ملنا لَا تُحْصُوْا باب افعال کا مضارع منفی معروف جمع مذکر حاضر۔ اس کا مصدر اِحْصَاءٌ بمعنی گنتی صحیح اور مکمل کرنا۔ احاطہ کرنا۔ گھیر لینا یہاں پہلے معنیٰ میں ہے حَصًی سے بنا ہے ہر وقت متعدی ہوتا ہے۔ دراصل تھا۔ لَا تُحْصِیُوْنَ بروزن لَا تُکْرِمُوْنَ ی لام کلمے پر ضمہ بوجھل ہوا لہٰذا ضمہ ماقبل کو دیا دو ساکن جمع ہوئے ی گر گئی۔ واؤ نہیں گر سکتی کیونکہ علامت جمع ہے آخر کا نون اعرابی اِن شرطیہ نے گرا دیا کیونکہ جملہ فعلیہ ہو کر جزا ہے۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب منصوب متصل مفعول بہ ہے لَا تُحْصُوْا کا۔ اِنَّ حرف تحقیق۔ اللہ اسم مفرد جامد بحالت فتحہ کیونکہ اسم ہے اِنَّ کا۔ لام مفتوحہ ابتدائیہ خبر اِنَّ کی تاکید کے لیے آیا۔ غَفُوْرٌ۔ اسم مبالغہ بروزن فَعُوْلٌ غَفْرٌ سے بنا ہے بمعنی چھپانا۔ مٹانا۔ بخشنا یہاں ہر معنی مناسب ہے۔ مرفوع ہے کیونکہ خبر اول ہے اِنَّ کی رَحِیْمٌ اسم صفت مشبہ۔ رَحْم کی مشتق ہے ترجمہ ہے۔ بہت ہی رحم کرنے والا۔ مرفوع ہے کیونکہ خبر دوم ہے۔ اِنَّ کی یہ سب کچھ مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا وَّ تَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِیْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ

اور کتنی عظیم حیران کن قدرتوں والا ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے زمین کے آس پاس چاروں طرف بحر بیکنار

پھیلے ہوئے سمندر وہشتناک پانی اور اُسکی لہروں کو مسخر عاجز و مسکین پابند تمکین کر دیا تاکہ تم اے انسانو اس سخت نمکین کڑوے سمندری پانی سے نکالکر تازہ پاکیزہ نرم و نازک میٹھا لذیز گوشت کی مچھلیاں پکاکر تلکر اور اُس سے ہزار چیزیں بناکر کھاؤ اور اس سمندر کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ تم اس سے بہت نیچے جاکر غوطہ خوری کے ذریعے اور رب تعالیٰ کی دی ہوئی عقل کے ساتھ قسم قسم کے موتی جواہرات ہونگے مرجان سیپیوں کے زیور نکالو جن کو تم لباس بناتے ہو اپنی بیویوں بہو بیٹیوں کے لیے سمندر کا تیسرا فائدہ یہ کہ اس بحرِ عظیم پانی میں ایسی عظیم کشتیاں دن رات نہایت آرام اور تیز رفتاری سے پانی کو چیرتی ہوئی چلتی رہتی ہیں۔ پھری ہوئی لہروں کو پہاڑ جیسی موجوں کو اُس ہی خالق و رحیم کریم نے تنکوں جیسی کشتیوں کے لیے بڑے بڑے بحری جہازوں کے لیے مسخر و نرم کرکے مخمل کی طرف بچھا دیا صرف اس لیے کہ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ تاکہ تم ساری دنیا کے انسانو سمندری دریائی سفر کے ذریعے تجارت و کاروبار کرکے اُس خالقِ تعالیٰ کا فضل دولت عزت سامان رزق خوراک کی شکل میں تلاش کرسکو اور مولیٰ کریم نے یہ سب شاہکار قدرت کیوں ظاہر فرمائے اصل مقصود کیا ہے وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اور تاکہ تم قدرتی نعمتیں کبھی اجرام فلکیہ میں کبھی چاند سورج ستاروں میں کبھی انسانی بدن اور نفوس آدمیت میں کبھی حیوانات چرند و پرند و درند میں کبھی ثمرات و شجرات و نباتات میں اور پھر کبھی بحرِ ذخار کی موج کے طوفانوں میں دھار کی لہروں پاٹ کی موجوں میں دیکھ کر شکر پروردگار کرو اور شکر گزار بندے بن جاؤ۔ غور تو کرو کہ پانی بھی اُس نے پیدا کیا اور پانی میں سفر کرنے کے لیے کشتی جہاز آبدوزیں بنانا بھی اسی رب کریم نے سکھایا کہ سب سے پہلے اُسکے نبی مکرم حضرت نوح علیہ السلام نے اُسی رب تعالیٰ کے سکھانے بتلانے سے کشتی نما آبدوز جہاز بنایا پھر اُس کی نقل میں بعد کے دوسرے انسانوں نے کشتیاں جہاز بنائے نوح علیہ السلام سے پہلے دنیا میں کبھی کسی نے کہیں کوئی کشتی نہ بنائی تھی۔ (تفسیر ابن کثیر) جہازرانی میں سب سے زیادہ ایجادات ترقی اور قوت مسلمان قوم نے کی باقی اقوام نے ان کی نقل اور تقلید کی۔ دریائی جانوروں میں طریا صرف مچھلی ہی ہے یعنی پاکیزہ نرم تازہ ہو تو کھانے کے لائق جلدی بگڑ جانے والا۔ کسی دوسرے جانور کا گوشت اتنا نرم نہیں ہوتا اسی لیے فقہی اصطلاح میں مچھلی کو گوشت نہیں کہا جاتا۔ اور یہاں اس کو لحم فرمانا مجازاً ہے۔ وَاَلْقٰى فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَۙ وَعَلٰمٰتٍؕ وَبِالنَّجْمِ هُمْ یَهْتَدُوْنَ اَفَمَنْ یَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا یَخْلُقُؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ۝

اور اُس رب قدیر نے گاڑھ دی ہیں زمین میں ایک جگہ ٹھیرا دینے والی سنگلاخ بے شمار کیلیں کہ کہیں ہل جائے۔ یعنی تاکہ ہل نہ پڑے۔ تمام متقدمین و متاخرین فلاسفہ اور علماء ہیئت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ زمین ایک کرہ ہے اور انڈہ نما گیند کی شکل پانی میں پڑی ہوئی ہے اس کا صرف ایک چوتھائی اوپر ظاہر ہے اسی کو شیخ سعدی علیہ الرحمۃ ربع سکون کا نام دیتے ہیں تین چوتھائی پانی کے اندر ہے۔ چاروں طرف سمندر ہوتا تو ہر شخص کو نظر بھی آ رہا ہے اِس ربع سکون پر ہی سب انسان چرند پرند نباتات حیوانات پہاڑ ندی نالے رکھے گئے ہیں۔ دنیا کے جزیرے جیسے برطانیہ جزائر انڈیمان (کالا پانی) وغیرہ صرف اس لیے بنجاتے ہیں کہ جہاں سطح زمین نیچی تھی وہیں سمندر آگیا اور اس طرح ایک اونچا ٹکڑا جزیرہ کہلانے لگا

ورنہ سب زمین ایک جڑا ہوا کرہ ہے جزیرے جدا نہیں نہ یہ دوسری تیسری زمین ہے۔ جیسا کہ بعض احمقوں نے جزیروں کو جدا زمین سمجھ کر سات زمینوں کی گنتی پوری کی۔ سائنسدانوں اور اُن کی جی حضوری میں بعض اردو مفسرین نے انتہائی غیر ذمہ داری اور نادانی کا ثبوت دیتے ہوئے کہنا شروع کر دیا کہ زمین مثل سیارہ گردش کرتی ہے حالانکہ حرکت زمین پر ان نادانوں کے پاس مضبوط دلیل تو درکنار کوئی بھونڈی دلیل بھی نہیں۔ جب کہ زمین کے ایک جگہ ٹھیرنے پر عقلی۔ نقلی۔ قرآنی۔ حدیثی۔ مشاہداتی۔ منطقی فلسفی تقریباً اٹھارہ دلائل ہیں جن کو کوئی توڑ نہیں سکتا جس کی کچھ تفصیل ہمارے فتاوی العطایا جلد دوم میں ملاحظہ فرماؤ۔ یہاں بس اتنا سمجھ لو کہ قرآن مجید کی اس آیت اَنْ تَمِیْدَ کے علاوہ تقریباً گیارہ آیتوں سے صاف صاف ثابت ہو رہا ہے کہ چاند سورج گردش میں ہیں نہ کہ زمین اور یہ کہ زمین پانی پر رکھی ہوئی ہے اور جو پانی میں ہو وہ سیاروں کی طرح گردش کس طرح کر سکتی ہے دوم یہ کہ یہ آیت اور سورہ انبیا کی آیت ۳۱ سورۃ لقمان کی آیت ۱۰ بتا رہی کہ زمین ٹھیری ہوئی ہے اس لیے کہ پہاڑ مثل کیل زمین میں ٹھکے ہوئے ہیں زمین پر صرف بوجھ بن کر رکھے ہوئے نہیں ہیں اسی لیے ارشاد ہے۔ فِی الْاَرْضِ نہ کہ عَلَی الْاَرْضِ. اور رب تعالیٰ خالق کائنات نے زمین میں پہاڑوں کی کیلیں ٹھونکی ہی اس لیے ہیں کہ زمین کو ٹھیرانا مقصود ہے سوم یہ کہ پہاڑوں کو رواسی فرمایا اسی لیے کہ وہ ایک جگہ ٹھیرے ہیں اور زمین کو بھی ٹھیرائے ہوئے ہیں اسی معنیٰ کی بنا پر اہل عرب بندرگاہ (ٹرمینل) کو مرسیٰ کہتے ہیں۔ لہٰذا ان چند وضاحتی باتوں سے ثابت ہوا کہ نہ یہ زمین ہوائی جہاز کی طرح پرواز میں ہے کیونکہ تسخیر بحر کے زمرہ میں ہے نہ مثل بحری جہاز رفتار میں ہے کیونکہ اَلْقٰی فِی الْاَرْضِ. ہے چہارم یہ کہ جو چیز پانی میں چلتی ہے وہ ضرور دائیں بائیں ہچکولے کھاتی ہے خواہ اُس پر کتنا ہی بوجھ لدا ہو۔ لیکن زمین کبھی ہچکولے نہیں لیتی کیونکہ اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ ہے اور مشاہدہ بھی یہی ہے نیز پانی میں چلانے کا آخر مقصد کیا ہے وہ ذات پاک تو فضولیات اور بیکار کام سے پاک ہے رہا زمین پر رات دن کا بننا اور چاروں طرف سورج کی دھوپ روشنی و حرارت کا پہنچنا تو سورج کی گردش سے ہی حاصل ہو رہا ہے۔ زمین کے چلنے پھرنے کی حاجت نہیں اس لیے حرکت زمین کا قائل ہونا بیہودہ خیال اور سر پھروں کا کام ہے۔ انعام ربانی تو دیکھو کہ اسی زمین خشک پر میٹھے پانی کی نہریں چلائیں اگر نہریں اور دریا بھی مسخر نہ ہوں تو وہ بھی سیلاب بن کر عذاب ڈھا دیں۔ اُسی پروردگار عالم نے انسانوں حیوانوں کے چلنے پھرنے سفر کرنے کے لیے اور گم شدگی سے بچانے کے لیے بے شمار راستے بنائے علم ہیئت اور جغرافیہ دان فرماتے ہیں کہ جس طرح زمین پر سڑکوں گلیوں۔ دروں پگڈنڈیوں۔ وادیوں گھاٹیوں۔ نالیوں۔ کھائیوں سے راستے بنائے گئے ہیں اس طرح سمندر میں بھی لہروں اور مختلف رنگدار پانیوں کے ذریعے قدرت الٰہیہ نے مضبوط راستے بنائے ہیں جو صرف مسافران بحر یا بحری جہاز ران کپتی والے ہی جانتے پہچانتے ہیں۔ کیسا کرم ہے کہ سطح زمین پر راستے بنائے اور زمین کی بلندیوں پر درختوں وغیرہ سے نشانات بنا دئے یعنی راستوں کو پہچاننے کے لیے پہاڑوں گھاٹیوں جنگلات و اشجار کی علامات بنا ڈالیں۔ صحیح

قول یہ ہے کہ سبلاً اور علامت دونوں کا عطف سخر پر ہے نہ کہ القیٰ پر کیونکہ القیٰ کے لیے فی الارض فرمایا گیا جبکہ علامت علی الارض یعنی زمین کے اوپر ہیں نہ کہ اندر لہٰذا القیٰ صرف پہاڑ ہیں اور اس قدرتوں والے کریم رحیم مولیٰ تعالیٰ نے ستاروں کو پیدا فرما دیا کہ انہی کے ذریعہ یہ بندے ہر وقت سفر حضر بحری خشکی ہوائی راستوں پر منزل کی ہدایت پاتے ہیں۔ اندھیرا ہو یا اجالا دن ہو یا رات ہر چلنے والے کو ستاروں کی حاجت ہے سفر میں راستے اور مشرق مغرب وغیرہ کا پتہ لگانے کے لیے اور حضر میں وقتوں کا پتہ لگانے کے لیے نجوم کی ضرورت ہے۔ چاند سورج بھی نجوم سیارگان میں شامل ہیں آنہی کر وڑ ہا نعمتوں کا پیدا فرمانے والا کیا ان بتوں کی طرح ہو سکتا ہے یا اُن لوگوں کی طرح جو کچھ بھی پیدا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے کیا اب بھی یہ کفار اس کے بندے نہیں بنتے اور اس کی یاد معبودیت نہیں مانتے حالانکہ حق بندگی یہ تھا کہ زندگی کی ہر حالت ہر سانس میں اُسی کا چرچہ ہوتا۔ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ بندو جاؤ تم سے کہا جاتا ہے کہ رب تعالیٰ کا ذکر کرو یہ صرف عبادت گزاری پاکیزگی عبادت تمہارے ہی اخلاق درست کر کے تم کو دنیا و آخرت میں باعزت بنانے کے لیے ہے ورنہ حقیقی شکر تو درکنار تم تو اس کی نعمتوں کو شمار بھی نہیں کر سکتے چاہیں کتنی ہی کوشش کر و کروڑ ہا نعمتیں تمہارے جسم میں موجود ہیں پھر زمین کے اوپر اُس کے اندر دائیں بائیں اور بادلوں فضاؤں ہواؤں آسمانوں میں تمہارے لیے بے حساب نعمتیں ہیں اور پھر یہ نعمت کیا کم ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے کفر شرک اور لاکھوں گناہوں کو بغیر معافی مانگے بھی بخشنے والا۔ لیکن کفر شرک دنیا میں فقط معاف ہو سکتا ہے بعد موت نہیں۔ تمہارے اتنے اتنے بڑے جرموں کے باوجود اپنی کوئی نعمت تم پر بند نہیں کرتا اور ایسا رحیم ہے کہ ہر طرح کا دنیوی آرام دئے ہی جاتا ہے۔

فائدے

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے **پہلا فائدہ** اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت سے فائدہ حاصل کرنا اللہ کریم کی رضا و خوشنودی کا باعث ہے اس لیے رب تعالیٰ بار بار فرماتا ہے کہ میں نے تمہارے لیے یہ سب کچھ مسخر کر دیا خیال رہے کہ کسی کے لیے مسخر کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ مسخر شدہ چیزیں بندے کے قبضے میں دے دی جائیں دوم یہ کہ بندہ کے لیے مسخر ہوں بندے کا اُس پر قبضہ یا غلبہ نہ ہو۔ وہ چیز بندے کو نقصان نہ پہنچا سکے بلکہ یا تو وہ چیز بندے کے لیے بالکل بے ضرر ہو جائے اور بے ضرری کے ساتھ ساتھ فائدہ بھی پہنچائے۔ پہلی صورت انبیاء علیہم کے لیے ہے کہ انبیاء کرام کے قبضے میں عالم کی ہر چیز دے دی جاتی ہے چاند سورج بادل ہوائیں فضائیں ان کے حکم کے پابند بنا دئے جاتے ہیں۔ اس کا ثبوت احادیث و قرآن میں بہت جگہ موجود ہے۔ انبیاء کرام کی غلامی کے طفیل بعض بہت بڑے بڑے خواص اولیاء اللہ کو بھی یہ عزت بخش دی جاتی ہے جیسے کہ حضور غوث پاک کو حضرت خضر کی اتباع و فرمانبرداری کی بنا پر بہت کچھ انعام ملا۔ دوسری صورت عام انسانوں کے لیے ہے کہ چاند سورج ستارے ہوائیں پانی انسانوں کے فائدے کے لیے رواں دواں مگر انسان کے قبضے میں نہیں نہ کسی بادشاہ وزیر امیر کا ان پر غلبہ ہے ایسے ہی طرح جنات سانپ بچھو وغیرہ انسان کو نقصان

نہیں دے سکتے یہ سب کچھ مسخر ہوتا ہے۔ ورنہ مولیٰ تعالیٰ کے قبضے اور غلبے کے ماتحت تو ہر چیز ہے۔ سمندروں دریاؤں کا نہ ڈبونا زمین کا کھیتیاں اگانا اور چپ چاپ کھد جانا بندوں کی ٹھوکریں پھاوڑے کھرپے کلہاڑیاں برداشت کرتے چلے جانا یہ سب دوسری قسم کی تسخیر میں شامل ہے یہ فائدہ وَسَخَّرَ الْبَحْرَ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ**۔ زمین و آسمان بالکل اپنی جگہ ساکن و جامد ہیں صرف سیارے۔ چاند سورج ستارے چکر لگا رہے ہیں۔ یہ فائدہ اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ سے حاصل ہوا سکون زمین کے مکمل و مضبوط دلائل اور سائنسی دلیلوں کا رد ہمارے فتاویٰ العطایا جلد دوم میں ملاحظہ فرماؤ۔

تیسرا فائدہ دنیا کی ہر چیز انسان کے لیے نصیحت ہے۔ لہٰذا انسان کو چاہیئے کہ ہر چیز میں غور فکر تدبر کرے۔ یہ فائدہ اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ** دریائی جانوروں میں صرف مچھلی کھانا حلال ہے اس کے علاوہ کوئی جانور حلال نہیں مچھلی وہ ہے جس کے پنجے پاؤں نہ ہوں صرف چھوٹے چھوٹے دائیں بائیں پر ہوں لہٰذا جھینگا کیکڑا حرام ہے اس کے پنجے ہوتے ہیں اسی طرح کچھوا کیکڑا وغیرہ تمام دریائی آبی جانور حرام ہیں۔ مچھلی کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ مچھلی پانی سے باہر ایک منٹ زندہ نہیں رہ سکتی جبکہ دوسرے تمام سمندری جانور پانی سے باہر بھی زندہ چلتے پھرتے رہتے ہیں۔ یہ مسئلہ لَحْمًا طَرِیًّا فرمانے سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ** چاند سورج ستارے صرف علم توقیت اور علم جغرافیہ کے لیے بنائے گئے ہیں یعنی ان کے ذریعے نماز۔ روزے۔ حج و قربانی کے وقت و تاریخیں اور سال و ماہ و ہفتے دن و رات کا اندازہ اور وقت معلوم کیا جائے۔ ستاروں سے قسمتیں یا غیب کا حال معلوم کرنا یا قسمت کو ستارے سے معلق سمجھنا حرام ہے۔ علم نجوم سے مراد اگر علم توقیت و علم جغرافیہ یعنی راستے اور سمتیں معلوم کرنا لیا جائے تو یہ علم سیکھنا جائز بلکہ فرض علیٰ کل مسلم ہے اور اگر عرف عام والا علم نجوم مراد ہو تو یہ سیکھنا سکھانا اور نجومیوں سے قسمت کا حال پوچھنا اور اس پر یقین کر لینا سب حرام ہے۔ یہ مسئلہ وَبِالنَّجْمِ هُمْ یَهْتَدُوْنَ سے مستنبط ہوا۔ **تیسرا مسئلہ** قرآن مجید سے جتنی بھی نصیحتیں حاصل ہوئی ہیں وہ دو قسم کی ہیں ایک عبادت دوم تعظیم عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے کسی غیر کی عبادت حرام ہے مگر تعظیم ہر اس چیز کی جائز بلکہ بعض اوقات شرعی واجب ہے جس کو رب تعالیٰ نے محترم اور بڑا بزرگ بنایا ہے یہ مسئلہ اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ فرمانے سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراضات کئے جا سکتے ہیں۔ **پہلا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا کہ دریا تمہارے لیے مسخر کئے ہیں اور تسخیر کی علت یعنی وجہ یہ ہے کہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ۔ دریا تو انسان کو ڈبو دیتے ہیں سیلاب لا کر پوری بستیاں تباہ کر دیتے ہیں اگر انسان بچتا ہے تو اپنے فن تیراکی سے بچتا ہے پھر یہ تسخیر کیسی ہوئی۔

جواب: معترض نے سمندر کی ہیبت ناک لمبائی چوڑائی اور دہشت انگیز وسعت کو مدنظر نہ رکھا۔ اور پھر ایسے بحر بیکنار میں جہازوں کشتیوں کو خراماں خراماں چلتے اور مہینوں سفر کرتے نہ دیکھا اور اتنے بڑے سمندر میں اپنی اس چھوٹی زمین پر غور نہ کیا ورنہ صرف انہی باتوں پر سوچنے غور کرنے سے یہ اعتراض خود بخود حل ہو جاتا ہے کہ کس کی قدرت نے ان پہاڑوں جیسی لہروں کو باندھ کر رکھا ہے۔ رہا یہ اعتراض کہ سیلاب سے بستی کا تباہ ہو جانا تو یہ اعتراض نہیں بلکہ اسی تسخیر کے ثبوت کی ادنیٰ سی دلیل ہے کہ اے انسان تیری اور تیری ان عالیشان سیمنٹڈ بستیوں کی حیثیت تو یہ ہے کہ بارش کے معمولی سیلاب نے ان سنگلاخ بستیوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر فنا د تباہ کر دیا اور کوئی انسانی قوت بھی اس معمولی بارش کی تباہی سے نہ بچا سکی یہ وہ دلیل ہے جو گمراہوں بے دینوں کو خواب سرمست سے جگانے والی راہ راست پر ڈالنے والی ہے۔ کہ اگر یہ سمندر مسخر نہ ہوتا تو تمہاری یہ چھوٹی سی کائنات انسانیت ایک لہر کی مار تھی۔ **دوسرا اعتراض:** آپ کی تفسیر نے اَنْ تَمِيدَ بِكُمْ سے ثابت کیا ہے زمین چلتی نہیں بلکہ ایک جگہ ساکن کھڑی ہے حالانکہ بہت سے مفسرین کہتے ہیں کہ تَمِيدَ کا معنی چلنا نہیں بلکہ دائیں بائیں ہچکولے کھانا ہیں اس آیت میں چلنے کی نفی نہیں ہے صرف ہچکولوں کی نفی ہے مطلب یہ ہے کہ سیدھی چل رہی ہے خالی کشتی کی طرح ہچکولے نہیں کھاتی نہ جھکتی ڈولتی ہے۔

جواب: بہت سے مفسرین نے نہیں بلکہ اردو خوان چند سائنسدان مفسرین نے سائنس سے مرعوب متاثر ہو کر اب لکھ دیا بہر حال ایسا لکھنا قطعاً غلط اور کم فہمی ہے تین وجہ سے ایک یہ کہ ان نادان مفسروں کو اپنی یہ غلط بات منوانے کے لیے کہنا پڑتا ہے کہ پہاڑ زمین کے اوپر کشتی کے سامان کی طرح رکھے ہوئے ہیں حالانکہ یہ غلط ہے اگر ایسا ہوتا تو آیت پاک کے الفاظ اَلْقٰى فِي الْاَرْضِ نہ ہوتے بلکہ عَلَى الْاَرْضِ ہوتے لفظ فی بتا رہا ہے کہ پہاڑ زمین پر صرف رکھے ہوئے نہیں ہیں بلکہ ٹھکے ہوئے ہیں اور ٹھونکنا روکنے کے لیے ہی ہوتا ہے دوم یہ کہ ہچکولوں سے روکنے کے لیے وزن ساری کشتی میں برابر رکھا جاتا ہے ورنہ بوجھ سے کشتی ایک طرف ڈھلک جاتی ہے اور ڈوبنے کا خطرہ ہو جاتا ہے لیکن ذرا سی پہاڑ زمین کے چاروں طرف برابر نہیں ہیں ثابت ہوا کہ کشتی کے سامان کی طرح پہاڑ زمینی ہچکولے روکنے کے لیے نہیں بلکہ چلنے سے روکنے کے لیے ہے سوم یہ کہ جب کشتی چلتی ہے تو تجربہ و مشاہدہ ہے کہ کشتی کتنی ہی بھری کیوں نہ ہو چلنے سے ہچکولے ضرور کھاتی ہے۔ کوئی وزن کتنا ہی وزن رکھا ہو کسی طرح سے بھی رکھا ہو ہچکولوں سے روک نہیں سکتا۔ صرف ٹھیری ہوئی کشتی ہی ہچکولوں اور جھکنے ڈولنے سے بھی بچ سکتی ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ زمین ساکن ہے اس لیے وہ تفسیریں غلط ہیں جو حرکت زمین کی دلیلیں ڈھونڈتی اور بیان کرتی و بناتی پھرتی ہیں اور پھر سوچنا یہ ہے کہ زمین کو آخر چلانے کا مقصد کیا ہے جو چاند سورج کے چلانے سے حاصل نہیں ہوا۔ خیال رہے کہ چاند سورج و ستارگان ہی چلنے کے لیے ہیں اس لیے ان پر آبادی نہیں رکھی گئی اور زمین چونکہ انسانی حیوانی آبادی کے لیے ہے اس لیے اس کا ساکن ہونا ضروری ہے۔

تیسرا اعتراض: یہاں آپ نے اور پرانے مفسرین نے فرمایا کہ زمین پانی پر ہے حالانکہ زمین کی حقیقت اس کے خلاف

ہے زمین کی حقیقت یہ ہے کہ خشکی و سمندر یعنی بحر و بر سب گیند کی طرح ایک گول کرہ ہے اور غبارے کی طرح اڑتا پھر رہا ہے اسی نقشے کے مطابق سائنسدانوں نے زمین کا گلوب گول گیند کی طرح بنایا ہے اور اس پر خشکی اور چھوٹے چھوٹے جزیروں اور چھوٹے بڑے دریاؤں پانیوں کے ساتھ بڑے سمندر کا بھی نقشہ بنایا ہے۔ جواب۔ یہ نقشے یہ تصورات سب ذہنی پیداوار ہیں اور اپنی دیوانگی ہے۔ مگر یہ ذہنی اور بناوٹی خیالی اختراعات قرآن و حدیث کے خلاف ہونیکے علاوہ خود سائنسدانوں کے اپنے پرانے نظریات کے بھی خلاف ہیں۔ اور عقل سلیم بھی اس بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں۔ معترض کہتا ہے کہ زمین اور پانی ایک ہی کرہ ہے حالانکہ قرآن مجید سورۃ ھود آیت نمبر ے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَآءِ یعنی پانی پر عرش اعظم رکھا ہوا تھا اس سے ثابت ہوا کہ پانی علیحدہ ایک مستقل کرہ ہے۔ تفاسیر و روایت میں ہے کہ تجلیات الہیہ سے پانی میں جوش کھولاہٹ و تیزی پیدا ہوتی اس سے جھاگ و دھواں بھاپ پیدا ہوا۔ جمالیات الہیہ سے جھاگ جم کر زمین بنی اور بھاپ جم کر آسمان بنے۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ زمین علیحدہ کرہ ہے پانی علیحدہ اور یہ کہ زمین پانی پر تکی ہوئی ہے۔ پرانے فلاسفہ اور سائنس دان زمین کو مرغی کے انڈے کی شکل گول مانتے رہے جیسا کہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں لکھا ہے نیز تمام سائنس دان اب تک یہ مانتے چلے آرہے ہیں کہ تمام کائنات عالم میں سات کرے ہیں ۱۔ آب ۲۔ کرہ خاک یعنی زمین ۳۔ کرہ ہوا و کرہ باد ۴۔ کرہ نار ۵۔ کرہ دخان ۶۔ عالم سیارگان ۷۔ فلکی کواکب۔ ان نظریاتی اقوال سے بھی زمین کا علیحدہ کرہ ثابت ہوتا ہے نیز آج تک تمام سائنس دان کہتے رہے ہیں کہ ہوا کا دباؤ صرف مدار زمین میں ہے اور یہ کسی نے بھی نہ کہا کہ کرہ ہوا بھی سیارہ ہے اور زمین کے ساتھ ساتھ پرواز میں ہے جب مدار زمین میں موجودہ ہوا پرواز میں نہیں تو زمین بھی پرواز و رفتار میں نہیں ہو سکتی۔ ثابت ہوا کہ زمین و سمندر کا ایک کرہ ہونا بھی غلط موجودہ گلوبی نقشہ بھی غلط اور بحر و بر کی پرواز بھی غلط صرف چاند سورج و ستارے ہی گردش میں ہیں بحر و بر جامد و ساکن ہیں سائنس کی اتنی ترقی کے باوجود آج تک کوئی سائنسدان سمندر کا دوسرا کنارہ اور سمندر کی لمبائی چوڑائی نہ ناپ سکا نہ آخری گہرائی کا پتہ لگا سکا جب کہ سائنسدانوں نے زمین کی پوری لمبائی چوڑائی ناپ ڈالی ہے بلکہ مامون رشید کے حکم سے اس زمانے کے فلسفی عیسٰی بن حنین نے پوری زمین کی پیمائش و مسافت صحیح معلوم کرلی تھی جس پر موجودہ سائنسدان گروہ نے اتفاق کیا۔ اگر یہ سب بحر و بر ایک ہی کرہ محو پرواز ہوتا تو یہ تضاد کیوں ہوتا۔

چوتھا اعتراض۔ یہاں فرمایا أَفَمَنْ يَخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ عام مفسرین اور قرآن مجید کی اگلی دوسری آیت ۲۰ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ سے ثابت ہوتا ہے کہ کَمَنْ سے مراد بت ہیں۔ حالانکہ بت بالکل بے جان و بے عقل چیز ہیں تو یہاں لفظ مَن کیوں بولا گیا یہ عقل والوں کے لیے مستعمل ہے۔ چاہیئے تھا کہ کَمَا لَا يَخْلُقُ ہوتا۔

جواب ۱۔ یہاں چونکہ خطاب کفار بُت پرستوں سے ہے اور وہ اپنے بتوں کو بڑا عقل والا سمجھتے ہیں اس لیے کَمَنْ فرمایا گیا۔ اور یہ مَن کی احمقانہ سمجھ کی تائید نہیں بلکہ ان کے ذہنی تصور کو اس طرف پھیرنے کیلئے ہے کہ یہاں تمہارے بُت ہی مراد ہیں نہ کہ کوئی دوسری جمادات یا نباتات۔ ورنہ اگر یہاں کَمَا لَا یَخْلُقُ فرمایا جاتا تو بت پرستوں کا ذہن اپنے بتوں کی طرف نہ جاتا اور وہ کہہ دیتے کہ یہاں بُت مراد نہیں وہ کَمَا لَا یَخْلُقُ میں سے نہیں بلکہ یہاں دیگر جمادات وغیرہ کا ذکر ہے۔

دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ مَنْ اور مَا اسم موصول کے متعلق قاعدہ اکثریہ واصلیہ تو واقعی یہی ہے کہ من اہل عقل کے لیے اور مَا غیر ذوی العقول کے لیے مگر یہ قاعدہ کلیہ نہیں اس کے خلاف بھی کبھی ہو جاتا ہے کہ من غیر عقل کے لیے جیسے ارشاد ہے فَمِنْهُمْ مَنْ يَمْشِي عَلَى بَطْنِهِ۔ ترجمہ بہت سے جانور وہیں ان میں سے جو پیٹ کے بل چلتے ہیں اور مَا عقل والوں کے لیے بولا دیا جاتا ہے۔ سورۃ والشمس کی آیت ۵ میں ارشاد ہے وَالسَّمَاءِ وَمَا بَنَاهَا یہاں لفظ مَا خالق تعالیٰ کے لیے بولا گیا۔

پانچواں اعتراض یہاں اس طرح ہونا چاہیے تھا اَفَمَنْ لَا يَخْلُقُ كَمَنْ يَخْلُقُ اس لیے کہ کافر کہتے ہیں ہمارے بت (معاذ اللہ) اللہ کی طرح ہیں یہ نہیں کہتے کہ اللہ ہمارے بتوں کی طرح ہے۔ مگر یہاں موجودہ آیت کا ترجمہ تو اس طرح ہوتا ہے کہ کیا خالق اور اللہ اس کی طرح ہو سکتا ہے جو پیدا نہیں کرتا کفار کا تردید کے لیے تو یہ فرمانا چاہیے تھا وہ بت جو کچھ بھی پیدا نہیں کرتے اُس معبود کی طرح ہو سکتے ہیں۔ جو سب کچھ پیدا کرتا ہے۔

جواب ۱۔ مشرکین اپنے بتوں کو کسی کی مثل نہیں کہتے نہ تشبیہ دیتے ہیں بلکہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ بت حکومت و عزت میں اللہ کی برابر ہیں۔ (معاذ اللہ) اس کا جواب دیا گیا کہ عزت وہ حکومت میں برابری کیسے ہو سکتی وہ خالق تعالیٰ ہے اور تم کچھ پیدا نہیں کر سکتے۔ نیز رب تعالیٰ جلّ وعلیٰ ہے اس کا ذکر پہلے ہی ہونا چاہیے ایک جواب یہ دیا گیا کہ چونکہ پہلے بتوں کی کمزوری بیان کی گئی ہے اس لیے اب فرمایا گیا کہ جو اللہ آتنی عظیم عظیم اشیا کا پیدا کرنے والا ہے وہ ان کمزور بتوں کی طرح کیسے ہو سکتا ہے۔ یا برابری کیونکر ہو سکتی ذرا اسی چیز پر اے کم عقلو خیال کرلو۔ (تفسیر کبیر) وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔ اس کی تفسیر صوفیانہ انشاء اللہ تعالیٰ آیت ۲۳ کے بعد ہوگی

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَالَّذِيْنَ

اور اللہ جانتا ہے جو چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو تم ۔ اور وہ لوگ جو

اور اللہ جانتا ہے جو چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو ۔ اور اللہ کے

يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ

عبادت کرتے ہیں کی غیر اللہ نہیں پیدا کر سکتے کچھ اور وہ خود

سوا جن کو پوجتے ہیں وہ کچھ بھی نہیں بناتے اور وہ خود

يُخْلَقُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ

سب پیدا کئے گئے ہیں۔ مردے ہیں نہ کہ زندہ ۔ اور نہیں شعور رکھتے

بنائے ہوئے ہیں مردے ہیں زندہ نہیں اور انہیں خبر نہیں

اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۲۱﴾ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ

کہ کب قیامت میں اٹھائے جائیں گے ۔ معبود تمہارا معبود ہے ایک ہی تو وہ جو

کہ لوگ کب اٹھائے جائیں گے ۔ تمہارا معبود ایک معبود ہے تو وہ جو

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ

نہیں ایمان لاتے پر قیامت اُن کے دل انکار کرنے والے ہیں اور

آخرت پر ایمان نہیں لاتے اُن کے دل منکر ہیں اور وہ

مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۲۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا

خود کو بڑا سمجھنے والے ہیں ۔ نہیں شک اس میں کہ حقیقت میں اللہ جانتا ہے جو

مغرور ہیں ۔ فی الحقیقت اللہ جانتا ہے جو چھپاتے اور

يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ (۲۳)

وہ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں بیشک وہ اللہ نہیں محبت کرتا بڑا بننے سمجھنے والوں کو

ظاہر کرتے ہیں ۔ بیشک وہ مغروروں کو پسند نہیں کرتا

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق ۔ پچھلی آیت میں ہزار ہا قسم کی نعمتوں اور ان کے پیدا کرنے کا ذکر فرما کر اب اُخروی نعمت یعنی ہدایت کاملہ کے حصول کی طرف بندوں کو رغبت دی جا رہی ہے۔

دوسرا تعلق ۔ پچھلی آیت میں اللہ حیٌّ لَا یَمُوْتُ کی شانِ خالقیت بیان فرمائی گئی اب ان آیات میں مشرکین کے جھوٹے معبودوں کے خود ہی مُردہ ہونے کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ جو خود مردہ ہو وہ کسی کو کیا پیدا کرے گا ۔ تیسرا تعلق ۔ پچھلی آیت میں کنایتاً اللہ تعالیٰ کا رحم ثابت ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی زمینی دریائی آسمانی نعمتیں سب کو دیں یہ اُس کا اپنی جاندار مخلوق بلا امتیاز سب کافروں مومنوں وغیرہم پر رحم و شفقت تھی جس سے دھوکا ہو سکتا تھا کہ شاید ان سب سے اللہ کو محبت بھی ہے ۔ اب ان آیات میں اس کی تردید فرمائی جا رہی ہے رحم و شفقت سے محبت ہونا ضروری نہیں اللہ کو بدکاروں مغروروں سے محبت کبھی نہیں ہو سکتی۔

تفسیر نحوی وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۔ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۔ واؤ سر جملہ لفظِ اللہ مبتدا لہٰذا مرفوع ۔ يَعْلَمُ باب سَمِعَ کا مضارع مثبت معروف ھُوَ ضمیر واحد مذکر اس کا فاعل جس کا مرجع اللہ مَا اسم موصول منصوب ہے۔

تُسِرُّوْنَ ۔ باب افعال کا فعل مضارع معروف صیغہ جمع مذکر حاضر انتم ضمیر مستتر کا مرجع یا اہل مکہ مخاطب ہیں یا سارے انسان ۔ دراصل تُسْرِرُوْنَ تھا ۔ ر کا ر میں ادغام کر دیا ۔ بوجہ مناسبت اور خفت ۔ مصدر سے اِسرارٌ بمعنی چھپانا ۔ سِرٌّ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے بمعنی راز لینا ۔ بھید چھپانا ۔ واؤ عاطفہ تُعْلِنُوْنَ ۔ باب افعال کا مضارع معروف مثبت جمع مذکر حاضر ۔ مصدر سے اِعْلَانٌ بمعنی ظاہر کرنا ۔ بتانا ۔ اَنْتُمْ ضمیر مخاطب اِس کا فاعل ہے جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا موصول کا دونوں مل کر معطوف ہے مَا تُسِرُّوْنَ کا ۔ وہ موصول صلہ مل کر مفعول بہ ہے ۔ يَعْلَمُ کا اور وہ جملہ فعلیہ خبر مبتدا ہے ۔ واؤ سر جملہ

اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر۔ یَدْعُوْنَ باب نَصَرَ کا مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر مستتر کا مرجع اَلَّذِیْنَ ہے۔ دَعْوٌ سے بنا ہے بمعنیٰ بلانا۔ پوچھنا۔ یہاں دوسرے معنیٰ میں ہے مِنْ جارہ مفعولیت کا۔ دُوْنِ۔ اسم مفرد جامد۔ بمعنیٰ۔ مقابل۔ سوا۔ حفاظت۔ غیر۔ گھٹیا۔ نیچے۔ جگہ سے ہٹنا (تجاوز کرنا) یہاں پہلے معنیٰ میں ہے۔ معرب ہوتا ہے اکثر۔ کبھی مبنی بھی ہوتا ہے۔ یہاں معرب ہے۔ مضاف ہے۔ اَللّٰہِ مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی موصوف ہے۔ لَا یَخْلُقُوْنَ۔ باب نَصَرَ کا مضارع منفی بلا۔ صیغہ جمع مذکر غائب خَلْقٌ سے بنا ہے بمعنیٰ پیدا کرنا اس کا فاعل ضمیر مستتر ھُمْ ہے۔ شَیْئًا۔ اسم مفرد جامد جنسی تنوین تنکیری ہے بمعنیٰ کوئی چیز۔ بحالتِ نصب ہے مفعول بہ ہے۔ واؤ۔ حالیہ ھُمْ ضمیر جمع مبتدا ہے یُخْلَقُوْنَ فعل مضارع مجہول ھُمْ ضمیر اس میں پوشیدہ اس کا نائب فاعل ہے۔ جس کا مرجع دونِ اللّٰہ ہے۔ یہ جملہ فعلیہ خبر مبتدا ہو کر حال ہوا۔ لَا یَخْلُقُوْنَ کے فاعل ھُمْ ضمیر کا۔ اور وہ جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہوگی۔ دُوْنِ اللّٰہِ کی۔ اَمْوَاتٌ اسم جمع مکسر منصرف اس کا واحد ہے مَیِّتٌ بمعنیٰ بے جان۔ کمزور۔ بے نفع۔ جدائی۔ وفات شدہ۔ مرا ہوا۔ روح جسم سے علیحدہ ہونا۔ دِن بدن کسی چیز کا تھوڑا تھوڑا گھٹنا۔ یہاں پہلے معنیٰ مراد ہیں۔ بحالتِ رفع ہے مبتدا ہے۔ غَیْرُ اسم مفرد جامد۔ بالکل نفی کے لیے۔ مضاف ہے اَحْیَآءٍ۔ اسم جمع مکسر منصرف اس کا واحد ہے حَیٌّ۔ بمعنیٰ زندہ۔ موجود۔ جاندار۔ طاقتور۔ بڑھنے والا۔ (نامی) نفع بخش۔ یہاں زیادہ مناسب پہلے معنیٰ ہیں باقی معنیٰ بھی ہو سکتے ہیں۔ بحالتِ کسرہ ہے مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی خبر مبتدا ہے۔ واؤ سر جملہ یا حالیہ مَا یَشْعُرُوْنَ۔ فعل مضارع منفی بمانافیہ۔ صیغہ جمع مذکر غائب اس کا فاعل ھُمْ ضمیر پوشیدہ کا مرجع اَمْوَاتٌ ہے۔ باب نَصَرَ سے ہے شَعُوْرٌ سے بنا ہے۔ بمعنیٰ حواسِ خمسہ سے جاننا۔ اَیَّانَ۔ اسم ظرف استفہامی ہے۔ یہ دو لفظ ہیں ۱ اَیَّ ۲ اَوَانٌ۔ اَیٌّ حرفِ استفہام ہے (سوالیہ) بمعنیٰ کون سا۔ اَوَانٌ اسم ظرف زمانی ہے بمعنیٰ وقت۔ واؤ کو یٰ کیا اور ادغام کر دیا۔ ہو گیا اَیَّانَ اس مجموعے کا ترجمہ ہوا۔ کب (کس وقت) یُبْعَثُوْنَ۔ فعل مضارع مثبت مجہول باب نَصَرَ سے ہے جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر جمع مذکر اس کا نائب فاعل جس کا مرجع ہے اَلَّذِیْنَ یا اَمْوَاتٌ مرجع ہے۔ بَعْثٌ سے بنا ہے بمعنیٰ بھیجنا۔ خواہ دنیا میں یا میدانِ محشر میں۔ زندے کو بھیجنا یا زندہ کر کے بھیجنا یہاں مراد ہے زندہ کر کے میدانِ محشر میں بھیجنا۔ اَیَّانَ اس کا ظرفِ مقدم ہے۔ یہ جملہ فعلیہ مفعول بہ ہے مَا یَشْعُرُوْنَ۔ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ اِلٰهٌ اسم مفرد مشتق صیغہ مبالغہ۔ بروزن فِعَالٌ بمعنیٰ اسم فاعل اٰلِہٌ۔ اَلَہٌ سے مشتق ہے۔ (بنا ہے) بمعنیٰ حیران کرنا۔ عاجز کرنا۔ ترجمہ ہے بہت ہی

حیران کرنے والا۔ ہر ایک چیز کو عاجز کرنے والا۔ اَلَہٌ کا معنیٰ عبادت کرنا بھی ہے تب یہ لفظ مبالغہ بمعنیٰ اسم مفعول مَالُوْہٌ ہوگا۔ اور ترجمہ ہوگا عبادت کیا ہوا (معبود) مضاف ہے۔ اسی لیے تنوین نہیں آئی۔ کُمْ۔ ضمیر جمع مذکر حاضر کا مرجع تمام انسان ہیں اگرچہ ظاہراً خطاب کفارِ مکہ کو ہے۔ یہ مرکب اضافی مبتدا ہے۔ اِلٰہٌ اسم نکرہ بحالتِ رفع خبر ہے مبتدا کی موصوف ہے وَاحِدٌ اسم مفرد مشتق مذکر وَاحِدٌ اسم فاعل ہے وَحْدٌ سے بنا ہے بمعنیٰ ایک ہونا۔ اکیلا ہونا۔ بے مثل ہونا اسماءِ عدد کا پہلا عدد ہے بحالتِ رفع صفت ہے اِلٰہٌ کی مرکب توصیفی خبر مبتدا ہے فَالَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ۔ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَ مَا یُعْلِنُوْنَ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِیْنَ۔ فَ ابتدائیہ تحسینیہ۔ اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر۔

لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ فعل مضارع منفی معروف بابِ اِفعال سے ہے صیغہ جمع مذکر غائب۔ مصدر ہے اِیْمَانٌ۔ اَمْنٌ سے بنا ہے بمعنیٰ اسلام قبول کرنا ھُمْ مستتر کا مرجع اَلَّذِیْنَ۔ بَ جارہ بمعنیٰ علیٰ۔ الف لام عہدی آخِرَتِ۔ اسم فاعل صیغہ مؤنث واحد۔ اٰخِرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ بعد میں ہونا۔ اخیر میں ہونا۔ یہ جار مجرور متعلق ہیں لَا یُؤْمِنُوْنَ کے یہ سب جملہ فعلیہ موصول صلہ مل کر مبتدا ہے۔ قُلُوْبُ۔ جمع مکسر منصرف۔ اس کا واحد ہے قَلْبٌ اسم جامد ہے۔ مصدر بھی ہوتا ہے بمعنیٰ پھیرنا۔ قلب اسم جامد بمعنیٰ دل۔ پھرتا حرکت کرتا رہتا ہے۔ ظاہراً خون سے باطناً۔ علم۔ فہم قوت سے مضاف ہے ھُمْ ضمیر مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی موصوف ہے مُنْكِرَةٌ۔ اسم فاعل بابِ افعال کا صیغہ واحد مؤنث مصدر ہے اِنْکَارٌ۔ نُکْرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ نہ ماننا۔ ھِیَ ضمیر واحد مؤنث اس میں مستتر اس کا فاعل ہے جس کا مرجع قلوب ہے۔ غیر ذوی العقول جمع کے لیے ضمیر واحد مؤنث غائب آجاتی ہے۔ یہ شبہ جملہ اسمیہ ہو کر صفت ہے۔ قُلُوْبُ۔ واؤ حالیہ۔ قُلُوْبُهُمْ کی ضمیر ذوالحال ہے۔ ھُمْ ضمیر مرفوع منفصل مبتدا ہے۔ مُسْتَكْبِرُوْنَ۔ بابِ استفعال کا اسم فاعل صیغہ جمع مذکر۔ مصدر اِسْتِكْبَارٌ۔ كِبْرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ بڑا ہونا۔ استکبار کا ترجمہ ہے بڑا سمجھنا۔ سرکشی کرنا۔ تکبر کا ترجمہ ہے بڑا بننا۔ ضمیر پوشیدہ ھُمْ اس کا فاعل ہے جس کا مرجع اَلَّذِیْنَ ہے۔ یہ شبہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے ھُمْ مبتدا کی اور وہ جملہ اسمیہ ہو کر حال ہے۔ قُلُوْبُهُمْ کا۔ اور خبر مبتدا ہے۔ لَا جَرَمَ۔ اسم متصلہ ہے۔ دو لفظ ہیں ۱ لَا نافیہ ۲ جَرَمَ اسم فعل۔ بمعنیٰ ماضی مطلق شَکَّ۔ لَا جَرَمَ بمعنیٰ لَا شَکَّ۔ ترجمہ ہے نہیں شک کیا اس نے یا نہیں شک والی ہوئی یہ بات کہ یا یقینی ہے یہ بات اصطلاح میں یہ لفظ یوں یقیناً کے معنیٰ میں مستعمل ہے۔ ترکیب میں دو قول ہیں۔ ۱ لَا جَرَمَ۔ فعل ماضی مطلق معروف منفی۔

ہے صیغہ واحد مذکر غائب ۔ ۲۔ لاجرم اسم فعل بمعنی ثبت یا حق ۔ ماضی مطلق ۔ بہر دو صورت اگلی عبارت جملہ اسمیہ ہو کر اس کا فاعل ہے ۔ اَنَّ حرف تحقیق اللہ اس کا اسم لہٰذا منصوب ہے ۔ یَعْلَمُ ۔ باب سَمِعَ کا فعل مضارع مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب ۔ ھُوَ ضمیر مستتر اسکا فاعل ہے مَا اسم موصول یُسِرُّوْنَ ۔ باب اِفعال کا مضارع مثبت معروف ھُمْ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل جس کا مرجع ہے اَلَّذِیْنَ ۔ مصدر ہے اِسْرَارٌ ۔ سِرٌّ سے بنا ہے بمعنی چھپانا ۔ دل میں خیال کرنا آپس میں راز داری کرنا ۔ خفیہ باتیں یا تدبیریں کرنا ۔ یہاں ہر معنی درست ہے یہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا پھر معطوف علیہ ہے واؤ عاطفہ مَا اسم موصول ۔ یُعْلِنُوْنَ ۔ باب افعال کا مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر کا مرجع اَلَّذِیْنَ ہے ۔ مصدر ہے اِعْلَانٌ ۔ بمعنی ظاہر کرنا ۔ عَلَنٌ سے بنا ہے بمعنی ظاہر ہو جانا ۔ بر ملا بات کرنا ۔ سامنے آنا ۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا اور موصول معطوف ہوا ما قبل کا اور عطف کی سب عبارت مفعول بہ ہے یَعْلَمُ کا ۔ اور وہ جملہ خبریہ فعلیہ خبر ہے اَنَّ کی اور وہ فاعل ہوا اَنَّ کا ۔ اسی لیے اَنَّ کا ہمزہ مفتوح ہے ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہٗ ضمیر واحد منصوب متصل اسم اِنَّ ہے اِس کا مرجع اللہ تعالیٰ ۔ لَا یُحِبُّ باب اِفعال کا مضارع منفی بلا بمعنی حال صیغہ واحد مذکر غائب ھُوَ ضمیر مستتر اِس کا فاعل ہے جس کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے مصدر ہے اِحْبَابٌ ۔ بمعنی محبت کرنا ۔ پسند کرنا ۔ حُبٌّ سے بنا ہے ۔ بمعنی محبت ہو جانا ۔ پسند ہونا ۔ باب اِفعال میں آکر متعدی ہوا ۔ الف لام استغراقی یا اسمی بمعنی اَلَّذِیْنَ ۔ مُسْتَکْبِرِیْنَ باب استفعال کا اسم فاعل صیغہ مذکر بحالت فتحہ مفعول بہ ہے لَا یُحِبُّ کا ۔ یہ فعل فاعل مفعول مل کر خبر اِنَّ ہے ۔ وہ جملہ ہو کر یہیں پر مکمل ہو گیا ۔

تفسیر عالمانہ

وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۔ وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّھُمْ یُخْلَقُوْنَ ۔ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ ۔ اے اللہ کے کافرو ۔ نبی کے گستاخو تم تا قیامت ہمارے حبیب نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جو بھی تحریراً تقریراً ۔ عقیدتاً ۔ عملاً ۔ فعلاً باتیں چھپا چھپا کرتے ہو یا ظاہر ظہور بر ملا کرتے ہو اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے اور اپنے محبوب کو فوراً بتا دیتا ہے اس لیے تمہاری فریب کاریاں چال سازیاں اور سب منصوبے ہتھکنڈے دھرے رہ جاتے ہیں ۔ ہمارے نبی اور اُن کے صحابہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے ۔ یہ وسعت علمی بھی سچے معبود کی شانِ اُلوہیت ہے ۔ تمہارے جھوٹے معبود تو ذرہ بھر علم نہیں رکھتے ۔ اور وہ تمام لکڑی پتھر

لوہے کے بُت جن کو یہ اللہ کے مقابلے میں پوجتے ہیں وہ تو کوئی چیز بھی نہ پیدا کر سکیں نہ بنا سکیں اور وہ خود مخلوق ہیں اور انسانی ہاتھوں سے تراشے خراشے ہوئے ہیں۔ بیکار ہیں بنجر زمین کی طرح مُردہ ہیں ہرگز کسی وقت بھی نہ زندہ تھے نہ ہیں نہ ہوں گے اور قطعاً شعور نہیں رکھتے نہ سمجھ نہ ادراک نہ سن کر نہ پڑھ کر کب کس دن یہ سب انسان قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔ ایک قول میں اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ سے مراد کفار ہیں۔ اور پہلے قول میں اموات بُت ہیں۔ یہ قول زیادہ صحیح ہے اس لیے کہ یہاں سچے اور جھوٹے معبود کی پہچان کرائی جارہی ہے۔ کہ سچا معبود حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ ہے۔ اور جھوٹے معبود اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ ہیں۔ اور جس طرح زمین کو مردہ کہہ دیا جاتا ہے اسی معنیٰ میں پتھر کے بت کو بھی مردہ کہا گیا ہے علما فرماتے ہیں کہ موجودات چار قسم کی ہیں۔ ۱۔ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ یہ شان فقط سچے حقیقی معبود اللہ تعالیٰ کی ہے ۲۔ اَحْیَآءٌ غَیْرُ اَمْوَاتٍ یہ شان انبیاءِ کرام کی ہے کہ فقط ایک آن کے علاوہ اِن پر کبھی موت نہیں آسکتی۔ ۳۔ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ یہ حالت بتوں کی اور کفار کی ہے اگرچہ بظاہر زندہ چل رہے ہوں ۴۔ اَحْیَآءٌ بَعْدَ الْاَمْوَاتِ یہ حالت عام جنات و انسان کی ہے کہ زندگی ظاہری کے بعد موت پھر قبر کی زندگی۔ گویا کہ کُلّی موت بتوں کی قلبی موت کفار کی۔ جسدی موت عام انس و جن کی قبر میں سب زندہ کر دیئے جاتے ہیں جیسا کہ متعدد آیات و احادیث سے ثابت ہے اس بنا پر یہاں مراد صرف بت ہی کو اموات فرمایا گیا۔ ہمارے اِس دور کے ایک نہایت ہی جاہل اُردو مصنف اس آیت کا مطلب بیان کرتے ہوئے انتہائی گستاخانہ انداز میں اموات غیر احیا سے مسلمان اولیا انبیا اور بزرگ ہستیاں مراد لیتے ہوئے کہتے ہیں کہ وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ سے مراد وہ صالحین ہیں جن کو غالی معتقدین داتا گنج بخش یا غریب نواز کہتے ہیں۔ پوچھو اس بیوقوف مفسر سے کہ یہ تفسیر تو دیگر احادیث و آیاتِ قرآنی کے سراسر خلاف ہے۔ اس لیے کہ یہاں فرمایا گیا اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ۔ اگر اس سے قبر والے مراد ہوتے تو وہ تو قبر سے پہلے بھی زندہ ہیں اور قبر میں بھی جیسے کہ شہداء وغیرہ۔ نیز ابوجہل کے قتل کے بعد نبی کریم نے اس سے کلام فرمایا اور بتایا کہ یہ مقتولین بدر سنتے ہیں۔ آج سارے نجدی وہابی دیوبندی مودودی مدینہ پاک پہنچ کر بحرفِ ندا صلواۃ و سلام پڑھتے ہیں۔ نیز یہاں فرمایا گیا۔ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اور قیامت میں اٹھنے کا شعور نہیں رکھتے۔ حالانکہ ہر عام مسلمان بھی حشر نشر قیامت کا شعور رکھتا ہے۔ بے شعور تو صرف لکڑی پتھر وغیرہ ہی ہے اور اسی کے بنے ہوئے بت بے شعور ہیں۔ نیز فرمایا گیا اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ کب اٹھائے جائیں گے۔ یعنی

یہ بت جن کو تم معبود بنائے بیٹھے ہو یہ نہیں جانتے کہ لوگ کب اٹھا جائیں گے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ ذرّے ذرّے بلکہ تمہاری خفیہ علانیہ حرکتوں کو بھی جانتا ہے۔ یہاں حقیقی اور بناوٹی معبودوں کا تقابلی جائزہ و تعارف پیش کیا جارہا ہے نیز کبھی کسی دور میں کسی بزرگ کو معبود نہ کہا گیا نہ اُس کی عبادت کی گئی ہاں بعض بزرگوں کے نام کے بت بنا کر اُن کو پوجا گیا۔ تو بُرائی بتوں کی فرمائی جارہی ہے اور ان کے عقیدت مندوں کو سمجھایا جارہا ہے۔
، نہ کہ بزرگوں کی اور بے شعور یہ بت ہیں نہ کہ بزرگ۔ بزرگانِ دین کو تو رب تعالیٰ نے اپنی صفات کا مظہر بنایا ہے۔ اسی لیے انبیاء اور بعض اولیاءُ اللہ اپنے عطائی علمِ غیب سے تُسِرُّوْنَ وَتُعْلِنُوْنَ کو جان لیتے ہیں۔ نمعلوم ان جاہل مفسروں کی عقل کہاں ماری جاتی ہے کہ مثلِ بتاں خود ہی بے شعور ہوگئے۔ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۔ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۔ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ۔ کوئی عقل کا اندھا ذھن کا کورا مانے یا نہ مانے مگر حقیقت یہی ہے کہ تم سب کائناتِ مخلوق کا سچا قابلِ عبادت معبود وہ ایک ہی معبود ہے جو خالق مالک علیم وخبیر اتنی کثیر شاندار نعمتیں پیدا فرما کر بلا معاوضہ عطا فرمانے والا۔ اور اُس کی قدرتیں اتنی آشکارا ظاہر و ثابت واضح روشن ہیں کہ ذرا سی سمجھ والا بھی معرفتِ کردگار حاصل کر لیتا ہے لیکن وہ لوگ بدبخت جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اُن کے دل نورِ معرفت سے دور محروم اندھیرے میں پڑے ہیں اور اسی لیے وہ توحید و رسالت کے منکر ہیں اور اب حالت یہ ہوگئی ہے کہ ہمارے پیارے رحمۃ عالمین حبیب کی باتوں کے آگے اپنے آپ کو زیادہ بڑا سمجھتے ہوئے نہایت غرور و تکبر کرتے والے ہیں اور اسی غرور کی وجہ سے مجلسِ مصطفیٰ میں حاضری کو عار سمجھتے ہیں۔ یہ انکا غرور ہی ہے جو ان کو اتباعِ رسولِ پاک عبادت الٰہیہ۔ راہِ ہدایت انکساری سجدہ ریزی کے قریب نہیں آنے دیتا۔ حالانکہ نبی کریم کی سچائی اور رب کی کروڑوں نعمتوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور یہ بات بھی بہت بڑے یقین والی ہے اس میں قطعاً شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ تمام کچھ جانتا ہے کہ جو وہ لوگ چھپاتے ہیں اور وہ جو ظاہر کرتے ہیں۔ ان کی پوشیدہ چیزیں ان کے قلبی عقیدے اور ارادے ہیں ان کی ظاہر چیزیں ان کے اعمال ہیں۔ وہ ظاہر کو جانتا ہے اِس طرح کہ اُس کے انجام کا پتہ ہے خفیہ کو جانتا ہے اِس طرح کہ وہ اللہ مخلوق کے اتنا قریب ہے کہ کسی کی جان بھی اتنی قریب نہیں۔ پوشیدہ کو جانتا ہے اس طرح کہ قلبی ارادوں سے واقف ظاہر کو جانتا ہے اس

طرح کہ اُس کی سزا جزا پوری دے سکتا ہے۔ گناہگار کوئی کتنا ہی ہو مگر عاجزی مسکینی میں اُس کو معاف کیا جا سکتا ہے لیکن مغرور متکبر اور خواہ مخواہ خود کو بڑا سمجھنے والے اکڑ باز کو کبھی بھی اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔ خیال رہے کہ تکبر ساری برائیوں فسق و فجور اور کفریات۔ گستاخیوں بے ادبیوں کی جڑ ہے۔ اسی لیے تمام گستاخانِ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے چہرے تکبر سے مکروہ ہو جاتے ہیں۔ اور گستاخ بدبخت اپنے تکبر کی بنا پر مکروہ چہروں سے ہی پہچانے جاتے۔ نیز آقاءِ کائنات اور تمام انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا گستاخ اللہ کا بھی ادب نہیں کرتا اسی لیے لَا یُحِبُّ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ ۔ اللہ تعالیٰ متکبروں کو پسند نہیں فرماتا۔ کیونکہ تکبر ہر اچھے عمل ہر اچھی نصیحت سے روک دیتا ہے علما فرماتے ہیں کہ تکبر سے بیس خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔

۱۔ گستاخی ۲۔ بے ادبی ۳۔ جہالت۔ ۴۔ ظلم۔ ۵۔ فساد۔ ۶۔ سرکشی۔ ۷۔ بے غیرتی۔ ۸۔ بدفعلی۔ ۹۔ بدعملی۔ ۱۰۔ گناہ۔ ۱۱۔ کفر۔ ۱۲۔ شرک۔ ۱۳۔ قتل و غارت۔ ۱۴۔ بے برکتی۔ ۱۵۔ نحوست۔ ۱۶۔ قطع رحمی۔ ۱۷۔ شیطانیت ۱۸۔ مکاری ۱۹۔ ہر ایک کا برا چاہنا۔ ۲۰۔ حق کی مخالفت۔ موجودہ دور کے گستاخوں میں یہ سارے عیوب صاف نظر آتے ہیں اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو تکبر سے بچائے۔ تکبر ہر شخص کے لیے ہر وقت بُرا ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم مولوی کی شکل میں ہو یا پیر کی کوئی مدرسہ ہو یا عام دنیوی جگہ۔

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ باری تعالیٰ کا علم قدیم ہے ازلی ابدی ہے مگر اُس کا مشاہدہ ہر آن ازل سے ابد تک حادث ہے اس لیے کہ مشاہدے کا تعلق بندے کے فعل سے ہوتا ہے۔ جب مشہود الیہ حادث تو مشاہدہ بھی حادث۔ یہ فائدہ مَا تُسِرُّوْنَ (الخ) کے مستقبل و حال فرمانے سے حاصل ہوا اور یہاں ایک قول میں علم بمعنیٰ مشاہدہ بھی ہے۔ دوسرا فائدہ۔ رب تعالیٰ کی صفات کسی بندے میں ماننا عین شرک ہے۔ خواہ وہ خصوصی صفات ہوں یا غیر خصوصی اس لیے کہ رب تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں بے مثل اور لاشریک ہے۔ ہاں البتہ صفاتی نام اور وہ لفظ استعمال کرنا جو اللہ تعالیٰ کی اُس صفت کے لیے مستعمل ہے وہ دوسرے کے لیے بھی استعمال کرنا جائز ہے۔ جیسے لفظ مجید۔ سمیع۔ بصیر۔ کریم وغیرہ اللہ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے اور قرآن پاک کے لیے بھی نبی کریم کے لیے بھی لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جیسا وہ اللہ تعالیٰ مجید ہے اسی طرح قرآن بھی مجید ہے۔ یہ فائدہ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ فرمانے سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ۔ تکبر کرنا مومن کی عادت نہیں۔ جو مسلمان ہو کر تکبر کرے

وہ اپنے مومن ہونے کے خلاف حرکت کر رہا ہے۔ ایمان کامل سے محروم ہو جائے گا۔ یہ فائدہ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُوْنَ فرمانے سے حاصل ہوا۔ کیونکہ ھُمْ کا مرجع کفار ہیں اور ھُمْ کے تقدم نے حصر کا فائدہ دیا۔ چوتھا فائدہ۔ مومن مسلمان کو اپنا ظاہر و باطن دونوں درست اور پاکیزہ رکھنے چاہئیں یہ فائدہ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ فرمانے سے حاصل ہوا کہ رب کریم نے اپنے مشاہدے میں دونوں کا ذکر فرمایا۔ یعنی اس کی بارگاہ میں صرف باطن ہی کا اعتبار نہیں ہے وہاں ظاہر بھی دیکھا جاتا ہے۔ کوئی شخص کتنا ہی عاجز مسکین اور باطن کا نیک بنے مگر ظاہراً نماز روزہ نہ کرے تو مردود بارگاہ ہے۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ زندگی دو قسم کی ہے ۱۔ روحانی ۲۔ جسمانی ظاہری۔ ظاہری زندگی پر ظاہری یعنی شریعت کے احکام جاری ہوتے ہیں۔ اس لیے ہر کافر و مشرک کو شرعاً زندہ ہی کہا جائے گا اور زندگی کے سارے قانون اُس پر لگیں گے۔ میراث وغیرہ۔ اگرچہ باطناً ہر کافر مردہ ہے۔ یہ مسئلہ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاۗءٍ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ اسی لیے کافر کو نماز روزے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ دوسرا مسئلہ۔ شریعت اسلامیہ کے ہر فقہ میں مسلمان کو تکبر اور غرور کرنا حرام ہے۔ ہاں البتہ بحالت جنگ کفر کے سامنے تکبر جائز ہے وہ بھی صرف اس لیے کہ کفار پر رعب پڑے گھبرائیں حوصلہ توڑ جائیں۔ عام حالات میں غرور حرام ہے۔ خیال رہے کہ تکبر نام ہے جھوٹی اکڑبازی اور انانیت کا سچی صفت کا اظہار یا اپنے ساتھی اور لشکر یا جماعت کی شان بیان کرنی خواہ کسی طرز و طریقے سے ہو یہ تکبر نہیں۔ یہ مسئلہ۔ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ سے مستنبط ہوا۔ جھوٹی اکڑ کو عربی میں استکبار کہا جاتا ہے۔ نیز بلا وجہ بلا ضرورت اپنی سچی صفات کا اظہار بھی بُرا ہے کیونکہ تکبر کی ہم شکل ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا وَاللّٰهُ يَعْلَمُ۔ اللہ جان لے گا یا جانتا ہے۔ مگر دوسری آیت میں ارشاد ہوا لِيَعْلَمَ اللّٰهُ۔ تیسری جگہ ارشاد ہے وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ (الخ) پہلی آیت نے بتایا شروع سے جانتا ہے۔ دوسری نے اور تیسری نے بتایا کہ رب تعالیٰ ابھی نہیں جانتا آئندہ جانے گا۔ اسی بات سے پتہ لگتا ہے کہ یہ رب کا کلام نہیں ورنہ یہ تضاد بیانی اور غلط بیانی نہ ہوتی۔ (آریہ و عیسائی)

جواب۔ حضرت حکیم الامت بدایونی نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ پہلی آیت میں علم اپنے معنیٰ میں ہے یعنی ادراک و معلومات۔ پتہ ہونا۔ اور دوسری آیتوں میں علم بمعنیٰ مشاہدہ کرنا ہے۔ اس کی وضاحت ابھی ہم نے فوائد میں بیان کر دی۔ کہ باری تعالیٰ کی معلومات اور پتہ ہونا قدیم ہے اور مشاہدہ حادث ہے۔ جب تک بندہ کرے گا نہیں اس وقت تک مشاہدہ بھی نہیں ہوگا۔ دوسرا اعتراض۔ ابھی پہلے آیت ۱۷ میں فرمایا گیا کَمَنْ لَّا یَخْلُقُ یعنی بت کچھ پیدا نہیں کر سکتے اب پھر یہاں آیت ۲۰ میں فرمایا گیا لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا یعنی وہ بت کچھ پیدا نہیں کر سکتے۔ یہ تو فقط لفظی تکرار ہو گئی۔ اس کی دوبارہ ضرورت کیا تھی؟۔ جواب۔ پہلی آیت میں صرف تقابلی سوال ہے اور دعوتِ غور فکر ہے کہ اے کافرو بہت سوچ کر بتاؤ کہ کیا خالق اور غیر خالق کسی بھی حیثیت میں برابر ہو سکتے ہیں۔ اس کا جواب اہلِ دانش و تدبر کے نزدیک صاف نفی میں ہے لیکن کفار اور اغیار کی طرف سے سوال ہو سکتا تھا کہ وہ کون ہے جو غیر خالق ہے اور جس کو خالق کے برابر سمجھا جا رہا ہے۔ تو اس کی صاف صاف لفظوں میں وضاحت فرمائی گئی کہ وہ۔ وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ۔ ہیں انہی کی یہ حالت ہے کہ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا۔ وہ کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ اور صرف یہی نہیں کہ وہ پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ تو اتنے کمزور ہیں کہ وَھُمْ یُخْلَقُوْنَ وہ تو خود پیدا کیے گئے ہیں یا خود کسی انسانی ہاتھ کے گھڑے ہوئے ہیں۔ تیسرا اعتراض۔ اَمْوَاتٌ کے بعد غَیْرُ اَحْیَآءٍ فرمانا محض تکرار ہے۔ کیونکہ مقصد دونوں کا ایک ہی ہے۔ جواب۔ فقط اَمْوَاتٌ ہونا ایک کمزوری ہے لیکن اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ دوسری کمزوری ہے۔ اس طرح کہ باری تعالیٰ سچا معبود اس لیے بھی ہے کہ وہ نہ اَمْوَاتٌ ہونے میں ہے نہ غَیْرُ اَحْیَآءٍ ہے۔ اور رب تعالیٰ کی انسانی و جناتی مخلوق کی چار حالتیں ہیں۔

۱۔ غَیْرُ اَحْیَآءٍ۔ یعنی لَا شَیْءَ ۲۔ پھر دنیا میں آ کر اَحْیَآءٌ ۳۔ موت سے اَمْوَاتٌ ہوئے ۴۔ پھر بعد موت چند ساعتوں کے بعد اَحْیَآءٌ ہوئے۔ مگر اے مشرکو جن کو تم معبود بنائے بیٹھے ہو وہ بت تو اتنے کمزور ہیں کہ ہماری حیوانی مخلوق اور بندوں کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ایسے اموات ہیں کہ کبھی بھی اَحْیَآءٌ نہیں ہو سکتے۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غَیْرُ اَحْیَآءٍ ہیں نہ قبلِ موت زندگی نہ بعد موت زندگی۔ تو چونکہ یہاں بعد موت زندگی کی نفی بتانی مقصود تھی اس لیے اَمْوَاتٌ کے بعد غَیْرُ اَحْیَآءٍ کہنا نہایت مفید ہے۔ محض تکرار نہیں بلکہ جداگانہ معانی ہیں۔ اور معبودِ حقیقی وہ ہو سکتا ہے جو موت و حیات قبل و بعد کے سارے عیوب سے پاک ہو (کبیر۔ و مسائل الرازی)

چوتھا اعتراض۔ بُت جمادات ہیں اور جمادات کو میّت کہنا درست نہیں۔ مردہ اُسی کو کہا جاسکتا ہے جو پہلے زندہ ہو۔ جواب۔ موت وحیات کا اصلی معنیٰ ہے غیر نفع و فائدہ اور نفع اور فائدہ۔ تو اس اصلی معنیٰ کے اعتبار سے زندہ وہ جو نفع اور فائدہ دے اور لے۔ مردہ وہ جو نفع و فائدہ نہ لے سکے نہ دے سکے۔ اسی معنیٰ میں زمین کو زندہ و مردہ کہا جاتا ہے تو یہاں بھی یہی بتایا گیا ہے کہ کافرو، مشرکو یہ بُت مردہ یعنی ناقابل نفع ہیں ان کو کوئی فائدہ نہ ... نہ فائدہ دے سکیں اور ان کی یہ کیفیت غیرُ احیاءٍ یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے خیال رہے کہ دیسے پتھر سے نفع لیا تو جاسکتا ہے مگر پتھر خود نفع نہیں دے سکتا۔ اس لیے اَمْوَاتٌ فرمایا گیا۔

پانچواں اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۔ اور وہ بُت شعور نہیں رکھتے کہ کب اٹھائے جائیں گے لوگ۔ یعنی قیامت کب ہوگی۔ بتوں کے متعلق اس بات کا ذکر کیوں کیا گیا جب کہ قیامت کے بارے میں تو کوئی انسان بھی نہیں جانتا بلکہ جنات بھی نہیں جانتے کہ قیامت کب کس وقت آئے گی۔ آخر اس خصوصی نفی کی کیا ضرورت تھی۔ بتوں کی سینکڑوں کمزوریوں میں سے کسی ایسی کمزوری کا ذکر کیا جاتا جو کسی انسان میں نہ ہوتی۔ نیز یہاں فرمایا گیا۔ لَا يَشْعُرُوْنَ چاہیئے تھا کہ فرمایا جاتا لَا يَعْلَمُوْنَ وہ نہیں جانتے۔ اس لیے کہ علم کا تعلق سَر سے اور سَر کے دماغ سے ہے جب کہ شعور کا تعلق دل کی گہرائیوں سے ہے۔

جواب۔ اگرچہ بُت معمولی جانور اور کیڑے مکوڑے سے بھی زیادہ بے شعور ہیں اس لیے کہ جمادات ہیں مگر یہاں بتوں کا انسانیت سے تقابل مقصود نہیں۔ بلکہ کفّار کے عقیدے کے مطابق جو بتوں کو معبود کہتے تھے۔ سچّی اور جھوٹی بناوٹی معبودیت کا تقابل ہے کہ سچّا معبود وہ ہے جو قیامت۔ حشر نشر۔ بندوں کے قبروں سے اٹھنے کو جانتا ہے۔ ہر چیز کی خبر رکھتا ہے۔ یہ بُت اس لیے بھی باطل ہیں کہ ان کو پتہ ہی نہیں کہ بندے کب اٹھائے جائیں گے۔ لہٰذا ان کو معبود سمجھنا اور ان کی پوجا پرستش کرنا انتہائی احمقانہ حرکت ہے ان سے زیادہ تو جانور حیوانات کو شعور ہے۔ نیز شعور کی نفی اس لیے درست ہے کہ شعور کی نفی سے تمام قوتوں کی نفی ہو جاتی ہے شعور کا اصل معنیٰ ہے بے حس۔ بے حواس ہونا۔ جیسے مٹی کا ڈھیلہ۔ بے حس ہے۔ علم کی نفی سے۔ باقی قوتوں کی نفی نہیں ہوتی۔ دیکھو بچہ شیر خوار۔ بلکہ یک روزہ بچّہ بالکل بے علم ہوتا ہے مگر اُس کی تمام قوتیں اور حواس ظاہری و باطنی۔ اس میں موجود ہیں انہی قوتوں کا نام شعور ہے۔ علما فرماتے ہیں کہ شعور اور علم میں چھ طرح فرق ہے۔ ع۱ شعور وھبی چیز ہے علم کسبی۔ ع۲ شعور پیدائشی ہوتا ہے۔ علم ہوش

سنبھالنے کے بعد بلکہ بعد بلوغت ع۳ شعور جانوروں کو بھی ہوتا ہے مگر علم صرف ذی عقل کو۔ ع۴ شعور حواسِ ظاہری سے بھی حاصل ہوتا ہے اور حواسِ باطنی سے بھی مگر علم صرف حواسِ ظاہری سے حاصل ہوتا۔ ع۵ شعور روح کا خاصہ ہے مگر علم عقل کا خاصہ ہے۔ ع۶ بہت سے انسان بے علم ہیں مگر کوئی انسان بے شعور نہیں۔ منطقی لوگ جس کو علم کہتے ہیں وہ ان ہی معنی میں ہے تمام انسان خاص کر مسلمانوں کو قیامت حشر و نشر اور قبروں سے اٹھنے کا شعور ہے مگر تعین وقت کا علم نہیں اس لیے شعور کی نفی بالکل درست ہے۔ شعور کی نفی سے یہ بتایا کہ بتوں کے پاس حواس کی کوئی قوت بھی نہیں نہ عقلی نہ قلبی۔ نہ بصارت نہ سماعت نہ شامہ نہ لامسہ نہ ذائقہ۔ نہ ماشیہ نہ فہم نہ ادراک۔ واللہ ورسولہٗ اعلم بالصواب۔

تفسیر صوفیانہ

وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ وَأَلْقَى فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ وَأَنْهَارًا وَسُبُلًا لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ اور وہ اللہ وہ نالو قدرتوں والا ہے جس ذاتِ کریم نے قرآن کا سمندرِ بیکراں تمہارے لیے مسخّر یعنی آسان تزین فرما دیا ہے تاکہ تم اس بحرِ بے کنار کی شریعت سے جسمانی روحانی غذائیں کھاؤ جو غذائیں تم کو دنیا و آخرت میں عشقِ کمال کی لذت بخشیں اور تزکیۂ نفس کی طراوٹ دیں اور طریقت کے زیور اس سمندرِ قرآنی سے نکالو۔ جن کو محافلِ نورانیہ مجالس قدسیہ میں دل دماغ عقل و فکر کا زیور بنا کر پہنو۔ تمہاری تمام عقل و دانش کی کشتیاں تدبیر و تدبر کے جہاز اسی سمندر کی لہروں میں کشاں کشاں رواں دواں تیرتے پھر رہے ہیں تاکہ اجتہاد و فقہ کے مسائل۔ حیاتِ دنیوی کی ہر ضرورت غمی و خوشی کے قواعد حقوق العباد و حقوق اللہ کے فضائل اسی قرآن مجید سے تلاش کر سکو۔ اور گہوارۂ اسلام کی آرام وہ باعزت زندگی پاکر کائناتِ عالم کے سامنے شریعت و معرفت کا شکرِ الٰہی ادا کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ نے مومن کی زمین جسمانی میں شریعتِ قرآن و حدیث کے قانونی لنگر ٹھونک دیئے تاکہ تمہاری ارضِ جسمانی اس سمندرِ قرآنی کے ذخار میں نفسانی طوفانوں اور وسواس کی ہواؤں میں گمراہوں کی طرح بھٹکتی نہ پھرے۔ اے حق کے متلاشیو رب کائنات نے وادیٔ اسلام میں شریعت کی نہریں اور طریقت کے رستے تمہارے لیے بنا دیئے تاکہ تم ان راستوں میں ایقان و عرفان کے پانیوں سے نہاتے دھوتے پیتے پلاتے شاداں و فرحاں قربِ محبوب کی ہدایت پالو۔ اس راستوں کی مسافت میں تصوف کی تینیس منزلیں ہیں اور ہر منزل کا ایک دروازہ ہے۔ پہلا دروازہ ریاضتِ نفس۔ ع۲ صبرِ جمیل۔ ع۳ طلبِ مولیٰ۔ ع۴ مصائب پر تحمل۔

ع۵ تہجدِ مسلسل ۔ ع۶ علم دینی کے حصول میں لگن ۔ ع۷ فقرا کی مجلس اور ہم نشینی ۔ ع۸ امراء اور بادشاہوں وزیروں سے اجتناب ۔ ع۹ اغنیا سے دوری ع۱۰ شریعت کی مکمل سرتاپا پابندی ع۱۱ اللہ سے ہر وقت فریاد والتجا ۔ ع۱۲ مکر شیطانی سے ہر وقت استغفار و توبہ ع۱۳ اللہ کی رحمت کی ہر وقت امید ۔ ع۱۴ دل میں رقت و ہیبتِ الٰہی کا خوف ع۱۵ ذکرِ باطن میں مشغولیت ع۱۶ اخوت و مودت ۔ ع۱۷ مساکین پر رحم ۔ ع۱۸ جود و سخا ع۱۹ بخل سے پرہیز ۔ ع۲۰ ہر کام میں میانہ روی ع۲۱ فحش لوگوں اور فحاشی سے بچنا ع۲۲ اللہ رسول کے لیے محبت اور عداوت ۔ ع۲۳ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا خیال رکھنا اور اپنے تعلق داروں سے کرانا ۔ ع۲۴ دینی معاملات میں سخت گیری ۔ ع۲۵ مناظروں مکالموں اور زیادہ کلام سے بچنا ۔ ع۲۶ حکم تقدیر ۔ قضاءِ الٰہی پر سرِ تسلیم خم کرنا ۔ ع۲۷ ۔ احوال و کرامات کا ترک کرنا کرامتوں کی خواہش نہ کی جائے ۔ ع۲۸ منظورِ بارگاہ ہونے کی خواہش اور طلب میں لگا رہنا ۔ ع۲۹ محبت شیخ مرشد میں فنا ہونا ۔ تصورِ شیخ میں متوہم رہنا ۔ ع۳۰ ہر حال میں جمعیتِ قلبی اختیار کرنا ۔ ع۳۱ دنیا سے بے نیاز ہو جانا ۔ ع۳۲ ہر چیز کو مشاہدہ حق میں کرنا ۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ جسم انسانی میں تینتیس ۳۳ جوڑ ہیں اور ہر جوڑ کے لیے یہ ہی منزلیں حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا ہے ۔ ولایت صغریٰ سے ولایت کبریٰ تک پہنچنے کے لیے یہ ہی منزلیں اور دروازے ہیں وَعَلٰمٰتٍ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ۔ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ۔ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ رب تعالیٰ نے دین و ایمان کے راستوں میں بھی مسافرانِ راہِ طریقت کے لیے عظیم نشانات و علامات پیدا فرما دیئے تاکہ بندہ شیطانی بھول بھلیوں میں پھنس کر گمراہی کے جنگل میں نہ جا پڑے ۔ شریعت کے دن میں علما فقہا قدرت کے رہنما نشان ہیں اور طریقت کی اندھیری راتوں میں اولیاء اللہ منزلِ قرب کے تارے ہیں ہدایت دی جاتی ہیں جو غیر خالق سے منہ موڑ کر رشتہ توڑ کر خالق تعالیٰ کے طالب بن جائیں ۔ یہی ہدایت کے ستارے اور راہِ شوق کے نشانات اس صحراءِ ناسوتی میں ہر قول و عمل سے نعرہ زن ہیں کہ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ خالقِ كُنْ فَيَكُوْنُ مخلوقِ ناسوتی کی طرح کس طرح ہو سکتا ہے ۔ مرد بینا کے لیے یہی ایک بات عظیم نصیحت ہے ۔ مقامِ عبرت ہے ۔ تمام بندے اہلِ طریقت حاملِ شریعت اگر باطن و ظاہر کی نعمتیں فکر مراقبہ سے شمار کی کوشش کریں تو ایک نعمت کو بھی احاطۂ ذکری میں نہیں لا سکتے بیشک اللہ تعالیٰ ہی وہ کریم و قدیر ہے جو بندوں کی کمزوریوں کو بخششوں سے بدلنے والا ہے اور توفیق کی رحمتوں سے نوازنے والا ہے نشاناتِ الٰہیہ والے عالم ربانی وہ ہیں جن کے قول و

عمل میں ربّانی فتوحات رحمانی الہامات اور سبحانی ارشادات۔ نورانی ہدایات ہوں۔ جن کی طبیعتوں میں اندازِ حکیمانہ کی جھلک ہو اور چہروں میں جمالِ روحانی کی چمک ہو۔ قدرت کے چمکتے ستارے وہ اولیاء صوفیا ہیں جو کلام کریں تو حقیقت لاہوتی ظاہر ہو اور خاموش ہوں تو انوارِ حال کی چمک ہو۔ جن کے اعضاءِ ظاہری سے بے تعلقی واضح ہو اور حواس باطنی میں تعلّق معرفت کے رشتے پیوست ہوں۔ وجود سے فانی ہوں۔ روح سے باقی ہوں۔ باطل سے فانی ہوں حق سے باقی۔ مخلوق سے ٹوٹے ہوئے ہوں خالق سے جڑے ہوئے ہوں۔ تصوّف ہی بندے کو مردِ کامل بناتا ہے۔ صوفیاءِ کرام اور اہلِ تحقیق فرماتے ہیں کہ تصوّف کفر سے ایمان کی طرف، معصیت سے اطاعت کی طرف۔ نفسانیت سے روحانیت کی طرف راغب ہونے کا نام ہے۔ لباس و دستار کا عالم اور گدڑی و تسبیح کا صوفی طالب دنیا ہے۔ اور طالب دنیا زیادہ پڑھنے پڑھانے کا خواہش مند رہتا ہے۔ لیکن طالب دین عمل میں زیادتی کا خواہش مند ہوتا ہے۔ طالب دنیا وَاِنْ تَعُدُّوْا کے چکروں میں عمر برباد کر دیتا ہے۔ لیکن طالب دین و ایمان لَا تُحْصُوْهَا کے بحرِ تفکّر میں غوطہ زن ہو جاتا ہے۔ طالبِ دنیا کو علم پڑھانا ڈاکو کے ہاتھ میں تلوار دینا ہے۔ بحرِ لاہوتی معرفت کا خزانہ ہے اور اولیاءُ اللہ غفّاریت کے پردے میں چھپے ہوئے ہیں۔ علماءِ ربّانی رحیمیت کے اونچے مینار پر بلند ہیں۔ خطاؤں کی معافی غفّاریت ہے اور عطاءِ نعمت رحیمیت ہے۔ توفیق خیرات غفّاریت ہے اور اعمالِ صالحہ رحیمیت ہے۔ شریعت غفّاریت ہے۔ طریقت رحیمیت ہے۔ یہ تمام انعامات اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے پیدا کئے ہیں۔ صوفیاءِ کرام فرماتے ہیں کہ اگر عبادتِ الٰہی بندوں کو عطا نہ ہوتی تو بندے گھٹن سے مر جاتے۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ۔ اور صرف اللہ تعالیٰ ہی اُن تمام اسرارِ خفی و جلی کو جانتا ہے جو اے منزلِ مراد پر چلنے والو تم اپنے عقل و شعور میں چھپاتے رہتے ہو اور اقوال و اذکار سے ظاہر کرتے ہو اہلِ دل فرماتے ہیں کہ مومن کا ذکرِ خفی مَا تُسِرُّوْنَ ہے اور ذکرِ جہری مَا تُعْلِنُوْنَ ہے۔ یہی اہلِ ایمان کی شان ہے صورت مرمدی سے انہی کو خطاب کیا جاتا ہے۔ اور وہ بدکردار و بدنصیب جو اللہ تعالےٰ خالقِ کل کو چھوڑ کر شیطان کے بندے اور پجاری بنتے ہیں زندگی کے قیمتی لمحات دنیا پرستی میں برباد کر دیتے ہیں۔ نہیں سوچتے کہ جن نفسیات کے ہم شیدائی ہیں وہ فانی مخلوق ہے کہ قلبِ جسدی کو بگاڑ تو سکتے ہیں مگر کوئی فائدہ بنا نہیں سکتے۔ ہجر کی موت سے مُردہ ہو چکے ہیں ایسے

کبھی بھی ہدایتِ الٰہیہ کی زندگی نہ پا سکیں۔ انسان وسواسِ شیطانی سے اتنا مخمور و مدہوش ہو جاتا ہے کہ اس کے تمام حواسِ ایمانی بے حس ہو جاتے ہیں مردہ بدست زندہ کی مثل۔ قلب سے بیگانے عقل کے کورے نہیں جانتے کہ کون کب کس حالت میں آخری انجام میں اٹھایا جائے گا کس کو وصلِ حق کون باطل میں اٹھایا جائے اور کون مقصدِ مراد میں یہ سب کچھ اللہ علیم کی جلوہ گری ہے۔ اے حقیقت کے دامن کی پناہ چاہنے والے قلب مخلص والے بندے تیرا نفس مفلس ہے۔ اور قلب مخلص لہٰذا نفس کی پرستش نہ کر اس سے دور ہو۔ مفلس اور مخلص میں چار طرح فرق ہے۔

۱ مفلس لالچی ہوتا ہے اور مخلص بے غرض۔ ۲ مفلس غریب ہوتا ہے اور مخلص حقیقی امیر۔ ۳ مفلس حریص ہوتا ہے اور مخلص صابر۔ مفلس اہل اللہ کا دشمن ہے ہر آن سرکشی و شرارت پر کمربستہ مگر اہل اللہ کا انتقام معافی ہے۔ ۴ مفلس احسان جتانے والا نیز بھڑکتا شعلہ ہے اور سخاوت خشک لکڑی مخلص اس لکڑی کو کشتی بنانے والا ہے۔ لیکن احسان جتانے والا اس لکڑی کو ایندھن بنانے والا۔ ۵ مفلس اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ہے اور مخلص دارِ بقا کی زندگی والا ہے۔ احسان کرنا باطل کا بھی ہتھیار ہے اور حق کا بھی۔ اہلِ باطل احسان سے انا کی راہ دیکھتے ہیں لیکن اہل اللہ کے لیے انا و خودی کے فنا سے منزلِ بقا اور خلعتِ وصل ہے۔ جس سے دنیوی ذلت اور اخروی عزت ہے یہ شان منصور حلاج کی ہوئی۔ لیکن اگر بقا کے ارادے سے انا کہا تو یہ خودی فناءِ مردودیت ہے۔ جس کا انجام امواتٌ غیرُ احیاءٍ ہونا ہے۔ اور دنیوی حصہ تو ملتا ہے مگر دائمی ذلت نصیب میں ہوتی ہے۔ جیسے ابلیس کا حال ہوا۔ بندے کو ہر وقت ہیبتِ الٰہی میں ہونا چاہیئے۔ کون کس طرح مبعوث ہو یہ فقط اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ۔ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ۔ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ۔ اے کائناتِ عالمین کی قوتو بس ایک ہی ذاتِ قدس ہے جس کے حضور سجدہ ریز ہونا جس کے آستانے پر تم سب کا جھکنا لائق و درست ہے اس لیے کہ کسی کی کوئی طاقت اس سے بلند نہیں ہے۔ سب ہمتیں اس کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ پس وہ نفسانیات جو منزلِ آخرت کو نہیں سمجھتے ان کے دل راہِ صداقت سے دور پڑے ہوئے ہیں۔ اور وہ اہلِ نفس جو اپنی فنا کو بقا سمجھنے والے ہیں۔ اگرچہ ان کی مزاجی طبیعتیں حقیقتِ فنا کو تسلیم کرتی ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ روح کی پوشیدگی اور جسم کی ظاہری کو پورا پورا جانتا ہے مکر کے جال بچھانے والے جو کچھ اپنے ضمیر کی گہرائیوں میں چھپاتے ہیں۔ اور قول و عمل سے جو ظاہر کرتے ہیں۔ ان تمام اسرار و آشکار کو رب تعالیٰ

جاتا ہے۔ دنیائے دون اور اس کی ہر چیز گھٹیا ہے۔ طالبِ دنیا مردود ہیں۔ اور ناکارہ گھٹیا کمزور ضعیف کا اپنے آپ کو اونچا بلند و بڑا سمجھنا قابلِ نفرت۔ اس لیے بےشک وہ ربّ عالمین بڑا سمجھنے والوں کو متکبروں کو محبوب نہیں رکھتا۔ اس لیے کہ ان کی دل کی آنکھیں اندھی ہیں ان کے نصیب میں مشاہدۂ جمال نہیں۔ ان کا نفس امّارہ آنکھیں کھولے ہوا ہے۔ اور دنیا کی جانب ہی دیکھنے اور اس کی تمنا میں ہے۔ حالانکہ آنکھوں کو دونوں جہان سے بند کر لینے سے ہی مشاہدۂ حق نصیب ہوتا ہے۔ عینِ معرفت سے ہی مطالعۂ صفات جمال و جلال ہو سکتا۔ اس راستے میں وہی قدم بڑھا سکتا ہے جو دانا بینا ہو۔ یہاں قوتوں کا مظاہرہ اور دعویٰ کرنے والے متکبرین تھک کر گر جاتے ہیں لیکن عجز والے روشن آنکھوں کی مدد سے قدم بڑھاتے ہوئے درگاہِ محبوب تک پہنچ جاتے ہیں۔ ولایتِ الٰہیہ کے سفر میں صرف سولہ قدم چلنے پڑتے ہیں۔

۱ پہلا قدم خوف ہے۔ محبوب کی سطوتِ بےنیازی سے دلوں کا مضطرب ہونا خوفِ عشاق ہے۔ ۲ دوسرا قدم شکر۔ محبوب کے ذکر کے وقت فرحت سے دل کا جوش مارنا شکر ہے ۳ قدمِ یقین۔ محبوب سے وصل ماسوا سے انقطاع احکام مغیبات اسرار پر مطلع ہونا یقین ہے ۴ قدمِ وصل۔ فنا فی الذّات ہونا اس کے تین درجے ہیں۔ فنا فی الشیخ۔ فنا فی الرّسول۔ فنا فی اللہ۔ ۵ قدمِ صبر۔ بلاؤ مصائب پر وقوف کے باوجود بقاءِ ادب کے ساتھ ثبات مع اللہ رہے۔ ۶ قدمِ انبساط۔ اپنے مراتب و مدارج کے باوجود عجز کے ساتھ جلوت و خلوت میں نفس ذاکر رہے۔ ۷ قدمِ قرب۔ بلا و لطف کے علاقوں کو طے کرنا اور انوار کی منزل تک پہنچنا قربِ الٰہی ہے۔ ۸ قدمِ محبت۔ دنیا کو حلقۂ انگوٹھی عشقِ محبوب کو اُس کا نگینہ سمجھنا۔ ۹ خلوص کا قدم محبوب کی چاہت میں سب بلکہ خود کو بھی غیر سمجھے ۱۰ قدمِ شوق۔ رویتِ محبوب کی تمنا بڑھتی ہی جائے۔ اور دیدار میں سکون ہو فتور نہ ہو۔ ۱۱ قدم وارداتِ الٰہی یہ فضلِ ربی ہے نہ استدعا کا دخل ہے نہ طریقہ و ساعت مقرر۔ نہ فریاد نہ دعا یہ تمام قدموں سے انوکھا ہے۔ ۱۲ قدمِ بقا۔ بقاءِ محبوب ہی میں بندے کی بقا ہے۔ نہ لقا کو فنا ہے نہ لقا والے کو لہٰذا بقا ہی بقا ہے۔ ۱۳ قدمِ معرفت۔ ہر شی کی مخفیات کا علم اور شواہدِ حقیقت کو عیونِ قلبی سے دیکھنا ۱۴ قدمِ وفا۔ سِرًّا و جہرًا رعایتِ حقوق اللہ کو حفاظتِ حدود اللہ۔ مسارعت الی مرضات اللہ ۱۵ قدمِ ہمت یہ ہے کہ نفس کو حُبِّ دنیا سے روح کو تعلّقِ آخرت سے قلب کو ارادۂ غیر اللہ سے خالی کرنا۔ ۱۶ قدمِ رضا۔ خودی کو فنا کرنا۔ یہ قدم ولایتِ صغریٰ کے لیے پہلا ہے مگر اسی میں انتہا کا مقام ہے

هُوَالْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۔ کی جلوہ سامانی ہے ۔ ان قدموں کو چلنے کے بعد منزل محبوبیت ملتی ہے ۔ یہ پھول دچمن وہاں کھلتا ہے جہاں انکار کی جھاڑیاں تکبر کے کانٹے لَا یُؤْمِنُوْنَ کی بدعقیدگی مُسْتَكْبِرِيْنَ کی گندگی اور منکرۃ کا کوڑا کچرا نہ ہو ۔ تمام انسان ہی قدموں پر چلنے کے لیے پیدا کئے گئے ہیں ۔ جس نے ان قدموں کی کوشش نہ کی اُس کی زندگی برباد ہے وہی لَا یُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ کے زمرے میں داخل ہے ۔ اے میرے رب کریم مجھے بھی میری اولاد کو بھی ہمتِ قدوم عطا فرما ۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا

اور جب بھی پوچھا گیا اُن سے کہ کیا اُتارا رب نے تمہارے تو یہی بولے کہ

اور جب اُن سے کہا جائے تمہارے رب نے کیا اُتارا ۔ کہیں

اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۙ ﴿۲۴﴾ لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ

قصے بناوٹی ہیں پچھلوں کے ۔ اس لیے کہتے ہیں کہ اٹھائیں اپنے بوجھ

اگلوں کی کہانیاں ہیں کہ قیامت کے دن اپنے بوجھ

كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ

پورے دن قیامت کے اور کچھ بوجھ اُن کے

پورے اُٹھائیں اور کچھ بوجھ اُن کے

يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۲۵﴾ ع

گمراہ کرتے ہیں جن کو بے ناسمجھی خبردار براہے وہ بوجھ جو بنا رہے ہیں ۔

جنہیں اپنی جہالت سے گمراہ کرتے ہیں سن لو کیا ہی برا بوجھ اُٹھاتے ہیں

ربع ۹

قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ

بیشک مکر کیا تھا اُن لوگوں نے جو سے تھے پہلے اُن کے تو اُٹھایا اللہ نے بنیادوں کو

بیشک اُن سے اگلوں نے فریب کیا تھا تو اللہ نے اُن کی چُنائی کو نیو

مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ

اُن کی سے جڑوں پھر گر پڑی پر اُن چھت سے اوپر اُن کے

سے لیا تو اوپر سے اُن پر چھت گر پڑی

وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾

اور آیا عذاب اُن کو طرف سے اُس جگہ کے کہ نہ تھی سمجھ اُن کو

اور عذاب اُن پر وہاں سے آیا جہاں کی انہیں خبر نہ تھی۔

تعلق اِن آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلّق ہے۔

پہلا تعلق - پچھلی آیات میں کفّار کے غلط اور شرکیہ عقیدوں کا ذکر ہوا کہ اپنے خود ساختہ عقیدوں میں انہوں نے بتوں کو آسمانی معبود سمجھ لیا۔ اَب اِن آیات میں کفّار کی اُن بیہودہ باتوں کا ذکر ہے جو وہ حقیقی معبود اور اُس کے سچّے اور دائمی کلام کے بارے میں کرتے رہتے ہیں۔ **دوسرا تعلق** - پچھلی آیتوں میں کفّار کی اِس بے علمی کا ذکر ہوا تھا جس میں وہ بروزِ قیامت خود اپنے اُٹھنے کے منکر تھے۔ اَب اِن آیتوں میں اُن بوجھوں کا ذکر ہے جو وہ خود اپنے سر پر قیامت میں اٹھا کر لائیں گے یعنی اے کافرو تم تو اُٹھنے کے منکر ہو حالانکہ تم کو تو بوجھ بھی اٹھانا پڑے گا۔ **تیسرا تعلق** - پچھلی آیتوں میں موجودہ کافروں کی بدعملی بدعقیدگی کا ذکر ہوا تھا کہ یہ مغرور ہیں اور مغرور ہمیشہ بیوقوف ہوتے ہیں اِن میں حماقت تو ہوتی ہے چالبازی چستی چالاکی فریب کاری نہیں ہوتی لہٰذا مغرور آدمی اتنا سخت نہیں ہوتا اُس کو مارنا آسان ہوتا ہے اب اِن آیتوں میں سابقین کافروں کا ذکر ہے کہ وہ بہت چالاک ہشیار فریب کار تھے جب اُن کو آنِ واحد کے عذاب نے ہلاک کر دیا تو تم کیا چیز ہو۔

شانِ نزول روایت ہے کہ مکے کا ایک کافر نضر بن حارث اس نے بہت قصے کہانیاں یاد کی ہوئی تھیں۔ ایک دفعہ اس سے کسی صحابی نے ایمانِ قرآن کے بارے میں سوال کیا تو کہنے لگا کہ (معاذ اللہ) قرآن مجید بناوٹی قصے کہانیوں کی ایک کتاب ہے ایسی کہانیاں تو مجھ کو بھی بہت یاد ہیں۔ اس کی تردید میں چھ آیتیں از ۲۴ تا ۲۹ نازل ہوئیں۔

تفسیر نحوی وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ۔ واؤ سر جملہ اِذَا حرفِ شرط ظرفیہ زمانیہ بمعنی جس وقت۔ جب بھی۔ جب۔ قِيْلَ۔ بابِ نَصَرَ کا ماضی مطلق مجہول قَوْلٌ سے بنا ہے ھُوَ ضمیر واحد مذکر غائب مستتر اس کا نائب فاعل لام جارہ مفعولیت کا ھُمْ ضمیر کا مرجع کفار کہ ہے۔ جار مجرور مل کر متعلق ہے قِيْلَ کا۔ یہ جملہ فعلیہ مجہولیہ قول ہوا۔ مَاذَا۔ کی اصلیت میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ مَاذَا اسم بسیط ہے۔ مرکب یا مفرد نہیں یعنی اگرچہ پہلے یہ لفظ علیحدہ دو تھے مگر اب ایک ہی لفظ ہے۔ ترجمہ ہے۔ کیا کچھ۔ کتنا کچھ۔ یہ کبھی اسم جنس ہوتا ہے۔ بمعنی یہ کچھ ہے۔ کبھی موصول ہوتا ہے بمعنی اَلَّذِیْ۔ کبھی استفہامیہ ہوتا ہے۔ بمعنی کتنا کچھ اسی معنی میں یہاں ہے۔ ترکیباً یہ اسم موصول سوالیہ ہے اور مابعد جملہ۔ اس کا صلہ ہے۔ دوسرا قول یہ کہ مَاذَا اسم مرکب ہے مَا اور ذَا سے۔ مَا سوالیہ ذَا موصولہ یا ۲ مَا سوالیہ ہی ہے اور ذَا اسم اشارہ قریب۔ ۳ یا مَا زائدہ اور ذَا اشارہ قریب یا مَا سوالیہ اور۔ ذَا۔ زائدہ ترجمہ علی الترتیب اس طرح ہوگا۔ ۱ کیا ہے وہ جو۔ ۲ کیا ہے یہ۔ ۳ یہ ۴ کیا۔ خیال رہے کہ مفرد اسم وہ ہے جو اصلاً ایک ہی ہو اور معنی بھی ایک ہی ہو۔ جیسے زید بکر وغیرہ بسیط اسم وہ ہے۔ جو اصلاً دو ہوں مگر اس طرح جڑ جائیں کہ معنی ایک ہو جائیں۔ جیسے بَعْلَبَكَّ۔ حَضْرَمُوْت وغیرہ۔ مرکب اسم وہ جو اصلاً یعنی شروع سے دو ہوں اور معنی بھی دو ہوں جیسے مرکب توصیفی اضافی۔ بنائی۔ منع صرفی۔ مرکب تقییدی۔ اَنْزَلَ۔ بابِ اِفعال کا فعل ماضی مطلق معروف صیغہ واحد مذکر غائب۔ مصدر ہے۔ اِنْزَالٌ بمعنی اتارنا۔ نُزُوْلٌ سے بنا ہے اُتْرَنَا۔ رَبُّ۔ اسم مفرد جامد بحالتِ رفع فاعل ہے اَنْزَلَ کا کُمْ ضمیر جمع مذکر مخاطب مجرور متصل مضاف الیہ ہے۔ یہ جملہ فعلیہ سوالیہ ہو کر مقولہ ہوا قِيْلَ کا۔ قَالُوْا۔ فعل ماضی مطلق صیغہ جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر جمع پوشیدہ اس کا فاعل مل کر قول ہوا۔ اَسَاطِيْرُ۔ اسم جمع منتہی الجموع اس کا واحد ہے اُسْطُوْرٌ یا اُسْطُوْرَةٌ۔ اسی سے ہے۔ سَطْرٌ۔ لکھی ہوئی ایک لائن) اسی سے مِسْطَر۔ لکیر کھینچنے کا آلہ۔ اَساطِیر بمعنی اپنے قلم اور دماغ سے بنائی ہوئی۔

خبریں لکھی ہوئی سطریں یعنی جھوٹی۔ جیسے کہ ناول افسانہ۔ مضاف ہے غیر منصرف ہے۔ الف لام عہدی یا اسمی۔ اَوَّلِیْن۔ جمع مذکر سالم اس کا واحد ہے اوّل۔ بمعنٰی پہلے لوگ۔ بحالتِ کسرہ ہے مضاف الیہ ہے۔ یحملوا۔ بابِ ضَرَبَ کا فعل مضارع مثبت۔ حَمْلٌ سے بنا ہے بمعنٰی اٹھانا۔ لادنا منصوب ہے لامِ کَے میں اَنْ پوشیدہ سے دراصل تھا یَحْمِلُوْنَ۔ نون اعرابی بوجہ نصب گر گئی۔ ھُمْ ضمیر مستتر کا مرجع کفارِ مکہ ہیں اَوْزَارَ۔ اسم جمع مکسّر منصرف واحد ہے وِزْرٌ بمعنٰی بوجھ۔ مضاف ہے ھُمْ ضمیر جمع غائب کا مرجع خود کفّار (یعنی اپنا) یہ مرکبِ اضافی میمیز ہے یا ذوالحال ہے۔ کَامِلَۃً۔ اسم فاعل مؤنّث۔ بحالتِ فتحہ ہے کیونکہ یا حال ہے یا تمیز ہے اَوْزَارَ کی یہ سب مل کر مفعول بہ ہوا یَحْمِلُوْا کا۔ یَوْمَ۔ اسم مفرد جامد ظرفِ زمانی ہے۔ بمعنٰی دن۔ وقت۔ مضاف ہے۔ الف لام عہدِ ذہنی۔ قیامت۔ اسم مصدر ہے۔ آخر کی ت مصدریہ ہے۔ بمعنٰی کھڑا ہونا۔ اٹل ہونا۔ قائم ہونا۔ بحالتِ کسرہ ہے مضاف الیہ ہے یوم کا۔ مرکّب اضافی۔ مفعول فیہ ہے یَحْمِلُوْا کا یہ سب جملہ فعلیہ مسبَّب (عاقبۃ) ہے یا علّت ہے۔ قَالُوْا کی۔ واؤ سرِ جملہ۔ مِنْ جارّہ تبعیضیہ۔ اَوْزَارِ اسم جمع مکسّر منصرف واحد ہے وِزْرٌ۔ بمعنٰی وہ بوجھ جو اپنے جسم پر لادا جائے۔ تھکا دینے والا۔ مضاف ہے اَلَّذِیْنَ اسم موصول بحالتِ جر۔ مضاف الیہ ہے۔ یُضِلُّوْنَ۔ بابِ افعال کا مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب مصدر ہے اِضْلَالٌ بمعنٰی گمراہ کرنا۔ ضَلٌّ سے بنا ہے۔ اس کا فاعل ھُمْ ضمیر مرفوع منفصل مستتر ہے۔ ھُمْ ضمیر ظاہر منصوب متّصل ہے مفعول بہ ہے۔ بِ جارّہ بمعنٰی عَنْ جارّہ غَیْرِ اسم مفرد جامد فقط نافیہ مضاف ہے عِلْمٍ۔ اسم مصدر یا حاصل مصدر مضاف الیہ ہے نکرہ غیر معیّن ہے۔ مرکّب اضافی مجرور ہوا اور جار مجرور متعلّق ہے یُضِلُّوْا کا اور وہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا۔ اَلَّذِیْنَ کا موصول صلہ مل کر مضاف الیہ اَوْزَارِ کا۔ مرکّب اضافی مجرور ہے مِنْ سے۔ جار و مجرور متعلّق ہے یَحْصُلُ فعل مستقبل پوشیدہ کا۔ اَلَا۔ حرف بسیط ہے۔ تین طرح مستعمل ہے۔

۱۔ فقط کلام کے ابتدا۔ افتتاح کے لیے ۲۔ عرض کرنے کے لیے (یعنی نرمی سے سمجھانے کے لیے) ۳۔ تحضیض۔ (جھڑک) کے لیے۔ یعنی سختی سے بات سنانے کے لیے۔ یہاں آخری طریقہ ہے۔ بعض نے کہا یہ لفظ مرکّب دو کلموں سے ۱۔ ہمزۂ استفہام ۲۔ لَا نافیہ۔ اور مرکّب کرنے کی وجہ ہے کلام کی نفی کو توڑ کر ثبوت میں شدّت پیدا کی جائے۔ اپنے اپنے دلائل سے دونوں قول درست ہیں۔ اور مدّعا یہ کہ۔ اَلَا۔ اصلاً مرکّب ہے مگر انجام کار بسیط ہو گیا ہے۔ سَاءَ فعلِ ذم ہے بحث ماضی مطلق بابِ نَصَرَ سے ہے سَوْءٌ اجوف واوی اور مہموز اللام سے بنا ہے بمعنٰی۔ برا ہونا۔

ہمیشہ لازم ہوتا ہے۔ اِس باب مجرد ہیں۔ مَا۔ اسم موصول۔ بحالتِ رفع فاعل مخصوص بالذم ہے سَاءَ کا یَذِرُوْنَ۔ بابِ ضَرَبَ کا فعل مضارع صیغہ جمع مذکر غائب۔ وِزْرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ بوجھ اٹھانا۔ ھُمْ ضمیر مستتر اِس کا فاعل جس کا مرجع کفار ہیں۔ صلہ ہوا موصول کا۔ قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ۔ قَدْ مَكَرَ۔ فعل ماضی قریب مثبت معروف۔ باب نَصَرَ سے ہے۔ مَكْرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ۔ فریب کرنا چال چلنا۔ یا کسی کے فریب کو توڑنا۔ پہلے معنیٰ مراد ہیں۔ اَلَّذِيْنَ اسم موصول بحالتِ رفع فاعل ہے قَدْ مَكَرَ کا مِنْ جارّہ بیانیہ قَبْلِ اسم ظرفِ زمانی۔ یہ جب مضاف ہو تو معرب ہوتا ہے اور عامل کا اعراب ظاہر ہوتا ہے۔ ھُمْ ضمیر مجرور اس کا مضاف الیہ ہے۔ مرکب اضافی مجرور ہے مِنْ سے اور متعلق ہے مَرُّوا فعل ماضی پوشیدہ کا یہ جملہ فعلیہ صلہ ہوا الَّذِيْنَ کا۔ فَ سببیہ اَتٰی۔ فعل ماضی مطلق۔ اَتْیٌ سے بنا ہے بمعنیٰ آنا۔ لانا۔ یہاں بمعنیٰ لانا ہے۔ بُنْيَانَ۔ اسم مفرد الف نون زائدتان۔ مذکر۔ اِس کی جمع نہیں ہوتی اعلیٰ حضرت کا ترجمہ اس کو ترجیح دیتا ہے ایک قول میں یہ جمع ہے بُنْيَنَةٌ کی جیسے شُعْرَانٌ نُعْلَانٌ۔ غُلْمَانٌ۔ بمعنیٰ ساری عمارت۔ بنیاد سے چھت تک بحالتِ نصب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے ھُمْ ضمیر جمع مضاف الیہ۔ مِنْ حرفِ جر۔ الف لام استغراقی۔ قَوَاعِد۔ اسم جمع منتھی الجموع۔ (یعنی وہ جمع جس کی پھر جمع نہ بن سکے جمع الجمع)۔ اِس کا واحد قَاعِدٌ بھی ہوتا ہے بمعنیٰ بنیاد (عمارت کی دیوار کا نیچے کا زمین دوز حصہ)۔ قَاعِدَةٌ بھی۔ بمعنیٰ آئسہ بوڑھی عورتیں۔ یہاں پہلے معنیٰ میں ہے۔ لغتاً جس پر کوئی چیز قائم اور ٹھہری ہو اُس کو قاعدہ کہتے ہیں۔ بحالتِ کسرہ ہے مِنْ سے جار و مجرور متعلق ہے اَتٰی کا۔ فَ حرفِ انجام۔ عاقبت۔ خَرَّ۔ بابِ ضَرَبَ نَصَرَ کا ماضی مطلق معروف۔ خَرٌّ سے بنا ہے مضاعف ثلاثی کا مادہ ہے۔ بمعنیٰ دھماکے سے گرنا۔ ایک دم گرنا۔ ڈھے جانا۔ عَلٰی جارہ فوقیت کی ھُمْ ضمیر کی مرجع اَلَّذِيْنَ ہے۔ الف لام عہدی یا ذھنی یا خارجی سَقْفٌ۔ اسم مفرد جامد معرف باللام بمعنیٰ چھت۔ اِس کی جمع ہے سُقُوْفٌ اور اِس جمع کی جمع سُقُفٌ ہے۔ اور بھی دو قول ہیں ترجیح اسی کو ہے۔ بحالتِ رفع ہے۔ فاعل ہے خَرَّ کا۔ مِنْ جارّہ ابتدائیہ فَوْقِ۔ اسم ظرفِ مکانی۔ جب اِس کا مضاف الیہ ظاہر موجود ہو تو یہ معرب ہوتا ہے۔ ھُمْ ضمیر اس کا مضاف الیہ ہے۔ ترجمہ اُن کے اوپر سے۔ واؤ سرِ جملہ۔ اَتٰی۔ فعل ماضی مطلق مثبت معروف۔ اَتْیٌ سے بنا ہے۔ بمعنیٰ آنا۔ باب ضرب سے ہے۔ ھُمْ ضمیر منصوب متصل مفعول بہ۔ الف لام عہدِ ذھنی عَذَابٌ۔ اسم مفرد جامد۔ بمعنیٰ سزا۔ بحالتِ رفع ہے کیونکہ فاعل ہے اَتٰی کا۔ مِنْ جارّہ ابتداءِ غایت کے لیے یا بیانیہ۔

یا زائدہ ہے۔ حَیْثُ ۔ اسم ظرفِ مکانی مبہم ۔ جب یہ ما موصولہ کے ساتھ مل کر آئے شرط و جزا کے لیے ہوتا ہے۔ بمعنی حیثُما۔ ہر حال میں ضمہ پر مبنی ہوتا ہے۔ ظاہراً اِس پر ضمہ ہے مبنی کی وجہ سے مگر محلاً مجرور ہے مِنْ جارہ سے بمعنیٰ ۔ جہاں کہاں ۔ جدھر ۔ جب کبھی ۔ یہاں پہلے معنیٰ ہی درست اور مراد ہیں۔ حیثما۔ ظرفِ زمانی ہوگا بمعنیٰ جب کبھی ۔ بیانِ کیفیت کے لیے بھی آتا ہے۔ بمعنی اِس طریقے سے ۔ یہ معنیٰ بھی یہاں بن سکتے ہیں۔ لَا يَشْعُرُوْنَ باب نَصَرَ کا فعل مضارع منفی بلاَ ۔ صیغہ جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر مستتر اِس کا فاعل ہے جس کا مرجع اَلَّذِيْنَ ہے۔ شَعْرٌ سے بنا ہے۔ بمعنی حواسِ خمسہ کے ذریعہ جاننا۔ اسی سے ہے شعُورٌ۔

تفسیر عالمانہ

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَا اَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوْا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ . لِيَحْمِلُوْا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ

اللہ تعالیٰ نے بہت کثیر دلائل عقلیہ ظاہریہ باطنیہ سے توحید و رسالت کو ثابت فرما دیا لیکن اس کے باوجود ان عقل کے اندھوں ضد کے پکّوں سے جب بھی کہا گیا اور پوچھا گیا کہ کیا اُتارا تمہارے پروردگار نے وہ کون سا کلام ہے جس کا چرچہ عالم میں پھیلتا چلا جا رہا ہے اے مکّے والو مسافروں کے راہ میں بیٹھنے والو ذرا ہم کو بھی تو بتاؤ تاکہ ہم بھی اس نوری چہرے والے سرورِ انبیا کی محفل میں حاضر ہو کر اللہ کے کلام کو زبانِ فیضِ مصطفیٰ سے سنیں تو یہ کفارِ مکہ کعبہ کے پاس بیٹھنے اور جنگلوں میں بیٹھ کر دربارِ مصطفیٰ میں آنے والے مسافروں کو روکنے کے لیے بار بار یہی بولے کہ اللہ نے کچھ نہیں نازل کیا یہ تو خود محمد مصطفیٰ نے ہی اگلے افسانوں قصّے کہانیوں ناولوں اور جھوٹے سچے واقعات کو نہ جانے کہاں کہاں سے کس کس سے سن سنا کر جمع کر لیا ہے۔ یہ وہی پہلوں کے اساطیر ہیں۔ کفارِ مکہ یہ صرف اس لیے کہتے ہیں تاکہ لوگ نہ محفل پاک میں حاضر ہوں۔ نہ شانِ مصطفیٰ ظاہر ہو نہ کلامِ الٰہی کی لذت سے کوئی آشنا ہو سکے بلکہ اُن کی یہ بیہودہ گفتگو سن کر وہیں سے دل بُرا کر کے واپس لوٹ جائے۔ لیکن درپردہ اُن کی یہ بد اعمالیاں اس لیے ہو رہی ہیں تاکہ وہ قیامت کے دن اپنا پورا بوجھ بھی اٹھائیں اور ان لوگوں کا بوجھ بھی اٹھائیں جن کو وہ اپنی جہالت بیوقوفی اور حسد بغض کی وجہ سے گمراہ کر رہے ہیں۔ کیا ہی سخت ترین بُرا ہے وہ بوجھ جو وہ بناتے اور اٹھا کرتے چلے جا رہے ہیں جس کا پتہ قیامت میں چلے گا۔ چونکہ قرآن مجید نبی کریم کی نبوت کا معجزہ ہے اور یہ وہ نبوت کا معجزہ ہے جو تا قیامت ہر ایک کے سامنے رہنے والا ہے اور کافر نبوت کو تسلیم نہیں کرتے تھے اسلیے ہر وقت وہ قرآن مجید کا بھی انکار کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ یہ رب تعالیٰ کا کلام نہیں بلکہ پرانے لوگوں کے قصّے

کہانیاں ہیں یا اُن کے سچے بیتے ہوئے واقعات یا ان کی جھوٹی بناوٹی ناولیں افسانے جن کو یہ بھی سنتے ہیں۔ اور جانتے بوجھتے قرآن مجید کی فصاحت بلاغت قانون احکام۔ حقائق دقائق اور علوم کا انکار کر دیتے تھے۔ یہ گفتگو آپس میں بھی کرتے تھے اور حجاج سے بھی مہمانوں سے بھی مسافروں سے بھی۔ اس جگہ رب تعالیٰ نے کفار کے اس قول کے عذاب کا ذکر فرمایا کہ انجام یہ ہے کہ اپنا اور اُن لوگوں کا کفریہ بوجھ اٹھائیں گے جو اِن کے کہنے سے مسلمان نہیں ہوتے کفر پہ ہی لوٹ جاتے ہیں۔ گویا ان کفارِ مکہ پر ڈبل عذاب۔ ۱ اپنے کافر رہنے کا۔ ۲ اور دوسروں کو کافر کرنے کا۔ لیکن کہنے ماننے والوں پر ایک بوجھ صرف گمراہ اور کافر رہنے کا۔ یہاں مِنْ بعضیت کا ہے بوجھ سے متعلق نہیں بلکہ اَلَّذِیْنَ سے تعلق ہے یعنی بوجھ بعض نہیں بوجھ تو پورا ہوگا اَلبتّہ۔ لیکن ہوگا اُن کا جو اِن کے بہکانے سے گمراہ ہو گئے۔ اور جو نہ بہکے ان کا بوجھ نہیں اٹھائیں گے۔ خواہ وہ مومن ہو گئے یا کسی اور وجہ سے کافر ہی رہے نہ کہ اُن کے کہنے سے قَدْ مَکَرَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ فَاَتَی اللّٰهُ بُنْیَانَھُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَیْھِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِھِمْ وَاَتٰھُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ۔ یارسول اللہ کفارِ مکہ کی اِن گستاخانہ ذلیل حرکتوں سے آپ غمگین دل نہ ہوں اس لیے کہ یہ کفار کا پرانا طریقہ ہے اس سے پہلے جو کافر قومیں گزری ہیں انہوں نے بھی اسی قسم کے مکر فریب اور طرح طرح کے منصوبے اپنے انبیا کی نافرمانی کرنے اور ان کو ستانے کے لیے بہت کئے تھے اور وہ کافر بھی سمجھتے تھے کہ شاید ہماری مکاریاں منصوبے بندیاں بہت مضبوط اور کامیاب ہیں۔ مگر آپ کے اللہ نے ان کو اور ان کے تمام فریبانہ منصوبوں کو ان کی جڑوں سے اکھیڑ دیا۔ پس گر پڑیں اُن کی گھر یلو چھتیں اُن کے اوپر جب کہ وہ رات کو غفلت کی نیند سو رہے تھے اور سب دب کر مر گئے ایک بچہ بھی باقی نہ بچا۔ اور رات کا عذاب اُن کے پاس اتنی تیزی اور اچانک آیا کہ وہ سمجھ بھی اور سنبھل بھی نہ سکے۔ ایک قول ہے کہ بنیان سے مراد کفار کی فریب کاریوں کے محل ہیں اور جڑ سے اکھیڑنے کا معنیٰ ہے کہ انبیاءِ کرام اور دینِ الٰہی کے خلاف تمام منصوبوں کو ناکارہ کر دیا گیا تھا تو اب یہ کفارِ مکہ بھی اپنی سوچی سمجھی اسلام قرآن حدیث اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف فریب کاری پر خوش نہ ہوں انجام اِن کا بھی ویسا ہی ہونے والا ہے۔ ایک قول ہے کہ بُنیان سے مراد وہ مینارہ اور برج ہے جو ابراہیم علیہ السلام کی تبلیغِ ایمان سے ناخوش ہو کر نمرود بن کنعان کافر خدائی کا دعویٰ کرنے والے نے پانچ ہزار گز یا اس سے بھی اونچا دو فرسخ یعنی چھ میل اونچا بنوایا تھا۔ اور ایک بڑا صندوق ہلکی پتلی لکڑی کا بنا کر اس میں خود اور اپنے وزیر ہامان کو بٹھایا تھا۔ دو یا تین بڑی گدھوں کے پاؤں

اوپر باندھے اور بانس پر گوشت باندھا۔ جب گدھوں نے گوشت دیکھا تو اوپر کو لپکیں لیکن چونکہ وہ بھی صندوق سے بندھی تھیں اور بانس بھی اس لیے گدھوں کے ساتھ صندوق بھی اوپر کو پرواز کرتا رہا۔ اور گوشت کو پکڑنے کی خاطر تقریباً ایک ماہ اوپر کی طرف پرواز جاری رہی۔ اللہ تعالیٰ نے عقاب۔ شکرہ۔ باز اور گدھ کو یہ طاقت وہمت اور برداشت بخشی ہے کہ وہ بھوکے پیاسے رہکر مہینہ ڈیڑھ مہینہ پرواز کر سکتے ہیں۔ اب نمرود اور اس کا وزیر جب آسمان کو دیکھتا ہے وہ تو اتنا دور لگتا ہے جتنا زمین سے لگتا تھا اور زمین کو دیکھتا ہے تو گول چاند کی طرح نظر آتی ہے۔ تو نمرود نے آسمان کی طرف ایک تیر پھینکا۔ قدرتِ الٰہیہ سے وہ تیر چند منٹ بعد خون میں سنا ہوا واپس اسی سوراخ کے ذریعہ صندوق میں آکر گرتا ہے۔ نمرود خوش ہوجاتا ہے کہ میں نے ابراہیم کے رب کو قتل کر دیا (معاذ اللہ) پھر اس نے گوشت والے بانس کو الٹا کر دیا جس سے گوشت نیچے کی طرف آگیا۔ تو گدھوں نے نیچے کی طرف پرواز شروع کر دی اور نیچی پرواز کی وجہ سے وہ چند دن میں زمین پر آگئے جہاں سے چل کر نمرود اپنے پایۂ تخت پہنچا جبکہ مینارے پر گھمنڈ میں بڑا مغرور بنا جا رہا تھا ادھر حضرتِ جبریئل نے رب تعالیٰ کے حکم سے ایک پر مارا جس سے وہ انتہائی مضبوط مینارہ ایکدم ٹوٹ کر گر پڑا۔ (واللہ اعلم بالصواب) مگر اس آیت پاک کی تفسیر میں پہلا قول درست ہے۔ مقصدِ کلام یہ ہے کہ انسان کچھ بھی کرے کتنی ہی تدبیریں بنائے رب تعالیٰ کی منشا کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا بلکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جو کوئی کسی کے لیے مصیبت کا گڑھا کھودتا ہے۔ وہ خود ہی اس میں گر جاتا ہے۔ ہر میدان میں رب تعالیٰ جلّ مجدہٗ اپنے پیارے نبیوں۔ ولیوں اور صالحین متقیوں کی شان آن بان بڑھاتا ہے۔ اکثر دیکھا جا رہا ہے کہ فاسق و فاجر کفّار اور گستاخ لوگوں کی دنیوی زندگی اور موت ذلّت و رسوائی سے ہی ہوتی ہے۔ میں نے بچشم خود بہت سے نبی کریم کے گستاخوں کو بری ذلّت آمیز موت مرتے دیکھا ہے۔ دنیا میں اگرچہ جُبّہ و دستار کے ساتھ شکلِ مومنانہ بناتے پھریں انکی اپنی بداعمالیوں فریب کاریوں کی بنا پر ایسے ایسے تکلیف دہ واقعات ہو جاتے ہیں جو ہر اعتبار سے عذاب الٰہی ہی ہوتے ہیں مگر بندے اس کا شعور نہیں رکھتے اور سمجھتے ہیں کہ موسم ہی ایسا تھا یا دشمن کی بنا پر ایسے ایسے تکلیف دہ واقعات ہوجاتے ہیں جو ہر اعتبار سے عذاب الٰہی ہی ہوتے ہیں مگر بندے اس کا شعور نہیں رکھتے اور سمجھتے ہیں کہ موسم ہی ایسا تھا یا دشمن کی کارستانی یا کسی جادوگری کا چکر قرار دے لیتے ہیں۔ مگر اپنی طرف اپنی سیاہ کاریوں کی طرف دیکھتے ہوئے یہ نہیں کہتے کہ ہم پر یہ عذابِ الٰہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کریم و رحیم سب کو ہدایت و شعور دینے والا ہے۔

فائدے

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔
پہلا فائدہ - اگرچہ تمام مکر و فریب ہی بہت بُرے اور قابل گرفت و نقصان دہ ہیں مگر۔ انبیاء کرام اور اللہ تعالیٰ کی چیزوں کے خلاف فریب کاری تو بہت ہی سخت گناہ ہے جس کی سزا بلا واسطہ خود رب کی طرف سے نازل ہوتی ہے۔ سختیِ جرم کا اندازہ سزا کی سختی سے کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے بندے کو حتی الامکان اللہ کے پیاروں کی ناراضگی سے بچنا چاہیئے۔ یہ فائدہ قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ کی پوری آیت کے مضمون اور تفسیر سے حاصل ہوا۔ دُوسرا فائدہ - قیامت میں انشاء اللہ تعالیٰ علماء و مشائخ کو ہر عمل کا دُگنا ثواب ملے گا اس لیے کہ ان کو اپنے اعمال کا ثواب بھی ملے گا اور وہ اپنے شاگردوں مریدوں اور مقتدیوں کے اعمال کا پائیں گے یہ فائدہ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ کی اقتضاءُ النص سے حاصل ہوا کہ جب بدعملی کا بوجھ گمراہ کرنے والوں کو اٹھانا پڑے گا تو نیک عملی کا ثواب نیک بنانے والوں مثلاً سنانے والوں کو بھی انشاء اللہ ضرور ملے گا۔ تیسرا فائدہ - قیامت کے دن کامل سزا صرف کفار کے لیے ہے۔ گناہگار مسلمان کو گناہ کی پوری نہیں ملے گی بلکہ کچھ گناہ شفاعت سے کچھ گناہ ایصالِ ثواب ختم شریف اور لواحقین اور پچھلے نیک وارثین کی نیکیوں کے بخشنے سے معاف یا ہلکے کردیئے جائیں گے یہ فائدہ کَامِلَةً کی نسبت صرف کفار کی طرف کرنے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔
پہلا مسئلہ - جب کوئی شخص خاص کر کوئی عالم دین یہ کہے کہ یہ حدیث پاک ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے تو کسی شخص کو جائز نہیں کہ ایک دم بغیر تحقیق انکار کرے بلکہ اگر سننے والا خود عالم ہے تو تحقیق و تفتیش کرے۔ اور اگر عالم نہیں تو علماء محققین سے پوچھے۔ خاص کر اس زمانے میں جب کہ کتابیں چھپی ہوئی ہر جگہ دستیاب ہیں بزرگوں اور علماء محدثین کی محنتوں سے دینی خدمتوں سے دین بہت آسان ہوچکا ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کسی حدیث پاک کا انکار کرنا۔ کفار کی علامت ہے یہ مسئلہ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اور يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ اس سے منکرین حدیث چکڑالوی اور پرویزی عبرت پکڑیں۔
دوسرا مسئلہ - بے علم جاہل آدمی کو قطعاً ناجائز ہے دین کی تبلیغ کرنا اور لوگوں کو مسائل بتانا۔ اس لیے کہ جاہل انسان اپنی جہالت کی وجہ سے یقیناً غلط مسئلے بتائے گا اور لوگوں کو گمراہ کرے گا۔ یہ مسئلہ بھی يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ کی تفسیر سے مستنبط ہوا۔
اعتراضات - یہاں چند اعتراض و سوالات وارد ہوتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ جب ان سے کہا گیا کہ کیا نازل کیا تمہارے رب نے تو جواب میں کفار نے کہا پہلوں کے فسانے قصے کہا نیاں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفار نزول الٰہی کو تسلیم کرتے تھے مگر اللہ کی گستاخی کرتے ہوئے کہتے تھے کہ اللہ نے بناوٹی کہانیاں نازل کی ہیں حالانکہ ایسا نہیں وہ تو یہ ماننے ہی نہ تھے کہ نبی کریم جسکو کلام الٰہی کہہ رہے ہیں وہ آسمان سے نازل ہوا ہے بلکہ وہ تو اس کو نبی پاک کی بناوٹ کہتے تھے۔ تو یہ آیت کی عبارت کس طرح درست ہوئی۔ جواب۔ تفسیر کبیر نے اس کے تین طرح جواب دیئے ہیں۔ پہلا یہ کہ کفار کا یہ جواب تمسخر اور مذاق تھا۔ اس طرح کہ جب کوئی اجنبی سوال کرتا کہ مکے میں نبوت کا دعویٰ کرنیوالے نبی کریم پر رب نے کیا نازل کیا ہے تو مذاق کرتے ہوئے کہتے کہ دیکھو یہ کہانیاں جنکو منزل من اللہ کہا جاتا ہے یا منہ لمبا کر کے کہتے کہ ہاں جی اللہ نے اب کہانیاں ہی نازل کرنی تھیں۔ اور تو کچھ نازل کرنے کی چیز رہی ہی نہیں۔ دوم یہ کہ۔ کفار کے جواب کی کچھ عبارت پوشیدہ ہے۔ پوری بات اس طرح ہے کہ جب کوئی مسافر ان سے پوچھتا کہ رب تعالیٰ نے کونسا کلام نازل فرمایا ہے تو جواباً کہتے ہاں کہا تو جاتا ہے کہ اللہ اپنا کلام نازل فرما رہا ہے۔ مگر وہ سب بناوٹی قصے ہیں۔ اب خود سوچ لو کہ کیا رب کا کلام ایسا ہوتا ہے۔ سوم یہ کہ۔ کفار کہتے تھے کہ ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔ رب کے کلام والی کوئی نشانی تو اس میں پائی نہیں جاتی۔ نہ فصاحت نہ بلاغت۔ نہ دقائق نہ حقائق۔ یونہی معمولی قصے ہیں جو ہر کوئی انسان کو سنا سکتا ہے۔ (معاذ اللہ)۔ لہٰذا یہ ہر طرح کی گفتگو تسلیم کرنا نہ تھی۔

دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ یعنی اُن کفار پر چھت اُن کے اوپر کی طرف سے گر گئی۔ چھت تو ہوتی ہی اوپر ہے اور اوپر سے ہی گرتی ہے۔ پھر یہ لفظ بڑھانے سے کیا فائدہ۔؟ (تفسیر کبیر)۔

جواب۔ امام رازی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ مِنْ فَوْقِهِمْ سے اس چیز کی تاکید اور وضاحت فرمائی جا رہی ہے کہ جب چھت گری تو وہ چھت والے اس کے نیچے ہی تھے اور ہلاک ہوئے۔ ورنہ چھت تو واقعی اوپر ہی ہوتی ہے اور اوپر سے ہی گرتی ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ لوگ چھت والے اُس کے نیچے ہی ہوں۔ اس کو بیان کرنے کے لیے مِنْ فَوْقِهِمْ فرمانا نہایت ضروری اور مفید ہے۔ تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً۔ بڑے کافر چھوٹے کافروں کا پورا بوجھ اٹھائیں گے۔ اور دوسری جگہ ایک آیت میں فرمایا گیا لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى قیامت میں کوئی کسی کا بوجھ قطعاً نہیں اٹھائے گا۔ ان آیتوں میں مطابقت کیونکر ہو۔ جواب۔ اس کے تین جواب دیئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ اس آیت پاک میں گمراہ گر کفار اور گمراہ ہونے والے کفار کا ذکر ہے۔ اور اس دوسری آیت میں غیر متعلق کفار کا ذکر ہے۔ یعنی جن کافروں کے کفر اور بد عقیدگی کا تعلق دوسرے

بڑے کافروں سے ہے وہ تو چھوٹوں کا بوجھ اٹھائیں گے۔ اور جو غیر متعلق کافر لوگ ہیں وہ کسی دوسرے کے کفر کا بوجھ نہیں اٹھائیں گے۔ دوسرا یہ کہ اس آیت میں یہ فرمایا گیا ہے ہر کافر اپنا بھی بوجھ اٹھائے گا اور گمراہ و معتقد ہونے والے کافر ماتحت کا بھی۔ اور اُس دوسری آیت میں یہ فرمایا جارہا ہے کہ ایسا نہیں ہوگا کہ اصل مجرم ہلکا پھلکا رہے اور دوسرے کسی شخص کو مزدوروں کی طرح اُس کا بوجھ اُٹھوا دیا جائے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں کفر کا بوجھ کافر کے اٹھانے کا ذکر ہے یعنی کافر گر اور بڑا کافر اپنے کافر ساتھی کا بوجھ اٹھائے گا اور مجرم کافر پر بھی کافر بننے کا بوجھ پورا پورا ہوگا۔ اور اُس دوسری آیت میں ہے کہ کوئی مسلمان اپنے کسی کافر رشتے دار کا بوجھ محبت یا حمایت یا ترس کھاتے ہوئے نہیں اٹھائے گا۔

تفسیر صوفیانہ

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ۔ یہ دنیاء دون کا طریقۂ باطلہ ہے کہ جب بھی ان مردہ ضمیروں سے پوچھا جائے کہ تمہارے ازلی ابدی پروردگار نے قلب مزکّی پر کونسی واردات نازل فرمائی ہیں تو طغیانی شرارتیں یہی جواب دیتی ہے کہ یہ وساوس شیطانی ہیں جیسے کہ نفس اَمّارہ پر ہوتے تھے۔ قلب ابلیسی دھوکے میں ہے کہ ورغلاہٹ کو صدائے ربّانی سمجھ رہا ہے۔ نفس و شیطان کی یہ جھوٹی بات اور کذب بیانی ایک بھاری بوجھ ہے جس کو ایام قہر میں پورا پورا اپنے اوپر اٹھائیں گے۔ اور اُن اعضاءِ ظاہری کا طغیانی بوجھ ان ہی اَمّارہ و شیطانی نفوس پر ہوگا جن کو یہ اللہ سے دور فتنہ و فتور۔ شرارت و قصور میں استعمال کرتے پھرتے تھے۔ بے عقلی و نادانی اور ظلمت شیطانی سے۔ خبردار انتہائی ذلیل کرنے والی ہیں وہ بوجھ اغیار کی گٹھڑیاں جو یہ عالم نفرت میں اٹھائیں گے جب کے درگاہِ قدس سے محرومی کی زنجیریں ڈال کر دُر کارے جائیں گے۔ نفس شرارت کرنے کا عادی اور قلب صبر کرنے کا عادی۔ صوفیا کے نزدیک صبر تین قسم کا ہے۔

ع۱۔ صبر اللہ یعنی اُمورِ الٰہی کی ادا اور ترک نہی پر ثابت قدم رہنا۔ ع۲ صبر مَعَ اللہ۔ یعنی قضا و قدر پر پُرسکون رہنا۔ ع۳ صبر علی اللہ۔ یعنی جلالِ محبوب کی تاب اور آخرت کا سفر وعدۂ الٰہی پر اطمینان ہونا یہ صبر سب سے زیادہ سخت ہے پہلے صبر میں نفس پر اپنی سرکشی کا بوجھ ہے لِيَحْمِلُوْٓا الخ کا ظہور ہے۔ دوسرے صبر میں وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ کا مشاہدہ اس میں نفس اَمّارہ کا ضعف ہے۔ تیسرے صبر میں نفس کی موت ہے اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ۔ قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ

مِنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۔ عقل نفسانی نفس و شیطان کا بھاری جال ہے ابلیس پہلے زمانوں سے اسی عقلی جال کے ذریعے ہر راستے میں شکار کرتا رہا ہے ۔ کفر شرک ۔ منافقت اور فسق نفس امارہ کے تین بڑے مکان ہیں ۔ ان پر شرارتوں فتنوں ۔ فسادوں کی چھت ہے ۔ قرآن و حدیث کی خبریں اور محرومی ذلت نامرادی کا باطنی عذاب ہے اور بدکاروں کے سینے کا اندھیرا اور ظلمت اُن کی لاشعوری ہے ۔ قلب نورانی اور روح ایمانی کو آگاہ فرمایا جا رہا ہے کہ جسد انسانی کے شروع دنوں ہی سے نفس امارہ نے شیطانی تصورات کے ذریعے قسم قسم کے مکر حیلے بہلنے کرنے شروع کر دیئے تھے تو خالق تعالیٰ نے ان نفسوں کے کفر شرک فسق و فجور کی ساری عمارتیں اس طرح ڈھا دیں کہ خود اپنے کھڑے ہوئے فساد قائم کئے ہوئے فتنوں اور شرارتوں کی چھتیں اِن پر اُن لمحات میں گریں کہ یہ سب نفوسِ رذیلہ اپنی رذالتوں میں مشغول تھے ۔ اور ان گرے ہوؤں پر کسی نے ترس نہیں کھایا نہ بچایا بلکہ مزید اُن پر اس طریقے سے عذابِ محرومی اور فنا آیا کہ بے شعوری میں سنبھل بھی نہ سکے اور اپنے ساتھ اپنی پوری شخصیت کو بھی اعضاءِ ظاہری و باطنی کو بھی قعرِ مذلت میں ڈال دیا یہی آج بھی ان کفار و منافقین کا انجامِ بد ہے ۔ نفسِ امارہ کا سب سے بڑا مکر یہ ہے کہ جھوٹوں کو سچوں کا لباس پہنا کر ۔ صراطِ مستقیم پر کھڑا کر دیا جائے تاکہ اس راستے پر چلنے والے مخلص مسافرانِ منزلِ محبوب کو اپنی طرف بلانے متوجہ کرنے کے ذریعہ حیلے بہانے سے روکا ٹوکا جائے ۔ اور رُک جانے والوں کو ان کی طرف کان لگا والوں کو نہایت میٹھی آواز سے محبوب سے دور کر دیا جائے ۔ اَللّٰهُمَّ وَقِنَا وَاَوْلَادَنَا مِنْهُمْ ۔

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ

پھر قیامت کے دن رسوا کرے گا اُن کو اور فرمائے گا کہاں ہیں

پھر قیامت کے دن انہیں رسوا کرے گا اور فرمائے گا کہاں ہیں

شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ؕ قَالَ

وہ شریک میرے کہ ضد بازیاں کرتے تھے تم جن کے بارے میں فرمایا

میرے وہ شریک جن میں تم جھگڑتے تھے علم والے

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ

اُن لوگوں نے جو دیئے گئے علم بیشک ذلت ہے آج اور بُرائی ہے

کہیں گے آج ساری رسوائی اور برائی

عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۷﴾ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ

پر کافروں ۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ موت دیتے ہیں جن کو فرشتے

کافروں پر ہے ۔ وہ کہ فرشتے اُن کی جان نکالتے ہیں اس حال پر

ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ

ظلم کرنے والے ہیں جانوں پر اپنی ۔ تو ڈالیں گے وہ صلح سلامتی کہ ہم نہ کرتے تھے

کہ وہ اپنا بُرا کر رہے تھے اب صلح ڈالیں گے کہ ہم تو کچھ برائی نہ

مِنْ سُوْٓءٍ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ

کچھ گناہ ۔ ہاں بیشک اللہ جاننے والا ہے کو اُس جو تم

کرتے تھے ۔ ہاں کیوں نہیں بیشک اللہ خوب جانتا ہے جو تمہارے

تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ

کرتے رہے تو داخل ہو جاؤ تم دروازوں میں دوزخ کے ہمیشہ رہنے والے

کوتک تھے اب جہنم کے دروازوں میں جاؤ کہ ہمیشہ اس میں

فِيْهَا فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۲۹﴾

میں اُس تو یقیناً بُرا ہے ٹھکانہ بڑا بننے والوں کا

رہو تو کیا ہی برا ٹھکانہ مغروروں کا

تعلق اِن آیاتِ کریمہ کا تعلق پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح ہے۔
پہلا تعلق۔ پچھلی آیات میں سابقہ مشرکین کے دنیوی اُن عذابوں کا ذکر ہوا جو خاص قوموں پر خاص وقتوں پر آیا۔ اب اِن آیت میں اُن عذابوں کا ذکر ہو رہا ہے جو آخرت میں بلا امتیازِ زمانہ اور قومیت سب کافروں پر دائمی ہوتا رہے گا۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں کافروں کی اُن باتوں کا ذکر ہوا جو وہ اللہ رسول اور قرآن پاک کے خلاف کرتے رہتے تھے۔ اب اِن آیات میں اُن باتوں کا تذکرہ ہے جو قیامت میں اہلِ ایمان اُن کفار کے بارے فرمائیں گے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیتوں میں کفار کے عذاب سے مرنے کا ذکر ہوا تھا اب اِن آیت میں کفار کے عام موت مرنے کا ذکر ہے۔ یعنی دنیا میں تو اُن کی حالتیں مختلف ہیں مگر آخرت میں سب کی حالت ایک جیسی ہوگی۔

تفسیر نحوی ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ۔

ثُمَّ حرف۔ عطف ہے مابعد کلام کا ماقبل اَتٰهُمُ الْعَذَابُ پر یَوْمَ اسم ظرف زمانی بمعنیٰ دن۔ وقت زمانہ۔ یہاں پہلے معنیٰ مراد ہیں۔ بحالتِ فتحہ ہے ظرفِ مقدم ہے مضاف ہے۔ الف لام عہدِ ذہنی بمعنیٰ وہ نامعلوم۔ جس کی حقیقت کا سننے والے کو پتہ نہ ہو۔ اُس پر الف لام عہدِ ذہنی آتا ہے اور اگر متکلم اور سننے والے دونوں کو پتہ ہو تو عہدِ خارجی۔ قِیٰمَۃِ۔ اسم مصدر بمعنیٰ کھڑا ہونا۔ یُخْزِیْ باب اِفعال کا فعل مضارع مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب ھُوَ ضمیر مستتر اس کا فاعل جس کا مرجع اللہ تعالیٰ۔ مصدر ہے اِخْزَاءٌ۔ خِزْیٌ سے بنا ہے بمعنیٰ ذلیل کرنا۔ رسوا کرنا۔ برے کاموں کا نتیجہ سنانا۔ دراصل تھا یُخْزِیُ۔ یَ پر ضمہ (پیش) ثقیل (بوجھل) تھا لہٰذا ساکن کر دیا۔ ھِمْ ضمیر منصوب متصل مفعول بہ ہے۔ واؤ عاطفہ یَقُوْلُ۔ فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب ھُوَ ضمیر مستتر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ تعالیٰ فاعل ہے اِس کا۔ اَیْنَ اسم ظرفِ مکانی استفہامیہ۔ اگر اَیْنَ کے ساتھ ما موصولہ آجائے تو اَیْنَ شرطیہ ہو جاتا ہے بمعنیٰ جہاں کہیں یا جس طرف۔ مگر یہاں ظرفیہ مکانیہ ہے بمعنیٰ کہاں۔ کدھر۔ شُرَکَآءِ۔ اسم جمع مکسر منصرف شریک کی جمع ہے۔ بمعنیٰ ملکیت کا ساجھی اوصافِ خصوصی کا ساتھی ہم مثل۔ یہاں مراد ہے معبودیت کا حصہ دار۔ مضاف ہے یاءِ متکلم کی طرف اِس لیے مجرور ہے ورنہ بحالتِ نصب ہے کیونکہ مظروف ہے ظرف مظروف مل کر مقولہ ماقبل کا اور موصوف ہے مابعد کا۔ اَلَّذِیْنَ اسم موصول۔ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ باب مُفَاعَلَۃٌ کا ماضی استمراری۔ مصدر ہے مشاقت۔ شَقَقٌ سے بنا ہے مضاعف ثلاثی ہے۔ بمعنیٰ ایک

دوسرے کو چیرنا۔ لڑنا۔ ایک دوسرے سے جھگڑا کرنا۔ مناظرہ کرنا۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ فِیْ جارہ ظرفیہ مکانیہ بمعنیٰ بارے ہِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مجرور متصل مرجع ہے شُرَکَائِ۔ جار مجرور متعلق ہے کُنْتُمْ تُشَاقُّوْنَ کا یہ جملہ فعلیہ صلہ ہے۔ موصول صلہ مل کر صفت ہے۔ شرکائی کی۔ وہ مظروف ہو کر مقولہ ہوا قول کا اور قول مقولہ مل کر معطوف یُخْزِیْ کا۔ قَالَ۔ فعل ماضی مطلق صیغہ واحد مذکر غائب چونکہ اس کا فاعل اسم ظاہر ہے اگرچہ جمع ہے اس لیے قَالَ واحد آیا۔ یہ قول یا جوابی ہے جو غیر مخاطب کی طرف سے ہے۔ کیونکہ پہلے قول میں خطاب کفار سے ہے مگر جواب مسلمانوں کی طرف سے منقول ہوا یا یہ نیا قول علیحدہ ہے۔ اَلَّذِیْنَ۔ اسم موصول بحالتِ رفع فاعل ہے قَالَ کا چونکہ تمام موصولات مبنی ہوتے ہیں اس لیے اِن کا اعراب ظاہر نہیں ہوتا۔ اعراب صرف اسماءِ متمکنہ معربات کا ظاہر ہوتا ہے اُوْتُوْا۔ بابِ افعال کا فعل ماضی مطلق مثبت مجہول صیغہ جمع مذکر غائب۔ ھُمْ ضمیر مستتر۔ اس کا نائب فاعل جس کا مرجع اَلَّذِیْنَ ہے۔ الف لام عہد ذہنی عِلْمَ۔ اسم مفرد حاصل مصدر (جامد) بمعنیٰ معلوم۔ یا بمعنیٰ قوتِ ادراک۔ یا فہم سمجھ یا عقل سلیم۔ یہاں ہر معنیٰ مناسب ہے۔ بحالتِ زبر ہے مفعول بہ ہے اُوْتُوْا کا۔ اس کا مصدر ہے اِیْتَاءٌ۔ اِیْتٌ سے بنا ہے بمعنیٰ دینا۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا۔ موصول صلہ مل کر فاعل ہے قَالَ کا۔ اگلی عبارت مقولہ ہے۔ اِنَّ حرفِ تحقیق۔ الف لام عہدی خِزْیَ حاصل مصدر بمعنیٰ رسوائی۔ ذلت۔ بحالتِ نصب ہے اسم ہے اِنَّ کا۔ اَلْیَوْمَ۔ اسم مفرد معرّف باللام۔ الف لام تخصیصی ہے۔ یوم اسم ظرف زمانی بمعنیٰ عام دن۔ الف لام نے تخصیص پیدا کی اور ہو گیا بمعنیٰ آج۔ بحالتِ نصب ہے کیونکہ ظرف کَائِنٌ پوشیدہ اسم فاعل کا۔ وَاوٗ عاطفہ۔ الف لام استغراقی یا عہدی۔ سُوْءَ۔ اسم تفضیل مونث واحد بمعنیٰ برے کام۔ بری سزا۔ سخت مصیبت مقابل ہے حسنیٰ کا بمعنیٰ اچھے کام۔ ایک قول میں یہ مصدر ثلاثی ہے بمعنیٰ جہنم میں جانا بروزنِ رُجْعیٰ۔ اسم جامد حاصل مصدر بھی ہو سکتا ہے جہنم کے معنیٰ میں۔ بحالتِ نصب ہے۔ کیونکہ معطوف ہے خِزْیَ پر۔ علیٰ جارہ فوقیت کا۔ الف لام استغراقی کٰفِرِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر کُفْرٌ سے بنا ہے۔ بمعنیٰ شرک کرنا بحالتِ جر ہے علیٰ سے جار مجرور متعلق ہے کَائِنٌ پوشیدہ کا۔ اَلْیَوْمَ اس کا ظرف ہے بیچ میں وَالسُّوْءَ کا فاصلہ آگیا۔ کیونکہ ظرف میں اس کے برداشت کی قوت ہوتی ہے۔ کَائِنٌ شبہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی۔ اِنَّ اسم خبر سے مل کر مقولہ ہوا۔ اَلَّذِیْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا۔ اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر صفت ہے ماقبل کٰفِرِیْنَ کی

اس لیے محلاً (باطناً) مجرور ہے۔ تَتَوَفّٰی۔ باب تفعّل کا۔ فعل مضارع مثبت معروف صیغہ واحد مؤنث غائب وَفٰی سے بنا ہے بمعنیٰ پورا ہونا۔ لازم ہے باب تفعّل میں اگر متعدی ہو امعنیٰ پورا کرنا۔ زندگی پوری ہو جانے کا نام وفات ہے۔ مصدر ہے تَوَفّی اور تَتَوَفّی در اصل تھا تَتَوَفّیُ ی کو الف سے بدل دیا ھُم ضمیر جمع منصوب متّصل ہے۔ مفعول بہ ہے تَتَوَفّٰی کا۔ الف لام عہد ذہنی مَلٰئِکَۃُ اسم جمع مکسّر منصرف ہے بحالت رفع ہے کیونکہ فاعل ہے تَتَوَفّٰی کا۔ بقاعدۂ نحوی جمع مکسّر فاعل کا فعل مؤنث بھی آجاتا ہے۔ ظالِمِی۔ اسم جمع مذکر سالم اس کا واحد ہے ظالِمٌ۔ دراصل تھا ظالِمِیْنَ۔ مضاف ہوا اس لیے نونِ اعرابی آخر سے گر گیا کیونکہ یہ نون تنوین کے قائم مقام ہوتی ہے۔ مضاف پر چونکہ تنوین نہیں ٹھہر سکتی اس لیے نون جمع اعرابی اور نون تثنیہ اعرابی بھی نہیں ٹھہر سکتی بحالت فتحہ ہے حال ہے کُفْرِیْنَ کا۔ ظُلْمٌ سے بنا ہے بمعنیٰ نقصان کرنا دینایا آخرت کا۔ اپنا یا کسی کا۔ یہاں مراد کفر ہے۔ یا فسق و فجور۔ اَنْفُسُ۔ اسم جمع مکسّر منصرف نَفْسٌ واحد ہے بمعنیٰ ذات۔ بحالت جر ہے مضاف الیہ ہے ظالِمِی کا ھُم ضمیر کا مرجع کُفْرِیْنَ ہے۔ ف۔ عاطفہ تعقیبیہ بمعنیٰ ثُمَّ۔ تراخی کے لیے ہے۔ اَلْقَوْا۔ باب افعال کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب بمعنیٰ مستقبل فاء عاقبت کی وجہ سے۔ مصدر ہے اِلْقَاءٌ۔ بمعنیٰ ڈالنا۔ تین طرح مستعمل ہے۔

۱ ہاتھ سے ڈالنا۔ ۲ زبان سے ڈالنا۔ ۳ ارادے سے ڈالنا یہاں زبان سے ڈالنا مراد ہے۔ لُقُوْءٌ سے ہے۔ بہر حال متعدی ہوتا ہے۔ منہ بگاڑنے اور ڈالنے والی بیماری کو بھی لقوہ انہیں معنیٰ سے کہتے ہیں۔ ھُم ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے جس کا مرجع کُفْرِیْنَ۔ الف لام عہد خارجی سَلَم۔ اسم مفرد جامد مذکر مؤنث ہر دو کے لیے مستعمل ہے بمعنیٰ۔ صلح۔ عاجزی۔ نرمی۔ مسکین بننا۔ فرماں برداری کا اظہار کرنا۔ مَاکُنَّا نَعْمَلُ باب فتح کا یا سمع کا ماضی استمراری منفی معروف۔ عَمَلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ کام کرنا صیغہ جمع متکلم۔ نَحْنُ ضمیر جمع متکلم کا مرجع کُفْرِیْنَ ہے۔ مِنْ جارّہ تبعیضیہ۔ تنکیری معنیٰ کے لیے ہے۔ یعنی کوئی۔ سُوْءٍ۔ اسم مفرد جامد۔ بمعنیٰ۔ برائی۔ گناہ عیب ہر نقصان دہ چیز کو سُوْءٍ کہا جاتا ہے نقصان خواہ دینی ہو یا دنیوی روحانی ہو یا بدنی۔ یہ جار مجرور متعلق ہے ماقبل فعل کا۔ اور وہ جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ ہوا قائلین پوشیدہ اسم فاعل جمع کا اور۔ قول مقولہ مل کر حال ہوا اَلْقَوْا کے فاعل کا۔ بَلٰی۔ حرفِ ایجاب سابقہ نفی کو توڑنے کے لیے اور حقیقت حال سے آگاہ کرتے ظاہر کرنے بیان کرنے کے لیے ہوتا ہے اس سے پہلے پوشیدہ نَیَقُوْلُوْنَ فعل مستقبل ہے۔ اس

کا فاعل ملائکہ کی طرف راجع ضمیر ھُمْ ہے۔ اور فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ بلیٰ اس کا مقولہ
اوّل بلیٰ اور نعم دونوں ہی حرف ایجاب ہیں مگر فرق یہ ہے کہ نعم سابقہ کلام کی تائید کرتا ہے خواہ
نفی ہو یا ثبوت۔ لیکن بلیٰ نفی کے بعد آتا ہے اور نفی کو توڑتا ہے۔ یہاں بلیٰ نے ماکنّا کی نفی کو توڑا۔
اگر یہاں نعم ہوتا تو معنیٰ یہ ہوتا کہ ہاں واقعی تم نے کوئی برائی نہیں کی۔ اور بلیٰ نے یہ معنیٰ کئے کہ ہاں تم
نے برائی کی اِنَّ حرف تحقیق اللہ اسم منصوب ہے اِس کا اسم۔ علیم۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے علم سے
بنا ہے بمعنیٰ خوب جاننے والا۔ بِ جارّہ مَا اسم موصول مجرور ہے بِ سے کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔
فعل ماضی استمراری ثابت معروف صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اَنْتُمْ ضمیر مستتر اس کا فاعل جس کا مرجع کفرین۔
عَمَلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ ہاتھ پیر کے کام نیک یا بد۔ فَ سببیہ بمعنیٰ لہٰذا اُدْخُلُوْا۔ باب نصر کا۔
امر حاضر معروف صیغہ جمع مذکر۔ دَخُوْلٌ سے بنا ہے۔ بمعنیٰ اندر جانا۔ اندر آنا۔ باہر والا کہے تو پہلے
معنیٰ ہوں گے اندر والا موجود کسی کو داخلہ کا کہے تو دوسرے معنیٰ ہوں گے۔ اَبْوَابَ۔ اسم جمع
مکسّر منصرف۔ بَابٌ واحد ہے بمعنیٰ دروازہ۔ بحالت فتحہ ہے۔ مفعول فیہ ہے۔ اُدْخُلُوْا کا تنوین
(دو زبر) سے مانع اضافت ہے۔ جَہَنَّمَ اسم مفرد جامد بمعنیٰ دوزخ غیر منصرف ہے کیونکہ علم اور عجمی
ہے۔ بحالت کسرہ ہے مضاف الیہ ہے۔ اَبْوَابَ کا۔ خَالِدِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر ھُمْ ضمیر جمع مذکر
اس کا فاعل فِیْ جارّہ ظرفیہ مکانیہ ھَا ضمیر مجرور متصل یہ جار و مجرور متعلق ہے خَالِدِیْنَ کا۔ یہ سب شبہ
جملہ اسمیہ ہو کر حال ہوا اُدْخُلُوْا کے فاعل کا فَلَبِئْسَ مَثْوَی الْمُتَکَبِّرِیْنَ فَ حرف عاقبت انجام کا۔ لام
ابتدائیہ یقینیہ بمعنیٰ اَلْبَتَّہ۔ بِئْسَ فعل ذم ماضی مطلق۔ بمعنیٰ برا ہے اِس کا مخصوص بالذم یعنی جہنم
پوشیدہ ہے۔ مَثْوٰی اسم مفرد جامد یا مشتق اسم ظرف ہے باب ضرب کا۔ ثَوِیٌّ سے بنا ہے۔ اِس کی
جمع مثاوی۔ مضاف ہے بمعنیٰ ٹھکانہ۔ رہائش گاہ۔ الف لام اسمی بمعنیٰ الَّذِیْنَ۔ مُتَکَبِّرِیْنَ باب
تفعّل کا اسم فاعل صیغہ جمع مذکر۔ مصدر ہے تکبّر۔ بمعنیٰ خود پسندی کرنا۔ غرور کرنا۔ اپنے کو بڑا سمجھنا
مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی ظرف بِئْسَ کا۔ بِئْسَ سب سے جڑ کر جملہ فعلیہ ذمیّہ ہوا۔

تفسیر عالمانہ

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِىَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ

یہ جو کچھ ذکر ہوا یہ تو دنیوی ذلت و رسوائی ہے کہ باوجود قرآن مجید کی گستاخیاں کرنے کے اور
لوگوں کو قرآن و صاحب قرآن سے روکنے کے لوگ پھر بھی دن بدن رسول پاک کے دامن میں آتے

چلے جارہے ہیں۔ اور یہ شکست بھی ان کی بڑی ذلت ہے۔ لیکن قیامت میں ان کو پوری ذلت اللہ تعالیٰ دے گا اور فرمائے گا میرا مولیٰ تعالیٰ حساب محشر کے وقت کہ کہاں ہیں تمہارے بناوٹی خیالی وہمی وہ میرے شریک جھوٹے معبود جن کی محبت میں تم کٹے مرے جاتے تھے اور مسلمانوں سے حجت بازی کرتے تھے۔ میدانِ محشر میں اسی موقعہ پر تمام اہلِ علم مسلمان بھی دیگر سابقہ امتیں بھی اولیاء اللہ اور ملائکہ بھی۔ ہر طرف سے یہی کہیں گے کہ بیشک آج کامل رسوائی اور دائمی برائی ہر طرح کی مصیبت عذاب اُن کافروں پر وارد ہو کر رہے گا جو اُس وقت تک اپنی جانوں پر کفر شرک حسد بغض عداوت مخالفت۔ ممانعت رکاوٹ گستاخی بے ادبی سرکشی۔ اذیت کے ذریعے اپنی جانوں پر ظلم اور اپنا ہی نقصان کرتے رہے۔ جس وقت کہ ان کو موت کے فرشتے موت دے رہے تھے۔ یعنی مرنے وقت تک اپنی جانوں پر ظلم ہی کرتے رہے کسی بھی نیک آدمی کا کہنا نہیں مانا کہ کم از کم مرتے وقت ہی کلمہ پڑھ لیتے یا گستاخیٔ رسولِ پاک سے باز آجاتے۔ یہ کافر اور بے ادب گستاخ لوگ دنیا میں تو کیسے کیسے غرور کرتے ہیں کہ کسی کو دولت کا گھمنڈ کوئی حکومت پر نازاں کسی کو سرداری پر فخر کوئی کرسی پر مغرور۔ کسی کو اپنے پڑھنے لکھنے اور شاگردوں کی تعداد پر اتنا تکبر کہ خبثِ باطن سے رسول کریم کے علم پر گستاخی کرنے لگ جاتے ہیں مگر جب اِن کے موت کے فرشتے اِن کے گلے دبائیں گے تب اکڑ ٹوٹے گی اور لجائیں گے فریادیں کریں گے اور صلح محبت کی کوشش کریں گے۔ کہ اے موت کے فرشتو آج ہم پر کیوں عذاب اور سختی کرتے ہو۔ خدا کے لیئے چھوڑ دو یہ ڈراؤنی شکلیں تو نہ دکھاؤ۔ ہم تو دنیا میں کوئی برا عمل نہ کرتے تھے مفسرین فرماتے ہیں کہ اس کلام کے دو مقصد بنتے ہیں یا تو وہ کافر جھوٹ بولتے ہوئے کہیں گے کہ ہم کوئی برائی نہ کرتے تھے جس طرح قرآنِ کریم حدیثِ پاک اور زبانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اولیاء اللہ علماءِ اہلسنت نے فرمایا ہم نے اسی طرح کیا۔ اور یا مقصد یہ ہے کہ ہم نے جو کچھ بھی شرک کفر گستاخی بے ادبی کی وہ ٹھیک تھی برائی نہ تھی اس لیے کہ ہر شخص جو بھی مذہبی عمل کرتا ہے وہ اس کو صحیح یقین کر کے کرتا ہے۔ ایک مقصد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم نے باطن میں اگرچہ کوئی عقیدہ رکھا مگر ظاہراً سیاسی طور پر تو ہم اچھے ہی کام کرتے رہے اور جن کی اچھائی کا ہم کو آج یقین آرہا ہے دنیا میں ہم اُن میں شامل ہوتے ہی رہتے تھے اگرچہ قلبی عقیدت سے نہ سہی۔ صرف دھوکہ دہی کے لیے یا اپنا مقام بنانے کے لیے ووٹوں یا ساتھی جمع کرنے کے لیے یا منبر و محراب پر قبضہ کرنے کے لیے۔ ہر فرقہ کی تاریخ ایسی فریب کاریوں سے بھری پڑی ہے

ہر محفل اور ہر مسجد میں نظر آجاتے ہیں۔ اپنی اسی چال کا یہاں اظہار کرتے ہوئے۔ موت کے وقت فرشتوں سے یا میدانِ محشر میں بارگاہِ ذوالجلال کے اندر کہیں گے کہ اللہ قسم ہم نے تو کبھی کوئی برائی نہیں کی۔ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ۔
ہاں۔ ہاں۔ اب کیسی باتیں بنا رہے ہو۔ کیسے مسکین۔ اور نیک بن رہے ہو یہ طنزیہ جواب ہے یا موت کے وقت جیساکہ بعض نے فرمایا مگر بوقتِ موت اس طرح کے سوال و جواب اور گفتگو کا احادیث میں کوئی تذکرہ نہیں اس لیے درست یہ ہی قول ہے کہ یہ سب باتیں میدانِ محشر کی ہیں۔ وہاں بھی یہ بلٰی فرشتے کہیں گے کہ ہاں بیشک اللہ تعالیٰ ان تمام عملوں کو جانتا ہے جو تم ظاہر باطن خفیہ علانیہ چھوٹے بڑے۔ کفر و فسق کے کرتے رہے ہو۔ اور یہ جو کچھ تم کو ذلت و رسوائی مل رہی ہے اُسی کے حکم اور فیصلے سے ہے۔ پس حساب و کتاب کے بعد یا موت کے بعد داخل ہو جاؤ جہنم کے دروازوں میں ہر شخص اپنے اپنے دروازے کے ذریعے۔ اگر وقتِ موت مراد ہو تو ابواب سے مراد قبریں ہیں یا جو بھی مرنے کے بعد ٹھکانہ ہو۔ خیال رہے کوئی بھی مُردہ مرنے کے بعد خواہ کسی حالت میں رکھا جائے مگر اُس کی ہر چیز روح جسم عالمِ برزخ میں چلا جاتا ہے اور برزخی کیفیت اس پر طاری ہو جاتی ہے خواہ قبر میں دفن کیا جائے یا جلا کر راکھ بکھیر دی جائے یا جسم کو ظاہر کسی جگہ فریز کر دیا جائے۔ یہ برزخی زندگی دیکھنے سے نظر نہیں آتی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ مردہ دس سال سے برف خانے میں پڑا ہے مگر حقیقتًا وہ برزخی حالات سے دوچار ہے۔ یہی حال ان مُردوں کا ہے جن کو جانور۔ درندے کھا جائیں۔ میدانِ محشر کے بعد تو جہنم میں داخلہ ہوگا لیکن قبر اور عالمِ برزخ اگرچہ جہنم نہیں مگر جہنم کا دروازہ ضرور ہے اور کافر۔ بدکار کو جہنم کی گرمی اور مختلف عذاب پہنچتے رہتے ہیں۔ یہ عذاب۔ سزا۔ ذلت۔ فرشتوں کی مار اب جو قبر سے شروع ہوئی ہے قیامت تک چلے گی پھر اُس کے بعد بھی خٰلِدِيْنَ فِيْهَا۔ اے کافرو تم کو اس میں ہمیشہ ہی رہنا ہے۔ ابھی تو ابوابِ جہنم یعنی ابتدا ہے آئندہ اس سے کچھ زیادہ ہی ہوگا کم نہیں ہوگا۔ اے سرکش کافرو۔ ابھی دنیوی زندگی میں اپنی سرکشی اور گستاخیوں سے باز آجاؤ۔ ورنہ آنکھ بند ہوتے ہی معلوم ہو جائے گا کہ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ مغرور اور متکبر لوگوں کا ابدی دائمی ٹھکانہ کتنا سخت برا ہے۔ عذاب سزا والا گندا اور بدبودار ہے اَللّٰهُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْاَبْرَارِ۔

فائدے ان آیتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔
پہلا فائدہ۔ دامنِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اتنی عظیم نعمت ہے جس کی مثال نہیں

ملتی۔ کتنا ہی گناہگار ہو مگر پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہو۔ قیامت میں اُس کی رُسوائی ذلت نہیں ہوگی اگر عذاب جرم وگناہ ہوا بھی تو نہایت پوشیدگی میں رکھا جائے گا۔ کسی بھی دوسرے شخص کو پتہ نہ چلے گا یہ فائدہ ثُمَّ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یُخْزِیْھِمْ بمیں ذلت کو کفار سے خاص کر دینے سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ دنیا میں اگر کفار پر عذاب آجائے تو اُس سے آخرت کا عذاب ختم یا کم یا ہلکا نہ ہوگا۔ جس طرح پہلی اُمتوں پر دنیا میں آسمانی عذاب آئے اور ہلاک کئے گئے۔ کفارِ مکہ پر بھوک کا عذاب سات سال تک آیا کئی کافر مرے یا بدر میں مقتول ہوئے اِن عذابوں سے آخرت کا عذاب ذرّہ بھر کم نہ ہوگا نہ قبر کا عذاب کم ہو۔ یہ فائدہ ثُمَّ یُخْزِیْھِمْ میں ثُمَّ فرمانے سے حاصل ہوا۔
تیسرا فائدہ۔ ہر شخص کو دنیا میں رب تعالیٰ کی خشیّت۔ قبر کی دھشت اور انجام سے ڈرتے رہنا چاہیئے۔ ایمان واعمال کا دارومدار موت پر ہے۔ یہ فائدہ ظَالِمِیْۤ اَنْفُسِھِمْ فرمانے سے حاصل ہوا۔ اصل کافر اس کو کہا جائے گا جو کفر پر مر گیا۔ قرآن مجید میں اِن ہی کفار کی بُرائی بیان کی جاتی ہے۔

احکام القرآن

اِن آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔
پہلا مسئلہ۔ زندہ موجود کافر کو بد دعا دینی یا اُس پر خاص کر لعنت ڈالنی شرعاً ناجائز ہے۔ اس لیے کہ انجام کا پتہ نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ مومن ہو کر فوت ہو۔ ہاں مرنے کے بعد جب کہ یقین سے کفر پر مرنا معلوم ہو تو جائز ہے۔ اسی طرح زندگی میں کافر کو ہدایت کی دعا دینی جائز ہے خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی۔ مگر بخشش کی دعا ہر کافر کے لیے منع ہے۔ یہ تمام مسائل ظَالِمِیْۤ اَنْفُسِھِمْ سے مستنبط ہوتے ہیں کہ اس میں انجام آخری کا ذکر ہے۔ دوسرا مسئلہ۔ موت کے وقت کا ایمان معتبر نہیں۔ خواہ عالمِ نزع ہو یا کوئی ایسی علامت نظر آجائے جس سے اُس کافر کو اپنی موت کا یقین ہو جائے اور اسی کیفیت میں وہ مر جائے مثلاً موت کے فرشتے نظر آجائیں اور اُن کو دیکھ کر کلمہ پڑھنے لگے اپنے سابقہ کفر سے توبہ کرے یا ڈوبنے لگے جیسے فرعون نے ڈوبتے وقت کہدیا تھا تھا اٰمَنْتُ (الخ) یا گولی اور تلوار کا مہلک زخم لگے تب کلمہ پڑھے۔ بعض فقہا فرماتے ہیں کہ اگر کوئی تلوار یا بندوق سر پر مارنے کیلئے آگیا اور یقین ہو گیا کہ قتل کر ہی ڈالے گا۔ ایسی حالت کا ایمان لانا بھی معتبر نہیں ہے مگر صرف دھمکی معتبر نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ یہ مسئلہ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ کی ایک تفسیر سے مستنبط ہوا۔
تیسرا مسئلہ۔ کافر کو جھڑکنے یا تنبیہ کرنے یا اُس کا مذاق اڑانے کے لیے اس سے اُس کے عقیدے کے مطابق بات کرنی شرعاً جائز ہے۔ مثلاً مشرکین سے پوچھنا کہ بتاؤ کہاں ہیں وہ شریک جن کو تم اللہ کا شریک کہتے ہو یا جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا ھٰذَا رَبِّیْ۔ یہ مسئلہ اَیْنَ شُرَکَآءِیَ۔ فرمانے

سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات ان آیت میں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض - یہاں فرمایا گیا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا اَیْنَ شُرَکَآئِیَ الخ میرے شریک کہاں ہیں؟ اور سورت انعام آیت ۲۲ میں ارشاد ہے اَیْنَ شُرَکَآؤُکُمْ تمہارے شریک کہاں ہیں۔ اس میں کیا فرق ہے۔

جواب - یہ دونوں سوال قیامت میں ہوں گے۔ لیکن شُرَکَآئِیَ فرمانے میں ان کے برے عقیدے کا ذکر ہے اور شُرَکَآؤُکُمْ فرمانے میں ان کے آس بھروسے کا ذکر ہے جو وہ اپنے بتوں پر کرتے تھے کہ قیامت میں یا ہر مصیبت میں ہمارے یہ بت ہماری مدد کریں گے۔ اس لیے دونوں طرح فرمانا بالکل درست ہے کہ دو چیزوں کا اظہار ہے۔ یہاں شُرَکَآئِیَ فرما کر کفار کے عقیدے کا باطل و بیہودہ ہونا بتایا جا رہا ہے۔ **دوسرا اعتراض** - یہاں فرمایا گیا فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا کُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ یعنی کفار قیامت کے میدان میں باتیں کریں گے اور کہیں گے کہ ہم تو کچھ برائی نہ کرتے تھے۔ مگر دوسری جگہ سورت یٰس آیت ۶۵ میں ہے اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓی اَفْوَاهِهِمْ یعنی زبانوں پر مہر لگا دی جائے گی۔ زبانیں بول ہی نہ سکیں گی۔ ان دونوں میں مطابقت کیونکر ہو۔

جواب - یہاں اس آیت میں ابتدائی حالات کا ذکر ہے۔ حساب کتاب سے پہلے باتیں کریں گے اور حساب کے وقت بھی باتیں کریں گے صفائی بیان کرتے ہوئے جھوٹ بولیں گے۔ اور اس دوسری آیت میں عارضی حالت کا ذکر ہے۔ کہ زبانی جھوٹ کو روکنے کے لیے تھوڑی دیر زبانوں پر مہر لگائی جائے گی پھر ہاتھ پیر کا بیان لینے کے بعد مہر توڑ دی جائے گی۔ اور پھر وہ بولنے لگے گا اسی لیے جہنم میں جا کر بھی باتیں کرے گا۔ اَلْیَوْمَ کا معنیٰ پورا وقت قیامت نہیں۔ بلکہ تھوڑا سا وقت مراد ہے **تیسرا اعتراض** - یہاں فَاَلْقَوُا السَّلَمَ سے معلوم ہو رہا ہے کہ کفار بہت عاجز بنیں گے اور انتہائی مسکینیت سے صلح ڈالیں گے۔ کیونکہ صلح ہمیشہ عاجزی سے ہی کی جاتی ہے۔ مگر دوسری آیت میں فَلَبِئْسَ مَثْوَی الْمُتَکَبِّرِیْنَ سے ثابت ہو رہا ہے کہ وہ بہت اکڑباز ہوں گے۔ مغرور متکبر ہوں گے۔ اس میں وجہ فرق کیا ہے؟

جواب - یہاں کفار کی دنیوی اور اخروی دو حالتوں کا ذکر ہے۔ یعنی دنیا میں یہ ہر وقت موت تک مغرور متکبر رہے۔ اور عاجز مسکین وہ قیامت میں بنیں گے اور وہاں عاجز بننے سے کوئی فائدہ نہیں نیز فرمایا گیا کہ کفار قیامت میں صرف عاجز بنیں گے عاجز ہوں گے نہیں۔ عاجز بننے اور عاجز ہونے میں

بڑا فرق ہے۔ عاجز ہوتا وہ ہے جو طبعًا قدرتی مسکین نرم دل ہو خوش اخلاق ہو۔ اور عاجز بننا مارفتی مکاری مطلب برآری ہے۔

تفسیر صوفیانہ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ پھر فیصلۂ ربانی کے قائم ہونے کے دن جب کہ قلب عرش پر تجلیات کے انعام ہوں گے اور نفس شیطانی پر قہرِ ذلت کی بارش کی مثل سزا میدانِ محرومی میں کھڑا کیا جائے گا اور پوچھا جائے گا اے ازل کے محرومو کہاں ہے آج وہ دنیا اور دولت دنیا خواہشات وتمنائیں جن کو میرے امرو نہی اور میرے قانون میری شریعت میری عبادت سے زیادہ محبوب سمجھتے تھے۔ کہاں ہیں وہ تجارتیں دکانداریاں جن کو تم اپنا رازق سمجھتے تھے۔ کہاں ہیں وہ عوام جن کو طاقت کا سرچشمہ سمجھا جاتا تھا کہاں ہیں وہ بادشاہتیں۔ حکومتیں اور حکومتی کرسیاں جن پر اللہ سے زیادہ بھروسہ کیا جاتا تھا۔ اور جن کی خاطر تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ آپس میں قتل وغارت جنگ وجدال فتنہ وفساد لڑائی جھگڑا کرتے رہتے تھے۔ اُس یومِ حیرت میں صرف اہلِ علم لدنی والوں کو قوت گویائی دی جائے گی وہی اذنِ ازلی سے گویا ہوں گے کہ آج محرومیت کی ذلت ہے اور قربت الٰہی سے دوری کا بُرا عذاب ہے۔ واردات اہل اللہ کے منکر کافروں پر۔ وہ شقاوت کے کافر اور شرارت کے شرک اُن کے قوائے ملکوتیہ جو اُن کے نفس سے متصل ہوتے ہیں نفوسِ مقدسہ کی شکل میں آکر۔ اُن روحانی قوتوں کو موت دیتے ہیں جو نفس ظالم میں پوشیدہ ہو کر اپنی سعادت مخزونہ پر ظلم کرتے رہتے ہیں۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ بندے پر جس قوت کا غلبہ ہو اُسی کے اثرات اجسام واعمال واقوال پر وارد ہوتے ہیں اُس کی قوتِ ملکوتی بھی اسی شکل میں تبدیل ہو جاتی ہے اگر وہ ظلمت ظلم میں ہی زندگی برباد کرتا ہے تو اولاً حجاب کی موت وارد ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے انسان کسی بھی کارِ خیر کے لائق اور قابل نہیں رہتا۔ اُس کے ہاتھ پاؤں مثل مردہ نیکی کی طرف اٹھتے ہی نہیں۔ اُس کے کان کسی نصیحت کو سنتے ہی نہیں وفات کے وقت موت کے فرشتے بھی اُسی شکل میں نمودار ہوتے ہیں۔ ملائکہ کی شکلیں انسان وجنات کے آئینۂ بدنی کے مطابق نظر آتی ہیں یہاں تک کہ اگر بندے کے اعمال ردی اور ظلمت والے ہوں تو ملائکہ وحشتناک نظر آتے ہیں اور ایسی مصیبت ناک کہ جنات بھی ڈر سے کانپ جائیں۔ اگر قلب حسین ومنور ہو تو شکلِ ملائکہ بھی خوبصورت و دل نشین ہوتی ہے۔ بندے تین قسم کے ہیں۔

ظَالِمِیْ اَنْفُسِہِمْ ۲ صَابِرِیْ مَصَائِبِہِمْ ۳ شَاکِرِیْ اَنْعُمِہِمْ۔ بدترین خلائق پہلا بدنصیب گروہ ہے۔ لیکن صابر فقیر افضل ہے شاکر غنی سے چوتھا گروہ ہے شَاکِرِیْ مَصَائِبِہِمْ یعنی مصیبتوں تکلیفوں بلاؤں پر بھی شکر کرنے والا ہے۔ جیسے حضرت بلال اور حضرت یاسر۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین رشاکر فقیر تمام بندوں سے افضل ہے۔ اور لَاخَوْفٌ عَلَیْہِمْ کے درجے میں ہے۔ خوف کی چھ قسمیں ہیں۔ ۱ خوف کافر ۲ خوف فاسق۔ ۳ خوف عابد ۴ خوف عالم ۵ عارفین ۶ خوف محبین۔ لاخوف میں ان خوفوں کی نفی ہوئی۔ ایک خوف ہے خوف عاشق۔ یہ کسی کسی کو ہے اور یہ خوف نعمت ہے۔ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا کُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ بَلٰٓی اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌۢ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَہَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا فَلَبِئْسَ مَثْوَی الْمُتَکَبِّرِیْنَ۔ ہر گناہ میں نفس دلیر شاطر ہے جب تک کہ اُس کو شریعت کی سخت لگام اور طریقت کے شکنجے میں نہ کسا جائے۔ ضرر نفسانی کو توڑنے کا بس یہی ایک مؤثر طریقہ ہے۔ نفوس رذیلہ اور اہل شقاوت جب مشقت ریاضت سے کمزور ولاغر ہو جاتے ہیں تب سلامتی کے راستوں پر آنا چاہتے ہیں۔ اور اپنے سابقہ بداعمالی کی ظاہر و باطن میں نفی کرتے ہیں مگر یہ عذر پاس زمانہ کے بعد فائدہ نہیں دیتا اور سرکش عقل بدعمل نفس مغرور دماغ کی سزاء شقاوت قائم کر دی جاتی ہے کیونکہ بیشک اللہ تعالیٰ ہر اُس چیز کو جاننے والا ہے جس کو اسے بندو جو بھی تم کرتے تھے اور کر دگے۔ لہٰذا جہنم حقارت کے آتش فنا کے دروازوں میں ابدی موت کے لیے داخل ہو جاؤ۔ اب ہمیشہ کے لیے اسی نار محرومی میں رہنا اور جلنا مرنا ہے۔ قلب سعید کو مقام ولایت درجۂ محبت اور عشق الٰہی کا تمغہ مل گیا۔ نفس مردود کو بھی متکبرین کا برا ٹھکانہ دے دیا گیا۔ اب قلب ونفس میں کوئی رابطہ نہ رہے گا قلب کا یہ مقام ذکر سے نصیب ہوا۔ ذکر میں بندہ پہلے ہوتا ہے کیونکہ ذکر میں طلب ہوتی ہے۔ اور طلب میں بندگی۔ اور چونکہ طلب پہلے ہوتی ہے عطا بعد میں اسی لیے رب تعالیٰ کا ذکر بعد میں ہوتا ہے بندے کا ذکر طلب ہے۔ مولیٰ تعالیٰ کا ذکر عطا ہے طلب پہلے ہوتی ہے تب عطا ہوتی ہے۔ اسی کی طرف اشارہ ہے اُس آیت پاک میں فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ لیکن محبت میں پہلے رب کی محبت پھر بندے کی ذکر کسبی ہوتا ہے لیکن محبت عطائی ہوتی ہے۔ اسی لیے ایک جگہ ارشاد ہوا۔ یُحِبُّہُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ۔ طالب کو چاہیئے کہ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ کی آیت پر غور کرے اور درکات والوں سے دور رہے۔ ہر وقت مطلوب کے عشق محبت میں مستغرق رہے۔ بلکہ استغراق کو ترقی دے کبھی محو نہ ہونے دے۔ اور سوچتا رہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہر شئی کو ہر آن جانتا ہے۔

وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوْا خَيْرًا ۭ

اور کہا گیا کو ان جو متقی بنے کہ کیا ہے وہ جو اُتارا رب نے تمہارے بولے بھلائی

اور ڈر والوں سے کہا گیا تمہارے رب نے کیا اتارا بولے خوبی

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ

لیے اُن کے جنہوں نے نیک کام کیے ہیں اِس دنیا بلند درجے

جنہوں نے اِس دنیا میں بھلائی کی اُن کے لیے بھلائی ہے

وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ۭ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ۝۳۰ لا

اور البتہ گھر آخرت کا بھلائی والا ہے اور یقیناً اچھا ہے گھر متقیوں کا

اور بیشک پچھلا گھر سب سے بہتر اور ضرور کیا ہی اچھا گھر پرہیز گاروں کا

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

باغ ہیں رہنے کے لائق داخل رہیں گے وہ متقی اُن میں جاری رہیں گی سے نیچے اُن کے

بسنے کے باغ جن میں جائیں گے اُن کے نیچے نہریں

الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَاۗءُوْنَ ۭ كَذٰلِكَ يَجْزِي

نہریں لیے اُن کے میں اُن وہ ہے جو چاہیں گے اسی طرح بدلا دیتا ہے

رواں انہیں وہاں ملے گا جو چاہیں ۔ اللہ ایسا ہی صلہ

اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ۝۳۱ لا الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ

اللہ پرہیز گاروں کو وہ کہ وفات دیتے رہیں اُن کو فرشتے اس حال میں کہ

دیتا ہے پرہیز گاروں کو ۔ وہ جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے ستھرے پن

طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ

وہ پاک وصاف ہوتے ہیں کہیں گے فرشتے السلام علیکم۔ داخل ہو جاؤ تم جنت میں

میں یہ کہتے ہوئے کہ سلامتی ہو تم پر جنت میں جاؤ

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۲﴾

بدلہ اُس کا جو تم عمل کرتے رہے

بدلہ اپنے کئے کا

تعلق ان آیات کریمہ کا تعلق پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح ہے۔
پہلا تعلق۔ پچھلی آیتوں میں متقیوں کی اُن باتوں کا ذکر ہوا جو وہ کفار کے متعلق خود کہیں گے۔ اب ان آیات میں اُن باتوں کا تذکرہ ہے جو وہ اللہ تعالیٰ یا ملائکہ سے ہمکلامی کا شرف حاصل کرکے جواباً کریں گے۔ **دوسرا تعلق**۔ پچھلی آیتوں میں کافروں کے جہنم میں داخلے کا تذکرہ ہوا۔ اب اِن آیات میں مومنوں کے جنت میں داخلے کا ذکر ہے۔ **تیسرا تعلق**۔ یہ بات عین حقیقت ہے کہ مومن کافر ہر شخص نے مرنا ہے۔ مگر چونکہ ہر دو کی جس طرح زندگی اور اُخروی انجام میں نمایاں فرق ہیں اسی طرح بوقتِ نزع نظارۂ موت میں بھی فرق ہے چنانچہ پچھلی آیات میں کافروں کو موت دینے والے ملائکہ اور اُن کی گفتگو مذکور ہوئی اب اِن آیات میں ایمان والوں کے وفات کی حالت اور شان کا ذکر ہو رہا ہے تاکہ فرق ظاہر ہو۔

شانِ نزول۔ اہلِ عرب و عجم کے دور والے قبائل کے لوگ، ایامِ حج میں اپنے قاصد بھیجا کرتے تھے تاکہ مکے پاک میں آکر حج بھی کریں نبی کریم اور اسلام و قرآن کے بارے میں صحیح معلومات حاصل کریں۔ سردارانِ کفار نے اِن قاصدوں کو نبی کریم یا صحابہ سے ملنے سے روکنے کے لیے اپنے آدمی بیرونی راستوں پر چھوڑے ہوتے تھے جو نبی کریم اور اسلام کے خلاف بہت گستاخانہ غلط باتیں کرکے قاصدوں کو نفرت دلانے اور وہیں سے واپس چلے جانے کی رغبت دیتے مگر قاصد ان کی یہ رغبت نہ مانتے بلکہ صحابہ سے ملتے اور قرآن و اسلام اور آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق صحیح معلومات لے کر جاتے تب یہ چھ آیتیں ایک دفعہ اسی قسم کے واقع پر نازل ہوئیں از آیت ۳۰ تا ۳۵۔

تفسیر نحوی

وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوْا خَيْرًا لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ۔ واؤ سر جملہ قیل ۔ باب نَصَرَ کا فعل ماضی مطلق مجہول واحد مذکر غائب ھُوَ ضمیر مستتر اِس کا نائب فاعل ہے جس کا مرجع ذہنی قَوْلٌ یا کَلَامٌ ہے لام جارّہ برائے مفعولیت اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مجرور ہے لام سے اِتَّقَوْا باب افتعال کا ماضی مطلق مثبت معروف تقویٰ سے بنا ہے بمعنیٰ پرہیزگار ۔ متقی ہونا تاءِ اصلیہ مادّے کی تاءِ مصدر یہ میں مُدغم ہو گئی مصدر ہے اِتِّقَاءٌ ۔ ھُمْ ضمیر اِس کا فاعل جس کا مرجع اَلَّذِیْنَ ہے ۔ فعل فاعل مل کر صلہ ہوا ۔ موصول صلہ مل کر مجرور اور متعلق قیل کا یہ مکمّل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا ۔ مَاذَا ۔ حرفِ استفہام بسیط ہے بمعنیٰ کیا کچھ ۔ اَنْزَلَ ۔ بابِ اِفعال کا فعل ماضی مطلق ۔ صیغہ واحد مذکر غائب ۔ اِنْزَالٌ مصدر ہے بمعنیٰ اُتارنا ۔ رَبُّ ۔ اسم مفرد مبالغہ جامد بمعنیٰ پالنے والا ۔ بحالت رفع فاعل ہے اَنْزَلَ کا ۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مجرور ہے مضاف الیہ یہ جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ ہوا قَوْلٌ کا ۔ قَالُوْا فعل ماضی مطلق یہ قولِ جوابی ہے ھُمْ ضمیر جمع کا مرجع اَلَّذِیْنَ ہے ۔ جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا ۔ خَیْرًا ۔ اسم مفرد جامد ۔ بمعنیٰ بھلائی اِس کی دو قسمیں ہیں ۔ ۱ مطلق ۔ ۲ مقید ۔ ایمان ہدایت جنّت ۔ نیکی ۔ علم ۔ تقویٰ ۔ یہ خیرِ مطلق ہے ۔ دولت عزّت ۔ سلطنت ۔ اولاد یہ خیرِ مقیّد ہے اس کا مقابل ہے شر یہاں مراد ایمان اور ہدایت ۔ بحالتِ نصب ہے ۔ مفعول بہ ہے پوشیدہ فعل اَنْزَلَ ماضی کا ۔ لام جارّہ نفع کا ۔ اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مجرور ہے لام جارّہ سے ۔ اَحْسَنُوْا ۔ بابِ اِفعال کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب اس کا مصدر ہے اِحْسَانٌ ۔ بمعنیٰ اچھائی کرنا ۔ حُسنِ سلوک کرنا ۔ ھُمْ ضمیر جمع اِس کا فاعل ہے ۔ جس کا مرجع ہے اَلَّذِیْنَ ۔ فِیْ جارّہ ظرفیہ مکانیہ ھٰذِہٖ ۔ اسم اشارہ قریب کے لیے ۔ یہ لفظ مرکّب ہے ھَا حرفِ تنبیہ اور ذِہٖ اسم اِشارہ سے ۔ الف لام جنسی دُنْیَا ۔ اسم تفضیل مؤنّث ۔ اِس کا مذکّر ہے اَدْنٰی، دَنْوٌ یا دَنِیٌّ سے مشتق ہے ۔ بمعنیٰ قریب ہونا ۔ گھٹیا ہونا ۔ کم تھوڑا ہونا ۔ مراد ہے یہ جہان ۔ (دارُ العمل) مشار الیہ ہے ھٰذِہٖ کا ۔ اشارہ اور مشار الیہ مجرور ہے ۔ اور جار مجرور متعلّق ہے اَحْسَنُوْا کا ۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا ۔ موصول صلہ مجرور ہوا ۔ اور وہ متعلّق ہوا یَکُوْنُ فعل تامّہ پوشیدہ مضارع کے ۔ حَسَنَةٌ ۔ اسم مفرد مؤنّث لفظی ۔ یا مذکّر ہے ۔ آخر کی ۃ وحدت کی ہے ۔ بمعنیٰ اچھائی ۔ بھلائی ۔ مفید چیز ۔ خوشی دینے والا کام ۔ یا واقعہ ۔ یہاں ہر معنیٰ درست ہے ۔ اس کی ضد (مقابل) ہے سَیِّئَةٌ ۔ اسم جنسی ہے ۔ بحالتِ رفع ۔ فاعل ہے یَکُوْنُ پوشیدہ کا ۔ واؤ ابتدائیہ ۔ لام کے مفتوحہ برائے تاکید ۔ دَارُ ۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ چار دیواری والا گھر ۔ بحالت رفع کیونکہ مبتدا ہے ۔ مضاف ہے ۔

الف لام عہدذھنی آخرۃ۔ اسم فاعل مؤنث۔ آخر سے بنا ہے بمعنیٰ آخر میں ہونے والا۔ مراد ہے بعد قیامت والا جہان۔ مجرور ہے کیونکہ مضاف الیہ ہے۔ یہ مرکب اضافی مبتدا ہے۔ خَیْرٌ اسم مفرد جامد ہے بمعنیٰ بھلا۔ اچھا۔ خوشی دینے والا مقابل ہے شر کا مرفوع ہے خبر ہے مبتدا کی۔ واؤ سرجملہ۔ لام ابتدائیہ تاکیدیہ۔ نِعْمَ فعل مدح۔ غیر متصرف اس کا صیغہ مؤنث ہے نِعْمَتْ۔ بمعنیٰ اچھا۔ خوبصورت دَارُ الْمُتَّقِیْنَ مرکب اضافی اس کا فاعل ہے۔ دَارُ اسم مفرد جامد مرفوع ہے۔ الف لام استغراقی مُتَّقِیْنَ باب افتعال کا اسم فاعل صیغہ جمع مذکر۔ واحد مُتَّقِی ہے بحالت جر ہے۔ مضاف الیہ ہے دار کا۔ نِعْمَ کا مخصوص بالمدح هُوَ ضمیر پوشیدہ ہے جس کا مرجع دَارُ الْاٰخِرَۃِ ہے۔ یا مخصوص بالمدح اگلی عبارت جَنّٰتُ عَدْنٍ ہے۔ یا یہاں لفظ دار الجزا محذوف ہے اور مخصوص ہے نِعْمَ۔ اس میں تین قول ہیں۔ دو قول اولین میں یہ جملہ بالکل علیحدہ ہے۔ ماقبل۔ مابعد سے جدا ہے

جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِیْهَا مَا یَشَآءُوْنَ كَذٰلِكَ یَجْزِی اللّٰهُ الْمُتَّقِیْنَ الَّذِیْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ طَیِّبِیْنَ یَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَیْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

جَنّٰتُ۔ اسم جمع مؤنث سالم اس کا واحد ہے جَنَّۃٌ۔ بمعنیٰ پوشیدہ باغ۔ خواہ نگاہوں سے پوشیدہ یا حواس خمسہ سے پوشیدہ یا خیال ووہم عقل ودماغ سے پوشیدہ۔ مراد ہے عالم آخرت بحالت رفع ہے۔ اس کی پانچ طرح ترکیب کی گئی ہے۔

ع۱ مبتدا ہے مابعد جملہ اس کی خبر ہے۔ ع۲ اس کا الٹ ہے ع۳ یہ مبتدا ہے خبر محذوف۔ ع۴ یہ خبر مقدم اس کا مبتدا مؤخر پوشیدہ۔ ع۵ یہ مخصوص بالمدح ہے۔ مگر ہماری ترکیب اس طرح ہے۔ جَنّٰتُ مضاف عَدْنٍ۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ دائمی۔ ہمیشہ رہنے والی۔ یہ اسم صفاتی ہے تمام جنت کا۔ یا یہ عَلَم ذاتی ہے جنت کے ایک طبقے کا تب یہ ترجمہ یہاں نہ ہوگا۔ نکرہ مجرور ہے مضاف الیہ ہے۔ مرکب اضافی مبتدا ہوا۔ یَدْخُلُوْنَ۔ باب نصر کا فعل مضارع بمعنیٰ مستقبل۔ صیغہ جمع مذکر غائب هُمْ ضمیر مستتر کا مرجع متقین ہیں۔ دَخْلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ اندر آنا یا اندر جانا۔ هَا۔ ضمیر واحد مؤنث غائب منصوب متصل مفعول فیہ ہے اس کا مرجع جَنّٰتُ۔ موصوف ہے مابعد کا۔ تَجْرِیْ۔ باب ضرب کا فعل مضارع مثبت معروف صیغہ واحد مؤنث غائب جَرْیٌ سے بنا ہے بمعنیٰ بہنا۔ جاری ہونا۔ مِنْ جارہ ابتداء غایت کے لیے تَحْتِ اسم ظرف جامد نکرہ ہے بمعنیٰ نیچے۔ اس کا مقابل ہے فَوْقَ یعنی اوپر۔ مشابہ ہے اَسْفَل کے۔ یہ دونوں لفظ ہمیشہ درمیان کلام میں آتے ہیں۔ ان کا ماقبل مَافَوْقَ یعنی اوپر ہوتا ہے۔ اور مابعد ماتحت۔ یعنی نیچے ہوتا ہے۔ دونوں میں فرق

یہ ہے کہ اَسْفَل کا ماقبل اور مابعد ایک یہ چیز ہوتا ہے لیکن تَحْتَ کا ماقبل اور مابعد دونوں جدا جدا دو چیزیں ہوتی ہیں۔ ھَا ضمیر مرجع جَنّٰت یعنی درخت ہیں۔ یا مکانات۔ مجرور متصل ہے مضاف الیہ ہے۔ مرکب اضافی اور جار و مجرور متعلق ہے تَجْرِی کے۔ الف لام استغراقی اَنْھَارُ۔ اسم جمع مکسر منصرف۔ واحد نَھْرٌ ہے۔ بمعنیٰ وہ زمین جس کو پانی بہنے کے لیے کھود کر بنایا جاتا ہے۔ مراد پانی ہے یعنی سبب بول کر مسبّب مراد لیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہاں یہ جگہ پانی سے خاص ہو جاتی ہے۔ بعض نے کہا کہ دونوں کے مجموعے کا نام نہر ہے اور جاری ہونے کا مطلب دراز ہونا۔ پھیلا ہوا ہونا۔ ساتھ ساتھ چلنا واقع ہوتا ہے اس معنیٰ سے دونوں جاری ہیں۔ بحالتِ رفع ہے فاعل ہے تجری کا۔ اور یہ جملہ فعلیہ ہو کر حال ہے یا صفت ہے۔ مَاقَبْلَ ھَا ضمیر کی۔ یَدْخُلُوْنَ جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے مبتدا کی۔ لام جارّہ نفع کا ھُمْ ضمیر جمع غائب کا مرجع مُتَّقِیْن۔ یہ جار مجرور متعلق مقدّم ہے مابعد کا مَا اسم موصول ہے اَصْلاً غیر ذوی العقول کے لیے ہوتا ہے۔ لیکن مجازاً عام ہے۔ یَشَاۤءُوْنَ۔ بابِ فَتَحَ کا مضارع مثبت معروف ہے۔ صیغہ جمع مذکر غائب بمعنیٰ مستقبل۔ شَیْءٌ سے بنا ہے بمعنیٰ چاہنا پسند کرنا۔ اس کا فاعل ضمیر مستتر جمع غائب ھُمْ کا مرجع مُتَّقِیْن ہے۔ یہ فعل فاعل جار مجرور مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا۔ مگر دوسری ترکیب میں لَھُمْ متعلق ہے مَوْجُوْدٌ پوشیدہ اسم مفعول مبتدا کے اور مَا یَشَاۤءُوْنَ صلہ موصول خبر ہے۔ کَذٰلِکَ یہ اسم کل تشبیہ کے لیے۔ یہ ہمیشہ درمیان میں آتا ہے۔ اس کے ماقبل کا نام مشبّہ بہ اور مابعد کا نام مشبّہ ہوتا ہے۔ یہاں سابقہ کلام میں مذکور نعمتیں مشبّہ بہ ہیں یہ لفظ چار لفظوں کا مجموعہ ہو کر بسیط ہوا ہے۔ ۱ ک تشبیہی ۲ لام تقریبی یا بعیدی۔ ۳ کافِ آخری ضمیر مخاطب کا۔ ۴ ذا اسم اشارہ مطلق۔ اس میں ضمیر مخاطب ذہنی خطاب کی بنا پر ہوتی اور اُسی اعتبار سے واحد تثنیہ جمع مذکر مؤنث تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ مثلاً۔ کَذٰلِکُمَا۔ کَذٰلِکُمْ کَذٰلِکِ کَذٰلِکُنَّ۔ یہی حال ذٰلِکَ کا ہے۔ یَجْزِی۔ بابِ ضَرَبَ کا مضارع معروف بمعنیٰ حال یا مستقبل صیغہ واحد مذکر۔ اِس کا فاعل۔ اَللّٰہُ ہے۔ جَزْیٌ سے بنا ہے۔ بمعنیٰ بدلہ دینا الف لام استغراقی۔ مُتَّقِیْنَ۔ بابِ افتعال کا اسم فاعل صیغہ جمع مذکر بحالتِ فتحہ ہے مفعول ہے یَجْزِی کا مادّہ ہے تَقْوٰی۔ بمعنیٰ ہر نقصان دِہ اور غم دینے والی اور کسی کو ناراض کرنے والی بات۔ عمل۔ اور خیالات و عقائد سے بچنا۔ منقولِ اصطلاحی شرعی میں اَللّٰہ تعالیٰ کی ناراضی سے بچنا۔ موصوف ہے اَلَّذِیْنَ۔ اِسم موصول مراد ہیں متّقی لوگ۔ بحالتِ نصب ہے کیونکہ صفت ہے مُتَّقِیْنَ کی۔ تَتَوَفّٰی۔ بابِ تفعّل کا فعل مضارع مثبت معروف صیغہ واحد مؤنث۔ ھُمْ ضمیر منصوب متّصل اس کا مفعول بہ

جس کا مرجع (مراد) مُتقین ہے الف لام عہدِ ذہنی ہے مَلٰئِکَۃُ اسم جمع مکسّر منصرف واحد ہے مَلَکٌ بحالتِ رفع ہے کیونکہ فاعل ہے تَتَوَفّٰا کا۔ وَفِیٌّ لفیف مفروق سے بنا ہے ۔طَیِّبِیْنَ۔ اسم جمع مذکر سالم۔ واحد طَیِّبٌ ہے ۔بمعنیٰ پاک صاف ستھرا۔خوبصورت۔خوش منظر۔بحالتِ فتحہ ہے حال ہے یا مُتقین کا یا مَلٰئِکَۃُ کا۔حال وہ ہوتا ہے جو فاعل یا مفعول یا مبتدا یا خبر یا اِسم معمول کی کیفیت بتائے یَقُوْلُوْنَ۔ فعل مضارع معروف بمعنیٰ مستقبل مثبت جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر جمع غائب اس کا فاعل مستتر ہے۔فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ سَلَامٌ ۔اسم مفرد حاصل مصدر۔بروزنِ فَعَالٌ ثلاثی کا مصدر ہے ۔بمعنیٰ ظاہری باطنی آفتوں سے بچنا۔بچایا جانا۔یا یہ مصدر معروف ہے یا مجہول بحالتِ رفع فاعل ہے پوشیدہ فعل ماضی وَقَعَ کا بمعنیٰ دعا۔خبریہ۔نہیں انشائیہ یا تحیزیہ ہے ۔تنوین یعنی دُو پیشیں ۔عوضِ اضافت ہیں۔دراصل سلامنا یا سَلَامُ اللّٰہِ۔تھا۔مضاف الیہ کو محذوف منوی کر دیا۔اُس کے عوض تنوین لگا دی جس سے عمومی جامعیت کا فائدہ ہوا۔سلامنا تحیۃً اور عزت افزائی (مبارکبادی) سلامُ اللّٰہِ۔خبر ہے یا دعا مشابہ تحیۃ ہے ۔عَلٰی جارّہ فوقیت کے لیے ۔کُمْ ضمیر مذکر حاضر مجرور متّصل مراد ہیں متّقی لوگ جار مجرور متعلّق ہے پوشیدہ وَقَعَ کا۔جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ اوّل ہے ۔اُدْخُلُوْا۔فعل امر حاضر معروف جمع مذکر مخاطب باب نَصَرَ۔دَخُلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ اندر آنا ۔اندر جانا۔یہ دو ترجمے متکلّم کے اپنے مکان کے اعتبار سے ہوتے ہیں۔اَنْتُمْ اِس کا فاعل جس کا مرجع متّقی لوگ۔الف لام عہدی ۔جَنَّۃَ۔ اسم مفرد جنسی عموم کے لیے ۔مراد ہے عالمِ آخرت۔مفتوح ہے مفعول فیہ ہے اُدْخُلُوْا کا۔ب جارّہ سببیّہ بمعنیٰ وجہ سے مَا اسم موصول یا مصدریہ۔موصول اپنے مابعد کو صلہ بناتا ہے اور مصدریہ اپنے مابعد کو مصدری معنیٰ میں کرتا ہے اگرچہ ماضی ہو مضارع ہو کوئی خبریہ فعل ہو۔کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ باب فَتَحَ یا سَمِعَ کا ماضی استمراری جمع مذکر حاضر۔اَنْتُمْ ضمیر اِس کا فاعل جس کا مرجع ہے مُتّقین۔عَمَلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ اعضا سے کام کرنا اچھے یا برے ۔یہاں مراد ہیں اچھے یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ وہ مجرور۔متعلق اُدْخُلُوْا کا۔وہ جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ دوم ہوا۔

تفسیر عالمانہ وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوْا خَيْرًا لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ ۔

دنیاءِ کائنات میں ہر جگہ نہ سارے برے کانٹے ہی ہیں اور نہ سارے کے سارے اچھے پھول ہی ہیں۔بلکہ نظامِ قدرت سے ہوتا یہی رہا ہے کہ اگر کسی کے لیے کسی جگہ زہریلے کانٹے ہیں تو وہیں پر اُس کے لیے تریاقی پھول بھی ہیں اہلِ حق

کے لیے کفر وکفریات اور کفار کانٹے ہیں تو مخلص متقی مومن سدا بہار پھول اور کلیاں ہیں۔ ان آیت میں دونوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ اگر حاسد وسرکش کانٹوں جیسے کافر۔ مسافروں سے اسلام قرآن کے بارے میں دل آزار گفتگو کرتے تھے اور پوچھنے والوں کو بارگاہِ قدسیاں سے دور بھگانے متنفر کرنے کی حتی المقدور کوشش میں لگے رہتے تھے اساطیر۔ ساحر۔ مجنون۔ کاہن کاذب اور نہ جانے کیا کیا کہتے تھے۔ لیکن ان وفود اور حجاج مسافروں میں سے جب کوئی بھی سوال کسی مومن صحابی سے کرتا تو وہ ایمان افروز جواب دیتے ہوئے فرماتے۔ رب تعالیٰ نے اپنے نبی محمد رسول اللہ کے لیے یہ قرآن خیر کثیر بنا کر نازل فرمایا۔ ایسی خیر کہ دنیا جہان قبر حشر حکمت ونصرت کی ساری خیر یہیں جمع فرما دی گئی ایسی خیر کہ جس کے ہوتے ہوئے نبی کریم اور صحابہ کرام کو کوئی کبھی برائی چھو سکتی ہی نہیں۔

عجیب نکتہ۔ باری تعالیٰ نے یہاں قرآن مجید اور وحیِ الٰہی کو خیر فرمایا۔ اور تنوین تعظیمی لگا کر کثرت و عظمت کا اشارہ فرمادیا۔ اور بحالتِ نصب فرما کر نزول اور عطاءِ ربانی کا اشارہ فرما دیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو خیر کثیر عطا فرمائی۔ بتانا یہ مقصود ہے کہ میرے حبیب نے ایک مرتبہ اپنے علم غیب کو خیر کثیر کے ہونے پر موقوف کیا تھا جس سے کچھ گستاخ بدبخت قربِ قیامت میں نبی کریم کے علم غیب کی نفی کریں گے۔ ان گستاخوں کا منہ توڑ جواب دیا جارہا ہے کہ نبی کریم نے فرمایا تھا اگر میں غیب جانتا تو میرے پاس خیر کثیر ہوتی۔ اس آیت میں فرمایا گیا کہ قرآن و حدیث خیر کثیر ہی تو ہے۔ جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خیر کثیر ہے تو سمجھ لو کہ کائنات کا علم غیب بھی ہے ہاں اتنا ضرور ہے کہ یہ خیر اور غیب عطائی ہے۔ ذاتی نہیں کیونکہ ذاتی ہونا شانِ الوہیت ہے اور ہر چیز کا ذاتی ہونا صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور بلا واسطہ عطائی ہونا صرف نبوت کی صفت ہے اسی لیے علما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ذاتی ہونے میں بے مثل ہے اور پیارے نبی عطائی ہونے میں بے مثل ہیں۔ یہ ہی قرآن کریم نبی پاک کے لیے خیر کثیر ہے اور تا قیامت متقی امتی کے لیے حسنۃ ہے کیونکہ نیکوں کو اسی کے ذریعے تمام حسنات حاصل ہوتی ہیں۔ اعمالِ دنیا سے جزاءِ آخرت تک عبادت سے ریاضت تک جسمانیت سے روحانیت تک علم سے ولایت تک سب اسی قرآن مجید کا ہی فیض ہے۔ اور پھر آخرت کا گھر تو بہت ہی بھلائیوں والا ہے۔

خیر اور حسنہ میں فرق یہ ہے کہ حسنہ میں اپنے کردار کا کچھ دخل ہوتا ہے اسی لیے اعمالِ صالحہ کو حسنہ کہا جاتا ہے۔ اسی طرح حلال طیب روزی بھی حسنہ ہے۔ مگر خیر وہ ہے جس میں اور جس کے ملنے میں بندے کے کسی فعل کا دخل نہ ہو۔ اسی لیے قرآن مجید اور تمام وحی جلی وخفی بھی خیر ہے آخرتِ مومنین

بھی خیر ہے۔ حَسَنَہ وہ ہے جس میں زوال ممکن مگر خیر میں نہ زوال نہ تغیر نہ تبدل۔ اسی لیے ساری مخلوق کے علوم مدارج۔ شان۔ صفات حسنہ ہیں مگر انبیاءِ کرام کی طاقت قوت شان۔ علم اختیار خیر ہیں۔ ان میں نہ زوال نہ تغیر نہ تبدل۔ بڑھاپے میں ہر انسان کی علمی فکری جسمی حالات بدل جاتے ہیں مگر نبوت کی ہر چیز روز اول سے آخر ابدی تک یکساں رہی۔ دنیا پرست اشیاءِ دنیا پر مغرور ہوتا ہے جو دنیا میں مغرور ہوتا ہے حالانکہ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ متقیوں کا گھر ہی اچھا ہے اس لیے کہ وہ جنتِ عدن ہے اور اس کو کبھی زوال نہیں متقی لوگ اس میں ہمیشگی کے لیے داخل ہوں گے خوبصورتی ایسی کہ جگہ جگہ دودھ۔ پانی۔ شہد۔ اور خوشبوؤں کی نہریں جاری ہوں گی۔ اور کثرت ایسی کہ ہر متقی ہر وقت اپنی ہر پسند کو وہاں موجود پائے گا۔ جنت کی یہ ایسی خصوصیت ہے جو دنیا میں کسی کو بھی نصیب نہیں۔ خواہ نیک ہو یا بد۔ دولت مند ہو یا ساری دنیا کا بادشاہ۔ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ سن لو اے دنیا والو کہ اللہ تعالیٰ اسی طرح ایک ہی جنت اور علاقہ جنت کی صورت میں تمام ان لوگوں کو جزا دیتا ہے جو دنیا میں کامل متقی بن کر رہے۔ متقی وہ ہے جو ہر چھوٹی سے چھوٹی نیکی کرتا رہے اور ہر چھوٹی سی چھوٹی برائی سے بچتا رہے کسی وقت کسی حالت میں لاپرواہی نہ برتے اور کسی بھی اچھے برے عمل کو معمولی نہ سمجھے۔ خوفِ خدا ہر وقت اُس پر طاری رہے۔ متقی وہی لوگ ہوتے ہیں کہ فرشتے ملکُ الموت کے تمام معاون ساتھی بندوں کی طیب طاہر حالت میں ان کو وفات دیتے ہیں۔ اس طرح کہ اعمالِ صالحہ عباداتِ شرعیہ سے ان کا ظاہر و باطن طیب ہوتا ہے اور دنیا کی فکروں خواہشوں الجھنوں سے ان کا دل پاک صاف ہوتا ہے۔ اور لمبی امیدوں سے دولت کے چکروں سے ان کا دماغ خالی ہوتا ہے۔ اور لقاءِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشیوں سے اُن کا دل شاداں ہوتا ہے کہ قبر میں جلوۂ مصطفیٰ کی زیارت نصیب ہوگی اور میدانِ محشر میں دیدارِ باری تعالیٰ کی شرفیابی کے خیال و تصور سے طبیعت خوشیوں سے بھری ہوتی ہے۔ متقی کے لیے موت عید بن جاتی ہے۔ ابھی وہ انہی خیالات کی خوشی میں مست ہوتے ہیں کہ ملائکہ کی۔ یک دم سب کی یا فقط ایک کی سب کی طرف سے آواز سنائی دیتی ہے کہ اے پیارے متقی لوگو ہمارا سلام ہو تم پر۔ یا اللہ کا سلام سنو اللہ تعالیٰ تم کو سلام فرماتا ہے۔ کیسی شان کی وہ گھڑی ہوگی کیسی خوشیاں ہوں گی جب حسین و جمیل مسکراتے چہروں کے ساتھ موت کے فرشتے رب کا سلام بندے کو دیتے ہوئے بصد احترام قبضِ روح کر کے بارگاہِ ربِّ ذوالجلال میں پہنچانے کے لیے آتے ہیں بعد موت مومن اس حسین منظر میں اپنی قبر اور زیارت جلوۂ

مصطفیٰ احمدِ مجتبیٰ کرتے ہوئے موت کی وادی میں جانے کی تیاری میں ہوتا ہے اور ساتھ ہی بار بار زبانِ ملائکہ سے سنتا ہے۔ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اے ارواحِ مومنین جاؤ اپنی اپنی جنتوں میں داخل ہو جاؤ۔ کیونکہ مومن کی قبور بھی مثلِ جنت آرام دہ ہیں اور بفرمانِ حدیث پاک قبرِ مومن میں جنت کی کھڑکی کھولدی جاتی ہے اور قبر میں ہی جنت کا رزق پیش کیا جاتا رہتا ہے تا قیامِ قیامت۔ ہر چیز سے زیادہ لذت تو دیدارِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مومن کو ملتی ہے۔ اسی لذت کے لیے مومن عبادت و ریاضت کی مشقتوں میں اپنی زندگی گزار کر پھر ہنستے مسکراتے ہوئے جان دے دیتا ہے۔ اسی لیے فرشتے کہتے ہیں کہ اے متقی مسلمانو۔ آج یہ سب کچھ عزت افزائی ہمارے سلام دعا خوشخبریاں بشارتیں سب منظرِ روح افزا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اُن ہی اعمالِ صالحہ ریاضاتِ شاقہ وعباداتِ شرعیہ کی وجہ سے ہے جو تم آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات اور اسوۂ حسنہ کے مطابق کرتے تھے۔ ایک قول ہے کہ جنت سے قبر مراد نہیں بلکہ اصلی حقیقی جنت مراد ہے اور اُدْخُلُوا میں تین قول ہیں۔ ۱ یہ میدانِ محشر میں کہا جائے گا۔ ۲ بوقت موت کہا جائے گا۔ اور معنیٰ ہے کہ داخل ہو جانا جنت میں حب سب کے دخول کا وقت ہو۔ ۳ اُدْخُلُوا۔ گویا کہ تم قبر میں بلکہ آرام دہ جنت میں ہی داخل ہو رہے ہو اور حکم علم الیقین کے لیے فرمایا جاتا ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ بِالصَّوَابِ۔

فائدے

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ مومن کی زندگی بھی مبارک ہے کہ نفس امارہ کی مخالفت اور دل کی موافقت نبی کی شریعت اور اللہ کی معرفت کا زمانہ عبادت کی لذت اور ریاضت کی مشقت کا زمانہ ہے۔ اور موت بھی مبارک ہے رب تعالیٰ کی جزا اور رضا کا زمانہ ہے۔ حسد بغض نہیں نفسانی خواہشات نہیں کیونکہ آخرت میں نفسِ امارہ نہیں قالب میں قلب ہی قلب ہے اور وہ ہمیشہ اچھی خواہشات ہی کرتا ہے یہ فائدہ خیراً کو دو دفعہ فرمانے سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ**۔ دنیا میں کسی کی ساری خواہشات پوری نہیں ہوتیں۔ مگر آخرت میں ہر جنتی کی ساری خواہشات پوری ہوا کریں گی یہ فائدہ مَا يَشَاءُوْنَ فرمانے سے حاصل ہوا۔ یعنی دنیا میں ہم کو رب تعالیٰ کی مرضی پوری کرنا اور اس کی ماننا چاہیئے اور آخرت میں رب تعالیٰ اپنے کرم سے ہماری سب باتیں مانے گا۔ **تیسرا فائدہ**۔ موت کے فرشتے بہت ہیں مگر اُن کے سردار ایک حضرت عزرائیل ہیں۔ اور خدا داد قوت سے بیک وقت سارے جہان میں ہر میت کے پاس جلوہ گر ہیں یہ فائدہ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ میں ملائکہ کے جمع ہونے کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا جب کہ ایک قول میں یہ جمع ادب واحترام کے اظہار کے لیے ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ بندوں کا ادب و

تعظیم جمع بولتے میں ہے۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسئلے مستنبط ہوتے ہیں۔
پہلا مسئلہ۔ اللہ تعالیٰ کو جمع حاضر یا جمع غائب کے صیغہ سے پکارنا جائز نہیں ہے اوراس کی توحید کے خلاف اور مشرکانہ گفتگو سے مشابہ ہے۔ ہاں البتہ بندوں میں بزرگوں کے لیے جمع بولنا تعظیماً جائز نہیں یہ مسئلہ یجزی اللہ میں یجزی کو واحد اور الملٰئکۃ کو ایک تفسیر کے مطابق واحد فرشتے کے لیے جمع بولنے سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ۔ ہر ملاقات کے وقت سلام کرنا واجب و لازم ہے۔ یہ مسئلہ سَلَامٌ علیکمُ سے مستنبط ہوا۔ کہ ملٰئکہ بھی بوقت ملاقاتِ نزع یا ملاقاتِ محشر مومنوں سے یہی فرمائیں گے۔ نیز جب سلام سے معنیٰ سلام مراد ہو تو سلامٌ علیکم کہا جائے گا اور جب سنت سلام مراد ہو تو السلامُ علیکم کہا جائے۔ ایک قول میں سلام کرنا سنتِ مؤکدہ ہے اور جواب دینا فرض یا واجب ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔
پہلا اعتراض۔ سابقہ آیت میں قرآن مجید کے متعلق کفار کا قول منقول ہوا۔ انہوں نے کہا یہ قرآن مجید اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ہے۔ یہاں اس آیت میں مسلمانوں کا قول نقل فرمایا گیا۔ قَالُوْا خَیْرًا۔ وہاں بھی قالوا اَسَاطِیْرُ ہے یہاں بھی قَالُوْا خیراً ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ وہاں۔ اَسَاطِیْرُ رفع کی حالت میں ہے اور یہاں خیراً۔ فتح یعنی زبر کی حالت میں۔؟
جواب۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کفار نے نزول من اللہ کا انکار اور سائل کے سوال میں اَنْزَلَ رَبُّکُمْ کی نفی کرتے ہوئے جواب دیا تھا کہ یہ جس کو تم قرآن مجید کہتے ہوئے اللہ کی طرف سے نازل شدہ سمجھتے ہو۔ وہ منزل من اللہ نہیں بلکہ ھُوَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ وہ پہلوں کے بیان کردہ افسانے ہیں۔ چونکہ یہاں ھُوَ ضمیر پوشیدہ مبتدا ہے اس لیے اَسَاطِیْرُ کو رفع آیا۔ اور مسلمانوں نے جو جواب دیا اس میں نازل ہونے کا اقرار ہے۔ سوال تھا مَاذَا اَنْزَلَ رَبُّکُمْ تمہارے رب نے کیا نازل فرمایا۔ تو سچا جواب اس طرح دیا گیا کہ اَنْزَلَ خَیْرًا۔ خیر کو نازل فرمایا۔ اس جگہ اَنْزَلَ پوشیدہ ہوا۔ اور خیراً اس کا مفعول ہے لہٰذا فتح (زبر آیا)
دوسرا اعتراض۔ مسلمانوں نے خیراً کیوں کہا۔ قرآناً یا کلاماً۔ یا کتاباً کہنا چاہئے تھا۔
جواب۔ اس لیے کہ نزول کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ نازل شدہ کا تعارف بھی ہو جائے۔ کہ رب تعالیٰ نے جو نازل فرمایا ہے وہ قیامت تک کی ہر قوم کے لیئے ہر اعتبار سے ہر علاقے ہر حالت میں ہر طرح خیر اور بھلائی ہی بھلائی ہے۔ یہ ایک لفظ کہدینا اتنا بڑا عظیم اور جامع مانع جواب ہے جس نے کہ بعد میں

کئے جانے والے بہت سے سوالات کا جواب پیشگی دیدیا۔ یہ شافی و کافی جواب قرآناً یا کتاباً کہد ینے سے یہ بنا۔ **تیسرا اعتراض**۔ گناہ اور فسق کرنے سے بھی انسان کافر ہو جاتا ہے۔ دیکھو۔ یہاں ان آیت میں۔ لِلَّذِیْنَ کو مقدم کر کے حصر پیدا کرتے ہوئے حَسَنَۃٌ یعنی جنت کو اَحْسَنُوْا سے خاص کر دیا۔ اور وضاحت سے رب کریم نے بتا دیا کہ جنّت صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو حَسَنَہ کام یعنی اچھا عمل کریں نیکی اور تقوٰی اختیار کریں۔ ثابت ہو گیا کہ فاسق و فاجر برے عمل والے کو جنت کبھی بھی نہیں۔ یہی سزا اورابدی دائمی جہنم کافروں کے لیے بھی ہے۔ لہٰذا فاسق بھی جب عذاب میں کافر کی مثل دائمی جہنم میں رہا تو پھر وہ کافر ہی ہوا فاسق لوگ۔ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا نہیں ہیں (معتزلی اور موجودہ وہابی)

جواب۔ یہ اعتراض اور استدلال فقط اس جہالت و نافہمی کی بنا پر ہے کہ معترض نے اَحْسَنُوْ کو بھی منحصر اور مخصوص سمجھ لیا۔ یہ بات تو تسلیم ہو سکتی ہے کہ لِلَّذِیْنَ کا پہلے ہونا حصر پیدا کر دے اگر چہ یہ بھی درست نہیں۔ مگر اَحْسَنُوْ تو مخصوص نہیں۔ اسی سے تو ہر اچھا کام مراد ہے۔ اور اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ سب سے اچھا کام ایمان قبول کرنا ہے۔ اَعْمَالِ حسنہ تو بعد کی چیز ہے۔ اور چونکہ پہلے کافروں کا ہی ذکر ہو رہا ہے اس لیے تقابلی جائزے میں یہاں اَحْسَنُوْا سے مراد ایمان قبول کرنا اور اسلام لاکر مسلمان بن جانا ہے۔ ورنہ اَحْسَنَ کام تو وہ بھی ہیں جو دنیوی اعتبار سے اچھے ہوں اور ایسے احسن کام تو کافر بھی اپنے اَہل پڑوس اور گلی محلے۔ ملک علاقے میں کرتے رہتے ہیں حالانکہ ان احسن کاموں پر جنّت نہیں۔ جنّت تو دینی اَحْسَن پر ہے۔ نیز حَسَنَۃٌ سے جنّت ہی مراد لینا درست نہیں۔ قرآن مجید میں حسنہ بہت معنی میں آیا ہے جس کی تفصیل آئندہ تفسیر میں بیان کر دی گئی ہے۔ اور اگر جنّت ہی مراد ہو تو اس سے دائمی جہنم کا ثبوت غیر محسن کے لیے کس طرح ہوا۔ بہر کیف یہ دلیل نہایت کمزور ہے۔

تفسیر صوفیانہ وَقِیْلَ لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّکُمْ قَالُوْا خَیْرًا لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِیْنَ جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۔ اصل اہلِ تقویٰ قلب مومن ہے اور اس پر تجلیاتِ الٰہیہ کا نزول ہوتا ہے وادیِ طلب کا اجنبی مسافر مراقبۂ اَسرار اور کعبۂ جلال میں پہنچ کر قلب شاہد کی طرف متوجہ ہو کر سوال کرتا ہے تو اہلِ ضمیر دل کی طرف سے کہتے ہیں۔ وادیِ عشق میں ہر طرف خیر ہی کا نزول ہو رہا ہے اَتْقِیَاءِ جمال کے لیے عالم ناسوت میں مشاہدۂ انوار کا مدینۂ حرم ہے اور عالم لاہوت کی آخری منزل میں خیر ہی ہے قرب محبوب کے چمن متقی قلب کے لیے ہے اِس دارِ سرور میں بقا کی سکونت و

دخول ہے اسی میں محبت الٰہیہ کی نہریں آبشاریں جاری ہیں۔ لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ كَذَٰلِكَ يَجْزِي اللَّهُ الْمُتَّقِينَ ۔ الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۔ مقام مرید سے مراد بننے والوں کے لیے ان مشاہدات کے چمنوں میں طلب صادق کی ہر شی ہے۔ خالق تعالیٰ مخلصین طالبوں کو اسی کی مثل قرب سے نوازتا ہے۔ ان کی وفات لقاء محبوبیت ہے ان کے اعمال قلب کی جزا میں ہمیشہ کے لیے دخول سرور فرما دو۔

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ

نہیں انتظار کرتے رہیں مگر اس کا کہ آئیں ان کے پاس فرشتے یا آئے

کاہے کے انتظار میں ہیں مگر اس کے کہ فرشتے ان پر آئیں یا تمہارے رب کا

أَمْرُ رَبِّكَ ۚ كَذَٰلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ

آخری فیصلہ تمہارے رب کا اسی طرح کیا ان لوگوں نے جو سے پہلے ان کے

عذاب آئے ان سے اگلوں نے بھی ایسا ہی کیا

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٣٣﴾

اور نہیں ظلم کیا اللہ نے ان کا اور لیکن تھے وہ جانوں پر اپنی ظلم کرتے

اور اللہ نے ان پر کچھ ظلم نہ کیا ہاں وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے

فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا

تو پڑیں ان پر برائیاں ان کی جو کیا انہوں نے اور گھیر لیا کو ان اسی نے تھے وہ کا

تو ان کی بری کمائیاں ان پر پڑیں اور انہیں گھیر لیا اس نے

ع ۹ ۱۰

كَانُوا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا

جس مذاق اڑاتے - اور بولے وہ جو مشرک ہوئے

جس پر ہنستے تھے - اور مشرک بولے

لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ

اگر چاہتا اللہ نہ عبادت کرتے ہم کی غیر اس کے ذرا بھی

اللہ چاہتا تو اس کے سوا کچھ نہ پوجتے نہ ہم

نَحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ

ہم اور نہ باپ دادے ہمارے اور نہ حرام کرتے ہم خود کے بغیر اس

اور نہ ہمارے باپ دادا - اور نہ اس سے جدا ہوکر ہم کوئی چیز حرام

شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ

کچھ چیز- اسی طرح کیا انہوں نے جو پہلے تھے اُن سے - تو نہیں ہے

ٹھہراتے - ایسا ہی اُن سے اگلوں نے کیا تو

عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۵﴾

پر رسولوں مگر پہنچا دینا ظاہر ہونے والا -

رسولوں پر کیا ہے مگر صاف پہنچا دینا

تعلق ان آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے -

پہلا تعلق - پچھلی آیات میں بوقتِ موت فرشتوں کے آنے کا ذکر ہوا تھا جو صرف موت دینے والے ہیں کسی کے لیے زحمت کسی کے لئے رحمت - اب اِن آیات میں کافروں کا ذکر ہے جس میں

وہ عذاب کے فرشتوں کے اُترنے کی خواہش ذکر کرتے رہتے تھے۔ **دوسرا تعلق** ۔ پچھلی آیتوں میں مسلمانوں کی اُخروی آزاد زندگی کا ذکر ہوا اب ان آیتوں میں کافروں کی اُخروی مقید زندگی کی طرف وضاحت فرمائی جا رہی ہے۔ **تیسرا تعلق** ۔ پچھلی آیتوں میں بتایا گیا تھا مومن ایسی باتیں کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں اب اِس جگہ کافروں کی اُن باتوں کا ذکر ہے جو رب کو ناپسند ہیں۔

تفسیر نحوی

هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ أَمْرُ رَبِّكَ ۚ كَذَٰلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ

هَلْ ۔ حرفِ استفہام ہے یعنی سوالیہ۔ مگر کبھی بمعنی قَدْ حرفِ تحقیق بھی ہوتا ہے مگر کم کبھی سوالِ تقریری کے لیے ہوتا ہے۔ اکثر سوالِ حقیقیہ کے لیے ہوتا۔ اسی لیے یہاں ہے۔ حرفِ استفہام اور بھی ہیں مگر هَلْ کی سات خصوصیات ہیں۔

ع۱ ہمیشہ موجبہ کلام پر آتا ہے ع۲ هَلْ کے بعد اِنَّ حرفِ تحقیق نہیں آسکتا ع۳ هَلْ سے پہلے حرفِ عطف آسکتا ہے۔ مثلاً واؤ۔ یا اَمْ وغیرہ ع۴ هَلْ کے بعد فعلِ اختیاری نہیں آسکتا۔ ع۵ هَلْ کے بعد شرطیہ جملہ نہیں آسکتا یعنی اِن شرطیہ وغیرہ ع۶ هَلْ ماضی مضارع سب پر آتا ہے مگر مضارع میں زمانۂ مستقبل کا معنیٰ ہوتا ہے نہ کہ حال کا ع۷ هَلْ منفی سوال کے لیے بھی آجاتا ہے بمعنی نہیں اسی معنیٰ میں یہاں ہے اُس وقت جملہ خبریہ پر بھی آتا ہے اعلیٰ حضرت کے ترجمے کے کمال نے یہ بات سمجھائی۔ حقیقت ہے کہ اعلیٰ حضرت کے ترجمے کے پوشیدہ جوہر سمجھنے اور لذتِ معلومات لینے کے لیے اٹھارہ علم کا ماہر ہونا چاہیئے۔ يَنظُرُونَ ۔ بابِ نَصَرَ کا مضارع معروف بمعنیٰ مستقبل صرف عزلی نہ کہ ترجمہ۔ نَظْرٌ سے بنا ہے۔ بمعنیٰ دیکھنا۔ غور کرنا۔ نظریں اُٹھا اُٹھا کر دیکھنا یعنی انتظار کرنا۔ ھُمْ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل ہے۔ اِلَّا حرفِ اِستثنا۔ مفرّغ۔ کیونکہ مستثنیٰ (ینظرون پوشیدہ) محذوف منوی ہے۔ اَنْ ناصبہ خود محلاً منصوب ہے کیونکہ سب عبارت مل کر مفعول بہ ہے تَاْتِيَ۔ ایک قرأت میں يَاْتِيَ۔ بابِ ضَرَبَ کا فعل مضارع مثبت معروف صیغہ واحد مؤنث غائب یا واحد مذکر ہے بحالتِ نصب ہے اَنْ ناصبہ سے اَتْيٌ سے بنا ہے بمعنیٰ آنا۔ مراد زمانۂ مستقبل ہے۔ ھُمْ ضمیر جمع غائب مذکر مفعول بہ ہے تَاْتِيَ کا بمعنیٰ عِندَھُمْ۔ یعنی پاس۔ عِندَ کو حذف کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آنے کی حکمت بھی بتائی گئی۔ یعنی اُن کو مفعول بنایا گیا۔ صرف قریب ہونا نہیں اُن کو کچھ کیا گیا موت اور بارش سے۔ الف لام عہدِ ذہنی مَلٰئِكَةُ جمع مکسر ہے مَلَكٌ کی بمعنیٰ فرشتے فاعل ہے تَاْتِيَ کا بدیں وجہ مرفوع۔ اَوْ حرفِ عطف۔ تردیدی بلا تعین۔ مَانِعَةُ الْخُلُوْ کو ظاہر کرنے کے لیے یعنی دونوں باتیں ختم نہیں ہو

سکتیں ہاں البتہ دونوں ایک دم آسکتی ہیں۔ موت اور عذاب کے فرشتے۔ یاتی۔ فعل مضارع معروف مثبت۔ معطوف ہے پہلے فعل تاتی پر اس لیے منصوب ہے تبعًا۔ اَمْرُ۔ اسم مفرد جامد بمعنی حکم۔ فیصلہ۔ عذاب بحالت رفع ہے فاعل ہے۔ مضاف ہے مابعد کا رَبِّ۔ اسم مفرد جامد مبالغے کے معنی میں بمعنی بہت پالنے والا۔ مضاف ہے کَ ضمیر واحد حاضر اس کا مضاف الیہ۔ کَذٰلِكَ۔ اسم تشبیہ ہے بسیط ہے۔ ماقبل مشبہ بہ ہے اور مابعد مشبہ۔ فَعَلَ۔ فعل ماضی مطلق معروف مثبت ہر باب میں جاری ہوتا ہے۔ عربی نحو صرف کا بنیادی ہے۔ الَّذِیْنَ۔ اسم موصول جمع مذکر۔ بنی ہے مبہم ہے۔ بحالت رفع ہے۔ فاعل ہے فَعَلَ کا۔ مِنْ جارہ بیانیہ قَبْلِ اسم ظرف معرب بحالت کسرہ ھِمْ ضمیر جمع مذکر مجرور متصل مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے فَعَلَ کا۔ کَذٰلِكَ حرف تشبیہ جار مجرور متعلق مقدم ہے فَعَلَ کا۔ واؤ سر جملہ۔ مَا ظَلَمَ۔ فعل ماضی مطلق منفی معروف۔ باب ضَرَبَ سے ظُلْمٌ سے بنا ہے بمعنی نقصان کرنا بہر صورت متعدی ہوتا ہے۔ خواہ مجرد کے بابوں سے ہو یا مزید فیہ کے ھُمْ ضمیر اس کا مفعول۔ اس لیے منصوب ہے۔ اللّٰہُ اسم مفرد جامد۔ بعض نے کہا مشتق ہے۔ بحالت رفع ہے کیونکہ فاعل ہے ظَلَمَ کا۔ واؤ حالیہ۔ لٰکِنْ حرف عطف استدراک کے لیے یعنی ماقبل کلام کو غلط اور مابعد کو صحیح کرنے کے لیئے۔ کَانُوْٓا یَظْلِمُوْنَ فعل ماضی استمراری۔ درمیان میں۔ مفعول بہ کا فاصلہ لایا گیا حصر اور تاکید پیدا کرنے کے لیئے۔ ھُمْ ضمیر مستتر اس کا فاعل جس کا مرجع ہے۔ کفار مکہ۔ اَنْفُسَ۔ اسم جمع مکسر منصرف۔ واحد ہے نَفْسٌ بمعنی جان۔ خودی (اپنا) اس معنی میں اس کو ضمیر نفسی بھی کہتے ہیں۔ اسم تاکیدی ہے۔ بمعنی ذات بھی ہے اور سانس بھی۔ یہاں مراد جان ہے۔ یا اپنے آپ۔ مضاف ہے ھُمْ ضمیر جمع مجرور متصل کا۔ بحالت نصب ہے۔ کیونکہ مفعول بہ ہے کَانُوْٓا یَظْلِمُوْنَ کا

فَاَصَابَهُمْ سَیِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ فَ تعقیبیہ ہے یا سببیہ۔ اَصَابَ۔ باب افعال کا ماضی مطلق واحد غائب مصدر ہے اِصَابَۃٌ اور اِصْوَابٌ۔ بمعنی۔ پہنچنا۔ واقع ہونا۔ لگنا۔ ھُمْ ضمیر مفعول بہ ہے۔ سَیِّاٰتُ۔ جمع مؤنث سالم۔ اس کا واحد ہے سَیِّئَۃٌ بمعنی برائی۔ وبال۔ گناہ مصیبت۔ اس کا مقابل ہے حَسَنَۃٌ۔ بمعنی اچھائی۔ مرفوع ہے کیونکہ فاعل ہے اَصَابَ کا مضاف ہے مابعد کا۔ اس لیے تنوین نہیں آئی۔ مَا اسم موصول۔ عَمِلُوْا۔ باب سَمِعَ کا ماضی مطلق معروف صیغہ جمع غائب۔ ھُمْ ضمیر مستتر فاعل ہے جس کا مرجع کفار ہیں عَمَلٌ سے بنا ہے بمعنی دل دماغ اور اعضا کے کام واؤ سر جملہ۔ حَاقَ۔ باب سَمِعَ کا فعل ماضی مطلق مثبت معروف۔ صیغہ واحد مذکر غائب۔ حَیْقٌ سے بنا ہے بمعنی گھیرنا۔ غالب آنا۔ بَ جارہ مفعولیت کا ھِمْ ضمیر مجرور متصل مراد کفار ظالمین ہیں متعلق ہے حَاقَ کا۔ مَا۔ اسم موصول

بحالت رفع فاعل ہے حاق کا۔ کَانُوْا یَسْتَھْزِءُوْنَ باب استفعالٌ کا ماضی استمراری صیغہ جمع مذکر غائب۔ مصدر ہے اِسْتِھْزَآءٌ۔ ھَزْئٌ سے بنا ہے بمعنیٰ مذاق اڑانا۔ درمیان میں بِہٖ جار مجرور اس کے اپنے متعلق کا فاصلہ آگیا تاکید کے لئے اور حصر کے لیے بِ جارہ مفعولیت کا۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اَمْرٌ ہے۔ وَقَالَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا لَوْشَآءَ اللّٰہُ مَاعَبَدْنَا مِنْ دُوْنِہٖ مِنْ شَیْءٍ نَحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَاحَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِہٖ مِنْ شَیْءٍ کَذٰلِکَ فَعَلَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ۔ فَھَلْ عَلَی الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ۔ واؤ ابتدائیہ۔ قَالَ فعل ماضی مطلق۔ اَلَّذِیْنَ اسم موصول محلاً رفع کی حالت میں ہے فاعل ہے قَالَ کا۔ اَشْرَکُوْا۔ باب اِفعال کا ماضی مطلق صیغہ جمع مذکر غائب۔ مصدر ہے اِشْرَاکٌ۔ شِرْکٌ سے بنا ہے بمعنیٰ بت پرستی کرنا۔ بہرحال یہ متعدی ہے۔ ھُمْ ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ قَالَ اپنے فاعل سے جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ اگلی عبارت مقولہ ہے۔ لَوْ شرطیہ شَآءَ فعل ماضی مطلق۔ واحد مذکر۔ شَیْئٌ اجوف یائی اور مہموز اللام سے بنا ہے۔ بمعنیٰ چاہنا۔ اَللّٰہُ اسم مفرد جامد اسم اعظم ہے مرفوع ہے کیونکہ فاعل ہے یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ شرط ہوئی۔ مَاعَبَدْنَا باب نَصَرَ کا ماضی مطلق صیغہ جمع متکلم۔ منفی ہے۔ عَبْدٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ عبادت کرنا۔ پوجا کرنا۔ مِنْ جارہ بیانیہ دُوْنِ اسم ظرف مکانی بھی ہوتا ہے بمعنیٰ نیچے۔ اسم جامد بھی ہوتا ہے۔ بمعنیٰ مقابل۔ کم گھٹیا۔ سوا۔ علاوہ۔ یہاں اسم جامد ہے بمعنیٰ سِوَا ہٖ ضمیر مضاف الیہ ہے اس کا۔ معرب ہوتا ہے اس لیے کبھی دونٌ کبھی دونِ۔ یہاں مجرور مِنْ سے جار مجرور متعلق ہے۔ فعل کا مِنْ جارہ زائدہ تاکید تنکیری استغراقی نفی کے لیے یعنی کچھ بھی۔ شَیْءٍ اسم مفرد نکرہ تاکید سے کلی نفی ہوئی بمعنیٰ بالکل۔ نَحْنُ ضمیر جمع متکلم مرفوع منفصل تاکید کے لیے ہے عَبَدْنَا کی ضمیر جمع متصل کی کیونکہ مابعد کو عطف کرنا تھا اور متصل پر عطف نہیں ہو سکتا لہٰذا نَحْنُ منفصل لائی گئی۔ واؤ عاطفہ لا نافیہ زائدہ۔ اٰبَآءُ۔ اسم جمع مکسر ہے اس کا واحد ہے اَبٌ بمعنیٰ باپ دادے۔ یعنی پچھلا خاندان مضاف ہے نَا ضمیر جمع متکلم مجرور منفصل ہے۔ مضاف الیہ ہے۔ یہ مرکب اضافی معطوف ہے نَحْنُ کا اور تاکید تابع ہے نَا ضمیر متصل کی۔ واؤ عاطفہ۔ لَاحَرَّمْنَا۔ باب تفعیل کا فعل ماضی مطلق منفی معروف جمع متکلم یہ ماضی لَا سے منفی ہوئی نفی کی شدت بیان کرنے کے لیے ما نافیہ سے شدت پیدا نہیں ہوتی مصدر ہے تَحْرِیْمٌ بمعنیٰ حرام کرنا۔ حُرْمٌ سے بنا۔ بمعنیٰ دور ہونا۔ عزت والا ہونا۔ حرام ہونا۔ سختی سے منع کرنا۔ یہاں پہلے معنیٰ مراد ہیں۔ مِنْ جارہ بیانیہ دُوْنِ۔ اسم مفرد معرب جامد۔ بمعنیٰ بغیر۔ ہٖ ضمیر کا مرجع اللّٰہ مِنْ زائدہ تاکیدیہ۔ شَیْءٍ اسم مفرد جامد نکرہ ہے مِنْ جارہ تاکید استغراقی نے شَیْءٍ کی کلی نفی کر دی یعنی کچھ بھی نہ بالکل نہ۔ یہ دونوں جار مجرور

متعلقِ اوّل اور دوم ہوئے لَا حَرَّمْنَا کے اور وہ جملہ فعلیہ ہوکر عطف مَا عَبَدْنَا پر ہوا کَذٰلِکَ ۔ اِسم بسیط تشبیہی ۔ کاف جارّہ کی وجہ سے مجرور ہوکر متعلقِ مقدّم ہوا فَعَلَ ماضی مطلق مثبت معروف کا ۔ اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر محلًّا مرفوع ہے کیونکہ فاعل ہے فَعَلَ کا ۔ فِعْلٌ مادّہ مصدر مُبْہَم سے بنا ہے بمعنیٰ مِنْ زائدہ قَبْلِ اسم ظرف زمانی بمعنیٰ پہلے ۔ بَعْدُ کا مقابل ۔ مضاف ہے معرب ہوتا ہے جب مضاف الیہ ظاہر موجود ہو جیسے یہاں ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مجرور متّصل مضاف الیہ ہے یہ مرکّب جار مجرور مل کر متعلق ہوا مَوْجُوْدًا اسم مفعول پوشیدہ کا اور شبہ جملہ اسمیہ ہوکر صلہ ہوا ۔ موصول صلہ فاعل ہوا فَعَلَ کا ف ۔ حرفِ ابتدا عاقبت بمعنیٰ پس ۔ ھَلْ ۔ حرفِ استفہام نافیہ علیٰ جارّہ ۔ الف لام استغراقی یعنی تمام ۔ رُسُلْ ۔ اِسم جمع مکسّر منصرف اس کا واحد ہے رسول مجرور ہے علیٰ سے ۔ اِلَّا حرفِ استثنیٰ مفرّغ ۔ کیونکہ مستثنیٰ مِنہ مذکور نہیں ۔ بلکہ محذوف مَنوی ہے ۔ اصل عبارت اس طرح ہے فَھَلْ وَجَبَ عَلَی الرُّسُلِ اِلَّانے وجوب کی نفیِ مطلق (عمومی) کو توڑا اور ایک شق میں یعنی صرف تبلیغ کو ثابت کیا ۔ علیٰ جارّہ وجوب کے لیے ہے ۔ اَلْبَلَاغُ ۔ الف لام اِستغراقی یا جنسی بَلاغ ۔ بروزن فَعَال ۔ مصدر ہے ثلاثی کا متعدّی بھی ہوتا ہے اور لازم بھی مگر یہاں متعدّی ہے کیونکہ بمعنیٰ اِبلاغٌ باب افعال سے ہے اور بابِ اِفعال ہمیشہ متعدّی بیک مفعول ہوتا ہے ۔ بحالتِ رفع ہے کیونکہ اِلَّا کے بعد مستثنیٰ ہے ۔ موصوف ہے ۔ الف لام اسمی بمعنیٰ اَلَّذِیْ مُبِیْن ۔ بابِ افعال کا اسم فاعل واحد مذکر ۔ مصدر ہے اِبْیَانٌ ۔ مُبْیِنٌ تھا بروزنِ مُکْرِمٌ ۔ بمعنیٰ بیان کرنا ۔ کھول کر سنانا ۔ کھلی کھلی تبلیغ کرنا ۔ ظاہر کرنا ۔ پورا مکمل کرنا ۔ بَیْنٌ سے بنا ہے بمعنیٰ ظاہر ہونا ۔ سامنے ہونا ۔ درمیان ہونا ۔ یہ دونوں بلا تنوین الف لام کی وجہ سے ہیں مُبِیْن صفت ہے ۔ موصوف صفت مل کر مستثنیٰ ہوا ۔ جب کہ فَھَلْ وَجَبَ مستثنیٰ مِنہ ہے ۔ اگرچہ حروفِ نافیہ بھی بہت ہیں اور حروفِ سوالیہ بھی مگر بیک وقت جس میں دونوں چیزیں جمع ہو جائیں وہ حرف ھَلْ ہے ۔ اِس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ نفی کی خبر اور استفہام سے تاکید پیدا ہو جاتی ہے ۔ اردو میں ترجمہ اس طرح ہوگا بس بھی تو ہے ۔ یا ۔ اس کے سوا کیا ہے ۔ سوال اور نفی یعنی خبر اور انشاء کے اجتماع سے کلام میں تین چیزیں پیدا ہوئیں جو اِس جگہ اشد ضروری تھیں ۱ تاکید ۲ شدّت ۳ حصر ۔ یہ بات ھَلْ سے ہی حاصل ہوتی ہے لہٰذا یہاں یہ ہی لفظ مفید ہے ۔ مَا نافیہ یا استفہامیہ یا ہمزہ استفہامیہ سے یہ بات اور مقصد حاصل نہ ہوتا ۔

تفسیر عالمانہ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ۭ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ فَاَصَابَهُمْ

سَیِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ اے پیارے نبی آقاءِ کل رحمتِ عالمین۔ جتنے بھی آسان اور نرم طریقے کسی کو سمجھانے کے ہو سکتے تھے اُن تمام طریقوں سے قرآن و حدیث کے ذریعے تم نے اِن کفارِ مکہ کو سمجھا دیا۔ پہلوں کا انجام بتا دیا ان کے ظلم آشکار کر کے اس کی جزا سزا سنا دی اُن کے اُجڑے گھروں ٹوٹی بستیوں کی نشان دہی بھی کر دی یہ خود بھی اِن کھنڈرات کو کئی دفعہ آتے جاتے دیکھ چکے ہیں۔ مگر یہ اب بھی اپنی بُری حرکتوں سے باز نہیں آتے تو سمجھ لیجئے کہ یہ صرف ذلت آمیز موت کے منتظر ہیں ان کی یہ حالت بتا رہی کہ اب یہ سوائے اِس کے اور کسی چیز کے منتظر نہیں کہ اُن کے پاس موت کے ہیبتناک فرشتے آئیں یا آپ کے رب تعالیٰ کا فیصلہ آ جائے۔ یہ حماقتیں اور بد تہذیبیاں جو یہ کفار کر رہے ہیں اِن سے پہلے کافر بھی کرتے رہے ہیں۔ اور جس قوم پر جو بھی مصیبت ٹوٹی یا عذاب آیا تو وہ اللہ نے ظلم نہ فرمایا۔ بلکہ ان کفار نے خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کے طومار توڑے۔ ظالم جب کسی پر مصیبت ڈھائے اور مظلوم اس مصیبت کا شکار ہو جائے تب وہ ظلم مظلوم پر ہوا۔ لیکن اگر مظلوم کو کچھ بھی نہ ہوا اور وہ صاف بچ جائے بلکہ اس کی عزت عظمت اور زیادہ ہو جائے تو یہ ظلم خود ظالم پر ہی پڑ جاتا ہے۔ اس طرح کہ ظالم ذلیل رسوا ہو جاتا ہے۔ حسد کی آگ ناکامی کی شرمندگی میں جلتا مرتا رہتا ہے۔ اور دنیا کی کوئی راحت اس کو آرام نہیں پہنچا سکتی۔ محققین فرماتے ہیں کہ نقصان دینے تین قسم کے ہیں۔

۱ ظالم۔ جس کو اپنے نفع سے غرض نہ ہو صرف دوسرے کا نقصان کرے اپنی اَنا اور خود غرضی کی خاطر۔ ۲ موذی۔ جس کی شرارتوں سے دوسرے کو نقصان پہنچ جائے۔ ۳ حاسد۔ جو اپنے فائدے اور نفع کے لیے دوسرے کا نقصان چاہے یا کرے۔ اور اُن میں سے جو بھی اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے تو وہ خود اپنے پر ظلم کرنے والا۔ کفارِ مکہ نے نبی کریم کی دشمنی میں قرآن مجید اسلام اور اللہ تعالیٰ کی گستاخیوں میں ظلم ایذا اور حسد ہر طرح سے معاندانہ مخالفانہ کام کئے مگر ہر میدان میں ناکام ہوئے اس لیے دنیا میں ذلیل اور آخرت میں معذب ہوئے یہ نقصان اُن کو کسی دوسرے نے نہیں دیا بلکہ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا۔ ان کی اپنی ہی بد کرداری کی سزا اُن کو ملی اور ایسی ملی کہ وَحَاقَ بِهِمْ۔ ان پر ہر طرح ابدی بلائی چھا گئی اب وہ کسی طرف سے کبھی بھی کسی طریقے سے بچ کر نہیں نکل سکتے۔ یہ مصیبت و ظلم خود اُن کا اپنا اس لیے ہے کہ جس چیز کا مذاق اڑاتے تھے وہی عذاب اُن پر انتہائی دردناک ہیبت ناک طریقے سے وارد ہو گیا۔ لیکن عذاب سے پہلے انبیاء و مرسلین کے سمجھانے کے باوجود تمسخرانہ طور پر یہی حال رہا کہ وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ

مِنْ شَیْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ . ابتدا سے ہر کفر اور باطل فرقے کا یہ طریقہ رہا ہے کہ اولاً حق کا مقابلہ اپنے زور بازو سے کیا پھر جب اس سے مقصد پورا نہ ہوا بیہودہ گوئی بد اخلاقی تمسخر سے مقابلہ کیا جب انبیاء کرام نے اس کو بھی اپنی خوش خلقی سے برداشت کر لیا تو اپنے خود ساختہ دلائل سے جیتنے کی کوشش کرنی شروع کی لیکن جب باطل پرستوں کو یہاں بھی ذلت آمیز شکست ہوئی تو اپنے باپ دادوں کی پرانی مثالیں لے بیٹھتے ۔ اور تاخیر عذاب کی ڈھیل کو اپنی سچائی اور رب تعالےٰ کی رضا سمجھتے ۔ اسی کا یہاں ذکر ہے کہ بد عقل مشرکین ۔ اللہ کی حکمت ۔ رضا ۔ مشیت ۔ ارادے اور حکم میں فرق نہیں کرتے اور اس قسم کے تمام مشرکین یہی کہتے پھرتے ہیں کہ اگر یہ ہماری بت پرستی بری ہے اللہ کی مرضی کے خلاف ہے تو اللہ چاہتا تو خود ہی ہم کو کسی طریقے سے جبراً قہراً روک دیتا ہم اس کے غیر کی عبادت کر ہی نہ سکتے کچھ بھی ۔ نہ ہمارے باپ دادے ۔ وہ تو لمبی لمبی ہزار سالہ عمر تک شرک کرتے رہے ان کو تو کسی نے نہ روکا نہ ان پر عذاب آیا بہت ہی خوشخرم زندگی گزار کر دنیا سے چلے گئے ۔ اور عبادتِ غیر اللہ کے علاوہ تو ہم نے بہت سی ایسی اشیا خود اپنے اقوال سے اپنے پر حرام بھی کر لی ہیں اللہ کے کسی صاف ظاہر حکم کے بغیر ۔ لیکن یہ بھی کافی زمانوں سے ہوتا چلا آرہا ہے ۔ اونٹ کی چربی کچھ بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانور بحیرہ سائبہ وصیلہ کچھ دیگر اشیا ۔ اگر یہ بھی بقول تمہارے اے انبیا کے گروہ ۔ اللہ کے خلاف ہوتا تو وہ ہم کو منع کر دیتا یا زبردستی ہم کو روک دیتا ۔ یا ہم میں ان بدعملیوں کی قوت و طاقت ہی نہ رہتی ۔ مگر چونکہ ایسی کوئی رکاوٹ نہ ہوئی لہٰذا یہ سب کچھ شرک کفر اور اپنی مرضی سے جسے چاہیں حرام حرام کہدیں اللہ کی عین مرضی کے مطابق ہے ۔ اس بیہودہ استدلال کا نہایت شاندار جواب فرمایا گیا کہ تم غلط کہتے ہو کہ اللہ نے تم کو یا تمہارے بڑوں کو اپنی رضا سے یہ کر لینے دیا تم کہتے ہو کہ ان بڑوں نے بھی شرک اختیار کیا تھا اور چیزیں حرام کی تھیں تو ان سے بھی اللہ راضی لہٰذا ہمارے شرک و حرام پر ہم سے بھی راضی ہے ۔ یہی کلام جب تمہارے بڑوں یعنی باپ دادوں نے کیا تھا تو ان کو رد کرنے کے لیے بھی ہم نے اپنے انبیاء کرام بھیجے تھے اور جب تمہارے باپ دادوں نے مثل تمہارے انبیا کی بات نہ مانی تھی تو ہم نے ان پر عذاب بھیج کر ان کو فنا کر دیا تھا ۔ ہمارے معظم رسولوں کا کام تو صرف ہمارا حکم پہنچا دینا ہے جو انہوں نے پہلے بہت شاندار طریقے سے کیا اور اب کر رہے ہیں ۔ تم کو تمہارے باپ دادوں کا سب حال ان کی اجڑی بستیاں دکھا دی گئی ہیں ۔ وہ عیش سے نہیں مرے بلکہ ذلت کی موت مرے رہا یہ کہ تم کو گناہ و شرک کی ہمت و طاقت ہی کیوں دی ؟ تو اس لیے کہ تم اشرف المخلوقات ہو ۔

تم جانور حیوان نہیں کہ نکیل ڈال کر تم کو گھسیٹا جائے یا کسی کے کیلے سے باندھ دیا جائے یا لگام ڈال کر مسخر کر دیا جائے اور تم اطاعت پر گھوڑوں گدھوں کی طرح مجبور ہو جاؤ۔ تم زمین میں ہمارے پیارے اور خلیفہ فی الارض ہو۔ تمہارے اعمال کی کچھ اہمیت اور قدر و قیمت ہے تمہاری زندگی قیمتی سرمایہ ہے تمہارے ایک ایک عمل کے لیے ہماری بارگاہ میں دس دس اور ستر ستر گنا۔ بلکہ پچاس ہزار اور لاکھوں گنا تک ثواب تیار ہیں۔ اور ثواب اسی عمل پر ہوتا ہے جو بندہ اپنے اختیار اپنی محبت پیار۔ اور عشق الٰہی سے کرے اسی لیے تم کو عقل دل دماغ فہم فراست شعور۔ علم۔ فکر۔ تدبر کے ذریعے زمین میں ہر اچھے برے فعل پر اختیار بخشا مارے باندھے کے کاموں پر ثواب نہیں ہوا کرتا۔ گدھے گھوڑے کتنی ہی محنت مشقت کی اطاعتِ مالک کریں ان کو کھانا دانا تو ملے گا اُخروی ثواب نہیں ہے۔ انبیاء کرام یہی باتیں بتانے سمجھانے آتے ہیں کہ اے بندو اپنی اور اپنی زندگی و لمحاتِ زندگی اور چند سانسوں کی قدر پہچانو اور رب نے ہر قسم ہر طرح کے کام کرنے کی جو تم کو ہمت طاقت دی ہے اس کو غنیمت جانو شکر کرو پہلوں کا انجام دیکھو جو تمہارے پہلے باپ دادا کرتے اور بھگتتے رہے۔ اب بھی دامن مصطفےٰ میں آجاؤ وقت کو غنیمت جانو۔ اپنے باپ دادا کی کفریہ شرکیہ سے اپنے ضمیر کو دھوکا مت دو۔

مشیتِ الٰہیہ اور رضاءِ الٰہیہ میں فرق سمجھو۔ جبر و قدر کے پیچیدہ مسائل میں اپنی عقل مت دوڑاؤ۔ اور اگر تم ہمارے پیارے نبی کی نبوت اور ان کی پیاری تبلیغ کے صرف اس لیے منکر ہوتے ہو کہ ان کی تبلیغی باتیں کوئی نئی نہیں ہیں وہی اساطیر الاولین۔ پرانے زمانوں کی باتیں۔ نوح و ابراہیم موسیٰ و ہارون (علیہم السلام) جیسی باتیں۔ تو تمہاری دلیلیں بھی تو فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ہیں۔ اپنے باپ دادوں جیسی احمقانہ اور باعثِ عذابِ الیم ہیں۔ ہمارے انبیاء پر تو پہلے بھی اور اب بھی فقط بَلٰغُ الْمُبِيْنُ۔ ہی ہے۔ اگر ایسی ہی بری عادتوں سے تمہارے ان بڑوں پر عذاب آتے رہے تو تم کیسے بچ سکتے ہو۔

فائدے

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ کائناتِ عالم میں ربِ تعالیٰ کی ہدایت کا آخری دروازہ آقاءِ دو عالم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ جس کو اس آستانہ مقدس سے بھی ہدایت نہ ملی اس کو اور کہیں سے ہدایت نہیں مل سکتی۔ ایسا انسان انتہائی بدنصیب ہے یہ فائدہ هَلْ يَنْظُرُوْنَ فرمانے سے حاصل ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہ مان کر اُن کے دروازے سے ہٹ کر منہ موڑ کر صرف عذابِ الٰہی کا انتظار کیا جا سکتا ہے۔ ہدایت تو کہیں سے اب مل سکتی ہی نہیں۔ دوسرا فائدہ۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام

اور خصوصاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۔ تمام مخلوق سے بے نیاز ہیں اگر کوئی بھی ایمان نہ لائے تو بھی انبیاءِ کرام علیہم السلام کا کچھ نہیں بگڑتا یہ فائدہ اس جگہ اور قرآنِ مجید میں کئی جگہ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ فرمانے سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ ۔ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو جس حال میں جہاں بھی رکھے وہ اُس کا عین کرم حکمت اور انصاف ہے کسی بھی تکلیف پر رب تعالیٰ کی طرف ظلم کی نسبت نہیں کی جا سکتی ۔ ہاں البتہ دنیوی تکالیف اور عذاب دنیوی یا اُخروی بندے کی اپنی سیاہ عملیوں بدکاریوں کی اور کفریات کی وجہ سے آتے ہیں ۔ لہٰذا انسان اور خاص کر مسلمانوں کو چاہیئے کہ ہر وقت اپنی نیکی بدی پر دھیان رکھے ۔ نیکی پر شکرِ الٰہی اور بدی پر استغفار اور خوف و دہشت کرتا رہے یہ فائدہ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکامُ القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں ۔

پہلا مسئلہ ۔ فقہاءِ اسلام فرماتے ہیں کہ عقیدہ بدلنے اور بدعقیدگی سے کفر لازم آتا ہے بداعمالی اور گناہ سے کفر لازم نہیں آتا کوئی شخص عقیدہ کفریہ کرے اُس کے مطابق عمل کرے یا نہ کرے کافر ہو جائے گا ۔ یہ مسئلہ ۔ فَاَصَابَهُمْ سَیِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا (الخ) کی اُس تفسیر سے مستنبط ہوا جس میں اعمال سے یہاں مراد قلبی عقیدے ہیں ۔ اور نیز لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا ۔ والے عقیدے سے مستنبط ہوا دُوسرا مسئلہ ۔ حرامِ شرعی صرف وہ چیز ہو سکتی ہے جس کو اللہ رسول حرام فرمائیں اسی لیے ایک جگہ ارشاد ہوا ۔ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (الخ) سورت توبہ آیت ۲۹ کسی دوسرے انسان کے حرام حرام کہنے سے کوئی چیز حرام نہیں ہوتی یہ مسئلہ وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ کی تفسیر سے مستنبط ہوا ۔ لہٰذا اس سے وہ جاہل لوگ عبرت پکڑیں جنہوں نے ہر چیز کو حرام کہنے کی مشین کھولی ہوئی ہے ۔ اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا حرام کہنا ۔ گویا اللہ کی مرضی اور اُس کی بات ہے اور شریعت کا حکم بن گیا ۔ مجتہدین ائمہ اربعہ نے جن اشیاء کو حرام ثابت کیا ہے وہ قرآن و حدیث سے ہی ثابت کیا ہے خود حرام نہیں کہا ۔ واللہ اعلم بالصواب ۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں ۔

پہلا اعتراض ۔ یہاں فرمایا گیا ۔ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۔ كَذٰلِكَ لفظ تشبیہ ہے ۔ اس سے پہلے والا جملہ مشبّہ ہے اور اس سے بعد دوسرے بعد والا جملہ مشبّہ بہ ہے ۔ اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ مشبّہ اپنے مشبّہ بہ کے بالکل مشابہ ہونا چاہیئے ۔ قول عمل اور اُس کے نتیجے ہیں ۔ ورنہ یا تشبیہ غلط ہو گی ۔ یا اگر نتیجہ مختلف ہو تو ظلم ہو گا ۔ کہ بات دونوں نے کی لیکن سزا صرف ایک کو ملی ۔ (آریہ) ۔ اگر

موجودہ کفار نے بھی وہی کفریہ بات کی تھی تو اُن پر وہ عذاب کیوں نہیں آیا جو پہلوں پر آیا یہ بیجا رعایت تو سراسر نا انصافی اور ظلم ہے۔ (دہریہ) جواب۔ اِس کا الزامی جواب تو یہ ہے کہ دنیا میں ہزاروں سزا دینے والوں کے لیے ہزار مواقع ایسے آتے ہیں جب کہ وہ ایک جیسی تعزیری سزا نہیں دیتے حالانکہ جرم ایک جیسا ہوتا ہے اور اس کو کوئی بھی قاضی جج اور منصف حاکم کا ظلم نہیں کہتا بلکہ اس کو دانشوری کہا جاتا ہے۔ ڈاکٹر حکیم لوگ ایک ہی طرح کے دو مریضوں کا مختلف علاج کرتے ہیں اور دونوں کو شفا ہو جاتی ہے۔ خود آریہ کا مذہب ہے کہ مرنے کے بعد آواگون ہو کر جون بدلتی ہے۔ اور دوسرے روپ میں انسان آ جاتا ہے اور گناہگار کتے بلے بندر کی شکل میں آتا ہے۔ حالانکہ ایک قسم کے گناہگار سب کے سب صرف ایک ہی قسم کے جانور بنتے۔ مگر مختلف جونوں میں آتے ہیں اور اس کو بھگوان کی حکمت سمجھا جاتا ہے۔ اگر معترض کی تشبیہ کو مدِ نظر رکھا جائے تو یہ بھگوان کا ظلم اور بے انصافی بنتا ہے جو تم اپنے بھگوان کو بچانے کے لیے جواب دو گے وہی یہاں سمجھ لو تحقیقی جواب یہ ہے کہ اولاً تو تشبیہ میں مکمل تشبیہ ضروری نہیں۔ صرف ایک چیز کا اتحاد بھی تشبیہ کے لیے کافی ہے۔ لہٰذا سابقہ کافر اور موجودہ کافر جنسِ کفر میں آپس میں سب مشابہ ہیں مگر نوعیتِ کفر جداگانہ۔ اس لیے عذاب جداگانہ کسی کو آسمانی عذاب کسی کو زمین پر عذاب قتال جہاد کے ذریعے۔ جن پچھلی اُمتوں پر آسمانی عذاب آئے وہاں ایک حکمت یہ بھی تھی کہ وہ ساری قوم ہی کافر رہی سوائے چند ایک کے۔ اور اُس نبی علیہ السلام پر جہاد فرض نہ ہوا کیونکہ لشکرِ اہلِ ایمانی بنا ہی نہیں۔ لیکن جن انبیاء کرام کے پاس اہلِ ایمان کا لشکر بن گیا۔ اُن پر جہاد فرض اور وہ جہاد ہی کافروں کے لیے خدائی عذاب بن گیا۔ اور قتل ہو کر فوراً عذابِ قبر میں مبتلا ہو گئے۔ یہ جنگ شہدا کے لیئے عذاب نہیں کہ وہ تو شہادت سے راحت میں چلے گئے۔

دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ وَحَاقَ بِهِمْ۔ یعنی حق آگیا اُن پر وہ عذاب۔ لفظ حَاقَ تو حَقٌّ سے مشتق ہے۔ اور حق اچھی چیز کو کہا جاتا ہے۔ باطل کے مقابل۔ تو یہاں بری چیز یعنی عذاب کے لیے حق کا لفظ کیوں استعمال کیا گیا؟ قرآن مجید نے عذاب کو بِئْسَ یعنی برا فرمایا ہے جواب۔ یہ لفظ حیق سے بنا ہے لیکن اگر حقٌّ سے بھی مانا جائے تو حقٌّ کے لغوی معنیٰ ہیں غالب آنا۔ چھا جانا۔ سچائی اور صداقت کو بھی حق اس لیے کہتے ہیں کہ حقیقت میں وہی غالب ہوتا ہے۔ عذاب کو حق اسی لیے کہا گیا کہ وہ غالب آجاتا ہے۔ مغلوب نہیں ہوتا۔ اگرچہ ظاہراً پتہ نہ لگے۔ نیز عذاب کافروں کے لیے بُرا فرمایا گیا۔ کفار پر عذابِ الٰہی آنا مومنوں کے لیے اچھا ہے جیسا کہ چور ڈاکو کی گرفتاری شرفاء کے لیے اچھی ہے خود ڈاکو کے لیے بری تیسرا اعتراض۔ یہاں پہلے بھی فرمایا گیا۔ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اور پھر دوسری جگہ فرمایا گیا۔

کَذٰلِکَ فَعَلَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ مگر اُس کے بعد ہے وَمَاظَلَمَھُمُ اللّٰہُ اور یہاں بعد میں ہے کَذٰلِکَ فَعَلَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ اس فرق کی وجہ کیا ہے ؟ پہلی آیت سے ثابت ہورہا ہے ان پر عذاب آیا۔ اور دوسری آیت سے کفار سے درگزر کرنا ثابت ہورہا ہے ۔ جواب ۔ پہلا اس قسم کا جملہ اور عبارت خود رب تعالیٰ کا قول ہے کہ انہوں نے بھی ایسا کہا تھا لہٰذا ان پر عذاب کا آنا ظلم نہیں تھا ۔ اور اب یہ دوسری عبارت خود کفار کا قول ہے ۔ کہ جس طرح ہم اور یہ موجود کافر شرک کر رہے ہیں ۔ اسی طرح ان سے پہلوں نے بھی شرک وحرام کیا تھا ۔ اس وجہ سے یہاں عذاب کا ذکر نہیں ہے ۔ اور نہ ہی درگزر کا ذکر ہے ۔

تفسیر صوفیانہ

هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِیَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ یَاْتِیَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ فَاَصَابَهُمْ سَیِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ۔ اہلِ شقاوت صرف اسی چیز کے منتظر ہیں کہ اُن کے پاس سوطِ عذاب کے صدائے غیبی کے ظلمات آئیں ۔ یا قہرِ بُعد کا فیصلہ ربّانی آ جائے ۔ بد باطن نفوس نے فسادِ جسمانی میں بہی اعمالِ ظلمت کئے ۔ شریعت کی عبادت طریقت کی ریاضت والی بندش و پابندی یہ رب کا ظلم نہیں ۔ ظلم تو اشقیا نے ان پابندیوں سے ہٹ کر خود اپنی جانوں پر کیا لہٰذا ان کو موتِ نفسانی کی بُرائی شقاوت کی بدبختی پہنچی ۔ اور عقلِ سلیم قلبِ صحیح کے جن مُراقبوں کا نفسِ شیطانی مذاق وانکار کرتے تھے ۔ اُسی کی کثافت نے ان کو ابدی سزا میں گھیر لیا ۔ وَقَالَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍ نَّحْنُ وَلَاۤ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ۔ خواہشاتِ دنیا کے دنیا پرست مشرکوں نے کہا کہ اگر رب تعالیٰ چاہتا تو ہم دنیا پرستی اور خواہشاتِ نفسی نہ کرتے کچھ بھی نہ ہم نہ ہمارے باطنی آباؤ اجداد قلبی رجحان و ارادے اور نہ ہم دنیا سازی سیاست بازی کے لیے اپنی مرضی سے نئی نئی راہیں جائز ونا جائز تجارت کی کھولتے یہ سب کچھ دنیا بنانے والے خالق تعالیٰ کی رضا سے ہم کر رہے ہیں ۔ ندائے غیبی سے قلبِ محجوب پر جواب آتا ہے کہ یہی بدعملی اُن سے پہلے بدکاروں نے بھی کی تھی اُن کے پاس بھی عقل وضمیر کے پیغامِ اسرار مبعوث تھے ۔ ضمیر کی آواز نے سمجھایا تھا ۔ تو ضمیر وقلب وعقل وخرد کے باطنی اسرار کا کام تو کھلا کھلا پہنچانا ہی ہے صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ جب بندہ طلبِ مولیٰ بن کر توفیق کا لباس اور سعادت کا زیور پہن کر خلوتِ مراقبہ کے حجلۂ عروسی میں فروکش ہوتا ہے ۔ تو ضمیرِ شوق کا دوج باطنی سینۂ اسرار کے پردے اٹھا کر قلبِ مستور کو جگاتا ہے اس وقت بندہ دنیا کی تمام فکروں اُلجھنوں پریشانیوں سے بے نیاز ہوتا طالبِ حق کے لیے حیاتِ دنیوی کا یہ عظیم وعجیب سرور بخش موڑ ہوتا ہے اور بندہ سمجھ جاتا ہے کہ مجھ کو اسی دن کے لیے پیدا کیا گیا ہے ۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ

اور البتہ بیشک بھیجا ہے ہم نے بیچ ہر اُمت ایک رسول اس لیے کہ تم لوگ عبادت کرو اللہ کی

اور بیشک ہر اُمت میں ہم نے ایک رسول بھیجا کہ اللہ کو پوجو

وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَ

اور بچو تم سب بتوں سے تو کچھ اُن میں وہ ہیں جن کو ہدایت دی اللہ نے اور

اور شیطان سے بچو تو اُن میں کسی کو اللہ نے راہ دکھائی اور

مِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِيْرُوْا فِی

کچھ اُن میں وہ کہ لازم ہوئی پر اُن گمراہی تو سیر کرو میں

کسی پر گمراہی ٹھیک اتری تو زمین میں چل پھر کر

الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۶﴾

زمین پس آنکھوں سے دیکھو کیسا ہوا تھا انجام جھٹلانے والوں کا

دیکھو کیسا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا ،

اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِیْ مَنْ

اگر تم قلبی محبت سے چاہو پر ہدایت اُن کی پس بیشک اللہ نہیں ہدایت دیتا اُس کو

اگر تم اُن کی ہدایت کی حرص کرو تو بیشک اللہ ہدایت نہیں دیتا جسے

يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۷﴾

گمراہ کرتا ہے جس کو اور نہیں ہے لیے اُن کے کوئی بھی مددگار

گمراہ کرے اور اُن کا کوئی مددگار نہیں

تعلق ان آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیت کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔
پہلا تعلق - پچھلی آیتوں میں انسانوں کے دو گروہ کا ذکر ہو رہا ہے۔ اب یہاں وجہ بتائی جا رہی ہے کہ یہ دو گروہ کیوں بن گئے۔ فَمِنْهُمْ مَنْ هَدَى اللّٰهُ - نے یہ اشارہ فرمایا ہے
دوسرا تعلق - پچھلی آیت میں کفار کے ان کاموں کا ذکر ہوا جو وہ خود کرتے رہے اور ان کی وجہ سے ظالم کافر ہوئے۔ اب ان آیات میں رب تعالیٰ ان کو ایک عمل کا حکم فرما رہا ہے جس کی وجہ سے وہ پھر خوفِ الٰہی اور نیکی میں آسکتے ہیں اور برائی و ظلم سے بچ سکتے ہیں۔
تیسرا تعلق - پچھلی آیتوں میں بتایا گیا تھا کہ ہمارے پیارے رسولوں پر صرف احکامِ الٰہیہ قرآن و حدیث کا پہنچا دینا لازم ہے کسی کے ایمان لانے کی ذمہ داری ان پر نہیں۔ اب ان آیتوں میں فرمایا جا رہا ہے کہ اے پیارے حبیب آپ کسی کے ایمان کی اتنی حرص نہ فرماؤ کہ اپنے آپ کو ہی مغموم کر لو اللہ آپ کے گستاخوں کو کبھی ہدایت نہ دے گا۔ اور نہ کوئی دنیا و آخرت میں ان کا مددگار ہو۔

شانِ نزول - ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابو العالیہ تابعی سے روایت کی کہ ایک مشرک کی ایک مسلمان سے قرض کے لین دین پر کچھ بات ہوئی دورانِ گفتگو مسلمان نے کہا اس رب کی قسم جس سے میں مرنے کے بعد ملنے کا یقین رکھتا ہوں میں اپنا قرضہ تجھ سے ضرور وصول کر لوں گا۔ تو کافر نے قسم کھائی کہ اللہ ہرگز مردے زندہ نہیں کر سکتا۔ تب یہ تین آیتیں نازل ہوئیں از آیت ۳۶ تا آیت ۳۸۔

تفسیر نحوی وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَیْهِ الضَّلٰلَةُ - واؤ سرِ جملہ - لام کے - تاکیدیہ تحقیقیہ قَدْ بَعَثْنَا باب فَتَحَ کا ماضی قریب مثبت معروف صیغہ جمع متکلم۔ مخاطب ذات بابرکات جَلَّ مَجْدُهٗ ہے۔ بَعْثٌ سے بنا ہے کسی کو کسی بڑی ذمہ داری کے ساتھ بھیجنا۔ یا سختی سے کسی کو اٹھانا۔ فی جارہ مکانی ظرفیت کے لیے۔ کُلّ اسم تاکیدی اُمَّةٍ۔ اسم مفرد جامد اس کا جمع ہے اُمَم۔ یہ نکرہ عمومی ہے بمعنی ہر گروہ ہر جماعت ہر آل۔ مضاف الیہ ہے کُلّ یہ مرکب مجرور ہے فی سے اور متعلق ہے قَدْ بَعَثْنَا کا۔ رَسُوْلًا۔ اسم مفرد صفت مشبہ بمعنی اسم مفعول مُرْسَل۔ بحالتِ فتحہ ہے مفعول بہ ہے قَدْ بَعَثْنَا کا۔ اَن۔ حرف ناصبہ بمعنی اَیْ تفسیریہ ترجمہ ہوا یعنی اس لیے کہ۔ یا اَن مصدریہ ہے۔ تب معنیٰ ہوگا۔ رسول بھیجا ہم نے عبادت کرانے کے لیے۔ دوسرے معنیٰ قوی ہیں۔

اُعْبُدُوا۔ باب نَصَرَ کا فعل امر حاضر معروف صیغہ جمع مذکر حاضر اَنتُم ضمیر مستتر اس کا فاعل عَبْدٌ سے مشتق ہے۔ بمعنی اطاعت۔ حکم پر چلنا۔ فرماں بردار۔ پوجا۔ یہ لغوی تراجم ہیں مگر منقول شرعی میں کسی کو ذاتی مستحق سمجھ کر اُس کی عزت اور فرمانبرداری کرنا عبادت اور عطائی مستحق سمجھ کر کرنا۔ اِتباع ہے۔ عبادت اور عبودیت دونوں مصدر ہیں مگر تین طرح فرق ہے۔ اوّل یہ کہ رب تعالےٰ کی نسبت سے اُس کا نام عبادت اور بندے کی نسبت سے عبودیت دوم یہ کہ کرنے سے پہلے عبادت نام ہے اور کرتے وقت یا کرنے کے بعد اُس کا نام عبودیت سوم یہ کہ عبادت عام ہے ہر فرماں برداری کو۔ یہاں تک کہ مومن کا سونا جاگنا۔ کھانا۔ پینا۔ سب عبادت۔ مگر عبودیت صرف پرستش۔ پوجا۔ سجدہ ریزی کا نام۔ یہ حقیقی فرق ہیں لیکن مجازاً عبودیت کو بھی عبادت کہدیا جاتا ہے۔ اَللّٰہَ اسم مفرد جامد۔ نام ذاتی ہے باری تعالیٰ بحالتِ نصب ہے مفعول بہٖ ہے اُعْبُدُوا کا۔ فعل فاعل مفعول مل کر جملہ فعلیہ اَنْ مصدریہ کے لحاظ میں مفعول لہٗ ہے قَدْ بَعَثْنَا کا۔ اور اَنْ تفسیریہ کی صورت میں مفسّر ہے پورے کلام سابقہ کا۔ واؤ عاطفہ اِجْتَنِبُوا۔ بابِ اِفتعال امر حاضر معروف جمع مذکر۔ مصدر ہے۔ اِجْتِنَابٌ۔ بمعنی۔ پرہیز کرنا۔ دور رہنا۔ بچنا۔ نفرت کرنا۔ یہاں ہر معنی درست ہے۔ جَنْبٌ سے بنا بمعنی ایک کروٹ ہونا۔ علیحدہ رہنا۔ اِسی معنی میں مسافر کو اجنبی اور پلید کو جُنبی کہا جاتا ہے۔ الف لام استغراقی ہے اگر طاغوت کو حکمی جمع مانا جائے اور الف لام عہدی ذہنی ہے اگر طاغوت کو لفظاً واحد مانا جائے۔ طَاغُوْتَ۔ اسم مفرد جامد۔ جنسی لفظ ہے لہٰذا یہ واحد جمع مذکر۔ مؤنث سب کے لیے مستعمل ہے۔ اس کا معنی۔ بُت یا شیطان۔ بحالتِ فتحہ ہے مفعول بہٖ ہے یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے۔ اُعْبُدُوا اللّٰہَ پر۔ فَ۔ حرفِ تعقیب یا حرفِ تعلیل یعنی بَعَثْنَا کے بعد یا بَعَثْنَا کے ذریعہ یا وجہ سے۔ مِنْ جارّہ تبعیضیہ۔ ھُمْ۔ ضمیر جمع مذکر غائب مجرور متّصل اِس کا مرجع عام لوگ یا ہر نبی علیہ السّلام کی قوم۔ مَنْ اسم موصول بحالتِ رفع فاعل ہے پوشیدہ فعل یَکُوْنُ۔ یا کَانَ کا۔ در اصل عبارت اس طرح تھی فَیَکُوْنُ مِنْھُمْ مَنْ (الخ) مِنْھُمْ جار مجرور اسی پوشیدہ مضارع فعل تامّہ یا ماضی کا متعلق ہے۔ ھَدٰی باب ضَرَبَ کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب اَللّٰہُ اِس کا فاعل یہ جملہ فعلیہ صلہ ہے مَنْ کا پھر فاعل ہے پوشیدہ کا ھَدْیٌ سے بنا ہے بمعنی۔ منزلِ ایمان تک پہنچانا۔ واؤ عاطفہ مِنْ جارّہ تبعیضیہ۔ ھُمْ ضمیر کا مرجع وہی قومِ نبی علیہ السّلام مجرور۔ اِس جار مجرور کا عطف ہے ماقبل مِنْھُمْ پر۔ مَنْ اسم موصول بحالتِ رفع معطوف سابقہ مَنْ پر۔ حَقَّتْ۔ بابِ نَصَرَ کا فعل ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ واحد مؤنث غائب حُقُوْقٌ مضاف ثلاثی سے بنا ہے۔ بمعنی۔ صحیح ہونا۔ مضبوط ہونا۔ مطابق ہونا۔

ٹھیک نشانے پر پڑنا ثابت ہو جانا۔ چھا جانا۔ یہاں یہ آخری معنیٰ زیادہ مناسب ہیں۔ بعض اہل لغت نے اس کا ترجمہ کیا ہے دھنس جانا۔ علیٰ جارہ فوقیت کے لیے ہ ضمیر مجرور متصل۔ اس کا مرجع مَنْ ہے۔ متعلق ہے حَقَّتْ کے۔ الف لام عہدِ خارجی یا جنسی۔ ضَلَالَةُ۔ اسم مصدر ثلاثی بروزنِ فَعَالٌ۔ آخر میں ۃ مصدریہ ہے۔ بمعنیٰ گمراہ ہونا۔ گمراہ کرنا۔ یہاں اسم جامد حاصل مصدر ہے۔ یعنی گمراہی۔ اس کا مادہ ضَلَلٌ۔ مضاف ثلاثی بحالتِ رفع ہے فاعل ہے حَقَّتْ کا۔ حَقَّتْ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا مَنْ موصولہ کا فَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ۔ فَ تعلیلیہ سِيْرُوْا۔ بابِ ضَرَبَ کا امر حاضر معروف صیغہ جمع مذکر۔ سَيْرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ پھرنا۔ چکر لگانا گھومنا پھرنا۔ چلتے ہوئے آس پاس دیکھتے جانا ہلکی چال۔ اَنْتُمْ ضمیر اس میں پوشیدہ ہے اس کا فاعل ہے جس کا مرجع کفارِ مکہ یا سارے لوگ ہیں۔ فِىْ جارہ ظرفیہ۔ الف لام عہدِ خارجی ارض اسم مفرد جامد مؤنث لفظی۔ مجرور ہے متعلق ہے سِيْرُوْا کا۔ فَ تعقیبیہ۔ اُنْظُرُوْا۔ بابِ نَصَرَ کا امر حاضر معروف جمع مذکر۔ نَظْرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ غور کرنا۔ آنکھ سے دیکھنا۔ دل دماغ کو حاضر کر کے دیکھنا۔ اَنْتُمْ ضمیر مستتر کا مرجع کفارِ مکہ۔ كَيْفَ۔ اسم غیر متمکن مبنی۔ مُبْهَم۔ ظرفِ مجازی۔ سوالیہ ہے کبھی شرطیہ بھی ہوتا ہے۔ بیانِ حالت یا سوالِ حالت یا تعلیق حالت کے لیے ہوتا ہے۔ محلاً منصوب ہے خبرِ مقدم ہے كَانَ فعل ناقصہ ماضی مطلق کی۔ صیغہ واحد مذکر غائب عَاقِبَةُ۔ اسم مفرد جامد۔ یا مشتق اسم فاعل مؤنث عَقْبٌ سے بنا ہے بمعنیٰ پیچھے ہونا۔ بعد میں ہونا۔ آخر میں ہونا مراد ہے انجام۔ نتیجہ۔ مضاف ہے۔ الف لام استغراقی۔ مُكَذِّبِيْنَ بابِ تفعیل کا اسم فاعل صیغہ جمع مذکر۔ مصدر ہے تَكْذِيْبٌ۔ بمعنیٰ جھٹلانا۔ کسی کو جھوٹا کہنا۔ مجرور ہے مضاف الیہ ہے عاقبت کا یہ مرکب اضافی اسم ہے كَانَ ناقصہ کا اور پورا جملہ فعلیہ ناقصہ مفعول بہ ہے اُنْظُرُوْا کا۔ اور وہ جملہ فعلیہ ہو کر علت ہوا سِيْرُوْا کا۔ اِنْ۔ حرفِ شرط۔ تَحْرِصْ۔ بابِ ضَرَبَ کا فعل مضارع مثبت معروف صیغہ واحد مذکر حاضر اَنْتَ ضمیر مخاطب اس میں مستتر ہے حِرْصٌ۔ یا حَرْصٌ سے بنا ہے۔ بمعنیٰ کسی چیز کی زیادتی ہونا۔ خواہش اور تمنا کی زیادتی کو لالچ کہتے ہیں اگر صرف اپنا مفاد ہو تو طمع ہے۔ اگر اپنا بھی غیر کا بھی یا فقط غیر کا مفاد ہو تو حرص ہے بری چیز کے لیے ہو تو جائز ہے۔ علیٰ حرفِ جر استحصال کے لیے هُدٰى۔ اسم مفرد جامد حاصل مصدر ہے۔ بمعنیٰ ایمان نصیب ہونا۔ ہدایت ملنا هُمْ ضمیر کا مرجع کفارِ مکہ مضاف الیہ ہے هُدٰى کا۔ اور مرکب اضافی مجرور ہے علیٰ سے متعلق ہے تَحْرِصْ۔ مضارع مجزوم ہے اِنْ شرطیہ سے۔ جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی۔ فَ جزائیہ اِنَّ حرفِ مشبہ شروع کلام میں ہے اَللّٰهَ اسم

مفرد منصوب اسم ہے اِنّ کا۔ لَا یَہْدِیْ۔ باب ضرب کا فعل مضارع منفی بلا صیغہ واحد مذکر غائب ھُوَ ضمیر اس میں مستتر اِس کا فاعل ہے جس کا مرجع اللہ ہے فعل حال کے معنیٰ میں ہے مَنْ اسم موصول بحالتِ فتحہ مفعول بہ ہے لَا یَہْدِیْ کا یُضِلُّ۔ باب اِفعال کا مضارع مثبت معروف۔ دراصل تھا یُضْلِلُ۔ لام کا لام میں ادغام کیا گیا کیونکہ دونوں ہم جنس اور ہم مخرج ہیں۔ لام کا مخرج زبان کا کنارہ نوک اور سامنے کے اوپر والے دو دانت کی تختہ تالو میں پوشیدہ۔ اِن کو ضواحک کہتے ہیں کیونکہ ہنسی میں کھلتے ہیں۔ ضَلَّ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے بمعنیٰ گمراہ ہونا لازم ہے اِفعال نے متعدی کیا بمعنیٰ گمراہ کرنا۔ واو حالیہ یا سرجملہ۔ مَا نافیہ مشبہ بلیس۔ لام جارہ نفع کے لیے ھُم ضمیر کا مرجع مَنْ ہے جو لفظاً واحد مگر معناً جمع ہے ھُم ضمیر میں معنیٰ کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ مِنْ جارہ تبعیضیہ نکرہ کے لیے بمعنیٰ کوئی۔ نٰصِرِیْنَ۔ باب نصر کا اسم فاعل جمع مذکر۔ بحالتِ کسرہ ہے۔ مِنْ سے۔ اِس کا واحد ہے نَاصِرٌ۔ نَصْرٌ سے بنا ہے۔ بمعنیٰ اپنے حساب اور اپنی اہلیت کے برابر کسی کی مدد کرنا۔ بحالتِ کسرہ ہے۔ مِنْ جارہ سے۔ لَھُمْ اور مِنْ دونوں جار مجرور متعلق ہیں مَوْجُوْدٌ پوشیدہ اسم مفعول کے اور وہ شبہ جملہ ہو کر اسم ہوا مَا نافیہ کا اور اس کی خبر محذوف ہے۔ مِنْ نّٰصِرِیْنَ۔ یہ جملہ صلہ موصول سے جڑ کر خبر ہے مَا کی ایک قول میں مِنْ جارہ زائدہ لغو ہے۔ اور نّٰصِرِیْنَ۔ خبر ہے اِنّ کی یہ مرکب زیادہ آسان ہے۔ کیونکہ پوشیدہ خبر مجازاً صفت بن جاتی ہے۔ ما موصولہ حال سابقہ مَنْ کا۔ اور وہ مفعول بہ اور پھر لَا یَہْدِیْ جملہ فعلیہ ہو کر جزا ہے شرط کی۔

تفسیر عالمانہ

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَیْهِ الضَّلٰلَةُ فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ ۔ کفارِ مکہ کا یہ کہنا کہ ہمارے باپ دادا اسی طرح شروع سے کرتے چلے آرہے ہیں اور یہ بت پرستی کا دین بہت زمانوں سے جاری ہے آج تک کسی نے اِس کو برا نہ کہا نہ کسی نے منع کیا نہ کسی طرح سے اللہ نے روکا نہ اللہ کے نزدیک یہ برا ہے اگر یہ برا ہوتا تو اللہ ہم کو نہ کرنے دیتا۔ کفار کی یہ باتیں سراسر جھوٹ اور کذب بیانی پر مبنی ہیں ورنہ تاریخی اور جغرافیائی اعتبار سے یہ بھی جانتے سمجھتے ہیں کہ البتہ بیشک ہم نے ابتداء سے آج تک ہر انسانی گروہ قبیلے اور قوم و اُمّت میں ایک ایک رسول بھیجا۔ اور ہر رسولِ مکرم و معظم نے سب لوگوں سے ایک ہی تبلیغ فرماتے ہوئے فرمایا کہ صرف اللہ کی عبادت کرو۔ اور ہر طاغوت یعنی سرکش ملعون اور گمراہ کرنے والے اور دامنِ نبوت عظمتِ انبیاء اولیاء سے دور رکھنے والے شیطان سے بچو ایک طرف رہو۔ تو ہمیشہ سے ہی

ایسا ہوتا چلا آرہا ہے کہ نہ سب نے دعوتِ انبیاء کا انکار کیا نہ ہی سب نے اقرار کیا بلکہ بہت سے ان میں ایسے ہوئے کہ انہوں نے انبیاءِ کرام علیہم السّلام کے پیغامِ ربانی کو عقلِ سلیم اور تاریخی مناظر و مشاہد کی روشنی میں تدبر و تفکر سے سوچا تو ان کو ربِ کائنات نے اپنے فضل و کرم سے ہدایت عطا کی۔ اور بہت سے ایسے بدنصیب ہوئے کہ انکی غرور و تکبر والی نفسانی شیطانی طبیعت نے ان کو حقیقت کو سوچنے سمجھنے کا موقعہ ہی نہ دیا۔ اور انبیاءِ عظام کو غریب و حقیر سمجھتے ہوئے ہمارے پیارے نبیوں کا مذاق ہی اڑاتے رہے۔ اور اللہ کے دین نبی کے دامن مخلصین کی صحبت اولیاءُاللہ کی محفلوں سے دور ہٹنے کے لیے طرح طرح کے بہانے قسم قسم کی دلیلیں بناتے رہے یہ وہی لوگ تھے جن پر ازل سے ہی لعنت کی پھٹکار اور دُور کی گمراہی لاحق ہو چکی تھی۔ اے موجودہ کافرو تم کیسے کہتے ہو کہ تمہارے سارے ہی باپ دادا بت پرست رہے۔ وہ بھی تو تمہارے ہی آباؤ اجداد تھے جو فوراً بارگاہِ رسالت کے حاضر باش ہو گئے۔ اور وہ بھی تمہارے ہی باپ دادا تھے جو کافر ہی رہے لیکن ہم نے کسی کو ایسے ہی نہیں چھوڑ دیا۔ بلکہ آئندہ نسلوں کے لیے ہم نے نیکوں کی نیکی کا اور بروں کی برائی کا پورا پورا نشان قائم فرما دیا۔ لہٰذا فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ذرا زمین میں نکل کر سیر کر کے تو دیکھو۔ تو جگہ جگہ ہمارے سابقہ انبیاءِ کرام ان کی تبلیغ۔ قانون اور شریعت و کتاب کو جھٹلانے والوں کا بھی انجام دیکھ لو۔ اور ہمارے پیاروں کے آستانے اور مزارات بھی دیکھ لو۔ مفسّرین فرماتے ہیں کہ کفار کا یہ کہنا کہ کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے اگرچہ حقیقتاً درست ہے مگر چونکہ کفّار کا منشا اس کلام سے انبیاءِ کرام کا مذاق اڑانا اور نبوّت کو بیکار اور جھوٹا سمجھنا تھا اِس لیے کفّار کا یہ قول کفر قرار دیا گیا۔ خیال رہے کہ طاغوت ہر اُس چیز کو کہتے ہیں جو بندے کو دینِ الٰہی اور اللہ رسول سے دور کرے خواہ وہ شیطان ہو یا اُس کی ذریت یا بُت ہوں یا بت پرستی کرانے والے پنڈت پادری وغیرہ۔ انسانی بت کی پرستش حضرت نوح علیہ السّلام کے زمانے سے شروع ہوئی اور جانوروں کی پوجا حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے زمانے سے اور درختوں کی پوجا حضرت سلیمان علیہ السّلام کے زمانے سے۔ اور آسمان و کواکب کی پوجا حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے زمانے سے آگ کی پوجا عیسیٰ علیہ السّلام کے زمانے سے آگ کا پہلا پجاری زرتشت تھا۔ یہ سارے مل ملا کر تقریباً تین سو ساٹھ طاغوت بنتے ہیں۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)۔

اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ اے پیارے نبی جانِ کائنات رحمۃٌ عالمین۔ قانونِ ازلی ہے کہ ہدایت کا انمول موتی نہ جبر سے دیا جاتا ہے نہ قہر سے نہ کسی کی نرمی دل سے۔ اور ایسی جبری قہری ہدایت کا فائدہ بھی کوئی نہیں۔ ہدایت تو منزلِ شوق کا راستہ ہے۔

بغیر چاہت اور طلب کے نہیں دی جا سکتی۔ اے نبی تم تو سراپا رحمت ہو ہر شخص کی ہی فلاح و ہدایت پر قلبی حرص و خواہش رکھتے ہو۔ لیکن یہ کفار مکہ اور سرداران قریش اتنے سخت بد تہذیب اور آپ کے گستاخ بے ادب بے نصیب ضدی ہٹ دھرم ہیں کہ اگرچہ ہم کو تسلیم کرتے ہیں مگر اے نبی تم کو مجنون وغیرہ کہتے ہیں اور وحی کو اساطیر کہہ کر مذاق کرتے ہیں لوگوں کو دین سے روکتے ہیں اپنے عقیدوں کو اچھا اور اسلام کو برا کہتے ہیں۔ ان بدبختوں کی ہدایت پر اگرچہ تم حرص کرو تو بھی بیشک اللہ تعالیٰ اپنے قدیمی قانون کے مطابق اس کو کبھی بھی ہدایت نہیں دے گا جس کو گمراہی میں بھٹکتا چھوڑ دیتا ہے۔ اور ایسے لوگوں کیلئے دنیا و آخرت میں کسی طرح کا کوئی مددگار نہیں۔ نہ دنیا میں توفیق خیر دے کر گمراہی سے کوئی بچا سکے نہ آخرت میں اللہ کے عذاب سے کوئی چھڑا سکے۔ اس لیے کہ جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرنے کا ارادہ فرمالیتا ہے تو پھر کسی کی مجال نہیں جو اس کو بچالے۔ اس فیصلہ کے بعد تو کسی کی حرص۔ خواہش دعا التجاء کوئی بھی کارآمد نہیں۔ اور ایسے شخص کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ کسی وقت بھی کسی کا سمجھانا اس کو درست یا نرم دل نہیں کرتا۔ کسی کی نصیحت یا میٹھی اچھی بات اس پر اثر نہیں کرتی۔ تند خو۔ مغرور اور گستاخ بنا رہتا ہے۔

فائدے اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ کی عبادتوں میں سب سے بڑی اور ابتدائی۔ پہلی عبادت ایمان لانا ہے۔ اگرچہ یہ ایمان قبول کرنا دل کا کام ہے ثابت ہوا کہ دل کے اعمال بھی عبادت ہیں اور صرف قلبی خیالات پر ثواب ملے گا۔ اور یہ اللہ کا کرم ہے کہ برے خیالات پر رب تعالیٰ پکڑ نہیں فرمائے گا مگر اچھے خیالات اور ارادوں پر ثواب ضرور ملے گا۔ بلکہ اچھے خیالات تصورات اور ذہنی ریاضت پر تو ولایت غوثیت قطبیت بھی مل جاتی ہے۔ یہ فائدہ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔ اس لیے کہ انبیاء کرام کافروں کو ایمان ہی کی دعوت دیتے ہیں کفار پر ایمان والی عبادت ہی فرض ہے ایمان لانے اور قلبی عقیدے ارادے درست کرنے کو ہی عبادت قرار دیا گیا۔ اس کی نافرمانی پر ہی کفار کو عذاب ہوگا۔ ورنہ کفار دنیا میں بحالت کفر نماز روزے کے مکلف نہیں۔ دوسرا فائدہ۔ چونکہ ایمان اور عبادات اسلامیہ بہت اہم ہیں اور اللہ نے تمام انبیاء کرام کو اسی مقصد کے لیے مبعوث فرمایا ہے لہٰذا اچھوں کی صحبت میں بیٹھنا اور بروں سے بچنا نہایت ضروری اور فرائض اسلامیہ میں داخل ہے یہ فائدہ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ فرمانے سے حاصل ہوا۔ کوئی شخص اپنے ذاتی علم عقل اور لیاقت پر بھروسہ نہ کرے اسی بھنور میں بڑے بڑوں کو ڈوبتے دیکھا گیا ہے۔ تیسرا فائدہ۔ کسی شخص کا بدنصیب رہنا اور انبیاء اولیاء علماء۔ قرآن و حدیث سے فیض اور ایمان نہ پانا۔ تبلیغ اور تقریر وعظ و نصیحت یا علماء اولیاء اللہ کا قصور نہیں۔ یہ نافرمان کی اپنی بدقسمتی ہے۔ اس لیے نہ تبلیغ بند کرنی چاہیئے نہ اسلامی شریعت اور مسائل میں نرم طریقہ یا تبدیلی یا

وقتی رکھ رکھاؤ یا کسی کا لحاظ مروت ہو۔ اسلام میں جتنی نرمی ہونی چاہئے تھی وہ اللہ نے خود ہی فرما دی ہے اب بندے کے اختیار میں نہیں ہے
یہ فائدہ۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ کی تفسیر سے حاصل ہوا کسی ہرتقدیر کسی کافر یر کسی کافر کا زمی کا مطالبہ تسلیم نہ کیا گیا۔ اس سے وہ لوگ اور مرجودہ
پیری کا دھندہ کرنیوالے عبرت پکڑیں جو سیاسی طور پر اور مریدوں کی تعداد بڑھانے کیلئے خود اور مریدوں کو بدلنے کی کوشش نہیں کرتے اسلام
کو ہر طرح اپنی مرضی کا بنانا چاہتے ہیں اور یہی قسم کے مولوی اور مفتی اپنے لیے منتخب کر لیتے ہیں۔ اسی طرح پہلے
بادشاہ کرتے تھے۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔
پہلا مسئلہ۔ فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ جن سفروں کا اسلام اور قرآن میں رب تعالیٰ نے اور حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے اور اس حکم کی وجہ سے جو سفر کفار پر ضروری اور مسلمانوں پر واجب ولازم ہوگئے ہیں ان سفروں میں عذاب شدہ بستیاں دیکھنا عبرت پکڑنا تو یہ استغفار میں بھی یہ شامل ہیں یہ مسئلہ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ الخ میں اُنْظُرُوْا امر فرمانے سے مستنبط ہوا۔ اس اعتبار سے فَشُدُّوا الرِّحالَ میں بھی یہ شامل ہے۔ دوسرا مسئلہ۔ مسلمانوں کو دنیوی علوم خاص کر علم تاریخ اور علم جغرافیہ اور ہر زمانے کی سواری چلانے کا علم مثلاً پہلے زمانے میں گھوڑے اونٹ چلانے کا علم سیر اور مشق اور آج کل ہوائی جہاز ریل۔ کار۔ بس ٹینک۔ اور بحری جہاز کی ڈرائیوری سیکھنا واجب اور ضروری ہے۔ یہ مسئلہ بھی فَانْظُرُوْا والی آیت اور اس کی امریت وحکمت باطنی سے مستنبط ہوا۔ اس کی مزید وضاحت ہماری کتاب اسلام کی عالمگیر خوبیاں میں پڑھیئے۔
تیسرا مسئلہ۔ فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ دنیوی کاموں میں حرص کرنا حرام ہے۔ لیکن دینی کاموں میں حرص عین جائز بلکہ واجب ہے اور دنیوی حرص پر عذاب ہے تو دینی کاموں میں حرص کرنے پر ثواب ہے۔ یہی حکم لالچ کا ہے۔ یہ مسئلہ اِنْ تَحْرِصْ کی تفسیر سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔
پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ الخ زمین میں خوب ہر طرف چلو پھرو جاؤ سفر کرو۔ اور حدیث پاک میں ہے لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا ثَلَاثَۃٍ تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور طرف سفر نہ کرو۔ ان دونوں میں مطابقت کیسے ہو۔ جواب۔ مطابقت بہت آسان ہے یا اس طرح کہ آیت میں کفار کو عبرت کے لیے سفر کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اور مسلمانوں کو فضول سفروں سے روکا جا رہا ہے۔ یا اس طرح کہ آیت میں سیر کا حکم ہے جو صرف عبرت پکڑنے اور دین اسلام کی طرف راغب ہونے کے لیئے اور حدیث پاک میں سفر سے ممانعت کی جا رہی ہے۔

سیر میں دو جگہ دیکھنی مقصود ہوتی ہے مشقت نہیں ہوتی۔ سفر میں اصل غرض ذاتی کام اور مشقت ہوتی ہے جس سے وہ کسی جگہ کو غور سے نہیں دیکھ سکتا۔ نیز حدیث پاک میں دوسری مسجدوں کو دیکھنے زیارت کرنے کی غرض میں سفر سے منع فرمایا گیا قابل زیارت صرف یہ تین مسجدیں ہیں۔ باقی دنیا کی سب مسجدیں برابر ہیں۔ پس اپنی مسجد کی ہی پانچ وقت زیارت کرو۔ اس سے تبلیغی وہابیوں کو عبرت پکڑنی چاہیئے جو اپنی نور مسجد کو مسجد نبوی سے بھی افضل سمجھتے ہیں۔ (معاذ اللہ) اور لوگوں کو اپنی مسجد کی زیارت کی ترغیب دیتے ہیں۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا اِنْ تَحْرِصْ عَلٰی هُدٰهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ یعنی اے نبی تم اگرچہ کفار کی ہدایت پر حرص فرماؤ مگر بیشک اللہ اُن کو ہدایت نہیں دے گا۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم بالکل کسی کو ہدایت نہیں دے سکتے۔ اور تمام علماء اسلام فرماتے ہیں کہ ہدایت نام ہے کفر کی ظلمت سے نکال کر اسلام کے نور میں لانا۔ اور یہ ہدایت تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دینا ثابت ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ سورۃ ابراہیم آیت ۱ اور سورت شوریٰ آیت ۵۲ میں ارشاد ہے وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ان آیتوں سے ثابت ہوتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت دیتے ہیں ان میں مطابقت کس طرح ہو۔

جواب۔ دراصل ہدایت چھ قسم کی ہے۔

۱ قرب الٰہی کی منزل مقصود تک پہنچانا۔ ۲ دل میں دین کی محبت ڈالنا۔ ۳ توفیق خیر اور حالات سازگار ہونے۔ ۴ منزل مقصود کے راستے تک لے آنا۔ ۵ راستہ دکھا دینا۔ ۶ راستے پر چلانا پہلی تین ہدایتیں صرف رب تعالیٰ دے سکتا ہے کوئی اُس کے علاوہ نہیں دے سکتا اس آیت میں ان ہی تین قسم کی ہدایتوں کا ذکر ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حریص ہونے کا معنی یہ ہے کہ آپ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان گمراہوں کو بھی ہدایت توفیق عطا فرمائے اور ان کے دل میں اسلام قرآن کی محبت ڈال دے۔ اور فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ سے ہدایت نبوت کی نفی نہیں ہوتی بلکہ حرص کے پورا نہ ہونے کی بات ہو رہی ہے۔ ہدایت کی چوتھی اور چھٹی قسم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرماتے ہیں۔ ہدایت کی پانچویں قسم قرآن مجید سے بھی حاصل ہوتی ہے اور حدیث پاک سے بھی اور اولیا علما سے بھی۔ لیکن سب سے بڑی ہدایت رب تعالیٰ کی ہے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھر قرآن مجید کی پھر حدیث پاک پھر اولیاء اللہ پھر علما سے ملنے والی ہدایت۔

تفسیر صوفیانہ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَیْهِ الضَّلٰلَةُ فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ

اے دردِ فراق کے عالمِ عشق میں بسنے والو۔ البتہ بیشک ہم نے ہر گروہِ طالبین میں پیغامِ معرفتِ الٰہیہ کے ساتھ اپنا الہاماتِ ربانی کا رسول مبعوث فرمایا کہ تمام ظاہری باطنی جہری سری خواہشات و اعمال میں اپنے خالق ذوالجلال کی رضا پر ہی جھکے رہو۔ اور باطل کی طاغوتی طاقتوں سے دور اور متنفر رہو۔ تو اللہ ہی نے کسی کو ہدایت ایصال الی المطلوب کی منزل تک جوارِ قرب کی تجلیات میں پہنچایا۔ اور کچھ بدنصیبوں پر وادیِ درکات کی گمراہی گھر گئی۔ اور وہ راہِ معرفت سے دور بھٹکتے ہوئے موتِ فنا میں گر گئے لہٰذا اے عبرتِ انجام کی نگاہ والو زمینِ اجسام کی تدبر و تفکر کی سواری پر سوار ہو کر سیر کرو پھر دیکھو مراقبۂ روحانی سے کہ مشاہدۂ انوار کو جھٹلانے والوں اور دور بھٹکنے والوں کا انجامِ بد کیسا ہوا۔ صوفیا کی اصطلاح میں بَعَثْنَا سے مراد وارداتِ احوال ہے۔ اُمّت سے مراد شخصیتِ جسمانی ظاہری و باطنی ہے۔

رسول سے مراد رب تعالیٰ کے غیبی الہام ہیں عباداتِ صوفیاء سے مراد مراقبۂ غور تدبر و تفکر ہے۔ طاغوتِ باطنی نفس کے وسوسے ہیں جو طالبِ حق کے لیے سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ ان کی طرف توجہ نہ دینا اجتنابِ مومن ہے۔ صوفیاءِ کرام فرماتے ہیں کہ اہلِ شریعت کے مشرب میں یہاں مومن و کافر کا تذکرہ ہے۔ لیکن ہمارے مشرب و مذہب میں مَنْ هَدَى اللّٰهُ سے درویش صادق اور صداقت کا پیکر راہِ معرفت کا فقیر مراد ہے۔ اور مَنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ ہے۔ منزلِ معرفت کے گمراہ مراد ہیں خواہ جبہ و دستار میں اہلِ ظاہر ہوں یا طرۂ امتیاز میں اہلِ دنیا ہوں۔ یا دلقت و شلوار میں اہلِ باطن ہوں۔ سِيْرُوْا کا حکمِ الٰہی سیرِ جسمانی تدبرِ نفسانی اور مراقبۂ روحانی کے لیے ہے فِي الْاَرْضِ سے زمینِ قلبی و نفسی مراد ہے۔ فَانْظُرُوْا کا اشارہ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔ کی طرف ہے۔ اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ۔ اے عقلِ سلیم اور قلبِ حلیم اور طبیعتِ شریف تو اگر ان مکر کے لباس والے گمراہوں کی ہدایت پر خواہش مند اور حریص بھی ہو۔ تو بھی خالق کُنْ فَيَكُوْنُ اس بدنصیب کو ہدایتِ منزلِ انوار نہیں بخشتا جس کو اس کی بدذاتی و سرکشی کی وجہ سے وادیِ ناسوت میں ذلتِ گمراہی دیتا ہے اور بے کسی کے اس لق و دق ویران میدان میں کوئی بھی اس کا مددگار نہیں ہوتا۔ یہ عذابِ فراق کی گمراہی اس لیے ہے تاکہ عالمِ اسرار میں درویشِ مخلص فقیرِ صادق کی سچی پہچان ہو سکے فقیرِ مخلص و درویش کا روحانی لباس یہ ہے کہ فکر و تدبر کا جبہ۔ عجز کا ٹپکا۔ ذکرِ دائمی کا عمامہ علم کثیر کا کرتہ۔ کثرتِ حلم کا بٹن کلامِ جمیل کا رومال۔ قربِ حسین کا تہبند۔ فراخدلی کی بنیان تزکیۂ نفس کی چادر۔ رجوع الی اللہ کا عصا۔ اور غیرت کی جلوت۔ حیا کی خلوت میسر ہو۔ اس کا ہنسنا تبسم ہو۔ اور اس کا سوال صرف تعلم ہو۔ غافل کو جگانے والا ہو جاہل کو سکھانے

والا ہو۔ اور موذی کو ہٹانے والا ہو۔ ایذا پر بے صبری نہ کرے۔ بے سمجھوں کی محفل نہ کرے۔ مصیبت سے غمناک نہ ہو۔ غیبت میں بات نہ کرے۔ محرمات سے دور ہو۔ شبہات سے واقف ہو۔ مغرور ہو۔ غریب کا معین ہو۔ یتیم کا حفیظ ہو۔ چہرے میں بشاشت ہو۔ سینے میں خالص ہو۔ اور دل میں حزانت ہو۔ ذکر مشغول ہو۔ فقر مسرور ہو۔ دین میں شہد سے زیادہ میٹھا ہو۔ اور لوہے سے زیادہ سخت ہو نہ اپنا بھید کھولے نہ کسی کا پردہ پھاڑے۔ حکمت میں لطیف ہو۔ خلوت میں شہید ہو۔ یعنی مشاہدہ کرنے والا۔ اور جلوت میں حسین ہو۔ اپنے وجود کا محاسبہ کرے اسرار کا مکالمہ کرے نفس سے مجادلہ کرے۔ طیب مذاق ہو۔ حسن اخلاق ہو۔ نرم کروٹوں والا ہو۔ طویل جاگنے والا ہو۔ جہلا کے لیے صبر والا ہو۔ بڑوں کا احترام اور چھوٹوں کا شفقت والا ہو۔ اس کی الفت تقویٰ ہو اطوار حیا ہو۔ حرکات ادب ہوں۔ اقوال عجب ہو۔ صبح کا راضی۔ دوپہر کا صابر اور شام کا شاکر۔ رات کا عاقل ہو۔ قلب وفور ہو۔ قول موزوں ہو فکر مجول ہو۔ صادق اللسان ہو طاہر الجنان ہو۔ پہلے فقہ حاصل کرے پھر خلوت میں شاغل ہو۔ بغیر علم کے عبادت کرنا اصلاح نہیں فساد باطن ہے۔ قدم راسخ ہو۔ مشرب مبارک ہو۔ درویشی کا یہ لباس ہو تو بندے کو تلویح علویت اور فقیر کو امیری ولایت ملتی ہے۔ (از فرمودات غوث پاک شہنشاہ ولایت) اے رب کریم مجھ کو اور میری اولاد کو بھی یہ نعمتیں عطا فرما۔ آمین بجاہ رحمۃ عالمین یارب العالمین۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ

اور قسم بولی انہوں نے کی اللہ سختی سے ہاتھ ہلا ہلا کر اپنے کر نہیں اٹھا سکے گا اللہ اس کو جو

اور انہوں نے اللہ کی قسم کھائی اپنے حلف میں حد کی کوشش سے کہ اللہ مردے

يَّمُوْتُ ۭ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا

مرجاتا ہے حالانکہ لازم وہ ہو چکا ہے پکا اور لیکن اکثر لوگ نہیں

نہ اٹھائے گا ہاں کیوں نہیں سچا وعدہ اس کے ذمہ پر لیکن اکثر لوگ

يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ

جانتے ہیں۔ تاکہ ظاہر کردے لیے اُن کے جو قیامت میں اختلاف کرتے ہیں میں جس

نہیں جانتے۔ اس لیے کہ انہیں صاف بتادے جس بات میں جھگڑتے تھے

وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ﴿۳۹﴾

اور تاکہ آنکھوں جانیں وہ جو کافر رہے کہ بیشک تھے وہ جھوٹ بولنے والے۔

اور اس لیے کہ کافر جان لیں کہ وہ جھوٹے تھے

اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ

فقط بات ہماری لیے کسی چیز کے جب ارادہ کیا ہم نے یہ ہے کہ کہتے ہیں لیے اس کے کہ ہو جا

جو چیز ہم چاہیں اس سے ہمارا فرمانا یہی ہوتا ہے کہ ہم کہیں ہو جا

فَيَكُوْنُ ﴿۴۰﴾ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا

تو وہ ہو جاتی ہے اور وہ جو مہاجر بنے راہ الٰہی میں بعد اس کے کہ

وہ فوراً ہو جاتی ہے۔ اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے گھر بار چھوڑے

ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَلَاَجْرُ

ظلم کیے گئے البتہ ضرور ٹھکانہ دیں گے ہم اُن کو میں دنیا بہت شاندار اور البتہ آخرت

مظلوم ہو کر ضرور ہم دنیا میں انہیں اچھی جگہ دیں گے اور بیشک آخرت کا

الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ الَّذِيْنَ

کا بدلہ بہت بڑا ہے اگر یہ کافر جانتے ہوں ان کو جنہوں نے

ثواب بہت بڑا ہے کس طرح لوگ جانتے وہ جنہوں نے

ع ۵ ۱۱

وقف لازم

صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۴۲﴾

صبر کیا اور پر رب اپنے بھروسہ کرتے ہیں۔

صبر کیا اور اپنے رب ہی پر بھروسہ کرتے ہیں

تعلّق اِن آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔
پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں کفار کو زمین میں سیر کرنے کا حکم دیا جا رہا تھا تاکہ وہ سرکشوں کے انجام کو دیکھ کر اپنی تاریخی معلومات بڑھانے کے ساتھ ساتھ خشیتِ الٰہی بھی حاصل کریں جو ذریعۂ ایمان ہے۔ اب اِن آیتوں میں بتایا گیا کہ وہ دنیا و آخرت کی حقیقتوں سے بے علم ہیں۔ ان کے لیے ہی ظاہر کرنے کو یہ حکم دیا گیا ہے۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیات میں فرمایا گیا تھا کہ اے نبی آپ اِن کفار کے ایمان پر مشفقانہ حرص نہ فرمائیے۔ اب اِن آیات میں وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فرما کر بتایا جا رہا ہے کہ ہدایت اُن کو ملے گی جو آپ کی محبت میں سب چیزوں کو چھوڑ کر مہاجر بن جائے۔ اور اُس کے دل میں آپ کی محبت ہو تب دولتِ ایمانی حاصل ہو گی۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیات میں دو گروہوں کا ذکر ہوا تھا اب اِن آیتوں میں اُن کی نشانیاں بتائی جا رہی ہیں۔ کہ بے ہدایتے گمراہ جھوٹی قسمیں کھا کر اپنے دین کو بچاتے رہتے ہیں۔ اور مخلص نیک بندے اللہ پر ہی بھروسہ کرتے ہیں۔

شانِ نزول۔ ابن جریر نے داؤد بن ہند سے انہوں نے حضرت قتادہ تابعی سے روایت فرمایا کہ جب کفارِ مکہ نے مسلمانوں کو بہت ستانا شروع کیا تو سخت مجبوری میں محبتِ رسول پاک اور دولتِ ایمان بچانے کے لیئے سب گھر بار مال و دولت کو چھوڑ چھاڑ کر مکے پاک سے ہجرت کر گئے پہلے حبشہ گئے۔ اور جب تک نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مدینہ طیبہ ہجرت نہ کی اُس وقت تک یہ حبشہ میں غربت کی حالت میں رہے کل ۸۰ صحابہ کرام نے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی پھر وہاں سے مدینے طیبہ کی طرف جسے میں آٹھ ماہ قیام رہا اِسی دوران تب یہ چار آیتیں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں۔ از ۳۹ تا ۴۲۔

تفسیر نحوی وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ۔ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ واؤ سر جملہ۔ اَقْسَمُوْا۔ بابِ اِفعال کا فعل ماضی مطلق صیغہ جمع مذکر غائب هُمْ ضمیر مستتر کا مرجع کفارِ مکہ قسم سے بنا ہے مصدر اِقسام ہے ب جارہ معیت کی یا

مفعولیت کی۔ جَهْدَ۔ اسم مصدر ہے بمعنیٰ۔ طاقت لگانا۔ زور سے یا جوش سے بولنا۔ چیخنا بات کرنے میں۔ بحالتِ فتحہ ہے یا اس لیے کہ مفعول مطلق ہے جَهَدُوْا فعل پوشیدہ کا اور وہ جملہ فعلیہ ہوکر حال ہوا اَقْسَمُوْا کے فاعل کا۔ یا اس لیے کہ یہ خود حال ہے فاعل کا مضاف ہے اس لیے تنوین (دو زبریں) نہیں آئی۔ اَیْمَانِ۔ اسم جمع مکسّر منصرف اِس کا واحد ہے یَمِیْنٌ بمعنیٰ قَسَمٌ۔ یُمْنٌ سے صفت مشبہ مشتق ہے یُمْنٌ کا اصلی لغوی معنیٰ ہے۔ قوّت طاقت برکت نحوست کا مقابل۔ اسی معنیٰ سے داہنے یعنی سیدھے ہاتھ کو یمین کہتے ہیں کہ اس میں طاقت قوّت ہے اور مسلمان کے اسی ہاتھ میں برکت ہوتی ہے۔ اور اِس معنیٰ کی مناسبت سے قَسَم کو یمین کہا گیا کہ پُرجوش قَسَم کے وقت ہاتھ پر یہ ہاتھ مارا جاتا ہے خاصکر اہلِ عرب ایسا کرتے ہیں اب ہر قسم کا نام یمین ہے نرم ہو یا گرم۔ قَسَم کو قَسَم اس لیے کہا جاتا ہے کہ اِس کے ذریعے سچ جھوٹ۔ اچھے بُرے کو تقسیم کیا جاتا ہے۔ اَیْمَانِ مضاف ہے ھُمْ ضمیر جمع غائب مضاف الیہ مرجع کفارِ مکہ ہیں۔ یہ سب عبارت قسم کا بَیان ہوا۔ اور مابعد مُقْسَمٌ علیہ ہے۔ اور یہ جملہ اَقْسَمُوْا انیا جملہ ہے۔ ایک قول میں اِس کا عطف ہے وَقَالَ الَّذِیْنَ پر۔ لَا یَبْعَثُ باب فَتَحَ کا مضارع معروف منفی بمعنیٰ مستقبل صیغہ واحد مذکّر غائب بَعْثٌ سے بنا ہے بمعنیٰ بھیجنا۔ اُٹھانا۔ کھڑا کرنا۔ یہاں مراد زندہ کرکے اُٹھانا ہے۔ اَللّٰهُ اِسم ظاہر۔ اِس کا فاعل ہے۔ کلامِ قسمیہ سے نفی میں شدت آئی جس سے قدرت کی نفی ہوئی یعنی اُٹھا سکتا ہی نہیں۔ مَنْ اسم موصول واحد مذکّر خاص ہے عقل والوں سے یَمُوْتُ۔ باب نَصَرَ کا مضارع مثبت معروف واحد غائب ھُوَ ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے جس کا مرجع مَنْ ہے یہ جملہ فعلیہ صِلہ ہوا مَنْ کا اور موصول صِلہ مفعول بہٖ ہوکر مُقْسَمٌ علیہ۔ بلیٰ۔ حرفِ ایجاب سابقہ نفی کو توڑ کر ثبوت کے لیے ہے۔ وَعْدًا۔ اسم مصدر مفعول بہٖ ہے پوشیدہ فعل وَجَبَ ماضی کا۔ اُس کا فاعل ضمیر ھُوَ مستتر جس کا مرجع اللہ ہے۔ علیٰ جارّہ وجوب کے لیے۔ ہٗ ضمیر نفی واحد مذکّر غائب مرجع اللہ تعالےٰ بمعنیٰ اپنا۔ ترجمہ ہے اپنے پر۔ حَقًّا۔ اسم مصدر بحالتِ نصب حال ہے وعدًا کا۔ بمعنیٰ۔ سچا۔ حق۔ مضبوط۔ یہاں ہر معنیٰ درست ہے اس کی دوسری ترکیب اس طرح کی گئی ہے کہ وعدًا مفعول مطلق وَعَدَ فعل پوشیدہ کا اور حقًّا مفعول مطلق حَقَّ فعل پوشیدہ کا۔ واؤ حالیہ یا سَر جملہ لٰکِنَّ۔ حرفِ مشبّہ تحقیق کے لیے نہ کہ اِستدراک کے لیے۔ اَکْثَرَ۔ اسم تفضیل مذکّر بحالتِ نصب اسم ہے لٰکِنَّ کا مضاف ہے کثرۃٌ سے بنا ہے۔ بمعنیٰ زیادہ ہونا لازم ہے۔ الف لام جنسی۔ نَاس اسم لفظاً واحد معنًی جمع۔ بعض نے کہا انسان کی جمع ہے۔ بحالتِ کسرہ مضاف الیہ ہے اَکْثَرَ کا۔ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ باب سَمِعَ کا فعل مضارع منفی بلَا۔ صیغہ جمع مذکّر غائب۔ عِلْمٌ سے بنا ہے۔ ھُمْ ضمیر مستتر فاعل ہے جس کا مرجع ہے اَکْثَرَ۔ یہ جملہ

فعلیہ ہو کر خبر ہے لٰکِنَّ کی۔ ایک ترکیب میں لٰکِنَّ جملہ اسمیہ ہو کر حال ہو دوم وعدًا کا۔ مگر صحیح یہ ہے کہ یہاں جملہ مکمل ہوگیا۔ ماقبل سے کوئی تعلق نہیں۔ لِیُبَیِّنَ لَهُمُ الَّذِیْ یَخْتَلِفُوْنَ فِیْهِ وَلِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِیْنَ لامِ کئے مکسورہ تعلیلیہ کیونکہ یہ سب کلام مابعد والا علت ہے وعدًا علیہ کی یُبَیِّنَ۔ فعل مضارع معروف مثبت باب تفعیل سے مصدر ہے تَبْیِیْنٌ۔ بمعنیٰ۔ بیان کرنا۔ ظاہر کرنا۔ جدا کرنا۔ تفریق اور امتیاز کرنا۔ یہاں ہر معنیٰ درست ہے۔ لام جارہ مفعولیت کا ھُمْ ضمیر جمع مذکر مجرور متصل کا مرجع کفار مکہ جار مجرور متعلق ہے یُبَیِّنُ کا۔ ھُمْ ضمیر موصوف ہے مابعد کا۔ اَلَّذِیْنَ۔ اسم موصول جمع مذکر۔ یَخْتَلِفُوْنَ۔ باب افتعال کا مضارع مثبت معروف بمعنیٰ حال۔ مصدر ہے اختلاف۔ بمعنیٰ جھگڑا کرنا۔ پیچھے رہنا۔ نہ ماننا۔ ظاہراً یہ ایجاب ہے معنیً نفی ہے۔ ھُمْ ضمیر مستتر فاعل جس کا مرجع کفار مکہ۔ فِیْ جارہ ظرف مکانی مجازی بمعنیٰ بارے میں۔ ہٖ ضمیر کا مرجع وعدًا۔ حقًا ہے۔ واؤ عاطفہ۔ لام کئے مکسور تعلیلیہ۔ یَعْلَمُ باب سَمِعَ کا فعل مضارع مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب۔ عِلْمٌ سے بنا ہے بمعنے جاننا سمجھنا۔ اس کا فاعل اَلَّذِیْنَ۔ اسم موصول جمع مذکر۔ کَفَرُوْا۔ فعل ماضی مطلق مثبت معروف باب نَصَرَ سے ہے کُفْرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ شرک کرنا ھُمْ ضمیر اس میں پوشیدہ فاعل ہے۔ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا۔ موصول صلہ مل کر فاعل ہے یَعْلَمُ کا۔ اَنَّ حرف مشبہ ھُمْ ضمیر کا مرجع کفار مکہ یَعْلَمُ کا فاعل یُبَیِّنَ اور یَعْلَمَ دونوں مفتوح ہیں کیونکہ ان سے پہلے دونوں جگہ لام کئے موجود ظاہر ہے اور اس میں ہمیشہ اَنْ ناصبہ پوشیدہ ہوتا ہے اس نے نصب دیا ہے۔ یَعْلَمَ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا یُبَیِّنَ کا۔ اور معطوف علیہ معطوف سے مل کر علت ہوئی وَعْدًا پورے جملے کی۔ اَنَّهُمْ میں ھُمْ ضمیر اس کا اسم ہے كَانُوْا كٰذِبِیْنَ کَانُوْا فعل ناقصہ ماضی مطلق جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر مستتر اس کا اسم۔ کٰذِبِیْنَ۔ باب ضَرَبَ کا اسم فاعل۔ واحد ہے کَاذِبٌ۔ کِذْبٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ جھوٹے ہونا۔ جھوٹ بولنا۔ جھوٹا کہنا بحالت نصب ہے خبر ہے اَنَّ کی۔ کَانُوْا فعل ناقصہ ماضی بعید کے معنیٰ میں ایک قول میں ماضی استمراری کے معنیٰ میں ہے۔ کَانُوْا اپنے اسم خبر سے مل کر خبر ہے اَنَّ کی اَنَّ جملہ اسمیہ ہو کر یَعْلَمَ کا مفعول بہ ہوا۔

اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَاۤ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ وَ الَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِی اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَ لَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ۔ الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ۔ اِنَّمَا۔ دو لفظوں سے متصلہ ہے۔ اِنَّ حرف تحقیق لغو۔ مَا کافہ نے لغو کیا اور حصر پیدا کیا ترجمہ ہوا۔ فقط۔ قَوْلُ مصدر مضاف بمعنیٰ بات۔ کہنا۔ فرمان۔ حکم۔ نَا ضمیر جمع متکلم فاعل مضاف الیہ۔ اس کا مرجع ہے اللہ تعالیٰ۔ لام جارہ مفعولیت کا شَیْءٍ اسم مفرد جامد بمعنیٰ چیز

مجرور ہے لام سے۔ یہ جار مجرور متعلق ہے قَوْلُ مصدر سے۔ اِذَا ظرفیہ زمانیہ دائمی بمعنیٰ جب بھی اَرَدْنَا۔ بابِ اِفعال کا فعل ماضی مطلق صیغہ جمع متکلم مخاطِب باری تعالیٰ ہے۔ مصدر ہے اِرَادۃٌ۔ اور اِرَادَۃٌ۔ رَیْدٌ اجوف یائی سے بنا ہے۔ بمعنیٰ۔ تہیا کرنا۔ آمادہ ہونا۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب منصوب ہے مفعول بہٖ ہے اپنے عامل اَرَدْنَا سے متصل یعنی جڑا ہوا ہے یہ جملہ فعلیہ ہوکر ظرف ہے قَوْلُ مصدر کا اور وہ سب مل کر شبہ جملہ ہوکر مبتدا ہے۔ اَنْ حرفِ ناصبہ نَقُوْلَ فعل مضارع مثبت معروف صیغہ جمع متکلم نَحْنُ ضمیر مستتر کا مرجع اللہ تعالیٰ لام جارّہ مفعولیت کا یا سببیت کا ہٗ ضمیر کا مرجع شَیْءٌ ہے جار مجرور متعلق ہے نَقُوْلَ کا جملہ فعلیہ ہوکر قول ہوا کُنْ۔ باب نَصَرَ کا امر حاضر معروف صیغہ واحد مذکر حاضر معتل ہے یعنی اس کے وزن اور شکل میں تبدیلی کی گئی ہے۔ دراصل اُكْوُنْ تھا بروزنِ اُنْصُرْ۔ کَوْنٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ ہونا۔ اَنْتَ ضمیر مستتر اِس کا اسم ہے کُنْ یہاں تامّہ ہے۔ ایک قول میں ناقصہ ہے اَنْتَ ضمیر واحد حاضر پوشیدہ اسم ہے اور اِس کی خبر ظاہرًا اسم فاعل یا موجودًا پوشیدہ ہے یعنی ہوجا تو ظاہر۔ یا موجود۔ یہ جملہ فعلیہ تامّہ یا ناقصہ مقولہ ہوا۔ قول مقولہ مل کر۔ مفعول بہٖ دوم ہوا فَ جزائیہ یَکُوْنُ فعل مضارع باب نَصَرَ سے صیغہ واحد مذکر غائب تامّہ ہو تو ھُوَ ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے اور جملہ مکمل ہے اگر ناقصہ ہے ھُوَ مستتر اس کا اسم ہے اور جملہ مکمل ہے اگر ناقصہ ہے ھُوَ مستتر اس کا مرجع پہلا ہٗ ہے اور لفظ ظاہر پوشیدہ اس کی خبر۔ یہ جملہ فعلیہ تامّہ ناقصہ ہوکر جزا ہوئی اِذَا اَرَدْنَا کی یا۔ اَنْ نَقُوْلَ کی۔ واؤ سرِ جملہ اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع ھَاجَرُوْا باب مُفَاعَلَۃٌ کا ماضی مطلق معروف صیغہ جمع مذکر غائب ھُوَ مستتر اِس کا فاعل مرجع اَلَّذِیْنَ ہے۔ مصدر مُھَاجَرَۃٌ۔ ہِجْرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ۔ چھوڑنا۔ دور ہونا۔ ترکِ وطن کرنا۔ فِیْ جارّہ بمعنیٰ لام تعلیلیہ ترجمہ ہے لیے اَللّٰہِ اسم مفرد جامد مجرور ہے متعلق اوّل ہے ھَاجَرُوْا کا۔ مِنْ جارّہ تبعیضیہ ابتداءِ غایت کے لیے ہے۔ بَعْدِ اسم ظرفِ زمانی مجرور ہے مِنْ سے مضاف ہے اِس کا مضاف الیہ ظاہر ہے اس لیے یہ متمکّن معرب ہے۔ مَا موصولہ۔ ظُلِمُوْا باب ضَرَبَ کا ماضی مطلق مجہول ھُمْ ضمیر نائب فاعل۔ ظُلْمٌ بنا ہے بمعنیٰ نقصان دینا۔ تکلیف ایذا رسانی کرنا۔ یہ جملہ فعلیہ ہوکر صلہ ہوا اور موصول صلہ مضاف الیہ بَعْدِ کا۔ وہ جار مجرور متعلق دوم ھَاجَرُوْا کا۔ اور ھَاجَرُوْا جملہ فعلیہ ہوکر صلہ ہوا۔ موصول صلہ مبتدا ہوا۔ لام ابتدا مفتوحہ۔ یا فعل لَنُبَوِّئَنَّ مضارع لام تاکید با نون تاکید ثقیلہ۔ بمعنیٰ مستقبل۔ صیغہ جمع متکلم مخاطِب اللہ تعالیٰ ہے۔ باب تفعیل سے ہے مصدر ہے۔ بمعنیٰ جگہ دینا۔ ٹھہرانا۔ بَوْءٌ سے بنا ہے۔ بمعنیٰ رہائش کے لیے اُترنا یا اتارنا۔ ھُمْ ضمیر منصوب متّصل مفعول بہٖ ہے جس کا مرجع ہے اَلَّذِیْنَ۔ فِی جارّہ ظرفیہ مکانیہ الف لام عہدِ ذہنی۔ دُنْیَا۔ اسم تفضیل مؤنّث۔

مذکر ہے اَدْنیٰ ۔ دَنُوٌّ سے مشتق ہے بمعنی گھٹیا ہونا ۔ دور ہونا ۔ یہاں مراد ہے یہ جہانِ زندگی دار العمل ۔ جار مجرور متعلق ہے اور حَسَنَۃً تمیز ہے یا حال ہے لَنُبَوِّئَنَّ کی ایک قول میں حَسَنَۃً مفعولِ دوم ہے لَنُبَوِّئَنَّ کا کیونکہ یہ فعل لَنُعْطِيَنَّ کے معنیٰ میں ہے اور وہ متعدی بدو مفعول ہے اُس کے معنیٰ کا لحاظ رکھتے ہوئے ۔ متعدی بدو مفعول ہوگیا ۔ اگرچہ اپنے معنیٰ میں یہ متعدی بیک مفعول ہوتا ہے نحات کا یہ قاعدہ کہ حال یا فاعل کا ہوتا ہے یا مفعول کا کلیہ نہیں دیکھو حَسَنَۃً ایک قول میں فعل کا حال بن رہا ہے لَنُبَوِّئَنَّ جملہ فعلیہ ہوکر خبر ہوئی وَالَّذِيْنَ مبتدا کی ۔ واؤ سر جملہ ۔ لام کئے اَجْرُ اسم مفرد جامد بمعنیٰ بدلہ مضاف ہے ۔ الف لام عہدی آخِرَۃِ ۔ اسم فاعل مؤنث بمعنی پیچھے آنے والی ۔ آخر میں ہونے والی مراد ہے دوسرا جہان عالَم جزادارِ ثواب مکسور ہے کیونکہ مضاف الیہ ہے اَجْرُ ۔ یہ مرکب اضافی خبر مقدم ہے یا مبتدا ہے ۔ اَکْبَرُ اسم تفضیل صیغہ واحد مذکر ۔ کِبْرٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ بڑا ہونا ۔ عام ہے ہر اعتبار کی بڑائی کو ۔ ترجمہ ہے بہت بڑائی والا ۔ بحالت رفع کیونکہ خبر ہے مبتدا کی یا مبتدا مؤخر ہے ۔ یہ جملہ اسمیہ ہوکر جزاءِ مقدم ہے ۔ لَوْ حرفِ شرط تمنائی کا لَوْ کَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۔ فعل ماضی استمراری صیغہ جمع مذکر غائب مگر یہاں لَوْ شرطیہ نے ماضی کے معنیٰ میں کر دیا ہے ۔ هُمْ ضمیر مستتر اس کا فاعل ۔ اَلَّذِيْنَ اسم موصول ۔ اِس کے ماقبل سے تعلق میں دو قول ہیں ۔

۱ یہ کہ یہ منصوب ہے مفعول بہ ہے يَعْلَمُوْنَ کا ۔ ۲ دوم یہ کہ مرفوع ہے فاعل ہے يَعْلَمُوْنَ کا ۔ ایک شاذ قول یہ بھی ہے کہ اس سے پہلے اَعْنِيْ فعل پوشیدہ ہے اور اُس کا مفعول بہ ہے ۔ میرے نزدیک پہلا قول درست ہے ۔ صَبَرُوْا ۔ باب نَصَرَ کا ماضی مطلق جمع مذکر هُمْ ضمیر مستتر فاعل یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ واؤ عاطفہ ۔ عَلٰی جارہ فوقیت کا رَبِّ اسم جامد مکسور ہے عَلٰی سے هِمْ ضمیر مجرور متصل مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی مجرور ہوکر متعلق مقدم ہے حصر کے لیے يَتَوَكَّلُوْنَ باب تفعّل کا مضارع مثبت معروف بمعنیٰ حال صیغہ جمع مذکر غائب ۔ مصدر ہے تَوَکُّلٌ ۔ وَکْلٌ مثالی واوی سے بنا ہے بمعنے بھروسہ کرنا یہ جملہ فعلیہ ہوکر معطوف ہوا پھر جملہ عطف صلہ ہوا ۔ موصول صلہ مفعول بہ ہوا ۔

تفسیر عالمانہ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ۔ اور یہ کفار مکہ بڑی پکی قسمیں کھائے بیٹھے ہیں کہ اللہ تعالٰی نہیں زندہ اٹھا سکتا اُس شخص کو جو مر کر مٹ گیا ۔ محققین فرماتے ہیں کہ تمام ادیانِ عالم تین قسم کے ہیں ۔ ۱ آسمانی دین ۲ مشرکانہ دین ۔ ۳ دہریہ دین ۔ آسمانی دین والے زندگی بعد موت اور قیامت حشر نشر

کو مانتے ہیں۔ اس کے علاوہ تمام مشرک اور دہریہ لوگ خواہ وہ کبھی کسی زمانے کسی قوم و گروہ کے ہوں
مرنے کے بعد دوسرے جہان کی زندگی کو نہیں مانتے۔ ان ہی مشرکین میں سے کفارِ مکہ تھے۔ جو بڑے
ہی پختہ عقیدے کے ساتھ ہر ایک کے سامنے سخت لہجے پر عزم الفاظ اور ہاتھ پر ہاتھ مار کر اہلِ عرب
کے دستور کے مطابق قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ ہرگز ہرگز ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ اللہ تعالیٰ ان بھربھری
بوسیدہ ہڈیوں کو پھر زندہ کر کے انسان بنا دے۔ ظاہری لفظوں میں تو ان کفار نے صرف قیامت کا
ہی انکار کیا تھا مگر اس انکار سے تین چیزوں کا انکار خود بخود ہو جاتا ہے۔ اس لیئے باری تعالیٰ
جل مجدہٗ نے ان ہی تین طریقوں سے جواب دیتے ہوئے کفار کے بناوٹی نظریئے خود ساختہ
عقیدے کی مکمل و مدلل تردید فرما دی۔ ۱ قیامت کے انکار سے انبیاءِ کرام کی شان۔ ان کے فرمودہ
قانون و تبلیغ اور مقصدِ بعثت کے فوائد کا انکار ہو جاتا ہے کہ جب دوسری زندگی حشر نشر کچھ ہے ہی
نہیں تو پھر بعثتِ نبوت بیکار بے فائدہ ہوئی۔ اس کا تردیدی جواب ان الفاظ میں فرمایا گیا کہ۔ بَلٰی
وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا۔ قیامت ضرور آئے گی اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاءِ کرام اپنے کلام پاک کے ذریعے
کئی بار اس کا مضبوط پکا وعدہ فرمایا ہے۔ انبیاءِ کرام اور کلامِ الٰہی یہ وعدہ سنانے کے لیے ہی تشریف
لاتے رہے۔ یہ وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔ لہٰذا نبوت کی آمد بہت مفید اور قابلِ تسلیم ہے بلکہ احسانِ
باری تعالیٰ ہے کہ مصیبت پڑنے سے پہلے خبردار کر دیا۔ لیکن اکثر عقل کے اندھے اس فائدے کو
نہیں جانتے۔ ۲ اسی طرح قیامت کے انکار سے ایک بہت بڑے تجربے مشاہدے کا بھی انکار ہو
جاتا ہے کیونکہ دنیا میں ہر شخص دن رات دیکھتا ہے کوئی دنیا میں ظالم ہے کوئی مظلوم کوئی عبادت گزاری
کی محنتوں میں ہے کوئی فسق و فجور کی عیاشیوں میں۔ اور اسی حالت میں دنیا سے چلا جاتا ہے اکثر ظالم کو
کوئی سزا نہیں ملتی اور مظلوم کی کوئی دادرسی نہیں ہوتی۔ اس دنیا میں ہزاروں جھگڑے فیصلے نہیں ہو پاتے کہ
بندہ مر جاتا ہے۔ یہ کیفیات بتاتی ہیں کہ فیصلے کا دن کوئی اور ہی ہے۔ ہر دین والا اپنے دین کو سچا اور
دوسرے کے دین کو جھوٹا کہتا ہے۔ مگر اس دنیا میں اس کا فیصلہ نہیں ہوتا اس لیئے عقل و ضمیر مانتی ہے
کہ دوسری زندگی لازمی اور یقینی ہے اس لیئے جو قیامت کا منکر ہے وہ گویا اپنی عقل و خرد کا ہی منکر ہے۔
اگر قیامت نہ ہوتی تو ظلم اور بے انصافی ہوتی۔ اور قیامت کا آنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ۔ لِيُبَيِّنَ
لَهُمُ الَّذِي يَخْتَلِفُونَ فِيهِ۔ تاکہ ظاہر بتا دے کہ دنیا میں ان باتوں میں تم ہمارے نیک بندوں سچے نبیوں
سے جھگڑا کرتے تھے اور انبیاءِ کرام اپنی کمال شفقت سے تمہاری تکلیفوں کو برداشت کرتے تھے
بھلا کیسے ہو سکتا تھا کہ قیامت کا انصاف والا دن قائم نہ ہو۔ ورنہ تو سب عبادت ریاضت دینی محنت

مشقت بیکار ہو جاتی۔ اور ہر شخص ظلم و گناہ پر دلیر ہو جاتا۔ قیامت کی دہشت ہی تو ظالموں کو ظلم سے فاسقوں کو فسق سے روکے ہوئے ہے جو نیک بنتا ہے وہ خوفِ محشر ہی سے بنتا ہے۔ آج دنیا میں کافر قیامت کا انکار کرتے ہیں اس لیے ضروری ہوا کہ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ كَانُوا كَاذِبِينَ۔ اللہ تعالیٰ اس دن بتا دے گا کہ اے کافر دہریہ وہ زندگی بعد الموت کا یومِ عدل ہے۔ اور تم اس کا انکار کرتے ہوئے جھوٹے کذاب تھے۔ اور ہمارے انبیا عظام علیہم السلام سچے تھے۔ اور چونکہ انکارِ قیامت سے قدرتِ الٰہی طاقتِ ربانی کا بھی انکار ہوتا تھا اس لیے فرمایا گیا إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَنْ نَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ۔ اے نادانو ہم کو اللہ اور آسمان وزمین کا خالق وباری مانتے ہوئے بھی تم کہتے ہو۔ کہ ہم دوبارہ ان کو زندہ نہیں کر سکتے۔ اگر کوئی دہریہ منکرِ خدا ایسی بات کہتا تو الزام نہ دیا جاتا تم تو سب کا اور اپنا خالق تسلیم کرتے ہو پھر بھی ہماری طاقت کو نہیں مانتے سنو ہماری طاقتِ عظیم کی نشان یہ ہے کہ ہم جب کسی بھی چیز کا ارادہ فرمالیں تو بس اشارۃً فرما دیتے ہیں کہ ہو جا۔ تو وہ فوراً پلک مارنے سے پہلے ہو جاتی ہے خواہ لوح و قلم عرش و کرسی جتنی بڑی ہو یا ذرۂ قلیل جتنی چھوٹی ہو۔ اور پھر یہ زندگی بعد الموت یوم قیامت اس لیے بھی ضروری ہے۔ وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ۔ الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی راہ میں انتہائی مظلوم مجبور ہو کر اپنے رستے بستے بھرے پرے گھر بار وطن رشتے دار باغ باغات چھوڑ کر ہجرت کی دیسی سے پردیسی وطن سے بے وطن ہوئے غریب الوطنی کی مصیبتیں جھیلیں اس کے بعد کے اپنے وطن میں ان کفار کی طرف سے بے حد ناقابل برداشت ظلم کیے گئے ان کفار نے اپنے اسی عقیدے کی بنا پر ظلم کئے دئے تھے کہ کون ہم سے پوچھنے والا ہے۔ کون باز پرس کر سکتا ہے۔ کوئی ایسا دن نہیں آسکتا جس دن ہم سے کوئی اس ظلم و خونریزی کا حساب لے نہ دنیا میں اور آخرت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مگر یہ انکا خیال خام ہے۔ ہم تو دنیا میں ہی بہت جلدی ان پیارے مظلوم صحابہ کو ایسا مضبوط ٹھکانا شاندار علاقہ دیں گے کہ ہر زبان پر اس شہرِ منور کا نام علاوہ سینکڑوں ناموں کے حَسَنَةً ہو جائے گا۔ اس شہر کی ہر چیز ہی حَسَنَةً ہوگی وہاں کی نعمتیں جنت کے مشابہ وہاں کے دوست رشتے داروں سے افضل وہاں کے میٹھے اخلاق تا قیامت اہلِ مکہ کے اخلاق سے عظیم ہم دنیا میں ایسے شہر کو ان کا دائمی وطن بنائیں گے جس کو عرش والے حَسَنَةً کہتے ہیں اور فرش والے مدینہ طیبہ۔ جس میں رب تعالیٰ کی پسندیدہ ریاض الجنۃ ہے اور حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیارا احد پہاڑ ہے۔ وہ شہر جس کے پتھروں نے پاؤں چومے ہیں محمد کے صلی اللہ علیہ وسلم۔ جہاں کے پہاڑوں میں بھی محبت کا جذبہ ہے۔ وہ شہر جہاں سلام پڑھو تو

طواف کا ثواب اور مسجد قبا میں نوافل اشراق پڑھو تو عمرے کا ثواب اور اگر خوش بختی سے جلوۂ مصطفےٰ کی زیارت ہو جائے تو لاکھ کروڑاں حجّاں ۔ وہ شہرِ حسنہ جو کائناتِ آفاقی اور سلطنتِ اسلامی کا دارالخلافہ بننے والا ہے اسے منکرینِ قیامت ظالم کافرو یہ تو تمہارے دیکھتے دیکھتے دنیوی نشان ہو گی آخرت کا ثواب تو کہیں زیادہ کہ یہاں تو محبوبِ رب کا دیدار اور وہاں ربّ محبوب کا جلوہ نصیب ہوگا قیامت اور یوم حساب کا ہونا تو اتنا ضروری اور لازمی ہے کہ منکرینِ قیامت بھی دل سے چاہتے ہیں اکثر غریب و مظلوم ہندوؤں کو دیکھا گیا ہے کہ جب ظالم کے ظلم سے تنگ آ جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ بھگوان تجھ سے بدلہ لے گا یہاں تک کہ آریہ ہندو اور بُت پرست ہندوؤں نے زندگی بعد الموت کے لیے آواگون اور جون بدلنے کا مسئلہ بنا لیا غرض کہ ہر شخص زندگی بعد الموت کو عقلاً تسلیم کرتا ہے صرف ضدبازی میں اکڑتے ہوئے انکار کرتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ قسموں پر قسمیں کھا جاتا ہے ۔ ہم کہتے ہیں کہ بدبختو اگر ماننا ہی ہے تو سیدھے اور حقیقی طریقے سے مانو ۔ ہاں اگر یہ کفّار دنیا میں ہی کسی طرح صبر کرنے والوں کی دنیوی نشان و شوکت اور سلطنت و حکومت کو جان لیتے اور اللہ کی ذات پر بھروسہ کرنے والوں کی اُخروی عزّت و ثواب کو معلوم کر لیتے تو خود بھی بندہ بن جاتے اور کبھی ظلم و مخالفت نہ کرتے ۔ یا اگر یہ مشرکین ان مومنین صحابہ کی آئندہ ہونے والی شان، قوّت، عظمت، حکومت، سرداری اور اُخروی عزّت و ثواب کو معلوم کر لیتے تو خود بھی بندہ بن جاتے اور کبھی ظلم و مخالفت نہ کرتے ۔ یا اگر یہ مومن صحابہ اپنی آئندہ ہونے والی شان و قوّت عظمت حکومت سرداری اور اُخروی اجر و جزا کو پہلے ہی جان جاتے تو اور بھی زیادہ شاداں و فرحاں مسرور مخمور ہوتے ۔

فائدے

ان آیتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے ۔

پہلا فائدہ ۔ بندوں پر واجب کرنا کسی کام کو یہ رب تعالیٰ کا فعل ہے مگر خود رب تعالیٰ پر کسی چیز کا واجب ہونا یہ رب تعالیٰ کے اپنے واجب کرنے سے ہوتا ہے یہ فائدہ ۔ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا ۔ فرمانے سے حاصل ہوا ۔ کہ بندوں پر کرم فرماتے ہوئے مولیٰ کریم خود ہی بعض کام اپنے ذمۂ کرم پر واجب فرما لیتا ہے ۔ دوسرا فائدہ ۔ قیامت تک وہ ہجرت اور نقل مکانی عبادت اور باعثِ ثواب ہے جو اسلام قرآن دین و ایمان بچانے اور اللہ رسول کی خاطر اُس کے لیے کی جائے ۔ ذاتی اور دنیوی اغراض کے لئے ہجرت و ترکِ وطن کرنا ہجرتِ اسلامی اور عبادت نہیں اگرچہ دوسری جگہ بھی جا کر دین کے کام ہی کرے ۔ یہ فائدہ هَاجَرُوا فِي اللهِ فرمانے سے حاصل ہوا ۔ تیسرا فائدہ ۔ دنیا میں مسلمان کو بغیر طلب اگر کسی نیکی اور عبادت کا بدلہ اور فائدہ مل جائے تو اس سے آخرت کا ثواب قطعاً کم

نہ ہوگا۔ یہ فائدہ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَۃِ اَکْبَرُ فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن ان آیاتِ طیبات سے چند مسئلے مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ تمام فقہا اور اہلِ علم فرماتے ہیں کہ ہجرتِ نبوی کے بعد مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ افضل ہے۔ چنانچہ امام مالک نے اس پر بہت دلائل قائم فرمائے ہیں۔ اس آیتِ کریمہ نیز سورتِ والضحیٰ کی آیت ۴ وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی۔ سے بھی یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے اس لیے کہ یہاں مدینہ طیبہ کو حسنہ یعنی ساری کائنات میں تمام مقامات سے شرافت و فضیلت والا شہر فرمایا گیا اور اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے وطن مکہ معظمہ کے مقابل دوسرے وطن مدینہ طیبہ کو خیر فرمایا گیا۔ یہ دونوں آیتیں مدینہ طیبہ کی فضیلت کے ثبوت میں اتنی مضبوط دلیلیں ہیں کہ مخالف کے پاس ان کا کوئی جواب نہیں فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔ نیز دلالۃً یہ بھی ثابت ہوا کہ مدینہ طیبہ طاہرہ منورہ کو کوئی گھٹیا یا برے لفظ والا نام نہیں دینا چاہیئے۔ مثلاً یثرب نہ کہنا چاہیئے کہ رب تعالیٰ نے اس کو حسنہ اور خیر جیسے پیارے القاب عطا فرما کر اس کی شان تمام مخلوق سے بڑھا دی۔ دوسرا مسئلہ۔ جس چیز کو آقائے کائنات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی وجہ سے چھوڑ دیں وہ چیز سب مسلمانوں کو چھوڑنا واجب ہے۔ خواہ وہ چیز دینی دنیوی اعتبار سے کتنی ہی اہم ہو۔ مسلمانوں کو زندگی کے ہر شعبے میں اس چیز کو مدِ نظر رکھنا چاہیئے۔ یہ مسئلہ وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا۔ سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کیئے جاتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ لٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ تفسیر سے معلوم ہوا کہ النّاس سے مراد کافر ہیں۔ اور کافر سب ہی قیامت کے منکر ہیں تو یہاں اَکْثَرُ النَّاسِ کیوں فرمایا گیا۔ چاہیئے تھا کُلُّ النَّاسِ ہوتا۔ یا صرف وَلٰکِنَّ النَّاسَ ہوتا۔ جواب۔ النّاس سے مراد کافر نہیں۔ بلکہ اکثر النّاس سے مراد کافر ہیں۔ النّاس سے سب انسان مراد ہیں مومن بھی عام کافر بھی اور منکرینِ قیامت کافر بھی۔ اور چونکہ ہر قسم کے مجموعی کفار کی تعداد اہلِ ایمان لوگوں سے زیادہ ہے اس لیے اکثر النّاس فرمانا عین درست ہے۔ اور کفار کی اکثریت قیامت کی منکر ہے۔ صرف یہود و نصاریٰ اور صابئی جو دنیا میں اس وقت بہت ہی قلیل بلکہ نابید کی حد تک کم ہیں یہ لوگ اگرچہ کفار میں شامل ہیں۔ مگر قیامت کے منکر نہیں۔ اگر النّاس سے مراد کافر ہوں تو یہ ہی مطلب ہے کہ مجموعی تعدادِ کفر کے مدِ نظر تھوڑے ایسے کافر ہیں جو قیامت کو مانتے ہیں ورنہ اکثر منکر ہی ہیں۔

دوسرا اعتراض۔ تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ باری تعالیٰ نے قیامت کے آنے کی چار وجوہ بیان فرمائیں مگر لام تعلیلیہ دو جگہ آیا جس سے قیامت کا آنا دو وجہ سے ظاہر ہوا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟۔

جواب۔ پہلی دو جگہ صرف کفار کے لیے بیان ہوئیں وہاں صرف کفار کو قیامت میں بتانا مقصود ہے اور صرف قیامت کا ذکر ہے۔ یعنی قیامت اس لیے ہوگی کہ کفار کو بیان کر دیا جائے کہ اسی کے بارے میں جھگڑا۔ اختلاف اور بحث کرتے تھے تو یہ ہے قیامت اب چکھو عذاب۔ ۲ اس لیے قیامت ہوگی کہ کافر خود جان لیں کہ یہ وہ قیامت ہے جس کو جھٹلاتے تھے۔ اس لیے علت بیان کرنے کا لام ضروری ہوا۔ دوسری دو جگہ ۱ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا ۲ اور لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ اس میں بھی اگرچہ قیامت کی علت بیان ہوئی مگر اس کا تعلق فقط قیامت سے نہیں بلکہ دنیا و آخرت میں مسلمانوں کی شان بتانا مقصود ہے۔ اس لیے اس عبارت کو خبر کے طور پر بیان فرمایا گیا نہ کہ علت معلول بنا کر۔ گویا کہ پہلی عبارات میں صراحتاً و ظاہراً وجہ قیامت کا ذکر ہے اور دوسری عبارات میں اشارۃً وجہ اور فوائد قیامت کا ذکر ہے۔ اس لیے یہاں لام تعلیلیہ نہیں لایا جا سکتا۔ **تیسرا اعتراض۔** یہاں فرمایا گیا۔ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَا اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔ معدوم کو شی فرمایا گیا۔ اور ابھی جس کا نام نشان بھی نہیں اس کو خطاب کرنے کا جواز ثابت ہوا۔ حالانکہ اکثر علما فرماتے ہیں کہ معدوم کو شی نہیں کہا جا سکتا۔ معدوم شی ہوتی ہی نہیں۔ اور اس بات پر اجماع امت ہے کہ معدوم کو خطاب کرنا جائز نہیں۔ لہٰذا کُن۔ یعنی ہو جاؤ۔ یہ کس سے خطاب ہے اگر معدوم سے ہے جس کا وجود ابھی ذرہ بھی نہیں ہے تو یہ خطاب بالاتفاق محال ہے۔ اور اگر یہ خطاب موجود سے ہے تو ہو جا تو کہنا بیکار ہوا وہ تو پہلے ہی موجود ہے۔ موجود کو کہنا کہ ہو جا۔ یہ تحصیل حاصل ہے۔ اور منطق کے نزدیک تحصیل حاصل محال ہے۔ **جواب۔** اس کے دو جواب ہیں ایک جواب امام محمد بن ابی بکر رازی نے فرمایا ہے کہ یہاں معدوم کو شی کہنا مجازاً ہے اور خطاب کرنا اس لیے جائز ہے کہ خطاب تین قسم کے ہیں۔ ۱ خطاب بالامر۔ ۲ خطاب بالنہی۔ ۳ خطاب تکوینی۔ امر نہی کا خطاب موجود اور ظاہر و حاضر سے ہوتا ہے۔ لیکن خطاب تکوینی معدوم کو ہوتا ہے۔ علماء اور اجماع امت کی گفتگو امر نہی پر ہے۔ نہ کہ تکوینی پر۔ دوسرا جواب امام فخر الدین رازی نے فرمایا کہ یہ کن فرمانا خطاب نہیں ہے بلکہ اظہار ارادہ ہے۔ صرف بیان کرنا انسانی فہم سے قریب کرنے کے لیے بصورت خطاب ہے۔ اصل معنی یہ ہے کہ جب رب تعالیٰ کسی کا ارادہ فرماتا ہے تو وہ ایک دم ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم ان آیت کی تفسیر صوفیانہ آیت ۴۲ سے آگے بیان کی جائے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ

اور نہیں بھیجا ہم نے سے پہلے آپ کے مگر مردوں کو وحی کرتے رہے ہم طرف اُن کی

اور ہم نے تم سے پہلے نہ بھیجے مگر مرد جن کی طرف ہم وحی کرتے

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾

تو اے منکرو پوچھ لیا کرو تم ابدی یاد رکھنے والے سے اگر تم نہ ہو جانتے۔

تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔

بِالْبَیِّنٰتِ وَالزُّبُرِؕ وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الذِّكْرَ

باوجود روشن دلیلوں اور خدائی کتابیں لینے کے اور اتاری ہم نے طرف آپ کی یادگار

روشن دلیلیں اور کتابیں لے کر۔ اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار اتاری

لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۴﴾ النصف

تاکہ سنادو لوگوں کو جو کچھ اتارا گیا طرف اُن کے اور شاید وہ غور کریں

کہ تم لوگوں سے بیان کردو جو اُن کی طرف اُترا اور کہیں وہ دھیان کریں

اَفَاَمِنَ الَّذِیْنَ مَكَرُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّخْسِفَ اللّٰهُ

کیا پس بے خوف ہو بیٹھے وہ جنہوں نے مکر کیا گناہوں کا اس سے کہ دھنسا دے اللہ کو

تو کیا جو لوگ برے مکر کرتے ہیں اس سے نہیں ڈرتے کہ اللہ انہیں

بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ یَاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ

اُن زمین میں یا آئے پاس اُن کے عذاب ایسی جگہ سے کہ

زمین میں دھنسا دے یا انہیں وہاں سے عذاب آئے جہاں سے

لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۴۵﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا

سمجھ ہی نہ سکیں وہ - یا پکڑلے ان کو بیں گھومنے پھرنے ان کے تو نہ ہوں

انہیں خبر نہ ہو یا انہیں چلتے پھرتے پکڑ لے کہ

هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۴۶﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ ط

وہ کچھ عاجز کرنے والے یا پکڑلے ان کو بوجہ بزدلی کے -

وہ تھکا نہیں سکتے یا انہیں نقصان دیتے دیتے گرفتار کرے

فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۷﴾

کیونکہ رب تمہارا نرمی کرنے والا رحم والا ہے

کہ بیشک تمہارا رب نہایت مہربان رحم والا ہے

تعلق

اِن آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے -

پہلا تعلق - پچھلی آیات میں بتایا گیا تھا کہ ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجے جنہوں نے احکام الٰہیہ کی تبلیغ فرمائی لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے - اب اِن آیات میں بتایا جارہا ہے کہ یہ نہ جاننا اِن کی اپنی سستی اور حماقت کی وجہ سے ہے - کیونکہ نہ تو رسول جن یا فرشتہ تھے جو اُن کو نظر نہ آئیں اور نہ عورتیں تھے جو پردہ نشین یا کمزور دل ہوتی ہیں بلکہ اعلیٰ قوّت وشان وشوکت والے مرد تھے جو بار بار جگہ جگہ برسر عام ہمارے احکام کی تبلیغ فرمانے کی ہمّت رکھتے تھے - کیونکہ مرد تھے - لجاجت سے اور ڈرتے ڈرتے اور وہ بھی صرف نرم اور دوستوں کو تبلیغیں کرتے پھرنا - کفّار کو کچھ نہ کہنا یہ نامردوں کا کام ہے -

دوسرا تعلق - پچھلی آیت میں بتایا گیا تھا کہ جہان بھر کے کافر تا قیامت جاہل مطلق ہیں - اب بتایا جارہا ہے کہ علم ربّانی کے خزانے سینۂ پاک مصطفیٰ میں ہیں - اگر دنیا جہان کا علم لینا ہے تو آستانۂ مصطفیٰ پر آجاؤ - دنیا و آخرت کا علم و نور ملے گا - **تیسرا تعلق** - پچھلی آیت میں لِيُبَيِّنَ فرماکر سمجھایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے لوگوں کے سامنے اپنے علوم و معارف - جس سے سوال ابھرتا تھا کہ اللہ کس طرح بیان فرماتے ہے - تو ان آیات میں وضاحت فرمائی گئی کہ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ یعنی ہمارے حبیب کے منہ سے بیان

ہونا ہمارا بیان کرنا ہے۔

شانِ نزول۔ جب مشرکینِ مکہ نے یہ کہہ کر نبی پاک کی رسالت کا انکار کیا کہ اللہ کبھی کسی انسان کو اپنا نبی نہیں بناتا۔ تب سورتِ نحل کی آٹھ آیات نازل ہوئیں از آیت ۴۳ تا ۵۰۔

تفسیر نحوی وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ فَسۡـَٔلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّكۡرِ اِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۙ‏ بِالۡبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ واؤ سر جملہ۔ مَآ اَرۡسَلۡنَا۔ بابِ اِفعال کا ماضی مطلق منفی جمع متکلم مخاطب اللہ تعالیٰ ہے۔ اِس کا مصدر ہے اِرۡسَالٌ بمعنیٰ بھیجنا رُسُلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ پیغام دینا۔ قاصد بنانا۔ مِنۡ جارہ بیانیہ یا زائدہ قَبۡلِ اسم ظرف زمانی معرب ہے کیونکہ اس کا مضاف الیہ ظاہر موجود ہے مجرور ہے مِنۡ سے۔ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ مجرور متصل مضاف الیہ ہے اُس کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یہ مرکب اضافی جار مجرور متعلق ہے مَآ اَرۡسَلۡنَا کا۔ اِلَّا۔ حرفِ استثنا۔ متصل ہے رِجَالًا اسم جمع مکسر منصرف واحد ہے رَجُلٌ۔ بحالتِ نصب ہے اور نصب جائز ہے کیونکہ کلام سابق غیر موجب اور مستثنیٰ اِلَّا کے بعد ہے موصوف ہے۔ نُوۡحِىۡ۔ بابِ اِفعال کا مضارع مثبت معروف صیغہ جمع متکلم۔ مصدر ہے اِیۡحَاءٌ بمعنیٰ وحی بھیجنا۔ اِلٰى جارہ اِنتہاءِ غایت کے لیے ہِمۡ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع رِجَالًا۔ یہ جار مجرور متعلق ہے نوحی کا۔ فَ جزائیہ ایک قول میں سببیہ بمعنیٰ لہٰذا یا زائدہ ابتدائیہ۔ اِسۡـَٔلُوۡا۔ بابِ فَتَحَ کا امر حاضر معروف جمع مذکر۔ اَنۡتُمۡ ضمیر مستتر اِس کا فاعل سُؤَالٌ سے بنا ہے بمعنیٰ پوچھنا۔ اَهۡلَ اسم مفرد جامد بمعنیٰ مالک۔ والا اہلیت لیاقت قابلیت۔ یہاں بمعنیٰ قابلیت ہے یا بمعنیٰ والا ہے۔ الف لام عہدِ خارجی ذکر اسم مصدر۔ جامد (حاصل مصدر) مفرد اِس کی جمع ہے اَذۡکَار۔ ذِکۡرٌ کا مصدری معنیٰ ہے یاد کرنا۔ یاد رکھنا حضورِ قلبی نصیحت کرنا۔ چرچہ کرنا۔ اور حاصل مصدری معنیٰ۔ کلامِ الٰہی۔ علم۔ قانون۔ یہاں مراد کلامِ الٰہی۔ مضاف الیہ ہے لہٰذا مجرور ہوا مرکب اضافی مفعول بہ ہے اِسۡـَٔلُوۡا کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر جزاءِ مقدم ہے۔ اِنۡ حرف شرط۔ كُنۡتُمۡ فعل ناقصہ ماضی مطلق مثبت معروف اس کا مجہول نہیں ہوتا۔ صیغہ جمع مذکر حاضر اَنۡتُمۡ مستتر اِس کا اسم ہے۔ لَا تَعۡلَمُوۡنَ بابِ سَمِعَ کا فعل مضارع منفی بلا معروف صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اَنۡتُمۡ اس میں پوشیدہ ہے وہ فاعل ہے جس کا مرجع کفارِ مکہ ہے۔ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے كُنۡتُمۡ کی۔ بِ جارہ۔ الف لام عہدِ خارجی بَيِّنَاتِ اسم جمع مؤنث سالم اِس کا واحد ہے بَيِّنَةٌ بمعنیٰ روشن۔ ظاہر۔ صاف۔ مضبوط دلیلیں۔ مجرور ہے بِ سے واؤ عاطفہ الف لام عہدِ خارجی زُبُر۔ جمع مکسر منصرف ہے زَبُوۡرٌ کی۔ بمعنے ٹکڑے ٹکڑے۔ گہری لکھائی۔ تھوڑا کلام مختلف باتیں۔ دانائی کی باتیں۔ عقلیات۔ یہاں مراد وہ کلام ہے جو صحیفے سے زیادہ ہو اور کتاب سے کم ہو۔ اور اس میں شرعی قانون نہ ہو صرف حمد و حکمت ہو۔ مجرور ہے

معطوف ہے بَیِّنٰتِ پر۔ اور معطوف علیہ معطوف مجرور ہے۔ مگر اِس کے متعلق ہونے میں چار قول ہیں۔ ۱ ب بمعنیٰ مع ترجمہ ہے باوجود۔ اور متعلق ہے لَا تَعْلَمُوْنَ کا۔ ۲ اَرْسَلْنَا هُمْ پوشیدہ ہے یہ اُس سے متعلق ۳ مُلْتَبِسِیْنَ اسم فاعل جمع حال رِجَالًا کا پوشیدہ ہے یہ اس کا متعلق ہے ۴ متعلق ہے مَا اَرْسَلْنَا کا۔ مگر پہلی ترکیب زیادہ آسان ہے۔ وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ۔ واؤ دوسرا جملہ۔ اَنْزَلْنَا۔ بابِ اِفعال کا فعل ماضی مطلق جمع متکلم نُزُوْلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ اوپر سے نیچے لانا۔ اِلیٰ جارّہ انتہاءِ غایت کے لیے كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مرجع نبی کریم کی ذاتِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم یہ جار مجرور متعلق ہے اَنْزَلْنَا کے الف لام عہدی ذِکْر۔ اسم مفرد جامد مراد قرآن مجید وحدیث پاک ہے۔ بحالتِ نصب ہے مفعول بہٖ ہے اَنْزَلْنَا کا۔ لام کَیْ تعلیلیہ۔ اَنْزَلْنَا پورا جملہ فعلیہ ہو کر معلول ہوا تُبَیِّنَ۔ بابِ تفعیل کا مضارع مثبت معروف صیغہ واحد مذکر حاضر اَنْتَ ضمیر مستتر کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مفتوح ہے لام کَیْ کی وجہ سے اس میں اَنْ ناصبہ پوشیدہ ہوتا ہے۔ اس کا مصدر ہے تَبْیِیْنٌ بمعنیٰ پورا۔ صاف کھول کر بیان کرنا بَیْنٌ سے بنا ہے۔ بمعنیٰ ظاہر ہونا۔ ظاہر کرنا۔ لام جارّہ نفع کا۔ یا بمعنیٰ عِنْدَ۔ (سامنے پاس) اَلنَّاسِ۔ الف لام استغراقی ناس اسم مفرد جامد۔ یا جمع ہے یا معنوی جمع ہے۔ مراد ہیں سب انسان۔ یہ جار مجرور متعلق ہے تُبَیِّنَ کا۔ مَا۔ اسم موصول بحالتِ نصب ہے مفعول بہٖ ہے تُبَیِّنَ کا نُزِّلَ بابِ تفعیل کا ماضی مطلق مثبت مجہول مصدر ہے تَنْزِیْلٌ۔ نَزَلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ اترنا لازم ہے بابِ تفعیل نے متعدی کیا۔ هُوَ ضمیر مستتر اُس کا نائب فاعل جس کا مرجع۔ کُتُبِ الٰہیہ سابقہ۔ اِلیٰ جارّہ بمعنیٰ عِنْدَ یعنی پاس یا بمعنیٰ مَعَ یعنی ساتھ ہیں۔ یہاں انتہاءِ غایت کے لیے نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ کُتُبِ سماوی کا انتہاءِ غایت نبی کی ذات ہوتی ہے هِمْ ضمیر کا مرجع یہودی۔ عیسائی ہیں۔ جار مجرور متعلق ہے نُزِّلَ کا۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا مَا صولہ کا واؤ عاطفہ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ۔ بابِ تفعّل کا مضارع احتمالی مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب مصدر ہے تَفَكُّرٌ۔ فِكْرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ غور کرنا، سوچنا۔ تفعّل میں اگر شدت پیدا ہوئی۔ یعنی بہت سوچنا دل دماغ کی گہرائی سے سوچنا۔ هُمْ ضمیر کا مرجع کفارِ مکہ یا یہود و نصاریٰ ہیں۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر اَنْزَلْنَا کی دوسری عِلّت ہوئی۔ وہ دونوں علتوں سے مل کر جملہ تعلیلیہ ہوا اَفَاَمِنَ الَّذِیْنَ مَكَرُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ یَاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ۔ اَوْ یَاْخُذَهُمْ فِیْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِیْنَ اَوْ یَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ اَ ہمزہ سوالیہ ہے توبیخ (جھڑک) کے لیے فَ حرفِ عطف اس سے پہلے اَلَمْ یَتَفَكَّرُوْا۔ پوشیدہ معطوف علیہ ہے۔ اَمِنَ۔ بابِ سَمِعَ کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ واحد مذکر

غائب اَمْنٌ سے بنا ہے اَمْنٌ بمعنیٰ سمجھنا۔ مطمئن ہونا۔ بے باک ہونا۔ اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر۔ فاعل ہے اَمِنَ کا۔ اگرچہ یہ جمع ہے اور صیغہ فعل واحد ہے کیونکہ اسم ظاہر فاعل میں یہ جائز ہے۔ مَکَرُوْا۔ باب نَصَرَ کا ماضی مطلق جمع مذکر۔ مَکْرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ تدبیریں کرنا۔ الف لام اِستغراقی سَیِّئَاتِ۔ جمع مؤنث سالم بحالت نصب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے مَکَرُوْا کا۔ اِس کا واحد ہے سَیِّئَۃٌ۔ حَسَنَۃٌ کا مقابل۔ بمعنیٰ بُری۔ نقصان دہ۔ ظلم والی باتیں تدبیریں۔ ھُمْ ضمیر مستتر فاعل ہے۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا۔ موصول صلہ فاعل ہوا اَمِنَ کا۔ اَنْ ناصبہ۔ محلاً منصوب ہے کیونکہ اگلی سب عبارت مفعول بہ ہے اَمِنَ کا۔ یَخْسِفَ باب سَمِعَ کا مضارع مثبت معروف۔ صیغہ واحد مذکر غائب خَسْفٌ سے بنا ہے بمعنیٰ۔ گاڑھنا۔ دبا دینا۔ زمین میں دھنسا دینا۔ اَللّٰہُ اس کا فاعل ہے اس لیے مرفوع ہے۔ بِ جارّہ زائدہ مفعول پر آئی ھِمْ ضمیر مجرور متّصل اور غائب کی منفصل بھی اسی شکل کی اگر بِ جارّہ نہ آتی تو ھُمْ ضمیر لفظ اللّٰہ سے متّصل ہوتی جس سے ثِقل بھی پیدا ہوتا اور حُسنِ کلام بھی ختم ہو جاتا۔ جہاں کہیں بھی حرفِ زائد لایا جاتا ہے وہاں اسی قسم کے مقصد ہوتے ہیں۔ الف لام جنسی اَرْضَ اسم مفرد جامد بمعنیٰ زمین مفعول فیہ ہے جملہ فعلیہ معطوف علیہ ہوا۔ اَوْ حرفِ عطف تردیدی یَاْتِیَ۔ باب ضَرَبَ کا مضارع مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب اَتْیٌ سے بنا ہے بمعنیٰ آنا۔ لانا۔ یہاں پہلے معنیٰ ہیں۔ بمعنیٰ مستقبل اِنشائی۔ منصوب ہے کیونکہ معطوف تابع یَخْسِفَ کا ھُمْ ضمیر مفعول بہ ہے۔ الف لام عہد ذہنی عَذَابُ اسم مفرد حاصل بمعنیٰ خدائی۔ غیبی سزا۔ مِنْ جارّہ۔ ابتدائیہ حَیْثُ اسم ظرف زمانی غیر متمکّن مبنی ہے ضمّہ پر بمعنیٰ مُبْھَمْ جگہ۔ غیر معیّن مقام مضاف ہے۔ لَایَشْعُرُوْنَ مضارع منفی معروف جمع مذکر غائب۔ ھُمْ ضمیر مستتر اِس کا فاعل ہے جس کا مرجع کفارِ مکہ۔ باب نَصَرَ سے ہے شَعْرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ حواسِ خمسہ اور ضمیر سے کسی چیز کو معلوم کرنا۔ یہ جملہ فعلیہ مضاف الیہ ہے حیث کا۔ اَوْ حرفِ عطف تردیدی یَاْخُذَ۔ باب نَصَرَ کا فعل مضارع مثبت معروف واحد مذکر غائب ھُوَ ضمیر واحد مستتر اِس کا فاعل ہے جس کا مرجع اللّٰہ تعالیٰ ہے یا عذاب ہے۔ ھُمْ ضمیر مفعول بہ ہے مرجع ہے کفارِ مکہ فِیْ جارّہ ظرفیہ زمانیہ۔ تَقَلُّبِ باب تَفَعُّلٌ کا مصدر ہے بحالتِ کسرہ ہے فِیْ جارّہ سے قَلْبٌ سے بنا ہے بمعنیٰ چلنا پھرنا۔ سفر کرنا۔ سیر کرنا۔ اِدھر اُدھر جانا آنا۔ ھِمْ ضمیر مضاف الیہ۔ یہ مرکّبِ اضافی جار مجرور متعلّق ہے یَاْخُذَ کا۔ فَ حالیہ عاقبۃ کے بیان کے لیے۔ مَا ناصبہ مشبّہ بلیس ھُمْ ضمیر مرفوع متّصل اسم ہے مَا نافیہ کا بِ جارّہ بمعنیٰ مِنْ تبعیضیہ مُعْجِزِیْنَ باب اِفعال کا اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد ہے مُعْجِزٌ۔ بروزن مُکْرِمٌ عَجْزٌ سے بنا ہے۔ مصدر ہے اِعْجَازٌ۔ بمعنیٰ کمزور کرنا۔ عاجز کرنا۔ یہ جار و مجرور قابلاً اسم فاعل پوشیدہ کے متعلّق ہے اور شبہ جملہ ہو کر خبر ہے مَا کی اور وہ حال ہے ھُمْ کا۔ یَاْخُذَ پورا جملہ مل کر معطوف ہے یَخْسِفَ کا۔

اَوْ حرفِ عطف یَاْخُذَ فعل مضارع اَخْذٌ سے بنا ہے بمعنی پکڑنا گرفت کرنا۔ لینا۔ مبتلا کرنا۔ گھیرنا۔ ھُوَ ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے جس کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے یا عذاب ہے ھُمْ مفعول بہ ہے علیٰ جارّہ تَخَوُّفٍ۔ بابِ تفعّل کا مصدر ہے۔ خوف سے بنا ہے۔ بمعنی ڈرانا۔ یا اپنے دل میں کسی کا ڈر بیٹھنا۔ اگر علیٰ اپنے معنی میں ہے تو پہلا ترجمہ درست ہے اعلیٰحضرت نے یہی اختیار فرمایا کیونکہ باب تفعّل علیٰ سے متعدی ہو جاتا ہے۔ اور اگر علیٰ بمعنی فِیْ ہے تو دوسرا معنیٰ درست ہے اس وقت لازم ہوگا ہم نے اِسی کو اختیار کیا ہے مگر اصلی ترجمہ اعلیٰ حضرت کا ہے۔ کیونکہ حتیٰ الامکان حروف کو اپنے معنیٰ میں رکھنا اچھا ہوتا ہے۔ ان باریکیوں کو کسی مترجم نے مدِّنظر نہیں رکھا بجز اعلیٰ حضرت کے اس لحاظ سے اعلیٰ حضرت کا ترجمہ علمی شاہکار کے علاوہ آپ کی کرامت معلوم ہوتا ہے۔ یہ جار مجرور متعلق ہے اپنے قریبی فعل یَاْخُذَ کا۔ اور جملہ فعلیہ معطوف ہے یَخْسِفَ کا اسی لیے یہ سب فعل منصوب ہیں۔ یَخْسِفَ جملہ فعلیہ ہوکر مفعول بہ ہے اَمِنَ کا۔ اور وہ جملہ فعلیہ مکمل ہوا۔ فَ ابتدائیہ۔ مگر ایک قول میں۔ اَمِنَ جملہ ہوکر مسبّب ہوا فَ سببیہ۔ اگلی عبارت جملہ اسمیہ ہوکر اس کا سبب اور سبب مسبّب مل کر جملہ تعلیلیہ ہوا۔ اِنَّ حرفِ تحقیق رَبَّ اسم مفرد مضاف ہے کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مجرور متصل مضاف الیہ ہے جس سے تمام اہلِ مکہ مخاطب ہیں یہ مرکّب اضافی اسم ہے اِنَّ کا۔ لام ابتدائیہ تاکید کے لیے رَءُوْفٌ۔ اسم صفتِ مشبّہ مبالغے کے لیے بروزنِ فَعُوْلٌ رَافَۃٌ سے بنا ہے بمعنیٰ بہت آرام دینے والا ہر وقت ہر حال میں ہر شئی کو۔ بحالتِ رفع ہے خبرِ اوّل اِنَّ کی رَحِیْمٌ، صفتِ مشبّہ بمعنیٰ بہت ہی رحم فرمانے والا۔ مرفوع ہے کیونکہ خبرِ دوم ہے۔ اِنَّ کی۔

تفسیر عالمانہ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْۤ اِلَیْهِمْ فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ بِالْبَیِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ ۔ اے کفارِ مکہ قیامت کے انکار کے ساتھ رب تعالیٰ کی دوسری قدرت کا انکار کرتے ہو کہ باری تعالیٰ کسی انسان کو رسول نہیں بنا سکتا نہ اُس کی شان کے لائق نہ اُس کے پاس کسی اور روحانی مخلوق کی کمی ہے اگر وہ اپنا رسول بھیجتا تو کسی فرشتے یا جن کو بھیجتا۔ یہ اعتراض اور تنقید بھی تمہاری جہالت اور لاعلمی کی بنا پر ہے۔ ورنہ حقیقت اور تاریخ اور مشاہدۂ عالم دنیا اور ہر زمانہ اس بات پر گواہ ہے کہ ہم نے ابتداءِ انسانیت سے اب تک مردوں کو ہی رسول بنا کر بھیجا کبھی بھی کسی قوم میں کوئی فرشتہ یا جنات یا عورت یا خنثہ نبی نہیں بنایا گیا۔ اور ہم اپنے اِن انبیاءِ کرام کو ہی اپنے قانون شریعت طریقت معرفت اسرار کی وحی خفی و جلی اِلہام فرماتے رہے ہیں اگر تمہاری عقلیں اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہیں تو اپنے یا دور دراز کے اہل علم تاریخ دانوں آتے جاتے سفر کی منزلوں

کا مشاہدہ کرنے والوں اور توریت کے راہبوں زبور کے کاہنوں انجیل کے پادریوں اور دیگر پڑھنے والوں سے پوچھ کر دیکھ لو سب یہی بتائیں گے کہ واقعی محمد مصطفیٰ سے پہلے بھی ایک لاکھ چوبیس ہزار کے قریب جتنے بھی رسولانِ عظام تشریف لائے وہ سب ہی انسانی مرد ہوئے اور سب کو ہی اللہ تعالےٰ کی طرف سے معجزات اور کلامِ الٰہی کے صحیفے دیئے گئے۔ کسی کو بلا واسطہ کسی کو بالواسطہ یعنی پہلے نبی علیہ السّلام کی کتاب یا صحیفہ۔ کسی کو بڑی کتاب جن کی تعداد چار ہے کسی کو چھوٹی کتاب جس کو صحیفہ ہی کہا جاتا تھا اور ان کی کُل تعداد ایک سَو دس ہے۔ اور معجزہ ہر نبی کو علیحدہ مستقل دیا گیا۔ کسی کو ایک کسی کو زیادہ انبیاءِ بنی اسرائیل میں سب سے زیادہ معجزات موسیٰ علیہ السّلام کو ملے یعنی نو معجزے۔ لیکن اے پیارے نبی حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلّم۔ آپ کی طرف ہم نے کروڑ ہا معجزات عطا فرمانے کے بعد اپنا ابدی دائمی لازوال ذکر یعنی قرآن مجید نازل فرمایا جو اللہ کی قدرت ہے کیونکہ اُس کا کلام اور آپ کا معجزہ ہے کیونکہ آپ کی زبان ہے یہ معجزہ ہمیشہ تک باقی رہنے والا ہے اس لیے کہ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ۔ تم ہی اس کو پورا پورا تمام عالم کے انسانوں کی تعلیم و تعلم بیان کر سکتے ہو یہ قرآن مجید ہر بات کو بیان کرتا ہے مگر اجمالاً آپ کی زبان ہی اس کی تفسیر کر سکتی ہے۔ اے پیارے یہ کلام میرا ہے بیان تیرا ہے اور فرمان میرا ہے زبان تیری ہے۔ ذکر میرا ہے چرچا تیرا ہے۔ ہم نے تیری طرف لوگوں کے لیے نازل فرمایا یہ قانونِ الٰہی ہے شریعتِ خداوندی ہے یہ مکمل ذکر ہے اس لیے کہ قرآن میرا ہے اور حدیث تیری ہے۔ یہ اسلام کے دو بازو ہیں۔ نہ کوئی حدیث کو چھوڑ سکتا ہے نہ قرآن کو۔ نہ کوئی محض اہلِ قرآن بن سکتا ہے نہ فقط اہلِ حدیث اے پیارے رحمۃ عالمین یہ ذکر صرف پڑھنے یا ذکر کرنے کے لیے تو یُسّرنا ہے بہت ہی آسان لیکن تدبّر تفکّر اور سمجھنے کے لیے لِتُبَیِّنَ ہے۔ انتہائی مشکل کے تیرے سمجھائے بغیر انسان تو در کنار جن و ملک بھی جبرائیل و میکائیل بھی نہیں سمجھ سکتے تو ہی اے نبی مکرّم کائنات عالم کا معلم اوّل ہے۔ تیری بارگاہ میں سب ہی اُمّی ہیں مگر تو صرف رب کے سامنے اُمّی ہے۔ تو ہی بتا سکتا ہے یہ قرآن کس شان کا ہے جو نازل کیا گیا ہے کتنا بڑا معدن ہے خزانہ ہے کیسا سمندر بے کراں ہے تیرے بتائے بغیر اس کی قدر کوئی کیا جانے۔ ہاں حبیب کریم کے بتانے کے بعد اور سمجھانے پڑھانے بیان کرنے کے بعد لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ شاید یہ دنیا والے اس قرآن مجید کی شان کو سمجھ لیں اور غور و فکر تدبّر و تیقّن کریں۔

اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ. اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ.

جب ان کفار کو معلوم ہے کہ اس سے پہلے بھی ہم ہمیشہ رسول انسانی مردوں کو ہی بناتے رہے اور وہ ہمارے

سچے رسول تھے تو یہ بدبخت جو ہماری قوت و طاقت کو تسلیم بھی کرتے ہیں پھر ہمارے پیارے محبوب کو کیوں نہیں مانتے ان کی تبلیغ اور قرآن و حدیث بلکہ ان کی ذات کے خلاف اُن کے کلمہ پڑھنے والوں کے خلاف طرح طرح کی سازشیں سخت قسم کے مکر فریب کرتے رہتے ہیں اور ذرا نہیں سوچتے کہ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاءِ عظام رسولانِ کرام کی شان و آن کی خاطر پہلوں کی طرح تم کو بھی پچھلی نافرمان اُمتوں کی مثل بہت سی قسم کے عذابوں سے ہلاک فنا اور برباد کر سکتا ہے۔ جب کہ ان کو پچھلی تاریخی عذاب اُجڑی بستیاں اور واقعات معلوم ہیں تو پھر اپنی انتہائی کم عقلی سے اپنی اُن ہی جبینا نہ حرکتوں کے باوجود عذابِ الٰہی آنے سے بے خوف اور مطمئن کیوں ہوئے بیٹھے ہیں۔ کیا انہیں معلوم نہیں کہ باری تعالیٰ چاروں طرف سے جیسا چاہے عذاب نازل فرمادے خواہ ان بدکاروں بدعملوں کو زمین میں جیتے جی دھنسا دے جیسے قارون کو کیا اور قریب قیامت بھی ایسے انفرادی طور پر واقعات رونما ہوں گے جیسا کہ غیب جاننے والے نبی نے فرمایا یا اچانک ہنستے کھیلتے ان پر اس طریقے سے عذاب آجائے کہ یہ سمجھ بھی نہ سکیں اور سنبھل بھی نہ سکیں جیسا کہ پچھلی اُمتوں میں سے قومِ لوط پر پتھر برسے یا کبھی کسی علاقے میں اچانک آسمانی اولے برس جائیں جس سے سینکڑوں جانور اور انسان ہلاک ہو جائیں یا آندھی طوفان تباہی مچادے یا آگ لگ جائے اور وجہ سمجھ نہ آئے لوگ اور اہلِ خانہ یہی سمجھتے رہیں کہ شاید بجلی کی تار شارٹ ہو گئی ہوگی۔ یا زکوٰۃ نہ دینے والے کی چوری ڈکیتی ہو جائے یا حرام میں ملا ہوا حلال مال بھی ضائع ہو جائے یا طوفان و سیلاب سے ہلاکت پڑ جائے۔ اللہ ہر چیز اور طریقے پر قادر ہے۔ ایسا ہوتا بھی رہا ہے لہٰذا آئندہ کا بھی اندیشہ رکھنا چاہیئے اور اُس احکم الحاکمین کی سزا سے ڈرنا بچنا چاہیئے (اللہ ہم سب کو توفیق دے) ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ قابلِ سزا بدکاروں کو اُن کے سفر و حضر۔ یا چلتے پھرتے اور عیش و عشرت کی ناچ رنگ کی محفل میں ہی اُن پر عذاب ڈالدے اور خوشی کی محفل اچانک غم کی محفل بن جائے جو اللہ گھروں کی کوٹھڑیوں میں عذاب بھیج سکتا ہے وہ سفر کی منزلوں پر بھی ہلاک کر سکتا ہے جیسا کہ قوم ھود کے مسافروں پر بھی دور دراز علاقوں میں وہی عذاب پہنچا تھا جو بستیءِ ھود میں آیا۔ تقلبھم کے ایک معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ کفار علاماتِ عذاب دیکھ کر بچنے بھاگنے کی تیاریوں میں نقلِ مکانی کرتے ہوں لیکن اُن کی ساری تدبیریں اور بھاگ دوڑ اُن کو عذابِ الٰہی سے نہ بچا سکے جیسا کہ قوم موسٰے پر طاعون اور مکڑیوں کا عذاب آیا۔ تقلب کے معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ وہ بستروں میں نیند کی کروٹیں بدل رہے ہوں اور عذاب آکر اسی حالت میں ہلاک کردے بہر حال کوئی طاقت کسی وقت کسی طریقے سے بھی رب تعالیٰ کو اُس کی کسی سزا دینے سے نہ روک سکیں نہ عاجز کر سکیں۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے اور ہوتا رہا

ہے کہ بے خبری میں نہ مارا جائے بلکہ عذاب کی نشانیاں چند دن پہلے ہی ظاہر ہو جائیں اور لوگ اپنے طور پر سائنسی ایجادات یا علاج معالجے یا عقلی تدبیروں سے بچنے کی کوشش کریں مگر نہ بچ سکیں سب تدبیریں بیکار ثابت ہو جائیں اور دہشت و خوف سے لوگوں کے رنگ زرد اور سیاہ پڑ جائیں مگر پھر بھی عذاب الہی ہلاک کر ڈالے جیساکہ قوم ثمود کو تین دن پہلے ہی عذاب کی نشانیاں دکھادی گئیں تھیں کہ پہلے دن سب کے چہرے پیلے پڑ گئے دوسرے دن سرخ اور تیسرے اور آخری دن سیاہ ہوئے پھر عذاب آیا اور سب ہلاک ہو گئے یا جیسے کہ قحط کا آنا یا دشمن کے لشکر کی آمد اور حملے کی خبریں۔ غرضیکہ رب تعالیٰ ہر طرح ہلاک کر سکتا ہے کوئی شخص امیر یا غریب بادشاہ یا فقیر فوج یا پولیس عوام یا خواص۔ عقل یا تدبیر کسی ذریعے کسی سہارے سے بچ نہیں سکتا۔ کائنات کے لیے رب تعالیٰ نے عذاب و سزاء الہیہ سے بچنے کی بس ایک تدبیر اور ایک ہی سہارا پیدا فرمایا ہے کہ دامن نبوت میں آجاؤ۔ طاقت کا سرچشمہ عوام نہیں بلکہ آستانۂ مصطفیٰ ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ اتنی قوت و طاقت اختیار و حکومت کے باوجود باری تعالیٰ مغرور متکبر فاسق ظالم کافر بے ادب گستاخ فسادی لوگوں کو کیوں ہلاک نہیں فرماتا؟ صرف اس وجہ سے کہ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ پس بیشک تمہارا رب ہے پالنے والا شفقت و محبت اور رافت فرمانے والا ہے اور ہمیشہ سے رحم فرمانے والا ہے۔ اسی لیے ڈھیل دیتا ہے پیار سے قرآن و حدیث کے ذریعے سمجھاتا ہے۔

فائدے ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر نبی کو معجزہ بھی عطا فرمایا اور اپنا کلام و قانون بھی۔ یہ فائدہ بِالْبَیِّنٰتِ وَالزُّبُرِ فرمانے سے حاصل ہوا۔ اگرچہ وہ کلام بالواسطہ ہو جیسے ابراہیم علیہ السلام کی شریعت اور صحیفے یوسف علیہ السلام تک سب انبیاء کو ملتے رہے۔ **دوسرا فائدہ۔** قرآن مجید ہمیشہ ظاہر اور جہان بھر میں مشہور رہے گا اس کو کبھی کوئی چھپا کر نہیں رکھ سکتا۔ یہ فائدہ وَاَنْزَلْنَا کے بعد اس کی علت لِتُبَیِّنَ فرمانے سے حاصل ہوا۔ لہٰذا شیعہ لوگوں کا یہ کہنا کفریہ جھوٹ ہے کہ اصل قرآن امام مہدی غار میں چھپا کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ **تیسرا فائدہ۔** قاری اور حافظ سے عالم دین کا درجہ افضل و اعلیٰ ہے۔ اور تلاوت قرآن مجید سے تفکر قرآن مجید زیادہ ضروری ہے۔ یہ فائدہ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ فرمانے سے حاصل ہوا کیونکہ نزول قرآنی کا اصل مقصد اس کو سمجھنا تدبر و تفکر کرنا اور بہت زیادہ سمجھنے کے بعد اس پر عمل کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو سچی سمجھ عطا فرمائے۔ **چوتھا فائدہ۔** انفرادی طور پر اب بھی عذاب الہی نافرمانوں پر آسکتا ہے جس عذاب کے بند ہونے کا وعدہ ہے وہ اجتماعی عذاب الہی

ہے جیسے سابقہ امتوں پر یک دم سب پر آیا۔ یہ فائدہ اَنْ یَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ۔ فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

اِن آیتِ کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ ہر مسلمان پر ائمۂ مجتہدین کی تقلید کرنا واجب ہے۔ ہر شخص بحرِ قرآن و حدیث میں غوطہ زن ہونے کی کوشش نہ کرے ورنہ گمراہی کی طغیانیوں میں ڈوب جائے گا جیسا کہ تمام غیر مقلدین گمراہیوں میں بھٹک رہے ہیں اور در پردہ تقلید کرنے پر مجبور ہیں۔ بعض مسائل ایسے ہیں جو ہم کو قرآنِ مجید و احادیث میں صراحتًا قطعًا نظر نہیں آتے مثلًا طلاقِ معلق مگر سارے غیر مقلدین اس طلاق کے وقوع کو مانتے ہیں اور ثبوت فقہ سے لیتے ہیں۔ یہ مسئلہ فَاسْئَلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ۔ قرآنِ مجید کے کسی مسئلے کو دنیوی غرض کی بنا پر چھپانا حرام قطعی ہے موقعہ محل کے اعتبار سے علماء اور مشائخ پر فرض ہے کہ قانونِ قرآنِ مجید کو عوام میں خوب پھیلائیں اور بتائیں دنیا کی کسی طاقت و ملامت سے نہ ڈریں۔ یہ مسئلہ لِتُبَيِّنَ (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض ہو سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ اِس کی کیا وجہ ہے کہ عذاب اور پکڑ کے ساتھ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ فرمایا گیا۔ جواب۔ عذاب کا ذکر اس لیے کیا گیا کہ رب تعالیٰ جب چاہے تمہاری نافرمانیوں پر حسبِ سابق عذاب بھیج دے۔ رؤف و رحیم سے یہ بتایا گیا کہ باوجود قدرتِ کاملہ اب تک جو نہیں بھیجا محض اس لیے کہ وہ انتہائی رؤف رحیم ہے اپنے بندوں کو توبہ کی زیادہ ڈھیل و مہلت عطا فرماتا ہے۔ گویا کہ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ کسی پوشیدہ معلول کی علت ہے۔ دوسرا اعتراض۔ سورۃِ نحل پوری مکی ہے بجز تین آیات کے۔ اور یہ آیت ۴۳ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا بالاتفاق مکی ہے اور اہلِ مکہ اُس وقت سب ہی مشرک تھے وہ تو کسی نبی کو نہیں مانتے تھے۔ تو اُن کیلئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ثبوت میں سابقہ انبیاء کی دلیل پیش کیوں کی گئی کہ ہم نے پہلے بھی مردوں کو ہی نبی بنا کر بھیجے ہے دلیل تو وہ دیجاتی ہے جس کو مخالف تسلیم کرے ہاں البتہ یہ دلیل یہود و نصاریٰ کے مقابل درست تھی کیونکہ وہ سابقہ انبیاء کی تعداد انکی نبوت و رسالت کو مانتے تھے کہ وہ مرد ہی تھے عورت جن فرشتہ نہیں تھے مگر مشرکین کے لیے یہ دلیل درست نہیں لگتی۔ جواب۔ یہ دلیل اس لیے نہیں دی گئی کہ مخالف پر الزام عائد کیا جائے۔ جس کو الزامی جواب کہا جاتا ہے کہ جب تم اس کو مانتے ہو تو اِس کو بھی مانو۔ بلکہ سابقہ تاریخ کا حوالہ دیا جا رہا ہے کہ اے مشرکین مکہ جس چیز کا تم مطالبہ کر رہے ہو وہ غلط ہے اور قانونِ الٰہیہ و فطرتِ کائناتی اور عاداتِ خداوندی کے خلاف۔ اگر سابقہ تاریخ سے واقعی تم ناواقف ہو تو فَاسْئَلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ ان ذکر والے یہود و نصاریٰ سے پوچھ لو۔

تیسرا اعتراض ۔ اہل سنت حضرات کہتے ہیں کہ شریعت کی چار دلیلیں ہیں ۔
۱ قرآن ۔ ۲ حدیث ۔ ۳ اجماعِ اُمت ۔ ۴ قیاس ۔ جیسا کہ علم اصولِ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے ۔
حالانکہ قیاس قطعًا غلط ہے ۔ اور قرآنِ مجید کی اس آیت سے قیاس کی مخالفت ثابت ہوتی ہے ۔
دیکھو رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم کو کسی بات کا علم نہ ہو سکے تو ذکر یعنی علم والوں سے پوچھ لو ۔
اگر قیاس بھی جائز ہوتا تو یہاں فرمایا جاتا کہ اگر تم کو علم نہیں تو قیاس کر لو ۔ اس لیے اب جو قیاس کرتا ہے وہ قرآنِ مجید کی اس آیت کی مخالفت کرتا ہے ۔ اور قرآنِ کریم کی مخالفت تو کفر ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ قیاس کفر ہے (اہل حدیث یعنی غیر مقلد وہابی ۔)
جواب ۔ یہاں فَاسْئَلُوْا کا تعلق تاریخی واقعات سے متعلق ہے اور قیاس تاریخی واقعات پر نہیں ہوتا بلکہ مسائل شرعیہ پر کیا جاتا ہے ۔ آپ لوگوں کو اسلام کی ہر بات ہی کفر شرک نظر آتی ہے اور پھر خود بھی اس میں مبتلا ہو جاتے ہو ۔ دیکھو تمام غیر مقلد وہابی طلاق معلق کو مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ طلاق کو کسی شرط پر معلق کیا تو جب وہ شرط پائی جائے گی طلاق واقع ہو جائے گی ۔ حالانکہ یہ مسئلہ کسی آیت یا حدیث سے ثابت نہیں بلکہ دیگر معلقات پر قیاس ہی کے ذریعے واقع ہوتی ہے ۔ تفسیر کبیر نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ تمہاری یہ دلیل تمہارا اپنا وہم ہے ۔ قیاس تو اجماعِ صحابہ سے ثابت ہے نیز نبی کریم نے قیاس کرنے کا حکم عطا فرمایا ہے ۔ اور یہ دلائل تم لوگوں کے اس وہمی دلائل سے زیادہ قوی ہیں امام رازی کے زمانے میں یہ باتیں معتزلی کیا کرتے تھے جن کو آج وہابیوں نے پسند کر لیا ۔ چوتھا اعتراض ۔ یہاں آیت ۴۳ ختم ہونے کے بعد بالکل شروع میں آیت ۴۴ کا پہلا حرف بِالْبَیِّنٰتِ ہے قواعد نحویہ کے مطابق ب جارّہ شروع میں نہیں آ سکتی ۔ تو یہاں کیوں آ گئی ؟
جواب ۔ یہاں بھی شروع میں نہیں بلکہ ایک جملے یا ایک فعل کے بعد ہے ۔ مگر اس کے تعلق کے بارے میں پانچ قول ہیں ۔ ۱ اس کا تعلق وَمَآ اَرْسَلْنَا سے ہے ۔ اور عبارت اس طرح سے ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ بِالْبَیِّنٰتِ وَالزُّبُرِ اِلَّا رِجَالًا ۔ ۲ فرّاء نحوی نے اس کو غلط قرار دیا کہ اِلَّا بعد میں نہیں ہو سکتا یا اس طرح ہو سکتا ہے کہ یہ آیت ۴۴ اس طرح شروع ہو اَرْسَلْنَاهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ ۔ ۳ یہ متعلق ہے یُوْحِیْ کے اور عبارت اس طرح ہے یُوْحِیْ اِلَیْهِمْ بِالْبَیِّنٰتِ ۔ ۴ ذکر بمعنی علم ہے اور بِالْبَیِّنٰتِ کا تعلق فَاسْئَلُوْا سے ہے ۔ اور عبارت اس طرح ہے فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ بِالْبَیِّنٰتِ ۔ ۵ اس کا تعلق لَا تَعْلَمُوْنَ سے ہے ۔ اور عبارت اس طرح سے ہے اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ بِالْبَیِّنٰتِ بہر کیف بے جوڑ نہیں تفسیر نحوی میں بھی اس کی کچھ وضاحت کر دی گئی ہے ۔

تفسیر صوفیانہ

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ۔ نفوسِ شیطانی نے قلب کی زندگی کو جھٹلایا اور انکار کیا۔ کہ عشقِ الٰہی کی آگ میں جو فنا فی اللہ ہوا اُس کی بقا نا ممکن ہے۔ اور معقولاتِ باطل نے قدرتِ الٰہیہ کے انکار پر اللہ تعالیٰ کی قسموں کو ہی شاہدِ سرّی بنایا۔ کہ میدانِ قہر کی وادیِ درکات میں قیامتِ صغریٰ کی نارِ فراق سے مردہ ضمیروں کو خلاقِ کائنات زندہ نہیں کر سکتا۔ ہاں ہاں۔ ایسا ضرور ہوگا کہ سینۂ عشاق کو انوارِ تجلیات کی حیاتِ ابدی سے جگمگا دیا جائے اور عقلِ روشن کو تابندہ تفکّر و تدبّر کی زندگی عطا کی جائے اور نفوسِ شیطانیہ کو بھی قہر و ذلّت کی زندگی میں مبتلا رکھا جائے۔ لیکن اس رازِ مخفی کو اہلِ شقاوت و کفرانِ نعمت والے اکثر لوگ نہیں جان سکتے۔ ہیجانِ باطن کی یہ قیامتِ صغریٰ کا برپا ہونا اس لیے حق ہے۔ کہ عقولِ نادانی جن باطنی اسرار میں قلوبِ ایمانی سے اختلاف کرتے ہیں ان کو ثابت فرمایا جائے۔ عقل کا کام بحث و مناظرہ کرنا ہے۔ جسمانیتِ انسانی میں چار درخت ہیں اور چار نہروں سے اُن کو پانی ملتا ہے۔

۱ عقل درخت ہے فکر اُس کا پانی ہے۔ ۲ دوسرا درخت غفلت ہے جہالت کی نہر سے اختلاف کا پانی اس کو ملتا ہے۔ ۳ جب باطن کی قیامتِ صغریٰ اور ہجران کا میدانِ محشر قائم ہوتا ہے تو درختِ ندامت کو زندگی ملتی ہے۔ اور نہرِ توبہ سے اُس کو پانی ملتا ہے۔ ۴ پھر شجرِ محبّت اگایا جاتا ہے۔ اور موافقت و اطاعت کی نہر سے اُس کو پانی ملتا ہے۔ شجرِ عقل کا سب سے بڑا دشمن نفسِ امّارہ ہے جو پہلے عقل سے انتہائی محبّت کرتے ہوئے اُس سے ملتا ہے پھر اپنے باطن کے چار گھن اس میں بسا دیتا ہے پہلا گھن کیڑا حسد ہے۔ جو مسلمانوں اور علما اولیاءُ اللہ سے عقل میں داخل ہوتا ہے ہر طرح گستاخی بے ادبی اور نقصان پہنچانے کے عقل منصوبے بناتی ہے ۲ دوسرا گھن حرصِ دُنیا۔ اس طرح کہ ساری دنیا کے حصول میں تمام عقل خرچ کر دیتا ہے ۳ دنیوی جاہ۔ مرتبہ۔ عزّت کی خواہش و طلب۔ ۴ فکرِ دنیا۔ و شہوت پرستی۔ یہ چار گھن عقل کے درخت کو کھوکھلا کر دیتے ہیں۔ لیکن نفسِ امّارہ ہزار حیلوں بہانوں۔ دلاسوں تسلیّوں سے قسمیں بول بول کر یہی سمجھاتا ہے کہ کچھ نہیں ہوا عقل درست ہے اُس کے تفکّرات و تجربات صحیح ہیں اور بندہ اِن میں ہی مست گزار رہتا ہے۔ کہ گویا مُردہ ہے کبھی نہ اُٹھایا جائے گا۔ لیکن قلبِ محبوب کو تین معرفتیں ملتی ہیں جن سے زہد پیدا ہوتا ہے ۱ دنیا کے مکر کی پہچان اور اس سے ہٹنا بچنا ۲ آخرت کی آرزو اور طلب میں کوشش۔ ۳ رب تعالیٰ کی تمام صفتوں کا احترام۔

بندے کی قیامت باطنی میں تمام بدیوں کو ایک جگہ مقامِ نفس میں جمع کر دیا گیا ہے۔ عقلِ شیطانی کی ابلیسیت کو زہد کی چار دیواری بنا کر عشقِ الٰہی کا تالا لگا کر قید کر دیا گیا۔ لیکن دنیا داری کو اس کی چابی بنایا جو لالچ کے قبضے میں ہے دنیا کا پہلا اثر غفلت ہے اہل سلوک کی غفلت اس کی موت ہے، دنیا دار سمجھتا اس موت کے بعد کبھی زندگی نہیں ہے۔ یہ جہان میٹھا۔ اگلا کس نے دیکھا۔ مگر ذکر الٰہی سے مردوں کو زندگی ملتی ہے۔ جہنم فرقت کسی کو فرار ہے جن کے پاس ایمان کی نشانی۔ نفاق کی بیزاری۔ اور شیطان سے حصاری یعنی قلعہ بند حفاظت ہو۔ لیکن اکثر لوگ ان حقیقتوں کو نہیں جانتے۔ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَا اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِی اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰی رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ۔ ہمارے جبر و قدر کے فیصلے ظلمت و نور کی واردتیں قبض و بسط کی قسمیں مراقبہ و مشاہدے کے انعامات شقاوت و سعادت کی منزلیں جس کا بھی ہم ارادہ فرمالیں ساعتِ کُن فرمانے میں ہو جاتی ہے۔ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ رب تعالیٰ کے فیصلے مخلوق کے متعلق تین قسم کے ہیں۔

۱۔ ارادۂ الٰہی ۲۔ قدرتِ الٰہی ۳۔ علمِ الٰہی۔ رب تعالیٰ کا علم مطلق ہر چیز پر محیط ہے۔ کُن سے پہلے بھی اور بعد بھی لیکن علم ارادہ وقتِ معین اور وجہ معین سے خاص اور علم قدرت۔ وجودِ شی واجب اور موجب ہونے اور موقوف علیہ کے موجود ہونے سے اور اس وقتِ معین اور وجہ معلوم سے خاص ہے۔ مثلاً کبھی ایسا ہوگا ۱۔ یہ ارادۂ الٰہی ہے۔ ۲۔ ان موجود چیزوں سے یہ چیز فلاں وقت ہوگی یہ معلوماتِ الٰہی ہیں ۳۔ اور ایسا ہو گیا یہ قدرتِ الٰہیہ ہے۔ ان تینوں کا مرجع علمِ مطلق ہے اسی کو عزیمت اور تخلیق کہا جاتا ہے بخلاف بندے اور مخلوق کے علم کے۔ وہ صرف بننے کا اور ہو جانے کا علم رکھتا ہے۔ بنانے اور کرنے کا علم نہیں رکھتا۔ بندے کی ایجادات قبل از وقت تخیّل و تصوّر ہے علم نہیں۔ بندہ کہتا ہے میں کل یہ کروں گا اور ایسا کل ہوگا یہ صرف تخیّل ہے۔ اس کو علم نہیں کہا جا سکتا ہے ضروری نہیں کہ ہو جائے۔ علم یہ ہے کہ وہ کام ضروری ہو جائے۔ اسی چیز کو سمجھانے کے لیے فرمایا گیا۔ کہ کُن کہتے ہیں تو وہ وجودِ حقیقی میں آ جاتی ہے خواہ جلدی یا بہت دیر سے جس قسم کا ارادہ اسی قسم کے وقت میں وہ چیز ہو جاتی ہے۔ لہٰذا جن اہلِ فراست نے اللہ کے ارادہ۔ علم و قدرتِ صفات میں اپنے شعور عقل۔ تدابیر۔ نفس و خواہشات تمناؤں۔ امیدوں۔ آرزوؤں سب سے ہجرت کر لی منہ موڑ لیا۔ اس کے بعد کے حسدِ شیطانی کدورتِ شیطانی۔ عداوتِ نفسانی کے کتنے ہی مظلوم ہوئے اور دنیا کی ہر محفلِ باطلین میں ان پر ظلم شقاوت کئے گئے۔ ایسے مخلص طالبین کو ہم عالمِ ناسوت میں منزلِ محبوب کا مشاہدۂ جمال عطا

فرمائیں گے۔ اور راہِ عشق کی آخری منزل کا انعام محبوبیت ابدی دیں گے۔ جو تمام تحائف لذاتی سے بلند ہے۔ راہِ طلب کی وادیوں میں صبر سے بڑھتے رہتے والے۔ جو ہر ذکر فکر شکر صبر۔ قیام و قعود میں اپنے پروردگار خالق تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرتے ہیں۔ اگر وہ مقام جبروت سے پہلے ہی ان واردات انوار اور منزلِ لاہوت کے ٹھکانوں کو پہلے ہی جان لیتے تو دو عالم سے ہاتھ دھو لیتے۔ اور ہر لذتِ دہر سے دور ہو رہتے۔ ؎ شعر

اگر درویش بر حالے بماندے
سر دست از دو عالم بر فشاندے

یہ دنیوی لذتیں اسی وقت تک کے لیے ہیں۔ جب تک جلوۂ محبوب کا نور پردے میں ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِمْ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ. بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ.

اے آسمانِ نبوت کے نیرِ تاباں ہم نے تجھ سے پہلے صرف علم و عرفان کی قوت والوں کو ہی اپنے فیصلہ ازلی ابدی کا پیغامبر بنایا۔ اور ان حواسِ باطنی کی طرف اسرارِ مخفی کی وحیِ الہامی فرماتے رہے۔ تو اے ظاہر والو ذکرِ خفی والوں سے سعادت والوں کی منزلوں کا پتہ پوچھ لو۔ اگر تم کو ان مشاہدات والوں کا پتہ اور ان کے راہِ سلوک کا علم نہ ہو۔ اور درد عشق کی لذت کا پتہ لگانا ہے تو پوچھو شبِ تاریک کی روشن دعاؤں۔ تڑپتی التجاؤں اور فریاد بینات سے اور زبورِ سینہ کی سحر گاہی آہوں سے۔ اے کائناتِ عالم کے جگمگاتے نیرِ تاباں۔ ہم نے اپنے تمام ذکر فکر۔ علم و عرفان کے خزانے تیری طرف ہی نازل فرما دئے۔ اور سب جہانوں کے پوچھنے والوں کو تیری گلی کا رستہ بتایا گیا۔ اب تو ہی عالمِ ناسوت، لاہوت جبروت کے سالکوں کو اور ہر پوچھنے والے انسان کو بیان فرمانے والا ہے کہ پہلوں کی طرف کیا نازل کیا گیا۔ اب سب کے لیے تو ہی اہلِ ذکر ہے۔ اب سارے جہانوں کے لیے تیری عقل علمِ الٰہی ہے تیری زبان ذکرِ الٰہی اور تیرا چہرہ عرفانِ الٰہی ہے۔ اے ازلی ابدی محبوب سب انسانیت کے لیے بیان فرما تاکہ یہ لوگ قلبِ منور اور عقلِ معطر کی گہرائیوں میں اتر کر فکر و تدبر کریں۔ آستانۂ قدس میں مرد اور رجال وہ ہے جو زاہد بحر و بر ہو۔ اور زاہد وہ ہے جو دنیا کا ہلکا اور آخرت کا بھاری ہو۔ فَأَمَّا مَن ثَقُلَتْ والی آیت میں اہلِ دین کا ذکر ہے اور نجی الْمُخِفُّونَ وَهَلَكَ الْمُثْقِلُونَ والی حدیث میں اہلِ دنیا کا ذکر۔ دین والا مرد زاہد ہے۔ اور دنیا کے بوجھ والا نامرد ہے۔ اہلِ ذکر۔ ذاکرِ الٰہی ہے اور وہی کامل ہے و مفید ہے اور وہی الہامِ الٰہی کا حقدار ہے۔ اس لیے کہ ذکر اللہ میں چھ فائدے ہیں۔

۱ حفاظتِ ذنوب ۲ مشاہدۂ ذات بعینِ تجلی ۳ رب تعالیٰ کی مضبوط دوستی ۴ عالم کائنات کی عز بزیت ۵ نفس کے اشرار وخباثت سے بچاؤ۔ ۶ قبر میں انوارِ الٰہیہ کی انسیت و محبت کا حصول جسمِ انسانی اور جسدِ ایمانی کے چار ذکر ہیں پہلا ذکر نماز۔ اس کے ترک سے سلبِ ایمان کا اندیشہ دوسرا ذکر۔ زکوٰۃ۔ اس کے ترک سے۔ تمام برکتوں سے محرومی ہے تیسرا ذکر۔ صدقہ و قربانی۔ اس کے ترک سے قلب اور جسم کی تندرستی سے محرومی ہے چوتھا ذکر۔ دعا۔ اس کے ترک سے قبولیت سے محرومی ہے۔ اے وادیِ شوق اور راہِ طلب کے مسافر محتاج نہ بن ورنہ محتاج کر دیا جائے گا۔ لَا تَعْلَمُوْنَ کے زمرے میں شامل نہ ہو۔ تو ہمیشہ سائل اور پوچھنے والا ہی نہ بن۔ کسی خاموش کو حقیر نہ سمجھ اور کلام لغو سے خود بھی حقیر نہ بن۔ گروہِ رجال میں داخل ہو کر۔ مصائبِ اغیار کا مقابلہ صبر سے اور نعمتوں کی حفاظت شکر سے کر۔ کیونکہ الہامات اور وحیِ الٰہی میں تنگ کرنے والے بدکاروں سے برائی دور کر گئی ہے۔ اس راہِ سلوک میں تیرہ خاردار جھاڑیاں ہیں۔

۱ حسد ۲ انکار ۳ نفاق ۴ جھوٹ ۵ کنجوس ۶ حرص ۷ لالچ ۸ غصہ ۹ عداوت ۱۰ ریا ۱۱ بہتان ۱۲ غیبت۔ ۱۳ منافقت۔ یقین کی زرہ اور زہدِ ولایت کے لباس کو پہن کر اس راستے میں قدم رکھ۔ رجالِ سعید کی پانچ نشانیاں ہیں۔

۱ دل کی نرمی ۲ کثرتِ گریہ ۳ دنیا سے نفرت ۴ دنیوی امیدوں کا کم ہونا۔ ۵ حیا۔ مردانِ راہِ خدا کی گفتار معرفت ہے اور ان کی خاموشی مشاہدہ ہے۔ اَفَاَمِنَ الَّذِیْنَ مَکَرُوا السَّیِّئٰتِ اَنْ یَّخْسِفَ اللّٰہُ بِھِمُ الْاَرْضَ اَوْ یَاْتِیَھُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ۔ اَوْ یَاْخُذَھُمْ فِیْ تَقَلُّبِھِمْ فَمَا ھُمْ بِمُعْجِزِیْنَ اَوْ یَاْخُذَھُمْ عَلٰی تَخَوُّفٍ فَاِنَّ رَبَّکُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ کیا دنیاءِ دون میں بسنے والے اس دامید کی مکاریاں بدکاریاں کرنے والے اس بات سے بے خوف ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ ان کی زمینِ جسمانی کو قعرِ مذلت میں دھنسا دے یا کسی ایسی جانب سے ان پر ظلماتِ باطنی کا عذابِ فراق آ جائے کہ عقل و دماغ کی قوتِ باطنی اس کو سمجھ ہی نہ سکے۔ یا نفوسِ رذیلہ کی خوابِ غفلت میں ان کو دستِ قہاری سے گرفتار فرما لے۔ یا خیالاتِ لغویہ اور تصوراتِ بیہودہ کی اونچی پرواز وں۔ لمبی امیدوں کے منصوبوں کی مسافرت میں ہی ان کو پنجۂ موت سے پکڑ لے تو اس وقت ان کا سارا مکر و فریب اکڑ و غرور گم ہو جائے۔ اور کچھ بھی نہ روک سکیں ہر وسوسۂ شیطانی عیاریِ نفسانی ٹوٹ جائے۔ یا نفس کی بزدلی اور عقلِ فاسدہ کی تھکاوٹ واندیشا کی پران کو خوفِ لعنت سے پکڑ لیا جائے۔ مگر ایسا صرف اس لیے نہیں ہوتا۔ اور نفوسِ ابلیسیت کو اس لیے ڈھیل دی جاتی ہے کہ بے شک تمہارا پروردگار قوائے ظاہری و باطنی کو پالنے والا

بہت ہی نرمی حلیمی فرماتے والا ہے۔ اور ازل و قدیم کا رحم فرمانے والا ہے۔ جسم انسانی میں دو قوتیں خالق تعالیٰ نے پیدا فرمائیں ایک نفسانی جو ابلیس کا مرکز تلبیس ہے۔ جو خود باقی رہنے کا خواہش مند ہے یہی اُس کا غرور ہے۔ دوسری ایمانی قوت جو مرکز انوار و تجلیات ہے۔ اِس کی خواہش ذات وحدت میں فنا ہو جانا ہے۔ اور یہی اصل حقیقتِ ایمانی ہے کیونکہ اپنی ہستی سے فانی ہو کر اُس کی ذاتِ پاک کے خیال میں گم ہو جانے کا نام مشاہدہ ہے۔ اور دل کو ماسوا اللہ سے خالی کرنے کا نام مجاہدہ ہے۔ نفسانی قوتوں کو زیر کرنے کا نام مجادلہ ہے۔ اِسی مقام پر اَنْ یَّخْسِفَ اللّٰہُ کا مظاہرۂ قدرت ہے۔ زاہد وہ ہے جو ظاہر و باطن کے آثار چیز معاد سے بے نیاز ہو جائے۔ بادشاہوں امیروں سے دور ہو جائے۔ دل طمع سے خالی ہو۔ ہر چیز منجانب اللہ سمجھے نہ کسی سے خدشہ۔ مخلوق کی طرف مائل ہونا یہ باطن کی پاکیزگی کے لیے مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ والا مخفی عذاب ہے۔ اور تزکیۂ روحانی کے لیے یَاْخُذَھُمْ فِیْ تَقَلُّبِھِمْ والی ناگہانی پکڑ ہے۔ اِس عذاب اور پکڑ سے بچنے کے لیے مومن کو تین چیزیں لازم ہیں۔ امر و نہی اور تقدیر پر رضا۔ اے بندۂ مخلص مراقبۂ عام میں اللہ تعالیٰ کو اپنا راہنما بنالے تاکہ اُس کی امداد حاصل کر سکے۔ پس اللہ رسول سے سوال کر سان لوگوں سے سوال کرتا ہے جو اللہ رسول سے ناواقف ہو۔ رسول اللہ ہی رب تعالیٰ کی پہلی و آخری چوکھٹ ہیں۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ یَّتَفَیَّؤُا

کیا نہ دیکھا اُن کافروں نے طرف اِس کے جو پیدا کیا اللہ نے کوئی چیز بھی جھکتا ہے

اور کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ جو چیز اللہ نے بنائی ہے اُس کی پرچھائیاں

ظِلٰلُهٗ عَنِ الْیَمِیْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ

سایہ اُس کا طرف داہنی اور بائیں سجدہ کرنے کے لیے اللہ کو اور وہ سب ہی

داہنے اور بائیں جھکتی ہیں اللہ کو سجدہ کرتی اور وہ اُس کے حضور

دَاخِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا

عاجزی والے ۔ اور اللہ کیلئے سجدہ کرتے ہیں وہ جو ہیں آسمانوں کے اور وہ جو

ذلیل ہیں۔ اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ

فِي الْأَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا

میں زمین۔کوئی جاندار اور فرشتے اور وہ جو نہیں

زمین میں چلنے والا ہے اور فرشتے اور وہ غرور

يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ

تکبر کرتے ۔ خوف طاری رکھتے ہیں رب کا اپنے ۔ سے اوپر اپنے

نہیں کرتے ۔ اپنے اوپر رب کا خوف کرتے ہیں

وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ السجدۃ ع وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا

اور عمل کرتے ہیں وہی جو حکم دیئے گئے ہیں اور فرمایا اللہ نے نہ بناؤ تم

اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم ہو اور اللہ نے فرما دیا دو خدا نہ

اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ

دو معبود دو طرح ۔ فقط وہ معبود ہے اکیلا تو مجھ سے ہی

ٹھیراؤ وہ تو ایک ہی معبود ہے تو مجھی سے

فَارْهَبُوْنِ ﴿۵۱﴾

پس ڈرو تم

ڈرو

تعلق اِن آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔
پہلا تعلق - پچھلی آیت میں بت پرستوں کی شرکیہ سجدہ ریزی اور کفریہ عبادت کا ذکر ہوا اب اِن آیت میں سب مخلوق کی سچی سجدہ ریزی کا ذکر ہے اور بتایا جا رہا ہے بجز انسان کے کوئی بھی شرک نہیں کرتا۔ جنات کا یہاں تذکرہ نہیں ہے اگرچہ اُن میں بھی شرک کی طغیان ہے۔
دوسرا تعلق - پچھلی آیت میں انسان کی کمزوری اور باوجود انتہائی لاغری کے زبردست متکبّر ہونے کا ذکر ہوا اب اِن آیات میں بہت طاقت والی مخلوق کا ذکر ہوا کہ ملائکہ باوجود زبردست طاقت والے ہونے کے پھر بھی عاجز بنے رہتے ہیں متکبّر نہیں ہوتے۔ **تیسرا تعلق** - پچھلی آیت میں کفّار کی نافرمانیوں کا ذکر کیا گیا کہ اتنے اتنے انبیاءِ کرام نے ہر طرح سمجھایا مگر یہ نافرمانی کرتے ہی رہتے ہیں اب اِن آیتوں میں ملائکہ کی فرمانبرداری کا ذکر ہے کہ جو بھی اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے وہ فوراً عمل کرتے ہیں **چوتھا تعلق** - پچھلی آیت میں عذاب نازل ہو جانے کے چار طریقوں کا ذکر ہوا تھا کہ رب تعالیٰ کو کوئی عذاب سے نہ روک سکتا ہے نہ عاجز کر سکتا ہے۔ اب اس کی ایک وجہ بیان فرمائی جا رہی ہے کہ کسی کو روکنا طاقت سے ہوتا ہے مگر رب تعالیٰ سے زیادہ کسی کی طاقت ہی نہیں ہے۔ ملائکہ بھی اُس کی بارگاہ میں عاجز و مسکین ہیں۔

تفسیر نحوی اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ اَوَ۔ ایک قول میں حرفِ عطف تردیدی ہے بمعنیٰ یا یہ۔ یا یہ۔ دو چیزوں کے درمیان میں آتا ہے اور ایک کی تردید مقصود ہوتی ہے ایک کی تائید اصلاً اَوْ ہے داؤ ساکن لیکن جب استفہام کے لیے آئے تو واؤ پر فتحہ آتا ہے جیسے یہاں۔ استفہام توبیخی ہے اگر خطاب کفّار کو ہے۔ لیکن اگر خطاب مسلمانوں سے یا عام انسان سے ہے تو استفہام تحقیقی ہے۔ یا تقریری ہے۔ دوسرے قول میں اَوَ۔ آ ہمزہ استفہام توبیخی (جھڑک) ہے و عاطفہ اور واؤ سے پہلے ایک فعل پوشیدہ معطوف علیہ ہے۔ دراصل ہے اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا وَلَمْ يَرَوْا اَلَمْ يَرَوْا فعل مضارع باب ضَرَبَ کا۔ صیغہ جمع مذکّر غائب لَمْ جازمہ کے عمل سے آخر کی نونِ اعرابی گر گئی۔ رَاْئِیٌ سے بنا ہے بمعنیٰ غور سے دیکھنا۔ دل دماغ کی قوّت کے ذریعے آنکھوں سے دیکھنا۔ خواب کو رویت بھی اسی معنیٰ میں کہتے ہیں۔
اِلٰی جارہ انتہاءِ غایت کے لیے ہے مَا موصولہ خَلَقَ۔ ماضی مطلق معروف واحد مذکّر غائب باب نَصَرَ خَلْقٌ سے بنا ہے بمعنیٰ پیدا کرنا۔ ہمیشہ متعدّی بیک مفعول ہوتا ہے اس کے معنیٰ میں کوئی مصدر نہیں آتا۔ اللّٰہ۔ اسم مفرد جامد خالق تعالیٰ کا ذاتی نام ہے بحالتِ رفع فاعل ہے خَلَقَ کا مِنْ جارہ تبعیضیہ شَيْءٍ

اسم مفرد جامد متمکن معرب نکرہ ہے مجرور ہے متعلق ہے خلق کا۔ موصوف ہے مابعد کا یَتَفَیَّؤُا
باب تَفَعُّل کا مضارع مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب مصدر ہے تَفَیُّؤٌ۔ فَیْءٌ اجوف یائی
اور مہموز لام سے بنا ہے۔ بمعنی سایہ ڈالنا۔ سایہ پھیلنا۔ سایہ کا جھکنا۔ دراز ہونا۔ ظِلٰلُ۔ اسم جمع مکسر
ہے ظِلٌّ کا بمعنی سایہ عربی میں فَیْءٌ کے معنی بھی سایہ ہیں اسی لیے اس کی جمع اَفیاء اور فیوء ہے مگر فرق
یہ ہے کہ ظل بمعنی اصلی سایہ جو اس کے قد کے برابر ہو۔ اسی معنی میں بزرگوں کے رحم کرم کو سایہ اور ظل
کہدیتے ہیں۔ عادل بادشاہ حاکم کو ظل اللہ۔ وغیرہ القاب سے اسی معنی میں کہا جاتا ہے کہ اللہ کے
کرم کے مظہر بنتے ہیں اور اسی سے ڈر کر لوگوں پر رحم کرتے ہیں۔ اور فیٔ وہ سایہ ہے جو چیز کے اصل
قد سے گھٹ جائے یا بڑھ جائے۔ فیٔ زوال شرعی اصطلاح میں گھٹے ہوئے سایہ کو کہتے ہیں گرمیوں
میں دوپہر کو پیروں میں رہتا ہے۔ اشراق اور سہ پہر کے سائے بڑھے ہوتے ہیں اس لیے ان کو
فیٔ کہا جاتا ہے یہاں اسی سائے کا ذکر ہے یعنی ان کے ظل فے بنتے ہیں (گھٹتے بڑھتے ہیں) ان کے اس
سائے کو ان کے رکوع سجدے قرار دیئے گئے یا تشبیہ دی گئی ہے۔ عَنِ جارہ بمعنی اِلٰی اِنتہائیہ۔
الف لام اسمی بمعنی اَلَّذِیْ یَمِیْنِ۔ اسم مفرد معرفہ بمعنی سیدھا (دایاں) ہاتھ منقول مجازی ہیں دائیں
طرف کو بھی یمین کہا جاتا ہے وہی یہاں مراد ہے یُمْنٌ کا صفت مشبہ ہے بمعنی بہت قوت والا بہت
برکت والا۔ چونکہ دایاں ہاتھ بائیں سے قوی ہوتا ہے نیز اس میں شرعی فضیلت ہے اس لیے
اس کو یمین کہا گیا۔ غالباً ملک یمن کو اس لیے یہ نام دیا گیا کہ وہ حجاز مقدس سے دائیں جانب ہے
یہاں مراد دائیں سمت ہے واؤ عاطفہ الف لام اسمی شَمَائِلِ اسم جمع مکسر ہے شِمَالٌ کا۔ اصلی معنی بائیں
سمت الٹی طرف۔ مخالف راستہ۔ یا بائیں ہاتھ کو بھی مجازاً شمال اور یسار کہدیتے آسمان کا شمال
طلوع آفتاب کی طرف منہ کرنے سے جو الٹے ہاتھ کا علاقہ ہوگا وہ شمال ہوگا۔ یہاں مراد سورج کا
مشرق مغرب اور چیزوں درختوں وغیرہ کا دایاں۔ بایاں۔ سُجَّدًا۔ اسم مصدر ہے۔ اپنے مصدری معنی میں
ہے۔ بروزن رُکَّعًا بحالت نصب مفعول لہ ہے یَتَفَیَّؤُا۔ کا۔ سُجُوْدٌ سے بنا ہے بمعنی زمین سے لپٹنا۔
چمٹنا۔ اوندھے گرنا۔ جھکنا۔ لام جارہ ملکیت یا استحقاق یا تعظیم کا۔ اَللّٰہِ اسم مفرد مجرور ہے لام سے
بحالت کسرہ ہے۔ جار مجرور متعلق ہے سُجَّدًا کے کچھ لوگوں نے سُجَّدًا کو اسم فاعل صیغہ جمع مذکر
مانا ہے۔ ساجدًا واحد ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے مگر یہاں نہیں۔ واؤ حالیہ یا سر جملہ۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر
غائب۔ مرفوع منفصل مبتدا ہے جس کا مرجع ما موصولہ ہے جو لفظاً واحد ہے مگر اپنی عمومیت میں جمع
معنوی۔ دَاخِرُوْنَ۔ اسم فاعل صیغہ جمع مذکر باب نَصَرَ کا۔ دُخُوْرٌ سے مشتق ہے بمعنی۔ کمزوری کی بنا پر

عاجز ہونا یعنی حقیقتاً اور مجبوراً عاجز ہونا۔ بحالتِ رفع ہے۔ اپنے فاعل ھُمْ ضمیر سے مل کر شبہ جملہ ہو کر خبر ہے مبتدا کی۔ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ۔ واوٗ سر جملہ۔ لام جارّہ استحقاقی ملکیتی اَللّٰہ مجرور متعلق مقدم ہے۔ برائے حصر يَسْجُدُ۔ باب نَصَرَ کا فعل مضارع سَجْدٌ سے بنا ہے بمعنیٰ شرعی اصطلاحی۔ سات اعضا کا زمین پر لگانا انسانوں کا سجدہ باقی مخلوق کا ان کی کیفیت جسمی کے مطابق۔ مَا۔ موصولہ بحالتِ رفع اگلی پوری عبارت صلہ ہو کر فاعل ہے يَسْجُدُ کا۔ فِیْ جارّہ ظرفِ مکانی کے لیے۔ الف لام استغراقی سمٰوات جمع مؤنث سالم سَمَاءٌ یہ سات عالم ہیں۔ قدرتِ الٰہیہ کے مجرور ہے فِیْ سے واوٗ عاطفہ مَا موصولہ فِیْ جارّہ ظرفیہ مکانیہ الف لام استغراقی اَرْض اسم مفرد جامد مؤنث لفظی بمعنیٰ پوری زمین مجرور ہے فِیْ سے۔ پہلا جار مجرور متعلق پوشیدہ موجودٌ اسم مفعول کا۔ یہ جار مجرور متعلق اوّل ہے دوسرے پوشیدہ موجودٌ کا مِنْ جارّہ بیانیہ یا تبعیضیہ۔ دَآبَّةٍ۔ اسم فاعل صیغہ واحد مؤنث باب نَصَرَ کا۔ دراصل تھا دَابِبَةٌ دَبٌّ مضاف ثلاثی سے بنا ہے بمعنیٰ۔ زمین کھودنا۔ اکھیڑنا۔ روندنا۔ چلنا۔ یہاں آخری معنیٰ میں ہے اور مراد ہے ایسا چلنا جس سے زمین پر نشان بن جائے اس لحاظ سے تمام حیوانات دابّہ ہیں کیڑے مکوڑے پرندے اور انسان بھی یہ مکسور ہے مِنْ سے۔ یہ جار مجرور متعلق دوم ہے دوسرے موجودٌ کا۔ یہ موجودٌ شبہ جملہ اسمیہ ہو کر صلہ ہوا مَا کا اور معطوف ہے پہلے مَا موصولہ کا۔ اسی طرح پہلا موجودٌ پوشیدہ اپنے ھُوَ ضمیر مستتر نائب فاعل اور متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مل کر معطوف علیہ۔ واوٗ عاطفہ۔ اَلْمَلٰٓئِكَةُ الف لام استغراقی ملائکۃُ اسم جمع تکسیر منصرف اس کا واحد ہے مَلَکٌ بمعنیٰ فرشتہ بحالتِ رفع کیونکہ عطف ہے مَا موصولہ پر اور وہ سب سے مل کر فاعل ہے يَسْجُدُ کا۔ واوٗ سر جملہ ھُمْ ضمیر مرفوع منفصل مبتدا ہے اس کا مرجع ملائکہ ہے لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ باب استفعال کا۔ مضارع منفی بلا معروف صیغہ جمع مذکر غائب۔ ھُمْ ضمیر جمع اس میں مستتر ہے۔ اور اس کا مرجع ملائکہ ہے فاعل ہے اس کا۔ مصدر ہے اِسْتِكْبَار بمعنیٰ غرور کرنا۔ خود کو بڑا سمجھنا۔ کِبْرٌ سے بنا ہے۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے مبتدا کی يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ۔ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ يَخَافُوْنَ باب فَتَحَ یا سَمِعَ کا مضارع مثبت معروف جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے۔ خَوْفٌ اجوف واوی سے بنا ہے رَبَّ اسم مفرد جامد اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے منصوب ہے مفعول بہ ہے يَخَافُوْنَ کا۔ ھُمْ ضمیر مجرور متصل مضاف الیہ ہے اس کا مرجع ملائکہ ہے۔ مرکب اضافی مفعول بہ ہے۔ مِنْ جارّہ بیانیہ فَوْقِ اسم ظرف

بمعنیٰ بلندی ۔ اوپر ۔ استعلا (مرتبہ کی بلندی کے لیے) یہاں آخری معنیٰ میں ہے ۔ ہمیشہ مضاف ہوتا ہے اگر مضاف الیہ ظاہر ہو تو اسم متمکن معرب اور اگر محذوف ہو تو ضمہ پر مبنی غیر متمکن ہے ۔ مضاف ہے ھم ضمیر جمع مذکر غائب نفسی ہے بمعنیٰ اپنے ۔ مضاف الیہ ہے ۔ مرکب اضافی جار مجرور متعلق ہے یَخَافُوْنَ کا ۔ یہ فعل متعدی بدو مفعول ہے ۔ یہاں مفعول دوم عذابًا پوشیدہ ہے عبارت اس طرح یخافون ربہم عذابا من فوقہم ۔ ایک قول میں عذاب ربہم ہے ۔ اور ایک قول میں ۔ یہاں مِنْ سے پہلے عالیًا پوشیدہ ہے یہ جار مجرور اس پوشیدہ کے متعلق ہے اور عالیًا اسم فاعل جملہ اسمیہ ہو کر حال ہے عذاب کا ۔ یَفْعَلُوْنَ فعل مضارع جمع مذکر غائب ھم ضمیر مستتر کا مرجع ملائکہ ہے باب فَتَحَ سے ہے بمعنیٰ حال ہے مَا اسم موصول محلاً منصوب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے یَفْعَلُوْنَ کا یُؤْمَرُوْنَ ۔ باب اِفعال کا فعل مضارع مجہول بمعنیٰ حال جمع مذکر غائب ھم ضمیر مستتر اس کا نائب فاعل ۔ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا ۔ موصول صلہ مفعول بہ ہوا ۔ اَمْرٌ سے منتق ہے ۔ بمعنیٰ حکم دینا ۔ حکم دیا جانا ہے ۔ واؤ سر جملہ ۔ قَالَ فعل ماضی مطلق معروف قَوْلٌ سے بنا بمعنیٰ کہنا ۔ فرمانا ۔ اَللّٰہُ اس کا فاعل ۔ اسم معرفہ مرفوع جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا ۔ لَا تَتَّخِذُوْا باب افتعال کا فعل نہی معروف صیغہ جمع مذکر حاضر ۔ مصدر ہے اِتِّخَاذٌ ۔ اَخْذٌ سے بنا ہے ۔ بمعنیٰ ۔ لینا ۔ بنانا ۔ قبول کرنا ۔ منتخب کرنا ۔ عقیدہ رکھنا ۔ یہاں آخری معنیٰ مناسب ہیں اَنْتُمْ ضمیر مستتر جمع مذکر حاضر اس کا فاعل ۔ جس کا مرجع کفار مکہ مخاطب لوگ یا عالم کا فر ۔ اِلٰھَیْنِ ۔ اسم تثنیہ ۔ واحد ہے اِلٰہٌ بمعنیٰ معبود ۔ ترجمہ ہے دو معبود اِثْنَیْنِ اسم عدد بمعنیٰ دو ہونا ۔ جامد معرب متمکن تاکید ہے ماقبل کا اس لیے تابع ہے اعراب میں دونوں لفظ بحالت زبر ہیں ۔ موکد تاکید مل کر مفعول بہ ہے ۔ فعل نہی کا اِنَّمَا کلمۂ اسم حصری ۔ متصلہ دو لفظوں سے ۱ اِنَّ حرف تحقیق لغو اور ۲ مَا کافہ ۔ بمعنیٰ فقط (بس) ھُوَ ۔ ضمیر واحد مذکر غائب مرفوع منفصل ہے ۔ اس کا مرجع ہے اَللّٰہُ مبتدا ہے ۔ اِلٰہٌ اسم مفرد جامد بمعنیٰ معبود خبر اول ہے مبتدا کی ۔ وَاحِدٌ ۔ اسم عددی معرب ہے بمعنیٰ ایک ۔ وُحْدٌ کا اسم فاعل ہے یعنی ایک ہی رہنے والا مرفوع ہے خبر دوم ہے ھُوَ مبتدا کی ۔ فَ سببیہ بمعنیٰ لہذا ۔ اِیَّایَ ۔ یہ دو لفظ ہیں ۔ ۱ اِیَّا ۔ حرف حصر ہے بمعنیٰ ہی ۔ ۲ یْ ۔ ضمیر واحد متکلم متصل ۔ بحالت فتحہ ہے کیونکہ اس سے پہلے ایک فعل امر اِرْھَبُوْا پوشیدہ ہے ۔ یہ اس کا مفعول بہ ہے ۔ دراصل تھا ۔ اِرْھَبُوْا اِیَّایَ اگر یہ فعل ظاہر ہوتا تو اِیَّایَ کے بعد ہوتا ۔ جیسے اِیَّاکَ نَعْبُدُ پہلے لانا منع ہے ۔ لیکن پوشیدہ ہو کر پہلے آسکتا ہے ۔ حذف اس لیے کیا گیا کیونکہ یہ مفسر محذوف ہے اور مابعد فعل مفسِّر ہے ۔ فَ زائدہ تاکید یہ اِرْھَبُوْا باب فتح کا امر حاضر معروف ۔ صیغہ جمع مذکر حاضر ۔ اَنْتُمْ ضمیر جمع حاضر ۔ پوشیدہ اس کا فاعل ہے جس کا مرجع کفار ہیں

رَھْبٌ سے بنا ہے۔ بمعنیٰ محبت آمیز خوف۔ سب کی محبت اور خوف نکال کر ایک سے ڈرنا۔ جھکنا۔ مرعوب ہونا۔ اِسی سے راہب ہے بمعنیٰ اللہ کے لیے اُس کے خوف سے ترکِ دنیا کرنا۔ نِ۔ دراصل تھا نِیْ۔ نون وقایہ (بچانے والی) یٓ ضمیر واحد متکلم منصوب متصل محذوف ہے اور نون کا زیر اُس کی نشانی ہے۔ مفعول ہے اِرْھَبُوْا۔ متعدی بیک مفعول کا۔ علیحدہ جملہ فعلیہ ہے۔

تفسیر عالمانہ اَوَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا خَلَقَ اللّٰہُ مِنْ شَیْءٍ یَّتَفَیَّؤُا ظِلٰلُہٗ عَنِ الْیَمِیْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰہِ وَھُمْ دٰخِرُوْنَ وَلِلّٰہِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّۃٍ وَّالْمَلٰٓئِکَۃُ وَھُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ۔

اِن دُنیا والوں نے اللہ کی کمالِ قدرت میں غور کرتے ہوئے اُن تمام چیزوں کی طرف فکر و تدبر کی نگاہ سے نہیں دیکھا جن کو رب تعالیٰ نے بڑے ٹھوس اور مضبوط اور دراز قد جسموں سے پیدا فرمایا یہ منکر انسان تو اُن کے سامنے ذرّۂ ناچیز ہے اتنی بڑی بڑی اور طاقت والی مخلوق کی حالت یہ ہے کہ بارگاہِ قدس کی ہیبت اور دہشت و خوف سے اُن کے سائے زمین پر پھیلتے دراز ہوتے ہوئے جھکے چلے جاتے ہیں کبھی دائیں طرف جب کہ سورج طلوع میں چڑھتا ہوا اور چاند مشرق میں ڈھلتا ہوا اور کبھی بائیں طرفوں میں جب کہ سورج مغرب میں ڈھلتا ہو اور چاندنی راتوں میں چاند مغرب میں چڑھتا ہو۔ یہ زمین پر اُن تمام اشیا نباتات جمادات پہاڑ درخت وغیرہ سایوں کا پھیلنا زمین پر پڑنا اللہ تعالیٰ جبّار و قہار کے لیے سجدہ کرنا ہے۔ اور انتہائی عاجزی انکساری کمزوری کا اظہار ہے۔ اے انسانوں یہ اشیا جن کو تم بے جان بے شعور بے عقل خیال کرتے ہو ہر وقت اللہ کے حضور میں عاجز و مسکین اور سجدہ ریز ہیں۔ یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کو تمام وہ چیزیں ہر ہر وقت سجدہ کرتی ہیں اور ہیبتِ الٰہیہ سے تھراتی ہوئی نیچے گری پڑی رہتی ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ خواہ وہ زمین کے دابّہ جانور اور دیو ہیکل حیوانات ہوں یا ہر جگہ کے فرشتے ہوں۔ اِن تمام مخلوقات میں سے کوئی بھی کسی وقت بھی ذرّہ برابر اپنی بڑائی یا غرور و تکبر نہیں بولتا نہ کسی لمحے تکبر کا اظہار کرتا ہے۔ خیال رہے کہ جسم اور سایہ دونوں ہی اللہ کی مخلوق ہیں۔ سایہ مثلِ ہم شکل جسم ہے۔ اور ہر چیز کا سایہ اللہ کی بارگاہ میں سجدہ کرتا ہے لیکن کافر کا جسم سجدہ نہیں کرتا۔ سایہ اس کا بھی سجدہ ریز ہے۔ درختوں کا جسم بھی ساجد ہے اور سایہ بھی۔ جسم کے سجدے کی حقیقت نظر نہیں آتی۔ مگر سایہ کا زمین پر پھیل کر فیٔ بن جانا یہ اس کا سجدہ ہے زوال کے وقت سکڑ کر چھوٹا ہو جانا یہ سجدہ سے اُٹھنا ہے۔ درختوں کا پھلوں سے لد کر جھکنا یہ سجدۂ شکر ہے اور سایہ پھیلنا یہ سجدۂ عبادت ہے حیوانات کا ہر وقت مُنہ نیچے کیے رہنا۔

اور اپنے مالک کی اطاعت میں مسخر رہنا یہ ان کی عبادت اور سجدہ ریزی ہے۔ کیونکہ یہ اطاعت اللہ ہی کے حکم سے ہے ورنہ انسان کی کیا ہمت کہ وہ کسی جانور کو مسخر کر سکے۔ دیکھو مکھی مچھر بھڑ بچھو سانپ کو رب تعالیٰ نے مسخر نہیں کیا تو وہ انسان کو ستاتے رلاتے تڑپاتے بلکہ جان سے مار ڈالتے ہیں۔ اسی طرح ملائکہ بھی اس کی بارگاہ میں سجدے میں رہتے ہیں۔ لیکن ان تمام سجدوں میں سے کسی سجدے کا ثواب نہیں نہ سائے کے سجدوں کا نہ جسمانی سجود کا۔ ثواب صرف انسانی جسم کے سجدوں کا ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان اور جنات کے جسمانی سجدے اختیاری اور شوق و محبت اور لذت عشق الٰہی اور اپنے ذوق سے ہوتے ہیں۔ انسان مومن ہزار ہار کا ٹو مجبوریوں کو توڑ کر رب کی بارگاہ میں سجدہ کرنے چلا آتا ہے۔ انسانی سجدہ اُس کو مسخر و مجبور کر کے نہیں کرایا گیا۔ باقی تمام سجدے اضطراری ہیں خواہ ملائکہ کے ہوں یا جمادات نباتات حیوانات کے سجدے ہوں۔ یا کسی بھی جسم کے سائے کے سجدے ہوں۔ اسی وجہ سے کافر یا مومن کو اُس کے سائے کی سجدہ ریزی کا ثواب نہ ملے گا۔ کیونکہ وہ اضطراری ہے نہ کہ اختیاری۔ سجدے کا اصل طریقہ زمین پر لگنا ہے۔ مجازاً جھکنے کو بھی سجدہ کہہ دیا جاتا ہے۔ ہر شریعت میں سجدہ مختلف طریقوں سے زمین پر ہوتا رہا مگر اسلامی سجدہ سات اعضا کا زمین پر لگنا ہے۔ زمین سے مراد ہر وہ جگہ جہاں انسان چل پھر سکے۔ خواہ چھت ہو یا ہوائی جہاز یا بحری جہاز یا کشتی وغیرہ یَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۔ وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۔ انسان اور جنات کے علاوہ تمام مخلوق اور اُن کے سائے نباتات حیوانات جمادات اور ان کے سائے۔ ملائکہ و موکلات عرشی و فرشی اور روحانی مخلوق يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ رب تعالیٰ کا خوف اپنے اوپر طاری رکھتے ہیں یا اپنے اوپر عذاب نازل ہونے سے ڈرتے رہتے ہیں۔ یا اپنے اوپر قدرت الٰہیہ اور قوت خداوندی کو ہر وقت موجود پاتے ہیں اس لیے لرزتے رہتے ہیں کیونکہ جتنا قرب زیادہ ہوتا ہے اُتنا ہی تعارف زیادہ اور جتنا تعارف پہچان زیادہ اتنی ہی ہیبت زیادہ اور جتنی ہیبت و خوف زیادہ اتنی فرمانبرداری زیادہ اور جتنی فرماں برداری زیادہ اتنی ہی شان زیادہ۔ جس کو اپنی کمزوری کا پتہ ہو وہ عاجز ہوتا ہے۔ اور عاجزی والا تکبر نہیں کر سکتا۔ اس لیے آسمان و زمین کی مخلوق تکبر نہیں کرتے کہ وہ ڈرتے ہیں اپنے اللہ تعالیٰ سے۔ یہی خوف الٰہی اُن سے فرماں برداری کراتا ہے اور اسی بنا پر وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ اور فوراً کرتے ہیں جو اُن کو حکم دیا جاتا ہے خیال رہے کہ جمادات نباتات حیوانات اور تمام انسانات جسم کثیف ہیں اور صرف جسم کثیف کا سایہ ہوتا

ہے ان کے علاوہ جنات اور ملائکہ نار و نور۔ روح۔ یہ اجسام لطیف ہیں ان کے سایہ نہیں ہوتے بلکہ اصل حقیقت میں یہ خود مثل سایہ ہوتے ہیں جب اپنی شکل میں نظر آئیں تو سائے کی طرح ہی ہوتے ہیں۔ سائے کی تقریباً تمام خصوصیات ان میں موجود ہوتی ہیں۔ سایہ بھی قدرت کا عجیب حیرت ناک شاہکار ہے۔ محققین اور صوفیا عرفا کے علاوہ فلاسفہ اور سائنس دانوں منطقیوں اور جادو کے سفلی علم والوں نے بھی سایہ کی بہت محیّر العقول صفات بیان کی ہیں۔ ۱ سایہ بھی توحید باری تعالیٰ اور رب تعالیٰ کی خالقیت مالکیت اور تدبیر الٰہی کی عظیم الشان دلیل ہے۔ اس کا ابھرنا۔ اس کا بڑھنا۔ اس کا گھٹنا۔ اس کا پھیلنا۔ اس کا کھڑا ہونا ٹھہرنا۔ اس کا جھکنا۔ کبھی بائیں ہونا۔ کبھی دائیں ہونا۔ پھر کبھی بالکل پیروں میں ہونا۔ اور پھر کبھی غائب ہونا یہ ایسا مسلسل قانونِ الٰہیہ ہے جو ہر موسم میں یکساں تا قیامت جاری ہے۔ عالم انسانیت کے لیے یہ ایک پائدار گھڑی ٹائم پیس اور علم الساعت ہے ۲ سایۂ اجسام پورے نظام شمسی کا شاندار آئینہ ہے۔ سورج کی رفتار۔ سورج کا طلوع۔ عروج۔ زوال۔ غروب۔ سب کچھ اسی آئینہ قدرت میں دیکھا جا سکتا ہے ۳ سائنس کی بیشتر شمسی ایجادات اسی سایہ کے ذریعہ ہوئیں۔ جن میں پہلے دھوپ گھڑی پھر موجودہ گھڑی بھی شامل ہے آج کے دور میں بھی اکثر لوگ اسی سایہ سے دن کی مقدار کا اندازہ لگاتے ہیں پھر یہ سایہ ہر شخص کے پاس ہے اسی پر اگر انسان غور کرے تو مدبرِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ کی عظمتِ توحید کا ایمان مل جاتا ہے۔ ۴ دانائے سفلی کہتے ہیں کہ سایہ سایہ والے کے مثل ہوتا ہے۔ غالباً اسی لیے آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ کیونکہ آپ کی مثل کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ ۵ سایہ اپنے جسم کا مؤکل ہوتا ہے۔ جادو کے ذریعے اُس کو وقتی طور پر اپنے سے جدا کر کے بہت سے کام لیے جا سکتے ہیں ۶ سایہ بھی اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہے۔ اسی کے حکم سے گھٹتا بڑھتا اور غائب ہوتا ہے۔ ۷ سایہ جسم لطیف ہے۔ اور تمام اجسام لطیف کی طرح نہ اس کو پکڑا جا سکتا ہے نہ ہتھیاروں سے اس کو مارا جا سکتا ہے ۸ بعض علوم سفلیہ کے ذریعے اپنے یا دوسرے حیوانی سائے کو عارضی متشکل کیا جا سکتا ہے ۹ سایہ میں بوجھ نہیں ہوتا۔ ۱۰ جنات اور ملائکہ بھی بوجھ نہیں رکھتے۔ اسی لیے کاتبین ملائکہ انسان پر بیٹھے رہتے ہیں مگر محسوس بھی نہیں ہوتا۔ اسی طرح جنات کا سایہ انسان کو ہو جاتا ہے۔ اسی لیے اصطلاح میں جنات کا سایہ کہا جاتا ہے۔ ۱۱ بعض جادوگر یا علم روحانی والے کسی گھر یا کسی جسم پر قابض ہو جاتے ہیں۔ وہ ان کے سائے ہی ہوتے ہیں خود اپنے گھر بیٹھے ہوتے ہیں۔ سایہ ہر جگہ پھرتا ہے مگر یہ لازمی شرط ہے کہ جسم اس وقت تک ایک ہی جگہ اپنے مراقبے یا کنڈل میں رہے۔ اگر جسم چلے

گا تو سایہ کا عمل ختم ہو جائے گا۔ ۱۲ جادو یا نورانی علم کے ذریعے ایک جسم کے سینکڑوں بلکہ لاکھوں سائے بنائے جا سکتے ہیں۔ اور سب سے کام لیا جا سکتا ہے۔ اسی کو جسم مثالی کہتے ہیں ۱۳ بعض نیک بندوں کے سائے ان کی وفات کے بعد ان کی قبر پر مجاور بن کر تا قیامت ان کے اوراد پڑھتے رہتے ہیں۔ ۱۴ سایہ جب مؤکل بن جاتا ہے تو اس کی رفتار ہوا سے زیادہ تیز ہوتی ہے۔ اور آن واحد میں لاکھوں میل کا سفر کر لیتا ہے بعض صوفیا فرماتے ہیں کہ آصف بن برخیا کا سایہ ہی تخت بلقیس اٹھا کر لایا تھا۔ آصف کے حکم سے رضی اللہ عنہ ۱۵ اسی روایت کی بنا پر کہتے ہیں کہ سایہ کے عمل سے سایہ والے کو عذاب یا ثواب ہوتا ہے قدرت کی ان تمام اشیاء کا خالق وہی وحدہٗ لاشریک باری تعالیٰ ہے۔ اسی لیے وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ اللہ کریم نے فرمایا۔ اے انسانو دو دو معبود نہ بناؤ۔ اگر یہ تثنیہ جنسی ہے تو معنیٰ ہے کہ ایک سے زیادہ معبود نہ بناؤ۔ یعنی یہ عقیدہ نہ رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی کہیں کسی کے لیے معبود ہے۔ تب یہ جھڑک والا حکم تمام مشرکین کو شامل ہے۔ خواہ ہندو ہوں یا مشرکین عرب ایک یا دو بت کا پجاری یا تین سو ساٹھ بت پوجنے والا یا ستارہ۔ سورج۔ چاند یا آگ پرست۔ یا بندر پیپل گائے کا پجاری۔ اور اگر یہ تثنیہ اپنے اصلی معنیٰ میں ہو یعنی عددی۔ تب اس کا معنیٰ ہے دو معبود نہ بناؤ اور یہ خطاب صرف یہود و نصاریٰ کو ہے جن نادانوں نے اللہ کے علاوہ ایک اور معبود روح القدس کو بنا لیا اور دوسرا معبود حضرت عزیر علیہ السلام کو یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو عیسائیوں نے بنا لیا یہ سب عقیدے کفر و شرک اور باطل ہیں اس لیے کہ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ معبود حقیقی تو فقط وہی ایک اللہ ہے۔ اور میری ذات ہی چونکہ قوت طاقت بڑائی والی ہے۔ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ پس مجھ سے ہی خوف جھجک شرم احترام سدا قائم رکھو اور میری شریعت طریقت کے خلاف کسی کی بات نہ مانو۔ کسی کی ناراضگی کی پرواہ مت کرو نہ کسی کے ظلم و ایذا سے ڈرو تمام ظلم و تکالیف عارضی چند منٹ ہیں بس دائمی عذاب سے بچنے کی کوشش کرو۔ اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا وَارْزُقْنَا ولا تسلط علینا بذنوبنا من لا یخافک ولا یرحمنا

فائدے

ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ بندے کو صرف اعمال خیر و شر کا اختیار دیا گیا ہے اس کے علاوہ بندے کو کسی چیز پر کوئی اختیار نہیں بلکہ بندہ اتنا بے بس اور مجبور ہے کہ اپنے و اشیائے عالم درختوں وغیرہ کے سائے بدلنے پر بھی قدرت نہیں رکھتا یہ بھی نہیں کر سکتا کہ جس وقت مغرب میں سایہ کسی شے کا ہو تو موڑ کر مشرق یا شمال میں کر دے اتنے عاجز کو عاجزی انکساری اور سجدہ

ریزی ہی اچھی ہے۔ اکڑ و غرور سجتا نہیں۔ یہ فائدہ یَتَفَیَّؤُا ظِلٰلُهٗ الخ سے حاصل ہوا۔

دوسرا فائدہ۔ مخلوقاتِ الٰہیہ میں صرف انسان اور جنّات ہی مغرور سرکش اور نافرمان کافر ہوئے حالانکہ زمین کی ساری مخلوق حیوانی میں انسان اور عالم بالا کی ساری مخلوق میں جنّات سب سے کمزور مخلوق ہے بلکہ جنات تو بعض انسانوں سے بھی کمزور ہیں۔ کمزوری و ذلت کے باوجود اتنی اکڑ اور سرکشی ہے یہ فائدہ وَمَا فِی الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ الخ سے حاصل ہوا۔ دَآبَّةٍ کا ذکر انسان کو بند شامل کرنے کے لیے اور وَالْمَلٰٓئِكَةُ کا ذکر جنّات کے بند ہنے کے لیے ارشاد ہوا۔ تیسرا فائدہ۔ جس طرح تمام انسان اشرف المخلوق ہیں اسی طرح ملٰئکہ تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ گویا کہ اشرفیّت انسان کو اور افضلیّت ملائکہ کو عطا ہوئی اب افضل ملائکہ وہی ہوگا جو ملائکہ سے زیادہ عبادت و ریاضت کرے گا۔ یہ فائدہ مِنْ دَآبَّةٍ کے ساتھ ملائکہ کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کرنے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیاتِ طیّبات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ تمام انسان غوث و قطب علما وغیرہم امر اور نہی کے مکلّف ہیں مگر ملائکہ اور انبیاءِ عظام صرف امر کے مکلّف ہیں۔ نہی اور ممنوعہ چیزوں کے مکلف نہیں اس لیے کہ یہ سب ملائکہ اور انبیا علیہم السّلام معصوم ہوتے ہیں اور معصوم گناہ کرنے پر قادر ہی نہیں ہوتے۔ امر میں مکلّف ہونے کا معنیٰ یہ نہیں کہ اُن سے جبرًا کرایا جاتا ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ ان کو کرنے والے کام کی فہرست سنائی جاتی ہے کہ یہ کرو۔ وہ کرو۔ جس عبادت کے مکلّف فرشتے ہیں وہ اعمالِ انسانی عبادت سے جدا ہیں۔ یہ مسئلہ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ سے مستنبط ہوا۔

دُوسرا مسئلہ۔ توحید باری اور رسالتِ مصطفوی ایسا عام حکم ہے جس کے مکلّف تمام ملٰئکہ۔ تمام جنّ انس اور تمام مخلوق جمادات و نباتات ہیں۔ یہ مسئلہ۔ وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا الخ فرمانے اور نبی کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی زبانِ پاک کے ذریعے کہلوانے سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض پڑتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ آپ کی تفسیر اور مَا يُؤْمَرُوْنَ کی آیت سے ثابت ہو رہا ہے کہ ملائکہ مکرّم شرعی جرم اور اللہ کی نافرمانی کر ہی نہیں سکتے۔ مگر ہاروت ماروت دو فرشتوں نے نافرمانی اور جرم کیا۔ جواب۔ ملائکہ اور دیگر معصومین کی نافرمانی کی جرأت نہ کرسکنا ان کی عصمت کی وجہ سے ہے جب تک عصمت موجود ہے وہ گناہ پر قادر نہیں ان میں گناہ کا مادہ ہی نہیں ہے لیکن یہ عدمِ قدرت ممتنع بالغیر ہے۔ اگر عصمت ختم کردی جائے تو گناہ کرسکتے ہیں ہاروت ماروت سے

جب عصمت ختم ہوئی ان کے اندر گناہ کی قدرت پیدا کی گئی تب انہوں نے جرم کیا۔ دیگر ملائکہ میں یہ قدرت موجود ہی نہیں۔ عصمت کا معنیٰ ہی یہ ہے کہ گناہ کا مادہ ان میں نہیں ہے۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا فَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ یعنی مومن کو فقط اللہ سے ہی ڈرنا چاہیئے۔ تو جو شخص حاکم یادشاہ سے یا سانپ بچھو سے ڈرتا ہے وہ مومن نہ رہا۔ جواب۔ اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ یہاں ڈر سے مراد الوہیت کا خوف ہے یعنی جس طرح مشرک ہندو۔ کافر لوگ بتوں سے گائے پیپل اور چاند سورج سے ڈرتے ہیں اسی طرح معبود سمجھ کر ان کا خوف رکھنا شرک ہے وہ خوف صرف رب تعالیٰ کا چاہیئے۔ دوم یہ کہ وہ خوف جو اطاعتِ الٰہی سے روک دے وہ منع ہے۔ مثلاً بادشاہ کے خوف سے نماز روزہ چھوڑ دیا۔ یہ خوف ایمان ختم کر دے گا۔ اور ایسا ڈرنے والا مومن کہلانے کا حق دار نہیں۔

تیسرا اعتراض۔ سجدہ کرنا عبادت ہے اور ہر عبادت پر ثواب ہے تو چاہیئے کہ درختوں کو بھی ملے حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ ثواب تو محشر کے بعد جنت میں ملے گا مگر انسانوں کے علاوہ زمین کی ساری مخلوق فنا کر دی جائے گی تو پھر جمادات و نباتات کو سجدہ ریزی کا کیا فائدہ۔؟ جواب۔ سجدہ دو قسم کا ہے ۱ سجدۂ عبادت۔ یہ انسانوں جنات اور فرشتوں کا ہے ۲ سجدۂ خضوع و ادب یہ درختوں کا سجدہ ہے۔ اور سجدۂ عبادت کا ثواب ہوتا ہے نہ کہ سجدۂ خشوع خضوع وہیبتِ الٰہیہ اور ادب کے سجدے کا۔ سجدۂ عبادت کا ثواب انسانوں کو جنت دے کر ملائکہ کو رب تعالیٰ کی خوشنودی دے کر اور جنات کے بارے میں تین قول ہیں۔ ۱ ان کو جنت ملے گی ۲ ان کو عالم اعراف میں رکھا جائے گا ۳ انکو فنا کر دیا جائے گا۔ قول کے مطابق ان کو دنیا میں طاقت اور میدانِ محشر کی کامیابی اور خوشنودیِ رب تعالیٰ ہی ان کا ثواب ہے۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ چوتھا اعتراض یہاں فرمایا گیا مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ۔ یعنی جو دابّہ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ رب تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہے۔ سجدے سے ثابت ہوا کہ تمام دابّہ ذی عقل میں شامل ہیں۔ تو چاہیئے تھا کہ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ۔ کہا جاتا۔ جواب۔ یہاں مَنْ کہنا مناسب نہ تھا۔ اس لیے کہ لفظِ مَنْ میں خصوصیت ہے اور لفظِ مَا میں عمومیت ہے۔ اس لیے مَا ارشاد ہوا تاکہ ذی عقل اور غیر ذی عقل اور غیر ذوی العقول سب شامل ہو جائیں کیونکہ مَا اپنی عمومیت کی بنا پر دونوں کو شامل ہے۔ اور سجدہ ریزی ذی عقل اشیا سے خاص نہیں۔ یہاں یہی بتانا مقصود ہے۔ اسی لیے آسمانوں کا بھی ذکر کیا گیا۔ پانچواں اعتراض۔ کیا وجہ ہے کہ لفظِ یمین تو واحد لایا گیا مگر لفظ شمائل جمع ارشاد ہوا؟ جواب۔ تفسیر کبیر نے اس کے جواب میں چار قول نقل فرمائے ہیں ایک قول یہ کہ لفظِ یمین اگرچہ واحد ہے مگر مراد جمع ہے۔ جیسے کہ دوسری ایک آیت میں ہے وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۔

اور وہ سب لوگ پیٹھ پھیریں گے۔ ظاہر ہے کہ بہت سے لوگوں کی ایک پیٹھ تو نہیں ہو سکتی۔ مگر لفظ دبر واحد ہے۔ اس لیے کہ مراد جمع ہے۔ اور ایسا وہاں کیا جاتا ہے جہاں ذاتی طور پر تو وہ چیز کثرت اور جمع میں ہو مگر کیفیت صفاتی سب کی ایک ہو یا نوعیت ایک ہو تو یہاں چونکہ یمین کی تمام اوقات کیفیات ایک جیسے ہیں لہٰذا واحد ارشاد ہوا یہی بات دُبُر میں ہے۔ مگر شمائل ذاتاً صفتاً مختلف ہے اس لیے جمع ہی لفظاً اور جمع ہی مراد ہوا۔ **دوسرا قول**۔ فراء نحوی نے کہا کہ یمین سے مراد ظلال نہیں بلکہ ظلال والی شی مراد ہے اور چونکہ شی واحد ہے اسی لیے یمین واحد ہے۔ اور لفظ شمائل میں خود سائے مراد ہیں وہ تو جمع ہے لہٰذا شمائل بھی جمع **تیسرا قول**۔ یہاں اہل عرب کے رواج کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اہل عرب کا رواج ہے کہ جب کبھی ایک چیز کے لیے دو صیغے استعمال کئے جائیں تو ایک صیغے کو جمع بولیں گے اور ایک کو واحد۔ تقدم وتاخر یعنی پہلے اور دوسرے کی کوئی پابندی نہیں۔ کبھی پہلے کو واحد دوسرے کو جمع جیسے یہاں۔ اور کبھی پہلے کو جمع دوسرے کو واحد جیسے۔ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ اور جیسے خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ **چوتھا قول**۔ یمین واحد ہی ہے۔ مراد میں بھی۔ صیغے میں بھی۔ اس لیے کہ یمین شمس سے یمین ظلال بنتا ہے۔ اور یمین شمس۔ شرق یعنی طلوع شمس کے مقام کو کہتے ہیں اور طلوع ایک دن میں ایک ہی ہوتا ہے اس لیے یمین ہر دن واحد ہی ہوا۔ لیکن شمال نام ہے اپنی پہلی جگہ سے منحرف ہونے اور ہٹنے کا۔ تو چونکہ انحراف ہر آن دوسرا ہے۔ اس لیے شمائل بیشمار ہوئے۔ اسی وجہ سے شمائل جمع لایا گیا۔ یہ قول سب میں شاندار ہے۔

چھٹا اعتراض۔ سایوں کا چلنا بڑھنا۔ پھیلنا۔ دائیں بائیں ہونا۔ قدرت الٰہیہ سے نہیں ہے بلکہ سورج کی رفتار سے ہے۔ (دہریہ) **جواب**۔ مگر سورج کی رفتار تو قدرت باری تعالیٰ سے ہے۔ اس لیے کہ جسم اشیاء عالم متحرک لذاتہٖ نہیں کیونکہ اگر حرکت جسم کی علت اور وجہ اس کی ذات ہوتی تو جب تک ذات باقی سارا جسم متحرک رہتا۔ کسی جز میں بھی سکون نہ ہوتا۔ مگر ایسا نہیں کسی جسم میں کبھی نہ مکمل سکون ہے نہ حرکت۔ پس ثابت ہوا اجسام عالم کی حرکت و سکون کسی صناع عالم کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اور سورج بھی سائے بھی اجسام ہی ہیں۔ **ساتواں اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا وَهُمْ دٰخِرُوْنَ اور وہ سائے عاجز ہیں۔ لفظ دٰخِرُوْنَ جمع مذکر سالم ہے۔ اور نحوی قانون کے مطابق جمع مذکر سالم عقل والوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن نباتات اور نباتات کے سائے عقل والے نہیں ہیں تو ان کے لیے یہ صیغہ کیوں استعمال کیا گیا۔ **جواب**۔ اس لیے کہ دٰخِرُوْنَ میں سجدہ کرنے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی کرنے کا ذکر ہے۔ اور یہ کام اہل عقل کا ہے تو چونکہ کام ذوی العقول کا ہے اس لیے۔ جمع سالم کا صیغہ

استعمال کیا گیا کام کی نسبت سے ۔ آٹھواں اعتراض ۔ یہاں فرمایا گیا لَاتَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَیْنِ اثْنَیْنِ ۔ اِلٰهَیْنِ ۔ کا ترجمہ ہے دو معبود اور اِثْنَیْنِ کا ترجمہ بھی ہے دو ۔ تو جب اِلٰهَیْن کہنے سے ہی مطلب حاصل ہو گیا تھا پھر اِثْنَیْن کہنے کی کیا ضرورت تھی ۔ یہ لفظ زائد ہو گیا ۔ جواب ۔ تفسیر کبیر نے اس کے جواب میں بھی تین قول نقل کیے ہیں ۔

۱ چونکہ معبود کو دو سمجھنا یا دو چیزوں کو معبود کہنا ۔ بہت ہی نفرت والا عقیدہ ہے سخت جرم ہے اس لیے اس کی قباحت برائی اور نفرت سمجھانے کے لیے تاکید کرتے ہوئے اِلٰهَیْن کے بعد اِثْنَیْن ارشاد ہوا ۔ ۲ دراصل یہ عبارت تقدّم و تاخر سے تھی ۔ کہ اِثْنَیْنِ اِلٰهَیْنِ تھا ۔ یعنی اے لوگو کبھی بھی تم ایک سے زیادہ کو معبود نہ سمجھو ۔ ایک سے زیادہ جو کم از کم تعداد ہے وہ دو ۲ ہیں ۔ تو دو کو بھی معبود نہ بناؤ ۔ تو زیادہ آٹھ نو دس ۔ تو بہت ہی بد عقیدہ ہے اِلٰهَیْنِ کو پہلے ارشاد فرمانے سے حصر کا فائدہ ہوا کہ دوئی صرف اِلٰهیت میں ممنوع ہے اور کسی میں منع نہیں ۔ ۳ اِلٰهَیْن لفظ تو ایک ہے مگر دو چیزیں بتاتا ہے ایک ثبوتِ اِلٰہ اور دوم ثبوتِ تعدد ۔ تو جب اِلٰهَیْن فرمایا ۔ اس سے یہ نہ معلوم ہوا کہ ثبوتِ اللہ کی ممانعت ہے یا ثبوتِ تعدد کی یا دونوں کی ۔ اس لیے اِلٰهَیْنِ کے بعد اِثْنَیْن کہنا بہت ضروری ہوا تاکہ پتہ لگے کہ صرف تعدد کی ممانعت ہے ۔ نواں اعتراض ۔ یہاں فرمایا گیا اَوَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا خَلَقَ اللّٰهُ کیا انہوں نے دل سے نہیں دیکھا اس کی طرف جس کو پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے (الخ) یہاں فرمانا چاہیئے تھا اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا (الخ) ترجمہ ۔ کیا انہوں نے آنکھوں سے نہیں دیکھا ۔ لغوی اور تفسیری اعتبار سے یَرَوْا ۔ مشتق ہے رویت سے اور رویت کا معنیٰ ہے دل سے دیکھنا اگرچہ آنکھیں بند ہوں اسی لیے خواب کو رویا کہا جاتا ہے ۔ جب کہ یَنْظُرُوْا ۔ نَظَرٌ سے بنا ہے جس کا معنیٰ ہے آنکھ سے دیکھنا اور ظاہری چیز آنکھ سے ہی دیکھی جاتی ہے ۔ جن چیزوں کے سایوں کا ذکر کیا جا رہا ہے وہ سب چیزیں اور ان کے سائے آنکھوں سے دیکھنے والی ظاہر چیزیں ہیں تو ان کے لیے لفظ رویت کیوں استعمال کیا گیا ۔ ؟ جب کہ دکھانا بھی ان لوگوں کو مقصود ہے جن کا دل کفر کے اندھیرے میں ہے اور انہی کافروں کو دل کا اندھا قرار دیا جا چکا ہے ۔ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ ۔ یعنی وہ قلبی کانوں کے بہرے قلبی زبان کے گونگے اور دل کی آنکھوں کے اندھے ہیں ۔ جواب ۔ تفسیر نحوی میں اس کا جواب حل کر دیا گیا ہے یہاں اتنا اور سمجھ لو کہ رویت کے معنیٰ دل کی آنکھوں سے دیکھنا نہیں ۔ دیکھو حدیث پاک میں آتا ہے ۔ صُوْمُوْا لِرُؤْیَتِہٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْیَتِہٖ چاند دیکھو تو روزے شروع کر دو اور چاند دیکھو تو روزے ختم کر دو یہاں آنکھ سے چاند دیکھنا مراد ہے نیز حدیث پاک میں واقعۂ معراج میں ارشاد نبوی ہے ۔

رَأَيْتُ رَبِّي فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ - میں نے اپنے رب تعالیٰ کو بہت صاف صورت میں دیکھا یعنی صاف طور پر ۔ اسی طرح ارشاد ہے ۔ مَنْ رَآنِي فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ - جس نے مجھ کو دیکھا اس نے حق تعالیٰ کو دیکھا اگر بقولِ معترض رویت کے معنی صرف دل سے دیکھنا ہوتا تو مطلب یہ ہوا کہ اگر کوئی شخص خواب میں رمضان شریف کا چاند کبھی کسی مہینے دیکھ لے تو اس پر رمضان فرض ہو گیا حالانکہ ایسا نہیں ۔ خواب کو جو رویا کہا جاتا ہے تو وہ اس معنیٰ میں ہے کہ انسان کی اصلی جسمانی آنکھ اور بصارت سر کے پچھلی طرف ہے ۔ روشنیٔ نظر کا مرکز وہی ہے ۔ جب انسان نیند میں مخمور ہوتا ہے تو پتلی پچھلی طرف پھر جاتی ہے ۔ اور اب آنکھ باطن کی طرف سے دیکھتی ہے ۔ تو گویا اسی پتلی کا سامنے سے دیکھنا نظر ہے اور اسی پتلی کا پچھلی طرف سے دیکھنا رویت ہے ۔ یہی کیفیت مراقبے کی نظر بندی میں ہوتا ہے ۔ ہر نظر بندی کا یہی حال ہے ۔ خواہ مسمریزم ہو یا خیال بندی بھی سب کچھ اسی طرح ہے مگر روحانی مراقبہ قوت میں سب سے زیادہ ہوتا ہے

تفسیر صوفیانہ

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا خَلَقَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ يَتَفَيَّأُ ظِلَالُهُ عَنِ الْيَمِينِ وَالشَّمَائِلِ سُجَّدًا لِّلَّهِ وَهُمْ دَاخِرُونَ - وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِن دَابَّةٍ وَالْمَلَائِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۔ اس سیرگاہ عالم میں پھرنے والوں نے کیا اس مخلوقاتِ باطنی کی طرف نہیں دیکھا جن کو خالق اسرار اللہ نے خلقت فرمایا ۔ وادیٔ جسم کے لطائف سبعہ اپنے اجسامِ لطیفہ کو کبھی قلبِ یمین کی جانب سجدۂ سری میں جھکاتے ہیں کبھی حصائل عقل کی جانب یہی وہ باطنی سجدے ہیں جو سماواتِ روحانیہ اور زمینِ جسمانیہ کی ہر قوت اللہ ربّ العزت کے آستانۂ قدس پیدا ادا کر رہی ہے اور تمام باطنی طاقتیں عجز سے اوندھی ہیں جسدِ عنصری کے عقلی دابتے جنہوں نے افلاک دھر میں ہلچل مچائی ہوئی ہے اُس کے حضور ذلت و عجز کے سجدے کر رہے ہیں ۔ اور قربِ خاص کے ملائکہ جن میں تمام کائنات کی طاقتیں ہیں وہ بھی اللہ کی بارگاہِ سطوت میں کسی بھی تکبر کا دم نہیں مار سکتے ۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ ہر انسان میں رب تعالیٰ نے گیارہ قوتیں پیدا فرمائی ہیں ۔ ۱ قوتِ بصارت ۲ قوتِ بصیرت ۳ قوتِ مزاج ۴ قوتِ سری ۵ قوتِ لسانی ۶ قوتِ جنانی ۷ قوتِ تدبیر ۸ قوتِ تحریر ۹ قوتِ تعبیر ۱۰ قوتِ تسخیر ۱۱ قوتِ کبر ۔ یہ باطن کے اجسامِ لطیفہ ہیں ۔ بندہ خواہ مومن ہو یا کافر اس کی یہ قوتیں اپنے عجز میں معبودِ حقیقی کو ہر آن عرض دار ۔ قبض و بسط میں اور پھیل کو منیر میں سجدہ کر رہی ہیں ۔ عارف کامل کی بصیرت ان سجدوں کو ہمہ وقت دیکھتی ہے اہلِ معرفت فرماتے ہیں کہ جس طرح ظاہری اشیاء کے سائے ہوتے ہیں اسی طرح باطنی اعضاء کے بھی سائے ہیں اور جس طرح ظاہری سائے حضورِ قدس کے سجدہ گیر ہیں اسی طرح باطنی سائے بھی سجدہ ریز

ہیں عقل کی دہشت۔ آنکھوں کا آنسو۔ قلب کا خوف ضمیر کا پچھتانا۔ نفس کا کھسیانا۔ روح کا گڑگڑانا بصیرت کا چمکنا۔ دماغ کا ماؤف ہو جانا یہ سب حضور قدس کے سجدے ہیں۔ مگر ظاہری سجدۂ عبادت و زہد خلوص مومن ہے۔ اہل معرفت کے مشرب میں اللہ سے خلوص یہ ہے کہ بندہ سمجھے مخلوق موجود ہی نہیں ہے۔ ایسے خلوص سے ہی رب کو پایا جا سکتا ہے خلوص قلب باطن کا عدل ہے۔ جب دل اللہ کے ساتھ ہو تو کوئی چیز بھی دل سے جدا نہیں ہوتی اور یہ جان رکھ کہ کوئی چیز بھی اس کے علم سے باہر نہیں مومن اپنے گناہ کو پہاڑ سمجھتا ہے اور منافق گناہ کو مکھی مچھر سمجھتا ہے۔ سجدے کے لیے روزۂ طریقت شرط ہے اور روزے کیلئے حفاظت اور حفاظت کے لیے گناہوں سے بچنا شرط ہے یَخَافُوْنَ رَبَّھُمْ مِّنْ فَوْقِھِمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ۔ وَقَالَ اللّٰہُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰھَیْنِ اثْنَیْنِ اِنَّمَا ھُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ فَاِیَّایَ فَارْھَبُوْنِ۔ راہِ طریقت کا مسافر منزلِ قرب کی طرف جتنا بڑھتا جاتا ہے اس میں صفاتِ ملکی پیدا ہوتی جاتی ہیں۔ بندے میں جتنی ملکیت زیادہ ہو گی اتنا ہی قربِ حضوری بڑھے گا۔ اور جتنا قرب زیادہ ہو گا اتنا ہی اُن کے اوپر خوف زیادہ ہو گا۔ اور جب بندہ صفاتِ اعلیٰ و قربِ علیا پر پہنچ جاتا ہے تو زمانے کی ولایت اس کے سپرد کر دی جاتی ہے اور ولایتِ الٰہیہ کے تمام بوجھ اس کی لپیٹ میں ہوتے ہیں۔ کائنات کا روحانی انتظام و انصرام اسی کے ذمے ہوتا ہے اہلِ زمین ان مقدس ہستیوں کو اقطابِ عالم کہتے ہیں اور اہلِ آسمان ان کو مدبرات امر کہتے ہیں اور مثلِ ملائکہ۔ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ بن جاتے ہیں۔ ان کی ظاہری باطنی قوت اللہ کے امر میں ہمہ تن مشغول ہوتی ہے صرف جسمانی ڈھانچہ ان کا ہوتا ہے باقی تمام کام رب تعالیٰ کے ہوتے ہیں جس طرح تمام مدبرات امر ملائکہ جبرئیل علیہ السلام کے ماتحت ہوتے ہیں اسی طرح تمام جہان کے قطب حضرت غوث پاک شہنشاہِ بغداد کے ماتحت ہوتے ہیں اور حضور غوث پاک حضرت خضر علیہ السلام کے ماتحت ہیں۔ اور تمام عرشی فرشی۔ نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماتحت ہیں۔ تمام اشیاءِ عالم پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبضہ و تصرف ہے۔ ولایتِ الٰہیہ اور مقامِ مدبرات اُسی بندے کو عطا کیا جاتا ہے جس کا نفس امارہ اور قلبِ منور ایک ہی معبود مطلوب اور مسجود حقیقی کو سجدہ کرنے والے ہوں اسی لیے تمام باطنی قوتوں روحانی جسموں کو روزِ ازل میں ہی حکم ربانی عطا ہوا کہ دو معبود نہ بناؤ۔ ایک جسم باطن میں ایک ہی خواہشِ عبادت قائم رہ سکتی ہے۔ لہٰذا انوارِ مشاہدات اور وارداتِ تجلیات کے حصول کے لیے بس مجھ سے ہی ڈرو۔ اسی خوف میں سب قوتیں ہیں۔ اور انہی قوتوں میں لذتیں ہیں اس لیے کہ جب صبحِ وصال کی نسیم جاں فزا سالکینِ معرفت کی منزلوں تک پہنچتی ہے جو انتظار کے

ریگستانوں میں پڑے ہوئے ہیں اور شب وصل کا خیال جب اُن لوگوں کی مشتی لذت کی خوابگاہوں میں آتا ہے جو ہجر د فراق کے خوگر ہوگئے ہیں۔ اور جب روح عاشق ہجر د سال دریافت کرنے کے لیے بار کاب ہوتی ہے۔ اور طلب کی آنکھیں جمالِ محبوب کی بجائے تڑپ کے آنسوؤں سے سرشار ہو جاتی ہے۔ احوال کا یقین ظلال لغزش سجدہ کے اعتراف میں مشغول ہوتا ہے اور ہمتوں کے شمائل دروازۂ مغفرت پر قدمِ عجز رکھتے ہیں۔ اور ارادہ دل کے سموات بلندی عقائد پہ ہوش سے خالی ہو جاتے ہیں اور عقل و خرد کی ارض سجدۂ عجز کے اشارے کرتی ہے حیرت کے دابۂ اپنے دولتِ اعمال سے پرمسرت بستر اسرار سے دُختر نفحات کی بادِ بہاری کے قدموں پر سوار کرتے ہیں۔ اور ملائکہ قلبی لَایَسْتَکْبِرُوْنَ کی صدائیں بلند کرتے ہیں۔ تو یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ کی بہت سے شاہراہیں کھل جاتی ہیں۔ جن کی کیفیت جاننے سے نفسِ مقہوری فکر مجہولی اور ذہنِ مجبوری حیران ہو جاتے ہیں۔ تب صوتیِ عرشی سے صداءِ لم یزلی آتی ہے کہ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَیْنِ اثْنَیْنِ۔ کہ اسے ہوائے ہوس کے پرستارو۔ باطن و ظاہر کے۔ دنیا و دین کے۔ عقل و قلب کے خوشی و غمی کے۔ تجارت و عبادت کے۔ تدبیر و تقدیر کے سیاست و ریاضت کے دو الگ الگ معبود نہ بنالو۔ کائنات میں ہر سجدے ہر عجز ہر عبادت ہر ریاضت کا مستحق بس ایک ہی معبود ہے۔ تمہاری ہر چیز فقط اُسی کے حکم و قانون کے مطابق ہونی چاہیئے۔ زندگی کی وارداتیں اس طرح گزارو کہ جسم تمہارا ہو قانون رب تعالیٰ کا ہو۔ اور تمہارے اجسام پر نقشہ احمدِ مصطفیٰ کا ہو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنتِ مصطفیٰ ہی۔ منزلِ عشقِ الٰہی کا صراطِ مستقیم ہے۔ تب ان واردات میں ایسے احوال و معانی منکشف ہوتے ہیں جن کی ماہیت عقلِ نفسانی کی سمجھ میں نہیں آسکتی۔ کبھی مثل برق دل وجدِ اشتیاق سے پارہ پارہ ہوتا ہے۔ کبھی آفتابِ جلالِ ذات کی تابانی سے روح کی حجاب اور گرمیِ عشق سے تڑپ اٹھتی ہے۔ مگر طالبِ صادق وَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ کی چادر اور خوفِ الٰہی کا لباس پہن کر ہر شئی سے بے خوف ہو کر منزلِ مقصود تک قدم بڑھاتا ہی چلا جاتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا وَاَوْلَادِیْ۔ بلذتِ سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

وَلَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّیْنُ

اور اسی کی ملکیت ہے	جو آسمانوں	اور جو زمین	اور اُسی کا حقیقی قانون

اور اُسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اُسی کی فرماں برداری

وَاصِبًا ؕ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَا بِكُمْ مِّنْ

مضبوط ہے کیا پس اللہ کے غیر سے ڈرتے ہو۔ اور جو ہے پاس تمہارے کوئی

لازم ہے تو کیا اللہ کے سوا کسی دوسرے سے ڈروگے اور تمہارے پاس جو

نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ

نعمت تو طرف سے اللہ کے ہے پھر جب کبھی پہنچی تم کو تکلیف تو اُسی کی طرف

نعمت ہے سب اللہ کی طرف سے ہے پھر جب تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو اسی کی طرف

تَجْـَٔرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ۚ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ

گڑگڑاتے ہو پھر جب اُس نے کھولدی اُلجھن تم سے تو۔ اچانک ایک فرقہ

پناہ لے جاتے ہو پھر جب وہ تم سے بُرائی ٹالدیتا ہے تو تم میں ایک گروہ

مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ ۙ لِيَكْفُرُوْا بِمَاۤ اٰتَيْنٰهُمْ

تم میں سے۔ کا رب اپنے شرک کرنے لگتے ہیں۔ تاکہ اِنکار کر ڈالیں کا اُس جو دیا ہم نے انکو

اپنے رب کا شریک ٹھیرانے لگتا ہے کہ ہماری دی نعمتوں کی ناشکری کریں

فَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا

لہٰذا نفع لے لو پھر عنقریب جان لوگے اور بناتے ہیں وہ لیے اِس بُت کے کہ جس کا

تو کچھ برتلو کہ عنقریب جان جاؤگے اور انجانی چیزوں کیلئے ہماری دی ہوئی روزی میں سے حصہ

يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ؕ تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔلُنَّ

وجود نہیں جانتے حصہ اُس سے جو ہم نے رزق دیا اُن کو قسم اللہ کی یقیناً پوچھے جاؤگے

مقرر کرتے ہیں خدا کی قسم تم سے ضرور سوال ہوتا ہے۔

عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۶﴾

تم اُس کے بارے جو افترا بناتے ہو تم۔

جو کچھ جھوٹ باندھتے تھے

تعلق ان آیت کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔
پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں رب کریم نے فرمایا کہ مجھ سے ہی ڈرو۔ اب ان آیات میں اُس کے دلائل دیئے جا رہے ہیں کہ چونکہ سب کچھ اُسی کا ہے لہٰذا اُسی کی خشیت اور تقوے کے ذریعے اُسی کی فرمانبرداری ہونے چاہیئے گویا کہ پہلی آیات میں دعویٰ تھا اور اب دلیل ہے۔
دوسرا تعلق۔ پچھلی آیات میں فرشتوں کے خوف کا ذکر ہوا کہ وہ اللہ سے ڈرتے ہیں اب ان آیتوں میں بندوں کے خوف کا ذکر ہو رہا ہے کہ تم ڈرو۔ **تیسرا تعلق**۔ پچھلی آیتوں میں سجدے کو بہت شان سے ذکر کیا گیا اس لیے کہ اصل عبادت سجدہ ہے باقی عبادت اس کی فرع ہیں۔ اب اُس کی وجہ کی طرف اشارہ ہوا کہ سجدے سے تقویٰ اور خوفِ الٰہی اور خوفِ الٰہی سے عجز پیدا ہوتا ہے۔ اور یہی اصل عبدیت ہے۔

تفسیر نحوی وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ۔ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْئَرُوْنَ۔ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ۔ واؤ شروع جملہ۔ لام حرفِ جر ملکیت کا ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مرجع اللہ تعالیٰ۔ مَا اسم موصولہ فِیْ جارہ ظرفیہ مکانیہ۔ الف لام استغراقی سمٰوات جمع ہے سماء کی بحالتِ جر ہے واؤ عاطفہ الف لام استغراقی ارض اسم مفرد جامد بحالتِ جر ہے معطوف سمٰوات پر معطوف علیہ معطوف مجرور ہے متعلق ہے پوشیدہ مَوْجُوْدٌ اسم مفعول کے اور وہ شبہ جملہ اسمیہ ہو کر صلہ ہے۔ ما موصولہ اور وہ موصول صلہ فاعل ہے ثَبَتَ فعل ماضی پوشیدہ کا لَهٗ بھی اسی کا متعلق ہے۔ واؤ شروع جملہ۔ لام جارہ ملکیت کا ہٗ ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ۔ الف لام عہدی دِیْنٌ۔ اسم مفرد جامد ہے اس کی جمع مکسّر ہے اَدْیَان۔ چھ معنی میں مستعمل ہے۔ ۱ اصلی لغوی معنی ہے الٰہی قانون ۲ مجازاً شریعت ۳ اطاعت ۴ ملت ۵ بدلہ اور جزا ۶ فرمانبرداری کے لیے بھی آتا ہے یہاں اصل معنی میں ہے واصِبًا۔ بابِ ضَرَبَ کا اسم فاعل صیغہ واحد مذکر۔ وَصَبٌ سے بنا ہے بمعنی ہمیشہ

رہنا۔ مضبوط ہونا۔ قابلِ قبول اور قابلِ عمل ہونا۔ یہاں ہر معنیٰ درست ہے قاموس للغات میں سخت بیماری کو بھی وَصَبٌ کہا گیا ہے (مظہری) بحالت فتحہ ہے۔ خبر ہے یَکُوْنُ فعل ناقصہ مضارع کی اس کا اسم ہے اَلدِّیْنُ۔ لَہٗ جار مجرور اس کا متعلق ہے اصل عبارت ہے یَکُوْنُ لَہُ الدِّیْنُ وَاصِبًا ایک ترکیب واصبًا حال ہے دِیْنُ کا اور یَکُوْنُ پوشیدہ تامّہ ہے ایک اور ترکیب ہیں ثَبَتَ ماضی پوشیدہ ہے۔ اَ ہمزہ استفہام انکاری یا توبیخی ہے فَ تعقیبیہ تعجّب کے لیے ہے غَیْرَ حرفِ استثنا مجازی لغو ہے مضاف ہے بحالتِ نصب ہے۔ مفعول بہٖ مقدّم ہے۔ اللّٰہِ مضاف الیہ ہے تَتَّقُوْنَ۔ باب افتعال فعل مضارع بمعنیٰ حال صیغہ جمع مذکّر حاضر۔ اَنْتُمْ ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے جس کا مرجع کفّار ہیں۔ مصدر ہے اِتِّقَاءٌ بمعنیٰ ڈرنا۔ بچنا خوف کھانا۔ پرہیزگار بننا۔ نافرمانی سے دور رہنا۔ یہاں آخری دو معنیٰ بنتے ہیں۔ تَتَّقُوْنَ دراصل تھا تَتَّقِیُوْنَ بروزنِ تَجْتَنِبُوْنَ یٰ پر ضمّہ ثقیل تھا ماقبل کو دے دیا دو ساکن جمع ہوئے۔ واؤ تو گر نہیں سکتی کیونکہ علامتِ جمع ہے۔ یٰ گر گئی۔ واؤ حالیہ مَا اسم موصول بِ جارّہ بمعنیٰ عِنْدَ (پاس)۔ کُمْ ضمیر جمع مذکّر حاضر مرجع تمام انسان یا صرف کفّارِ مکہ مخاطب ہیں جار مجرور متعلق ہے موجودٌ اسم مفعول پوشیدہ کا مِنْ جارّہ تبعیضیہ یا بیانیہ۔ ترجیح دوسرے قول کو ہے۔ یعنی کوئی بھی۔ مراد ہے تمام۔ نِعْمَۃٍ۔ اسم مفرد جامد مؤنّث لفظی ہے۔ ہر آرام اور خوشی دینے والی چیز نعمت ہے نعمت ہونا مخصوص ہے رب تعالیٰ سے۔ یعنی عطا اگرچہ کسی طرف سے مگر اس چیز کا نعمت ہونا (آرام دہ اور خوش کن ہونا) اللہ کی جانب سے ہے۔ اس کی جمع ہے نِعَمْ یہ جار مجرور متعلق دوسرے موجودٌ کا۔ اور وہ جملہ اسمیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مل کر مبتدا ہوا۔ فَ ذائدہ بمعنیٰ جزا (مشابہ جزا) کیونکہ مبتدا میں شرط کی جھلک ہے مِنْ جارّہ ابتداءِ غایت کے لیے بمعنیٰ طرف سے اللہ مجرور ہے متعلق ہے ثابتٌ پوشیدہ کا۔ ثابتٌ شبہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہوئی۔ ثُمَّ حرفِ عطف تعقیب تراخی کے لیے۔ مابعد کا عطف ہے ماقبل یا موصولہ پر۔ اِذَا حرفِ شرط ظرفیہ زمانیہ مَسَّ۔ باب نَصَرَ کا فعل ماضی مطلق صیغہ واحد مذکّر غائب مَسٌّ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے بمعنیٰ چھو لگنا۔ چھو جانا۔ کُمْ ضمیر جمع مذکّر منصوب متّصل مفعول بہٖ ہے۔ لف لام عہدی ضُرٌّ۔ اسم مفرد جامد۔ بمعنیٰ۔ تکلیف۔ مصیبت۔ نقصان۔ تنگی گھبراہٹ یہاں ہر معنیٰ درست ہے۔ بحالتِ رفع فاعل ہے مَسَّ کا۔ فَ جزائیہ اِلٰی جارّہ انتہا کے لیے ہٖ ضمیر واحد مذکّر غائب مجرور متّصل اس کا مرجع ہے اللہ تعالیٰ یہ جار مجرور متعلق مقدّم تَجْئَرُوْنَ باب سَمِعَ یا فَتَحَ کا۔ فعل مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مذکّر حاضر اَنْتُمْ اس کا فاعل پوشیدہ جَئْرٌ مہموز العین سے بنا ہے۔ یا جُؤَارٌ۔ جوف اُلعَی یہ جُؤَارٌ جوف

دادی سے ۔ بمعنی ۔ شکار کو گھبرانے کے لیے شکاری کا شور مچانا منقول اصطلاحی ترجمہ ۔ فریاد کرنا یہ جملہ فعلیہ ہوکر جزا ہوئی ۔ شرط و جزا معطوف علیہ مابعد کا ۔ ثُمَّ حرفِ عطف اِذَا حرفِ شرطیہ کَشَفَ ۔ باب ضَرَبَ کا ماضی مطلق کَشْفٌ سے بنا ہے بمعنی دور کرنا ۔ کھولنا ۔ الف لام عہدی ضُرَّ ۔ اسم حاصل مصدر بمعنی مصیبت ۔ تنگی بحالت نصب مفعول بہ ہے کَشَفَ کا ۔ عَنْ جارّہ مجاوزت زوالی کے لیے ہے کُمْ ضمیر مجرور متّصل جمع مذکر حاضر جس کا مرجع کفّار مکّہ ۔ جار مجرور متعلّق ہے ۔ کَشَفَ کا اور یہ سب جملہ فعلیہ بن کر شرط ہوئی ۔ اِذَا ۔ مفاجاتیہ جزائیہ بمعنی اچانک اِذًا کی تنوین گر گئی اِذا شرطیہ کی مناسبت سے ۔ فَرِیْقٌ ۔ اسم مشتق صفتِ مشبّہ مبالغے کے لیے ۔ بمعنی بہت بڑا گروہ فَرْقٌ سے بنا ہے بمعنی جدا ہونا ٹکڑے ہونا اسی سے فِرْقَۃٌ بمعنی چھوٹا گروہ ۔ فَرِیْقٌ لفظاً واحد ہے معنًا جمع ہے جس طرح قوم اِس کا جمع ہے فُرُوْقٌ یا فِرَقٌ ۔ اور فِرْقَۃٌ کی جمع ہے اَفْرِقَۃٌ ۔ فَرِیْقٌ ۔ موصوف ہے ۔ مِنْ تبعیضیہ ۔ کُمْ ضمیر مجرور جار مجرور متعلّق ہے کَائِنٌ پوشیدہ اسم فاعل کا ۔ یہ اپنے فاعل مستتر اور متعلّق سے مل کر جملہ اسمیہ ہوکر صفت ہے ۔ موصوف صفت جُڑ کر مبتدا ہوا ۔ بِ جارّہ بمعنی مَعَ ۔ رَبّ اسم مفرد نام صفاتی ہے اللہ تعالیٰ کا ھِمْ ضمیر کا مرجع فَرِیْقٌ ہے مضاف الیہ ہے ۔ مرکّب اضافی جار مجرور ہوکر متعلّق مقدّم ہے یُشْرِکُوْنَ باب اِفعال کا مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مذکّر غائب ۔ مصدر ہے اِشْرَاکٌ ۔ بمعنی بُت پرستی ۔ شِرْکٌ سے بنا ہے ھُمْ ضمیر پوشیدہ اِس کا فاعل ہے مرجع فَرِیْقٌ ہے یہ جملہ فعلیہ ہوکر خبر مبتدا ہوئی ۔ مبتدا خبر جملہ اسمیہ ہوکر جزا ہوئی شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ ہوکر معطوف ہوا مَسَّ کا ۔ وہ معطوف ہے ۔ مَا کا پھر وہ حال ہے تَتَّقُوْنَ کے فاعل کا ۔ لِیَکْفُرُوْا بِمَآ اٰتَیْنٰھُمْ فَتَمَتَّعُوْا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۔ وَیَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا یَعْلَمُوْنَ نَصِیْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰھُمْ تَاللّٰہِ لَتُسْئَلُنَّ عَمَّا کُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ۔

لام کَے تعلیلیہ اگلی عبارت علّت ہے یُشْرِکُوْنَ کی یا لام عاقبت ہے یا لام صیرورت یا لام امر ہے پہلے قول کو ترجیح ہے اعلیٰحضرت کا ترجمہ بھی اسی طرف راغب اس میں اَنْ ناصبہ پوشیدہ ہوتا ہے اُس نے مضارع کو نصب دیا لہٰذا یَکْفُرُوْا ۔ فعل مضارع مثبت معروف جمع مذکّر غائب کی نونِ اعرابی گر گئی نصب کی وجہ سے باب نَصَرَ سے ہے کُفْرٌ سے بنا ہے بِ جارّہ مفعولیت کا اٰتَیْنَا ۔ باب اِفعال کا ماضی مطلق ۔ صیغہ جمع متکلّم اَتْیٌ سے بنا ہے بمعنی دینا ۔ دِلوانا ۔ مصدر ہے اِیْتَاءٌ ۔ ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے ۔ فَ حرفِ تعقیبیہ بلا تراخی یہ اگلی عبارت مقولہ ہے پوشیدہ فعل قُلْ کا ۔ کہ دراصل ہے فَقُلْ تَمَتَّعُوْا ۔ باب تفعّل کا فعل امر ۔ توبیخ کے لیے ہے ۔ مَتْعٌ سے بنا ہے اِس کا مصدر ہے تَمَتُّعٌ بمعنی نفع حاصل کرنا ۔ فَ تعقیبیہ بمعنی ثُمَّ (پھر) سَوْفَ ۔ حرفِ تقریب وعید کے لیے ہے تَعْلَمُوْنَ فعل مضارع

علمٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ جاننا۔ محسوس کرنا۔ باب سَمِعَ سے ہے صیغہ جمع حاضر۔ اَنتُم ضمیر مستتر کا مرجع فریقٌ سے مخاطب ہے۔ واؤ ابتدائیہ یَجعَلُونَ۔ باب فَتَحَ کا مضارع مثبت معروف جمع غائب جَعلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ بنانا۔ مقرر کرنا۔ ھُم ضمیر مستتر کا مرجع وہی کفار فریق۔ لام جارّہ نفع کا۔ مَا۔ اسم موصول لَا یَعلَمُونَ۔ اس کا صلہ ہے۔ فعل مضارع علمٌ سے بنا ہے۔ ترجمہ ہے جس کو جانتے تک نہیں۔ موصول صلہ مجرور ہو کر متعلق ہے یَجعَلُونَ کا نَصِیبًا اسم مصدر ثلاثی یہاں حاصل مصدر ہے بمعنیٰ حِصّہ۔ بروزن فعیل۔ نَصبٌ سے بنا ہے۔ بمعنیٰ ظاہر کرنا۔ اوپر کرنا۔ علیحدہ کر کے اُس کو اس طرح رکھنا کہ دور سے ممتاز نظر آئے۔ اسی معنیٰ سے حِصّہ کو نصیب کہا جاتا ہے۔ تقدیر اور قسمت کو بھی نصیب اسی معنیٰ میں کہا جاتا ہے۔ زبر کو نصب اسی معنیٰ میں کہا جاتا ہے کہ اوپر ہوتا ہے۔ اسی معنیٰ سے منصب ہے۔ بمعنیٰ درجہ عُہدہ۔ کیونکہ اس میں بھی بلندی ہوتی ہے۔ مفعول بہٖ ہے یَجعَلُونَ کا لہٰذا مفتوح ہے۔ مِمَّا۔ مِن جارّہ تبعیضیہ۔ مَا موصولہ۔ رَزَقنَا۔ باب نَصَرَ کا فعل ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع متکلم رِزقٌ سے بنا ہے بمعنیٰ نفع والی چیز دینا۔ ھُم ضمیر جمع مذکر غائب منصوب متصل مفعول بہٖ ہے رَزَقنَا کا۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا۔ موصول صلہ مجرور ہوا اور متعلق دوم ہے یَجعَلُونَ کا۔ یا متعلق ہے نصیبًا مصدر کا۔ اور وہ شبہ جملہ ہو کر مفعول بہٖ ہے۔ تَ حرفِ جر قسمیہ۔ قائم مقام اُقسِمُ فعل پوشیدہ کا۔ اللّٰہِ مجرور۔ جار مجرور متعلق ہے اُقسِمُ فعل مضارع مستتر کے وہ جملہ فعلیہ ہو کر قسم ہوئی تَ قسمیہ واؤ جارّہ قسمیہ کے معنیٰ میں ہوتی ہے اور واؤ قسمیہ بَ جارّہ قسمیہ کے معنیٰ میں ہوتی ہے لیکن نُحاتِ بصرہ تَ کو اصل قسمیہ مانتے ہیں اس کی نائب واؤ اور واؤ کی نائب بَ جارّہ قسمیہ۔ ان کے نزدیک بَ جارّہ اصلاً قسمیہ نہیں۔ بلکہ اصلاً وصل کلام کے لیے ہوتی ہے۔ اور یہ متفقہ قانون ہے کہ ایک چیز دو معنیٰ میں اصل نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے تَ قسمیہ جارّہ صرف قسم کے لیے ہی آتی ہے بخلاف بَ کے۔ اسی طرح واؤ جارّہ بھی تَ کی نیابت میں صرف قسم کے لیے ہے۔ تَ جارّہ صرف لفظِ اللّٰہ پر آ سکتی ہے بخلاف واؤ جارّہ کے حالانکہ اصل قسم اللّٰہ کی ہے۔ اس لیے بھی تَ اصل ہوئی واؤ نائب لَتُسـَٔلُنَّ فعل مضارع لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ بمعنیٰ مستقبل مجہول صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اَنتُم ضمیر حاضر مستتر اس کا نائب فاعل سُؤَالٌ سے بنا ہے۔ باب فَتَحَ سے ہے۔ بمعنیٰ پوچھا جانا۔ گرفت یا محاسبہ یا محاکمہ کیا جانا۔ عَن جارّہ بمعنیٰ فِی (یعنی بارے میں) مَا موصولہ کُنتُم تَفتَرُونَ فعل ماضی ناتمام۔ (استمراری) صیغہ جمع مذکر حاضر۔ مصدر سے اِفتِرَاءٌ۔ باب افتعال سے بمعنیٰ بناوٹ کرنا۔ جھوٹی باتیں بنانا۔ کسی کی طرف منسوب کرنا (بہتان باندھنا)۔ اَنتُم ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا۔ اور موصول صلہ مل کر مجرور۔ جار مجرور متعلق ہے لَتُسـَٔلُنَّ کا وہ جملہ فعلیہ

ہو کر جواب قسم اپنے جواب سے مل کر جملہ قسمیہ ہوا۔

تفسیر عالمانہ وَلَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۚ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ. وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ - اللہ واحد کی معبودیت حق ہے اس کے کروڑوں دلائل کے علاوہ اور یہ بھی بہت بڑی دلیل ہے کہ اُسی کا ہے وہ تمام جو پورے آسمانوں میں ہے اور جو ساری روئے زمین میں ظاہر و باطن میں ہے۔ ہر شی پر اُس کا قبضہ مکمل ہے۔ کسی شخص کے کسی چیز پر قبضے چار طرح سے ہو سکتے ہیں۔ غصب سے۔ اور یہ حرام ہے ع۲ ملکیت سے۔ یہ صفت بہت سی مخلوق کو حاصل ہے ع۳ عبدیت (غلامیت) سے۔ یہ بھی بہت سوں کو حاصل ہو سکتی ہے اور ہوتی رہی ہے۔ ع۴ مخلوقیت سے۔ یہ صورت خاص ہے رب تعالیٰ کے لیے۔ کسی بھی شخص کو یہ صفت کسی معنیٰ میں حاصل نہیں باری تعالیٰ کے لیے کسی چیز کا غصب محال بالذّات ہے۔ اس لیے کہ وہ ملکیت غیر میں ہوتا ہے اور یہاں آسمان و زمین کی کسی چیز میں ملکیت غیر ہے ہی نہیں۔ ہر شی پر اسی کی حقیقی ذاتی ملکیت ہے۔ باقی اشیا میں تینوں قسم کے قبضے صرف رب تعالیٰ کے لیے ہیں کسی مخلوق کی یہ شان نہیں۔ اور جس کا ذاتی تینوں قسم کا قبضہ ہو وہی معبود ہو سکتا ہے۔ ان تینوں میں سب سے بڑی صفت خالق ہونا ہے۔ کسی کو رب تعالیٰ کے سوا خالق نہیں کہا جا سکتا۔ بعض جاہل گمراہ قائداعظم محمد علی جناح کو معاذ اللہ پاکستان کا خالق کہہ دیتے ہیں۔ اسی طرح شاعروں کو ان کے اشعار کا خالق کہدیا جاتا یہ سب شرکیہ الفاظ ہیں مجھ کو حیرانی ہے کہ یہ وہابی دیوبندی جو نعت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر شان کو شرک کہتے ہیں نعت خوانی کی مخالفت کرتے ہیں یہاں حکومت کے ڈر سے کچھ نہیں بولتے۔ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ اے نام کے توحید یو کیا غیر اللہ سے ڈرتے ہو۔ یہ تو فقط ایک مثال ہے ورنہ ان لوگوں کا غیر خدا کے دروازوں پر جانا اور اُمرا سے ڈرنا تو مشہور زمانہ ہے ان کے خود ساختہ عقیدے میں عید میلاد کا جلوس و جلسہ و جشن شرک ہے لیکن جب حکومت نے منایا تو سب سے آگے آگے۔ امام ضامن باندھنا شرک ہے لیکن جب صدر ایوب امریکہ گئے تو ان کے ایک بڑے تھانوی صاحب نے خود اپنے ہاتھ سے صدر کو باندھا تمام کائنات میں اُس کا دین شریعت قانون الٰہی فیصلے ہر فرد پر غالب ہیں۔ پھر کسی غیر اللہ سے ڈرنے کی کیا وجہ۔ یہ حقیقت ہے کہ ایک دل میں دو ڈر جمع نہیں ہو سکتے۔ اگر بندے کے دل میں رب تعالیٰ کا خوف ہو شرم نبی ہو شریعت کا احترام ہو تو پھر کسی دنیادار یا جن بھوت درندے چرندے کا خوف اُس کے دل میں نہیں آ سکتا یہ اِدھر اُدھر کا خوف تب ہی دل میں آتا ہے جب خوف الٰہی میں کسی طرح کی کمی ہو۔ خوف رھبہ تقویٰ۔ خشیت چاروں کا معنیٰ ڈرنا ہے۔

مگر فرق یہ ہے کہ مطلقاً ڈر ہر قسم کا خوف ہے۔ دبدبہ اور ہیبت کا ڈر رہب ہے۔ حکم کو ماننا اور حکم عدولی سے ڈرنا تقویٰ ہے۔ کسی کی قوت اور اپنی کمزوری کو پہنچانتے ہوئے اس سے ڈرنا خشیت ہے دنیوی لحاظ سے تو کسی کا فقط رہب ہوتا ہے کسی کا فقط رہب۔ خشیت ہے۔ ظاہری امیری دولت حکومت کی وجہ سے کسی کا فقط خشیت یا فقط مگر کامل مومن اور عارف وہ ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف۔ رہب خشیت۔ تقویٰ سب کچھ ہو۔ اس لیے کہ انسانو تمہارے پاس جو بھی کسی طرف سے کوئی اچھی مفید چیز آتی ہے وہ اللہ ہی کے پاس سے عطا ہوتی ہے صرف راستے مختلف ہیں۔ بلکہ دنیا کی اشیا کو تمہارے لیے نعمت اور فائدہ مند بنانا بھی اسی کا کرم ہے۔ ورنہ یہ ہی چیزیں تمہارے لیے زہر قاتل بھی بن سکتی ہیں اے شرک کرنے والو کبھی یہ غور نہیں کرتے کہ عطاء نعمت بھی اُسی کی طرف سے اور دفاع مصائب وبلا بھی اُسی کی طرف سے ہے تم نے بارہا مصیبتوں سے پریشان ہوکر اسی کے آگے فریاد کی۔ جب کبھی تم کو کسی بیماری۔ درد تکلیف۔ ظلم وستم یا دشمن نے گھیرا تو اسی کی بارگاہ میں تم ہائے ہائے فریاد فریاد کرتے ہوئے روئے۔ چیخے تڑپے۔ اور یہی دعائیں مانگیں کہ اُوپر والے سُن لے مدد فرما دے۔ مصیبت دور کردے۔ پھر تم کو مندر۔ اور بُت۔ گائے۔ بندر۔ پیپل۔ دیوی۔ دیوتا سب بھول جاتے ہیں۔ اور اللہ کے ولیوں کے مزارات کی طرف دوڑ پڑتے ہو۔ کیونکہ سچ سمجھتے ہو کہ اللہ کی بخشش و عطا۔ کرم وسخا کے آستانے یہی مقدس مقامات ہیں۔ اور رحمت الٰہی کے اسٹیشن یہی ہیں۔ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَتَمَتَّعُوْا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ وَ يَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ۔ پھر جب اُسی رب کریم نے کھولدی دور فرمادی وہ بیماری۔ بلا۔ مصیبت۔ درد تکلیف۔ بلا وسیلہ یا دوائی تعویذ دم درود اور ولی نبی کی دعا کے وسیلے سے۔ تو اچانک فوراً ہی بلا سوچے سمجھے بغیر احسان مانے تم انسانوں میں سے ایک گروہ مشرکین لوگ جو پہلے بھی مشرک وبت پرست ہی تھے پھر اپنے مندروں کی طرف بھاگ جاتے ہیں اور حسب سابق شرک کی پوجا پاٹ میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ انہیں بھول ہی جاتا ہے کہ ہم کسی مصیبت میں اللہ کے ولیوں کے آستانے پر گئے تھے وہاں مسلمانوں کے رب تعالیٰ سے رو کر فریاد کی تھی اور سب لوگوں نے ہم کو ان آستانوں پر حاضر دیکھا تھا۔ اُس مصیبت میں یہ بُت ذرا کام نہ آئے تھے۔ علامہ احمد حسن نوری نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ کفار ہندو سکھ تو مصیبت کے وقت مزارات اولیاء اللہ پر حاضری دے کر مشکل کشائی چاہتے ہیں اور ان کی مشکلیں حل ہوتی ہیں مگر بحمدہ تعالیٰ کوئی مسلمان کبھی کسی مصیبت میں غیر اللہ کے پاس فریاد لے کر نہ گیا کسی نے

مسلمان کو کبھی کسی مندر میں نہیں دیکھا۔ مسلمان کتنا ہی جاہل گنوار ہو وہ اپنی فریادیں اللہ کے اپنوں کے پاس ہی لے کر جاتا ہے اور فائدہ پاتا ہے۔ اس لیے کہ وہ اتنا ضرور جانتا ہے کہ اولیاء اللہ کے مزارات پر جانا شرک نہیں عین توحید ہے۔ ہاں مندروں میں جانا شرکِ حقیقی ہے۔ اور یہ واقعہ ہے کہ مندروں بتوں سے مانگنے سے خود مشرک کو بھی کچھ نہیں ملتا ورنہ وہ مصیبت میں مندر کو چھوڑ کر مزارات کی طرف نہ آتا۔ اور کفار کا اپنے بتوں کو چھوڑ کر اللہ سے فریاد کرنا شروع زمانوں سے ہوتا چلا آیا ہے۔ اور اس کا مشاہداتی ثبوت یہی ان کا مزاراتِ اولیا پر حاضری ہے۔ پہلے زمانوں میں بھی ایسا ہوتا رہا اور اب بھی اسی طرح دیکھا جا رہا ہے۔ اسی مشاہدے کا یہاں تذکرہ ہے۔ کفار اس کا انکار نہیں کر سکتے۔ اگر صرف خفیہ فریادیں مراد ہوتیں تو کفار اپنی ان فریادوں کا انکار کر سکتے تھے۔ فریق کے متعلق دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ تَجْـَٔرُوْنَ میں سب انسان مراد ہیں یعنی دعائیں تو سب ہی مومن و کافر اللہ سے ہی مانگتے ہیں مگر مصیبت ٹلنے کے بعد جو برے بن جاتے ہیں وہ گروہ صرف مشرکین کا ہے۔ دوسرا قول یہ کہ تَجْـَٔرُوْنَ میں صرف مشرکین مراد ہیں۔ اور فرمایا جا رہا ہے کہ مصیبت ٹلنے کے بعد کچھ مشرک دوبارہ شرک نہیں کرتے اور کچھ مشرک پھر پہلے کی طرح شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں سچے فریادرس رب کو بھول جاتے ہیں۔ مگر پہلا قول زیادہ صحیح ہے یہ تمام مشرک شرک اس لیے کرتے ہیں تاکہ ہماری نعمتوں کی ناشکری کریں۔ جو ان کو ہم نے دی ہیں۔ حالانکہ نعمت والے کا شکریہ ادا کرنا فرض ہے۔ خیال رہے کہ شکر کرنا عبادت اور فرماں برداری اور اطاعت و اتباع کا نام ہے۔ صرف زبانی شکر کرنا شکر نہیں۔ کفار دنیا میں دو کام کرتے ہیں۔ ۱ مصیبت میں اللہ کو اور اللہ والوں کو پکارتے ہیں اس کا بدلہ ان کو یہ ملا کہ فَتَمَتَّعُوْا اچھا تھوڑا نفع پوری دنیوی زندگی میں اللہ کی تمام حاصل شدہ نعمتوں سے اٹھا لو۔ ۲ مصیبت ٹلنے پر پھر شرک و کفر۔ اس کا بدلہ یہ ہے کہ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔ عنقریب۔ بوقتِ قبر یا میدانِ محشر یا جہنم میں تم اپنے برے انجام جان لوگے ان کی مصیبتوں کا تو یہ حال تھا جو ابھی بیان ہوا لیکن یہ کفار اپنی خوشیوں سرمستیوں میں اُسی رزق سے جو محض اپنی رحیمیت و شفقت سے ہم نے ان کو دیا۔ دولت حیوانات۔ نباتات غذائیں وغیرہ میں سے اپنے اُن بتوں کے حصے بناتے ہیں جو بُت ان حصوں کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے۔ کہ بحیرہ۔ سائبہ۔ وصیلہ۔ حام۔ مندروں کے چڑھاوے کس نے کہاں چھوڑے ہیں۔ یا یہ کفار بالکل نہیں جانتے کہ ان بتوں کا ان حصوں سے کچھ نفع نقصان نہیں اور نہ یہ بُت بے جان مورتیاں ان چڑھاوا دینے والوں کو کچھ نفع دے سکیں۔ تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ذاتِ الٰہی کی قسم البتہ بیشک ضرور پوچھا جائے گا ان تمام کفر جھوٹ۔ افترا۔ بہتان۔ مکر فریب۔ ایذا رسانی کے بارے میں

جو تم اپنے باطل دین کو بنانے بچانے کے لیے اور سچے دین اسلام کی دشمنی مخالفت میں کرتے رہے ہو۔ چونکہ کفار کی ہر چیز ہی افترا ہے اس لیے تَفْتَرُوْنَ تمام کفریہ اعمال کو شامل ہے۔ پہلے زمانوں سے آج تک دنیا کے تمام مشرکین۔ بت پرست ستارہ پرست۔ آتش و حیوانات پرست درختوں کے پجاری۔ اپنے ان جھوٹے معبودوں کے لیے حصے نکالتے رہے جن میں سے غلہ رزق اور روپیہ پیسہ پنڈت راہبوں۔ احبار جوگیوں سادھوؤں کے لیے کھانا استعمال کرنا جائز مانتے ہیں۔ اور کچھ حیوانات کو کھانا حرام سمجھتے ہیں وہ کھلے پھرتے ہیں۔ کل سات قسم کی چیزیں جن کو وہ بتوں کا حصہ بناتے ہیں۔ چار قسم کے جانور اور زمین قسم کے دیگر مال و دولت پیداوار۔ ستارہ پرست کہتے ہیں یہ شمس کا حصہ یہ قمر کا یہ زہرہ ستارے کا وغیرہ۔ آج کل ہندو کہتے ہیں یہ کالی دیوی کا یہ پیپل والی کا وغیرہ وغیرہ (العیاذ باللہ)

فائدے

ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ دنیا کی ہر چیز کو فنا ہے مگر اولیاء اللہ کی ولایت و کرامت کو علماء کرام کے علم و فقہ کو مومن کے تقوے کو فنا نہیں وہ قبر حشر میں بھی موجود و مفید ہے۔ اسی طرح خود اولیا علما اور مومنین کو بقا ہے۔ یہ فائدہ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا فرمانے سے حاصل ہوا کہ جب دین کو بقا ہے تو دینی اعمال اور دین والوں کو بھی بقا ہے۔ نبوت تو اس سے کہیں اونچی چیز ہے۔ **دوسرا فائدہ۔** بندے کو چاہیے کہ اس کو جو چیز جو نعمت کہیں سے بھی ملے اس کو رب تعالیٰ کی طرف سے ہی جانے خواہ وہ چیز اور نعمت جسمانی ہو یا روحانی۔ شریعت کی ہو یا طریقت و معرفت کی دنیوی ہو یا دینی۔ لہٰذا کسی سے مانگنے کو دراصل رب کا حکم جانے۔ برا نہ سمجھے۔ مثلاً ڈاکٹر حاکم پولیس سے امداد مانگنا دوائی و علاج اسی طرح انبیاء کرام اولیاء اللہ سے مانگنا بھی رب کی طرف سے جانے یہ سب رب تعالیٰ کے دروازے اور وسیلے ہیں۔ یہ فائدہ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ فرمانے سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ۔** ہر باطل اور جھوٹا شخص ہر وقت بے یقین رہتا ہے اس کو اپنے عقیدے اور دلائل پر بھی یقین اور بھروسہ نہیں ہوتا کفار کی بے یقینی کا حال یہ ہے کہ ذرا سی مصیبت میں بتوں کو اور مندروں کو چھوڑ چھاڑ مزاروں پر جا کر رب تعالیٰ سے فریادیں کرتے ہیں۔ یہی حال آج کل کے فاضل فلاں فاضل فلاں گستاخانِ انبیاء کرام اور اولیاء اللہ کے منکروں بے ادبوں کا ہے۔ کہ یہ قرن الشیطان بھی کبھی کچھ کبھی کچھ کرتے پھرتے ہیں گویا ادھر سے کسی نے مار دی۔ اعتراض کیا تو اس کتاب کا سہارا پکڑ لیا اور اس پر کسی نے اعتراض کیا تو اس کا سہارا لے لیا صبح کو ایک عبارت لکھی اس پر اعتراض و گرفت ہوئی تو شام کو وہ عبارت کاٹ کر دوسری لکھ دی۔ ایک مطبوعہ پر پکڑ ہوئی تو دوسرے میں تبدیلی کر دی۔ پھر کہا جاتا ہے ہمارے حضرت جی بڑے عالم تھے

یہ بھی کیا علم ہے جس میں قوت و ٹھیراؤ ہی نہ ہو۔ بہرکیف باطل کا شروع سے ہی یہ طریقہ رہا۔ یہ فائدہ۔ فَاِلَیْہِ تَجْـٴَرُوْنَ سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ۔ دنیا میں دولت و نعمت مل جانا یا کسی میدان میں کامیاب ہو جانا سچے ہونے کی علامت نہیں۔ اصل کامیابی اعمالِ خیر کی توفیق ہے مومن کو اسی طرف زیادہ توجہ کرنی چاہیئے خواہ دنیوی عزت دولت حاصل ہو یا نہ ہو۔ یہ فائدہ۔ فَتَمَتَّعُوْا فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ کسی مندر گرجے یا کنیسے اور گردوارے کو چندہ دے یہ سخت حرام ہے۔ یہ مسئلہ نَصِیْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰـھُمْ فرمانے سے مستنبط ہوا کہ اللہ کے رزق سے بتوں اور بت خانوں کو دینا کفار کا طریقہ اور کفر ہے۔ **دوسرا مسئلہ**۔ اولیاءُ اللہ کے ختم شریف اور مسجدوں مدرسوں۔ مومن فقرا۔ مسکین اور سیدوں کے لیے مسلمانوں کا کچھ چندہ دینا عین جائز باعث ثواب ہے۔ یہ مسئلہ لِمَا لَا یَعْلَمُوْنَ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ کیونکہ بتوں کی اصل حقیقت کا کفار کو پتہ نہیں لیکن اولیاءُ اللہ کے ولی اللہ ہونے کی حقیقت کا مومن کو علم ہے۔ تو جہاں علم نہ ہو وہاں حصہ دینا گناہ و کفر ہے لیکن جہاں علم ہو وہاں عین عبادت مباح بلکہ بعض وقت واجب ہوتا ہے۔ **تیسرا مسئلہ**۔ جو چیز بتوں کے نام پر مندروں میں یا کہیں پر رکھی ہو وہ چیز کھانا استعمال کرنا جائز ہے یہ مسئلہ وَیَجْعَلُوْنَ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ کہ یہاں رب تعالیٰ نے اس رکھنے اور حصہ چندہ دینے کو حرام فرمایا۔ چیز کو حرام نہ کیا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا کہ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْکُمْ۔ یعنی مصیبت دور ہونے کے بعد ایک گروہ تم میں سے پھر رب تعالیٰ کے شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے جس سے ثابت ہوا کہ سب کفار شرک میں مبتلا نہیں ہوتے۔ حالانکہ مشاہدہ ہے کہ مصیبت ٹلنے کے بعد سب کافر اسی طرح مشرک کے مشرک ہی رہتے ہیں۔ لہٰذا یہاں ثُمَّ فرمانا اور فَرِیْقٌ فرمانا درست کس طرح ہے؟ **جواب**۔ تفسیر عالمانہ میں اس کا وضاحت سے جواب عرض کر دیا گیا ہے۔ یہاں اتنا اور سمجھ لو کہ اگر مِنْکُمْ سے مراد صرف تمام مشرکین ہی ہوں عام انسانوں کو خطاب نہ ہو تو مطلب یہ ہے کہ جتنی دیر مصیبت میں پھنسے رہتے ہوا تنی دیر شرک نہیں کرتے۔ لہٰذا ثُمَّ فرمانا درست ہوا۔ فَرِیْقٌ کہنا اس لیے درست ہوا کہ کچھ لوگ اس دوران بھی پوجا پاٹ اور پرستش تو بتوں کی ہی کرتے رہتے ہیں مگر گڑگڑاتے ہیں رب تعالیٰ کے سامنے بعض نے یہ جواب بھی دیا ہے کہ یُشْرِکُوْنَ سے مراد عملی شرک ہے کہ مصیبت میں وہ بند ہو جاتا ہے اور مصیبت

کھلنے پر وہ شروع ہو جاتا ہے اعتقاد اگرچہ باقی رہتا ہے۔ **دوسرا اعتراض**۔ لَا یَعْلَمُوْنَ سے کون لوگ مراد ہیں اگر بت مراد لیے جائیں جیسا کہ بعض مفسرین کہتے ہیں تو یہ ذوی العقول کا صیغہ ہے پتھر کے بت کے لیے یہ نہیں آسکتا۔ اگر اس سے بقولِ وہابی اولیاء انبیا معاذ اللہ مراد ہوں تو لَا یَعْلَمُوْنَ غلط ہو جاتا ہے کیونکہ اولیاء اللہ کو بہت اشیاء کا علم ہے۔ جہانِ اُخروی کا تو عام مسلمان کو بھی قرآن و حدیث کے ذریعے بہت کچھ علم ہے اور اگر مشرکین مراد ہوں تو۔ یہاں خواہ مخواہ پوشیدہ عبارت ماننی پڑے گی۔ نیز پھر بھی لَا یَعْلَمُوْنَ غلط ہو جائے گا۔ اس لیے کہ مشرکین تو جانتے ہیں کہ ہم کس کس بت کا حصہ نکال رہے ہیں۔ **جواب**۔ اس کا جواب بھی تفسیر عالمانہ میں دے دیا گیا ہے۔ اور اگرچہ مفسرین کے اقوال اس کی ضمیر کے مرجع کے بارے میں اپنے اپنے دلائل سے دونوں مذکور ہیں۔ مگر بہتر یہی ہے کہ مراد بُت ہیں۔ یعنی بُت نہیں جانتے۔ رہا۔ یہ کہنا کہ لَا یَعْلَمُوْنَ صرف ذوی العقول کے لیے استعمال ہوتا ہے یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔ یہ قاعدہ صرف جمع مذکر سالم میں مشہور ہے۔ مگر وہ بھی قرآن مجید سے ثابت نہیں بلکہ اس کے خلاف ثابت ہے جیسا کہ لفظِ دَاخِرُوْنَ میں پہلے بتا دیا گیا۔ خیال ہے کہ جن بزرگوں نے لَا یَعْلَمُوْنَ میں مشرکین کفار لوگ مراد لیے ہیں۔ وہ بھی علم سے علمِ ظاہری مراد نہیں لیتے بلکہ علمِ باطنی کی نفی کرتے ہیں۔ یعنی کفار بتوں کو تو جانتے ہیں مگر اُن کے نفع نقصان دینے اور حاجت روائی مشکل کشائی کو نہیں جانتے اور بلا وجہ بے یقینی کا عقیدہ بنائے پھرتے ہیں جیسا کہ ہم نے تفسیر میں ایک احتمال کے طور پر ذکر کر دیا ہے۔ **تیسرا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ۔ یعنی اے انسانو تم کو جو نعمت بھی ملتی ہے وہ اللہ سے ہی ملتی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ انبیا اولیا سے کچھ نہیں ملتا۔ لہٰذا اُن سے مانگنا بھی بیکار بلکہ حرام و شرک ہوا۔ (وہابی) لیکن دوسری بہت سے آیات سے انبیاءِ کرام علیہم السلام اور اولیاءِ عظام علیہم الرحمۃ والرضوان سے مانگنے کا اشارۃً وکنایۃً و دلالۃً و اقتضاءً ثبوت ملتا ہے نیز ہم دن رات ڈاکٹر حاکم۔ حکیم سے مانگتے رہتے ہیں اور ملتا بھی ہے ان میں مطابقت کیونکر ہو۔ **جواب**۔ اس کا جواب تو اسی آیت میں موجود ہے۔ کہ فرمایا گیا فَمِنَ اللّٰهِ۔ یعنی ہر نعمت اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ بِیَدِ اللّٰهِ نہیں فرمایا گیا۔ ہر نعمت اللہ کے ہاتھ اور اس کی قدرت سے نہیں ملے گی۔ ہاتھ انبیا اولیا کے ہوں گے۔ ڈاکٹر حکیم۔ حاکم کے ہوں گے مگر نعمت ظاہری باطنی جسمانی و روحانی فَمِنَ اللّٰهِ اللہ ہی کی طرف سے ہوگی۔ صرف ملنے کے آستانے مختلف ہیں لہٰذا ان آستانوں پر جانا شرک نہیں عین ایمان ہے۔ ان آیات کی تفسیر صوفیانہ آیت ۶۰ کے بعد ہے۔

وَيَجْعَلُونَ لِلّٰهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهُ ۙ وَلَهُم مَّا

اور بناتے ہیں لیے اللہ کے بیٹیاں پاک ہے وہ اللہ اور لیے اپنے جو

اور اللہ کے لیے بیٹیاں ٹھیراتے ہیں پاکی ہے اس کو۔ اور اپنے لیے جو

يَشْتَهُونَ ﴿٥٧﴾ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ

پسند کرتے ہیں اور جب بشارت دیا گیا کوئی اُن میں سے بیٹی کی

اپنا جی چاہتا ہے۔ اور جب ان میں کسی کو بیٹی ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے

ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ﴿٥٨﴾ يَتَوَارَىٰ

تو مرجھا گیا چہرہ اُس کا سیاہ ہو کر اس حال میں کہ غصہ کے گھونٹ پینے والا ہے چھپتا ہے

تو دن بھر اُس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غصہ کھاتا ہے لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے

مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ ۚ أَيُمْسِكُهُ

سے لوگوں بوجہ بُرا سمجھنے کے اُس کو بشارت دیا گیا جس کی۔ کیا روک رکھے

اس بشارت کی برائی کے سبب کیا اُسے ذلت کے ساتھ

عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ ۗ أَلَا سَاءَ

اس بشارت والی چیز کو ذلت پر یا دفن کر دے اس کو بیچ مٹی خبردار بُرا ہے

رکھے گا یا اُسے مٹی میں دبا دے گا ارے بہت ہی برا حکم

مَا يَحْكُمُونَ ﴿٥٩﴾ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ

جو فیصلہ کرتے ہیں لیے اُن کے جو نہ مانتے ہیں کو آخرت

لگاتے ہیں۔ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے انہیں کا

مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ

حالت بُری اور لیے اللہ کے شان ہے بلند اور وہ عزت

برا حال ہے اور اللہ کی شان سب سے بلند اور وہی عزت و

الْحَكِيْمُ ﴿۶۰﴾

حکمت والا ہے

حکمت والا ہے

تعلق ان آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں مشرکینِ مکہ کی خود ساختہ بد عقیدگیوں کا ذکر ہوا اب ان آیات میں مختصر فہرست بتائی جا رہی ہے کہ یہ مشرک کیا کیا افترا باندھتے ہیں دوسرا تعلق۔ پچھلی آیات میں فرمایا گیا تھا کہ جو نعمت بھی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے لہٰذا اُس کی قدر کرو۔ اِن آیت میں بتایا گیا کہ کافر اُس کی دی ہوئی چیزوں کی قدر نہیں کرتے۔ بلکہ بیٹی جیسی پیاری چیز سے نفرت کرتے ہیں۔

تیسرا تعلق۔ پچھلی آیتوں میں فرمایا گیا تھا کہ ان مشرکین کے ایسے دیوتا اور جھوٹے معبود ہیں جن کی حقیقت اور وجود کو بھی کوئی نہیں جانتا یعنی جن کی حقیقت اور وجود ہے ہی کوئی نہیں اُن کے لیے دولت و رزق کے بڑے بڑے حصّہ بناتے ہیں یا یہ کہتے ہیں کہ بادل کا دیوتا فلاں ہے دولت کی دیوی فلاں ہے۔ اِن آیت میں فرمایا گیا کہ اللہ کے لیے یہ بیٹیاں بناتے ہیں۔ کتنے عجیب اور احمقانہ گھر بیٹھے قیصے گھڑتے رہتے ہیں۔

تفسیر نحوی وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ۝ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۝ واؤ سر جملہ۔ یَجْعَلُوْنَ۔ باب فتح کا مضارع معروف مثبت صیغہ جمع مذکر غائب جَعْلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ بنا لینا۔ گھڑ لینا۔ سمجھ لینا۔ عقیدہ کر لینا۔ یہاں سب معنی ہو سکتے ہیں۔ لام حرف جر نفع کی علت کا۔ اَللّٰهِ اسم مفرد نام ذاتی خالق تعالیٰ کا۔ مجرور ہے متعلق ہے یَجْعَلُوْنَ کا۔ الف لام عہدِ خارجی بَنٰت۔ جمع مؤنث سالم واحد ہے بِنْتٌ بمعنیٰ بیٹی اس کا واحد مذکر ہے بن۔ بمعنیٰ بیٹا تاءِ تانیث آخر میں لگی۔ سُبْحٰنَ بر وزن فُعْلَانَ ہے اصلاً مصدر ہے بمعنیٰ تسبیح یعنی پاکیزگی بیان کرنا گر

یہاں اسم حاصل مصدر مفرد معرفہ ہے۔ یا مفعول مطلق ہے اس کا فعل نُسَبِّحُ یا نُسَبِّحُہٗ مقدر متروک ہے۔ اسی لیے اس کو نصب ہے ہمیشہ مضاف ہو کر آتا ہے اسم ظاہر کی طرف یا ضمیر کی طرف یہ لفظ خاص ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ واؤ سر جملہ لام جارّہ اضافت لامیہ ہے۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر نفسی بمعنیٰ اپنے لیے مَا اسم موصول یَشْتَھُوْنَ باب افتعال کا فعل مضارع صیغہ جمع مذکر غائب۔ مصدر ہے اِشْتِھَاءٌ شَھْوٌ سے بنا ہے بمعنیٰ نفسانی خواہش شیطانی چاہت۔ نفس پرستی۔ واؤ حالیہ مابعد حال ہے یَشْتَھُوْنَ کے فاعل ھُمْ ضمیر مستتر کا اِذَا ظرفِ زمانی بمعنیٰ شرطیہ۔ بُشِّرَ فعل ماضی مطلق مثبت مجہول صیغہ واحد مذکر غائب اَحَدُ اسم عددی پہلا عدد بمعنیٰ ایک معرب اسم متمکن ہے تنوین سے مانع مضاف ہوتا ہے ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مجرور متصل مضاف الیہ ہے۔ مرکب اضافی نائب فاعل ہے بُشِّرَ فعل مجہول کا۔ باب تَفْعِیْلٌ سے ہے مصدر ہے تَبْشِیْرٌ۔ بمعنیٰ لغوی کھال کا رنگ بدلنا بُشْرٌ یا بِشْرٌ۔ یا بَشَرٌ سے بنا ہے بمعنٰے لغوی کھال ظاہر والا ہونا یعنی بالوں کے بغیر۔ اصطلاحی ترجمہ خوشخبری سنانا جو خوشخبری یا بدخبری میں چہرے کی کھال کا رنگ بدلتا ہے اس لیے اس کو بشارت یا تبشیر یا بُشْریٰ کہتے ہیں۔ یہاں مراد ہے عام خبر۔ یا اِستِھزَاءً بشارت کا فعل استعمال ہوا۔ یا بلحاظ حقیقت اور عموم اولاد کی خبر والدین کے لیے خوشخبری ہی ہوتی ہے۔ بِ حرفِ جر مفعولیت کے معنیٰ ہیں۔ الف لام جنسی۔ اُنْثٰی۔ اسم مفرد جامد مشابہ مشتق تفضیل مؤنث۔ بمعنیٰ مادہ۔ نر کا مقابل (مؤنث) مراد ہے لڑکی بچی۔ بیٹی۔ جار مجرور متعلق ہے بُشِّرَ کا۔ یہ فعل تمام معمولات سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی۔ ظَلَّ۔ فعل ماضی مطلق ناقصہ صیغہ واحد مذکر غائب۔ بمعنیٰ بدل جانا۔ پھر جانا۔ ایک حالت اصلیہ سے ہٹ کر دوسری عارضی وقتی حالت میں ہونا۔ صَارَ فعل ناقصہ میں بھی تغیر ہوتا ہے مگر ایک دوامی یا دراز حالت سے بدل کر دوسری دراز حالت میں آنا ضرورت ہے جیسے امیر سے غریب ہونا وغیرہ اور دوامی حالت سے عارضی وقتی حالت میں آنا ظلّت ہے جیسے خوشی میں چہرہ سرخ ہونا۔ غصّہ میں لال ہونا۔ خوف میں زرد ہونا۔ غم میں سیاہ ہونا یہاں آخری بات ہے یہ سایہ تبدیل ہوتا رہتا ہے اس لیے عربی میں اُس کو بھی ظِلٌّ کہتے ہیں اور چونکہ حالات اور وقت کی ظاہر ظہور تبدیلی خوشی غمی۔ ڈر وغیرہ یونہی سایہ کا ظہور میں آنا چھوٹا بڑا۔ آگے پیچھے دائیں بائیں ہونا سب کچھ دن میں ہوتا ہے رات میں اکثر ایک ہی جگہ ایک ہی غفلت کی کیفیت ہوتی ہے۔ اس لیے دن اور دوپہر کو ظَلَّ کہا جاتا ہے۔ نہ کہ رات کو وَجْھُہٗ۔ مرکب۔ وَجْہٌ اسم مفرد جامد بمعنیٰ چہرہ یہ اصل لغوی حقیقی معنیٰ ہیں مجازاً۔ ذات۔ سینہ۔ سامنے ہونا۔ متوجہ ہونے کے لیے بھی مستعمل ہے۔ یہاں حقیقی معنیٰ میں ہے ہٗ ضمیر مجرور متصل واحد مذکر غائب کا مرجع اَحَدُ ہے۔ مرکب اضافی اسم ہے ظَلَّ ناقصہ

کا۔ مُسْوَدًّا۔ باب اِفْعِلَالٌ ثلاثی مزید فیہ مُلحق بر باعی۔ کا اسم مفعول۔ دراصل تھا مُسْوَدَدًا۔ دال کا دال میں ادغام کیا گیا۔ سُوْدٌ سے بنا ہے بمعنیٰ کالا ہونا۔ سیاہ ہونا۔ یہ حقیقی معنیٰ ہے۔ یہاں اسی معنیٰ میں ہے۔ مجازاً ہر مُبْہَم چیز کو یا جس سے اندھیرا ہو۔ سود یا سواد کہا گیا ہے۔ بڑی جماعت کو سوادِ اعظم۔ اور دور سے دیکھی ہوئی غور طلب شکل کو مُسْوَدَّۃٌ مؤنث۔ آنکھ کی سیاہی کو سَوَادٌ۔ لکھے ہوئے کالے لفظوں کو مسوّدہ اسی معنیٰ میں کہا جاتا ہے۔ بحالتِ نصب ہے خبر ہے ظَلَّ کی یہ جملہ فعلیہ ناقصہ جزا ہے شرط بُشِّرَ کی۔ واؤ حالیہ۔ مابعد حال ہے اَحَدُ کی ضمیر ظَلَّ کے اسم کے مضاف الیہ کا۔ یا عاطفہ ہے۔ ھُوَ ضمیر مرفوع مُنفصل مبتدا ہے۔ کَظِیْمٌ۔ اسم صفت مشبّہ۔ کَظْمٌ سے بنا ہے بمعنیٰ غصّہ میں چُپ سادھ لینا۔ خاموشی اختیار کرنا۔ رُکنا۔ غصّہ برداشت کرنا۔ رُکنا۔ کڑھنا۔ پریشان ہونا (پینا) یہاں پہلے معنیٰ میں ہے بحالتِ رفع ہے۔ خبر ہے مبتدا کی۔ پھر جملہ اسمیہ خبریہ ہے یَتَوَارٰی مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَیُمْسِکُهٗ عَلٰی هُوْنٍ اَمْ یَدُسُّهٗ فِی التُّرَابِ اَلَا سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ ۝ لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔ یَتَوَارٰی۔ باب تَفَاعُلٌ کا فعل مضارع مثبت معروف واحد مذکر غائب دراصل تھا یَتَوَارُیُ ی پر ضمہ ثقیل تھا لہٰذا ی کو الف سے بدل دیا ھُوَ ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے اس کا مرجع اَحَدُ ہے۔ مصدر تَوَارُیٌ۔ وَرْیٌ۔ لفیف مفروق سے بنا ہے بمعنیٰ چھپنا۔ چھپتے پھرنا۔ باب تَفَاعُلٌ میں دوسرے معنیٰ ہیں وہی یہاں مراد ہیں۔ چھپنا یعنی مسلسل پوشیدہ ہونا۔ اور چھپتے پھرنا کبھی ظاہر کبھی پوشیدہ کہ اِدھر سے نکلے اُدھر چھپے اُدھر سے اِدھر۔ مِن جارّہ ابتدائیہ بیانیہ۔ الف لام عہدِ خارجی مراد ہے یعنی۔ قَوْم۔ اسم مفرد جامد معنیٰ "جمع۔ بمعنیٰ قریبی رشتے دار۔ جار مجرور متعلق ہے یَتَوَارٰی کا مِن جارّہ تعلیلیہ سُوْٓءٌ۔ اسم مصدر۔ مگر یہاں حاصل مصدر جامد بمعنیٰ۔ بری چیز۔ غم میں ڈالنے والی چیز۔ موصوف مَا اسم موصول بحالتِ کسرہ محلی ہے نہ کہ ظاہری کیونکہ مبنی ہے۔ ظاہر اعراب صرف معرب متمکن پر آتا ہے۔ صفت ہے ماقبل کی بُشِّرَ۔ باب تفعیل کا ماضی مطلق مجہول مصدر ہے تَبْشِیْرٌ بمعنیٰ بشارت دینا۔ (خوشخبری) یہاں مراد ہے مطلق خبر۔ بِ جارّہ مفعولیت کی۔ ہٖ ضمیر واحد غائب کا مرجع مَا موصولہ۔ جار مجرور متعلق ہے بُشِّرَ۔ ھُوَ ضمیر مستتر اس کا نائب فاعل جس کا مرجع اَحَدُ ہے۔ اَ۔ ہمزہ استفہام طلب کیلئے یہ عبارت معمول د مقولہ ہے پوشیدہ اسم فاعل ناظرا کا۔ اور ناظرا جملہ اسمیہ ہو کر حال ہے یَتَوَارٰی کے فاعل کا یُمْسِکُ ما فعال کا مضارع مثبت بمعنیٰ مستقبل مصدر ہے اِمْسَاکٌ۔ ترجمہ ہے روک رکھنا۔ مَسْکٌ سے بنا ہے بمعنیٰ رُکنا یہ لازم ہے افعال نے متعدی بنایا ہٗ ضمیر واحد غائب منصوب ہے مفعول بہ ہے یُمْسِکُ کا۔ عَلٰی جارّہ بمعنیٰ فی ظرفیہ مکانیہ یا بمعنیٰ مَعْ ظرفیہ هُوْنٍ۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ ذلت و رسوائی مصیبتوں والی زندگی یہاں ہر معنیٰ مناسب ہے۔ مجرور معرب متمکن نکرہ ہے۔ تنوین تنکیری بمعنیٰ عام ذلت یا تعظیم۔ بمعنیٰ بڑی ذلت جار مجرور متعلق

ہے یُمۡسِکُ کا یہ جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ اَمۡ۔ حرفِ عطف تردید غیر معین مثابہ اَوۡ عاطفہ ترجمہ ہے یا۔ اگر پسند کے لیے ہو تو ترجمہ ہوگا خواہ۔ کبھی بمعنیٰ بَلۡ اور کبھی زائدہ ہوتا ہے۔ یہاں پہلے معنیٰ میں ہے۔ ایک قول میں بمعنیٰ بَلۡ (بلکہ) استدراکیہ ہے۔ یَدُسُّ۔ باب نصر کا مضارع مثبت معروف بمعنے مستقبل۔ دُسٌّ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے بمعنیٰ چھپانا۔ دبانا مٹی میں اس طرح گاڑھنا کہ سب چھپ جائے یہاں مراد بمعنیٰ وَأَدٌ ہے یعنی زندہ دفن کرنا۔ ھُوَ ضمیر اس کا فاعل جس کا مرجع ہے اَحَدُ۔ ہٗ ضمیر مفعول بہ اس کا مرجع مَا بُشِّرَ ہے۔ فِیۡ جارّہ ظرفیہ مکانیہ الف لام جنسی تُرَاب۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ اصل مٹی والی زمین۔ مجازًا یا نسبتًا خاک اور دھول اور مٹی کو بھی تراب کہا جاتا ہے۔ حضرت علی کا لقب اَبُوتراب اسی دھول مٹی کے معنیٰ میں ہے۔ جار مجرور متعلق ہے یَدُسُّ کا یہ جملہ فعلیہ ہوکر معطوف ہے یُمۡسِکُ کا۔ اَلَا۔ حرفِ توبیخ یا تنبیہ سَاءَ فعلِ ذم ماضی مطلق۔ ھُوَ ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے جس کا یَحۡکُمُوۡنَ کا حاصل مصدر (حُکۡمٌ ہے) مَا اسم موصول یَحۡکُمُوۡنَ۔ باب نصر کا فعل مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب ھُمۡ ضمیر جمع مذکر اس میں مستتر اس کا فاعل جس کا مرجع یَحۡکُمُوۡنَ کا فاعل یعنی کُفَّارِ مکہ۔ یہ جملہ فعلیہ ہوکر صلہ ہوا اور موصول صلہ مخصوص بالذم ہوا۔ سَاءَ سب معمولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ذمیہ ہوگیا۔ لام جارّہ اَلَّذِیۡنَ اسم موصول جمع مذکر۔ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ۔ باب اِفعال کا مضارع منفی معروف بمعنیٰ فعل حال۔ صیغہ جمع غائب ھُمۡ ضمیر مستتر اس کا فاعل جس کا مرجع اَلَّذِیۡنَ۔ باءِ جر۔ بمعنیٰ علیٰ فوقیت (استعلائی) الف لام عہدی آخِرَت اسم فاعل مؤنث مجرور متعلق لَا یُؤۡمِنُوۡنَ کا۔ مراد ہے حشر نشر قیامت۔ جملہ فعلیہ ہوکر صلہ ہوا۔ موصول صلہ مجرور۔ جار مجرور متعلق ہے ثَابِتٌ یا قَائِمٌ مقدر کے۔ وہ شبہ جملہ ہوکر مبتدا ہے۔ مَثَلُ۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ مشابہت۔ یا بمعنیٰ حالت۔ صفت۔ کیفیت۔ مضاف توصیفی ہے۔ الف لام عہدی یا جنسی۔ سَوۡءِ۔ اسم مصدر بمعنیٰ اسم جامد سُوۡئیٰ اسم مقصورہ جیسے کہ موسیٰ۔ طُوۡبیٰ۔ ترجمہ۔ ظلم۔ کمینگی۔ قباحت۔ نقصانِ دنیوی اُخروی۔ بحالتِ کسرہ ہے مضاف الیہ ہے۔ یہ اضافتِ صفاتی ہے۔ یہ مرکب اضافی خبر ہے مبتدا کی۔ واؤ سرِ جملہ۔ لام جارّہ ملکیت کا یا اضافت کا۔ اللّٰہِ مجرور متعلق ہے قَائِمٌ یا مَوۡجُوۡدٌ پوشیدہ کا اور وہ جملہ اسمیہ ہوکر مبتدا ہے الف لام تخصیصی مَثَل اسم مفرد جامد بمعنیٰ شان۔ صفت۔ موصوف ہے۔ الف لام اسمی بمعنیٰ اَلَّذِیۡ۔ اَعۡلیٰ۔ اسم تفضیل مذکر۔ دراصل تھا اَعۡلَیُ۔ یَ پر ضمہ ثقیل تھا (بوجھل) تھا لہذا یٰ کو الف سے بدل دیا۔ عُلُوٌّ یا عُلِیٌّ سے بنا ہے بمعنیٰ بلند ہونا۔ بڑا ہونا۔ ترجمہ ہے بہت زیادہ بلندی والا۔ صفت ہے یہ مرکب توصیفی خبر ہے مبتدا کی واؤ سرِ جملہ۔ ھُوَ۔ ضمیر مرفوع منفصل اس کا مرجع ہے اللّٰہ تعالیٰ۔ مبتدا ہے۔ الف لام اسمی۔ عَزِیۡزٌ اسم صفت مشبہ بمعنیٰ بہت زیادہ غالب۔ محبوب۔

حبیب۔ الف لام اسمی۔ حکیم۔ اسم صفت مشبہ بمعنی بہت زیادہ قدرت والا، تدبیر والا، مصلحت والا۔ یہ دونوں اسم دو خبریں ہیں ھُوَ مبتدا کی۔ مبتدا اور دونوں خبریں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

وَيَجْعَلُونَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ۔

اور ان منکرین و مشرکین کی کیسی گستاخانہ اور پست ذہنیت ہے کہ اللہ خالق و مالک کائنات کے لیے اولاد ثابت کرتے ہیں اور وہ بھی بیٹیاں۔ باری تعالیٰ جلّ مجدہٗ تو ہر قسم کی اولاد بیٹے بیٹیوں سے پاک ہے اور اپنے لیے کچھ اور ہی پسند کرتے ہیں۔ بیٹیاں پسند نہیں کرتے۔ اور جب کبھی ان بدبختوں میں سے کوئی مؤنث بیٹی کی خوشخبری دیا جائے۔ اولاد کا ہونا دنیا جہان میں خوشخبری ہی ہے۔ یہ کوئی اولاد کے ترسے ہوئے بے اولادوں سے پوچھے۔ مگر ان مشرکوں کافروں کا چہرہ بیٹی کی ولادت کی خبر سے۔ بظاہر ظہور سیاہی مائل ہو جاتا ہے۔ اور غصہ میں تلملا کر رہ جاتا ہے۔ ولادت روکنے اور بدلنے پر تو بس نہیں چلتا۔ البتہ برادری کے افراد۔ یاروں دوستوں رشتے داروں سے چھپتا پھرتا ہے۔ اس بیٹی کی پیدائش کی خوشخبری کو اپنے لیے بُرا اور طعنہ یا آئندہ کے لیے مصیبت سمجھتے ہوئے کہ کس طرح اس کی شادی کر کے کسی کی دامادی کا وبال گلے ڈالوں گا۔ بیٹی کی مصیبت اور بلا سے نجات حاصل کرنے کے لیے نئے نئے منصوبے سوچتا ہے۔ کبھی سوچتا ہے۔ اَیُمْسِکُہٗ کہ ٹھیک ہے اسی بیٹی کو پالوں گا بہت بری طرح سے لونڈیوں ذلیلوں کی طرح محض کام کاج کے لیے نوکرانی بنا کر جانوروں جیسے سلوک و برتاؤ پر۔ کبھی سوچتا ہے۔ یا اس بیٹی کو کچھ بڑا ہونے پر باپ دادا کے رواج کے مطابق مٹی میں زندہ دفن کر دوں۔ خبردار ہو جائیں یہ بدذات ظالم لوگ دنیا اور آخرت کے اعتبار سے بہت ہی بُرا ہے لائقِ عذابِ دائمی ہیں یہ اُن کی تمام بُری حرکتیں بُرا ہے ان کا یہ غور و فکر والا فیصلہ اللہ کے متعلق بھی اور اپنے خونی رشتے کے ساتھ بھی ان آیات میں جن باتوں کا ذکر فرمایا گیا ان کا پس منظر کچھ اس طرح ہے کہ پورا علاقۂ عرب آٹھ حصوں میں تقسیم ہے اور ان میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کی اولاد دراصل عرب ہیں ان بارہ قبیلوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ قریشی ۲۔ ہاشمی ۳۔ مُطلبی ۴۔ بنی قُراضہ ۵۔ بنی خزاعہ ۶۔ بنی کنانہ ۷۔ قبیلہ مصر ۸۔ بنی تمیم ۹۔ بنی خزیمہ ۱۰۔ بنی ہوازن ۱۱۔ بنی زہرہ ۱۲۔ بنی نزار۔ یہ قبائل سردارانِ عرب تھے ان میں بنی خزاعہ اور بنی کنانہ کا مشرکانہ عقیدہ یہ تھا کہ تمام فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور بیٹیاں اس

لیے کہتے تھے کہ نظر نہیں آتے تھے ملائکہ اور جنات تو جسم لطیف ہونے کی بنا پر سب سے ہمیشہ ہی پوشیدہ رہتے ہیں مگر وہ کفار اس پوشیدگی کو اُن کی پردہ نشینی پر محمول کرتے تھے۔ اور ان کو عورتیں سمجھتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی نہایت نیک فرمانبردار شرم وحیا والی قابلِ احترام بیٹیاں ہیں۔ اہلِ عرب ہر شرم وحیا اور ظاہر نظر نہ آنے والی چیز کو مؤنث ہی سمجھتے اور کہتے ہیں۔ اسی بنا پر سورج کو شمس مؤنث کا لفظ دیتے ہیں اس کی تصغیر شُمَیْسَۃ ہے۔ کیونکہ سورج اپنی تیز شعاعوں کی بنا پر نظر نہیں آتا نہ کوئی آنکھ بھرکر دیکھ سکتا ہے (ابنِ کثیر۔ کبیر۔ مظہری) آج بھی سورج کے پجاری صبح کے وقت آفتاب کی پرستش کرتے ہوئے یہ تصور رکھتے اور کہتے ہیں کہ لال ڈور شلے میں پردہ کئے ہوئے بھگوان کی دیوی ہے۔ اور ہندوؤں میں بھی دیوتاؤں سے زیادہ دیویوں کی تعداد ہے لیکن اس کے باوجود سابقہ دور میں مضر۔ تمیم۔ خزاعہ عرب قبائل اور موجودہ دور میں ہندو۔ آریہ۔ اور برہمن۔ برہم چاری۔ ہندو قبائل اپنی انسانی عورتوں بیٹیوں بچیوں کو بیویوں۔ دلہنوں کو انتہائی ذلیل۔ قابلِ نفرت۔ پیر کی جوتی لونڈی۔ گھر کی نوکرانی۔ اور جانوروں گائے بیل سے زیادہ بری چیز سمجھتے ہیں۔ لڑکوں کی پیدائش پر خوشی کے شادیانے لڑکیوں کی پیدائش پر غم کے سیاہ چہرے۔ ان ہندوؤں کی دیکھا دیکھی جاہل مسلمان بھی ایسا ہی مظاہرہ کرتے ہیں۔ حالانکہ لڑکے اکثر بیوفا۔ نافرمان۔ ماں کو جوتیوں سے مارنے والے۔ باپ کے قاتل اور والدین کو رُلانے ستانے والے ہوتے ہیں۔ مگر لڑکی بے بس۔ مجبور بے کس کمزور ہونے کے باوجود۔ محبت کی پتلی۔ باوفا۔ شرم وحیا والی فرماں بردار خدمت گزار ہوتی ہے یہ اکثر ہوتا ہے۔ شاذو نادر ہی اس کے الٹ ہوتا ہوگا۔ عرب کے قبیلۂ کنانہ تمیم خزاعہ۔ یہ بیٹیوں سے سخت نفرت کیا کرتے تھے۔ اور بیٹی کی پیدائش پر۔ ان لوگوں کے پانچ قسم کے سلوک ہوا کرتے تھے۔

۱ بیٹی کی خبر سنتے ہی بڑے سردار گلا گھونٹ کر مار دیتے۔ مگر جس کو ماں چھپا دیتی یا کسی کو دے دیتی۔ پھر کچھ بڑا ہونے پر لے لیتی۔ بڑی بیٹی ہو جانے پر نہیں مارتے تھے۔ ۲ بیٹی ہونے پر گھر چھوڑ دیتے یا بیوی کو بھی مار مار کر نکال دیتے ۳ بیٹی ہونے پر غم اور شرم سے چھپتے پھرتے یا بیوی سے کہتے کہ بیٹی کو میرے سامنے تا عمر نہ لانا۔ ۴ بیٹی کو خادمہ یا نوکرانی اور ذلت آمیز سلوک کے لیے پال لیتے تھے۔ اور ہوش سنبھالنے پر گندا پرانا لباس پہنا کر جانوروں اونٹوں بکریوں کو چرانے پر لگا دیتے تھے یا گھر کا گوبر۔ گو۔ غلیظ کوڑا اٹھانے کی ڈیوٹی پر مقرر کرتے۔ اس کی بات۔ مشورہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ بیٹے کے جرموں کی سزا میں بیٹیوں کو دے دیا جاتا تھا کہ وہ سزا بھگتیں۔ جانوروں کے ساتھ

گندی بدبودار جگہ میں ان کی رہائش ہوتی تھی۔ کسی تقریب میں شمولیت کے وقت ان کے ساتھ ایسا سلوک برتا جاتا تھا ہر بات میں بیٹے کی عزت اور بیٹی کی ذلت کی جاتی۔ اس طرح کے سلوک سے بیٹی موت کو پسند کرنے لگتی۔ اَیُمْسِکُہٗ۔ میں اسی کا ذکر ہے۔ ۵ کچھ لوگ چار سال کی عمر تک بیٹی کو پالتے پھر ایک دن اچھے کپڑے پہنا کر نہلا دھلا کر لے جاتے اور کسی جنگل میں خفیہ طور پر۔ روتی۔ چیختی۔ ابا۔ ابا کہتی ہوئی بھولی بھالی نازک پھول جیسی پیاری بیٹی کو گڑھا کھود کر زندہ دفن کر دیتا۔ مائیں روتی تڑپتی رہ جاتیں۔ اَمْ یَدُسُّہٗ۔ میں اسی ظلم کا ذکر ہے۔ (تفسیر کبیر۔ معانی۔ روح البیان تاریخ عالم) یہ تو اسلام کا عالم نسوانیت پر کرم ہے جس نے عورتوں کو اونچا اور پیارا مقام عزت عطا فرمایا۔ قرآن مجید کی سورۃ نسا اور بیشمار احادیث عورتوں کی عزت وعظمت پر نشان اعظم ہیں۔ عورت کی عزت اور حقوق صرف اسی حد تک ہیں جو اسلام نے مقرر فرمائے۔ اس سے تجاوز کرنا اور ناجائز آزادی چاہنا حقوق نہیں بلکہ بے حیائی بے غیرتی اور گناہ ہے۔ یہ آزادئ نسواں دراصل یہود و نصاریٰ کی پیروی ہے یہ دونوں قومیں عورتوں کو سڑکوں پر بالکل ننگا پھرانے کے خواہش مند ہیں (خدا تعالیٰ سب مسلمانوں کو شر شیطان سے بچائے) لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ وَ لِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ جو لوگ آخرت قیامت حشر نشر حساب کتاب کے منکر ہیں اُن کی دونوں جہان میں بدترین حالت ہے دنیا میں روحانی طور پر گندے غلیظ پھٹکارے ہوئے مردود بارگاہ۔ روحانی بیمار لاغر بلکہ مُردے اور آخرت میں جسمانی وروحانی گندے غلیظ۔ ان کی ہر عادت ہر خصلت ہر عمل ہر صفت ہی بری ہے کسی بھی چیز کو اچھائی کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ کی ہر شان ہر صفت اور ہر قانون بلندی اور بہتری خوبصورتی افادیت کے اعلیٰ اور اونچے مقام پر ہے۔ اور وہ اللہ غالب بھی ہے سب پر اور ہر کام میں حکمت والا بھی ہے۔ احادیث وتفاسیر کے فرمان کے مطابق مَثَلُ السَّوْءِ اور مَثَلُ الْاَعْلٰى بہت سی قسم کے ہیں۔ ۱ شرک ۲ کفر ۳ ظلم ۴ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہنا ۵ اپنے لیے بیٹیوں سے نفرت ۶ بچیوں عورتوں کو ذلیل سمجھنا اور ذلیل کر کے پالنا ۷ چھوٹی بچیوں کو مار ڈالنا ۸ زندہ دفن کرنا۔ ۹ اللہ کے دیئے ہوئے رزق اولاد سے بتوں کو چڑھاوے دینا ۱۰ انسانی کمزوری ۱۱ اولاد کا محتاج ہونا ۱۲ غریبی کے خوف سے اولاد کو مار ڈالنا ۱۳ مکھی مچھروں سے ڈرنا ۱۴ اللہ تعالیٰ کے مقابلے کی ٹھان لینا۔ ۱۴ سنگدلی۔ کنجوسی۔ جہالت۔ یہ سب مَثَلُ السَّوْءِ ہیں۔ اور جلال ۱ جمال ۲ کمال ۳۔ غنا ۴۔ بقا ۵۔ علم ۶۔ قدرت ۷ قوت ۸۔ رحم ۹ کرم ۱۰۔ رازقیت ۱۱۔ مالکیت ۱۲۔ اولاد وغیرہ سے پاک اور ۱۳ صَمَدْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ۱۴ ہونا۔ غالب ۱۵ ہونا۔ حکمت والا ہونا ۱۶۔ یہ سب مَثَلُ الْاَعْلٰى ہیں۔ ایک قول میں

مثلِ اعلیٰ اللہ کی وہ عطا ہے جو اس نے اپنے محبوبوں ۔ پیاروں کو عطا فرمائیں ۔ لہٰذا ۔ ایمان ، عرفان حدیث و قرآن ۔ قرب رحمان ۔ جنتِ رضوان ۔ اعمالِ صالحہ کی توفیق ۔ حلال طیب رزق ۔ وحی ۔ الہام محبتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی مثلِ اعلیٰ ہیں ۔ واللہ ورسولہ اعلم بالصواب ۔

فائدے

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے ۔

پہلا فائدہ ۔ اللہ تعالیٰ کی کسی چیز سے نفرت کرنا خاص کر لڑکیوں کی ولادت سے گھبرانا پریشان ہونا ۔ بہت ہی گناہ اور کفار کا طریقہ ہے اس سے ان کم عقل مسلمانوں کو بچنا چاہیئے جو لڑکیوں کی پیدائش پر رنج و غم کرتے ہیں ۔ ہاں البتہ اپنی نسل چلنے یا بڑھاپے میں دست و بازو بننے یا عالمِ دین بنانے حافظ و قاری بنانے کی خواہش میں لڑکے کی دعا مانگنی درست ہے اور انبیاء کرام کی سنت ہے ۔ یہ فائدہ ظَلَّ وَجْهُهُ (الخ) سے حاصل ہوا ۔ دوسرا فائدہ ۔ رشتے داروں کو بھی اور خاص کر عورتوں کو ان حرکتوں سے بچنا چاہیئے کہ لڑکی پیدا ہونے پر والد یا والدہ سے افسوس کریں یا طعن کریں اور خاوند کو بیوی سے نفرت پر اکسائیں یہ سب کام بھی کفار کے ہیں ۔ بلکہ مسلمانوں کو تو چاہیئے کہ والدین کو مبارک بادیاں اور رحمت کی خوشخبریاں سنائیں احادیث رسول اللہ کے مسئلے بتائیں ۔ اور اگر وہ رنج و غم میں ہوں تو بھی ان کو منع کریں ۔ یہ فائدہ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ (الخ) سے حاصل ہوا ۔ کہ کفار اور مشرک ہندو لوگ پہلے بھی اور اب بھی لڑکی والے کو طعنے بازیاں کر کے ذلیل کرتے تھے اسی لیے وہ قوم سے منہ چھپاتا پھرتا تھا ۔ تیسرا فائدہ ۔ رب تعالیٰ کے لیے گھٹیا نام یا گھٹیا چیز منسوب کرنی نہیں چاہیئے اسی طرح وہ نام یا لقب بھی اللہ جل مجدہ کے لیے بولنا گناہ ہے جو عام انسانوں کے لیے بولا جاتا ہے ۔ مثلاً اللہ صاحب یا اللہ میاں وغیرہ ۔ یہ فائدہ ۔ اَلْاَمْثَالُ اور وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى سے حاصل ہوا لہٰذا اللہ کے لیے جھوٹ ثابت کرنا جیسا کہ وہابی کہتے ہیں یا تھکاوٹ ثابت کرنا جیسا کہ عیسائی کہتے رہیں کفر ہے ۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں ۔

پہلا مسئلہ ۔ لڑکیوں اور عورتوں بیویوں کو ان کے ان جائز حقوق سے محروم کرنا جو اللہ تعالیٰ نے قرآن و حدیث میں ان کو دئیے ہیں ۔ سخت گناہ کبیرہ اور باعث عذاب و قہر ہے مثلاً میراث سے محروم کرنا ۔ یا لڑکی کو بمقابلہ لڑکے کے کم اہمیت دینا بے علم اور جاہل رکھنا ۔ بیٹی کو شفقت و پیار نہ کرنا ۔ وغیرہ ۔ یہ مسئلہ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ فرمانے سے مستنبط ہوا ۔ احادیث پاک میں اس باپ کی بہت شان بیان ہوئی ہے جو بیٹی سے شفقت کرے ۔ دوسرا مسئلہ ۔ ہر جائز کام میں رکاوٹ

پیدا کرتی۔ یا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی والے کام کرنے میں شرم کرنا جھجک محسوس کرنی۔ اور اللہ کے احکام کو کھلے بندوں اظہار نہ کرنا گناہ ہے۔ اور کافروں کی نشانیاں۔ مثلاً۔ نماز پڑھتے زکوٰۃ دیتے یا فرض عبادت کا اظہار کرتے شرم کرنی سخت گناہ کبیرہ ہے۔ فقہاءِ کرام فرماتے ہیں کہ فرض عبادت کو چھپا کر کرنا بھی گناہ ہے۔ مسئلہ۔ یَتَوَارٰی مِنَ الْقَوْمِ سے مستنبط ہوا۔ ہاں البتہ نفلی عبادت کا اظہار منع ہے وہ بھی صرف ریا کے اندیشے سے ورنہ شرم کرنا وہاں بھی ناجائز ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض پڑتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا وَیَجْعَلُوْنَ لِلّٰہِ الْبَنٰتِ تو کفار اللہ کے لیے بیٹیاں بناتے ہیں۔ بنانے کا معنیٰ ہے کسی چیز کو نیست سے ہست کرنا۔ گھڑنا۔ ڈھالنا۔ ایجاد کرنا۔ جیسے مٹی سے گڑیا بنالی جاتی ہے۔ وغیرہ۔ وغیرہ۔ حالانکہ کسی مخلوق سے یہ کام ناممکن ہے نہ ہی کفار نے ایسا کوئی کام کیا تھا۔ تو پھر یہاں یَجْعَلُوْنَ کیوں ارشاد ہوا۔ جواب۔ معترض کا یہ ترجمہ ہی غلط ہے بلکہ یہ ترجمہ معتزلہ نے اپنے پہلے زمانوں میں کبھی بنایا تھا اور اسی غلط ترجمے کی بنا پر انہوں نے قرآن کریم کو حادث کہنا شروع کر دیا تھا۔ لفظِ جَعَلَ کے حسبِ موقعہ بہت سے ترجمے ہیں۔ یہاں معترض کے اعتراض کا پورا مکمل جواب اعلیٰحضرت کے ترجمے نے دے دیا۔ ہمارا ترجمہ لغوی ہے۔ اور اعلیٰحضرت کا نیچے والا ترجمہ تفسیری ہے۔ یعنی یَجْعَلُوْنَ کا معنیٰ۔ ٹھہراتے ہیں۔ سمجھتے گمان۔ خیال وھم کرتے اور اسی پر عقیدہ بناتے میں دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی جس سے ثابت ہوا کہ اللہ کی مثال ہے اور بہت اعلیٰ ہے۔ لیکن اگلی آیت ۷۴ میں ہے کہ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰہِ الْاَمْثَالَ۔ اللہ کے لیے مثال نہ بناؤ کسی بھی قسم کی۔ مطلقاً ممانعت فرمادی گئی۔ نہ اعلیٰ نہ ادنیٰ۔ تو ان میں مطابقت کیونکر ہو۔ جواب۔ اس کا تفصیلی جواب تفسیر عالمانہ میں دونوں آیتوں کے تحت عرض کر دیا گیا ہے۔ یہاں اتنا سمجھ لو کہ اسی آیت میں ممانعت یا اجازت کا تذکرہ نہیں ہے۔ صرف یہ فرمایا گیا اللہ کے لیے اعلیٰ مثل ہے۔ اور وہاں بندوں کو اللہ کی تمثیل سے منع کیا گیا ہے۔ اس لیے کہ بندے چونکہ حقیقت و معرفت کو نہیں جانتے اس لیے وہ اللہ کی مثال پیش ہی نہیں کر سکتے اگر اپنی ناقص عقل سے پیش کریں گے تو باطل ہی ہوگی تفسیر کبیر نے دونوں کی مطابقت اسی طرح کی ہے۔ اس آیت کا منشا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی فقط مثال بیان فرما سکتا ہے۔ وہی حق اور صحیح داعلیٰ ہوگی۔ مزید وضاحت تفسیر عالمانہ میں دیکھیئے واللہ اعلم بالصواب تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ یعنی جب ان کو خوشخبری دی گئی۔ ان میں سے کسی ایک کو یہاں لفظِ خوشخبری کیوں استعمال فرمایا گیا حالانکہ جس وقت کا یہ ذکر کیا جا رہا ہے وہاں

تو ماحول ہی سارا ایک جیسا رکھا۔ کہ بیٹی کی خبر سنانے والا بھی اپنی طرف سے غم کی خبر سنانے والا ہوتا تھا اور سننے والا بھی اُس کو بدخبری ہی سمجھ کر سنتا تھا۔ عربی لغت میں بری خبر کے لیے رَجفٌ ۔ اِرجافٌ استعمال ہوتا ہے اور عام خبر کے لیے ۔ خبرٌ ۔ اِخبارٌ ۔ اور غیبی خبر کے لیے نَبَئٌ ۔ خبرِ موت کے لیے نَعیٌ کے لفظ استعمال ہوتے ہیں ۔ تو یہاں ہم موقعہ لفظ چھوڑ کر بے موقعہ لفظ کیوں استعمال کیا گیا ؟

جواب۔ اس کی لفظی تشریحی وضاحت تو تفسیر نحوی میں کر دی گئی ہے اور اِس لفظ کی وجہ استعمال تفسیر عالمانہ میں بیان کر دی گئی یہاں اتنا اور سمجھ لو کہ لفظِ بشارت اپنے حقیقی معنیٰ میں ہر خبر کو کہہ دیتے ہیں جس سے حالات وقتی طور پر تبدیل ہو جائیں ۔ بتایا یہ جا رہا ہے کہ بیٹی کی خبر اُس زمانے میں اسی طرح حالات کو تبدیل کر دیتے تھے کہ گھر کا پورا سکون برباد ہو جاتا تھا ۔ والدہ کو مامتا کی ہر وقت تڑپ لگ جاتی تھی والد کو غیض اور شرم کی کیفیت بن جاتی تھی ۔ جس سے گھریلو محبت ۔ سکونِ قلبی حقوقِ زوجیت ۔ اور خانہ سازی جیسی معاشرے کی تمام اہم ذمّے داریاں متاثّر ہو جاتی تھیں اس لیے بیٹی کی ولادت والی خبر کی گرانی اور اہمیت کو واضح کرنے کے لیے بُشِّرَ کا لفظ استعمال فرمانا عین موقعہ محل کے مطابق اور نہایت ضروری ہے ۔ **چوتھا اعتراض** ۔ یہاں بیٹی کی خبر کو بُری خبر سمجھنا ۔ اور اِس پر رنج وغم کا اظہار کرنا ۔ کفّار کی نشانی قرار دیا گیا ہے ۔ کہ بیٹی کی ولادت سے کافروں کی یہ حالت اور یہ شکل ہو جاتی ہے ۔ حالانکہ ہم نے تو بہت سے مسلمانوں کی بھی یہی کیفیت دیکھی ہے کہ وہ بھی بیٹی کی ولادت کی خبریں سن کر بہت غمزدہ اور افسردہ ہو جاتے ہیں ۔ بلکہ کسی شخص کو بیٹی کی دعا کراتے آج تک نہیں دیکھا گیا ۔ ہر شخص بیٹے کی ہی دعا کراتا ہے ۔ تو یہاں صرف کفّار کی طرف اُس کی نسبت کیوں کی گئی ۔

جواب ۔ دو وجہ سے ایک یہ کہ موجودہ مسلمانوں نے یہ بُری عادت کفّار سے لی ہے ۔ جیسے کہ اور بہت سی رسمیں مثلاً جہیز کی کثرت اور حقِ مہر کی قلّت حالانکہ اسلام نے بیٹی کی عزّت بڑھائی ہے اور حدیثِ پاک میں بیٹی کو رحمت فرمایا گیا ۔ اسی طرح اسلام نے جہیز کی قلّت اور حقِ مہر کی کثرت کی ترغیب دی ہے دوسری وجہ یہ کہ یہاں جس سختی اور غیض وغضب کا ذکر کیا جا رہا ہے وہ صرف کفّار کی ہی حالت اُس وقت تھی کوئی مسلمان اگرچہ اپنی بیوقوفی سے ولادتِ بنت سے رنجیدہ ہو جاتا ہے مگر زندہ دفن نہیں کرتا ۔ نہ ہی بیٹوں کے مقابل بیٹی کو ذلیل کرتا ہے وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ۔

تفسیر صوفیانہ

وَلَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَہُ الدِّیْنُ وَاصِبًا اَفَغَیْرَ اللّٰہِ تَتَّقُوْنَ ۔ وَمَا بِکُمْ مِّنْ نِّعْمَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ ثُمَّ اِذَا مَسَّکُمُ الضُّرُّ فَاِلَیْہِ تَجْئَرُوْنَ ۔ ثُمَّ اِذَا کَشَفَ الضُّرَّ عَنْکُمْ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْکُمْ بِرَبِّہِمْ یُشْرِکُوْنَ ۔ اور اُسی کا مشاہدہ ہے اُن تمام کائنات عالم کی

چیزوں میں نفوس جو عقلیات نظریات کے آسمانوں میں بلند ہیں ۔ اور جو دماغ فطری کی زمین میں مدفون خزانے ہیں ۔ اور اسی رب تعالیٰ احکم الحاکمین کا فیصلہ ازلی قدیمی اٹل ہے ۔ نفس و شیطان کی ہر طاقت سرکشی اس کے سامنے ہیچ ہے ۔ غالب ہے اسی اللہ کا دین مقدر ۔ اے مسافرانِ راہِ طریقت اللہ کا یہی راستہ سیدھا اور مضبوط ہے ۔ کیا پس اللہ کے غیر دنیوی خواہشات شہوات سے مغلوب ہوتے ہو حالانکہ قلب و قالب پر مشاہدے مراقبے ۔ وارداتِ انوار کی جو بھی نعمت ہری اور انعام باطنی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہی ہے ۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ تمام عالم کی نعمتیں دو قسم کی ہیں ۱ دینی ۲ دنیوی پہلی دینی نعمتوں کا نام ہے معرفتِ حق دوسری دینی نعمتوں کا نام ہے معرفتِ خیر ۔ معرفتِ حق کا فائدہ قربِ ذات اور معرفتِ خیر کا فائدہ عملِ صالحہ ۔ لیکن دنیوی نعمت تین قسم کی ہے ۱ نفسانی ۲ جسمانی ۳ خارجی ۔ اور یہ قسمیں جنس ہیں ۔ ان کی نوعیں حد حساب سے باہر ۔ شمار سے مشکل گنتی میں محال ۔ اسی کی طرف اشارہ ہے اس آیت کریمہ میں ۔ کہ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا قالبِ انسانی میں عقل عاجز ہے ۔ نفس کافر ہے اور فکر غافل ہے اور قلب شاکر ہے ۔ غافلین و کافرین کی حالت یہ ہے کہ جب قہر ظلمت کا حجاب ہجران وارد ہوتا ہے ۔ اور تنگیٔ سینہ کی مصیبت نازل ہوتی ہے تو اسی کا شف کائنات اور حلِ مشکلات کے آستانے پر انکساری دکھاتے ہیں ۔ پھر جب مصائب مخفی و مشکلات باطنی کی ظلمتیں چھٹ جاتی ہیں ۔ تو حواسِ باطنی میں سے کچھ پھر خواہشاتِ نفسانیہ کے شرکِ خفی میں مشغول و مصروف ہو جاتے ہیں اسی لیے بلا عارفین کے لیے جانِ ایمان ہے اور رنج و تکلیف واصلین کے لیے نسیم اسرار ہے ۔ سب سے بڑی مصیبت محبوب سے جدائی ہے اور سب سے بڑا غم مطلوب کا نہ ملنا ہے ۔ اپنی تمام قوتوں کو ترک کر کے مرضیٔ مولیٰ کے سپرد کر دینا توحید ہے ۔ عقل کی آنکھ کو بند کر دینا تفرید ہے ۔ جب عارف ذات پر انوار کی نعمتوں کا ورود ہوتا ہے تو اس کی تکمیل ہوتی ہے اور عارف جب کامل ہوتا ہے تو اس کی بسم اللہ مظہر صفتِ کُنْ فَیَکُوْنُ ہو جاتی ہے ۔ اور عارف کامل کا ایک دفعہ بسم اللہ کہنا وہی اثر رکھتا ہے جو رب تعالیٰ کے کُنْ فرمانے کا ۔ ابتدائے سفر طلب یہ ہے کہ جب زبان اللہ کہے تو دلِ اغیار سے خالی ہو جائے ۔ جب بندے پر اسم اللہ غالب ہو تو کوئی اس پر غالب نہیں آ سکتا ۔ یہاں تک کہ زہر بھی بے اثر ہو جاتا ہے لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَتَمَتَّعُوْا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ تَاللّٰهِ لَتُسْئَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ۔ بندے کا خواہشاتِ دنیوی میں مشغول ہونا ہی کفرانِ نعمتِ الٰہیہ ہے کہ نعمت پائے کسی سے اور سمجھے کسی اور جانب سے ۔ احسان کسی دیکھا مگر کسی اور کا کرے یہ منفعتِ دنیوی اور فوائد عالم

ناسوتی صرف چند ساعت بقا کا ہے ۔عنقریب جب تجلیاتِ توحید کا ظہور ہوگا ۔ اور انوار کا ورود جلوہ گاہِ قلب صنوبر پر ہوگا تو تم سب کچھ جان لوگے ۔ ابھی تو ان دیکھی قوتوں کا تخیلِ باطل اور تصورِ وہمیہ لیے بیٹھے ہو ۔ اور ہمارے مشاہداتِ لاہوتی کی غذاءِ روحانی کو شہوتوں کے بتوں پر برباد اور نثار کر دیتے ہو ۔ قسم ہے مقصودِ کائنات معبودِ مخلوقات کی کہ تم تمام نفسیات کے بندوں شیطان کے ہمرازوں سے قہرِ حجاب کی قیامتِ صغریٰ میں ان تمام وسوسوں ۔ وہموں اور تخیلاتی منصوبوں کی افترا اور بناوٹ کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا ۔ لہٰذا اُس ساعتِ جلال کے آنے سے پہلے تمام بناوٹوں وسوسوں کو چھوڑ کر قلبِ منور کے روحانی قافلوں میں شامل ہو جاؤ ۔ جن کو ہر دم صدائے محبوب سے ندا کی جاتی ہے کہ اے روحانی قافلو اُن منازل میں چل نکلو اور اے دلوں کے شہسوارو اُن مقاماتِ عرفانی کو پانے کے لیے تیز سے تیز تر چلو ۔ پہلے منزل گاہِ محبوب کا پتہ لگا لو ۔ معرفتِ راہ کے نشانات کا علم حاصل کر لو پھر مرشد سے جدائی اختیار کرو ۔ کیونکہ جو شخص علم کے بغیر عبادت وریاضت کرتا ہے ، وہ راہِ معرفت میں افترا کرتا ہے ۔ اُس کی اصلاح و درستی مشکل ہے ۔ اے صوفیو لَا یَعْلَمُوْنَ کے گروہ سے نکل کر علماءِ شریعت کے نشاناتِ قدم پر چلو ۔ کہ اسی پر چل کر وادیِ حیرت میں آسکتے ہو ۔ ظاہر میں تم اُن کی تقلید کرو ۔ اور باطن میں اُن کی پیشوائی کرو ۔ شریعت میں شاگرد طریقت میں مرشد ہو ۔ تاکہ دو طرفہ سے ابلیسی غرور ٹوٹے ۔ شریعت نورِ الٰہی کا چراغ ہے اور تصوف تنگ گلیاں ۔ اس چراغ کو لے کر چلو ۔ اہلِ معرفت فرماتے ہیں کہ جو شخص علم کی روشنی میں عمل کرتا ہے اُس کو علمِ لدنی دیا جاتا ہے ۔ بغیر چراغِ علم کے ہزار سالہ عابد بھی وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ کے شیطانی گروہ میں ہوتا ہے ۔ اُس کی تمام عبادات وریاضت نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ بن جاتی ہے ۔ کہ عبادت رب کی ہے مگر راندۂ درگاہ ہوتی ہے چالیس دن رب تعالیٰ سے خالص ہو جاؤ ہر ماسوا اللہ کو چھوڑ دو تاکہ قلب و زبان سے حکمتوں کے چشمے پھوٹنے لگیں ۔ اور دل وادیِ قالب سے آتشِ الٰہیہ کا نظارہ کرے بندۂ عارف کا دل ہر لحظہ پکارتا ہے کہ اِنِّيْۤ اَنَا اللّٰهُ کے جلوے اور تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔلُنَّ کے مغز کے یہیں بستی قلب میں ہیں ۔ بندے کا دل عرشِ حق ہے جہاں سے آوازۂ جلال آتی ہے ۔ کہ میں ہی تیرا رب ہوں ۔ میری عبادت کر خواہشات کے اہل وعیال اور حیاتِ دنیوی کا حصہ لینے والے وارثوں کو ہٹا دے ۔ شہوتوں کی قرابتوں سے دور ہو جا تاکہ رب کو پہچان لے ۔ اے محبوب بندے قلب تیرا ہے اس میں علم میرا ہے جسم تیرا ہے اس پر قرب میرا ہے ۔ اعضا تیرے ہیں اِس پر ملکیت میری ہے ۔ جب یہ واردات ہوں تو نفسِ امارہ کو وسواس کے اجرا کی ہمت نہیں رہتی ۔ اور قلب پر كُنْتُمْ تَحْذَرُوْنَ کا اندیشہ ختم ہو جاتا ہے اور لقاءِ دائمی

نصیب ہوتی ہے اور ذکرِ قلبی جاری ہو جاتا ہے۔ ایسے دل پر الہامات ربانی کے غنچے کھلتے ہیں۔ جن کو انوار کی چادر میں محفوظ کیا جاتا ہے۔ تب قلبِ دلیر کو فرعون نفس کے دربار میں کھڑا کیا جاتا ہے اور قلبِ مسعود کو حکم فرمایا جاتا ہے کہ ان ہوا و ہوس کے غیر اللہ کو پیغام ازلی سنا دے کہ تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ۔ قسم ہے ربّ تجلیات کی کہ بناوٹوں اور بد نظریوں وسوسوں کے بارے میں ضرور پوچھ گچھ کئے جاؤ گے وَیَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ وَلَهُمْ مَّا یَشْتَهُوْنَ. وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِیْمٌ. یَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَیُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ یَدُسُّهٗ فِی التُّرَابِ اَلَا سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ۔ رِجسِ شیطانی والے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ خالق تعالیٰ کے لیے صرف سجدہ ریزیاں ہی ہیں۔ اور عبادتِ مخلوق سے اللہ کو نفع ہے سُبْحٰنَهٗ۔ ان تمام حاجتوں سے رب تعالیٰ پاک ہے اس ذاتِ بے عیب کو کسی نفع کی حاجت نہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ دنیا کی تمام اشیا حکومت سلطنت تجارت غمی خوشی ملکی انتظام لباس خوراک رہائش سب کچھ خود اُس کا اپنا ہے۔ ان میں اپنی من مانی تدبیریں کرتے ہیں۔ گویا کہ اللہ کا قانون شریعت طریقت۔ اور علما صوفیا صرف مذہبی عبادتوں اور مسجدوں خانقاہوں تک ہے۔ ہماری دنیا میں اللہ کا قانون نہیں چلے گا۔ ہم دین کو مسجدوں خانقاہوں سے باہر نہیں آنے دیں گے۔ اپنی تدبیروں کو بلند و مضبوط سمجھتے ہیں اور عبادتِ الٰہیہ کو کمزور جنس نازک غیر اہم گمان کرتے ہیں۔ اور ان ہی کے اس بُرے نظریئے کے مطابق جب کبھی دینِ الٰہی کا قانون سنایا جائے یا عبادت کا حکم دیا جائے ان میں سے کسی کو تو اُس کے نفسِ باطنی کا چہرہ غم سے سیاہ ہو جاتا ہے۔ اور طبیعتِ ظاہری انتہائی افسردگی کسل مندی سستی کے بہانے تراشنے والا ہے۔ اہلِ حکم سے اپنے خبثِ باطنی کو چھپاتا پھرتا ہے۔ اُس حکم عبادت اور اداءِ ریاضت کی وجہ سے جو اُس کے لیے دنیا و آخرت کے لیے شان و عظمت والی خوشخبری ہے اُسی سے گھبراتا ہے کہ کیا کروں سستی کسل مندی سے ادا کر لوں یا زندگی کی قیمتی سانسوں کو لمحاتِ حیات کو گناہوں کی دلدل میں بربادی کا گڑھا کھود کر ضائع کر دوں۔ خبردار بہت ہی برا ہے ہلاکت انگیز فیصلہ ہے۔ جو یہ اہلِ شقاوت کرتے ہیں۔ یہ تو دنیا پرستوں کی کیفیاتِ نفسانی ہیں۔ لیکن اہلُ اللہ کے عقائدِ سرمدی یہ ہیں کہ اسم ذات غم دور کرتا ہے۔ مصیبت کو ٹالتا ہے۔ قلب و عقل کی سیاہی کو دور کرتا ہے اور نور کو عام کرتا ہے کہ ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا سے نکل کر صفائی نور میں داخل ہو جاتا ہے۔ اللہ ہی ہر غالب پر غالب ہے۔ اور اہلِ معرفت مظہرِ عجائبِ قدرت ہے۔ سلطنتِ الٰہیہ کا قلم رو ہے۔ رب تعالیٰ کی سلطنت بلند ہے اس کی شان ارفع ہے دلوں

کا نگہبان ہے ۔ ہر بندے کی ہر نیت کو جانتا ہے ۔ نفس کی حکمرانی کو بندۂ مخلص کے سینۂ باطنی سے وہی جل مجدہٗ ختم فرماتا ہے ۔ ظاہر و باطن سے واقف ہے ۔ جو اُس کی پناہ میں آ جائے وہ اُس کا محفوظ ہے ۔ اللہ کا دوست غیر کو نہیں تکتا ۔ وہی اللہ تک پہنچتا ہے جو اُس کا راستہ ہے جو واصل باللہ ہوتا ہے وہ قربِ حضوری میں زندگی گزارتا ہے ۔ جو رب کا مشتاق ہے ۔ وہ اُسی سے مانوس ہے ۔ اور اشرار سے نفور ہے ۔ اور اغیار سے کنارہ کش ہے ۔ اُسی کا وقت صاف ہے ۔ اے بندو اللہ کے دروازے پر دستک دو ۔ اُسی کی پناہ حاصل کرو ۔ اے اللہ سے منہ پھیرنے والو اُس کی طرف دوڑ پڑو ۔ کہ جب اُس کے نام کی یہ شان ہے تو مقامِ ذات کا کیا ہوگا ۔ جب دارِ محنت کی یہ شفا ہے تو دارِ نعمت کیسا ہوگا ۔ جب بند دروازے کی یہ لذت ہے تو جس طالب کے لیے پردے کھل جائیں اُس کی کیا کیفیت ہوگی جب رب کو پکارنے کی یہ لذت ہے ۔ تو رب تعالیٰ کے پکارنے کی کیا لذت ہوگی ۔ کیسے بُرے ہیں وہ لوگ اور کتنا بُرا ہے اُن کا فیصلہ ۔ اسی تقسیمِ تقدیر سے آشکارا ہوتا ہے کہ اَلَا سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ مشاہداتِ انوار تجلیات سے فرار بہت برا فیصلہ ہے لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۔ وہ قُبَنَاءِ باطنی جو کیفیاتِ اسرار اور فیصلۂ قہار کے نتیجۂ اُخروی کو تسلیم نہیں کرتے اُن کی ہر حالت ہر سانس ہر زمانہ عمر کا ہر لمحہ دنیاء دون میں بُری مثال ہے ۔ اور اللہ کے لیے ہی ہمیشہ عالمِ روحانیت میں ۔ چمنستانِ محبوبیت میں اعلیٰ مثال ہے ۔ وادیِ طلب کے مسافرانِ طریقت مخلصین بندے ذوق کے ارادوں سے عشق کے قدموں سے اعلیٰ مثالیں قائم فرماتے ہیں ۔ شریعت ۔ طریقت ۔ معرفت ۔ حقیقت ۔ ظاہر و باطن سب کچھ اللہ ہی کی اعلیٰ مثالیں ہیں ۔ اور وہی اللہ جل مجدہٗ ہر حق و باطل پر غالب اور ہر مثال میں حکمت والا ہے ۔ نبوت ۔ ولایت ۔ صدیقیت ۔ شہیدیت ۔ یہ سب اسی کی عظمتِ قدرت کے اعلیٰ نشان ہیں اور اُسی کی اعلیٰ مثالیں ہیں ۔ بندۂ مومن میں اُسی کی جمالِ اسرار کی بزرگی کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا ہے ۔ اسی طرح کہ عارفین مشاہدے میں اور عاشقین صبح وصل کی ساعتوں میں شجر انوار کی شاخوں پر قلبِ سکون سے اپنے دوستِ ازلی کو پکارتے ہیں ۔ جب عاشق کے دل میں قرب کی خوشبو پہنچتی ہے تو وہ اپنے اللہ کے ذکر میں محو ہو جاتے ہیں ۔ یہ سب توفیقِ الٰہی کی مَثَلِ اعلیٰ ہیں ۔ غافل پر اُس کی بُری مَثَل پر افسوس ہے اس کو موت کیسے آئے گی جب کہ اُس نے اپنے رب کو پہچانا ہی نہیں ۔ جب اللہ تعالیٰ شربتِ عرفانی کا ایک گھونٹ پلا دیتا ہے تو تجلی شوق کی برق کے چمکنے سے طورِ سینہ انتہاءِ لذت کی بنا پر حرکت میں آ جاتا ہے ۔ اور محبوب کے راز کو پا جانا ہے روح بدن کے

پنجروں کو چھوڑ کر شوق کے بازوؤں سے فضاء عشق میں پرواز کرنے لگتے ہیں۔ لیکن طلب ضعیف کی مَثَلُ السَّوْءِ پر حکمتِ الٰہی کے پُر عظمت شاہین جبر جھپٹ پڑتے ہیں۔ اور شہواتِ نفسانیہ کے تمام کبوتر مدہوشی کے جنگل میں گر پڑتے ہیں۔ مگر جس کو رب تعالیٰ مَثَلِ قدیم پر عزیزیت کا دانہ اور مشاہدے کا پانی عطا فرمادے وہ بیج نکلتا ہے۔ عاملینِ حواس کے لیے جلالِ ابدی کی روشنیاں چمکائی جاتی ہیں۔ لیکن عارفینِ حق کی نگاہوں کے سامنے کمالِ محبت کے نور کی ضیاپاشیاں ہوتی ہیں۔ راہِ معرفت میں صدیقین کے قدم وادیِ سلوک میں خاکستر ہو جاتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ وادیِ مقدس سے گزر کر منزلِ قدر پر پہنچنے والے ہیں۔ اہلِ معرفت کے لیے یہی مَثَلِ اَعلیٰ ہیں کیونکہ محبوبِ کائنات عرش کے مطلوب شہنشاہِ عرب وعجم کے سایہ دار دامن عافیت میں چین کی نیند سونے والے ہیں۔ اور زندیق مکر کے قدم تیہ فراق میں جھلستے رہیں۔ کیونکہ انقطاع اور جدائی کے قابل ہیں۔ وہ امانتِ حیات میں خیانتوں کی بُری مثالیں چھوڑنے والے ہیں۔ اے بندۂ فراق سمجھ لے کہ تشکلِ انسانی میں اسرارِ غیب میں سے ایک رازِ پنہاں رکھا گیا ہے۔ جس میں کمالِ قدرت کا خزانہ ہے۔ جب طالبِ صادق اس کی جستجو کرتا ہے تو انوارِ قلب اُس کی رہنمائی کرتے ہیں اور وہ مراد کو پا لیتے ہیں سینۂ اَعلیٰ میں مَثَلِ اَعلیٰ کا نشان قائم ہو جاتا ہے۔ لیکن جب زندیق طالبِ دنیا اس راز کی سراغ رسانی کی طرف راغب ہوتا ہے تو نفس کے پردوں سے مخالفت کی صدائیں آتی ہیں۔ اس لیے کافرین اس چشمۂ قدرت پر چلنے کا راستہ نہیں پاتے۔ اس لیے کہ ان آخرت پر اُن کا ایمان ویقین نہیں ہوتا اُن کی بے یقینی کی موت مَثَلُ السَّوْءِ بن جاتی ہے۔

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ

اور | اگر | پکڑتا | اللہ تعالیٰ | لوگوں کو | وجہ سے ظلم | اُن کے | نہ | چھوڑتا

اور اگر اللہ لوگوں کو اُن کے ظلم پر گرفت کرتا تو زمین پر

عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ

پر اُس زمین | کوئی | چلنے والا | اور | دیر فرماتا ہے اُن کو | تک | مدت

کوئی چلنے والا نہیں چھوڑتا لیکن انہیں ایک ٹھہرائے وعدے تک مہلت

مُّسَمًّى ۚ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ

مقرر پھر جب آگیا آخری وقت اُن کا نہ ہٹیں گے

دیتا ہے پھر جب اُن کا وعدہ آئے گا نہ ایک گھڑی

سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴿٦١﴾ وَيَجْعَلُونَ لِلّٰهِ

ایک ساعت پیچھے اور نہ آگے بڑھیں گے۔ اور بناتے ہیں لیئے اللہ کے

پیچھے ہٹیں نہ آگے بڑھیں اور اللہ کے لیے وہ ٹھیراتے ہیں

مَا يَكْرَهُونَ وَتَصِفُ أَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ أَنَّ

وہ جس کو خود ناپسند کرتے ہیں اور چنتی ہیں زبانیں اُن کی جھوٹ کو کہ بیشک

جو اپنے لیے ناگوار ہے اور اُن کی زبانیں جھوٹ کہتی ہیں کہ

لَهُمُ الْحُسْنَىٰ ۖ لَا جَرَمَ أَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَأَنَّهُم

لیے اُن کے بھلائی ہے نہیں ہے شک اِس میں کہ لیے اُن کے آگ ہے اور بیشک وہ

اُن کے لیے بھلائی ہے تو آپ ہی ہوا کہ اُن کے لیے آگ ہے اور حد سے

مُّفْرَطُونَ ﴿٦٢﴾ تَاللّٰهِ لَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مِّن

تو جلدی بھیجے ہوئے ہیں قسم اللہ کی البتہ یقیناً بھیجا ہم نے طرف تمام اُمتوں کے

گزارے ہوئے ہیں۔ خدا کی قسم ہم نے تم سے پہلے کتنی اُمتوں کی طرف

قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَهُوَ

آپ سے پہلے تو خوبصورت کر دیئے لیے اُن کفار کے شیطان نے عمل اُن کے تو وہی

رسول بھیجے تو شیطان نے اُن کے کوتک اُن کی آنکھوں میں بھلے کر دکھائے تو

وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾

مددگار بنتا پھرے آج - حالانکہ ان سب کے لیے عذاب ہے دردناک

آج وہی ان کا رفیق ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے

تعلق ان آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں کفار کے عقیدے و اعمال کا ذکر فرمایا گیا تھا جو سراسر معاشرے کے لیے ظلم تھے اب ان آیت میں بتایا گیا اللہ تعالیٰ کی یہ کمال شفقت ہے کہ ظلم پر ان کو جلدی نہیں پکڑتا ٹھیک ہونے کی مہلت عطا فرماتا ہے۔ **دوسرا تعلق**۔ پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ یہ کافر لوگ بیٹیوں سے نفرت کرتے ہیں جس سے ثابت ہوا تھا کہ بیٹیوں سے نفرت کرنا کفر کی ہی نشانی ہے۔ اب اِن آیات میں بتایا جا رہا ہے کہ اللہ کی طرف نسبت کرتے ہیں اُسی چیز کو جس سے خود نفرت کرتے ہیں یہ کفر کی دوسری نشانی ہے **تیسرا تعلق**۔ پچھلی آیتوں میں بتایا گیا تھا کہ کفار اپنے تکبر کی بنا پر دنیا کی ہر نعمت کا اپنے آپ کو مستحق سمجھتے ہیں یہاں تک کہ بیٹی سے اِسی لیے نفرت کرتے ہیں کہ خود کو بیٹوں کا مستحق سمجھتے ہیں حالانکہ اُن کا یہ خیال قطعاً غلط ہے کیونکہ اُن کو دنیوی نعمتیں بھی کسی ذات کے صدقے میں مل رہی ہیں۔ اب اِن آیات میں فرمایا گیا کہ کافر آخرت کی اچھائیوں اور نعمتوں کا بھی خود کو ہی مستحق سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بھی خیالِ خام ہے حقیقتاً وہاں اُن کے لیے نارِ جہنم ہے دنیا میں بعض کفار آخرت کو مانتے ہیں یہ اُن ہی کفار کا ذکر ہے جو آخرت کو مانتے ہیں۔

تفسیر نحوی وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ۔ واؤ سر جملہ۔ لَوْ حرفِ شرط۔ یُؤَاخِذُ۔ بابِ مُفَاعَلَہ کا فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب اَللّٰہُ اِس کا فاعل۔ مصدر ہے مُؤَاخَذَۃٌ یہ اَخْذٌ سے بنا ہے بمعنی لینا، پکڑنا۔ الف لام عہدی ہے لفظِ ناس جنسی اسم مفرد ہے یا جمع۔ مراد ہیں کافر و فاسق آدمی منصوب ہے ھِمْ۔ بِ جارہ سببیہ ظُلْم اسم مفرد مصدر ثلاثی مادہ ہے ہِمْ ضمیر جمع غائب مجرور متصل مضاف الیہ ہے ظُلْم مضاف کا مرکب اضافی جار مجرور پر تمام یُؤَاخِذُ کا اَلنَّاسَ اُس کا مفعول بہ ہے۔ جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوا۔ مَا تَرَكَ بابِ نَصَرَ کا فعل ماضی مطلق منفی صیغہ واحد مذکر غائب ھُوَ ضمیر مستتر اِس کا فاعل۔ تَرْکٌ سے بنا ہے بمعنی چھوڑنا۔ درگزر کرنا۔ باقی رکھنا

یہاں ہر معنیٰ درست ہے ۔ علیٰ جارہ فوقیت کا ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مجرور متصل کا مرجع ظاہری ہے یعنی تُراب بمعنیٰ زمین ۔ یا ذہنی ہے یعنی اَرض ۔ یہی قول راجح ہے جار مجرور متعلق اول ہے مَاتَرَکَ کا مِن بیانیہ عمومی بمعنیٰ کوئی بھی دَابَّۃٍ اسم مفرد جامد اس کی جمع ہے دَوَابّ بمعنیٰ زمین پر چلنے والا ایک صحیح قول میں دَبٌّ مضاعف ثلاثی سے مشتق ہے اسم فاعل مؤنث ہے اس کا لغوی ترجمہ ہے زمین کو روندنے والا ۔ منقولی ترجمہ ہے گھوڑا ۔ اصلاحی ترجمہ جانور حیوان چوپائے حقیقی ترجمہ ہے تمام زمین پر چلنے والے انسان حیوان کیڑے مکوڑے ۔ مجازی ترجمہ ہے ہل چل مچانے والا اس معنیٰ سے پانی میں چلنے والیاں مچھلیاں بھی دابّہ میں شامل ہیں (وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ) مچھلی کے علاوہ باقی دریائی سمندری جانور ۔ خشکی میں شامل ہیں ۔ یہ جار مجرور متعلق دوم ہے مَاتَرَکَ کا وَاؤ عاطفہ زائدہ لٰکِنْ حرفِ عطف استدراکیہ ۔ ایک قول میں اس کے اُلٹ ہے یُؤَخِّرُ ۔ بابِ تفعیل کا فعل مضارع مثبت معروف واحد مذکر غائب ھُوَ ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے جس کا مرجع اللّٰہ ہے ھُمْ ضمیر منصوب متصل جمع مذکر مفعول بہ اِلیٰ جارہ انتہاءِ غائت کے لیے اَجَلٍ اسم مفرد جامد نکرہ متمکن بمعنیٰ مدت معین وقت ۔ موصوف ۔ مُسَمًّی باب تفعیل کا اسم مفعول صیغہ جمع مذکر ۔ مصدر ۔ تَسْمِیَۃٌ ۔ تَسْمِیَۃٌ ہے سَمْوٌ سے بنا ہے بمعنیٰ نام رکھنا ۔ بحالتِ کسرہ کیونکہ صفت تابع ہے موصوف صفت مجرور ہے متعلق ہے یُؤَخِّرُ کا ۔ یہ جملہ فعلیہ ہوکر معطوف ہوا ۔ مَاتَرَکَ جملہ فعلیہ معطوف علیہ کا پھر دونوں مل کر جزاءِ شرط ہوئے ۔ فَ حرفِ عطف بمعنیٰ لیکن ۔ اِذَا حرفِ شرط جَآءَ ۔ بابِ ضَرَبَ کا فعل ماضی مطلق مثبت معروف واحد مذکر غائب بمعنیٰ مستقبل جَیْءٌ سے بنا ہے بمعنیٰ آنا ۔ اَجَلُ ۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ مقرر شدہ وقت ۔ بحالتِ رفع ہے فاعل ہے جَآءَ کا ھُمْ ضمیر مجرور متصل مضاف الیہ اَجَل مضاف کا یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہوکر شرط ہوئی لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ باب استفعال کا مضارع مستقبل منفی صیغہ جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر غائب اس میں مستتر ہے اس کا فاعل ہے مراد تمام ناس مصدر اِسْتِئْخَارٌ ۔ اَخْرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ پیچھے ہٹنا ۔ سَاعَۃً اسم مفرد جامد مؤنث لفظی بمعنیٰ قلیل مدت (منٹ تو ین عوض ہے قلیل کی ۔ یا تنکیری عوض ہے بمعنیٰ کچھ ۔ بحالتِ فتحہ ہے ظرف ہے ۔ واو عاطفہ لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ باب اِستفعال کا فعل مضارع مستقبل منفی مصدر ہے اِسْتِقْدَامٌ بمعنیٰ آگے بڑھنا ۔ قَدَمٌ سے بنا ہے ، پیر کو قدم اسی لیے کہتے ہیں کہ جس کے ذریعے انسان حیوان آگے بڑھتا ہے ۔ یعنی سبب کو مسبّب کا نام دیا گیا ۔ یہ فعل اپنے فاعل ھُمْ ضمیر جمع مستتر سے مل کر جس کا مرجع اَلنَّاس ہے جملہ فعلیہ ہوکر معطوف ہوا لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ پورا جملہ معطوف علیہ اور دونوں جزاءِ شرط ہوئے اور جملہ شرطیہ ہوکر مکمل ہوا ۔ وَیَجْعَلُوْنَ لِلّٰہِ مَا یَکْرَھُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُھُمُ الْکَذِبَ اَنَّ لَھُمُ الْحُسْنٰی ۔ واؤ ابتدائیہ یَجْعَلُوْنَ ۔ باب فَتَحَ کا فعل مضارع معروف مثبت جمع مذکر ۔ جَعْلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ بنانا ۔ لام جارہ اضافت کا اَللّٰہِ اسم مفرد جامد مجرور

متعلق ہے یَجْعَلُوْنَ کا مَا اسم موصول یَکْرَھُوْنَ ۔ باب سمع کا مضارع مثبت معروف حال ۔ صیغہ جمع غائب ھُمْ ضمیر مذکر مستتر اِس کا فاعل ہے مرجع کفارِ مکہ ۔ کرہٌ سے بنا ہے بمعنی ناپسند کرنا ۔ نفرت کرنا ۔ شریعت جس کو ناپسند کرے اس کو مکروہ اسی معنی سے کہتے ہیں پہلے معنی سے مکروہ تنزیہی اور دوسرے سے تحریمی ۔ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا موصول کا اور وہ مفعول بہ ہے یَجْعَلُوْنَ کا ۔ واؤ سرجملہ ۔ تَصِفُ ۔ باب ضرب کا فعل مضارع مثبت معروف واحد مؤنث غائب وَصْفٌ سے مشتق ہے مثال واوی ہے بمعنی بیان کرنا کیفیت حالت اور صفت بیان کرنا ۔ یہاں پہلے علم معنی مراد ہیں ۔ اَلْسِنَتُ ۔ اسم جمع مکسر منصرف اس کا واحد ہے لِسَانٌ بمعنی جسمانی منہ کی زبان ۔ مضاف ہے ھُمْ ضمیر جمع اس کا مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی فاعل ہے تَصِفُ کا ۔ الف لام جنسی ۔ یا عہدِ خارجی کَذِبَ اِسم حاصل مصدر ۔ بمعنی جھوٹی بات ۔ ذال کے کسرے نے مبالغہ پیدا کیا ۔ یعنی بہت صاف جھوٹ سخت جھوٹ ۔ منصوب ہے ۔ کیونکہ مفعول بہ اوّل ہے تَصِفُ کا ۔ یہ فعل متعدی بدو مفعول ۔ اَنَّ حرفِ تحقیق ۔ لام جارّہ اضافت کا ۔ ھُمْ ضمیر جمع غائب مرجع کفارِ مکہ مجرور ہے جار مجرور متعلق ہے ثَابِتٌ پوشیدہ اسم فاعل کا ۔ الف لام عہدِ خارجی ۔ حُسْنٰی ۔ اسم تفضیل صیغہ واحد مؤنث ۔ حُسْنٌ سے مشتق ہے ۔ بمعنی عمدہ ۔ بہترین ۔ فائدہ مند ۔ نیکی بھلائی ۔ اچھائی ۔ کامیابی ۔ جنت اچھا انجام ۔ یہاں ہر معنی بن سکتا ہے ۔ ثَابِتٌ پوشیدہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر مقدم ہے اور اَلْحُسْنٰی بحالتِ نصب اِسم مؤخر ہے ۔ اَنَّ اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مفعول بہ دوم ہے تَصِفُ کا ۔ اور وہ جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا ۔ لَا جَرَمَ اَنَّ لَھُمُ النَّارَ وَ اَنَّھُمْ مُّفْرَطُوْنَ ۔ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ ۔ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ لَا جَرَمَ اسم فعل بمعنی حَقًّا ماضی مطلق ۔ یا حَقَّ ۔ یعنی یقینی ہے یہ بات ۔ اِسی کے قائم مقام ہو کر اگلی عبارت اس کا فاعل ہے ۔ ایک قول میں یہ فعل غیر متصرفہ ہے ۔ منفی ماضی مطلق ہے ۔ واحد مذکر غائب ۔ اِسی طرح کہ لا نافیہ جَرَمَ فعل ماضی بمعنی اَشک ترجمہ ہے نہیں ہے شک یعنی یقینًا ۔ تیسرا قول ہے لا نفی جنس جَرَمَ اُس کا اسم اگلی عبارت اس کی خبر ہے ۔ ہماری ترکیب پہلے قول پر ہے ۔ اَنَّ حرفِ تحقیق لَھُمْ جار مجرور متعلق ہے ۔ ثَابِتٌ پوشیدہ اسم فاعل کا ۔ الف لام عہدِ ذہنی نار اسم مفرد جامد بمعنی آگ مراد ہے جہنم ۔ بحالتِ نصب ہے اسم مؤخر ہے اَنَّ کا ثَابِتٌ شبہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر مقدم ہے اَنَّ کی یہ جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا واؤ عاطفہ اَنَّ حرفِ مشبہ بہ ھُمْ ضمیر اُس کا اسم منصوب متصل ہے ۔ مُفْرَطُوْنَ ۔ بابِ افعال کا اسم مفعول صیغہ جمع مذکر ۔ مصدر ہے اِفْرَاطٌ بمعنی حد سے بڑھنا ۔ فَرْطٌ

سے بنا ہے۔ لغوی ترجمہ ہے اپنے اصلی ٹھکانے اور حیثیت کے مقام پر نہ رہنا۔ نہ ٹھیرنا۔ پیچھے رہنے کا نام تفریط ہے آگے بڑھ جانے کا نام اِفراط ہے۔ کچھ سامان کسی منزل کسی جگہ اپنے جانے سے پہلے بھیجنے کو بھی اِفراط کہتے ہیں۔ اندازے کے وقت سے پہلے کسی کام کے ہونے یا کسی کے آنے کو اِفراط کہا جاتا ہے۔ اور لیٹ ہونے کو تفریط۔ یہاں مراد یا حد سے بڑھنا ہے یا عذاب میں جلدی جانا ہے۔ ھُمْ ضمیر اس میں نائب فاعل ہے یہ شبہ جملہ ہو کر خبر ہے اَنَّ کی اور وہ جملہ اسمیہ ہو کر معطوف اور سب عطف فاعل ہے لاجَرَمَ کا۔ تَ جارّہ قسمیہ۔ اللّٰہِ مجرور جار مجرور متعلّق ہے اُقْسِمُ فعل پوشیدہ کے وہ جملہ فعلیہ ہو کر قسم ہوا۔ لام کئے ابتدائیہ قَدْاَرْسَلْنَا۔ فعل ماضی قریب جمع متکلّم ہے مخاطب اللّٰہ تعالیٰ نَا ضمیر فاعل ہے اِلٰی جارّہ انتہاءِ غایت کے لیے اُمَمٍ۔ اسم جمع مکسّر منصرف اس کا واحد ہے اُمّت بمعنیٰ قوم۔ گروہ جماعت۔ مجرور ہے۔ متعلّق اوّل ہے قَدْاَرْسَلْنَا کا۔ مِنْ جارّہ بیانیہ۔ یا زائدہ قَبْلِ اسم ظرف معرب متمکّن ہے۔ مجرور ہے۔ مضاف ہے كَ ضمیر واحد مذکّر حاضر مرجع ہے نبی کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلّم کی ذاتِ پاک۔ مضاف الیہ ہے مرکّب اضافی مجرور ہے اور متعلّق دوم ہے قَدْاَرْسَلْنَا۔ کے یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ۔ فَ عاطفہ تعقیبیہ زَیَّنَ بابِ تفعیل کا فعل ماضی مطلق۔ مثبت معروف اس کا مصدر تَزْیِیْنٌ۔ زَیْنٌ اور زِیْنَتٌ سے بنا ہے۔ بمعنیٰ سجانا۔ فیشن کرنا۔ خوبصورت کرنا۔ (میک اپ) لام جارّہ نفع کا ھُمْ ضمیر سے مراد کفّارِ سابقہ اَلشَّیْطٰنُ الف لام معرفہ کا عہدی شَطْنٌ یا شَیْطٌ سے بنا ہے شَطْنٌ بمعنیٰ شرارتی شَیْطٌ بمعنیٰ راندہ ہونا اسی سے ہے شطّ العرب یعنی عرب کا کنارہ شیطان سے مراد ہے ابلیس۔ مرفوع ہے فاعل ہے زَیَّنَ کا یہ فعل جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا۔ قَدْاَرْسَلْنَا جملہ عاطفہ ہو کر جواب قسم ہوا۔ پھر دونوں جملہ قسمیہ ہو گئے۔ فَ سببیہ بمعنیٰ لہٰذا ھُوَ مبتدا وَلِیٌّ۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ۔ ساتھی۔ دوست۔ قریبی۔ مددگار۔ والی وارث، پیشرو۔ یہاں مراد ساتھی ہے۔ یا یہ جملہ طنزیہ ہے تب بمعنیٰ مددگار ہوگا۔ اَلْ الف لام معرفہ کا برائے تخصیص یَوْمِ اسم مفرد جامد بمعنیٰ دن مطلقہ۔ مگر الف لام تخصیصی نے آج کے معنیٰ میں کر دیا مراد ہے قیامت کا دن ظرفیہ حال ہے وَلِیٌّ کا۔ مرکّب اضافی ذوالحال سے حال مل کر خبر ہے مبتدا کی پھر جملہ اسمیہ ہے۔ واؤ سیر جملہ۔ لَھُمْ جار مجرور متعلّق ہے موجودٌ پوشیدہ کا۔ موجودٌ اپنے فعل فاعل سے مل کر شبہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر مقدّم ہے۔ عَذَابٌ اسم مفرد جامد بمعنیٰ سزا موصوف ہے۔ اَلِیْمٌ۔ صفتِ مشبّہ مبالغہ کے لیے اَلَمٌ سے بنا ہے بمعنیٰ دردناک صفت ہے عَذَابٌ کی موصوف صفت مل کر مبتدا ہوا خبر مقدّم سے مل کر جملہ اسمیہ ہوا۔

تفسیر عالمانہ

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۔ اور اگر رب تعالیٰ اُن لوگوں کو پکڑتا جن کو دنیا کی آبادی کے لیے پیدا فرمایا ہے اُن کے ظلم ۔ یعنی کفر ۔ شرک ۔ بدکاری ۔ جرائم فسق و فجور ۔ فساد و نقصان ۔ شرارتوں عداوتوں ۔ گستاخیوں کی بنا پر ۔ تو پھر باقی اس زمین پر چلنے والی مخلوق کو بھی زمین پر نہ چھوڑتا ۔ یعنی نہ رہنے دیتا ۔ خیال رہے کہ انسان سے پہلے جنات کو زمین کی آبادی کے لیے پیدا کیا گیا پھر جنات کو ویرانوں میں آباد فرمایا اور ساری زمین خشکی و تری بحر و نہر پر انسان کی آبادی و حکمرانی مقرر اور ثابت و قائم فرمائی ۔ انسان ہی کے دم قدم سے ساری دنیا کی رونق ترقی اور آبادی ہے ۔ انبیاءِ کرام بھی اِن ہی انسانوں کو سمجھانے پڑھانے سکھانے بندہ بنانے کے لیے مبعوث فرمائے جاتے رہیں ۔ اور باقی تمام جانور حیوانات چرند و پرند و درند ۔ گھریلو ۔ وحشی ۔ شکاریات ۔ کیڑے مکوڑے ۔ حشرات ۔ جنگلی ۔ غیر جنگلی ۔ ہوائی ۔ فضائی ۔ آبی ۔ سمندری ۔ انسانی فائدوں کے لیے ہی پیدا فرمائے گئے ۔ فرمایا یہ جا رہا ہے کہ اگر کفّار و فسّاق کو ہم عذاب و سزا میں جلدی پکڑ لیتے اور ہلاک و فنا کر دیتے تو باقی زمین پر رہائشی مخلوق کو بھی نہ چھوڑتے ۔ اور زمین نہ رہنے دیتے ۔ انبیاءِ کرام علیہم السّلام کو اس لیے کہ جو اُن کے آنے کا مقصد ہے وہ باقی نہ رہتا ۔ اس لیے ہم ان کو بھی اپنی جوارِ رحمت میں واپس بلا لیتے اور باقی انبیاء کو زمین پہ آنے ہی نہ دیتے ۔ لیکن حیوانات کو اللہ تعالیٰ اس لیے ختم کر دیتا کہ اُن سے فائدہ لینے والے ہی نہ رہتے تو پھر اُن کی ضرورت ہی کیا رہ جاتی ۔ دنیا تو ساری خالی کر دی جاتی مگر طریقے مختلف اس طرح کہ کفّار کو عذاب سے پکڑا اور اخذ کر کے فسّاق کو سزا سے گرفت کر کے ۔ انبیاءِ کرام سے ترک دنیا کرا کر واپس بلا لیا جاتا اگرچہ بذریعہ وفات اس لیے کہ اللہ کے مقرب بارگاہ بندوں کی وفات مواخذہ اور پکڑ نہیں بلکہ ترکِ زمین ہے ۔ حیوانات کی پیدائش کا سلسلہ بند کر کے ۔ اور نیک بندوں اولیاءُ اللہ علماء و زاہدین عابدین کی ولادت بند کر کے کہ کفّار و فسّاق کی ہلاکت سے سلسلۂ نسل و تولید ختم ہو جاتا ۔ دنیا کو خالی کرنے کے یہ مختلف طریقے بیان کرنے کے لیے ظالموں کی اصل نسل ختم کرنے کے لیے اَخَذَ اللّٰہُ ۔ ارشاد ہوا اور باقی نیک ۔ بیگناہ مخلوق کے زمین سے اٹھانے کے لیے مَاتَرَکَ ارشاد ہوا ۔ ہماری اس تفسیر سے وہ تمام اعتراضات ۔ سوالات ۔ اور بیہودہ عقائد ختم ہو گئے جو گستاخ بے ادب ۔ رافضی ۔ خارجی ۔ معتزلی ۔ قدریہ ۔ جبریہ باطل فرقے کرتے ہیں کسی نے کہا معاذ اللہ انبیاءِ کرام بھی

ظلم کرتے ہیں اس لیے کہ اَلنَّاسَ اور بِظُلْمِهِمْ میں وہ بھی شامل ہیں۔ کسی نے کہا کہ انسانوں کے ظلم کی وجہ سے جانوروں کو ہلاک کرنا۔ اللہ کا ظلم ہے معاذ اللہ غرض کہ قرآن مجید میں اندھی اور جاہلانہ عقل دوڑانے سے اسی قسم کی بدعقیدگیاں اور بے دینیاں جنم لیتی ہیں۔ ان اعتراضوں کا ذکر تفسیر کبیر اور مظہری میں بیان کیا گیا ہے ایک تفسیری قول میں اَلنَّاسَ سے مراد بھی صرف کفار ہیں اور مَا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَابَّةٍ سے بھی صرف ، کفار ہی مراد ہیں۔ جلدی پکڑ نہ فرمانے کا ذکر ہے۔ مگر بالکل آزاد نہ چھوڑا جائے گا بلکہ مقررہ موت یا قیامت کی مدت آنے پر تمام ظالموں کو ضرور پکڑا جائے گا۔ اللہ جبار قہار سب ظالموں۔ ستمگروں کو یقیناً سخت طریقے سے پکڑ فرمائے گا پھر جب وہ پکڑ کا وقت معین آ جائے گا تب یہ ظالم ایک ساعت ایک منٹ۔ ذرہ برابر نہ آگے بڑھیں گے کہ ایک لمحہ بھی ان کی زندگی زیادہ ہو جائے نہ ایک سانس پہلے مر سکیں گے۔ اگرچہ عذابِ موت دیکھ کر۔ وہ بدکار خواہش کریں گے کہ کاش اُس آتے ہوئے عذاب سے پہلے مر جائیں۔ اور عذاب سے ہٹ کر گزر جائیں۔ یا کچھ دن اور زندگی مل جائے اور اس عذاب کی تکلیف سے بچے رہیں۔ یا آگے پیچھے ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ جسمانی طور پر ہم اس موت کے راستے سے اِدھر اُدھر ہو جائیں تاکہ عذاب اپنے معین پابند راستے سے گزر جائے۔ مگر اس طرح کی کوئی خواہش پوری نہ ہو سکے گی۔ خیال رہے کہ دابۃ ہر اس جانور انسانی یا حیوانی کو کہتے ہیں جو اپنے پیر نیچے رکھتا ہو۔ خواہ پانی میں رہنے والا ہو یا خشکی پر۔ چھوٹا ہو یا بڑا۔ محققین اور ماہرین حیوانات کہتے ہیں کہ جتنے جاندار زمین پر مع ہوائی فضائی کے بستے ہیں اُس سے دس گنا زیادہ مخلوق سمندر میں رہتی ہے۔ لیکن سمندر کا اصل باشندہ صرف مچھلی ہے۔ یعنی مچھلی پانی کے بغیر چند منٹ زندہ نہیں رہ سکتی جس طرح کہ خشکی کے باشندے چند منٹ پانی میں نہیں رہ سکتے۔ باقی سمندری مخلوق پانی میں رہتی ہے اور خشکی میں بھی۔ نیز سمندر میں سب سے زیادہ تعداد مچھلی کی ہے باقی مخلوق آٹے میں نمک کے برابر۔ اسی لیے فقہاءِ اسلام نے صرف مچھلی کو ہی صیدِ بحریہ اور حیوانِ بحریہ کا لقب دیا ہے اور باقی سمندری جانوروں کو صیدِ بحریہ میں شامل نہیں مانا۔ اس کی مزید تفصیل ہمارے فتاوی العطایا جلد اوّل میں ملاحظہ فرمائی جائے۔ مجازی طور پر دابۃ سمندری جانوروں میں صرف مچھلی کو کہا جاتا ہے کیونکہ وہی اپنی تیز رفتاری کی بنا پر پانی کو روندتی اور ہلچل مچاتی ہیں۔ جس طرح کہ پھلوں میں آم کی ایک ہزار قسمیں ہیں اور کیڑوں میں سانپ کی بارہ ہزار قسمیں ہیں اسی طرح مچھلی کی چالیس ہزار اقسام اب تک دریافت ہو چکی ہیں۔ چھوٹی سے چھوٹی مچھلی مکھی [illegible] بڑی مچھلی بحری جہاز یا بڑی

چٹان کے برابر۔ مچھلی کی ہر قسم اپنے رنگ ۔ روپ ۔ شکل ۔ حجم ۔ جسمانیت میں مختلف ہوتی ہے اور عادات وخصائل ۔ لحمی تاثیر میں بھی مختلف ہوتی ہے ۔ مچھلی کی اتحادی اور خصوصی متفق علیہ پہچان یہ ہے کہ اُس کے ظاہری اعضا میں سے کوئی عضو نہیں ہوتا ۔ نہ ہاتھ نہ پاؤں نہ پنجے نہ بازو ۔ صرف پَر ہوتے ہیں ۔ اِسی لیے وہ سمندری جانور جس کے پنجے پیر نہ ہوں وہ مچھلی ہے اور وہ پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی ۔ جس حیوانِ آبی میں یہ دو پہچانیں موجود ہوں وہ حلال پاک طیب ہے لیکن اگر کسی سمندری جانور میں پنجے ہوں وہ مچھلی نہیں اگرچہ شکل وصورت مچھلی جیسی ہو ۔ اسی طرح اگر کوئی جانور مچھلی کی طرح پاؤں پنجے والا بھی نہ ہوں ۔ پَر ہوں مگر خشکی میں بھی زندہ رہتا ہو تو وہ بھی مچھلی نہیں وہ پانی کا سانپ ہوتا ہے ۔ اور کھانا اس کا حرام ہے ۔ نیز سمندری تمام حیوانات اور خشکی کے تمام درندے چرندے چوپائے انسانات میں ایک امتیازی فرق یہ بھی ہے ۔ سمندری کسی بھی جانور میں گردن یعنی شہ رگ اور دوسری رگیں نہیں ہوتیں ۔ جب کہ خشکی کے ہر بڑے جانور میں گردن ہوتی ہے ۔ ہاں البتہ خشکی کے کیڑے مکوڑے بھی گردن نہیں رکھتے ۔ تمام حیوانات دابہ ہیں ۔ مچھلی سمندری دابہ ہے ۔ باقی تمام حیواناتِ آبی وخشکی وہوائی فضائی ۔ اور رینگنے والے کیڑے مکوڑے ۔ زمینی دابہ ہیں ۔ مچھلی مجازی دابہ ہے باقی حیوانات حقیقی لغوی اور اصطلاحی دابہ ہیں ۔ واللہ ورسولہ اعلم بالصواب ۔ وَيَجْعَلُونَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُونَ وَتَصِفُ أَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ أَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى لَا جَرَمَ أَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَأَنَّهُم مُّفْرَطُونَ اور اے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہماری اِسی ڈھیل اور جلدی نہ پکڑنے کی بنا پر اِس دُنیوی نرمی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ۔ اللہ کے لیے اُن چیزوں اور ایسی بناوٹی باتوں کو منسوب کر دیتے ہیں جو خود اپنے لیے سخت ناپسند اور بُرا سمجھتے ہیں کہ جب اولاد کی بات آتی ہے تو اللہ سبحٰنہ وتعالیٰ کے لیے بیٹیاں مقرر کرنے لگتے ہیں حالانکہ وہ سب کا خالق ومالک ہے ۔ اور اپنے لیے شہزور بیٹے پسند کرتے ہیں ۔ اور جب مال اسباب جانوروں کی تقسیم کرتے ہیں تو ردی گھٹیا اللہ کا حصہ بتاتے ہیں اور اعلیٰ عمدہ اپنے لیے رکھتے ہیں ۔ جب سرداری حکومت اور ملکیت کی بات چلتی ہے تو اللہ کے لیے ذلیل بتوں کو خدائی شہنشاہی وملکیت کا شریک وحصہ دار سمجھنے لگتے ہیں اور اپنے لیے کسی کو حصہ دار بنانا گوارا نہیں کرتے ۔ اور اِن کفار پنڈت پادریوں کی زبانیں کس طرح چرچر جھوٹ بناتی چلی جاتی ہیں یا اس طرح کہ اللہ کے لیے بیٹیاں یا اولاد کا جھوٹا عقیدہ بنانا اور خود بیٹوں کو پسند کرنا ۔ یا اس طرح کہ باوجود گستاخی [illegible] جھوٹ [illegible] کو اللہ کا محبوب سمجھنا ۔ اور اپنے

لیے حسنی یعنی جنت میں داخل ہونے کا فاسد گمان رکھتا۔ حالانکہ یقینی حقیقت یہ ہے کہ ان کفار کے
لیے دائمی ابدی جہنم اور آگ ہے۔ اور بیشک وہ حد سے بڑھے ہوئے ہیں۔ چونکہ لفظ مُفرَطُونَ کی
قرأت میں تین قول ہیں۔ اس لیے ان کی تین تفسیریں ہیں ۱۔ مُفرَطُونَ۔ بمعنی حد سے بڑھے ہوئے
جہنم میں ابدی چھوڑے ہوئے بھلائے ہوئے۔ یا جلدی ڈالے ہوئے ۲۔ مُفرِطُونَ بمعنی عبادت
اور فرماں برداری سے دور ہٹنے والے احکام الٰہیہ کو ضائع کرنے والے عمر برباد کرنے والے۔ انبیاء کرام
کی بے ادبیاں کرنے والے۔ ۳۔ مُفَرِّطُونَ۔ بمعنی غلط اور خیالی عقیدے بنانے والے تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ
اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ اللہ کی قسم ان
کفار کا یہ وطیرہ آج سے نہیں پہلے زمانوں سے ہوتا چلا آیا ہے اور ہر ہر قوم کے پاس ہم نے ایک ایک
نبی علیہ السلام بھیجا آپ سے پہلے تمام انسانوں کے پاس اور ہمارے ان نبیوں نے ہر طرح سے ان
کو ساری ساری عمر سمجھایا۔ راہِ حق بتایا۔ اور رب کے قرب میں بلایا مگر اُن کے لیے تو ابلیس شیطان نے
اُن کے ہی بدعمل غلط عقیدے خوبصورت کر دیئے تھے اُن کے دل میں شیطان نے یہی بات ڈال
دی تھی تم جو کر رہے ہو نہایت درست ہے۔ اور جس طرح دنیا میں شیطان ان کو اپنے پیچھے لگائے
پھرتا تھا آج قیامت میں بھی وہی ان کے کام سنبھالے وہی ان کو مدد دے جہاں سے چاہے
آج اللہ رسول کی طرف سے کوئی بھی ان کفار کا مددگار نہ ہوگا۔ رب تعالیٰ کی طرف سے تو ان کے لیے
دردناک ذلت آمیز عذاب ہی ہے۔ جو کسی صورت ٹل نہیں سکتا شیطان بھی زور لگا کر دیکھ لے بلکہ
وہ تو خود بھی اُس ہی عذاب میں مرا پڑا ہے۔

فائدے

ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ دنیا میں کسی گناہ پر پکڑ نہیں ہے یہ دار العمل ہے یہاں ہر شخص
کو ڈھیل ملی ہوئی ہے اس لیے ڈھیل سے ناجائز فائدہ نہیں اُٹھانا چاہیئے۔ نہ یہاں کی چھوٹ کو
اپنی سچائی کی دلیل بنایا جائے یہ فائدہ وَلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔ یہ آیت ہر کافر و
فاسق کے لیے لمحۂ فکریہ ہے **دوسرا فائدہ۔** کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ گناہ گار کے گناہوں کی
سزا وبال اور مصیبت کے لپیٹ میں بیگناہ بھی آجاتے ہیں جیسے کہا جاتا ہے کہ چور کے ساتھ اُس کی لنگوٹی
بھی پکڑی جاتی ہے یا جیسے کہا جاتا ہے کہ گندم کے ساتھ گھن بھی پس جاتے ہیں لہٰذا کسی نیک مخلص
کو کسی تکلیف میں دیکھ کر مغضوب نہیں کہا جا سکتا یہ فائدہ مَا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ فرمانے سے
حاصل ہوا **تیسرا فائدہ۔** سب سے خطرناک یہ بات ہے کہ انسان گناہ کو نیکی سمجھنے لگے۔ یا ناجائز

کو جائز سمجھنے لگ جائے یہی کفر ہے۔ گناہ کو گناہ سمجھ کر ہی کرنا گناہگار اور فاسق فاجر بناتا ہے لیکن گناہ کو نیکی سمجھنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔ یہ فائدہ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ دنیا میں سب سے زیادہ حرام اور ناجائز جرم ظلم ہے ہر شخص اس کو برا سمجھتا ہے ہر قانون میں اس کی سزا ہے دنیوی قانون بھی ظلم کو برا سمجھتا ہے۔ خواہ وہ عملی ہو یا عقیدی حقوق العباد میں ہو یا حقوق اللہ میں یا ظلم نفسی ہو۔ بہر حال حرام ہے یہ مسئلہ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ سے مستنبط ہوا۔ اس طرح کہ رب تعالیٰ نے اپنی پکڑ کی وجہ ظلم قرار دی۔ **دوسرا مسئلہ۔** تقدیر دو قسم کی ہے ۱ تقدیر مُبرم ۲ تقدیر معلق۔ تقدیر مبرم کبھی بدل نہیں سکتی۔ ہاں تقدیر معلق دعا معجزے اور کرامات اولیاء اللہ سے بدل سکتی ہے یہ مسئلہ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً الخ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ گیارھویں صدی کے مجدد حضرت سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا پہلا قول یہی ہے۔ لیکن بعد کا ایک قول مذکور ہے کہ مبرم بھی ٹل سکتی ہے اور خود اپنی ایک دعا کا ذکر فرماتے ہیں کہ میری دعا سے تقدیر مبرم بدل گئی۔ مگر یہ درست نہیں ہے قرآن و حدیث کے خلاف ہے جس کو مجدد صاحب تقدیر مبرم سمجھ رہے ہیں وہ بھی تقدیر معلق ہی تھی۔ واللہ اعلم۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ انبیاء معصوم نہیں ہوتے اور وہ گناہ پر قادر ہوتے ہیں۔ بلکہ ان سے گناہ سرزد ہوتے ہیں۔ (بعض بے دین) یہ اس آیت سے ثابت ہو رہا ہے کیونکہ یہاں فرمایا گیا۔ اگر اللہ چاہتا تو کسی بھی زمین پہ چلنے والے کو نہ چھوڑتا اس کے ظلم کی وجہ سے۔ اور چونکہ انبیاء بھی انسان ہیں اور زمین پہ چلتے ہیں۔ اس لیے ان سے ظلم سرزد ہوتا ہے۔ **جواب۔** معترض نے جس طرح اپنی بدعقیدگی اور کفر کو بچانے کے لیے ترجمہ غلط کیا ہے۔ اس سے تو واقعی یہ اعتراض بن جاتا ہے مگر اس کا صحیح ترجمہ اور سچی تفسیر اعتراض پڑنے نہیں دیتی۔ جیسا کہ ہم نے تفسیر عالمانہ میں وضاحت کر دی ہے۔ لیکن اس اعتراض کی صورت میں اس کے دو جواب ہیں۔ پہلا الزامی جواب تو یہ ہے۔ پھر تو تمام جانور حیوانات چرندے پرندے کیڑے کوڑے بھی ظالم فاسق فاجر اور کافر ٹھہرتے ہیں۔ حالانکہ ان کو کوئی شخص کافر یا فاسق نہیں کہتا زمین پر تو یہ بھی چلتے ہیں اور یہ بھی دابہ ہیں۔ **جواب تحقیقی** یہ ہے کہ ظلم کا تعلق۔ صرف النَّاسَ سے ہے۔ اور النَّاسَ سے کُل انسان مراد نہیں۔ اس پر الف لام عہدی خصوصی ہے۔ اور صرف کفر فسق کے ظالم مراد ہیں۔ اور ترجمہ اس طرح ہے کہ اگر اللہ کافر فاسق کو ان کے ظلم کی وجہ

سے پکڑتا تو باقی دوسرے زمین پر چلنے والوں کو بھی زمین پر نہ رہنے دیتا۔ اور اس کی وجہ تفسیر عالمانہ میں بتا دی گئی ہے۔ **دوسرا اعتراض** ۔ یہاں فرمایا گیا کہ ظالموں کے ظلم کی وجہ سے اگر رب تعالیٰ پکڑ فرماتا تو پھر کسی دوسرے دابہ کو بھی نہ چھوڑتا ۔ گویا ظلم ایک کرے اور سزا سب کو ملے ۔ بیگناہوں کو ہلاک کرنا اور سزا دینا تو بذاتِ خود ظلم ہے ۔ اللہ تعالیٰ سے ظلم محال ہے ۔ **جواب** ۔ اس کے دو جواب ہیں ۔

۱ حیوانات اور کیڑے مکوڑوں کو ہلاک کرنا ظلم نہیں ۔ دیکھو دن رات ہم چوپائے ذبح کر کے کھا جاتے ہیں اور خود اسلام نے بہت موقعوں پر ذبح کرنے کا حکم دیا ہے ۔ صفائی کے لیے یا دوائی بنانے کے لیے کیڑے مکوڑے مارے جاتے ہیں یہ بھی ظلم نہیں ۔ ۲ رہا بیگناہ انسان کا کسی ناگہانی عذاب سے ہلاک ہونا تو وہ سزا نہیں بلکہ نیک آدمی کے درجاتِ اخروی کا سبب بن جاتے ہیں ۔ ۳ نیز اللہ تعالیٰ تمام مخارق کا کلّی مالک ازلی ابدی ہے ۔ اور اپنی ملکیت میں تصرّف کرنا خواہ کسی طرح سے ہو ظلم نہیں ہوتا ۔ **تیسرا اعتراض** ۔ یہاں فرمایا گیا ۔ وَلَوْ یُؤَاخِذُ اللّٰہُ یعنی اگر اللہ تعالیٰ ظالموں کو پکڑتا ۔ تو ایسا ہوتا اور نحوی قواعد کے مطابق لَوْ نفی کرتا ہے شرط کی ۔ تو ثابت ہوا کہ انسان ظلم تو کرتا ہے مگر رب تعالیٰ پکڑتا نہیں ۔ اس سے لازم آتا ہے کہ ظلم اچھی چیز ہے ۔ اور اگر ظلم برا ہے تو ظلم کے باوجود نہ پکڑنا برائی کو پھیلانا ہے ۔ اس کا جواب کس طرح ہے ۔ **جواب** ۔ ظلم بہرکیف بُرا ہے اور باری تعالیٰ نے ہی اُس کو بُرا قرار دیا ہے ۔ لیکن اس کی سزا اس دنیا میں نہیں ۔ یہ دنیا ایسے بڑے جرم کی سزا کے لیے کافی نہیں تھی اس لیے بعد قیامت لمبا زمانہ اس کے لیے منتخب فرمایا ۔ یہاں لَوْ یُؤَاخِذُ کا مطلب ہے کہ اگر دنیا میں پکڑ فرمانا چاہتا تو ایسا ہوتا مطلق پکڑ کی نفی نہیں ہے ۔ **چوتھا اعتراض** ۔ یہاں فرمایا گیا ۔ مَا تَرَکَ عَلَیْھَا اس ھا ضمیر کا مرجع تمام مفسّرین کے نزدیک زمین ہے ۔ حالانکہ اس سے پہلے لفظ اَرْض نہیں آیا اور ہمیشہ مرجع ضمیر سے پہلے ہوتا ہے اضمار قبل الذکر ناجائز ہے ۔ تو یہاں ایسا کیوں ہوا ۔ **جواب** ۔ اس لیے کہ مرجع دو قسم کا ہوتا ہے ایک مرجع ظاہری دوم مرجع ذہنی ۔ جب کبھی اشارۃً یا کنایۃً جملے میں کوئی ایسی چیز ہو جو مرجع کی نشاندہی کر رہی ہو تو وہاں مرجع ظاہری لانا کوئی ضروری نہیں ہوتا ۔ اس کی مثالیں قرآن مجید، حدیث پاک اور عربی شعراء کے کلام میں بہت موجود ہیں ۔ جیسے کہ اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ ۔ نزول چونکہ قرآن مجید کا ہو رہا تھا اس لیے ہٗ کا ذہنی مرجع اَنْزَلْنَا سے سمجھ آگیا ۔ اسی طرح یہاں ہے کہ دَابَّۃ اصطلاحاً کہتے ہی اُس کو ہیں جو زمین پر چلتا ہے ۔ لہٰذا لفظِ دَابَّۃ سے ثابت ہو گیا کہ اس کا ذہنی مرجع زمین ہی ہے ۔ ان آیات کی تفسیر صوفیانہ آیت ۶۷ کے بعد ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ ۔

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ

اور نہ اتاری ہم نے اوپر آپ کے کتاب مگر اس لیے کہ کھول دو تم لیے انکے

اور ہم نے تم پر یہ کتاب نہ اتاری مگر اس لیے کہ تم لوگوں پر روشن کر دو

الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ

وہ حقیقت اختلاف کیا انہوں نے میں جس اور ہدایت اور رحمت تو یہ کتاب لیے ان لوگوں کے ہے

جس بات میں اختلاف کریں اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے

يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا

جو ایمان لاتے ہیں اور اللہ نے نازل فرمایا طرف سے آسمان کے پانی تو زندہ کیا

لیے اور اللہ نے آسمان سے پانی اُتارا تو اس سے زمین کو زندہ کر دیا

بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً

ذریعے اُس کے زمین کو مردہ بعد مرنے کے اُس کے بیشک اس میں البتہ کرشمۂ قدرت ہے لیے

اس کے مرے پیچھے بیشک اس میں نشانی ہے

لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۵﴾ ع وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ

اس قوم کے جو سنتے ہیں اور بیشک لیے تمہارے میں چوپاؤں

ان کو جو کان رکھتے ہیں اور بیشک تمہارے لیے چوپایوں میں

لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ

البتہ مقامِ غور ہے پلاتے ہیں ہم اس سے جو میں ہے پیٹوں ان کے سے درمیان گوبر

نگاہ حاصل ہونے کی جگہ ہے ہم تمہیں پلاتے ہیں اس چیز میں سے جو ان کے پیٹ میں ہے گوبر

وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِیْنَ ﴿۶۶﴾ وَمِنْ

اور خون دودھ خالص خوشگوار لیے پینے والوں کے اور سے

خون کے بیچ میں سے خالص دودھ گلے سے سہل اُترتا پینے والوں کے لیے۔ اور

ثَمَرٰتِ النَّخِیْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ

پھلوں کھجور اور انگور بناتے ہو تم سے اُس

کھجور اور انگور کے پھلوں میں سے کہ اُس سے نبیذ بناتے ہو

سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً

نبیذ اور چھوارے کشمش کا اچھا رزق بیشک میں اُس البتہ نشانی ہے

اور اچھا رزق بیشک اس میں نشانی ہے

لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾

کیلئے لوگوں جو عقل رکھتے ہیں

عقل والوں کو

تعلق ان آیاتِ کریمہ کا تعلق پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح ہے۔

پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں بتایا گیا تھا کہ اگر اللہ چاہتا تو ظالموں کو اُن کے ظلم کی وجہ سے بہت جلدی پکڑ لیتا مگر ایسا نہیں فرماتا۔ اب اِن آیتوں میں اس ڈھیل اور نہ پکڑنے کی وجہ بتائی جارہی ہے۔ کہ ہم نے رحمت و ہدایت کا ہی ارادہ فرمایا ہے **دوسرا تعلق**۔ پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ ہر ایک کے لیے ایک مدت مقرر ہے اس سے پہلے کسی کو فنا نہ کیا جائے گا۔ اب اِن آیتوں میں اِس کی وجہ بیان ہو رہی ہے۔ کہ یہ زندگی کی مہلت آیاتِ الٰہیہ کو سمجھنے سننے کے لیے دی گئی ہے۔

تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں ذکر ہوا تھا ہم نے اپنے بہت انبیا مختلف وقفوں میں مختلف قوموں کی طرف بھیجے جو اُن کی آخرت اور دنیا درست کرنے کے لیے تشریف لائے مگر شیطان نے اُن کی

بدعملیوں بدکاریوں کو اُن کے سامنے بھلا کر دکھایا۔ اب ان آیات میں دوسری آسمانی نعمتوں کا ذکر فرمایا گیا جس سے اُن کی زندگی کی صحت و تندرستی مہیا تھی مگر ان کی بے عقلیوں نے اس کو بھی نہ پہچانا۔

تفسیر نحوی وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۔ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا۔ واؤ سر جملہ۔ مَا اَنْزَلْنَا۔ باب افعال کا فعل ماضی منفی معروف مطلق صیغہ جمع متکلم مخاطب اللہ تعالیٰ ہے۔ علیٰ استعلائیہ۔ کَ ضمیر واحد حاضر مجرور متصل اس کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ جار مجرور متعلق فعل کا۔ الف لام عہدِ خارجی کتاب بروزن فِعال ثلاثی مصدر ہے۔ بمعنیٰ مکتوب اسم مفعول یعنی لکھی ہوئی مراد قرآن مجید ہے۔ اِلَّا حرفِ استثنا مفرغ۔ اس نے سابقہ نفی کو ختم کیا۔ لام مکسورہ ابتدائیہ اس لام میں اَن ناصبہ پوشیدہ ہوتا ہے۔ تُبَیِّنَ۔ بابِ تفعیل کا فعل مضارع صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اَنْتَ ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے خطاب آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ منصوب ہے اسی لام کے تعلیلیہ کے اَن مقدرہ سے مصدر ہے تَبْیِیْنٌ۔ بمعنیٰ بیان کرنا۔ ظاہر کرنا۔ صاف صاف سنا دینا۔ بَیْنٌ سے بنا ہے۔ لام جارہ مفعولیت کا ھُمْ ضمیر جمع غائب مجرور متصل مرجع عام کافر لوگ ہیں یا یہود و نصاریٰ ھُمْ موصوف ہے یا مبدل منہ ہے۔ اَلَّذِیْ اسم موصول واحد مذکر۔ اس کی صفت ہے یا بدل ہے۔ اِخْتَلَفُوْا باب افتعال کا ماضی مطلق مثبت معروف جمع مذکر غائب۔ مصدر ہے اِخْتِلَافٌ خلفٌ سے بنا ہے۔ بمعنیٰ جھگڑا کرنا۔ رائے اور نظریہ بدلنا۔ مخالفت کرنا۔ فِیْ جارہ ظرفیہ۔ ظرفِ مجازی کے لیے ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع دین ہے جار مجرور متعلق ہے اِخْتَلَفُوْا کا۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا موصول کا۔ موصول صلہ صفت ہے ھُمْ ضمیر کی وہ جار مجرور ہو کر متعلق ہے لِتُبَیِّنَ کا۔ واؤ عاطفہ ھُدًی۔ اسم مصدر ثلاثی ہے۔ یہاں حاصل مصدر ہے یعنی ہدایت۔ یا یہ مصدر بمعنیٰ ھادِی ہے واؤ عاطفہ رَحْمَۃً اسم مفرد جامد بمعنیٰ شفقت (بڑے کی چھوٹے پر مہربانی احسان) لام جارہ۔ ھُدًی اور رَحْمَۃً۔ دونوں معطوف اَلْکِتَاب اس لیے دونوں منصوب ہیں اور موصوف ہیں مابعد کا۔ قَوْمٍ اسم مفرد لفظی واحد ہے معنوی جمع ہے۔ مجرور ہے لام جارہ سے موصوف یُؤْمِنُوْنَ۔ بابِ افعال کا۔ فعل مضارع صیغہ جمع مذکر غائب مصدر ہے اِیْمَانٌ ھُمْ ضمیر مستتر اس کا فاعل بمعنیٰ حال ہے۔ ترجمہ ہے ایمان لاتے ہیں۔ جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہوئی قوم کی۔ مرکب توصیفی مجرور۔ جار مجرور متعلق ہے پوشیدہ اسم فاعل کائنا کا وہ جملہ اسمیہ تامہ ہو کر معطوف ہے کتاب کا وہ سب مفعول بہ ہے اَنْزَلْنَا کا۔ واؤ سر جملہ۔ اَللّٰہُ اسم مفرد جامد بحالت رفع مبتدا ہے۔ اَنْزَلَ بابِ افعال کا ماضی

مطلق واحد مذکر ھُوَ ضمیر مستتر فاعل مرجع اَللّٰہُ ۔ مِنْ جارّہ ابتداءِ غائت معنوی کے لیے ۔ یعنی طرف سے الف لام عہدی یا جنسی سَمَاءِ اسم مفرد جامد بمعنٰی ایک آسمان جار مجرور متعلق ہے اَنْزَلَ کا ۔ مَاءً اسم جامد نکرہ اسم متمکن بحالتِ فتحہ ہے مفعول بہٖ اَنْزَلَ کا ۔ جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ ہوا فَ عاطفہ تعقیبیہ اَحْیَا ۔ باب اِفعال کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب ھُوَ ضمیر مستتر (پوشیدہ) اس کا فاعل مرجع ہے اللّٰہ تعالیٰ بِ جارّہ سببیہ بمعنٰی ذریعے ہٖ ضمیر واحد غائب کا مرجع ۔ مَاءً (پانی) ہے ۔ الف لام جنسی یا عہدی اَرْضَ اسم مفرد جامد مؤنث لفظی بمعنٰی زمین مراد ہے کھیتی منصوب ہے کیونکہ مفعول بہٖ ہے اَحْیَا کا بَعْدَ اسم ظرف زمانی مضاف ہے مَوْتِ ۔ مصدر مادّہ اجوف واوی ہے بمعنٰی مرنا ۔ مردہ ہونا ۔ بے کار ہونا ۔ مقصد نہ دینا ۔ یہاں ہر معنٰی درست ہے ۔ مضاف ہے ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مرجع ارض ۔ مجرور ہے کیونکہ مضاف الیہ ہے مَوْتِ کا یہ مرکّب اِضافی مضاف الیہ ہے بعد کا اور ظرف ہے اَحْیَا کا ۔ یہ جملہ فعلیہ ہوکر معطوف ہے اَنْزَلَ کا ۔ معطوف علیہ معطوف سے مل کر خبر ہے مبتدا کی ۔ اور جملہ اسمیہ ہوکر مکمل ہوا ۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ۔ وَاِنَّ لَكُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۔ نُسْقِیْكُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَیْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِیْنَ ۔ اِنَّ حرفِ تحقیق فِیْ جارّہ ظرفِ مجازی کے لیے ذٰالِكَ اسم اشارہ بعید کے لیے بھی مستعمل ہے ۔ مبنی ہوتا ہے ۔ محلًا مجرور متعلق ہے مَوْجُوْدٌ پوشیدہ کا ۔ اور وہ شبہ جملہ اسمیہ ہوکر خبر مقدّم ہے اِنَّ کی ۔ لام ابتدائیہ تاکیدیہ آیَةً ۔ اسم مفرد مؤنث لفظی بحالتِ نصب اسم مؤخّر ہے ۔ ماقبل اِنَّ کا ۔ اور موصوف ہے مابعد کا ۔ لام جارّہ نفع کا قَوْمٍ ۔ اسم مفرد نکرہ متمکّن مجرور ہے لام سے موصوف ہے یَسْمَعُوْنَ اس کی صفت ہے باب سَمِعَ کا فعل مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل مراد ہیں مسلمان لوگ یا عقل والے لوگ ۔ سَمْعٌ سے بنا ہے بمعنٰی سننا ۔ فعل حال ہے جملہ فعلیہ ہوکر صفت ہے یَوْمٍ موصوف صفت مجرور ہوا جار مجرور متعلّق ہے پوشیدہ اسم فاعل نافعًا یا مفیدةً کا اور شبہ جملہ اسمیہ ہوکر صفت ہے آیَةً کی آیت کے معنٰی ہیں علامت نشانی ۔ یہاں مراد قدرت کی نشانی ہے ۔ موصوف صفت مل کر اسم مؤخر ہے اِنَّ کا ۔ اِنَّ اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوگیا ۔ واؤ سرِ جملہ ابتدائیہ ۔ اِنَّ حرفِ مشبّہ لَكُمْ جار مجرور متعلق ہے پوشیدہ مَوْجُوْدٌ کا اور وہ جملہ ہوکر خبرِ مقدّم ہے اِنَّ کی ۔ فی جارّہ ظرفیہ مکانیہ مجازی ۔ الف لام استغراقی بمعنٰی تمام ۔ اَنْعَامَ ۔ اسم جمع مکسّر منصرف بمعنٰی گھریلو چوپائے جانور اِس کا واحد ہے نَعَمٌ ۔ اصلًا اونٹ کا جنسی نام ہے ۔ اصطلاحًا ہر حلال جانور کو خاص کر چوپائے کو شامل مانا گیا ہے ۔ یہ جار و مجرور متعلّق ردم ہے ۔ موجودٌ پوشیدہ کا ۔ لامِ کُٹے ابتدائیہ تاکید کے لیے ہے عِبْرَةً ۔ اسم مصدر ہے آخر میں ۃ مصدریہ ہے ۔ بمعنٰی نصیحت پکڑنا ۔ منصوب ہے کیونکہ اسم مؤخر ہے

اَنَّ کا۔ اور وہ جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مکمل ہوا۔ نُسْقِی۔ بابِ افعال کا فعل مضارع صیغہ جمع متکلم۔ مخاطب اللہ تعالیٰ ہے مصدر ہے اِسقَاءٌ۔ بمعنی بہت کثرت سے پلانا۔ سَقْیٌ سے بنا ہے بمعنی پلانا۔ بہر حال متعدی ہوتا ہے۔ بقاعدۂ نحوی جب کوئی متعدی مادّہ مصدر بابِ افعال میں آتا ہے تو مبالغہ پیدا ہوتا ہے یعنی ڈبل متعدی۔ نَحْنُ ضمیر جمع متکلم مستتر اس کا فاعل ہے اور کُمْ ضمیر جمع حاضر اس کا مفعول بہ ہے اس لیے نَحْنُ مرفوع ہے کُمْ منصوب ہے۔ مِمَّا۔ مِنْ جارہ تبعیضیہ مَا اسم موصولہ مجرور ہے مِنْ سے فِیْ جارّہ تبعیضیہ مَا اسم موصولہ مجرور ہے مِنْ سے فِیْ جارّہ ظرفیہ مکانیہ حقیقیہ بُطُوْنِ جمع مکسّر۔ بَطْنٌ کی بمعنی پیٹ۔ لغوی ترجمہ باطنی چیز پوشیدہ اشیاء۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مرجع ہے جنسِ انعام (چوپایوں دودھ کے جانوروں کی جنس) اس لیے واحد ضمیر لائی گئی بُطُوْنِہٖ میں ضمیر مذکر کی بنا پر سیبویہ نحوی نے اَنْعَام کو اُن مفرد لفظوں میں شمار کیا ہے جو بروزنِ اَفعال ہوتے ہیں اور کچھ نحوی فرماتے ہیں کہ لفظ انعام لفظاً واحد ہے اس لیے یہاں اس کے لیے ضمیر واحد آئی اور یہ لفظ معنًی جمع ہے اس لیے سورۃ مومنون میں اس کے لیے جمع کی ضمیر آئی یعنی بُطُوْنِہَا۔ ہَا ضمیر حیوانات کیلئے جمع ہوتی ہے۔ ہم نے یہاں زجاج نحوی کا قول صحیح مانا ہے۔ یعنی یہ اسم جنس ہے۔ لہٰذا دونوں قسم کی ضمیریں درست ہیں۔ مضاف الیہ ہے بُطُوْنِ کا یہ مرکب اضافی مجرور ظرفی ہے۔ اور متعلّق ہے پہلا موصول جز کر نُسْقِی کا پہلا۔ نُسْقِی کا پہلا متعلق ہے من جارہ تبعیضیہ یا بیانیہ بَیْنِ اسم معرب ظرف مکانی ہے بمعنی درمیان اسم معرب ظرف مکانی ہے درمیان مضاف ہے فَرْثٍ مضاف الیہ ہے۔ مرکّب اضافی مجرور ہے فَرْثٍ اسم مفرد جامد نکرہ بمعنی آنتوں کے اندر موجود گوبر معطوف علیہ ہے واؤ عاطفہ دَمٍ اسم مفرد نکرہ جامعہ بمعنی خون معطوف ہے۔ یہ سب مضاف الیہ ہے بَیْنِ کا اور وہ مجرور ہے متعلّق دوم ہے نُسْقِیْ کا۔ لَبَنًا۔ اسم مفرد نکرہ جامد معرب موصوف ہے بمعنی دودھ خالصًا۔ اسم فاعل واحد مذکر خَلُصَ سے بنا ہے بمعنی چھانا ہوا نکالا ہوا۔ مخلوط میں سے علیحدہ کیا ہوا۔ یہ اسم فاعل بمعنی مُخْلَص اسم مفعول ہے یا ترجمہ ہے ملاوٹ سے پاک ہونے والا۔ بحالتِ نصب ہے صفتِ اوّل لبنًا کی سائغًا اسم فاعل بابِ ضَرَبَ سے سَیْغٌ سے بنا ہے بمعنی نرمی سے نگلا جانا ایک قول میں سائغًا بمعنی لذت سے حلق میں اترنے والا۔ حالتِ نصب صفتِ دوم ہے لبنًا کی۔ لام جارّہ نفع کا۔ اَلشّٰرِبِیْنَ۔ الف لام۔ استغراقی۔ شَارِبِیْنَ اسم فاعل جمع مذکر شُرْبٌ سے مشتق ہے بمعنی اپینا بحالتِ جر ہے لام جارّہ سے جار مجرور متعلّق ہے۔ سائغًا اسم فاعل کے وہ شبہ جملہ اسمیہ ہو کر صفت ہوئی

وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِیْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۔

واؤ مُرحِلہ۔ من جار تبعیضیہ ثَمَرٰتِ جمع مونّث سالم واحد ہے ثَمَرَۃٌ۔ مذکر ثَمَرٌ اس کی جمع ہے اَثْمَارٌ بمعنی پھل میوہ ہے موصوف ہے۔ اَلنَّخِیْلِ جنس نخیل جمع سماعی ہے نَخْلٌ کی بمعنی کھجوریں معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ الِف لام استغراقی۔ اَعْنَابِ اسم جمع مکسّر ہے عِنَبٌ کی بمعنی انگور۔ مجرور ہے معطوف۔ معطوف علیہ معطوف صفت ہے۔ موصوف

صفت مجرور ہوا اور متعلق ہے پوشیدہ نعظیم کا۔ تَتَّخِذُوْنَ۔ باب افعال کا فعل مضارع مثبت معروف بمعنیٰ فعل حال مصدر ہے اِتِّخَاذٌ۔ بمعنی بنانا۔ اَخْذٌ سے بنا ہے۔ اَنْتُمْ ضمیر جمع حاضر مستتر اس کا فاعل ہے۔ مِنْ جارہ بعضیت کی ہٗ ضمیر کا مرجع ثمرات۔ یہ ضمیر واحد مذکر جنبی ہے۔ اس لیے واحد آئی جمع کے لیے۔ یہ جار مجرور متعلق ہے تَتَّخِذُوْنَ کا سَكَرًا اسم مصدر ہے مگر حاصل مصدر ہے جامد۔ بمعنیٰ فرحت۔ نشہ۔ مدہوشی۔ یہاں پہلے معنیٰ میں ہے۔ معطوف علیہ واوٗ عاطفہ رزقًا اسم مفرد جامد بمعنیٰ غذا۔ موصوف ہے حسنًا۔ حاصل مصدر ہے بمعنیٰ لذیذ۔ اچھا۔ مفید۔ صفت ہے۔ یہ مرکب توصیفی معطوف تابع ہے سَكَرًا پر اس لیے یہ دونوں اسم منصوب ہیں معطوف علیہ مفعول بہ ہے۔ اسی لیے منسوب ہے تَتَّخِذُوْنَ۔ پورا جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا۔ یا صفت ہوئی اعناب کی یا بیان ہے ثمرات کا۔ اِنَّ۔ حرف تحقیق۔ فِیْ ذٰلِکَ جار مجرور متعلق ہے مَوْجُوْدٌ پوشیدہ کا۔ وہ شبہ جملہ ہو کر خبر مقدم ہے اِنَّ کی۔ لام مفتوحہ ابتدائیہ اٰیَۃً۔ اسم مفرد جامد اسم مؤخر ہے اِنَّ کا۔ لام جارہ نفع کا قوم اسم جامد بمعنیٰ رشتے دار برادری موصوف ہے یَعْقِلُوْنَ۔ باب ضرب کا فعل مضارع مثبت معروف باب ضرب سے ہے۔ عَقْلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ سمجھداری ہونا ھم ضمیر مستتر اس کا فاعل۔ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہے قوم کی۔ قوم مجرور ہے لام سے۔ جار مجرور متعلق مَوْجُوْدٌ کا۔

تفسیر عالمانہ

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ اِلَّا لِتُبَیِّنَ لَهُمُ الَّذِی اخْتَلَفُوْا فِیْهِ وَ هُدًی وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ۔ اور اے حبیب کریم آپ پر یہ کتاب قرآن مجید صرف اس لیے ہم نے نازل کیا ہے تاکہ آپ قیامت تک ہر کافر منکر مشرک کو کھول کھول مفصل بیان فرمادیں وہ تمام اصولی۔ بنیادی باتیں جن میں یہ کفار اپنے وہم وخیالات کی آڑ میں کثیر اختلاف جھگڑے اور مختلف دین مذہب عقیدے بنائے پھر رہے ہیں۔ یہ کتنا عظیم موقع ہے کہ سارے وھمیات کو ختم کرکے نبی کے دامن عافیت میں آکر اس قرآن مجید کو پالیں جس میں دل کی گہرائیوں دماغ کی بلندیوں اور عقل کی تابانیوں کیلئے کامل واکمل ہدایت ورہنمائی ہے اور جسم انسانی عقائد ایمانی کے لیے ظاہر وباطن دنیا وآخرت میں رحمت عظیم۔ راحت ضخیم اور لذات عمیم ہے۔ مگر فقط اسی قوم اور ان ہی پاک باز اہل عقل لوگوں کے لیے جو اپنی سابقہ حماقتوں کو چھوڑ کر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہزار دل وجان سے پورا پورا ان کی ہر ادا پر ایمان لائیں۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ کفار کا ایک اختلاف تو اہل عقل لوگوں اہل کعز لوگوں سے رہا ہے کہ ان کے تمام کفریات بے شمار قسم کے ہوتے ہیں جس کی تفصیل کتب تاریخ میں منقول ہے

نیز حدیث پاک میں آتا ہے کہ اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ یعنی تمام کافر ایک ہی اور مسلم دشمنی میں ایک گروہ ہیں لیکن عقائد نظریات اور عملیات رسم ورواج میں مختلف ہیں اس طرح کہ ہر کافر کا دین علیحدہ ہے۔ یہ اختلاف تردہمیات پر قائم ہے اور ایک اختلاف مسلمانوں سے وہ چار باتوں میں ہے۔

۱ توحید ۲ رسالت ۳ قیامت ۴ تقدیر۔ یہ بنیادی اختلاف ہے۔ ان ہی کے تبیان کا یہاں ذکر ہے اور ان میں سے بھی زیادہ اہم توحید ہے اور اس کے لیے رسالت بھی اہم مسئلہ ہے گویا کہ توحید وہی معتبر ہے جو رسالت کے دروازے سے آئے۔ قرآن مجید کے ذریعے حدیث پاک نے چھ چیزوں کی وضاحت بیان فرمائی۔

۱ توحید ۲ حرام ۳ حلال ۴ جبر قدر۔ ۵ شرکیہ ۶ کفریہ عقیدے۔ چونکہ تمام اسلامیات میں اصل توحید ہے اس لیے قرآن پاک میں متعدد جگہ کے علاوہ اس سورت کی ابتدائی آیت میں بھی اور یہاں بھی بیشمار تمثیل وتذکرے اور مختلف اشیا کی تخلیق کے ذکر سے ثبوت توحید ہی مقصود ہے۔ شروع سورت میں ۱ الٰہیات ۲ نبوت ۳ قیامت ۴ اجرام فلکیہ ۵ خلقت انسانی ۶ حیوانی ۷ پیدائش نباتات ۸ دریاؤں کا ذکر ۹ زمین کا ذکر اجمالاً ہوا۔ اب ان آیت میں ان ہی اشیا کا ذکر کچھ تفصیل اور وضاحت سے ہو رہا ہے۔ کہ ارشاد ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے ہی نازل فرمایا آسمان کی طرف سے بادل کے ذریعے پانی تو اس کے سبب سے کافی زمانے کی مردہ زمین کو سینکڑوں بہاروں کے ساتھ ایک دم زندہ فرمادیا۔ اور اس عظیم، عجیب حیرت انگیز کارنامے میں عقل سے سننے والوں کے لیے بہت دلائل قدرت نشانات الٰہیہ بلکہ قیامت حشر نشر کے ثبوت ہیں۔ وہ اس طرح کہ آسمان سے پانی، پانی سے زمین کی زندگی یعنی پیداوار نباتات۔ نباتات سے رزق انسانی وحیوانی۔ اور رزق سے انسانی حیوانی زندگی کیسی حیرانی ہے کہ جس زمین پر سالہا سال سے بارش نہیں ہوئی ہر چیز چٹیل بنجر ہوگئی۔ کہ اچانک اس پر بارش ہوئی اور ہر طرف سے گھاس پھوس پودے نکل پڑے اور طرح طرح کے کیڑے مکڑی مینڈک نکل پڑے اور شور وغل مچا کر زمین کی پُر بہار زندگی کی خبریں دینے لگے۔ کس نے بیج ڈالا۔ کب ڈالا۔ وہ بیج کہاں مستور تھے۔ ہم چلتے پھرتے دھیان بے دھیان میں دلنے گٹھلیاں پھینکے پھرتے ہیں اور وہ بنجر زمین میں ملیا میٹ ہو جاتے ہیں۔ ہم نے تو کبھی تفکر ہی نہیں کیا کہ کل موسم بہار میں قدرت الٰہیہ ان گٹھلیوں کو ہی نخلستان سرسبز میں تبدیل فرما دے گی۔ یہ نظارے ہم آئے دن کرتے رہتے ہیں مگر ایمان کی آنکھوں سے نہیں کرتے۔ سنتے ہیں مگر انصاف۔ عقل بند تر۔ تحمل کے کانوں سے نہیں

ورنہ دنیا کی یہی تغیر و تبدل ہر کافر و منکر کو قیامت پر ایمان لانے کے لیے کافی وافی مضبوط دلیل ہے۔ کہ جو رب تعالیٰ سڑی گلی گٹھلیوں بیجوں سے باغ لگا سکتا ہے وہ رب قدیر بھر بھری وخستہ ہڈیوں کو جامۂ انسانیت پہنا کر حشر برپا کر سکتا ہے۔ یہاں ایمان اور سننے والی قوم کا ذکر کیا گیا۔ اور مقصد ہے کہ نبی کی بات عقل و تدبر سے سنو اور ایمان لاؤ پھر دنیا کے نظارے کرو۔ تب ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار بن جائے گا۔ آستانۂ نبوت سے دور ہو کر دیکھنا سننا مثل جانوروں کے دیکھنا سننا ہے وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۔ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۔ اور بیشک اے تمام انسانو تمہارے لیے ان تمام حرام حلال چوپایوں میں کتنی بڑی نصیحت ہے۔ حلال چوپایوں کے پیٹوں میں سے ہم تم کو بھی دودھ پلا دیتے ہیں جو خالص بغیر کسی ملاوٹ کے گوبر اور خون کے بیچ میں سے ہی نکلتا ہے۔ اور پینے والوں کے لیے فرحت آمیز لذت بخش نرم گلے سے جلدی اترنے والا ہے۔

جسم انسانی و حیوانی خاکی بھی عجیب کارخانۂ قدرت ہے۔ ویسے تو ہر مؤنث چوپایہ ہی دودھ پیدا کرتا ہے مگر یہاں حلال چوپایوں کا خاص کر ذکر ہے کیونکہ حرام دودھ والے جانور کا دودھ نہ کافر پیتے ہیں نہ مسلمان۔ اسی لیے وہ دودھ صرف ان کے بچے ہی کے لائق تھوڑا سا ہوتا ہے۔ حلال دودھ کے جانور چار ہیں۔ ۱ اونٹ ۲ بھینس ۳ گائے ۴ بکری۔ بھیڑ اگرچہ حلال ہے مگر اس کا دودھ بہت تھوڑا ہوتا ہے۔ نسقیکم میں شامل نہیں۔ کارخانۂ جسم حیوانی میں بارہ اندرونی اعضا ہیں۔ ۱ نرخرہ ۲ معدہ ۳ پھیپھڑا ۴ کلیجی ۵ پتہ ۶ تلی ۷ گردہ ۸ مثانہ ۹ آنتیں ۱۰ رگیں ۱۱ پستان ۱۲ اوجھڑی۔ جسم کی یہ بارہ مشینیں دن رات اپنے کام میں لگی ہوئی ہیں۔ اور انسانی حیوانی غذا کو جسم کے بیرونی اعضا کے لیے مناسب بناتی ہیں۔ جب حلقوم اور نرخرہ کے راستے غذا اندر پہنچتی ہے۔ تو پہلے معدہ اس پر قابض ہوتا ہے۔ وہ اس کو پیس کر رکھ دیتا ہے یہ ہضم اول ہے۔ اس میں غذا گلتی ہے پھر یہاں سے منتقل ہو کر یہ سب غذا کرش یعنی اوجھڑی میں جاتی ہے یہاں اس فضلہ غذا سے مذکر میں چودہ چیزیں بنتی ہیں اور مؤنث میں پندرہ چیزیں بنتی ہیں ۱ بول ۲ براز ۳ چربی ۴ منی ۵ مذی ۶ ودی ۷ تھوک ۸ پسینہ ۹ بلغم ۱۰ غدود ۱۱ صفرا ۱۲ سودا ۱۳ خون ۱۴ پیپ ریشہ۔ اور مؤنث میں دودھ بھی بنتا ہے۔ کلیجی کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ غذا کے اجزاء کثیفہ کو جذب کر سکتی ہے اجزاء لطیفہ کو نہیں۔ اور آنتیں اجزاء لطیفہ کو جذب کر لیتی ہیں

کثیف کو نہیں کلیجی خون بناتی ہے یہ اوپر جمع ہوتا ہے اور براز نیچے بیٹھ جاتا ہے اسی کو فرث کہا جاتا ہے غذائی فضلے سے اولاً صرف خون بنتا ہے قدرتِ الٰہیہ سے خون کی مخصوص مقدار رحم مادر میں جا کر بذریعے ناف حمل کی خوراک بنتی ہے پھر پتہ خون میں سے صفرائی اجزا نکالتا ہے اور تلی سودائی اجزا کو اوجھڑی میں ہر عضوِ باطنی کی رگیں ہوتی ہیں مثانے کی رگیں اجزاءِ بول کو اپنی طرف کھینچتی ہیں پھیپھڑوں کی قوت چکنائی کے اجزا نکال لیتی ہیں مسامات کی رگیں پانی کے اجزا نکال لیتے ہیں فرجوں کی رگیں اور مؤنث فرج داخلی کی رگیں منی۔ ودی۔ اور مذی کے اجزا کو۔ اور زبان آنکھ کی رگیں آنسو اور تھوک کے اجزا کو نکال لاتی ہیں۔ سینے اور دماغ کی رگیں بلغم و ریشے کے اجزا نکال لیتے ہیں غرض کہ غذا سے فضلہ۔ فضلے سے خون اور خون سے اتنی چیزیں نکال کر خون صاف اور خالص رہ جاتا ہے۔ اس خون میں سے رب تعالیٰ سفید و شفاف گھی مکھن ملائی والا دودھ پیدا فرماتا ہے۔ پھر ہر بچے کے مطابق ہی ثقیل و خفیف دودھ ہوتا ہے جو تین قوتیں بناتی خوراک ہیں بڑے انسان و حیوان کو ملتی ہیں وہی تین قوتیں رب تعالیٰ نے دودھ میں پیدا فرمادی ہیں ۱ ملائی گرم تر ہے ۲ مائیت سرد تر ہے ۳ چھاچھ سرد خشک ہے سب سے کمزور اور پتلا دودھ انسانی عورت کا ہوتا ہے لیکن جن کا دودھ یہاں مذکور ہے وہ صرف چار جانور ہیں جا اوپر مذکور ہوئے ان کا دودھ بھی ان کے بچے کی خوراک سے زیادہ منوں کے حساب سے پیدا ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ جانور اتنی خوراک کھاتے ہیں نہ ان کا اتنا خون ہوتا ہے یہاں پہنچ کر عقل انسانی دنگ ہے یہاں ربوبیت الٰہیہ اپنی کیسی شان سے جلوہ گر ہے۔ کوئی نہیں جان سکتا۔ محققین فرماتے ہیں کہ چونکہ مزاج مذکر گرم و خشک ہے وہاں دودھ پیدا نہیں ہوتا۔ اور مزاج مؤنث تر اور سرد ہے اس لیے دودھ بنتا ہے۔ پھر یہ تمام اشیا خون سے نکل کر اپنے اپنے جسمانی مخزن میں پہنچ جاتے ہیں اور خون دل کی رگوں کے ذریعے دل میں پہنچتا ہے وہاں سے نہایت قوت۔ جوش اور طاقت لے کر دوسرے راستے جسمانی رگوں میں تیزی سے گردش کرتا ہے۔ اس خون میں اُس تمام غذا کی مختلف تاثیریں ہوتی ہیں جو اس جسم نے کھائی ہوں۔ اس لیے یہ خون جہاں جہاں جس جس رگ میں پہنچتا ہے تو اسی تاثیر کا اثر پیدا کرتا ہے۔ یہ خون کہیں گوشت بناتا ہے کہیں کھال کہیں بال کہیں ہڈی۔ ناخن۔ کہیں غصہ۔ کہیں نرمی کہیں گرمی کہیں عقل کہیں علم کہیں فہم۔ حکما اور طبیب۔ ڈاکٹر لوگ کہتے ہیں جانور کے گوشت کا جو حصہ کھایا جائے تو انسان کے جسم کا وہی حصہ مضبوط ہوتا ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ بعض جانوروں کی خصلت کا بھی اثر ہوتا ہے۔ فَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔ خون چونکہ انتہائی جوش سے بدن میں گردش کرتا ہے۔ اس لیے اگر دماغ کی طرف ذرا سی رکاوٹ پیدا ہو تو چھینک آتی جس سے دماغ پر جما ہوا ریشہ ہٹتا ہے اور دماغ کو فرحت ہوتی ہے۔ اگر سینے کی طرف رکاوٹ

پڑے تو کھانسی آتی ہے جس سے سینے پر جما ہوا زائد بلغم اکھڑ کر براستہ منہ نکل جاتا ہے ۔ یہ رب تعالیٰ کا کمال انتظام ہے ۔ غرض کہ بدن میں خون ہی کی شہنشاہی ہے اور یہ خون اِن کھانوں غلّوں اور پھلوں سے پیدا ہوتا ہے جن کا ذکر اگلے کلام میں ارشاد ہے ۔ جسم انسانی کے لیے تو سارے ہی پھل مفید ہیں لیکن کھجور اور انگور سب سے زیادہ عمدہ ہیں اور ان میں بھرپور غذائیت ہے ۔ ان کو خود بھی کھایا جاتا ہے اور سینکڑوں قسم کی چیزیں ان سے بنائی جاتی ہیں تم ان سے سَکَر یعنی نشے دار چیزیں بنا کر حرام لذت و مستی بھی حاصل کرتے ہو اور حلال شاندار اچھا رزق بھی بناتے ہو یا سَکَر سے مراد خمر اور رزقِ حسن سے مراد سرکہ یا سُکَر سے مراد حلال چیزیں یا شکر سے پینے والی چیزیں رزق سے مراد نبیذ کھجور و کشمش کا پانی ۔ یا سکر سے مراد پھلوں سے بنائی ہوئی حرام چیز ۔ رزقِ حسن سے مراد حلال چیزیں یا سکر سے مراد پینے والی چیزیں رزق سے مراد کھانے والی چیزیں ۔ بیشک ان تمام نعمتوں میں قدرتِ الٰہیہ کی بہت بڑی بڑی نشانیاں ہیں عقل والوں کے لیے کہ دودھ کی پیدائش میں قیامت کی دلیل کہ جو باری تعالیٰ نباتات سے غذا اور غذا سے فضلہ ۔ فضلہ سے عمدہ عمدہ سے خون ۔ خون سے چربی اور چربی سے گھی چکنائی سے دودھ ۔ دودھ سے پھر دہی گھی کی غذا وہ خالق تعالیٰ روح و بدن سے نطفہ ۔ نطفہ سے مضغہ ۔ مضغے سے علقہ علقے سے حمل حمل سے بچہ ۔ بچے سے جوان ۔ جوان سے بوڑھا ۔ بوڑھے سے مردہ ۔ مردے سے خاک خاک سے پھر زندہ انسان بنا سکتا ہے ۔ اِسی طرح پھلوں اور اُن کے بیجوں گٹھلیوں میں بھی کثیر دلائلِ توحید پنہاں ہیں ۔

فائدے

اِن آیتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے ۔

پہلا فائدہ ۔ قرآنِ مجید صرف تلاوت کے لیے نہیں ۔ بلکہ یہ تا قیامت ہر مسلمان کیلئے زندگی کا پورا قانونِ ربّانی شفاعت ۔ شفاء ۔ رحمت اور زندگی کے ہر شعبے میں پوری اور ہر قسم کی ہدایت و رہنمائی کے لیے ہے ۔ یہ فائدہ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فرمانے سے حاصل ہوا ۔ فرمایا جا رہا ہے کہ اپنے ہر اختلاف میں قرآنِ پاک کو اپنا جج قاضی اور حَکَم بنا کر اسی سے ہدایت لو ۔ دوسرا فائدہ ۔ قرآنِ مجید اُس کو فائدہ دے گا جس کو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ پاک آپ کی احادیث آپ کے اَعمال آپ کی اُسوۂ حسنہ کے ذریعے ملے گا ۔ جو شخص بھی کسی زمانے میں نبی صلّی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی احادیثِ مطہرات سے علیحدہ قرآنِ مجید کو پڑھنے سمجھنے عمل کرنے کی کوشش کرے گا ۔ اس کے لیے یہ قرآنِ پاک نہ ہدایت ہے نہ رحمت نہ شفا ۔ بلکہ گمراہی ہے یہ فائدہ اِلَّا لِتُبَيِّنَ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا ۔ تیسرا فائدہ ۔ قرآنِ مجید کو جتنا نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے سمجھا اور جانا ۔ اتنا مخلوق میں کسی نے

نہیں سمجھا ۔ نبی کریم ہی ساری مخلوق انسان جنات مخلوقِ آسمانی جبریل و میکائیل وغیرہم کے واحد استاذِ اعظم ہیں ۔ یہ فائدہ بھی اِلَّا لِتُبَيِّنَ فرمانے سے حاصل ہوا ۔ **چوتھا فائدہ** ۔ کائناتِ عالم پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض قرآنِ مجید سے زیادہ ہے ۔ یہ فائدہ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ سے حاصل ہوا ۔ کہ قرآنِ مجید کا رحمت ہونا مسلمان اور اہلِ ایمان سے خاص ہے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رحمت ہونا تمام جہانوں کے لیے عام ہے گویا کہ آقاءِ کائنات کا ہر شخص ہر چیز ہر مخلوق ہی حاجتمند ہے ۔

احکام القرآن ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں ۔ **پہلا مسئلہ** ۔ ریاکاری ملاوٹ اور تکبر وغرور والی عبادت اور اسی طرح غلط طریقے پر عبادت کرنا ۔ ناقابلِ قبول اور مردود ہے ۔ ایسی غلط عبادت کرنا ہی حرام ہے ۔ اسی لیے فقہاءِ کرام فرماتے ہیں کہ جو عبادت کراہتِ تحریمیہ سے ادا کی جائے وہ لوٹانی واجب ہے ۔ مثلاً ۔ ننگے سر نماز پڑھنا ۔ یا سلک ریشم کے لباس میں یا مرد کا سونے لوہے وغیرہ دھات کی انگوٹھی پہن کر نماز پڑھنا ۔ واجبُ الاعادہ ہے ۔ یہ مسئلہ لَبَنًا خَالِصًا کے اِشارۃُ النّص سے مستنبط ہوا کہ جب رب تعالیٰ کی نعمتیں بندوں کے لیے خالص ہیں ہر قسم کی ملاوٹ سے پاک ہیں تو بندے کی عبادت بھی رب تعالیٰ کے لیے خالص ہونی چاہیئے ۔ بعض لوگ فقہا کی اس عبارت کا بہانہ بناتے ہیں کہ ننگے سر عاجزی کے لیے کرنا اور خشوع خضوع کے لیے ننگے سر نماز پڑھنا جائز ہے ۔ میں کہتا ہوں کہ وہ کونسی عاجزی ہے جو نبی کریم اور صحابہ کرام کے طریقے مبارکہ سے ہٹ کر ہو ۔ اگر ننگے سر سے عاجزی پیدا ہوتی تو کیا ان فقہا کو پتہ لگ گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عاجزی کا پتہ نہ لگا ۔ نیز فقہاءِ کرام تو فرماتے ہیں کہ سر کے بال اور اعلیٰ لباس بھی تکبر پیدا کرتے ہیں ۔ لہٰذا ننگے سر نماز پڑھنے والوں کو چاہیئے کہ سر پر استرہ پھیر کر اور گدڑی پہن کر پھر ننگے سر نماز پڑھیں ۔ یہ کیا فیشن پرستی اور عیسائیت کا نقشہ ہے کہ عیسائیوں کو راضی کرنے کے لیے صرف ٹوپی ۔ پگڑی اتار دی جو اسلام کا اعلیٰ نشان ہے ۔ یہ عاجزی اور خشوع نہیں بلکہ کفر نوازی اور فیشن پرستی ہے ۔ **دوسرا مسئلہ** ۔ شراب اور ہر نشے والی چیز خبیث ہے ۔ یہ مسئلہ وَرِزْقًا حَسَنًا کی ایک تفسیر سے مستنبط ہوا ۔ کہ سَکَرًا یعنی نشہ آور چیز کو رِزْقًا حَسَنًا سے واوِ عاطفہ کے ذریعہ الگ کر دیا ۔ یعنی سَکَرًا رزق بھی نہیں اور حَسَن بھی نہیں اور عربی لغت میں جو چیز رزق نہ ہو وہ سراسر نقصان دہ اور جو حَسَنًا نہ ہو وہ خبیث ہے ۔ **تیسرا مسئلہ** ۔ امامِ اعظم اور ان کے بڑے شاگرد امام ابویوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما جن کو اصطلاحِ فقہ میں شیخین کہا جاتا ہے ان کے نزدیک کھجور ۔ انگور وغیرہ کا نبیذ (میٹھا پانی) ہر مسلمان کے لیے حلال و طیب ہے ۔ دیگر ائمہ اس کو بھی بلا دلیل حرام کہتے ہیں ۔ امام اعظم کا یہ مسلک حق

ہے اور سَکَرًا کی ایک تفسیر سے مستنبط ہوا۔ جب کہ سَکَرًا کا معنی میٹھا اور نبیذ کیا جائے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ یعنی یہ قرآن مجید صرف مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمۃ ہے۔ حالانکہ قرآنِ مجید تو سب انسانوں جنوں کے لیے ہدایت ہے لاکھوں کافروں کو اس سے ہدایت ملی۔ اور تا قیامت انشاء اللہ تعالیٰ ملتی رہے گی۔ خود قرآن مجید نے بھی ایک مقام پر ارشاد فرمایا۔ فِيْهِ هُدًى لِّلنَّاسِ۔ اِس میں تمام انسانوں کے لیے ہدایت ہے۔ تو یہاں یہ تخصیص کیوں فرمائی گئی؟ نیز جب قرآنِ مجید نازل ہونا شروع ہوا اُس وقت کوئی بھی مومن نہیں تھا۔ تو قرآنِ کریم سے کفّار کو ہی آگے ہدایت ملی۔ جواب۔ مفسّرین نے اِس کے دو جواب بیان فرمائے ہیں۔ ایک یہ کہ هُدًى وَّرَحْمَةً کا تعلّق لِتُبَيِّنَ لَهُمْ سے ہے۔ یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے یہ کتاب صرف اس لیے نازل فرمائی ہے تاکہ آپ ان کافروں کو بیان کر دیں ایک یہ بات کہ تم جس میں اختلاف کرتے ہو وہ اصل حقیقت میں کیا ہے۔ اور دوسری یہ بات بیان کر دو کہ یہ قرآن مجید اہلِ ایمان کے لیے ہدایت اور رحمۃ ہے لہٰذا تم ایمان لے آؤ تاکہ تم کو قربِ الٰہی کی ہدایت اور دونوں جہان کی رحمت اس قرآنِ کریم کے ذریعے ملے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ چونکہ اُس کی ہدایت اور رحمت سے نفع صرف مسلمان پلتے ہیں اس لیے اُن کی تخصیص فرمائی گئی۔ بعض نے فرمایا کہ يُؤْمِنُوْنَ۔ مضارع بمعنیٰ مستقبل ہے۔ یعنی جو بھی ایمان لائیں گے وہی ہدایت و رحمت پائیں گے۔ اَب اِعتراض بالکل ہی ختم ہو گیا۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا سَکَرًا یعنی نشے والی چیز۔ اور نشہ شریعتِ الٰہیہ میں ہمیشہ ہی حرام رہا تو پھر اس کو نعمت کے طور پر کیوں ذکر فرمایا گیا۔ جواب۔ مفسّرین نے اِس کی دو وجہ بیان کی ہیں۔ ۱۔ یہ آیت مکّی ہے اور اُس وقت مسلمانوں پر شراب حرام نہ ہوئی تھی۔ لہٰذا عام پانیوں کی طرح ایک چیز تھی ۲۔ یہاں خطاب کفّار سے ہے اور کفّار کے لیے اُن کے خیال کے مطابق یہ نعمت ہے۔ مگر بہتر جواب یہ ہے کہ یہاں سَکَرًا بطورِ نعمت مذکور نہیں بلکہ بطورِ تعارف ہے کہ یہ اشیاء تم بناتے ہو جائز بھی ناجائز بھی واللہ اَعلم۔

تفسیر صوفیانہ

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ۔ اہلِ ظاہر کے نزدیک اجسامِ حیوانی کا نام اَلنَّاس ہے اور ڈھانچے کو انسان کہا جاتا ہے۔ مگر اہلِ باطن کے نزدیک اندر کا انسان کسی دوسری چیز کا نام ہے۔ اہلُ اللہ فرماتے ہیں انسان

باطنی شعور کا نام ہے ۔ یہ ظاہری جسم اور اعضا تو اس کے خادم ہیں ۔ اندر کا انسان حاکم و سلطان ہے اسی انسانِ باطن کو منطقی حیوانِ ناطق کہتے ہیں ۔ سب گناہ ظلم کفر و ایمان ۔ نیکی و بدی ۔ جفاؤ وفا ۔ فساد و صلح اسی کی جانب سے سرزد ہوتے ہیں ۔ اگر اس پر نفسِ امارہ کا تسلط ہو جائے تو یہ کالعدم ہو کر لاشعور کہلاتا ہے ۔ ظاہری جسم کو دابہ کہا جاتا ہے ۔ فرمایا جا رہا ہے کہ اے عالمِ ناسوت اور دنیا والو ۔ عالمِ ناسوت جبروت ۔ ظاہر و باطن ۔ قدس قیامت کے لیے رب قدیر کا ایک ازلی فیصلہ معیّن ہے جس کے تحت ہر کام فکر ۔ عمل ۔ تبدّل و تغیّر ۔ سزا جزا ۔ موت و حیات اپنے اپنے وقت پر ہوتا ہے ہر شے کی ایک معیّن مدّت ہے ۔ جو یقیناً آنی ہے اُن لمحات سے پہلے کوئی بھی شخص یا کوئی سے کام نہ ذرّہ بھر مؤخر ہو سکتے ہیں نہ مقدّم نہ پہلے ہو سکتے ہیں نہ بعد میں لہٰذا کسی کو جلد بازی دکھانے کی ضرورت نہیں ۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وقت سے پہلے ہی انسانِ باطنی کی گرفت فرمالیتا جس کی وجہ سے کسی قالبِ جسمِ انسانی کو زمینِ اسرار پر نہ چھوڑتا کہ ارض اللہ کو روندتا اور فساد پھیلاتا پھرے ۔ زمینِ جسمانی پر فساد مچانے اور کفر و شرک کی لاشعوریت سے ظاہر و باطن کو روندنے والے یہی حیوانات دابّہ ہیں جن کو اصطلاحِ دنیا میں انسان کہا جاتا ہے ۔ بازارِ عالم میں دو قسم کے تاجر ہیں ع۱ ظلم و فساد کے تاجر اور ع۲ اصلاح و درستی کے تاجر ۔ اور جتنے بھی خریدار ہیں وہ بھی دو قسم کے ہیں ع۱ اہلِ عقل ع۲ اہلِ جہالت ۔ یہ تمام قسمیں ہر انسان کے باطن میں موجود ہیں ۔ بند اور بے رونق بازار کا نام جہالت ہے اور کھلے بازار کا نام علمِ ایمانی ہے ۔ تقوے کے تمام راستے علم کی چابی سے کھلتے ہیں اور انوار و تجلیات کی روشنیوں سے روشن ہوتے ہیں ۔ اسی لیے ہر صوفی پر علماءِ حق کی شاگردی اور طلبِ علم لازم ہے مریضِ نفس دابّہ جسمانی ہے ۔ اس کے لیے علم کی شعاؤں میں ہی علاجِ باطنی ہے ۔ اس لیے کہ تقوے کے لیے دلیل و حجّت ضروری اور دلیل کے لیے علم ضروری ۔ متّقین کے مدارج فہمین کے مراتب اور مجتہدین کے مناسب کی سیڑھی علم ہی ہے علم ظلم کا قفل ہے اور جہالت ظلم کی چابی ہے ۔ علم کی وجہ سے بندہ کو جزا ہے اور جہالت کی بنا پر سزا ۔ قربِ معرفت کی سیر میں علم سے ہی آسانیاں پیدا ہوتی ہیں علم ہی بارگاہِ شرافت میں کھڑے ہونے کے لائق ہے ۔ علم سے الہام ہوتے ہیں اور جہالت سے وسوسے اگر علمِ ربّانی بندے کی دستگیری نہ فرمائے تو الہام اور وسوسے میں فرق معلوم نہ ہو سکے ۔ الہام رب تعالیٰ کی طرف سے اور وسوسہ شیطان کی طرف سے ۔ اور حرص و ہوس نفس کی طرف سے ہوتی ہے ۔ اس کی پہچان ہر سالک کو اس طرح ہوتی ہے کہ جو علم شریعت اور فقہ اسلامی کے مطابق ہو وہ الہام ہے جو شریعت دینیہ کے مسائل کے خلاف ہو وہ وسوسہ شیطانی ہے یہی حال تمام خواہشات کا ہے جاہل صوفی دھوکہ کھا کر کر جاتا ہے وصلِ منزل کے لیے نہ فضلِ ربی کا انتظار کرتا ہے نہ تدبّر نہ تفکّر اس لیے جلد بازی اور خود اعتمادی

میں منزلِ طلب سے مارا جاتا ہے۔ لیکن اہلِ علم کو فضلِ ربی بچا لیتا ہے علم کا سب سے اونچا مقام فقر ہے علماءِ کرام صوفیا کے محتاج نہیں مگر صوفیا علم کے محتاج ہیں۔ غوثیت قطبیت سب علم کی شعاعیں ہیں۔ (امام غزالی) وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ - اسی جہالتِ باطنی کی بنا پر ظلمتِ وسواس کو اللہ کے الہامات سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ظلمتوں کو اپنے عقیدوں اور قولوں کی بنا پر اپنے لیے ناپسند کرتے ہیں تخیلاتِ وہمیہ کی اپنی بنا دی خود ساختہ زبانوں سے ہمہ وقت جھوٹ بناتے ہیں کہ بیشک دنیا و تدبیر کی ہر بھلائی ان ہی کے لیے ہے۔ لیکن بغیر شک کے یقیناً ان حواسِ نفسانیہ کے لیے نارِ فراق ہے اور مقامِ لعنت ہے۔ اور بیشک وہ سب شقاوتوں میں بہت آگے بڑھے ہوئے ہیں -

روزِ ازل سے یہ بات سمجھا دی گئی ہے کہ جو نفس کی موافقت کرتا ہے حرام سے نہیں بچ سکتا۔ صدق و صفا اُسی بندے متقی کو حاصل ہے جو حرام غذا سے بچا۔ صدق و صفا کے بغیر قُربِ الٰہی حاصل نہیں ہو سکتا۔ دنیا سے بچنے کا نام ہے تقویٰ اور تقوے سے صدق اور صدق سے صفائیٔ باطن و صفائی سے قربِ بارگاہ اگر یہ مدارجِ ظاہری نہیں ہیں تو باطن کی دعوے دار محض تَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ ہے۔ اے منزلِ قُرب کے متلاشی مسافر۔ دنیا میں ماسوٰی سے روزہ رکھ تاکہ عقبیٰ میں شرابِ لقا سے افطار کر سکے۔ جو نامرادی کے بیابان میں رہ کر مشاہداتِ انوار کی رونقوں کا دعویٰ کرے وہ مُفْرَطُوْنَ میں سے دُرکارہ ہوا ہے۔ مملکتِ اسلامیہ کے بادشاہ فُقہا ہیں اور اہلِ معرفت اُن کے وزیر ہیں۔ ان ہی کے تصرف میں خزانہ رہتا ہے۔ یہ ہی سیدردھیں چمنستانِ اَلَسْت کے غنچوں پر قَالُوْا بَلٰی کے سچے نغمے سنانے والی ہیں۔ جو لوگ اُن سے دور ہیں لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ بیشک آتشِ شقاوت ان کے لیے ہے۔ اے بندو یومِ حساب سے پہلے اپنا حساب کر لو۔ دنیا آخرت کا پل ہے۔ اس کی گزرگاہ بہت مختصر ہے۔ یہ بات یقینی ہے کہ وقت تمہارا انتظار نہیں کرے گا۔ لہٰذا تم وقت کی قدر کر لو۔ رات و دن منزلِ محبوب کی سیڑھیاں ہیں۔ زبان کو کذب سے بند کر لو اور قدموں کو کھول لو۔ اہلِ دنیا کو دن آنے کی خوشی ہوتی ہے۔ لیکن محبانِ حق کو رات کے آنے کی۔ دن والوں کے لیے نار ہے اس لیے کہ نار کا کام دن میں ہوتا ہے۔ شبِ تاریک توفیقِ الٰہی کے چراغِ ہدایت بننے والوں کے لیے نور ہے اور نور کا کام رات میں ہی ہوتا ہے۔ دنیوی دکانیں دن میں کھلتی ہیں۔ لیکن معرفتِ دینی کی دکانیں رات میں کھلتی ہیں۔ اہلِ دنیا رات کے غافل اور خلوتِ شب اُن کے لیے مَا يَكْرَهُوْنَ ہے۔ اہلُ اللہ کے لیے رات ہی وصل کی گھڑی ہے۔ اہلِ دنیا کو دن کا ہنسنا پیارا مگر اہلُ اللہ کو رات

کا رونا پیارا ۔ شب خلوت کا یہی رونا ہی ہے جس سے آنکھوں کو ہدایت کی روشنی اور قلب کو مضبوط بنیادوں والے عقائد ملتے ہیں ۔ نفس امارہ کا راستہ افراط و تفریط کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے بھرا پڑا ہے ۔ ان سے بچنے کے لیے چراغ قلبی لازم ہے ۔ واللہ اعلم تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔
اے آسمان نبوت کے سراج منیر ۔ اللہ قہار و جبار کی ازلی قدیمی قسم ہے ہم نے بیشک تیرے رفعۃ آسمان نبوت پر جلوہ افروزی اور زمین قلبی کو جگمگانے سے پہلے ۔ تمام قواء ظاہری و عقول باطنی کے پاس اپنے واردات الہامی اور بصیرت فکری کے رسولان اسرار بھیجے ۔ زمین اجسام کی ان باطنی امتوں کے برے اعمال شر و فساد کو شیطان نفس نے ان کے فہم و فکر میں خوبصورت بنادیا ۔ تو آج فراق بہیم کی قیامت صغریٰ میں وہی نفس رذیل ان کا ساتھی ہے ۔ اور ان سب کے لیے شقاوت و ذلت کا دکھ دینے والا عذاب ہے ۔ اے بندۂ راہ سلوک تیرے یہ ہم نشین ابلیسی ساتھی ہی تیرے بڑے دشمن ہیں ۔ ان کی زینت شہرت تیرے لیے فنا کی موت ہے ان کی محفلوں سے دور بہت دور ہو جا گمنامی کو پسند کر کیونکہ اسی میں امن ہے ۔ ناموری اور مشہوری عاشق کی موت ہے دامن محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوت گاہ میں آنے والا ہی مبارک ہے ۔ ہم نے اپنے محبوب ازلی کو فرمایا کہ ۔ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۔ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۔
اے آستانہ مطلوب پر ہمیشہ جلوہ فرمانے والے قلب عرشی ہم نے تجھ پر اوراق دہر کی کتاب اسرار صرف اس لیے اتاری ہے تاکہ حواس باطنی عقل و خرد ۔ فہم و ہوش ۔ نفس و ضمیر کے اختلافیات اور اعمال مختلفہ کو ظاہر و واضح بیان کر دے ۔ اور یہ کتاب سینہ و بیان قلبی بحر توحید کے سفر سلوک میں اہل ایمان کے لیے رحمۃ قرب اور ہدایت مشاہدات انوار ہے اور اللہ نے زمین عقل پر آسمان نبوت سے وحی و الہام کا پانی نازل فرمایا ۔ جس کے ذریعے ۔ خواہشات نفسانیہ سے عقل کی موت اعمال کے بعد ۔ تفکرات صالحہ کی زندگی عطا فرمائی ۔ بیشک سینۂ مومن اور عقل عرفانی میں قوت سامعہ والوں کے لیے بہت عظیم نشانی ہے ۔ اسی لیے مومن کے لیے دنیا بھی مبارک ہے کہ وہ ریاضت و عبادت تفکر و تدبر ۔ محنت عرفانی ۔ مشقت ایمانی کا گھر ہے اور آخرت بھی مبارک کہ لذت دید الادراکات قرب ۔ اور انعامات مشاہدات و جزاء انوار کا گھر ہے ۔ مومن کی دنیا ۔ ہدایت ربانی اور مومن کی آخرت رحمت رحمانی ہے ۔ دنیاء فقراء بیان اسرار ہے ۔ اور دنیاء امراء فضولیات کا گڑھا ۔ صوفیا کو حکم ہے

کہ فضول بات کا جواب نہ دو۔ کیونکہ یہ مباحثہ ہے اور مباحثہ ذکر الٰہی اور فکر مراقبہ میں رکاوٹ ہے تو سمجھ لے کہ فضول بات کہنا اور کرنا کتنا نقصان ہے۔ بحث مباحثہ بُعد بارگاہ ملے اور تبیانِ کتب الٰہی مخلوق پر شفقت ہے اور شفقت ذریعہ ہے قربِ الٰہی کا وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّ دَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَ الْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ، اور بیشک تمہارے لیے اسے حواسِ باطنی اعضاءِ ظاہری کے انعام وجوارح میں حیرت انگیز عبرتِ طریقت ونصیحتِ شریعت ہیں ان ہی اعضاءِ ظاہری کے اعمالِ بطون اور اندرونی افعال و اقوال سے سستی کسل مندی غفلت کے گوبر گندگی اور ہزارہا بیماریوں تکلیفوں غم وپریشانیوں کے خون کے درمیان سے اعمالِ صالحہ واقوالِ پاکیزہ ذکر دارِ طاہرہ کا خالص دودھ ہم تم کو پلاتے ہیں۔ جو تزکیۂ نفس کے تشارہین کے لیے روح کی گہرائیوں میں اُترنے والا ہے اور نخلِ مراقباتِ فکر مدبرانہ سے۔ اور ریاضاتِ شاقہ کے انگوروں سے بھی عبرتِ بندگی ہے۔ اسی تزکیہ ریاضت سے مستی عشق معرفت اور ظاہری شریعت کا رزقِ حسن حاصل کرتے ہو تم۔ بیشک عقلِ سلیم والوں کے لیے اِن ظاہری باطنی حادثات وأثرات میں شاہکارِ قدرت کے نشان ہیں۔ کہ ان ہی میں صحت ہے ان میں ہی بیماریاں ہیں اور تمام بیماریوں کی نفسیاتی دوامیت کی یاد ہے۔ عاقل کا عالم ہونا اور عالم کا زاہد ہونا اپنے اہلِ زمانہ پر رحمت ہے۔ جو عابد زاہد متقی نہ ہووہ عذاب ہے۔ وہ شخص جو سارا دن تقریر کرے اور حق بیانی نہ کرے وہ لِتُبَيِّنَ کی مخالفت کرتا ہے اور اہلِ حقیقت کے نزدیک گونگا ہے۔ اور بغیر دودھ والا جنگلی جانور ہے یا بغیر پھل والا گھریلو درخت ہے جانور جنگلی بے فائدہ بلکہ نقصان دہ ہوتا ہے اور درخت گھریلو بستیوں والا بے پھل کا درخت بے فائدہ نقصان دہ ہوتا ہے۔ اے ایمان والو جو تم میں سے زیادہ عمر والے بوڑھے ہیں وہ زیادہ قابلِ تعظیم ہیں اس لیے کہ مومن کامل متقی زاہد جسقدر بوڑھا ہوتا ہے۔ اس کا ایمان اسی قدر طاقتور ہوتا ہے۔ نیکوں کی زیارت کرو تاکہ ان کی حالت کی اطلاع ہو۔ مومن کی زبان بھی اِلَّا لِتُبَيِّنَ کا مظہر ہے اور اس کی حالت و کیفیت بھی عملی تبلیغ اور علمی بیان ہے۔ اجسامِ عابدین دنیا میں کتابِ مبین ہیں مومن کی خلوت سَكَرًا ہے اور جلوت رِزْقًا حَسَنًا ہے۔ اور مومن کا وجود آیتِ الٰہیہ ہے۔ اہلِ ایمان ہی قَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ہیں۔ خوش اخلاقی مومن کا دودھ ہے۔ مرشد کے حکم پہ چلنے والا مخلص مرید شاربین کے گروہ سے ہے۔ حقوق اللہ سدا بہار کھجوریں ہیں اور حقوق العباد موسمی انگور ہیں۔ طالبِ حق کے لیے سب سے بڑی عبادت خوش خلقی ہے اور خوش خلقی انیس چیزوں کا نام ہے۔

۱ خندہ پیشانی ۲ سخاوت ۳ کسی کو ایذا نہ دینا ۴ ذاتی اور دنیوی وجہ سے دشمنی دوستی نہ ہو۔ ۵ مخلوق الہٰی کا راضی رہنا ۶ دینی دنیوی مشقتوں کو سہنا برداشت کرنا ۷ عاجزی سے پیش آنا ۸ محرمات سے بچنا ۹ رزق حلال کی تلاش ۱۰ اہل و عیال کی پرورش ۱۱ عبادت عادت بن جائے ۱۲ اچھی طبیعت اچھے عمل اخلاق حسنہ میں ۱۳ جسم کے اربعہ عناصر کی صحت و اعتدال حسن ہے روح کے عناصر اربعہ کی صحت و اعتدال پر رہنا خوش خلقی ہے ۱۴ سچا عقیدہ ۱۵ اعمال میں سادگی ۱۶ نرم و حلال شہوت ۱۷ غضب قابو میں ہونا ۱۸ ایسی عبادت و ریاضت جو عادت میں دلکشی پیدا کر دے مومن کی خوش اخلاقی ہے ۱۹ لوگوں میں ایسا بیٹھا کہ پہچاننا مشکل ہو۔ ممتاز نہ بنو۔ عارفین کہتے ہیں کہ شکل اور رنگ میں ظاہری حسن ہے اخلاق میں باطنی حسن ہے۔ جسم کے عناصر آگ پانی مٹی۔ ہوا ہے۔ اور روح کے عناصر قوت عمل۔ قوت غضب۔ قوت خواہشات۔ اور قوت عدل ہے حسن صحبت درسگاہ تصوف کا پہلا سبق ہے۔ دنیا جہان کی تمام خوش اخلاقیاں سیرت مصطفیٰ پاک میں ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِىْ مِنَ

اور الہام کیا رب نے تمہارے طرف شہد کی مکھی کے یہ کہ بنا تو

اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کو الہام کیا کہ پہاڑوں میں گھر بنا

الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ﴿۶۸﴾

اندر پہاڑوں کے گھروں کو اور اندر درختوں کے اور اندر اس کے جو چھتیں بناتے ہیں انسان

اور درختوں میں اور چھتوں میں پھر ہر قسم کے پھل

ثُمَّ كُلِىْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِىْ سُبُلَ رَبِّكِ

پھر کھا تو سے ہر پھل پھر روانہ ہو تو فضائی راستوں میں اپنے رب کے

میں سے کھا اور اپنے رب کی راہیں چل کہ تیرے لیے نرم و آسان ہیں

ذُلُلًا ۭ يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ

باآسانی نکلتا ہے سے پیٹوں اُن کے ایک قسم کا پانی کہ مختلف ہیں

اُس کے پیٹ سے ایک پینے کی چیز نکلتی ہے

اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

اُس کے رنگ ہیں اُس شفا ہے لیئے لوگوں کے بیشک میں اُس

رنگ برنگ جس میں لوگوں کی تندرستی ہے بیشک اِس میں نشانی ہے

لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ

البتہ نشان قدرت ہے لیے اُن لوگوں کے جو غور کرتے ہیں اور اللہ نے تم کو پیدا کیا پھر

دھیان کرنے والوں کو اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا پھر

يَتَوَفّٰىكُمْ ڐ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ

موت دے گا تم کو اور کوئی تم میں سے وہ ہے جو لوٹایا جائے گا طرف کمزور عمر کے

تمہاری جان قبض کرے گا اور تم میں کوئی سب سے ناقص عمر کی

لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ

کہ نہ سمجھ رکھے گا ہزاروں علموں کے بعد کچھ بھی بیشک اللہ

طرف پھیرا جاتا ہے کہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے بیشک اللہ

عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۷۰﴾ ع

ہی ہمیشہ کا علم والا قدرت والا ہے

سب کچھ جانتا ہے سب کچھ کرسکتا ہے

۹ ع ۵ ۱۵

تعلق

ان آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔
پہلا تعلق۔ پچھلی آیات میں اُن نعمتوں کا ذکر ہوا جو زمینی پیداوار سے حاصل ہوتی ہیں جس میں عجیب قدرتِ الٰہیہ کا شاہکار ہے۔ اب اِن آیت میں اُس سے بھی عجیب تر ایک نعمت کا ذکر ہے جو ایک چھوٹے کیڑے کی زبان سے حاصل ہوتی ہے۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں زمین کی موت زندگی کا ذکر ہوا تھا اب ان آیات میں انسان کی موت و زندگی کا ذکر ہو رہا ہے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں اُن بڑے جانوروں کا ذکر ہوا جو بھوسہ کھا کر بہترین دودھ بناتے ہیں۔ یہاں اُس چھوٹے کیڑے کا ذکر ہے جو پھولوں کا پھیکا اور کڑوا رس چوس کر بہترین شہد بناتا ہے۔

نزول۔ یہ اکیس ۲۱ آیتیں بیک دم مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں از آیت ۵۱ تا آیت ۷۱ اور اِس کے نزول یا شانِ نزول کا کوئی سبب روایات سے ظاہر نہیں ہوا۔

تفسیر نحوی

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ ثُمَّ كُلِیْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِیْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا۔ واؤ سرجملہ۔ اَوْحٰی بابِ افعال کا فعل ماضی مطلق صیغہ واحد مذکر غائب مصدر ہے اِیْحَاءٌ۔ بمعنیٰ وحی کرنا۔ الہام کرنا۔ پیغام دینا۔ ہدایت دینا۔ بات سمجھانا۔ یہاں آخری معنیٰ مراد ہیں وَحْیٌ سے بنا ہے مادۂ اشتقاق لفیف مفروق ہے۔ رَبُّكَ مرکب اضافی فاعل ہے اَوْحٰی۔ یہ فعل دراصل تھا۔ اَوْحَیَ بروزنِ اَکْرَمَ۔ یاءِ متحرک کو ما قبل فتحہ کی وجہ سے الف سے بدل دیا۔ اِلٰی جارّہ انتہائیہ الف لام استغراقی بمعنیٰ تمام نَحْل۔ اسم مفرد جنسی ہے واحد جمع مذکر مؤنث سب کے لیے مستعمل ہے یہاں واحد مؤنث کیلئے ہے مجرور ہے اِلٰی سے متعلق ہے اَوْحٰی کا معلق بمعنیٰ شہد کا جانور۔ اَنْ۔ نونِ ساکنہ کو اگلی عبارت سے جوڑنے کے لیئے جب حرکت دی گئی تو کسرہ آیا اِنِ ہو گیا یہ قانونِ نحو مِنْ جارّہ میں ٹوٹ جاتا ہے۔ اِتَّخِذِیْ۔ بابِ افتعال کا امر حاضر معروف صیغہ واحد مؤنث۔ مصدر ہے اِتِّخَاذٌ۔ اَخْذٌ سے بنا ہے بمعنیٰ بنانا۔ متعدی بیک مفعول ہوتا ہے۔ دراصل تھا۔ اِأْتِخَاذٌ مادے کی ہمزہ ثانیہ کو ت بنا کر تاءِ مصدریہ میں مُدْغَمْ (مشدّد) کر دیا۔ مِنْ جارّہ۔ الف لام جنسی جِبَالِ جمع مکسر منصرف واحد ہے جَبَلٌ جار مجرور معطوف علیہ ہے۔ بُیُوْتًا۔ فاصلہ ہے جملہ عاطفہ کے درمیان جمع مکسر ہے بَیْتٌ کی بمعنیٰ گھر کمرہ۔ کوٹھڑی۔ رات گزارنے کی جگہ۔ بمعنیٰ گھروندا (چھتہ) ہے بحالتِ نصب مفعول بہ ہے اِتَّخِذِیْ کا۔ واؤ عاطفہ مِنْ جارّہ الف لام جنسی شَجَرِ۔ اسم جنسی مفرد ہے جمع کو بھی شامل ہے بمعنیٰ بڑے درخت بحالتِ کسرہ ہے مِنْ سے جار مجرور معطوف ہے جبال پر۔ وَمِمَّا۔ واؤ عاطفہ مِنْ جارّہ یہ تینوں مِنْ بمعنیٰ فِیْ ہے۔ مَا اسم موصولہ یَعْرِشُوْنَ۔ باب ضَرَبَ کا۔ مضارع مثبت معروف جمع مذکر غائب ھُمْ

ضمیر جمع غائب مرجع لوگ انسان ہیں۔ عَرْشٌ سے بنا ہے بمعنیٰ چھت بنانا مضبوط۔ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا موصول کا۔ موصول صلہ مجرور۔ اور عطف ہے جِبَالِ پر۔ اور وہ متعلق ہے سب سے مل کر اِتَّخِذِیْ کا اور یہ فعل امر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ہے ثُمَّ حرفِ عطف کُلِیْ باب نَصَرَ کا امر حاضر معروف صیغہ واحد مؤنث۔ دراصل تھا اُءْکُلِیْ۔ اَکْلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ کھانا۔ نگل جانا۔ غصب کرنا۔ غیبت کرنا۔ یہاں پہلے معنیٰ میں ہے مِنْ تبعیضیہ بمعنیٰ تھوڑا تھوڑا۔ کُلِّ اسم تاکیدی مکسور ہے مِنْ جارّہ سے۔ مضاف ہے الف لام جنسی بمعنیٰ ہر ایک ثَمَرَاتِ۔ اسم جمع مکسّر۔ واحد ہے ثَمَرَۃٌ۔ بمعنیٰ پھل پھول۔ پھول ہی سے پھل بنتا ہے اس لیے مجازاً پھول کو بھی ثمرات میں بِالتَّبَع شامل مانا گیا ہے۔ ثَمَرٌ کا لغوی ترجمہ ہے نتیجہ آخری انجام۔ پھول کا آخری انجام چونکہ پھل ہے اس لیے اس کو ثمر کہا گیا۔ شہد کی مکھی حقیقتاً اور زیادہ تر پھول چوستی ہے۔ یہاں ثمرات یا اس لیے کہا گیا کہ ثمر بمعنیٰ پھول ہے یا اس لیے کہ دونوں کو چوستی ہے۔ یا اس لیے کہ پھولوں میں پھلوں کا ہی جوہر ہوتا ہے تو مسبّب بول کر سبب مراد لیا۔ مضاف الیہ ہے کُلِّ کا لہٰذا مجرور ہے۔ مرکّب مجرور ہے متعلق ہے کُلِیْ کا۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہے فَ حرفِ عطف تعقیبیہ اُسْلُکِیْ۔ باب نَصَرَ کا امر حاضر معروف صیغہ واحد مؤنث۔ سُلُوْکٌ سے بنا ہے بمعنیٰ چلنا۔ راہ پکڑنا۔ اختیار کرنا۔ عام ہے ہر طریقہ کو۔ اَنْتِ۔ ضمیر واحد مؤنث حاضر مستتر اس کا فاعل ہے سُبُلَ اسم جمع مکسّر ہے سَبِیْل کی بمعنیٰ کھلا راستہ مضاف ہے رَبِّ اسم صفاتی ہے اللہ تعالیٰ کا۔ مضاف الیہ ہے ماقبل سُبُلَ کا لہٰذا مجرور اور مضاف ہے مابعد کاف ضمیر واحد مؤنث کا جس کا مرجع نحل مونث معنوی ہے۔ یہ سب دُہرا مرکّب (دوہرا) ذوالحال ہے۔ ذُلُلاً۔ اسم مفرد نکرہ معرب بحالتِ نصب حال ہے۔ اس کی جمع ذُلُوْلٌ۔ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ ترجمہ بہت نرم کیا ہوا صفت مشبّہ بمعنیٰ اسم مفعول ہے۔ ذِلٌّ۔ ذَلُلٌ مضاف ثلاثی سے بنا ہے۔ بمعنیٰ ذلیل ہونا۔ کرنا۔ نرم ہونا کرنا۔ سمجھانا۔ بنہ بھولا ہوا ہونا۔ لازم بھی ہوتا ہے متعدّی بھی۔ ذوالحال حال مل کر مفعول فیہ ہوا۔ اُسْلُکِیْ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے کُلِیْ پر اور معطوف ہے اِتَّخِذِیْ پر۔ اور وہ سب سے مل کر مفعول بہ ہے اَوْحٰی کا۔ وہ جملہ فعلیہ ہو کر مکمّل ہوا۔ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ يَخْرُجُ۔ باب نَصَرَ کا مضارع مثبت معروف خَرُوْجٌ سے بنا ہے بمعنیٰ نکلنا۔ لازم ہے فعل ملل ہے مِنْ ابتدائے غایت کے لیے بُطُوْن جمع ہے بَطْنٌ کی بمعنیٰ پیٹ۔ ھَا۔ ضمیر واحد مؤنث غائب مرجع ہے نحل۔ یہ جملہ چونکہ علیحدہ ہے خبریہ اس لیے ھَا ضمیر غائب کی آئی۔ جب کہ پہلی عبارت میں نحل کو خطاب تھا مجرور متصل ہے مضاف الیہ ہے۔ یہ مرکّب اضافی مجرور ہے متعلق ہے يَخْرُجُ کا۔ شَرَابٌ۔ اسم حاصل مصدر بروزنِ فَعَالٌ ثلاثی مصدر ہے۔ ہر پینے کی چیز کو کہا جاتا ہے جو چبانی نہ پڑے۔ شُرْبٌ سے بنا ہے

بمعنی پینا ۔ موصوف ہے ۔ مُخْتَلِفٌ ۔ اسم فاعل واحد مذکر باب افتعال سے ہے مصدر ہے اِخْتِلَافٌ ۔ بمعنے قسم قسم کا ہونا ۔ خُلْفٌ سے بنا ہے ۔ اَلْوَانٌ ۔ جمع مکسر ہے لَوْنٌ کا بمعنی رنگ ۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مجرور متصل مضاف الیہ اَلْوَانٌ کا جنسی مرجع ہے شَرَابٌ ۔ یہ مرکب اضافی فاعل ہے مُخْتَلِفٌ کا اور وہ شبہ جملہ اسمیہ ہو کر صفت ہے شَرَابٌ کی ۔ فِیْ جارہ ظرف مکانی ۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب لفظی مرجع ہے شراب اس لیے لفظی مناسبت سے یہ ضمیر مذکر لائی گئی ۔ اور پہلے ھَا مؤنث سے جنس شراب مراد ہے ۔ یہ جار مجرور متعلق ہے پوشیدہ اسم مفعول موجودًا کا شِفَاءٌ اسم ثلاثی بروزن فِعَالٌ بمعنی علاج فائدہ ۔ لام جارہ نفع کا ۔ لِلنَّاسِ اسم جامد جنسی بمعنی آدمی یہ جار مجرور متعلق ہے شِفَاءٌ مصدر کا یہ شبہ جملہ نائب فاعل ہے موجودًا پوشیدہ کا ۔ اور وہ شبہ جملہ ہو کر حال ہے شَرَابٌ کا ۔ اور یہ سب کچھ مل کر فاعل ہے یَخْرُجُ کا اور جملہ فعلیہ مکمل ۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۔ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ یَتَوَفّٰىكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَیْ لَا یَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَیْــٴًـا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ ۔ اِنَّ حرف تحقیق فِیْ جارہ ظرفیہ ذٰلِكَ اسم اشارہ مجرور متعلق ہے موجودٌ مقدرہ کے وہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر مقدم ہوئی اِنَّ کی ان تمام جگہ خبر کو تاکید پیدا کرنے کے لیے مقدم کیا گیا ۔ لام مفتوحہ ابتدائیہ آیَۃً ۔ اسم مفرد جامد مؤنث لفظی ۔ بمعنی نشانی علامت مراد ہے نشان قدرت ۔ اسم مؤخر ہے اِنَّ کا ۔ اس لیے منصوب نکرہ ہے ۔ لام جارہ نفع کا قَوْمٍ اسم مفرد نکرہ متمکن موصوف یَتَفَكَّرُوْنَ ۔ باب تَفَعُّلٌ فعل مضارع جمع مذکر غائب ۔ تَفَكُّرٌ مصدر ہے جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہوئی موصوف صفت مجرور ہوا متعلق ہوا موجودٌ پوشیدہ کا وہ خبر مقدم ہے واؤ دوسرا جملہ ۔ اَللّٰهُ مفرد مرفوع مبتدا ہے خَلَقَ ۔ باب نَصَرَ کا ماضی مطلق مثبت معروف واحد مذکر غائب ھُوَ مستتر اس کا فاعل جس کا مرجع ہے اَللّٰهُ ۔ كُمْ ضمیر منصوب متصل اس کا مفعول بہ ہے ۔ جملہ فعلیہ ہو کر مفعول بہ ۔ ثُمَّ حرف عطف تعقیب مع تراخی کے لیے یَتَوَفّٰی ۔ باب تَفَعُّلٌ کا مضارع مثبت معروف وَفْیٌ سے بنا ہے ۔ بمعنی پورا کرنا ۔ مراد ہے زندگی پوری کرنا ۔ ھُوَ ضمیر مستتر فاعل ہے جس کا مرجع اَللّٰهُ ہے كُمْ ضمیر منصوب متصل اس کا مفعول بہ ہے ۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا ۔ معطوف علیہ معطوف خبر مبتدا ہے ۔ واؤ دوسرا جملہ ۔ ابتدائیہ ۔ یَكُوْنُ فعل تامہ مضارع پوشیدہ مقدر ہے مِنْكُمْ جار مجرور اس کے متعلق ہے جملہ فعلیہ ہو کر موصوف ہے مَنْ موصولہ کا ۔ یُرَدُّ ۔ باب نَصَرَ کا مضارع مثبت مجہول بمعنی فعل حال یا مستقبل ۔ رَدٌّ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے بمعنی لوٹایا جانا ۔ رکھا جانا ۔ چھوڑا جانا یہاں پہلے معنی میں ہے ھُوَ مستتر اس کا نائب فاعل اِلٰی جارہ انتہائیہ اَرْذَلِ ۔ اسم تفضیل مذکر رَذْلٌ سے بنا ہے بمعنی کمزور ہونا ۔ گھٹیا ہونا ۔ اشد بوڑھا ہونا ۔ مضاف ہے لام عہدی عُمُرٌ مفرد جامد بمعنی زندگی مضاف الیہ ہے ۔ مرکب اضافی مجرور اور متعلق ہوا یُرَدُّ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر معلول ہوا ۔ لِكَیْ لام حرف جر ۔ كَیْ اسم تاکیدی

سَیِّیَۃً بمعنی تک۔ اس میں اَنْ پوشیدہ ہے جس نے آئندہ (ما بعد) مضارع کو نصب دیا۔ بقاعدۂ نحویہ۔ لام کَے حرف ہے عاقبت کا۔ یا جارّہ ہے اور لام کَے اسم ناصبہ ہے۔ مدعاءِ استعمال دونوں کا تحقیق و تاکید ہے۔ یہ جار مجرور متعلق ہے یُرَدُّ کا لَا یَعْلَمَ باب سَمِعَ سے بحث فعل مضارع مثبت معروف ہے منصوب ہے لام کَے سے۔ ھُوَ ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے بَعْدَ اسم ظرف مضاف ہے عِلْمٍ۔ اسم مصدر ہے بمعنی جاننا مضاف الیہ ہے بَعْدَ کا دونوں متصل مرکب ہو کر ظرف ہے لَا یَعْلَمَ کا شَیْئًا۔ اسم مفرد جامد۔ نکرہ غیر مخصوصہ بمعنی کچھ بھی۔ بحالت نصب ہے مفعول بہ ہے لَا یَعْلَمَ کا جملہ فعلیہ ہو کر علت ہے یُرَدُّ کا۔ معلول علت سے مل کر موصول کا صلہ ہوا پھر فاعل ہوا یَکُوْنَ پوشیدہ کا وہ جملہ فعلیہ مکمل ہوا۔ اِنَّ حرفِ تحقیق اللّٰہ اسم ہے اِنَّ کا عَلِیْمٌ۔ صفتِ مشبّہ بمعنی بہت ہی اور ہمیشہ تک جاننے والا مرفوع ہے قَدِیْرٌ۔ اسم صفتِ مشبّہ مبالغہ کے لیے۔ صفتِ خصوصی ہے اللہ تعالیٰ کی۔ بحالتِ رفع ہے کیونکہ عَلِیْمٌ اور قَدِیْرٌ۔ یہ دونوں دو صفتیں ہیں اللہ کی قَدِیْرٌ سے بنا ہے۔ اسی سے ہے قَادِرٌ مگر یہ صفتِ رب تعالیٰ غیر خصوصی ہے قادرٌ اور قدیرٌ میں فرق تین طرح سے ہے۔ پہلا یہ کہ قَدِیْرٌ صرف اللہ تعالیٰ کو کہہ سکتے ہیں۔ کسی دوسرے کو نہیں کہہ سکتے قادرٌ دوسرے کو کہہ سکتے ہیں خواہ عقیدے سے خواہ حقیقت سے دوم یہ کہ۔ قادر ان کاموں کے کرنے والے با اختیار فاعل کو کہتے ہیں جو ایسے کاموں کو کرنے کا اختیار رکھتا ہو جو اور لوگ بھی کر سکتے ہوں مگر قدیر ایسے کاموں کی ہمت والا جو کوئی نہ کر سکے سوم یہ کہ قادر موجود کام انجام دینے والا۔ قدیر معدوم یا ایجاد والا کام کر سکے۔ مرفوع ہے خبر دوم ہے۔ اِنَّ کی۔ اِنَّ پورا جملہ اسمیہ خبریہ تحقیقیہ ہو کر مکمل ہوا۔

تفسیر عالمانہ وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ ثُمَّ کُلِیْ مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُکِیْ سُبُلَ رَبِّکِ ذُلُلًا یَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِہَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُہٗ فِیْہِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ بڑے جانوروں سے حیران کن قدرتِ الٰہیہ کے ذریعہ دودھ نکالنا تو سب جانتے ہیں اور دن رات اپنے ہاتھوں سے دوھتے ہیں۔ اس میں تو حکما عقلا اطبّا اور محققین نے بہت سی معلومات بھی حاصل کر لی ہیں کہ دودھ کس طرح گوبر اور خون کے درمیان سے چھن کر چلا آتا ہے اور کونسا عضوِ باطنی کونسا کام کرتا ہے۔ لیکن یا رسول اللہ آپ کے رب نے تو ایک حقیر معمولی انتہائی چھوٹے کیڑے کے ذریعے ایسا خالص شہد پیدا فرما دیا کہ آج تک کوئی بھی شہد کی لذت رنگ ڈھنگ اور تاثیر کا مقابل کسی بھی عقل و علم کے ذریعے اپنی کسی تجربہ گاہ (لیبارٹری) یا کارخانے میں پیدا نہ کر سکا۔ اس چھوٹے سے ہوائی پرندے فضائی کیڑے کا نام عربی میں نحل فارسی میں مگس اور اردو میں شہد کی مکھی انگریزی میں۔ بی (BEE) پنجابی میں ماکھیوں ہے۔ اے نبی آپ کے رب نے

شہد کی مکھی کی طرف وحی الہامی فرمائی یعنی ہزاروں سال پہلے سے مدرسۂ قدرت میں اس پرندے کو تعلیم دی کہ تو پہاڑوں کی اونچی چٹانوں پر درختوں کی اونچی شاخوں انگور وغیرہ بیلوں کی اونچی ٹہنیوں پر۔ اور انسانی گھروں کے اونچے شہتیروں پر اپنے اپنے چھتے اور شاندار قسم کے چھپر کورکسے بنا پھر اس کے بعد ہر دور دراز کے باغ۔ چمن۔ اور جنگلات ہر قسم کے پھلوں سے اپنی غذا کھا۔ اور پیٹ بھر کر اپنے رب تعالیٰ کے فضائی راستوں پر واپس اپنے گھر کو اڑتی چلی آ۔ عاجزی انکساری کے ساتھ آتے جاتے کسی کو ڈنک کے ذریعے ایذا نہ پہنچا۔ اے پیارے نبی معلوم ہے کہ اس ساری کارروائی کے بعد اور نحل کو ہمارے سکھانے پڑھانے اور الہامی وحی پر عمل کرنے کے بعد کیا ہوتا ہے۔ یَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا۔ ان تمام نحل کے پیٹوں سے ایسا کمال پتلا شیرا نکلتا ہے جن کی سب کی لذت جسمانیت اور مٹھاس اگرچہ ایک جیسی اور برابر ہوتی مگر ان کے رنگ مختلف ہیں کہ بڑی مکھی کا شہد پیلے رنگ کا چھوٹی کا سرخ رنگ کا پھول چوسنے والی کا شہد سفید رنگ کا اور انسانی مٹھائی شکر کھانے والی کے شہد کا ہرائی مائل سرخ سا۔ پھر اس شہد میں صرف میٹھی لذت ہی نہیں بلکہ تمام دنیا کے مختلف مزاجوں طبیعتوں والے انسانوں کی تمام مختلف بیماریوں کے لیے بہترین شفا بھی ہے۔ لفظ وحی لغوی اور اصطلاحی اعتبار سے قرآن مجید میں کل اٹھتّر جگہ ارشاد ہوا ہے اس لحاظ سے وحی چودہ ۱۴ قسم کی ہوتی ہے۔

ع۱ وحی کلامی ع۲ وحی جلی ع۳ وحی خفی ع۴ وحی منامی ع۵ وحی بالواسطہ ع۶ وحی بلاواسطہ ع۷ وحی نفسی ع۸ وحی حقیقی ع۹ وحی معنوی ع۱۰ وحی کشفی ع۱۱ وحی الہامی ع۱۲ وحی قلبی ع۱۳ وحی روحی ع۱۴ وحی صوتی۔ ان تمام مندرجہ بالا اقسام کو رب تعالیٰ کی طرف نسبت کیا جاتا ہے۔ لیکن سورت انعام آیت ۱۱۲ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ وحی کا لغوی معنیٰ ہے اشارۃً کسی کو بات سمجھانا یا بتانا یا حکم دینا۔ اس معنیٰ سے قرآن مجید نے حضرت ذکریا علیہ السلام کے ایک فرمان کو وحی فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہے فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّ عَشِيًّا (سورۃ مریم آیت ۱۱)

وحی کا اصطلاحی معنیٰ ہے۔ دل میں بات ڈالنی اگر اللہ کی طرف سے ہو تو اس کو القاءِ الہامی کہا جاتا ہے اور یہ ہمیشہ اچھی بات اور اچھے کام کا ہوتا ہے۔ یہ القا۔ انبیاءِ کرام اولیاءِ عظام علما صلحا بلکہ فجار فساق اور کفار کو بھی رب تعالیٰ ہی کی طرف سے درجہ بدرجہ حیثیت کے مطابق ہوتا ہے۔ دنیا میں جو انسان بھی کوئی دینی دنیوی فلاح و بہبود اور اچھی مفید ایجادات کے کام کر رہا ہے وہ سب رب تعالیٰ ہی کی ہدایت باطنی کے القا کی وجہ سے ہے یہ سب علوم و ہنر و عقلیات رب کریم نے ہی بلا امتیاز سب مخلوق کو تعلیم فرمائی اسی تعلیم سری کا نام وحی ربانی الہام رحمانی ہے۔ اس طرح کی وحی اور الہام انسانوں کے علاوہ

جانوروں کیڑے مکوڑوں چیونٹیوں ۔ پرندوں درندوں کو بھی اِلقاء فرمائے گئے اسی اِلہامِ ربّانی کی تعلیم سے چڑیاں اور مکڑیاں کیسے کیسے عجیب حیران کُن گھونسلے اور جالے اور مٹی کے گھروندے بنالیتی ہیں اسی ضمن میں یہاں شہد کی مکھی کو وحی اور الہام کا خصوصیت سے اس لیے ذکر فرمایا گیا کہ نحل کی کارکردگی سے رب تعالیٰ کی ایک عجیب نعمت انسانوں کو ملتی ہے اور جو وحی انبیاء علیہم السّلام کی طرف ہوتی ہے اُس کی نوعِ پہلی اقسام مندرجہ بالا ہیں۔ جو وحی اولیاء اللّٰہ کو ہوتی ہے اس کی تین قسمیں ہیں وحی کشفی۔ قلبی ۔ اِلہامی اگر القا بُری باتوں کا ہو تو اس کو وسوسہ کہا جاتا ہے یُوحِیۡ بَعۡضُهُمۡ میں اسی کا ذکر ہے۔ انبیاءِ کرام اور بعض اولیاء اللّٰہ کے الہامات دل کی ایک اونچی آواز کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں بعض دفعہ فضاؤں سے غیبی آواز آتی سنائی دیتی ہے۔ نبی اور غیر نبی کی وحی میں چھ طریقے سے فرق ہوتا ہے ۱ انبیاء علیہم السلام کو وحی الٰہی کا یقین ہوتا ہے۔ ۲ وحی لانے والا انبیاء سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا ۳ نبی کی خواب بھی جاگنے کی مثل ہے ۴ انبیاء کو ہر وحی کی باقاعدہ آواز آتی ہے صرف القا نہیں ہوتا۔ ۵ نبی علیہ السلام کو تمام وحی عالمِ ارواح میں بتائی پڑھائی جاتی ہے ۶ انبیاء کی وحی خفی کا کسی کو پتہ نہیں لگ سکتا نہ فرشتے کو۔ جن و انس کو ملائکہ کو جو وحی ہوتی ہے وہ بھی صوتی ہوتی ہے نہ کہ القائی جو وحی تمام روحوں کو عالمِ ارواح میں کی گئی خواہ ارواحِ انبیاء کو یا عام روحوں کو اس کو وحی روحی کہا جاتا ہے۔ اسی وحی کا ذکر وَاَوۡحَیۡ اِلٰۤی اُمِّ مُوۡسٰی والی آیت میں ہے۔ نومولود انسانی حیوانی بچوں کو دودھ چوسنے کا طریقہ اور تمام حیوانات پرند چرند و درند کو پرورش اولاد نیز رہائش کی تمام کارکردگی کا سارا طریقہ رب تعالیٰ کی طرف سے اسی وحی الہامی کی القا پر ہوتا ہے۔ شہد کی مکھی جو ہزاروں سال سے ایک ہی طریقے پر اپنی پوری عملی زندگی گزار رہی ہے اس کے تمام کام ہی عجیب حیران کُن ہیں نحل کا پہلا کام اپنا گھر بنانا ہے۔ اللّٰہ اکبر کیا قدرت کی کاریگری ہے کہ تقریباً ایک لاکھ نحل کا ایک گروہ ہوتا ہے اور تقریباً چھ دن میں ہزارہا۔ ایک جیسے برابر خانے مسدس شکل کے بنا دیتی ہیں ایک ملکہ اور ایک ہی اس کا خاوند ہوتا ہے باقی سب مکھیاں بغیر خاوند لاولد ہوتی ہیں۔ محل نما چھتہ گیارہ کمروں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ۱ ملکہ کی رہائش کا ۲ ایک خاوند کے ساتھ شب باشی کا ۳ ایک کمرہ انڈے دینے کا ۴ اور ایک انڈے سینے کا ۵ ایک کمرہ بچے رہنے کا ۶ ایک کمرہ خاوند کے لیے ۷ ایک ملکہ کا خصوصی عملہ رہنے کے لیے۔ ۸ ایک شہد کا خام ذخیرہ کرنے کے لیے ۹ اور موم خانہ ۱۰ ایک شہد جمع کرنے کے لیے ۱۱ ملکہ کی خوراک کے لیے۔ یہ چھوٹے مسدس خانے بچوں کی پرورش اور حفاظت کے لیے اس میں سب میں بچے بھرے ہوتے ہیں تمام نحل گیارہ حصوں میں تقسیم ہوتے ہیں ۱ ایک گروہ چھتہ بنانے والا۔ یعنی

معمار مستری ۲ مزدور پارٹی ۳ چوکیدار گروہ ۴ ملکہ کی حفاظتی گروہ ۵ انڈوں کی حفاظتی جماعت ۶ تمام چھتہ کی صفائی کرنے والا گروہ ۷ مجرم مکھی کو گرفتار اور سزا دینے والا گروہ۔ مجرم مکھی وہ ہے جو وقتِ مقررہ سے دیر سے آئے یا کسی اور کے چھتے میں غلطی سے چلی جائے وہاں سے اگر جان بچا سکے اور اپنے گھر میں آئے تو یہاں بھی جان کی خیر نہیں ہوتی ۸ ذخیرۂ شہد کی حفاظتی جماعت ۱۰ ان گروہوں کی خوراک لانے والا گروہ ۱۰ صحافی گروہ یعنی نزدیکی پھولوں کی خبریں لانے والا گروہ۔ ۱۱ سب سے بڑا گروہ پھولوں کا رس چوسنے والا ہوتا ہے۔ یہ اپنا پیٹ بھرنے کے بعد پھر پھولوں کے رس چوستا ہے ہر گروہ کی مکھی کی خوراک و غذا سے وہی چیز بنتی ہے جو اُس کی ذمہ داری ہو۔ معمار مکھی کے مُنہ سے چھتہ بننے کے اجزا اور موم والے گروہ سے موم اور شہد والے گروہ سے شہد اور اُس کی خوراک سے بُرا زا اور جسمانی توانائی اور ڈنگ کا زہر بنتا ہے۔ عجیب کرشمہ ہے کہ ایک ہی پھول کا ایک ہی پیٹ میں شہد بھی بن رہا ہے زہر بھی اور گندگی بھی۔ نحل مکھی صرف پھولوں پتوں کو چوستی ہے پھلوں کو نہیں چوس سکتی کہ پھل کا چھلکا سخت ہوتا ہے۔ اور چونکہ پھول سے ہی آخر میں پھل بن جاتا ہے اس لیے پھولوں کو ثمرات کہا گیا شہد کی مکھی چار قسم کی ہوتی ہے ۱ چھوٹی مکھی ۲ بڑی مکھی ۳ پہاڑی اور جنگلی مکھی ۴ آبادی والی مکھی۔ ہر قسم اپنے ہی علاقے میں چھتہ بناتی ہے۔ اسی لیے آیتِ پاک میں چھتہ بنانے کے لیے چار جگہوں کا ذکر ہوا۔ ۱ پہاڑ ۲ درخت ۳ بیلیں ۴ اور انسانی گھر۔ اگرچہ پھول رنگ مزے اور تاثیر میں مختلف ہیں مگر ایک چھتہ کا پورا شہد ایک ہی رنگ کا ہوتا ہے نیز شہد خانہ ایسا مضبوط اور محفوظ ہوتا ہے کہ آندھی طوفان بارش وغیرہ میں نہ دھول مٹی اندر جائے نہ بارش اولہ۔ پھول چوسنے کے لیے یہ مکھی تین تین میل دور نکل جاتی ہے مگر راستہ نہیں بھولتی وقتِ مقررہ پر گھر آتی ہے۔ تمام عملے کے لیے آنے جانے کا وقت اور ڈیوٹی مقرر کرنا ملکہ کا کام ہے۔ شہد کے رنگ اگرچہ چار قسم کے مختلف ہیں مگر مزہ سب کا ایک طرح کی مٹھاس ہے۔ اور تاثیر بھی سب شہدوں کی ایک جیسی ہے۔ علاقہ کھلا میدان ہو یا پہاڑی گھنا کھیت ہو یا جنگل۔ نحل کے لیے سب راستے ذُلُلً یعنی آسان اور جانے پہچانے ہوتے ہیں۔ گویا وہ رب کے سامنے عاجز مسکین کہ راستے میں کسی کو تکلیف اور ایذا نہیں دیتی نہ اس کو ان راستوں میں تکبرانہ غصہ آتا ہے۔ جیسا کہ اس کے علاوہ بھڑ۔ بھونڈ۔ اور بوریا۔ بلاوجہ ڈنگ مار دیتی ہیں یہ ایسا نہیں کرتی حالانکہ اس کا زہر بھڑ وغیرہ سے آٹھ گنا زیادہ تیز ہوتا ہے اور بڑی نحل کے کاٹنے سے انسان مر بھی جاتا ہے۔ اسی عاجزی کے بدلے میں تمام راستوں کو اس کے لیے عاجز اور مسخر کر دیا گیا۔ مفسرین نے ذُلُلاً کی یہ دونوں تفسیریں کی ہیں۔ اللہ

رب کریم کا مزید کرم ہے کہ ایک شہد میں ہزار قسم کی بیماریوں کی شفا ہے۔ اور پھر یہ شہد ہزارہا سال سے دنیا کے ہر سرد گرم خطے میں انسانوں حیوانوں کی خوراک دوائیوں میں استعمال ہو رہا ہے۔ اور اتنی کثرت سے پیدا ہوتا ہے کہ جن علاقوں میں پہلے وقتوں میں گنا۔ یا شکر نہ ہوتی تھی وہاں ہر مٹھائی اور شربت کے لیے یہی شہد استعمال ہوتا تھا۔ کیا انسان ان عجائباتِ خدا تعالیٰ میں غور نہیں کرتا اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ۔ بیشک اُس نحل اور اُس کی کارکردگی اتباع فرماں برداری اور ہماری وحی پر ہزاروں سال سے آج تک ہر نئی مکھی کا مسلسل ایک جیسا کام اور عمل اور ایک ہی ننھے سے پیٹ میں فضلہ۔ زہر اور میٹھا شہد ہے اور ایک صحیح روایت کے مطابق ہر مکھی درود شریف پڑھتی جاتی آتی ہے اس لیے پھولوں کا کڑوا رس میٹھا شہد بن جاتا ہے اِن سب باتوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرتِ عجیبہ بہت اعلیٰ نشانی ہے۔ لیکن اُن لوگوں کے لیے جو رب تعالیٰ کے پیارے بندے ان چیزوں میں ایمانی عرفانی غور فکر کرتے رہتے ہیں وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ یَتَوَفّٰىكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَیْ لَا یَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَیْــٴًـا اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ۔ اے انسانو قدرتِ الٰہیہ کی اتنی بڑی بڑی اور چھوٹی چھوٹی صنعتیں نعمتیں دیکھنے اور پا لینے کے بعد ذرا اپنی حالت پر بھی غور کرو کہ کس حقیر نطفے سے تم کو اللہ نے پیدا کیا پھر مضغہ علقہ اور حمل بنانے کے بعد پہلے بچہ پھر نابالغ پھر نوجوان پھر جوان شاب پھر بوڑھا شیخ پھر کہول پھر شیوخ پھر ھَرِم۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر ایک کو بوڑھا کر کے مارا جائے بلکہ اللہ قادر و قیوم جس وقت چاہتا ہے جس کو تم میں سے وفات دے دیتا ہے۔ اور تم میں بہت سے وہ لوگ بھی ہیں جو عمر کی انتہائی کمزور ذلیل اور بے بسی بے کسی کی بچوں جیسی حالت کی طرف لوٹائے جاتے ہیں تاکہ اپنی جوانی کے سارے سیکھے ہوئے علوم و فنون شہ زوری و سپہ گری و فنون دانی کے بعد پھر کچھ بھی نہ جانیں اور پھر جاہل کے جاہل رہ جائیں یہ سب کچھ قادرِ مطلق کے حکم وارادے سے ہو رہا ہے بیشک اللہ جاننے والا ہے کہ کس کو کتنی عمر دی جانی چاہیے۔ اور پوری طرح ہر وقت قدرت و طاقت والا ہے چاہے تو شہ زور پہلوان کو عین بھرپور جوانی میں موت دے دے اور بوڑھے کھوسٹ شیخ فانی کو جو بستر پر کروٹ بدلنے میں بھی کسی سہارے کا محتاج ہو اس کو زندہ رکھے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ انسانی زندگی آٹھ عمروں میں تقسیم ہوتی ہے۔

۱ حمل کی زندگی چھ ماہ سے دو سال تک ۲ شیر خوارگی دو سال ۳ نابالغی بارہ سال یا نو سال تک ۴ نوجوانی ۳۵ سال تک بوڑھا شیخ ساٹھ سال تک ۵ کہولت ستر سال تک ۶ شیخ عمر نوّے سال تک ۷ شیخ فانی نوّے کے بعد شروع۔ ارذل عمر سو سال اور اس سے آگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

اسی عمر سے رب کی پناہ مانگتے تھے۔ آپ کے دعائیہ الفاظ اس طرح ہیں اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ سُوْءِ الْعُمُرِ۔ وَمِنْ اَنْ اُرَدَّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو روزانہ تا عمر قرآن مجید کی تلاوت کرتا رہے اُس کو رب تعالیٰ ارذل عمر نہیں دے گا۔ دھریہ کفار کہتے ہیں کہ عالم میں جو کچھ ہو رہا ہے خود بخود مادّے اور طبیعت کی بنا پر ہو رہا ہے اس طرح کہ انسان بنا ہے۔ مادّہ منویہ اور خون سے ان دونوں کی طبیعت گرم اور تر ہے ان ہی سے ہڈی پٹھے گوشت پوست بنتا ہے۔ جب تک بدن کی رطوبت بدنی حرارت پر غالب رہتی ہے بدن کے اندرونی بیرونی اعضا بڑھتے رہتے ہیں۔ اسی کو جوانی اور بچپن کا نام دیا جاتا ہے عمر کے پینتیس ۳۵ سال اسی طرح گزرتے ہیں پھر اس عمر کے بعد چالیسویں سال رطوبت و حرارت کی دونوں قوتیں برابر ہو جاتی ہیں اور بدن کی نشو و نما ٹھہر جاتی ہے۔ پھر رطوبت گھٹتی جاتی ہے مگر بہت خفیف اس کا نام کہولت ہے۔ یہ ساٹھ سال عمر سے ستر سال تک رہتی ہے۔ پھر یہ رطوبت تیزی کے ساتھ ظاہر ظہور گھٹتی ہے اسی کو شیخ فانی اور ارذل عمر کہا جاتا ہے یہ کیفیت ایک سو بیس سال کی عمر تک ہوتی ہے پس یہی عقلیات و تخیلات ہیں جن کی بنا پر یہ احمق لوگ ذات باری تعالیٰ کے منکر ہوئے پھرتے ہیں۔ حالانکہ اگر یہ تحقیق درست بھی ہو تب بھی پوچھا جا سکتا ہے کہ یہ چیزیں تو مادے اور طبیعت سے بنتی چلی جاتی ہیں مگر مادّہ اور طبیعت کس نے پیدا کیا۔ اس میں شعور تو نہیں ہے۔ اور پھر موت و زندگی کی یہ کیفیت مختلفہ کیونکہ اگر رطوبت ہی پر زندگانی کا دار و مدار ہو تو جوانی میں موت کیوں آتی ہے۔ یہاں کس احسن طریقے سے دھریت کی اس دلیل کو توڑا گیا ہے۔ ایک چھوٹے سے جملے نے پوری کفر کی دنیا کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔

فائدے

ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ ۔ اللہ کی بارگاہ میں وہ انسان بہت ہی قابلِ قدر ہے اور معزز ہے جو اپنے وجود سے دوسروں کو فائدہ پہنچائے دیکھو دنیا میں بیشمار کیڑے مکوڑے مکھیاں مچھر ہیں بھڑیں۔ بھونڈ۔ اور ڈیمو ہیں مگر رب تعالیٰ نے اپنے قرآن مجید میں کسی کا تذکرہ اور تعلیم الٰہی کا ذکر نہیں فرمایا یہ امتیازی خصوصیت کیڑوں میں صرف شہد کی مکھی کو نصیب ہوئی۔ اس لیے کہ اُس کے وجود سے مخلوقِ الٰہیہ خاص کر انسانوں کو کثیر فوائد ہیں۔ اسی بنا پر خود رب نے اُس کو وحی تعلیم فرمائی حالانکہ یہ دنیوی حقیر فانی فائدہ ہے۔ تو سمجھ لو کہ جس کے وجود سے اہل دنیا کو علم عقل اور معرفتِ الٰہیہ شریعت طریقت اور فہم قرآن و حدیث کا فائدہ پہنچتا ہو اس کا درجہ اور فضیلت بھی باقی مخلوق سے زیادہ ہے۔ اور ایسے ایمان والوں کو بھی خود رب تعالیٰ ہی سکھاتا پڑھاتا ہے۔ اور اسرارِ خفی کے پیغام پہنچاتا ہے۔ اسی لیے علما اور اولیا صوفیا کا مقام دوسروں سے بلند و بالا ہے۔ یہ فائدہ وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ۔ فرمانے سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ** ۔ دنیا کے تمام علوم کو فنا ہے

اور انسان دینوی علوم بڑھاپے میں بھول جاتا ہے۔ مگر جو علم رب تعالیٰ خود بندے کو عطا فرمائے وہ کبھی کسی عمر میں بھی بندے کو نہیں بھولتا نہ وہ علم فنا ہو سکے۔ لہٰذا علم نبوت اور اس کے وسیلے سے علم ولایت کبھی عمر میں فنا اور ختم نہیں ہوتا۔ انبیاء کرام کا علم رب تعالیٰ کے پڑھانے عطا فرمانے سے سدا بہار ہے اور اولیاء اللہ کا علم انبیاء کرام کے پڑھانے سے دائمی ہے یہ فائدہ وَاَوْحٰی رَبُّکَ سے حاصل ہوا دیکھو شہد کی مکھی بوڑھی ہونے تک رب تعالیٰ کے دیئے ہوئے اس الہامی علم کو نہیں بھولتی۔ اگرچہ بڑھاپے کی وجہ سے اس کے اندر پیٹ سے نکلے ہوئے شہد کا رنگ تیز سرخ ہو جاتا ہے۔ حکما اور طبیب حضرات فرماتے ہیں کہ جوان مکھی کا شہد سفید ادھیڑ عمر کا شہد پیلا اور بوڑھی کا شہد سرخ رنگ کا ہوتا ہے۔ ہر مکھی تین دفعہ ہی شہد بناتی ہے پھر مر جاتی ہے۔ نیز ایک چھتے کی سب مکھیاں تین دن میں پیدا ہوتی ہیں سب ساتھ ہی جوان اور ساتھ ہی ادھیڑ اور ساتھ ہی بوڑھی ہوتی ہیں اور آخری شہد بنا کر تین چار دن میں ہی مر جاتی ہے تجربہ کار لوگوں نے ایک ہی چھتے کا تین مرتبہ مختلف سفید پیلا سرخ رنگ دیکھ کر ہی یہ فیصلہ کیا ہے۔ کئی علاقوں کی مکھیوں کے شہد ہلکا سبزا اور تیز سیاہ بھی دیکھا گیا۔ مگر شاذ و نادر۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تیز پیلا سبزی مائل اور تیز سرخ چیز سیاہی مائل ہو جاتی ہے۔ بہر کیف اصلاً شہد کے تین ہی رنگ مشہور اور عام دستیاب ہیں۔ مگر یہ تبدیلیٔ رنگ مختلف پھولوں کی بنا پر نہیں بلکہ مکھی کی عمر کی بنا پر ہوتا ہے۔ تیسرا فائدہ۔ یہ آیت اور نحل کے شہد کا تذکرہ قیامت کی زندگی پر مضبوط دلیل ہے۔ وہ اس طرح کہ جو قادر و قیوم اللہ۔ مختلف پھولوں کے پھیکے رس کو جمع کر کے ایک عجیب لذت کا شہد بنا سکتا ہے وہ مولیٰ تعالیٰ انسان کی بکھری ہڈیوں کو خاک راکھ بنائے ہوئے انسانی جسم کو جمع کر کے پہلے جیسا انسان بھی بنا سکتا ہے یہ فائدہ شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ۔ نیک متقی بندوں کے کام رب تعالیٰ کے ہی کام ہیں اس لیے کہ وہ بندے رب کی قوت رب کے حکم سے ہی کرتے ہیں یہ فائدہ ثُمَّ یَتَوَفّٰکُمْ فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ دنیا میں کوئی ایسا جانور نہیں ہے جو خود تو حرام ہو۔ شریعت میں اس کا کھانا حرام ہو۔ مگر اس کے جسم سے نکلی ہوئی چیز حلال ہو۔ سوائے شہد کی مکھی کے۔ کہ خود شہد کی مکھی کو کھانا حرام مگر اس کے پیٹ سے نکلا ہوا شہد کھانا حلال و جائز ہے۔ یہ حیرت انگیز قانون کسی اور جانور میں نہیں ہے۔ یہ مسئلہ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا کہ صرف اس کے پیٹ کا شہد حلال ہے۔ دوسرا مسئلہ۔ جو جانور حرام ہیں ان کی ہر چیز یہاں تک کہ دودھ۔ تھوک پسینہ بھی حرام ہے۔ اور جو جانور حلال ہیں ان کے دودھ پسینے تھوک بھی حلال اور پاک ہیں طیب

اور طاہر ہاں البتہ حلال جانور کی بھی قے۔ اور بول براز حرام ہے۔ یعنی کسی جانور کی بھی کھائی ہوئی غذا پیٹ میں پہنچنے کے بعد قے کے ذریعے خواہ خود قے کرے یا ہو جائے۔ حرام ہے اسی طرح پچھلے راستے سے نکلنے پر بھی حرام ہے بول بن کر نکلے یا براز فضلہ یا بالغیر ہضم ثابت ہی نکل آئے۔ تمام ائمہ مجتہدین اور فقہا کا اس میں اتفاق ہے۔ نیز محققین کا اس میں اختلاف ہے کہ شہد کی مکھی شہد کو قے کے طریقے سے نکالتی ہے یا انڈے کی مثل پچھلے راستے سے اکثریت اس پر ہے کہ قے کے طریقے سے منہ کے راستے نکالتی ہے۔ کچھ کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ پچھلے راستے سے۔ واللہ اعلم۔ یہ تمام مسئلے فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ فرمانے سے مستنبط ہوئے **تیسرا مسئلہ**۔ جب شہد کی مکھی کی قے یا براز حلال طیب ہوا بلکہ شفاء بیماری بن گیا تو انبیاء کرام کے بول و براز بھی گندگی نہیں بلکہ طیب طاہر اور پاک ہیں۔ اس لیے کہ بہر حال نبوت کی شان مکھی سے کروڑوں درجے زیادہ ہیں۔ کسی کپڑے پر شہید کا خون لگ جائے تو کپڑا ناپاک نہیں ہوتا۔ تو کسی نبی علیہ السلام کا خون۔ بول۔ براز لگ جائے تو بھی ناپاک نہیں ہوگا۔ بلکہ یہ سب چیزیں حلال بھی رہیں گی۔ یہ مسئلہ بھی فِيهِ شِفَاءٌ (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا۔ **چوتھا مسئلہ**۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک شہد کی مکھی کی تجارت جائز ہے۔ جب کہ دوسرے کسی کیڑے مکوڑے سانپ بچھو کی تجارت حرام ہے۔ دیگر ائمہ ثلاثہ کے نزدیک شہد کی مکھی کو بھی بیچنا خریدنا اور اس بیوپار۔ کاروبار کی قیمت کھانا پینا منع ہے۔ یہ مسئلہ اَنِ اتَّخِذِي (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا۔ کہ جب اس کو ہر جگہ گھر بنانا جائز ہوا رب تعالیٰ کی طرف سے اس کو کھلی اجازت ہے۔ تو اس کے لیے گھر بنوانا اور یہ کاروبار بھی جائز ہوا۔

پانچواں مسئلہ۔ شہد کی مکھی کو مارنا قتل کرنا۔ اور اس کے آباد گھر توڑنے ناجائز ہیں۔ یہ مسئلہ ثُمَّ كُلِي مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ سے مستنبط ہوا۔ کہ یہ ہر جگہ جا کر سب کچھ کھا سکتی ہے۔ اللہ کی بھیجی ہوئی مہمان ہے۔ چھتے میں اللہ تعالیٰ کا کام کر رہی ہے۔ اس کو قتل کرنے والا ظالم ہوگا۔ اور ظلم حرام ہے نیز اسی طرح جو انسان بھی کسی وقت اللہ کے کام میں لگا ہو اللہ کے قرآنی یا حدیثی حکم سے۔ اس کو ستانا بھی ناجائز ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض پڑتے رہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا اِتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا حالانکہ چاہیے تھا کہ فِي الْجِبَالِ ہوتا۔ تینوں جگہ مِنْ کے بجائے فِي ہونا چاہیے تھا۔ کیونکہ یہاں ظرفیت فِي سے بنتی ہے۔ **جواب**۔ یہاں مِنْ بعضیت کو بتانے آیا ہے یعنی تمام پہاڑوں پر یا پہاڑ کی تمام جگہوں پر بکھر کر

گھر نہیں بنانا۔ پہاڑ کی بعض مخصوص و محفوظ جگہ پر بنانا ہے۔ اسی طرح کسی باغ کے بڑے درخت کی اونچی اور بڑی شاخ پر گھر بناؤ۔ یہی حکم گھروں میں چھتہ بنانے کا ہے۔ للہٰذا مِنْ کہنا ہی مناسب ہے۔ فِیْ کہنا درست نہیں۔ اس لیے کہ فِیْ سے صرف ظرفیت ہی ثابت ہوتی جس سے بلندی ثابت نہیں ہوتی بلکہ اگر کبھی فِیْ بول کر بلندی مراد لی جائے تو فِیْ بمعنی عَلٰی کہنا پڑتا ہے۔

دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ اس میں لوگوں کے لیے شفاء ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر انسان کی ہر بیماری کے لیے شہد میں شفاء ہے۔ حالانکہ صفرائی بیماری اور پتے کے ہیجان کی بیماری میں شہد سخت نقصان دہ ہے۔ اسی طرح پیچش اور دست کی بیماری میں شہد کھانے سے بیماری زیادہ ہوجاتی ہے تو یہ کیونکر درست ہوا۔ جواب۔ تفسیر کبیر نے جواب دیا کہ یہاں مراد انسان کی وہ چھوٹی موٹی بیماریاں ہیں جو اکثر موسمیات کی تبدیلیوں سے پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ مثلاً جاڑا بخار نزلہ کھانسی خشک و تر۔ دمہ وغیرہ۔ تمام بیماریاں یا امراض پیچیدہ مراد نہیں۔ لیکن حضرت حکیم الامت فرماتے تھے کہ بیمار میں اگر ذرا صبر ہو اور ڈاکٹر۔ حکیم حاذق ہو۔ تو شہد بہت سے خصوصی اور پیچیدہ امراض میں بھی شفا ہے۔ بلکہ بہت سی گولیوں۔ دوائیوں۔ معجونوں میں شہد ہی استعمال کیا جاتا ہے۔ تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ (الخ) اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ہر انسان پر مسلم غیر مسلم۔ نیک و بد۔ عابد پر۔ ایسا وقت آسکتا ہے۔ حالانکہ احادیث میں حضرت ابن عباس اور حضرت عکرمہ کا قول منقول ہے کہ متقی عابد زاہد۔ ہر روز تلاوت کرنے والے ارذل عمر میں صحت عقل میں رہتا ہے۔ جواب۔ اگرچہ مفسرین اس کے بارے میں بھی چند اقوال بیان کرتے ہیں مگر زیادہ صحیح یہ ہے کہ متقی انسان کو رب تعالیٰ۔ بڑھاپے کی ارذل عمر میں کم عقلی میں مبتلا نہیں فرماتا۔ چنانچہ قرآن مجید نے بھی ارشاد فرمایا ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (الخ) ہاں البتہ فاسق فاجر بدکردار مسلمانوں کو بھی ارذل عمر کی دیوانگی اور جہالت پہنچ سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔ حضرت والد محترم حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بڑھاپے کا سٹھیایا ہوا اپنے دین و ایمان سے بھی کئی دفعہ ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

تفسیر صوفیانہ وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۔ اے قلوب عرش کے محبوب تیرے رب نے ازواج نحل کی طرف وحی فرمائی کہ دماغ انسانی کی چٹانوں غاروں تصورات

کی اونچی چوٹیوں میں خلوت خانۂ اسرار بنالے اور اعضاء جسم کے شجرات اور خواہشاتِ نفس کے جنگلات میں بھی بیعتِ حیات قائم فرما۔ اور عقل کے خانوں میں بھی تسلط قائم فرما۔ پھر چمنِ قرآن کے سدا بہار پھولوں اور احادیثِ طیبات کے غنچوں پر کُن کے چھتوں سے۔ قالوا بلی کے پودوں پر اُڑ کر توحید کے باغوں میں۔ ارواحِ شہد کی مکھیاں آئیں تاکہ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کی شاخوں سے معرفت کے پھل محبتِ الٰہی کے پھول یا ذکرُ اللہ کے شگوفوں سے خلوصِ عبادت کا رس چوس لیں۔ امید وصل کی کلیوں سے لذتِ عشق کا طعام نور حاصل کرلیں۔ اور مقامِ قدس میں اپنا گھر بنائیں۔ اور درگاہِ علو کے صراطِ قرب اور سُبلِ مشاہدات سے گزر کر وصل کی منزل کی طرف چلے۔ اور ہمتِ عالیہ کے بطن سے۔ يَخْرُجُ مِنْ بُطُونِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۔ حضوری درگاہ کا جو شہدِ خلوص نکلتا ہے۔ اُس کو مظہرِ قضاؤ قدر کے ہاتھوں سے مقامِ علیا پر دماغ ناسوتی کے خانوں کو فہم وادراک۔ علم وعرفان کے مختلف رنگ والے شہد سے بھر دے۔ شاہکارِ قدرت کے اِس شہدِ امرِ نہی میں نفسِ انسانی کے ہزار ہا امراضِ فنا کے لیے شفاءِ بقا ہے۔ اللہ تعالیٰ ربِّ کائنات نے نحلِ روح کو وحی کی کہ جسم انسانی حجرِ نفس شجرِ قلب۔ عرشوں کے پہروں میں۔ نہایت عاجزی وذلت سے راہِ طریقت پر چلے۔ شریعت کے پھل کھلائے اور انوارِ حقیقت کے غنچوں کا فائدہ حاصل کرے۔ بیشک اِن روحوں اور اعمالِ روحانی میں۔ فطرتِ قدیمی کی بڑی نشانی ہے۔ فکرِ باطنی اور تدبرِ سرّی اور عقلِ یزدانی والوں کے لیے۔ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفَّاكُمْ وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ قَدِيرٌ ۔ عقولِ جسمانی اور دانشِ طغیانی۔ تم سب کو حیاتِ قلبی سے اللہ نے پیدا فرمایا پھر نفسِ امارہ کی موت سے تم کو وفات دے گا۔ اور تم میں سے کثیر وہ ہیں جو طبیعتِ رذیلہ کی طرف پھیرے جائیں گے تاکہ علمِ معرفت اور نورِ ایمانی کے بعد پھر ظلمتِ جہالت میں ایسے گر پڑیں کہ فکر وتدبر۔ بصارتِ قلبی۔ بصیرتِ ذہنی کچھ بھی باقی نہ رہے۔ بیشک اللہ ہی کی ذاتِ اقدس ہے جو ازل سے ابد تک ہر شقی وسعید۔ مخلص ومرتد مغرور ومقہور کو جاننے والا ہے۔ اور ہر فیصلۂ خفی وجلی پر قادر ہے۔ دنیوی زندگی میں نزولِ بلا ومصیبت ہلاکت کے لیے نہیں بلکہ امتحان کے لیے ہوتا ہے یہ جہان امتحان گاہِ ربانی ہے یہاں کی ہر چیز امتحان ہے۔ موت وحیات وفات ولقا۔ چھوٹی اور لمبی عمریں بچپن جوانی بڑھاپا۔ غیر محرم پر نگاہ پڑ جائے تو نگاہ بند کرلے تاکہ ثواب پائے۔ بدترین وہ ہے جو توبہ کی اُمید پر گناہ اور زندگی کی اُمید پر توبہ کرتا ہے جب تک نظرِ اُٹھے تو پاک ہے۔ خوش قسمت وہ ہے جس کی زبان ذاکر۔ دل شاکر اور عقل فرماں بردار ہو۔ صوفیائے کرام فرماتے

ہیں کہ رب تعالیٰ نے انسان کو دو نعمتیں عطا فرمائیں۔ ۱ عقل ۲ علم۔ لیکن جب لمبی عمر ہو جائے تو علم ختم ہو جاتا ہے اور اگر لمبی خواہشات ہو جائیں تو عقل ختم ہو جاتی ہے۔ بے عملی روحانی موت ہے۔ جس طرح مردہ جسم بے فائدہ ہوتا ہے اسی طرح بے عمل عالم بے فائدہ ہے۔ بلکہ بے عمل عالم مثل پارس کے ہے جو دوسرے پتھر کو سونا بنا دیتا ہے مگر خود پتھر ہی رہتا ہے۔ ظاہر باطن کا نمونہ ہے اجسامِ انسانی بلکہ مخلوقِ الٰہی کے لیے سب سے زیادہ نقصان و مصیبت دنیا پرست لالچی انسان سے ہے پھر عالم بے عمل پھر ریاکار صوفی اور پیر ہے۔ جب خواہشاتِ نفس ارذل عمر ہو جاتی ہیں تو عقل مزاجی لَا یَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ۔ کے درجے میں چلی جاتی ہے۔ اس لیے جاہل شخص کبھی وَلِیُّ اللّٰہ نہیں ہو سکتا۔ اعمالِ صالحہ میں سب سے بلندی مرتبہ سخاوت کا ہے اور سخاوت یہ ہے کہ اپنی ضرورت سے پہلے غیر کی حاجت روائی اور مشکلکشائی کرے۔ اھلُ اللّٰہ کا وجود ہی کرامت ہے۔ اسی لیے اُن کی زندگی سعادت ہے۔ اُن کی وفات کرامت ہے اور اُن کی ارذلِ عمر ہلاکت ہے۔ اس لیے کہ دنیا اور دنیوی زندگی وہ نجاست ہے جو خوب صورتی میں لپیٹی گئی ہے۔ شریعت میں ارذلِ عمر بڑھاپے کی زندگی ہے مگر طریقت میں ارذلِ عمر نفس کی زندگی ہے۔ نفس کا شر شیطان کے شر سے زیادہ سخت ہے اس لیے کہ ابلیس شیطان ضروریاتِ زندگی میں پھنساتا ہے اور نفس فضولیاتِ زندگی میں پھنساتا ہے۔ ضروریاتِ زندگی دنیا نہیں ہے دنیا ہر وہ چیز ہے جو ضرورت سے زیادہ ہو۔ صوفی وہ ہے جو دونوں سے کنارہ کش ہو جائے۔ ضروریات میں پھنسنا گناہِ صغیرہ ہے۔ اور فضولیات میں پھنسنا گناہِ کبیرہ ہے۔ اے بندے گناہِ صغیرہ سے بچ جا کیونکہ وہ گناہِ کبیرہ کی سیڑھی ہے اور گناہِ کبیرہ سے بھی بچ کیونکہ وہ کفر کی سیڑھی ہے۔ باطنی کفر جہالت ہے اور بے عقلی گناہِ صغیرہ ہے۔ نفسانی خواہشات گناہِ کبیرہ ہیں۔ تصوراتِ باطل قلب کی وفات ہے عشقِ قلب کی ارذلِ عمر ہے کیونکہ ماسوا اللّٰہ کو بھول جاتا ہے قلبِ عاشق آتشِ محبت سے دھکتا ہے اس لیے سب خیالات خاکستر ہو جاتے ہیں آتشِ عشق سے زیادہ تیز کوئی آگ نہیں مگر عاشق مثل دریا ہے جو سمندر کے قرب کی بنا پر خاموش ہوتا ہے۔ بچپنہ ابلیس کا ہے اور جوانی نفس کی ہے اور بڑھاپا عقل کا ہے۔ جو ابلیس کے راستے پر ہے وہ بچہ اگرچہ بوڑھا ہو جو نفس کے ماتحت ہے وہ جوانی کی جہالت میں ہے اگرچہ عمر رسیدہ بوڑھا بزرگ ہو جائے جو اہلِ عقل ہے وہ بزرگ ہے خواہ عمر چھوٹی ہو۔ حضرتِ سعدیؒ نے فرمایا بزرگی از عقل است نہ بسال وامیری از دل است نہ بمال۔ یعنی بزرگ اور پیشوا رہنما ہونا عقلِ ایمانی و فکرِ عرفانی سے ہوتا ہے نہ کہ لمبی عمر ہو جانے سے جیسے کہ امیر اور دولت مند ہونا قلبِ سخاوت اور دلِ غنیا من سے ہے نہ مثلِ قارون زیادہ مال جمع کر لینے سے۔

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعۡضَكُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ فِى الرِّزۡقِ

اور اللہ نے بلندی دی کسی کو تم میں سے پر کسی کے ۔ میں دولت

اور اللہ نے تم میں ایک کو دوسرے پر رزق میں بڑائی دی

فَمَا الَّذِيۡنَ فُضِّلُوۡا بِرَآدِّىۡ رِزۡقِهِمۡ عَلٰى مَا

تو کیا جو بڑائی دیئے گئے ہیں لوٹانے والوں سے ہیں اپنا مال طرف اس آدمی کے کہ

تو جنہیں بڑائی دی ہے وہ اپنا رزق اپنے باندی غلاموں کو

مَلَكَتۡ اَيۡمَانُهُمۡ فَهُمۡ فِيۡهِ سَوَآءٌ ؕ اَفَبِنِعۡمَةِ

جس آدمی کے مالک بن گئے ہیں اُن کے ہاتھ تو وہ میں دولت برابر ہو جائیں کیا پس سے انعام

نہ پھیر دیں گے کہ وہ سب اس میں برابر ہو جائیں تو کیا اللہ کی

اللّٰهِ يَجۡحَدُوۡنَ ۝۷۱ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَـكُمۡ مِّنۡ

اللہ کے منکر ہو سکتے ہیں ۔ اور اللہ نے بنایا لیے تمہارے سے

نعمت سے مکرتے ہیں ۔ اور اللہ نے تمہارے لیے تمہاری جنس سے

اَنۡفُسِكُمۡ اَزۡوَاجًا وَّجَعَلَ لَـكُمۡ مِّنۡ

جنہیں تمہاری بیویاں اور بنائے لیے تمہارے ۔ ذریعے

عورتیں بنائیں اور تمہارے لیے تمہاری عورتوں سے

اَزۡوَاجِكُمۡ بَنِيۡنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمۡ

بیویوں کے تمہاری بیٹے اور اگلی نسل اور رزق دیا تم کو

بیٹے اور پوتے نواسے پیدا کیے اور تمہیں ستھری چیزوں

مِنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ

سے پاکیزہ تو کیا اب بھی کفر کو مانیں گے اور سے نعمت

سے روزی دی تو کیا جھوٹی بات پر یقین لاتے ہیں اور اللہ کے فضل

اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۲﴾ لا وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ

اللہ کی وہ کافر ہوں گے اور پوجتے رہیں گے غیر خدا کو

سے منکر ہوتے ہیں اور اللہ کے سوا ایسوں کو پوجتے

اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ

جو نہیں مالک ہے لیے ان کے رزق کا طرف سے آسمانوں

ہیں جو انہیں آسمان اور زمین سے کچھ بھی روزی

وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۷۳﴾ ج

اور زمین کے کچھ بھی اور نہ وہ طاقت رکھتے ہیں ذرہ بھر

دینے کا اختیار نہیں رکھتے نہ کچھ کر سکتے ہیں۔

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔
پہلا تعلق ۔ پچھلی آیت میں مختلف قسم کے رزقوں کا ذکر فرمایا گیا۔ اب ان آیت میں مختلف قسم کے رزق والے لوگوں کا ذکر کیا گیا تاکہ لوگوں کی مختلف حالتوں کا پتہ لگ جائے۔ **دوسرا تعلق** ۔ پچھلی آیت میں زمینی پیداوار کا ذکر کیا گیا تھا اب ان آیت میں خود انسانی پیداوار کا ذکر کیا گیا۔ کیونکہ بیوی بچے انسانی پیداوار ہیں **تیسرا تعلق** ۔ پچھلی آیت میں انسان کی بڑھاپے والی زندگی کا ذکر کیا گیا جس میں انسان بہت سی چیزوں کا محتاج ہو جاتا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا ذکر ہے جو انسان کو ایسی مصیبت اور محتاجی کے وقت کام آتی ہے یعنی بیوی بچے۔

شانِ نزول ۔ ابن جریر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ ایک قریشی کافر کے میں تھا اس کا ایک غلام

اور ایک غلام عثمان غنی کا تھا۔ مگر وہ غلام کافر تھا اسلام کو اچھا نہ سمجھتا تھا۔ اس کافر کا غلام مسلمان تھا مگر مجبور تھا۔ اُن کے حالات کی اِن پانچ آیتوں میں کہاوت بیان ہوئی از آیت ۷۲ تا ۷۶۔

تفسیر نحوی

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّىْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ۚ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۔

واؤ سرجملہ اَللّٰہُ بحالتِ رفع مبتدا ہے فَضَّلَ۔ باب تفعیل کا ماضی مطلق مثبت معروف واحد غائب ھُوَ ضمیر مستتر اِس کا فاعل جس کا مرجع اَللّٰہُ ہے مصدر ہے تفضیلٌ۔ فَضْلٌ سے بنا ہے۔ بمعنیٰ ضرورت سے زیادہ دینا۔ تفضیل ہے اور ضرورت سے زیادہ ملنا فَضْلٌ ہے۔ فضل کی تین قسمیں ہیں۔ ۱ جنسی۔ ۲ نوعی ۳ ذاتی۔ یہاں ذاتی مراد ہے۔ بَعْضَکُمْ مرکب اضافی بحالتِ رفع فاعل ہے فَضَّلَ کا بَعْضَ اسم مفرد جامد بمعنیٰ کچھ۔ جو کم سے کم ایک فرد ہے اور زیادہ سے زیادہ نصف سے کم۔ علیٰ جارّہ بعضٍ مجرور نکرہ معرب۔ جار مجرور متعلّق ہے فَضَّلَ کا۔ فِیْ جارّہ ظرفیہ۔ الف لام جنسی رِزْقِ۔ اسم مفرد حاصل مصدر بمعنیٰ روزی۔ مال دولت۔ غذا۔ مجرور ہے فِیْ سے متعلّق ہے دوسرا فَضَّلَ کا۔ فَ۔ ابتدائیہ مَا نافیہ اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مراد ہے بَعْضُکُمْ فُضِّلُوْا۔ باب تفعیل کا ماضی مطلق مجہول صیغہ جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر نائب فاعل جس کا مرجع بَعْضَ ہے۔ بِ جارّہ زائدہ رَآدِّیْ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ دراصل تھا رَآدِّیْنَ۔ نونِ اعرابی علامتِ جمع گر گئی مضاف ہونے کی وجہ سے باب نَصَرَ سے ہے رَدٌّ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے۔ ترجمہ ہے۔ لوٹانے والا۔ رد کرنے والا۔ رِزْقِ اسم جامد بمعنیٰ۔ روزی۔ مضاف ہے ھِمْ ضمیر جمع غائب مجرور متّصل مضاف الیہ ہے۔ یہ مرکّب اضافی مضاف الیہ ہے رَآدِّیْ کا۔ اور وہ جار مجرور متعلّق ہے فُضِّلُوْا کا۔ مگر ایک دوسری ترکیب اس طرح ہے مَا نافیہ مشبّہ بلیس اَلَّذِیْنَ فُضِّلُوْا موصول صلہ اسم ہے مَا کا۔ مرفوع ہے۔ بِ زائدہ۔ رَآدِّیْ اسم فاعل مضاف رِزْقِھِمْ مفعول مضاف الیہ ہے۔ اور پھر یہ مرکّب اضافی خبر ہے مَا مشبّہ کی۔ علیٰ حرف جر بمعنیٰ لام جارّہ نفع کا۔ یہ جار مجرور متعلّق ہے رَآدِّیْ کے مَا موصولہ کا مَلَکَتْ۔ باب ضَرَبَ کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ واحد مؤنث غائب۔ مِلْکٌ سے بنا ہے بمعنےٰ مالک ہونا قابض ہونا اَیْمَانُ۔ اسم جمع مکسّر منصرف یَمِیْنٌ واحد ہے بمعنیٰ داہنا ہاتھ ھُمْ ضمیر کا مرجع بَعْضَ ہے مضاف الیہ ہے اَیْمَانُ کا مرکّب اضافی فاعل ہے مَلَکَتْ کا۔ وہ جملہ فعلیہ ہوکر صلہ ہوا پھر موصول صلہ مل کر مجرور ہے علیٰ کا جار مجرور متعلّق ہے رَآدِّیْ کا فَ سببیہ بمعنیٰ تاکہ۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مرفوع ہے مبتدا ہے۔ فِیْ جارّہ ظرفیہ مکانیہ ہٖ ضمیر مجرور متّصل واحد مذکر غائب کا مرجع رِزْقِ ہے متعلّق مقدّم ہے سَوَآءٌ مصدر کا۔ بروزنِ فَعَالٌ ثلاثی مصدر ہے۔ مصدر اپنے متعلّق سے مل کر خبر ہے

مبتدا کی ۔ مبتدا خبر جملہ اسمیہ ہو کر مکمل ہوا ۔ اَ ہمزہ استفہام انکاری فَ ابتدائیہ زائدہ ۔ بَ جارہ مفعولیت کا نِعْمَۃِ ۔ اسم مفرد مؤنث لفظی ۔ بمعنیٰ بلا معاوضہ مفید عطا ۔ مجرور ہے بَ سے مضاف ہے اللّٰہِ اسم مفرد مضاف الیہ ہے ۔ مرکب اضافی مجرور ہوا ۔ جار مجرور متعلق مقدم ہے یَجْحَدُوْنَ باب فَتَحَ یا سَمِعَ کا مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب بمعنیٰ فعل مستقبل یا بمعنیٰ فعل حال ۔ جَحْدٌ سے بنا ہے بمعنیٰ انکار کرنا بہر حال متعدی ہوتا ہے ۔ ھُمْ ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے ایک قرأت میں تَجْحَدُوْنَ ہے مگر یہ درست نہیں اس لیے کہ پہلی آیت میں سب انسانوں کو خطاب ہے مومنوں کو بھی کفار کو بھی کہ تقسیم نعمت بھی سب کے لیے ہوتی ہے اور ہر شخص ہی چاہتا ہے کہ میرا غلام میرے برابر نہ ہو سکے ۔ لیکن منکرِ نعمتِ الٰہی صرف کفار ہیں اس لیے یہاں غائب کا صیغہ درست ہے فعل فاعل متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ مکمل ہوا ۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ

واوٗ سرِ جملہ ۔ اللّٰہُ بحالتِ رفع مبتدا ہے جَعَلَ ۔ فعل ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب ھُوَ ضمیر مستتر اس کا فاعل جس کا مرجع اللّٰہ ہے ۔ جَعْلٌ سے بنا ہے ۔ بمعنیٰ ۔ بنانا ۔ منتخب کرنا چننا ۔ معین کرنا ۔ لام جارہ نفع کا کُمْ ضمیر میں خطاب تمام کفار سے ہے مگر مراد سارے انسان ۔ یہ جار مجرور متعلق اوّل ہے مِنْ جارہ مفعولیت کا (حرفِ جر) بمعنیٰ فی ظرفیہ ۔ یعنی اُن میں سے ۔ اَنْفُسُ ۔ جمع مکسر ہے نَفْسٌ کی بمعنیٰ ذات ۔ جنس ۔ روح ۔ یہاں مراد جنس ہے ۔ مضاف ہے کُمْ ضمیر جمع حاضر مضاف الیہ ہے مرکب اضافی مجرور ہے متعلق دوم ہے جَعَلَ کا ۔ اَزْوَاجًا ۔ جمع مکسر ہے زَوْجَۃٌ کی بمعنیٰ بیوی ۔ بحالت نصب ہے مفعول بہ ہے دوم کے درجے میں مِنْ اَنْفُسِكُمْ یہ متعلق مفعول بہ اوّل کے درجہ میں ہے جَعَلَ سب متعلقات سے مل کر معطوف علیہ ہوا ۔ واوٗ عاطفہ جَعَلَ ماضی ۔ ھُوَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل ہے مراد اللّٰہ تعالیٰ لَكُمْ جار مجرور اس کا متعلق اوّل ۔ مِنْ جارہ سببیہ ۔ بمعنیٰ ذریعے اَزْوَاج ۔ جمع مکسر ۔ مؤنث واحد ہے زَوْجَۃٌ ۔ مؤنث ہے اس کا مذکر زَوْجٌ ہے ۔ اَصْلًا لغتًا یہ لفظ اُس فردِ واحد کے لیے مستعمل ہے جو کسی کا جنسی ساتھی بن جائے خواہ نوعًا بھی ساتھی ہو ۔ مگر صفتًا مختلف ہو جیسے مرد عورت ۔ نر مادہ ۔ اس کی جمع اَزْوَاج تثنیہ زَوْجَانِ ہے ۔ اصطلاحِ شریعت میں نکاح والی بیوی کو کہا جاتا ہے ۔ بَنِيْنَ ۔ جمع سالم ہے اِبن کی بحالت فتحہ ہے مفعول بہ ہے جَعَلَ کا ۔ معطوف علیہ ہے واوٗ عاطفہ حَفَدَۃً ۔ اسم جمع مکسر سماعی غیر قانونی ہے ۔ کیونکہ اس کا واحد حَافِدَۃٌ ہے یا حَافِدٌ ۔ اس کی جمع قانونی ہے حَفِدُوْنَ اسم فاعل ہے حَفْدٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ محبت سے دوڑنا ۔ خدمت میں تیزی سے آنا ۔ مراد ہیں پوتے نواسے سب نسل حَفْدٌ کا لغوی ترجمہ ہے ۔ مفتوح ہے معطوف ہے بَنِيْنَ پر ۔

جَعَلَ فعل سب سے مل کر معطوف علیہ ہوا واؤ عاطفہ۔ رَزَقَ۔ فعل ماضی مطلق ھُوَ ضمیر اس کا فاعل جس کا مرجع ہے اللّٰہُ۔ کُمْ ضمیر منصوب متصل اس کا مفعول بہ ہے مِنْ حرف جر۔ بعضیت کا الف لام عہد خارجی یا استغراقی۔ طَیِّبٰتِ۔ اسم جمع مؤنث سالم طَیِّبَۃٌ واحد مؤنث ہے بمعنٰی۔ حلال۔ پاکیزہ۔ صحت افزا۔ خوشگوار۔ یہاں پہلے معنٰی میں ہے۔ بحالت جر مجرور ہے مِنْ سے۔ جار مجرور متعلق ہے رَزَقَ کا۔ اور یہ فعل سب سے مل کر جملہ ہو کر معطوف ہوا۔ اور سب جملہ عاطفہ خبر ہے اللّٰہُ مبتدا کی۔ اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰہِ ھُمْ یَکْفُرُوْنَ۔ وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَمْلِکُ لَھُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَیْئًا وَّلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ۔ اَ ہمزہ استفہام انکاری کے لیے ہے یا توبیخی ہے۔ فَ عاطفہ۔ ذہنی مقدرہ معطوف علیہ کے لیے۔ بِ جارہ بمعنٰی علٰی۔ الف لام عہدی بَاطِلِ اسم فاعل واحد مذکر بُطْلٌ سے بنا ہے بمعنٰی۔ کمزور۔ جھوٹ۔ فانی۔ ناحق۔ اونچی آواز۔ جو عارضی غالب آ جائے۔ نقیض ہے حق کی۔ جار مجرور متعلق مقدم ہے۔ یُؤْمِنُوْنَ۔ باب افعال کا مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل ہے مراد کفار مکہ ہیں۔ یہ فعل فاعل متعلق مقدم سب جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ذہنی ہوا۔ مقدرہ فعل کا۔ واؤ سر جملہ بِ جارہ مفعولیت کا۔ نِعْمَۃِ۔ اسم مفرد جامد بمعنٰی مفید شئی۔ مضاف ہے اللّٰہِ مضاف الیہ۔ مرکب اضافی مجرور متعلق مقدم ہے یَکْفُرُوْنَ کا۔ فعل مضارع باب نصر کُفْرٌ سے بنا ہے بمعنٰی انکار کرنا نہ ماننا۔ شرک کرنا۔ ناشکری کرنا۔ یہاں پہلے یا آخری معنٰی مراد ہیں۔ ھُمْ پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل ہے جس کا مرجع کفار مکہ ہیں۔ فعل فاعل متعلق مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہوئی مبتدا کی ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب حصر اور تاکید کے لیے لائی گئی۔ اس کا رابطہ یُؤْمِنُوْنَ مذکر غائب سے پہلے کلام مذکر حاضر رَزَقَکُمْ وغیرہ سے نہیں۔ اگر یہ ھُمْ نہ ہوتی تو التباس واشتباہ پڑ جاتا۔ مبتدا کو درمیان میں لانے سے تاکید پیدا ہوئی۔ واؤ سر جملہ۔ یَعْبُدُوْنَ باب نصر کا فعل مضارع صیغہ جمع مذکر غائب۔ ھُمْ ضمیر مستتر فاعل ہے مراد کفار عرب ہیں عَبْدٌ سے بنا ہے بمعنٰی عبادت کرنا کسی کو معبود سمجھنا۔ مِنْ جارہ زائدہ دُوْنِ۔ اسم مفرد جامد معرب محلًا ہے مضاف ہے اللّٰہِ مضاف الیہ ہے۔ ترجمہ ہے اللہ کے سوا۔ علاوہ۔ غیر کو۔ جار مجرور متعلق ہے یَعْبُدُوْنَ کا مَا اسم موصول۔ بحالت نصب ہے کیونکہ صلہ سے مل کر مفعول بہ ہے لَا یَمْلِکُ۔ باب ضرب کا فعل مضارع منفی صیغہ واحد مذکر غائب ھُوَ ضمیر مستتر اس کا فاعل جس کا مرجع مَا ہے۔ لام جارہ نفع کا ھُمْ ضمیر مجرور متصل کا مرجع کفار ہیں جار مجرور متعلق ہے رِزْقًا۔ اسم مفرد جامد بمعنٰی روزی۔ مال دولت۔ غذا۔ منصوب ہے مفعول بہ ہے۔ لَا یَمْلِکُ کا اور ذُوالحال ہے شَیْئًا اسم مفرد جامد نکرہ متمکن معرب

کا تنوین تنکیری ہے بمعنیٰ کچھ بھی۔ تھوڑی چیز۔ منصوب ہے رزقاً کا۔ اور وہ مل کر مفعول بہ ہے۔ مِنْ جارہ ابتدائے غایت کے لیے۔ الف لام استغراقی یا عہدی بمعنیٰ تمام سمٰوات جمع ہے سَمَاءٌ کی واؤ عاطفہ۔ الف لام عہدی یا استغراقی۔ اَرْض بمعنیٰ تمام زمین معطوف ہے معطوف علیہ معطوف مل کر مجرور۔ اور متعلق ہے۔ لَا یَمْلِکُ کا۔ یہ فعل سب سے جڑ کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا۔ واؤ عاطفہ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ باب استفعال کا فعل مضارع جمع مذکر غائب۔ ھُمْ پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل ہے مرجع ہے بُت (جھوٹے معبود)۔ مصدر اِسْتِطَاعٌ۔ اِسْتِطَاعَۃٌ بمعنیٰ طاقت رکھنا۔ قوت ہونا۔ اختیار کرنا۔ کر سکنا۔ ہو سکنا۔ طَوْعٌ سے بنا ہے۔ بمعنیٰ۔ ہمت۔ خوشی۔ مرضی ارادہ کرنا یا ہونا۔ یہاں مراد طاقت۔ ہمت نہ ہونا۔ یہ جملہ فعلیہ منفیہ ہو کر معطوف ہوا۔ اور سب عبارت عاطفہ صلہ ہوئی۔ موصول مفعول بہ۔

تفسیر عالمانہ

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّىْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ۔

اے انسانوں جس طرح تمہاری موت و حیات ہمارے قبضہ و قدرت میں ہے تم کو اس کا وقت اور عمر قطعاً معلوم نہیں جس کو جس عمر میں چاہیں ہم فوت کر دیں اور جتنا چاہیں ہم زندہ رکھیں اسی طرح اے انسانوں تمہاری زندگی حالت کیفیت بھی ہمارے مکمل قبضے میں ہے اپنی کسی کیفیت پر تم انسانوں کا کوئی اختیار نہیں۔ تمہاری تندرستی۔ بیماری امیری غریبی خوبصورتی بدصورتی سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہی تم کو مختلف درجے عطا فرمائے۔ تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں اور دنیوی ساز و سامان عیش و عشرت اور مفید چیزوں اعلیٰ مرتبوں میں بعض کو محض اپنے فضل و کرم سے بلا استحقاق درجوں فضیلت عطا فرمائی۔ اور اس حقیقت واقعی کا مشاہدہ تجربہ بھی ہے کہ۔

بناداں آنچناں روزی رساند
کہ دانا اندراں حیراں بماند

کم عقل بے وقوف نادانوں بے ہنروں کو وہ رب تعالیٰ اس طرح ہر قسم کی رزق و روزی سے فضیلت پہنچاتا ہے کہ ہزاروں علم و ہنر و صفت و عقل خرد والے غربت و ذلت اور حیرانی میں سرگرداں بلکہ ان جھلا بیوقوفوں کے دروازوں پر ہاتھ باندھے کھڑے نظر آتے ہیں اور بسا اوقات ایسا بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ امیر آدمی باوجود ہزارہا نعمتوں دولتوں کے اُبلا ہوا ساگ کھا رہا ہے اپنی بیماریوں کی بنا پر اور نوکر چاکر

اسی کے دستر خوان پر ہزاروں نعمتیں کھا رہے ہیں۔ پھر آنکھوں نے یہ بھی نظارہ دیکھا ہے کہ بادشاہ بیمار و ناتوان ہے اور مزدور ہشاش بشاش صحت مند ہے اور بادشاہ حسرت کی نگاہ سے غریب تندرست کو دیکھ رہا ہے۔ لہٰذا دنیا طلبی میں عمر برباد کرنے والے نہایت احمق ہیں۔ کیونکہ رزق دینے والا صرف پروردگار عالم ہی ہے اور صرف رزق ظاہری ہی نہیں بلکہ عقل خرد۔ علم۔ تدبّر۔ تحمّل تفکّر۔ ہنر مندی سب ہی اُس کی عطاء فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ یہ عطا نہ نسلیت پر موقوف ہے نہ وطنیت پر نہ قومیت پر نہ ذاتی محنت پر سا ایک ہی باپ کا ایک بیٹا احمق۔ دیوانہ۔ بیوقوف ہے۔ اور دوسرا بیٹا عقل کے اعلیٰ مقام پر ہے۔ یہ عطاءِ الٰہی ایسا سمندر ہے جس کا کنارہ نہیں ہے۔ اور یہ تقسیم بھی اس کی قدرت کی ایک حیران کُن نشانی ہے۔ اور توحیدِ باری تعالیٰ کی عظیم دلیل یہ سب کچھ خود بخود نہیں ہو رہا۔ ورنہ یکسانیت ہوتی بلکہ کسی حکیم کائنات کے فیصلۂ قدرت کے اشارے سے ہو رہا ہے۔ اور چونکہ ہر ایک کو رزق دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ تو وہ لوگ جو رزق کے ذریعہ امیری وزیری۔ بادشاہی۔ دولت مندی۔ سرداری اور لونڈی غلام کی ملکیت سے فضیلت دیئے گئے ہیں کیا اپنے غلام لونڈی اور نوکروں خادموں کو وہ اپنے رزق لوٹا رہے ہیں اور کیا یہ اُمراء دولت مند یہ پسند کر سکتے ہیں کہ ہم انسانی حقوق کا خیال رکھتے ہوئے اپنے غلاموں کو بھی اتنی دولت دے دیں کہ وہ دولت مندی میں اُن کے برابر ہو جائیں ہرگز ایسا نہ کریں گے۔ اگرچہ غلام عقل و فہم ہنر مندی قوّت و طاقت میں اپنے مالک سے زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔ وہ تو اپنے نوکروں کو ذلیل و غریب ہی رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ عزت و ذلّت بھی رب کے اختیار میں ہے۔ چاہے تو اسی غلام کو امیر ترین آقا بنا دے اور اُس متکبّر آقا کو ذلیل نوکر بنا دے۔ یہ دولت اس لیے دی گئی ہے کہ اپنے ساتھ تمام معذوروں کمزوروں اپاہجوں کو اور تمام حقداروں کو کھلائے۔ اور عقل و خرد سے بے عقلوں کی اِمداد و استعانت کرے اور جب کفّار ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے اپنے غلاموں کو شریک نہیں بناتے تو پتھر کے بتوں کو ہمارا شریک کیونکر بناتے ہیں۔ اور کیوں کہتے ہیں کہ فلاں دیوتا یہ دیتا ہے فلاں دیوی یہ دیتی ہے۔ اُس ستارے نے بارش برسائی اُس نے ہوا چلائی اِن ہی میں کے بعض کافر یہ بھی مانتے ہیں کہ یہ سب ہمارے بندے مخلوق ہیں۔ پھر ہمارا ہی شریک ٹھہراتے ہیں۔ اور اپنے عارضی فانی مال و دولت و سرداری میں کسی کی شرکت پسند نہیں کرتے حالانکہ تم سب انسانیت میں برابر ہو مخلوقیت سب کی یکساں ہے۔ اور تمہارے غلام اِسی بنا پر تمہارے ساتھ برابری و شریک بننے کا حق رکھتے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ کے ساتھ تو کسی کو

کسی طرح سے برابر ہونے کا حق ہی نہیں کہ وہ خالق یہ مخلوق۔ خیال رہے کہ جس طرح بت پرست بتوں اور چاند سورج ستاروں کو رب تعالیٰ کا شریک مان کر مشرک ہوئے اسی طرح یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا ابن اللہ کہہ کر۔ عیسائی حضرت مسیح کو اللہ کا بیٹا کہہ کر اور بعض شیعہ۔ حضرت علی کو رب کہہ کر مشرک ہوئے یہاں ان سب کو بھی خبردار کیا جارہا ہے کہ یہ سب ہمارے بندے اور مخلوق ہیں تم ان کی غلط محبت سے خود ان مقدس ذاتوں کو بھی ناراض نہ کرو اور ہمارے عذاب کو بھی دعوت مت دو دنیا میں ٹھیک ٹھیک بندے بن کر رہو۔ بھوبھل مت پھانکو۔ دودھ۔ شہد۔ اور قسم قسم کی دولتیں نعمتیں لینے کے بعد پس پھر بھی وہ کافر اللہ کی نعمت سے انکاری ہوتے ہیں۔ یا صاف صاف منہ سے انکار بکتے ہیں جیسے دھریہ کافر۔ یا کہتے ہیں کہ فلاں نعمت ہمارا یہ دیوتا یا دیوی دیتی ہے یہ بھی اللہ کی عطا کا انکار ہے۔ یا نجومیوں کا یہ کہنا کہ بارش فلاں ستارے کی وجہ سے ہے اور بہار فلاں ستارے سے وغیرہ وغیرہ یہ کہنا بھی اور ایسا عقیدہ بنانا بھی اللہ کی عطا کا انکار اور کفر ہے۔ یا یہ سوال انکاری ہے کہ تم کس طرح اللہ کا انکار کر سکتے ہو۔ یعنی عقل کے اعتبار سے کوئی بھی اللہ کی نعمتوں کا انکار نہیں کر سکتا جو بھی کرے گا وہ انتہائی کم عقل ہوگا۔ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ۔ اور کتنا کرم ہے کہ اللہ نے تمہاری اصل نسل عیش عشرت قلبی سکون کے لیے تمہاری ہی جنس کی ایک صنف سے تمہارے لیے شریفانہ ماحول سے گھر بسانے کے لیے بیویاں بنادیں۔ بعض نے کہا کہ مراد حضرت حوا ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ قیامت تک ساری عورتیں مراد ہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ بیوی کے تیرہ۱۳ فائدے خاوند کو ہوتے ہیں۔

ع۱ گھر بسنا ع۲ شرم وحیا ع۳ عزت ملنی ع۴ معاشرے میں قابل مشورہ سمجھا جانا ع۵ شرم وحیا کا لباس ع۶ نسل چلنی ع۷ قلبی راحت ع۸ بہترین مشیر ع۹ تاعمر ساتھ نبھنا ع۱۰ وفاداری ع۱۱ گھر کی محافظ ع۱۲ بہترین خدمت گار ع۱۳ ہر دکھ برداشت کر کے صرف خاوند کی محبت چاہنے والی یہ حقیقت ہے کہ بیوی سے جو راحت خاوند کو پہنچتی ہے وہ کسی دوست قرابتدار یا دولت و ثروت سے نہیں پہنچتی۔ بیوی بھی رب تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ اور ان ہی بیویوں کے ذریعے ہی تمہارے بیٹے اور آس پاس دوڑتے کھیلتے پھرنے والے اور بھاگ بھاگ کر قریب آنے والے پھول جیسے خدمت گزار پوتے پوتیاں نواسے نواسیاں اور لمبی نسلیں بنائیں جو بڑھاپے کا سہارا۔ کمزوری کا آسرا۔ اور محبت سے پاس رہنے والی اولاد لڑکیاں لڑکے بنائے۔ اور اس نسل کو پالنے پرورش کرنے کے لیے۔ طیبات لذیذ حلال پاکیزہ روزیاں اللہ نے ہی عطا فرمائیں تو کیا یہ کفار مشرک۔ منکر اور دھریہ لوگ شیطان پر ایمان لاتے ہیں۔ اور اللہ کی

سب سے بڑی نعمت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتے ہیں۔ یا باطل یعنی حرام کو پسند کرتے ہیں کہ کتے
بلے سور مردار، سود رشوت چوری ڈکیتی غصب لوٹ مار ظلم سے مال کھا جاتے ہیں اور اللہ کی نعمت
یعنی حلال جانوروں کو خود ہی اپنے پر حرام کر کے اس کے کھانے کے منکر ہوتے ہیں۔ یا اپنے خود ساختہ
کفریہ عقیدوں پر ایمان لاتے ہیں کہ معاذ اللہ وہ اللہ کی بیوی وہ اللہ کی بیٹیاں۔ فلاں اس کا بیٹا یہ اللہ کے شریک اور اللہ کی
نعمت قرآن و حدیث سے منکر ہوتے ہیں۔ قدرت ربانی کی کتنی حیرت انگیز تخلیق ہے کہ مرد سے عورت کی زندگی۔ بیوی سے ازدواجی زندگی
ازدواجی سے نسلی زندگی۔ نسلی سے خاندانی زندگی قائم فرمادی۔ ایک ہی انسان کو دو بالکل ہی مختلف قسموں میں تقسیم فرمادیا کہ طبیعت
مزاج ہیولہ عادات خصائل شکل و ہیئت اعضاء اندرونی و بیرونی میں اتنی تفریق کے ذریعہ خاندانوں کو ایسا جوڑ دیا کہ ایک دوسرے پر
قربان ہوئے پھرتے ہیں اسی وابستگی میں عالم کائنات کی راحتیں راتیں سموردیں کیا ایسے کریم رب تعالیٰ کی لذت آمیز روحانی و جسمانی نعمتیں منہ موڑ کر گندی
غلیظ باطل چیزوں کو حرام طریقے سے مان لیں ڈاکٹر و طبیب کہتے ہیں کہ اگر نطفۂ منویہ داہنے خصیے سے
ذکر مردی میں آئے اور وہاں سے رحم مادر کے داہنی حصے میں پہنچ جائے تو مذکر پیدا ہوتا ہے اور اگر منی
کا نطفہ بائیں خصیے سے نکل کر آلۂ تناسل سے ہوتا ہوا رحم کے بائیں خانے میں چلا جائے تو مکمل مؤنث
بچہ ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ۔ ظاہری بڑی نعمتوں کے علاوہ دن رات میں بندوں پر کروڑہا نعمتیں
بندوں کو ملتی ہیں تو بندوں کو فرض و لازم ہے کہ اپنے منعم اللہ تعالیٰ کا ہر دم شکریہ ادا کریں اور اللہ کا شکریہ
کیا ہے؟ اس کی سچی پکی اور صحیح عبادت ہی شکر ربانی ہے یہ کافر کیسے بے وفا ناشکرے کم عقل ہیں کہ نعمتیں رب تعالیٰ
کی کھاتے ہیں اور اس کو تسلیم بھی کرتے ہیں وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ — اور عبادت اللہ کے سوا جھوٹے
معبودوں اور بتوں کی کرتے ہیں جو بت وغیرہ آسمانوں زمین میں سے اپنے ان پجاریوں کے لیے کسی بھی رزق
دینے کے مالک نہیں قطعاً کچھ بھی اور نہ ہی کچھ طاقت و ہمت رکھتے ہیں۔ یہ تو اپنے ہاتھ تک نہیں
ہلاسکتے اگر کوئی ان کو گرادے تو خود سنبھل نہیں سکتے۔ جب قرآن مجید نے سمجھا دیا کہ بندے کا سب
سے بڑا عیب ناشکری ہے اور ناشکری صرف یہ ہے کہ غیر اللہ کی عبادت کی جائے اللہ کے سوا
کسی کو معبود سمجھا جائے۔ قرآن مجید کی تعلیم یہی ہے۔ لہٰذا کسی بندے کو اگر رب کا محبوب سمجھا جائے اور
محبوب سمجھ کر اس کی عزت۔ ادب اور اطاعت۔ اتباع کی جائے تو یہ اللہ کی ناشکری نہیں ناشکری
صرف یہ ہے کہ کسی غیر اللہ کو معبود سمجھا جائے یہی کفر فسق اور جہالت ہے یہیں سے یہ مسئلہ بھی حل ہو
جاتا ہے کہ جب کسی انسان کو معبود سمجھا جائے اور اس سے کچھ مانگا یا فریاد کی جائے تو وہ اللہ کی ناشکری۔ کفر
اور شرک ہے لیکن اگر کسی کو معبود نہ سمجھا جائے بلکہ اللہ کا بندہ۔ اور محبوب سمجھا جائے تب اس سے فریاد

کرنا مانگنا شرک کفر یا ناشکری نہیں بلکہ قطعاً جائز ہے اسی نظریے کے مطابق دنیا کا ہر فرد دن رات حاکم حکیم۔ ڈاکٹر طبیب وغیرہ سے مدد طلب کرتے رہتے ہیں۔ اور تمام مسلمان انبیاءِ کرام اولیاءِ عظام سے مدد۔ فریاد کرتے اور مانگتے رہتے ہیں۔ غیر اللہ سے مانگنا کفر بھی ہے اور عینِ ایمان بھی ہے۔ کافر بتوں سے مانگ کر کافر و جہنمی ہوا مسلمان اولیاءَ اللہ سے مانگ کر مومن و متقی و موحد بن گئے فرق صرف یہی ہے جو یہاں اس آیت نے بیان فرمایا کہ کافر نے بتوں کو اللہ کا دخیل۔ شریک اور لائق عبادت سمجھا مگر مومن نے انبیاء اولیاء کو اللہ کا حبیب و خلیل سمجھا۔ کافر نے سمجھا کہ بت معطی ہیں مگر مومن کہتا ہے کہ انبیاء اولیاء قاسمِ نعمت ہیں مُعطِی اللہ ہی ہے۔ لہٰذا کفار کا بتوں سے مانگنا ناشکری و کفر ہے اور مومن کا نبی ولی سے مانگنا ایمان و شکر ہے۔ اِس آیتِ کریمہ کا یہی صاف اور واضح نکتہ حُمقاءِ دیوبند کے وہابیانہ مزاج میں نہ آسکا۔ اور وہ بھی صرف انبیاء علیہم السلام اور اولیاءُ اللہ کے لیے ورنہ حاکم حکیم۔ پولیس۔ اور ڈاکٹر طبیب کے پاس اللہ کو چھوڑ کر بھول کر یہ سب بھی اَلمدد کہتے ہوئے دوڑے چلے جاتے ہیں اور ان کی نہ توحید بگڑے نہ ایمان جائے۔ اگر آیت کا مطلب وہی ہوتا جو وہابیوں نے سمجھا کہ نبی ولی سے مانگنا تو شرک اور حکیم حاکم سے مانگنا جائز تو یہاں آیت پاک میں وَیَعْبُدُوْنَ نہ ہوتا۔

فائدے اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ رب تعالیٰ جس کو جو چاہے دے سکتا ہے مالک و مختار بنا سکتا ہے ہاں البتہ کوئی بھی شخص کتنا بھی بڑا دولت مند یا علم ہنر قوت طاقت والا بن جائے یا نبی۔ ولی ہو۔ اللہ تعالیٰ کے برابر نہیں بن سکتا۔ یہ فائدہ فَهُمْ فِيهِ سَوَآءٌ سے حاصل ہوا کہ یہاں برابری کی نفی ہے نہ کہ دینے عطا کرنے اور مالک بنانے کی۔ کیونکہ ہر مالک اپنے غلام کو کچھ نہ کچھ دیتا ہی ہے مگر برابری نہیں ہونے دیتا۔ کفار صرف اس لیے کافر ہوئے کہ وہ بتوں میں رب تعالیٰ کی برابری کا عقیدہ بناتے ہیں لہٰذا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو کائنات کے خزانے عطا فرما دیئے اور اولیاءُ اللہ کو یہ قدرتیں کرامتیں زمین کی ملکیتیں اور اختیار دیئے اور وہ انبیاء اولیاء تمام لوگوں کو دے سکتے ہیں ان سے مانگنا منع نہیں۔ اسی طرح کا عقیدہ بنانا عین ایمان ہے۔ **دوسرا فائدہ۔** اولاد رب تعالیٰ کی نعمتوں میں سے بڑی نعمت ہے اس کے ملنے اور نیک طبیعت ہونے پر بھی بندے کو رب تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ اولاد ملنے کا شکر یہ ہے کہ اپنی اولاد کو اسلام قرآن حدیث اور اچھے عقیدے اچھے اخلاق عبادت و ذکر الٰہی کی طرف لگایا جائے۔ یہ فائدہ وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً — فرمانے سے حاصل ہوا۔ جو شخص اپنی اولاد مذکر۔ مؤنث کو دین سے جاہل رکھے گا۔ وہ ناشکری اور

کفرانِ نعمت کر رہا ہے۔ جس کی قیامت میں یقیناً سزا ملے گی۔ تیسرا فائدہ۔ رب تعالیٰ نے جسمانی نعمتیں غذاؤں پھلوں اور غلّے دانے میووں۔ کھیتوں کے ذریعے دی ہیں اور روحانی نعمتیں۔ قرآن مجید احادیث پاک ذکر الٰہی اور عبادات کے ذریعے دی ہیں۔ تو جس طرح جسمانی نعمتوں کے لیے نعمت والوں کے پاس جانا گناہ شرک کفر نہیں اسی طرح روحانی نعمت کے لیے انبیاءِ کرام علیہم السلام اولیاء اللہ علماءِ عظام اور پیر و مرشدوں کے پاس جانا بھی منع نہیں بلکہ فرض و لازم واجب ہے۔ یہ فائدہ وَرَزَقَكُمْ سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل متنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ دنیا میں انسانوں کا نکاح صرف انسانی عورتوں سے ہو سکتا ہے کسی جانور یا جناتنی یا عورت کا جن سے نکاح ہرگز جائز نہیں بلکہ قطعاً حرام ہے۔ یہ مسئلہ مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا (الخ) فرمانے سے متنبط ہوا۔ ہاں البتہ جنت میں حوریں بیویاں ہوں گی تو وہ جہان دوسرا ہے۔ نیز حوریں انسانوں کی طرح ہیں۔ جسمانیت اور قوام ہیں۔ وہ جن فرشتوں کی طرح جسم لطیف نہیں ہیں نہ وہ شکلیں تبدیل کر سکیں۔ اور شریعت کے احکام صرف زمین پر دنیا میں ہے۔ **دوسرا مسئلہ** انسان کی اولاد انسان ہی ہو سکتی ہے۔ اگر کسی عورت کے پیٹ سے بندر۔ بکری۔ یا سانپ پیدا ہو جائے تو وہ انسانی اولاد نہیں بنے گا۔ اور نہ اس کا نام رکھا جائے گا نہ ختنہ نہ جھنڈ۔ مرنے کے بعد نہ نمازِ جنازہ نہ کفن نہ دفن نہ میراث کا حقدار ہو۔ نہ زچہ عورت کو خون کی نفاس والا مانا جائے نہ نمازیں معاف ہوں گی نہ روزے قضا نہ عدت گذرے گی یہ مسئلہ بَنِينَ وَحَفَدَةً فرمانے سے متنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا أَفَبِنِعْمَةِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ۔ یعنی کیا کفار اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ کسی کافر نے کبھی اللہ کی نعمت کا انکار نہیں کیا۔ اُن کا کفر تو فقط یہ ہے کہ وہ بتوں کو پوجتے ہیں۔ بُت پرستی کو انکارِ نعمت کس طرح کہا جا سکتا ہے۔

جواب۔ بُت پرستی ہی انکارِ نعمت ہے اس لیے کہ جب کافر نے بُت کو معبود سمجھا تو اس کو نفع نقصان کا مالک بھی سمجھا۔ اور نفع بھی نعمت ہے اور قدرتِ نقصان کے باوجود نقصان نہ دینا بھی نعمت ہے۔ تو ایک بُت پرستی سے ہزارہا نعمتوں کو بتوں کی جانب سے ماننا پڑتا ہے۔ اور اُن نعمتوں کا اس کے حاصل ہونے کے وقت اللہ تعالیٰ سے منکر ہوتا پڑتا ہے کہ یہ نفع فلاں فلاں دیوی فلاں دیوتا۔ فلاں ستا[illegible] نہیں کی جاتی حالانکہ یہ سب

نعمتیں جو کسی بھی وقت کفار کو ملی ہیں رب تعالیٰ کی طرف سے ہی ملی ہیں نہ کہ بتوں کی طرف سے۔ اس لیے بت پرستی۔ نعمتِ الٰہیہ کا ظاہر ظہور انکار ہے۔ اگرچہ صاف منہ سے انکاری لفظ نہ بولے۔

دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا یعنی تمہاری جانوں سے تمہاری بیویاں بنائی گئیں۔ اگر یہ بات ہے تو۔ پھر بہن بیٹی بھی بیویاں ہو سکتی ہیں کیونکہ یہ ہماری ہی جان ہمارے ہی خون سے ہیں۔ حالانکہ اسلام نے جن عورتوں کو بیوی بنانے کے لیے جائز قرار دیا ہے وہ ہماری جانوں سے قطعاً نہیں ہیں۔ تو یہاں اَنْفُسِكُمْ کہنا درست کیسے ہوا۔

جواب۔ مسائلِ رازی کتاب میں امام محمد رازی رح نے اس کے دو جواب دیئے ہیں ۱۔ اس سے مراد پہلی بیوی حضرتِ حوا ہیں اور وہ واقعی حضرتِ آدم کی پسلی اور جان سے ہی تھیں۔ ان سے ہی تمام نسلِ انسانی چلی ۲۔ نفس چار قسم کا ہے ۱۔ نفسِ اصولی جیسے والدین ۲۔ نفسِ فروعی جیسے اولاد۔ ۳۔ نفسِ نوعی۔ جیسے مختلف انسان ۴۔ نفسِ جنسی۔ جیسے تمام نسلِ انسانی۔ تو یہاں اَنْفُسِكُمْ سے مراد نفسِ جنسی یا نوعی ہے نہ کہ اصول و فروع۔ اسی لیے ایک جگہ فرمایا گیا لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ یعنی تمہارے نبی تمہاری جنس کے انسان رسول تشریف لائے۔

تیسرا اعتراض۔ یہاں پہلے فرمایا گیا۔ مَا لَا يَمْلِكُ۔ یعنی بت کسی چیز کے مالک نہیں مَا سے ثابت ہوا کہ بت غیر عقل والی اشیاء ہیں پھر فرمایا گیا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ۔ وہ بت کچھ طاقت نہیں رکھتے اس جمع مذکر کے صیغے سے معلوم ہوتا ہے کہ بت عقل والے ہیں۔ کیونکہ یہ صیغہ عقل والوں کے لیے ہی مستعمل ہے۔

جواب۔ اولاً تو یہ قانون ہی غلط ہے کہ یہ صیغہ صرف اہلِ عقل کیلئے ہے لیکن اگر مان بھی لو تو مقصد یہ ہے کہ مَا لَا يَمْلِكُ میں بتوں کی حقیقت واقعی کا اظہار ہے کہ واقعتاً وہ بت بے عقل چیزیں ہیں اور لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ میں۔ کفار کے غلط اور جاہلانہ عقیدوں کی نشاندہی کی جا رہی ہے کہ جن کو تم اپنی دانست میں معبود اور عقلمند سمجھتے ہو۔ وہ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ہیں۔ ان آیت کی تفسیر صوفیانہ آیت ۷۶ کے بعد ہے۔

فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ

تو نہ ڈھالتے پھر و لیئے اللہ کے ہم مثلیں بیشک اللہ جانتا ہے

تو اللہ کے لیے مانند نہ ٹھیراؤ بیشک اللہ جانتا ہے

وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۴﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا

اور تم نہیں جانتے ہو ۔ بیان فرمائی اللہ نے ایک مثال

اور تم نہیں جانتے ۔ اللہ نے ایک کہاوت بیان فرمائی

عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ وَّ مَنْ

کہ ایک غلام ملکیت میں نہیں قدرت رکھتا پر کسی چیز اور ایک وہ شخص ہے کہ

ایک بندہ ہے دوسرے کی ملک آپ کچھ مقدور نہیں رکھتا اور ایک وہ

رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ یُنْفِقُ مِنْهُ

رزق دیا ہم نے اُس کو اپنے پاس سے رزق کھلا تو وہ خرچ کرتا ہے کو اُس

جسے ہم نے اپنی طرف سے اچھی روزی عطا فرمائی تو وہ اُس میں سے خرچ کرتا ہے

سِرًّا وَّ جَهْرًا ؕ هَلْ یَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ

ظاہر اور پوشیدہ کیا برابر ہو سکتے ہیں اس طرح کے لوگ ۔ تمام تعریفیں لیے ہیں اللہ کے

چھپے اور ظاہر کیا وہ برابر ہو جائیں گے سب خوبیاں اللہ کو ہیں

بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَ ضَرَبَ

لیکن بہت سے اُن کے بے علم بنے رہتے ہیں اور بیان فرمائی

بلکہ اُن میں اکثر کو خبر نہیں ۔ اور اللہ نے

اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَیْنِ اَحَدُهُمَاۤ اَبْكَمُ لَا

اللہ نے مثال دو مردوں کی ایک اُن میں سے گونگا نہیں

کہاوت بیان فرمائی دو مرد ایک گونگا جو کچھ کام

يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ

طاقت کسی پر کسی کام میں اور وہ بوجھ ہے پر مولیٰ اپنے

نہیں کر سکتا اور وہ اپنے آقا پر بوجھ ہے

اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيْ

جس طرف بھیجتا ہے اُس کو نہیں لاتا ذرا بھلائی کیا برابر ہو گا

جدھر بھیجے کچھ بھلائی نہ لائے۔ کیا برابر ہو جائے گا

هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى

وہ۔ اور وہ جو حکم دیتا ہے ظلم سے بچنے کا اور وہ خود بھی پر

یہ اور وہ جو انصاف کا حکم کرتا ہے اور وہ

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ ع

راستے سیدھے

سیدھی راہ پر ہے

تعلق

ان آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں باری تعالیٰ نے آسمان وزمین کی بڑی بڑی مخلوق کا ذکر فرمایا۔ اُن میں سے تو کوئی بھی اُس کا شریک بننے کی ہمت وجرأت نہ کر سکا۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ اے انسانوں تم پر سب چیز روشن کردی گئی اور اُن اشیا میں کوئی بھی شریک بننے کا دعویدار نہیں تو تم کہاں سے شریک نکال لائے لہٰذا تم شریک نہ بناؤ۔ کیونکہ تم بے علم ہو۔ **دوسرا تعلق** پہلے انسانوں کے شریکوں کا ذکر کیا گیا تھا کہ بیوی بچے تمہارے شریک ہیں تم اِن کے حاجتمند ہو۔ اور ایک وقت آنے پر اُن کے پاس قوتیں ہوں گی مگر تم بے قوت ہو جاؤ گے۔ اب اِس جگہ اِن آیات میں عبدیت کی مثال دی جارہی ہے عبد پر کتنا ہی زمانہ گزرے کسی شان سے ہو وہ بے قوت عبد ہی

رہے گا اس کی ظاہری شان بھی اس کے مولا کی ہوگی اب سمجھ لو کہ رب کی تعریف اور شان کس عقیدے میں ہے اُس کا بیٹا بنانے میں یا سب کائنات کو اُس کا بندہ بنانے میں۔

تیسرا تعلق۔ پچھلی آیتوں میں کافروں کی عظیم حماقت اور ناشکری کا ذکر ہوا کہ وہ رب جلّ وتعالیٰ کا کفر کرتے ہیں جو کہ اُن کو رزق اور نعمتیں دیتا ہے اور عبادت اُن بتوں کی کرتے ہیں جو اُن کو کچھ بھی نہیں دیتے نہ آسمانی نہ زمینی۔ اب اِن آیتوں میں ایسے ہی کم عقل لوگوں کی کہاوت بیان فرمائی جا رہی ہے۔

تفسیر نحوی

فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ یُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا۔ هَلْ یَسْتَوٗنَ۔ فَ حرفِ عطف لغو ابتدائیہ لَا تَضْرِبُوْا۔ باب ضَرَبَ کا فعل نہی معروف صیغہ جمع مذکر حاضر اَنْتُمْ ضمیر مستتر فاعل ہے اور خطاب کفار سے ہے ضَرْبٌ سے بنا ہے۔ لغوی معنیٰ نشان لگانا ہے۔ اسی کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کا اصطلاحی ترجمہ مارنا۔ کیونکہ اس میں بھی جسم پر اندرونی یا بیرونی نشان (زخم) بنتے ہیں بمعنیٰ بیان کرنا زبان یا قلم سے اس میں بھی نشان ظاہر ہوتے ہیں۔ لفظی یا حرفی چلنا۔ تھپکنا۔ ڈالنا۔ واقع کرنا تیار کرنا سب اسی لغوی لحاظ پر ہے یہاں یہ ہی معنیٰ مراد ہیں۔ لام جارّہ اضافت کا اَللّٰہ مجرور متعلق ہے نہی کا۔ الف لام عہدی اَمْثَالِ جمع مکسّر ہے مَثَلٌ کا بمعنیٰ تشبیہ ہم مثل۔ بحالتِ نصب مفعول بہ ہے۔ اِنَّ حرفِ مشبہ اَللّٰہ اسم مفرد جامد مفتوح ہے اسم ہے اِنَّ کا یَعْلَمُ۔ باب سَمِعَ کا مضارع مثبت معروف واحد مذکر غائب ھُوَ ضمیر اس میں مستتر ہے اس کا فاعل ہے مراد اللہ تعالیٰ۔ واؤ حالیہ یا عاطفہ اَنْتُمْ ضمیر مرفوع منفصل جمع مذکر حاضر مبتدا ہے۔ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ باب سَمِعَ کا مضارع منفی بمعنیٰ حال جمع مذکر حاضر اس میں اَنْتُمْ پوشیدہ ضمیر کا مرجع کفار ہے لیکن مراد سب عوام ہیں۔ جملہ فعلیہ ہو کر خبر مبتدا ہوئی۔ یہ سب جملہ عاطفہ یا حالیہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی ضَرَبَ فعل ماضی مطلق۔ ضَرْبٌ سے بنا ہے بمعنیٰ بیان کرنا اَللّٰہُ بحالتِ رفع اِس کا فاعل ہے مَثَلًا اسم مفرد جامد بمعنیٰ کہاوت مشابہت بحالتِ نصب ہے مفعول بہ ہے ماقبل فعل ضَرَبَ کا مبدل منہ ہے مابعد کا۔ عَبْدًا۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ غلام ہر طرح فرمانبردار۔ پابندِ اطاعت۔ ممیز ہے مَمْلُوْكًا اسم مفعول صیغہ واحد مذکر۔ بابِ ضَرَبَ سے ہے مِلْكٌ سے بنا ہے بمعنیٰ کسی کی ملکیت میں آیا ہوا (زر خرید)۔ بحالتِ نصب نکرہ ہے تمیز ہے عبدًا کی۔ ممیز تمیز مل کر موصوف۔ لَا یَقْدِرُ۔ بابِ ضَرَبَ کا فعل مضارع منفی صیغہ واحد

مذکر غائب ھُوَ مستتر فاعل جس کا مرجع عبدًا ہے۔ علیٰ جارّہ فوقیت کے لیئے شَیْءٍ۔ اسم مفرد جامد نکرہ بمعنیٰ کچھ بھی۔ کسی چیز پر۔ تنوین تحقیری ہے بمعنیٰ چھوٹی سے چھوٹی چیز۔ جار مجرور متعلق ہے ہے لَا یَقْدِرُ کے یہ فعل قَدْرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ۔ اپنی مرضی سے کچھ کرنا۔ غالب آنا۔ طاقت و ہمّت ہونا۔ اندازہ کرنا۔ یہاں پہلے معنیٰ مراد ہیں اور اُس کی نفی ہے۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہے موصوف صفت مل کر معطوف علیہ۔ واؤ عاطفہ مَنْ اسم رَزَقْنَا۔ باب نَصَرَ کا فعل ماضی مطلق مثبت معروف جمع متکلّم۔ نَحْنُ ضمیر مستتر کا مرجع اللّٰہ ہے ہُ ضمیر ظاہر واحد مذکّر غائب مرجع مَنْ موصولہ ہے منصوب مفعول بہ ہے۔ مِنْ جارّہ ابتداءِ غایت کے لیے بمعنیٰ طرف سے نَا ضمیر جمع متکلّم مجرور متّصل ہے تاکید نفسی کے لیے ہے یعنی اپنی طرف سے۔ رِزْقًا۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ روزی۔ مفید چیزیں۔ موصوف ہے حَسَنًا۔ اسم مفرد جامد۔ بمعنیٰ اچھا۔ عمدہ۔ خواہش اور صحت کے مطابق۔ منصوب ہے صفت ہے رِزْقًا کی۔ موصوف صفت مل کر مفعول بہ ہے رَزَقْنَا کا جملہ فعلیہ صلہ ہوا۔ موصول صلہ معطوف علیہ فَ عاطفہ تعقیبیہ ھُوَ ضمیر واحد مذکّر مبتدا ہے۔ یُنْفِقُ۔ باب اِفعال کا فعل مضارع مثبت معروف صیغہ واحد مذکّر غائب ھُوَ ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے جس کا مرجع مَنْ ہے۔ اس کا مصدر ہے اِنْفَاق بمعنیٰ خرچ کرنا۔ خیرات کرنا۔ صدقہ کرنا۔ یہاں تینوں قسم کا نفقہ مراد ہے۔ مِنْ جارّہ تبعیضیہ۔ یا بمعنیٰ فی ظرفیہ بمعنیٰ میں سے ہُ ضمیر واحد مذکّر کا مرجع رِزْقًا ہے۔ سِرًّا۔ اسم مفرد جامد۔ بمعنیٰ چھپا ہوا۔ واؤ عاطفہ۔ جَهْرًا اسم مفرد جامد بمعنیٰ ظاہر کیا ہوا۔ یہ عبارتِ عاطفہ حال ہے ھُوَ ضمیر مستتر کا۔ جملہ فعلیہ ہو کر خبر مبتدا۔ اور وہ جملہ اسمیہ ہو کر معطوف مَنْ پر۔ اور وہ معطوف ہے عَبْدًا پر۔ اور عبدًا سب سے مل کر بدل ہے مَثَلًا کا۔ اور مُبدَل مِنہٗ بدل مفعول بہ ہے ضَرَبَ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر مکمّل ہوا۔ ھَلْ۔ حرفِ استفہام انکاری۔ یعنی ایسا نہیں ہے۔ یَسْتَوٗنَ۔ باب اِفتعال کا مضارع مثبت معروف ہے۔ صیغہ جمع مذکّر غائب۔ سَوْیٌ لفیف مقرون سے بنا ہے۔ مصدر اِسْتِوَاءٌ۔ بمعنیٰ برابر ہونا۔ آخری یٰ لام کلمہ کو ہمزہ سے بدلا گیا۔ ھُمْ ضمیر مستتر اس کا فاعل جملہ فعلیہ ہو کر مکمّل ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ. وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ الف لام استغراقی بمعنیٰ تمام۔ حَمْدُ۔ اسم مفرد جامد (حاصل مصدر) بمعنیٰ وہ خوبیاں بیان کرنا جو موصوف کی ذاتی اور بے مثل ہوں۔ اس لیئے حمد صرف باری تعالیٰ کی ہوتی ہے کسی مخلوق کی نہیں ہو سکتی۔ بحالتِ رفع ہے مبتدا ہے ثَابِتٌ یا وَاجِبٌ اسم فاعل پوشیدہ ہے لِلّٰهِ جار مجرور اس پوشیدہ کا

مُتعلّق ہے اور جملہ اسمیہ معطوف علیہ ہے بَل حرفِ عطف تدارک کے لیے ہے ۔ یعنی اصلاحِ علم اور عقائد مقصود ہے ۔ اَکْثَرُ ۔ اسم تفضیل مذکر مضاف ہے ۔ غیر منصرف ہوتا ہے کیونکہ وزنِ فعل ہے کَثْرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ زیادتی والا ۔ ھُمْ ضمیر کا مرجع کفّار ہیں ۔ لَا یَعْلَمُوْنَ ۔ باب نَصَرَ کا فعل مضارع منفی صیغہ جمع مذکر غائب عِلْمٌ سے بنا ہے بمعنیٰ جاننا ھُمْ ضمیر مذکر غائب اس کا فاعل ہے جس کا مرجع کفّار ۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے بتدا کی اور وہ جملہ اسمیہ ہو کر معطوف لِلّٰہِ پر ۔ وہ جملہ اسمیہ خبر اَلْحَمْدُ مبتدا کی ۔ واؤ سرِ جملہ ضَرَبَ ماضی مطلق واحد غائب مرفوع ہے اس کا فاعل ۔ مَثَلًا اسم مفرد جامد بمعنیٰ کہاوت بحالتِ نصب ہے مفعول بہ ہے ضَرَبَ کا ۔ مُبدل منہ ہے مابعد کا رَجُلَیْنِ تثنیہ ہے ۔ رَجُلٌ کا بدل ہے مَثَلًا کا دونوں مل کر مفعول بہ ہے ضَرَبَ کا ۔ اَحَدُ ۔ اسم مفرد جامد عددی بمعنیٰ ایک مضاف ہے اس لیے دو پیش نہ آئے ھُمَا ۔ ضمیر تثنیہ مذکر غائب مرجع ہے رَجُلَیْنِ ۔ مضاف الیہ ہے لہٰذا مجرور متّصل ۔ یہ مرکّب اضافی مبتدا ہے ۔ اَبْکَمُ ۔ اسم تفضیل مذکر بَکَمٌ سے بنا ہے بمعنیٰ پیدائشی گونگا ہونا ۔ ترجمہ بہت زیادہ گونگا (گونگا بے عقل) یہاں تنوین سے مانع غیر منصرف ہونا ہے ۔ بحالتِ رفع ہے کیونکہ خبر مبتدا ہے ۔ موصوف مابعد کا لَا یَقْدِرُ باب ضَرَبَ کا مضارع منفی واحد مذکر غائب قُدْرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ طاقت و ہمّت ہونا ۔ ھُوَ ضمیر مستتر اس کا فاعل جس کا مرجع اَحَدُ ہے عَلٰی جارّہ فوقیت کے لیے شَیْءٍ ۔ اسم مفرد جامد لغوی ترجمہ چاہت ۔ پسند ۔ اصطلاحًا چیز عام ۔ تنوینِ تنکیری بمعنیٰ کوئی بھی کچھ بھی چھوٹی سی چیز ۔ یہ جار مجرور متعلق ہے لَا یَقْدِرُ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہے اَبْکَمُ کی اور موصوف صفت ذوالحال ہے واؤ حالیہ ھُوَ ضمیر واحد مذکر غائب مرفوع منفصل مبتدا ہے کَلٌّ ۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ بیکار بے وفا ۔ اپاہج ۔ بے فائدہ ۔ معذور ۔ چھری یا تلوار کی پشت (دوسری جانب جس طرف دھار نہیں ہوتی) وہ بھی بیکار ہوتی ہے ۔ غم ۔ سختی ۔ یتیم لاغر ۔ اصل معنیٰ بیکار ہیں باقی معنیٰ مجازی ہیں یہاں اصلی حقیقی معنیٰ یعنی بیکار معذور مراد ہیں موصوف ہے عَلٰی جارّہ استعلائیہ مَوْلٰی ۔ اسم منقول ہے باب اِفعال کا اسم مفعول واحد مذکر یا باب ضَرَبَ اسم ظرف ۔ بروزنِ مُکْرَمٌ یا مَضْرَبٌ ۔ وَلْیٌ یا وِلْیٌ سے بنا ہے بمعنیٰ وِلا (میراث) پانے والا ۔ یا بمعنیٰ مددگار ۔ کارساز ۔ حاجت روا ۔ مشکل کشا ۔ حمایتی ۔ آقا ۔ مالک ۔ یہاں اِن ہی دو معنیٰ میں ہے اسم مقصور ہے اس لیے اس کا اعراب کسرہ تقدیری ہے ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر مجرور متّصل مضاف الیہ ہے یہ مرکّب اضافی مجرور ہے عَلٰی سے جار مجرور متعلق پوشیدہ اسم فاعل واقعٌ کا وہ جملہ اسمیہ ہو کر صفت ہے کَلٌّ کی یہ مرکّب توصیفی ذوالحال ہے اَیْنَمَا ۔ اسم ظرف بسیطی ۔ مُتّصلہ ۔ اَیْنَ ظرفیہ مکانیہ شرطیہ ۔ مَا موصولہ ہے ۔ بمعنیٰ جہاں کہیں ۔ مضارع کو جزم دیتا ہے ۔ یُوَجِّہْ ۔ باب تفعیل کا فعل مضارع

مثبت معروف مصدر ہے توجیہ۔ بمعنی متوجہ ہونا۔ سامنے ہونا۔ چہرہ دکھانا۔ بھیجنا۔ یہاں اسی معنی میں ہے مجزوم ہے اینما سے۔ ھُوَ ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے جس کا مرجع مولا ہے ہ ضمیر ظاہر واحد مذکر غائب مرجع اَحَدُ ہے منصوب متصل مفعول ہے یُوَجِّهْ کا۔ یہ فعل فاعل مفعول مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔ لَا يَاتِ۔ باب ضَرَبَ کا فعل مضارع معروف منفی بمعنی فعل حال یا مستقبل۔ اَتٰی سے بنا ہے بمعنی آنا۔ لانا۔ یہاں لانا مراد ہے۔ دراصل تھا لَا یَاتِیْ۔ آخر کی یٰ گر گئی جزم کی وجہ سے اینما نے اس کو بھی جزم دیا کیونکہ یہ جملہ جزا ہے۔ بِ جارّہ مفعولیت کا خَیْرٍ اسم مفرد مصدر۔ یہاں جامد ہے بمعنی بھلائی خیریت۔ شر کا مقابل ہے۔ جار مجرور متعلق ہے یَاْتِ کا۔ جملہ فعلیہ جزا ہے شرط جزا مل کر حال ہے۔ حال ذوالحال خبر ہے ھُوَ کی اور وہ معطوف ہے اَبْکَمُ پر اور وہ خبر ہے مبتدا اَحَدُ کی یہ جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صفت ہے رَجُلَیْنِ۔ موصوف صفت بدل ہوا مَثَلًا کا۔ اور مبدل منہ بدل مفعول بہ ہے ضَرَبَ کا پھر جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا۔ ھَلْ۔ حرف استفہام انکاری۔ تصدیق ایجابی کے لیے۔ یعنی برابر نہیں ہیں بلکہ علیحدہ ہیں یَسْتَوِی۔ باب افتعال کا مضارع معروف واحد مذکر غائب ھُوَ ضمیر ظاہر اس کا فاعل۔ معطوف علیہ واؤ عاطفہ مَنْ موصولہ یَامُرُ۔ باب نَصَرَ کا مضارع معروف صیغہ واحد مذکر غائب۔ اَمْرٌ سے مشتق ہے۔ بمعنی حکم دینا۔ اچھی بات بتانا۔ نصیحت کرنا۔ یہاں ہر معنی درست ہے۔ ھُوَ ضمیر مستتر کا مرجع مَنْ موصولہ ہے۔ بِ جارّہ مفعولیت کا۔ الف لام جنسی عَدْلِ۔ اسم مفرد مصدر۔ یہاں جامد یعنی حاصل مصدر کے معنی میں ہے۔ بمعنی انصاف جار مجرور متعلق ہے یَامُرُ کا۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا۔ موصول صلہ ذوالحال۔ واؤ حالیہ ھُوَ ضمیر مرفوع مبتدا۔ علٰی جارّہ استعلائیہ۔ صِرَاطٍ اسم مفرد جامد بمعنی راستہ۔ مُسْتَقِیْمٍ۔ باب استفعال کا اسم فاعل واحد مذکر۔ مصدر سے اِسْتِقْوَامٌ یا اِسْتِقَامَۃٌ۔ قَوْمٌ سے بنا ہے۔ بمعنی قائم رہنا۔ سیدھا ہونا۔ صفت ہے صراط کی مرکب توصیفی مجرور ہے متعلق ہے وَاقِعٌ اسم فاعل پوشیدہ کا۔ یہ شبہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر مبتدا ہوئی۔ مبتدا خبر سے مل کر حال ہوا ذوالحال حال مل کر معطوف ھُوَ کا ہو کر فاعل یَسْتَوِی کا۔ اور وہ جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا۔

تفسیر عالمانہ

فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ. ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا. هَلْ يَسْتَوٗنَ۔ اے انسانوں تم کو منع کیا جاتا ہے کہ اپنی عقل۔ تصور۔ تخیل۔ اور گمان و وہم سے اللہ تعالٰی کی ذات و صفات کے لیے دنیوی چیزوں کے مقابہ مثالیں نہ بناتے پھرو۔ ۱ بیشک اللہ تعالٰی اپنی ذات و صفات قوت و کمال جمال و جلال کو بھی

خود ہی جانتا ہے اور مخلوق کی پیدائشی حالات کو بھی جانتا ہے۔ تم انسانوں میں سے کوئی بھی نہ خالق کو پہچان سکتے ہو نہ مخلوق کو بلکہ تم تو خود اپنی حقیقت کو بھی نہیں جانتے کہ کیسے بنے کس سے بنے کیا بن گئے۔ تمہاری کھال ہڈی گوشت پوست کیا چیز ہے۔ ۲۔ یا بیشک اللہ جانتا ہے کہ تم نے جو جھوٹی باطل تمثیلیں اللہ کے لیے بنا رکھی ہیں یہ سب تمہارے وہم ہیں۔ اور تم ان کے بطلان کو اپنے اندھے عقیدے کی بنا پر نہیں جان پاتے۔ ۳۔ یا اللہ تمہارے کفریہ شرکیہ جرموں اور اُن کی سزا کو جانتا ہے تم نہیں جانتے ورنہ کرتے ہی نہ ۴۔ یا بیشک اللہ جانتا ہے کہ صرف اللہ ہی معبود ہے اور کوئی معبود نہیں۔ اور تم کافر لوگ نہیں جانتے اسی لیے شرک کرتے ہو۔ ۵۔ یا اللہ اپنی تمام مخلوق کی حیثیت کیفیت جانتا ہے اسی لیے جیسا جس کو چاہتا ہے شان عزت درجات امیری۔ غریبی والا۔ اور آقا۔ غلام بنا دیتا ہے مگر تم اللہ کی اِس حکمت قدرت عظمت کو نہیں جانتے یہ پانچ مختلف اقوال مفسرین کے ہیں۔ اس آیت کی تفسیر میں ضرب مثل کا معنیٰ ہے ایک کا ظاہری حال دیکھ کر دوسرے کے حال کو اُس کے مشابہ سمجھنا۔ یہ مثل اور مشابہت دنیا کو دنیا کے مطابق تو دی جا سکتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں دی جا سکتی۔ اس لیے کہ مشابہت اور تمثیل کے لیے دونوں کے حال کا تعارف ضروری ہے۔ لیکن انسان چونکہ اللہ کی ذات و صفات سے قطعاً متعارف ہو سکتا ہی نہیں۔ لہٰذا اُس کے لیے تمثیل ناممکن باری تعالیٰ اپنی ذات صفات میں بے مثل واحد و یکتا ہے۔ اس لیے فرمایا گیا لَا تَضْرِبُوْا۔ اے لوگو ہرگز اُس کیلئے تمثیلیں تشبیہیں نہ بناتے پھرو۔ اس لیے کہ تم جو بھی مثال بناؤ گے وہ اپنی عقل قیاس اور تصوّر و تخیل سے بناؤ گے اور یہ سب کچھ انتہائی محدود ہے جب کہ باری تعالیٰ کی ذات و صفات لامحدود تو لا محدود کی مثال محدود کیسے بنا سکتی ہے تمہارا قیاس مشاہدے کا محتاج اور اُس کی ذات و صفات غائب اور غائب کو شاہد پر قیاس کرنا ناممکن۔ تاریخی اور تحقیقی طور پر مذاہب اور ادیانِ عالم کی تعداد آج تک جو دریافت ہوئی ہے وہ چودہ ۱۴ ہے ۱۔ بُت پرستی شرک۔ ۲۔ جین گوتم بدھ کے پیروکار ۳۔ زرتشتی ۴۔ آریہ ھندو ۵۔ بدھ مذہب ۶۔ شنٹو ۷۔ ٹاؤ۔ ۸۔ کنفیوشی۔ ۹۔ یہودیت ۱۰۔ عیسائیت ۱۱۔ سکھ ۱۲۔ ھندو ۱۳۔ دھریہ ۱۴۔ مادہ پرستی۔ اِن تمام نے اللہ تعالیٰ کے لیے طرح طرح کی مثالیں اور تشبیہیں بنا رکھی ہیں۔ اگرچہ ان میں سے کچھ دین والے زبانی طور پر توحید والے بنتے ہیں مثلاً آریہ۔ یہودی۔ عیسائی۔ سکھ یہ مذاہب اللہ کے واحد ہونے کا عقیدہ بناتے ہیں مگر ان لوگوں نے بھی اللہ کے لیے مثالیں بنا ڈالیں۔ آریہ نے سمجھا کرشن میں خدا محدود ہو گیا اور موسم کو معبود بنا لیا۔ یہودیوں نے حضرت عزیر کو اللہ کا بیٹا کہہ کر ایک مثال گھڑلی عیسائیوں نے حضرت مسیح ابن اللہ سے رب کی مشابہت بنائی۔ سکھوں نے گرو اور گرنتھ کی شکل کو رب سمجھ لیا۔ ویدک

تعلیم ہے کہ خالق کی صفات مجسم ہیں۔ یہ بارش کی دیوی یہ سورج کا دیوتا۔ اللہ کی صفات پر انہوں نے اپنے بت بنا لیے اور کہتے ہیں کہ آسمان والا تو ایک ہی ہے مگر اس کی صفات ان مثالوں اور شکلوں پر ہیں۔ کسی کی ہاتھی جیسی سونڈ اور کسی کے دس سر۔ اللہ کی صفت قہاریت اور قحط کے لیے کالی دیوی۔ رحم کی دیوی لکشمی کسی نے اللہ کے لیے تجسم کسی نے تعطیل کسی نے تنزیہہ کسی نے اثبات و نفی کسی نے تشخص سے اور کسی نے صفات کا ہیولہ بنا ڈالا۔ وید اور زرتشت نے اللہ کی صفات کا ہی سرے انکار کر دیا۔ اور پرستش کے لیے ایک تشخص قائم کر کے مورتی بنا لی۔ آریہ نے اللہ کی مثال موسم کو بنا لیا اس کو تنزیہ کہا گیا۔ بدھ نے تعطیل ہر چیز کو معطل اور ترک اور فنا کرنا یعنی جس کی یہ صفت ہو وہ رب خواہ وہ ظاہراً بندہ نظر آئے۔ عیسائیوں نے اللہ کو کلام کلام کو اللہ اور کلام کو مجسم مانا۔ غرضکہ۔ تعطیل، تنزیہہ، تجسم، تشخص، ہیولہ یہ سب شرک و کفر ہے فرقہ باطنیہ والے اثبات و نفی کے ضرب الامثال میں پھنسے رہے۔ یعنی نور بھی ہے لا نور بھی۔ خالق لا خالق۔ حاکم لا حاکم۔ یہ ہی تمثیل تشبیہیں ہیں جس کی بنا پر یہ سب دین کفر و شرک بن گئے حالانکہ تحریری اور زبانی طور پر ہر مذہب ہی کہتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ڈاکٹر اقبال مرحوم بیچارا اسی تحریر کے چکر میں پھنس کر کہتا ہے کہ ہندو کو مشرک اور کافر نہیں کہنا چاہیئے۔ اس کی عقل نے یہ غور نہ کیا کہ ذات و صفات کے لیے تجسم۔ تشخص قائم کرنا اور ہیولے بنانا عین شرک ہے صرف اسلام ہی وہ دین برحق ہے جس نے اس پرانے شرک سے بچانے کے لیے فرمایا فَلَا تَضْرِبُوا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ان کفار کی دیکھا دیکھی وہابیوں نے بھی اللہ کے لیے طرح طرح کی مثالیں بنانی شروع کر دیں۔ ایک وہابی ابن تیمیہ اٹھتا ہے تو کہتا ہے کہ اللہ آسمان سے ایسا اترتا ہے جیسے میں منبر سے اترتا ہوں اور جب عرش کی کرسی پر بیٹھتا ہے تو کرسی چوں چوں کرتی ہے۔ دوسرا وہابی اٹھتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو عام دنیا کے بادشاہوں کی طرح سمجھنے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ ہائے ہائے اگر تم نے ہر چیز نبی ولی سے مانگنی شروع کر دی تو اللہ کے پاس کیا رہ جائے گا۔ ان بیچاروں کو دن رات اللہ کے متعلق یہ ہی غم کھائے جا رہا ہے۔ اسی لیے پروردگار عالم نے سختی سے منع فرمادیا کہ اے دنیا کے احمق لوگو خبردار تم اللہ کے لیے کسی طرح کی کوئی مثال نہ بیان کرو۔ اس کی ایک وجہ اسی سورت کی آیت ۶۰ میں بیان فرمادی ہے کہ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ کافر لوگ بری مثال ہی بنائیں گے۔ وہ اللہ کی حقیقی شان کے مطابق مثال نہیں بنا سکتے۔ اس لیے منع فرمادیا گیا اور فرمایا گیا کہ اگر تم کو مثالیں سننے کا شوق ہی ہے تو اپنی بیہودہ اور خیالی مثالوں کو چھوڑ کر اللہ اور اس کے پیارے رسول کی بتائی ہوئی مثالیں سنو اور سمجھو۔ اللہ کی مثال دیوی دیوتا میں نہیں بلکہ اس کی قدرت طاقت۔ اختیار۔ علم۔ عطا۔ کرم رحم۔ کی مثالیں اس کے انبیاء اولیاء میں دیکھو۔ دیوی دیوتا کی مثالیں تو

مثل السوء ہیں۔ لیکن اس کی بیان کی ہوئی مثالیں وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی بہت ہی سچی حقیقی۔ یقینی ہیں۔ اللہ نے ایک مثال بیان فرمائی کہ ایک جگہ دو غلام ہوں ایک عبدِ مجبور مملوک کسی بھی چیز پر قادر نہیں اور ایک وہ بندہ ہے جس کو ہم نے اپنے پاس سے عظیم الشان رزق حسنہ دیا ہے۔ اور اس کو اتنا بڑا مکمل اختیار بھی دیا ہے کہ وہ ہر وقت دن رات صبح شام کائنات کے تمام سائلوں مانگنے والوں کو ہر قسم کا رزق پوشیدہ اور ظاہر ان ہی ہمارے دیئے ہوئے خزانوں سے بلا جھجک دھڑا دھڑ خرچ کرتا چرند و پرند۔ حیوان و جنات انسان و ملائکہ کو بانٹتا چلا جا رہا ہے چاند توڑتا سورج موڑتا بارشیں برساتا انگلیوں سے چشمے بہاتا۔ دودھ پلاتا۔ جابر کے گھر کھانا کھلاتا۔ ہرنیوں کو چھڑاتا۔ اونٹوں کو بچاتا چڑیوں کی فریادیں سنتا سناتا چلا جا رہا ہے۔ اور پھر یہی نہیں بلکہ اُوْتِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ کا اعلان سناتے ہوئے اپنی بندگی اور اللہ کے دینے کا اظہار بھی فرماتا جا رہا ہے کہ یہ خزانے میرے ذاتی نہیں عطاءِ الٰہی ہیں میں معطی نہیں قاسم ہوں۔ میں ہی مَنْ رَّزَقْنٰهُ والا بندہ ہوں۔

کیا یہ دونوں قسم کے بندے برابر ہیں۔ کیا اولیاء اللہ کو اور ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ان بتوں کی طرح مجبور وبے کس سمجھتے ہو۔ کیا کفار کی طرح انبیاء و اولیاء کو چھوڑ کر بتوں کی طرف بھاگو گے۔ ہر عقل مند تو خرچ کرنے والے دینے بانٹنے والے سخی داتا کے آستانے کی طرف لینے مانگنے کے لیے دوڑا آتا ہے۔

اور تم کیا ایسے آستانوں سے بھی بھاگو گے اور لوگوں کو دور بھگاؤ گے۔ بتوں کی طرح ان کو بھی شرک کہو گے بتوں کی آیتیں ہمارے ان مختار اور مشکل کشا بندوں پر لگاؤ گے۔ هَلْ یَسْتَوٗنَ۔ کیا یہ سب ایک جیسے برابر ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ بَلْ اَکْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ حقیقت یہ ہے کہ اپنے پیارے بندوں کو خود رب تعالیٰ ہی رزق کے خزانے اور قدرت طاقت۔ اختیار عطا فرماتا ہے اس لیے جس کی بھی تعریف، حمد و ثنا کرو وہ اللہ ہی کی حمد ہے۔ کیونکہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہی ہیں۔ جی بھر کر نبی کریم کی نعتیں اور انبیاء و اولیاء کے قصیدے گاؤ کہ یہ سب اللہ کی ہی حمد ہیں۔ لیکن اکثر بے علم بے عقل بے شعور سے حاسد و خائن لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔ بعض احمق لوگوں نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کا معنی اور تفسیر یہ بیان کی ہے کہ جب اللہ کی یہ دو غلاموں والی مثال سن کر هَلْ یَسْتَوٗنَ کا جواب کافر نہ دے سکے تو رب نے کہا الحمد للہ۔ یعنی شکر ہے۔ ایک دوسرا کہتا ہے کہ نہیں بلکہ کافروں کی خاموشی دیکھ کر نبی کریم نے کہا الحمد للہ۔ کیسی غلط تفسیر ہے اور دوسری تو کفر یہ ہے کیونکہ وہ رب کے کلام ہونے کا انکار ہے بعض لوگوں نے کہا کہ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا میں اللہ نے اپنی اور بتوں کی مثال بیان فرمائی مگر یہ تفسیر قطعاً غلط ہے بلکہ یہ مثال بتوں کی اور اولیاء اللہ کی ہے۔ اس لیے کہ عبد مملوک کے مقابل وَمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا کا ذکر ہے یعنی جس کو

اللہ نے رزق دیا ہماری یہ تفسیر اس لیے صحیح ہے کہ ابن عباس حضرت قتادہ ابن جریر اور تمام علما فقہا نے یہی فرمائی ہے (تفسیر کبیر۔ ابن کثیر۔ مظہری) کیا ایسی غلط تفسیر دل کو قرآن مجید کی تفہیم کہا جا سکتا ہے تفسیر تو ایسی ہونی چاہیے کہ قرآن کریم کی ضیا سے قلوب منور ہو جائیں۔ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ أَحَدُهُمَآ أَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ أَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَأْتِ بِخَيْرٍ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ وَمَنْ يَّأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ اور اللہ نے شاندار ایک اور مثال بت پرستوں اور خدا پرستوں کی بیان فرمائی۔ کہ دو آدمی ہیں ان میں سے ایک پیدائشی گونگا۔ جو لازمی بہرا بھی ہوتا ہے۔ اور پھر دبلا لاغر بیمار بھی ہے کوئی کام نہیں کر سکتا۔ یا سست ڈھیٹ کام چور ہے کھانے پینے پہننے اوڑھنے میں تیز ہے اپنے مالک پر نرا بوجھ ہی ہے۔ جہاں کہیں کسی کام پیغام کے لیے بھیجا جاتا ہے تو کام بگاڑ کر بری ہی خبر لاتا ہے۔ کبھی اچھی خبر نہ لایا۔ دیگر برائیوں کے علاوہ حد درجے کا بیوقوف بھی ہے۔ اپنی حماقت سے ایسی جگہ ایسی صحبت میں جاتا ہے ان سے مانگتا ہے تعلق جوڑتا ہے جن سے کبھی اچھی چیز نہ مل سکے۔ اور دوسرا وہ عابد زاہد۔ صائم الدہر۔ قائم اللیل بارگاہ الٰہیہ کا حاضر باش ہے جو ہمیشہ خود کو اور دوسروں کو قرآن و حدیث کی عدل والی باتوں کا ہی حکم دیتا ہے۔ اور وہ پیارا بندہ حیات دنیوی میں شریعت طریقت معرفت حقیقت کے اس نورانی سیدھے راستے پر ہے جو علما صلحا۔ اولیاء اللہ کے آستانوں سے گزرتا ہوا سیدھا در مصطفیٰ تک پہنچ کر قرب خداوندی کی منزل تک پہنچاتا ہے۔ کیا یہ دونوں انسان بھی کبھی کسی کے نزدیک برابر ہو سکتے ہیں۔ چونکہ دنیا کی مخلوق چار قسم کی ہے اس لیے قرآن مجید نے یہاں دو مثالوں میں ان چاروں قسم کا ذکر فرمایا۔ پہلی مثال میں ان کا ذکر ہوا جن کو لوگ قابل احترام سمجھتے ہیں ان سے فریادیں کرتے ہیں حاجتیں مانگتے ہیں وہ کفار کے لیے بت اور دیوتا ہیں۔ اور مسلمانوں کے لیے انبیاء کرام اور اولیاء اللہ ہیں۔ مثال اول میں دونوں کی حقیقت بیان کر کے بتوں سے رد کا گیا اور انبیاء اولیاء کے آستانوں مزاروں کی طرف بھیجا جا رہا ہے مثال دوم میں خود جانے والوں کا ذکر ہے کہ کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ سے دور عبادت الٰہیہ سے بیزار نیکی کرنے میں سست۔ نماز روزے سے علیحدہ۔ اللہ کی نعمتیں کھانے پینے میں بڑے چست چالاک اور دوسرا بندہ عبادت ہی میں مشغول اس کا اٹھنا بیٹھنا۔ سوتا جاگنا چلنا پھرنا کھانا پینا۔ تجارت کاروبار سب کچھ عبادت اللہ کے کاموں میں تیز ہشیار۔ پوچھا جا رہا ہے کہ اگر اس طرح کے دو غلام تمہارے پاس ہوں تو تم کو کونسا پیارا ہو گا۔ بس سمجھ لو کہ اللہ کو بھی وہی پیارا ہے جو بتوں اور بروں کو چھوڑ کر اللہ رسول اور قرب والوں کا حاضر باش ہو۔

فائدے

ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔
پہلا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات و اعمال و افعال و اقوال میں بے مثل ہے۔ اسی لیے اُس کی بنائی ہوئی تمام مخلوق بھی بے مثل ہے یعنی کوئی بھی دنیا میں نہ اللہ کی ذات و صفات کی طرح کوئی چیز پیش کر سکتا ہے نہ اُس کی مخلوق کی طرح کوئی کچھ بنا سکے یہاں تک کہ ساری دنیا کے لوگ اہل ہنر مل کر بھی ایک گھاس کا تنکہ نہیں بنا سکتے ہاں البتہ رب تعالیٰ اپنی مخلوق کی مثل ہزاروں چیزیں بنا سکتا ہے۔ لہٰذا جس کی مثل رب نے پیدا فرما دیں وہ بے مثل نہیں لیکن جس کی مثل رب نے پیدا نہیں کیا وہ کائنات میں بے مثل ہے اُس کی مثلیت کا دعویٰ کرنا کفر صریح ہے۔ یہ فائدہ۔ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ فرمانے سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ جو شخص زبان سے رب تعالیٰ اور پیارے نبی کی باتیں نہ کریں وہ حقیقتاً گونگا ہے۔ اگرچہ دنیا کے ہر علم و ہنر کی بات کرتا ہو۔ لہٰذا مومن کو چاہیے کہ ہر وقت اپنے دینی دنیوی معاملات میں اللہ رسول کی ہی باتیں کرے اور لوگوں کو سنائے بشرطیکہ پہلے خود جانے۔ یہ فائدہ لَا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ فرمانے سے حاصل ہوا جب کہ ایک تفسیر کے مطابق اس سے کفار مراد ہوں جو دنیا کی ہر بات کر لیتے ہیں مگر پھر بھی گونگے بہرے۔
تیسرا فائدہ۔ کامل مومن وہ ہے جو خود بھی نیک بنے اور دوسروں کو بھی بلا لالچ نیک بنائے یہ فائدہ وَمَنْ یَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ اور وَهُوَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔
پہلا مسئلہ۔ انبیاء کرام اور خاص کر آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل اپنے آپ کو یا کسی کو کہنا یا سمجھنا حرام اور کفر ہے یہ مسئلہ۔ هَلْ یَسْتَوِیْ هُوَ۔ فرمانے سے مستنبط ہوا کہ جب مومن و کافر برابر نہیں تو امتی اور نبی کس طرح برابر ہو سکتے ہیں بعض گستاخوں نے لکھا ہے کہ کبھی امتی اعمال میں نبی کے برابر بلکہ بڑھ بھی سکتا ہے ایسا کہنے والا شرعاً کافر ہے۔ دوسرا مسئلہ۔ کافر مومن کا اور مومن کافر کا نہ رشتے دار رہتا ہے نہ قرابت دار نہ شرعی شریک۔ نہ میراث کا حقدار دین سے مرتد ہوتے ہی سارے رشتے ولایتیں ولائتیں یکدم ختم ہو جاتی ہیں۔ یہ مسئلہ هَلْ یَسْتَوِیْ هُوَ کے سوال انکاری سے مستنبط ہوا۔ فقہاء مجتہدین اس آیت اور چند احادیث سے ہی یہ مستنبط کرتے ہیں کہ مرتدین کو مسلمان کی میراث نہ ملے گی۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جاتے ہیں۔
پہلا اعتراض۔ یہاں پہلے فرمایا کہ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ جس سے ثابت

ہوا کہ اللہ کا مثل ہے ہی کوئی نہیں۔ اور پھر ساتھ ہی فرمایا گیا ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلاً جس سے ثابت ہوا کہ اللہ کی مثال ہے۔ بعض مفسرین بھی ایسا کہتے ہیں۔ یہ تعارض کیوں ہے

جواب۔ جن مفسرین نے اس آیت کو اللہ کی مثال قرار دیا ہے۔ وہ غلطی پر ہیں۔ اللہ کی مثال کا واقعی کائنات میں کوئی نہیں ہو سکتا یہاں اللہ نے مثال دی ہے مگر اپنی نہیں بلکہ مومن کافر اور بتوں اور اولیاء کی۔ **دوسرا اعتراض۔** یہاں پہلے فرمایا گیا عَبْداً پھر فرمایا مَمْلُوْکاً پھر فرمایا گیا لَا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ یہ تین لفظ ضرورت سے زائد ہیں نہیں ہونے چاہیئے تھے۔ اس لیے کہ جو عبد ہے وہ مملوک بھی ہے اور جو مملوک ہے وہ واقعی کسی نعمت پر قادر مختار نہیں۔

جواب۔ عبد عام ہے غلام کو اور نیک عابد زاہد کو۔ دیکھو رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ سُلَیْمٰنَ نِعْمَ الْعَبْدُ سلیمان اچھا بندہ۔ اس لیے عبد کو خاص غلام ثابت کرنے کے لیے مملوکاً فرمانا نہایت ضروری و درست ہے۔ نیز بہت سے غلام عبد ماذون مختار قادر و مکاتب ہوتے ہیں اس لیے لَا یَقْدِرُوْنَ کہہ کر بتایا گیا کہ یہ غلام کسی قسم کی اذن و اختیار بھی نہیں رکھتا۔ اس لیے لَا یَقْدِرُوْنَ کہنا بھی نہایت ضروری تاکہ عبد ماذون و مکاتب نکل جائیں **تیسرا اعتراض۔** یہاں دو بندوں کی مثال دی گئی ہے ۱ غلام محتاج کی اور ۲ نیک امیر دولت مند کی تو چاہیئے تھا کہ فرمایا جاتا هَلْ یَسْتَوِیَانِ۔ مگر فرمایا گیا ہے۔ هَلْ یَسْتَوُوْنَ جمع صیغہ بولنا درست نہیں ہے۔

جواب۔ یہاں کوئی خاص غلام یا نیک آزاد بندہ مراد نہیں بلکہ۔ عام جنس مراد ہے یعنی ایک اس قسم کا بندہ اور ایک اس قسم کا اور جب جنسیت مراد ہوتی ہے تو جمع کا صیغہ ہی لایا جاتا ہے۔ تاکہ عمومیت کا پتہ لگ جائے۔ گویا کہ یہاں واحد لفظ جمع کے قائم مقام ہے۔ بعض نے کہا عبد مملوک تو ایک ہی مراد ہے مگر مرزوق بندے زیادہ مراد ہیں کیونکہ لفظ مَنْ جماعت کے لیے بھی مستعمل ہے۔ لہٰذا یَسْتَوُوْنَ درست ہوا مگر یہ جواب غلط ہے۔ اس لیے کہ ایک مملوک کا جماعت اُمَرَا سے مقابلہ مناسب نہیں۔ ان آیات کی تفسیر صوفیانہ آیت ۷۹ کے بعد ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔

وَلِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَمَآ اَمْرُ

اور لیے اللہ کے ہیں غیب آسمانوں اور زمین کے اور نہیں ہے کام

اور اللہ کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزیں اور قیامت

السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ

قیامت کا مگر جیسے پلک مارنا آنکھ کا یا وہ زیادہ قریب ہے

کا معاملہ نہیں مگر جیسے ایک پلک کا مارنا بلکہ اس سے بھی قریب

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۷۷) وَ اللّٰهُ

بیشک اللہ پر ہر چیز قادر ہے اور اللہ نے ہی

بیشک اللہ سب کچھ کر سکتا ہے اور اللہ نے

اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

نکالا تم کو سے پیٹوں ماؤں کے تمہاری۔ نہ جانتے تھے تم

تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے پیدا کیا کہ کچھ نہ

شَيْئًا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْئِدَةَ

کچھ بھی اور بنایا لیے تمہارے سننا اور دیکھنے کی آنکھیں اور دل

جانتے تھے اور تمہیں کان اور آنکھ اور دل دیئے کہ تم

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (۷۸) اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ

تاکہ تم ان اعضا سے شکر کرو۔ کیا انہوں نے نہ دیکھا طرف پرندوں کے

احسان مانو کیا انہوں نے پرندے نہ دیکھے

مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا

جو حکم کے تابع ہیں بیچ ہوا آسمان کی نہیں روکا ہوا ہے ان کو کسی موجود نے مگر

حکم کے باندھے آسمان کی فضا میں انہیں کوئی نہیں روکتا سوا

اللّٰهُ ۭ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۷۹﴾

اللہ نے بیشک بیں اس البتہ نشانیاں میں ہے قوم کے جو ایمان لاتے ہیں۔

اللہ کے اس میں نشانیاں ہیں ایمان والوں کو۔

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق - پچھلی آیتوں میں اہل ایمان کی ظاہر پوشیدہ خیرات و صدقات کا ذکر فرمایا گیا اب ان آیات میں بتایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب نیک کاموں کو جانتا ہے کیونکہ آسمان و زمین کا غیب اسی کے لیے ہے۔ **دوسرا تعلق** - دنیا میں انسان کو تین قسم کی نعمتوں کی ہر وقت حاجت ہے۔ ۱ کھانے برتنے کی نعمتیں ۲ خدمت گاری کی نعمت ۳ کام کاج کرنے کی نعمت ان میں ایک بھی نہ ملے تو انسان یا مر جاتا ہے یا ذلیل ہو جاتا ہے یا بیکار۔ پچھلی آیت میں پہلی دو نعمتوں کا ذکر ہوا اب ان آیتوں میں تیسری نعمت کا تذکرہ ہے۔ **تیسرا تعلق** - پچھلی آیت میں بیکار نکمے بے عمل اور کارآمد باعمل محنتی نیک متقی لوگوں کی مثال بیان فرما کر کفار سے پوچھا گیا کہ کونسا بندہ اچھا ہے۔ اب ان آیات میں۔ پرندوں کی محنت و پرواز کا ذکر فرما کر بتایا جا رہا ہے۔ تم کو ہم نے مضبوط اعضاء دیئے مگر تم نے ان کو ہمارے راہ میں نہ چلایا۔ پرندوں کو بھی ہم ہی پرواز کی قوت دیتے ہمارے ہی حکم سے چڑھتے اترتے ہیں۔ ہم نے ہی فضاؤں میں ان کو روکا ہوا ہے

تفسیر نحوی وَلِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ وَمَاۤ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ واؤ سر جملہ لام جارہ ملکیت کا یا مفعولیت ترجمہ پہلا اللہ کا۔ ترجمہ دوسرا اللہ کو۔ یہاں ثابتٌ اسم فاعل مقدر ہے یہ جار مجرور اس کا متعلق ہے۔ غیبٌ اسم مصدر ہے بمعنی پوشیدہ ہونا۔ غائب ہونا۔ مخاطب و متوجہ نہ ہونا۔ یہ لغوی ترجمہ ہے۔ اصطلاح میں ہر وہ چیز جو انسانی حواس ظاہری و باطنی سے نظر نہ آئے وہ غیب ہے۔ یہاں یہ ہی مراد ہے اس لیے اسم جامد حاصل مصدر ہے مضاف ہے الف لام استغراقی سموات جمع مؤنث ہے سماء کی واؤ عاطفہ الف لام استغراقی ارض اسم مؤنث جامد۔ سماء بھی مؤنث لفظی ہوتا ہے بدلیل تصغیر سمیہ معطوف مضاف الیہ ہے اور مرکب اضافی فاعل ہے ثابتٌ کا۔ وہ سب سے مل کر جملہ [illegible] واؤ سر جملہ ما نافیہ۔ اَمْرُ اسم مفرد جامد بمعنی کام۔ معاملہ۔ حکم۔ فیصلہ یہاں مراد ہے ابتدا۔ قیامت مضاف

ہے بحالتِ رفع ہے کیونکہ فاعل ہے پوشیدہ اسم فاعل واقعٌ یا ثابتٌ یا آتٍ یا صادرٌ
کے یا قیامُ مصدر مقدر کے اِس دوسری صورت میں اَمْرُ کا ضمہ (پیش) علامتی ہے اگر قیام ظاہر ہوتا
تو یہ فاعل مضاف الیہ ہو کر مجرور ہوتا۔ الف لام استغراقی ہے یا عہدی۔ سَاعَتِ۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ
قیامت۔ مجرور ہے مضاف الیہ یہ مرکب اضافی فاعل ہے واقعٌ کا جملہ اسمیہ ہو کر مستثنیٰ منہ ہوا۔
اِلَّا حرفِ استثنا مفرغ۔ کیونکہ مستثنیٰ منہ پوشیدہ اور مستثنیٰ بھی۔ دراصل ہے اِلَّا وَاقِعٌ۔ کَلَمْحِ کاف
جارہ۔ لَمْحِ اسم مفرد حاصل مصدر۔ بمعنیٰ جھپک۔ آنکھ کی۔ کوندا بجلی کا (آسمان)۔ آنکھ مچولی کنکھیوں
سے دیکھنا۔ یہاں پہلے معنیٰ میں ہے لغوی ترجمہ مشابہت ہے جس میں فرق نہ کیا جاسکے یا فرق
کی مہلت نہ ملے مضاف ہے مجرور کاف تشبیہی سے ہے۔ الف لام جنسی بَصَرِ اسم جامد بمعنیٰ آنکھ
اصلاً مصدر ہے بمعنیٰ دیکھنا۔ مضاف الیہ ہے لَمْح کا یہ مرکب اضافی معطوف علیہ ہے۔ اَوْ حرفِ عطف
بمعنیٰ بَل استدراکِ مزیدت کے لیے ہے نہ کہ تناقض کے لئے یعنی سابق کی مخالفت مقصود نہیں بلکہ
ورزیادتی مقصود ہے۔ اِس کو بَل اِضرابیہ بھی کہتے ہیں۔ هُوَ ضمیر مبتدا ہے۔ مرفوع متصل ہے۔
اَقْرَبُ۔ اسم تفضیل قربِ زمانی کے لیے واحد مذکر کا صیغہ قُرْبٌ سے بنا ہے بمعنیٰ زیادہ قربت والا۔
اسم تفضیل ہمیشہ غیر منصرف ہوتا ہے بوجہ وزنِ فعل ہونے کے۔ اس لیے اُس پر تنوین نہیں آئی۔
بحالتِ رفع ہے کیونکہ خبر مبتدا ہے۔ مبتدا خبر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہے۔ جملہ عاطفہ مجرور ہے جار مجرور
متعلق ہے پوشیدہ وَاقِعٌ کا وہ جملہ اسمیہ مستثنیٰ ہوا۔ اِنَّ حرفِ تشبیہ اَللّٰہَ مفتوح اِس کا اسم۔
عَلٰی جارہ اِستعلائیہ۔ کُلِّ اسم تاکید مضاف ہے شَیْءٍ اسم جامد مضاف الیہ مرکب اضافی مجرور اور متعلق
مقدم ہے قَدِیْرٌ اسم فاعل واحد مذکر کے۔ قُدْرَۃٌ سے بنا بمعنیٰ موقعہ اور مصلحت کے مطابق ہر کام کی
صلاحیت قوت اختیار رکھنا۔ یہ صفت خصوصی ہے اللہ تعالیٰ کی کسی بندے کو قدیر کہنا منع ہے۔
بحالتِ رفع ہے کیونکہ یہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر اِنَّ ہے۔ قَدِیْر کا فاعل هُوَ ضمیر مستتر ہے۔ وَاللّٰہُ
اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْـًٔا ۙ وَّ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ
واؤ سر جملہ اللہ مبتدا۔ اَخْرَجَ۔ بابِ افعال کا ماضی مطلق صیغہ واحد مذکر غائب هُوَ ضمیر واحد غائب
مستتر اس کا فاعل ہے جس کا مرجع اللہ ہے۔ مصدر ہے اِخْرَاجٌ بمعنیٰ نکالنا متعدی بیک مفعول ہے۔ کُمْ ضمیر مذکر حاضر مراد
کفارِ مکہ مرجع عمومی ہے۔ منصوب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے۔ مِنْ جارہ ابتداءِ غایت کے لیے بمعنیٰ فی ظرفیہ
مکانیہ ترجمہ مخلوط ہے۔ میں سے۔ بُطُوْنِ۔ اسم جمع مکسر منصرف بَطْنٌ واحد ہے بمعنیٰ۔ باطن پوشیدہ
پیٹ رحم۔ یہاں [illegible] ہے۔ اُمَّهٰت [illegible] جمع مؤنث سالم اس کا واحد اُمٌّ بھی

ہے اور اُمّ و اُمٌّ بھی۔ لغوی معنیٰ ہے بیج۔ اصلیت۔ جڑ۔ اصلی لفظ اُمَّہٌ ہے بمعنیٰ والدہ بننا۔ صرف اسی ماں کے لیے آتا ہے جو سگی ہو (جس کے پیٹ سے بچہ پیدا ہو) اس کو تبدیل کر کے اُمٌّ کیا گیا۔ یعنی ہ کو میم بنایا۔ اور دونوں کو مدغم (مشدّد) کر دیا۔ یہ لفظ ہر نسبت کے لیے مستعمل ہے خواہ والدہ ہو یا کوئی مؤنث رشتے دار بزرگ یا کوئی مؤنث چیز۔ مثلاً اُمّ القُریٰ وغیرہ۔ انسانی اُم کی جمع ہمیشہ اُمّہٰت ہوتی ہے اصلیت کا لحاظ رکھ کر۔ لیکن حیوانات کی اُم کی جمع اُمّمات یا اُمّات ہوتی ہے۔ بحالتِ کسرہ ہے مضاف الیہ ہے ماقبل بطونِ کا اور مضاف ہے مابعد کا کُمْ ضمیر جمع مذکر مخاطب سب مرکب اضافی مجرور اور متعلق ہے اَخْرَجَ کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر ذوالحال لَا تَعْلَمُوْنَ مضارع منفی معروف صیغہ جمع مذکر حاضر اَنْتُمْ ضمیر منفصل پوشیدہ اس کا فاعل مرجع عالم انسان۔ شَیْئًا اسم نکرہ مفرد بحالتِ نصب مفعول بہٖ ہے۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر حال ہوا۔ حال ذوالحال معطوف علیہ۔ واؤ عاطفہ جَعَلَ۔ ماضی مطلق۔ واحد مذکر اس کا فاعل ھُوَ اسی میں مقدّر ہے مرجع اَللّٰہ۔ لَکُمْ۔ لام اضافت کا کُمْ ضمیر مجرور متّصل متعلق ہے جَعَلَ کا۔ الف لام جنسی۔ سَمْعَ۔ اسم مفرد حاصل مصدر۔ بمعنیٰ قوّتِ سماعت یعنی سننے کی طاقت۔ کان کے اس پردے کا نام ہے جس سے آواز کی لہریں ٹکراتی ہیں اور دماغ کی اُذنی رگوں کو ہلاتی ہیں۔ اُذن سارے جسمی عضوی کان کو کہتے ہیں مگر سَمْعَ صرف اس پردے کو وہ قوّت بھی مخلوق ہے اور پردہ بھی۔ مگر یہاں مراد ہے اس قوّت کو اس پردے میں رکھنا۔ ڈالنا۔ بنانا۔ واؤ عاطفہ الف لام جنسی یا استغراقی اَبْصَارَ۔ جمع مکسّر ہے بَصَرٌ کی بمعنیٰ بینائی (دیکھنے کی قوّت) بحالتِ نصب ہے کیونکہ تابع عطفی ہے۔ یہ مرکّب عطفی مفعول بہٖ ہے۔ واؤ عاطفہ۔ الِف لام استغراقی یا جنسی اَفْئِدَۃَ جمع مکسّر ہے فُؤَادٌ کی۔ اسم نکرہ منصرف ہے۔ بمعنیٰ قلب کی وہ جگہ جو مخزنِ فراست ہے۔ عضوی دل کو قلب کہا جاتا ہے۔ بحالتِ نصب ہے کیونکہ معطوف ہے۔ سَمْعَ پر جَعَلَ پورا جملہ معلول ہے۔ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ فعل مضارع احتمالی صیغہ جمع مذکر حاضر اَنْتُمْ ضمیر جمع مستتر فاعل۔ شُکْرٌ سے بنا ہے۔ بمعنیٰ۔ اِظہارِ نعمت جس کے بہت طریقے ہیں۔ جملہ فعلیہ ہو کر علت ہوئی معلول علت خبر مبتدا۔ پھر جملہ اسمیہ۔ اَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِیْ جَوِّ السَّمَآءِ۔ مَا یُمْسِکُھُنَّ اِلَّا اللّٰہُ۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ اَ ہمزہ استفہامیہ اقراری۔ یعنی ایسا ہی ہے ہمزہ سوالِ انکاری والا ایجاب کو سلب کرتی ہے اور سلب کو بھی سلب تاکیدی رہتے دیتی ہے۔ لیکن اقراری اس کے برعکس۔ سلب کو ایجاب اور ایجاب کو تاکید میں لاتی ہے۔ یہاں سلب (منفی) کو ایجاب یعنی مثبت میں کیا گیا ہے۔ لَمْ یَرَوْا۔ فعل نفی جحد بلَمْ۔ مضارع بمعنیٰ ماضی مطلق۔ جَحْدٌ کا معنیٰ ہے جان کر نہ کرنا۔ سمجھ اور شعور سے نہ کرنا۔ بقاعدۂ نحو جیسی نفی ٹوٹے ویسا ہی ثبوت پیدا ہوتا ہے تو مطلب

ہوا کہ سب لوگ عقل و شعور سے دیکھتے ہیں۔ حاضر کے بعد غائب صیغہ لانا عمومیت پیدا کرنے کے لیے۔ اِلیٰ جارہ انتہائیہ ہے۔ الف لام جنسی طَیْر اسم مفرد جنسی معرّف ہے بمعنی پرندہ جمع واحد سب کو شامل۔ یہاں جمع مراد ہے مُسَخَّرَات۔ باب تفعیل کا اسم مفعول صیغہ جمع مؤنث سَخَرٌ سے بنا ہے بمعنی قبضے میں کرنا مُسَخَّر یعنی قبضے میں کئے ہوئے۔ هُنَّ ضمیر جمع مؤنث اس کا فاعل جس کا مرجع ہے طیر اسم جنسی سے یہاں جمعیت مراد ہے اس لیے اس کے لیے صیغہ جمع مؤنث۔ بقاعدہ نحو جنسی جمع ضمیر ذوالعقول حقیقتاً مؤنث ہوتی ہے۔ بحالت نصب ہے کیونکہ حال ہے طَیْر کا۔ ذوالحال حال مل کر مجرور اور متعلق ہے ماقبل کا۔ فی جارہ ظرف مکانی کے لیے جَوّ۔ اسم مفرد جامد بمعنی فضا وہ جگہ جو زمین سے تقریباً بندرہ میل تک اوپر جانب آسمان ہو مضاف اَلسَّمَاءِ اسم مفرد مراد پہلا آسمان۔ الف لام عہد خارجی۔ مضاف مضاف الیہ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے مُسَخَّرَات کا وہ جملہ اسمیہ ہو کر حال ہوا۔ مَا یُمْسِکُ۔ باب افعال کا مضارع منفی معروف صیغہ واحد مذکر غائب مصدر ہے اِمْسَاکٌ۔ مَسْکٌ سے بنا ہے بمعنی روک کے رکھنا۔ اسی طرح کہ صرف گرنے نہ دینا۔ ٹھیرائے رکھنا۔ تھامنا۔ بند کرنا۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔ مکمل ٹھیرانے کو جزم یا سکن کہا جاتا ہے۔ جس میں نہ دائیں بائیں ہو سکے نہ اوپر نیچے یہاں یہ مراد نہیں۔ اس لیے مَسْک جس میں اوپر اور دائیں بائیں کا ثبوت نیچے گرنے کا سلب (نفی) ہے۔ نیچے آنے کا بھی سلب نہیں ہے۔ هُوَ اس میں پوشیدہ ہے جس کا مرجع نکرہ غیر معیّن ہے بمعنی کوئی مراد ہیں موجودات هُنَّ۔ ضمیر جمع مؤنث غائب مرجع طَیْر ہے منصوب متصل ہے مفعول بہ۔ اِلَّا حرف استثناء متصل مذکور۔ اللّٰہُ۔ فاعل ہے پوشیدہ فعل یُمْسِکُ کا۔ یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر مستثنیٰ ہوا۔ مستثنیٰ منہ اپنے مستثنیٰ سے مل کر جملہ استثنائیہ ہو کر مکمل ہوا۔ ایک قول میں مستثنیٰ منقطع مذکور ہے۔ کیونکہ مستثنیٰ منہ مَا یُمْسِکُ کی ضمیر مستتر کا مرجع مخلوق ہے اور مستثنیٰ اللّٰہُ جو مخلوق میں شامل نہیں۔ مگر متصل کہنے والوں کی دلیل یہ ہے هُوَ کا مرجع جنسی۔ موجودات ہے نہ کہ مخلوقات۔ اور موجودات کی شمار میں اللہ تعالیٰ شامل ہے۔ اگرچہ حقیقتاً جنسی نوع صنفی شمولیت نہیں ہے۔ اِنَّ حرف مشبہ۔ فی جارہ ظرف مجازی ذٰلِکَ اسم اشارہ بعیدی جار مجرور متعلق ہے مَوْجُوْدٌ پوشیدہ کا وہ خبر اِنَّ ہے جملہ اسمیہ ہو کر مقدّم۔ لام ابتدائیہ اٰیٰتٍ جمع مؤنث ہے اٰیَۃٌ کی بمعنی نشانات قدرت الٰہیہ۔ منصوب ہے اسم مؤخر ہے اِنَّ کا۔ لام جارہ نفع کا قَوْمٍ موصوف۔ یُؤْمِنُوْنَ۔ باب افعال کا مضارع مثبت معروف هُمْ ضمیر جمع مذکر مستتر اس کا فاعل فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہوئی قَوْمٍ کی موصوف صفت مل کر مجرور۔ جار مجرور متعلق مَوْجُوْدٌ پوشیدہ کا جو خبر اِنَّ ہے۔

تفسیر عالمانہ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ

لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْئًا وَّجَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَۃَ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ۔ اور تمام آسمانوں زمین کی اور ان کی تمام چیزوں کی پوشیدہ حقیقت کا غیبی علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔ غیب کی تعریف کے متعلق لوگوں کے مختلف اقوال ہیں۔

۱ غیب وہ جو حاضر نہ ہو ۲ غیب وہ جو پوشیدہ ہو ۳ آسمانی تمام چیزوں کو غیب کہا جاتا ہے جن میں جنت دوزخ وغیرہ بھی شامل ۴ غیب وہ جو نظر نہ آئے ۵ وہ چیز جو ابھی پیدا نہیں وہ غیب ہے۔ مگر یہ سب تعریفیں ناقص ہونے کی بنا پر غلط ہیں۔ ان تعریفوں کو لے کر پھر یہ گستاخی کرنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم نہیں۔ معاذ اللہ آپ کو تو دیوار کے پیچھے کا پتہ نہیں۔ اور بناوٹی روایتیں سناتے پھرنا کہ نبی کریم گھوڑے پر سوار تھے کسی نے پوچھا گھوڑے کے پاؤں کتنے ہیں تو آپ نے اتر کر گن کر بتائے۔ کبھی گستاخ لوگ کہتے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ کی تہمت کا نبی کریم کو کیوں پتہ نہ لگا۔ اور عائشہ صدیقہ کا ہار گما نبی کریم کو پتہ نہ لگا۔ وغیرہ وغیرہ میں کہتا ہوں کہ اگر یہ سب چیزیں غیب تھیں اور ان کا جان لینا غیب کا ہی جان لینا ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تم کو میں ان تمام چیزوں کی خبر دے سکتا ہوں جو تم کھاتے ہو بچاتے جمع کرتے ہو نیز جادوگر۔ نجومی۔ جوتشی بھی آسمان و زمین کی بہت سی چیزوں کا پتہ بتا دیتے ہیں دربارِ فرعونی کے بہت سے نجومیوں نے ولادتِ موسیٰ سے کئی سال پہلے حضرت موسیٰ کی پیدائش کی بالکل سچی خبر دیدی تھی آج محکمہ موسمیات کے ذمے دار کئی گھنٹے پہلے موسم کے متعلق کئی چیزوں کی خبر دیدیتے ہیں۔ یہود عرب کو نبی کریم کی ولادت کی خبریں اس وقت کے نجومیوں نے دی تھی جو بالکل سچی تھیں۔ علم جفر کے ذریعے ماضی حال مستقبل کی خبریں دور دراز کے واقعات کا پتہ لگ جاتا ہے۔ مسمریزم۔ ٹیلی پیتھی۔ ہپناٹزم کے ماہرین پوشیدہ اور آئندہ اور دور کی چیزوں کو جان لیتے ہیں بہت سے اولیاء اللہ صاحب کرامات بے اولاد کی قسمت کا پتہ لگا کر ہر قسم کے بچے اور اولاد کا پتہ لگا لیتے ہیں۔ اگر اسی کا نام غیب جاننا ہے تو بھلا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان علوم سے کس طرح سے ناواقف رہ سکتے ہیں۔ کیسی احمقانہ بناوٹ ہے کہ نبی کریم کو گھوڑے کے پیروں کا پتہ نہ تھا نیچے اتر کر گن کر بتایا اور پوچھنے والا کیسا احمق تھا کہ آپ سے ایسا سوال کیا۔ نیز اگر آسمان و زمین کی ان پوشیدہ چیزوں اور واقعات کا پتہ لگا لینا ہی علم غیب ہو تو پھر یہ علم اللہ تعالیٰ کی خصوصیت نہ رہی حالانکہ قرآنِ مجید کی اس آیت اور دیگر متعدد آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب کو نہیں جانتا۔ قرآن کریم میں غیب اور غیوب اور مغیباتِ آسمانی و زمینی کا ذکر تقریباً چون ۵۴ جگہ ہوا ہے جن سے علم غیب کی اہمیت کا پتہ لگتا ہے ان آیات سے یہی معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ

کے سوا کوئی بھی علم غیب نہیں رکھتا۔ نہ انبیاء نہ اولیاء نہ نجومی نہ جادوگر نہ علم جفر۔ مسمریزم۔ ٹیلی پیتھی نہ جوتشی۔ نہ سائنس۔ نہ کشف نہ مراقبہ۔ لیکن مختلف لوگوں نے غیب کی جو مندرجہ بالا تعریفیں کی ہیں ان سے پتہ لگتا ہے کہ غیب کوئی اہم چیز نہیں ہے ہر شخص مسلم غیر مسلم ذرا سی محنت کر کے جان لیتا ہے۔ جب کہ قرآن و حدیث میں علم غیب کو بہت اہمیت دی گئی ہے یہاں تک کہ کسی نبی علیہ السلام اور کسی ولی اللہ غوث و قطب نے بھی غیب جاننے کا دعویٰ نہیں کیا۔ ولیوں کے سردار غوث پاک جیسی ہستی نے قصیدے غوثیہ شریف میں بہت سے سچے دعوے فرمائے ہیں مگر غیب دانی کا دعویٰ غوث پاک نے بھی نہ فرمایا۔ کہیں بھی نہیں فرمایا کہ میں غیب جانتا ہوں۔ خود آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے عرش و فرش لوح و قلم جنت و دوزخ زمین و آسمان اور ان کی تمام ظاہر و باطن چیزوں کو دیکھا بلکہ نگاہِ جسدی سے رب تعالیٰ کا دیدار فرمایا۔ وہ بھی ظاہر ظہور صاف لفظوں میں غیب جان لینے کا دعویٰ نہیں فرماتے حالانکہ اس کے علاوہ آپ نے بہت سے حق دعوے فرمائے پھر اگر غیب صرف آسمانوں یا جنت دوزخ سے ہی متعلق ہوتا تو اس آیت اور دیگر آیات میں غیب کو زمین اور اس کی چیزوں میں بھی ثابت فرمایا جا رہا ہے۔ ان تمام سوالات کا بس ایک ہی جواب ہے کہ سابقہ مندرجہ تمام تعریفیں جو غیب کے متعلق کی گئیں ہیں وہ سب غلط ہیں۔ اصلی اور جامع مانع مکمل تعریف یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو انسان کے حواسِ ظاہری اور حواسِ باطنی اور قوتِ قلبیہ سے معلوم نہ ہو سکے وہ غیب ہے۔ اور اسی کا جان لینا علم غیب ہے۔ باری تعالیٰ نے انسان کے اندر پندرہ ۱۵ حواس پیدا فرمائے ہیں۔ سات حواسِ ظاہری ۱ قوتِ ماشیہ ۲ قوتِ حاسہ ۳ قوتِ لامسہ ۴ قوتِ ذائقہ ۵ قوتِ باصرہ ۶ شامّہ ۷ قوتِ سامعہ اور سات حواس باطنی ہیں ۱ قوتِ فہمیہ ۲ قوتِ حافظہ ۳ قوتِ تخیل ۴ قوتِ ظنیہ ۵ قوتِ فضلائیہ ۶ قوتِ ضمیریہ ۷ قوتِ جاذبہ۔ اور ایک قوت کا نام قوتِ قلبیہ ہے۔ صوفیاء کرام کی اصطلاح میں ان ہی حواس کو جسدِ انسانی کی سات زمینیں، سات آسمان اور قلب المؤمن عرش اللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ تمام علوم ظاہری باطنی۔ روحانی، عرفانی، کشفی۔ مراقبی۔ [illegible]۔ علوم شریعت طریقت حقیقت۔ معرفت ان ہی حواس سے حاصل کئے جاتے ہیں۔ منطقی۔ فلسفی۔ سائنسدان عالم محدث مفسر مجدد مجتہد ولی اللہ۔ غوث۔ قطب ابدال اوتاد۔ افراد۔ ان ہی حواس کی محنت سے بنتا ہے۔ کرامات۔ مکاشفات۔ مراقبات۔ مجاہدات۔ عبادات۔ ریاضات۔ مشاہدات۔ سحریات جفریات۔ نجومیات۔ فلکیات۔ ارضیات موسمیات کے علوم بھی ان ہی پندرہ حواس سے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ مگر ان حواس سے علم غیب حاصل نہیں ہو سکتا۔ انسان صرف ان ہی علوم کا سچا دعویٰ کر سکتا ہے جو وہ خود اپنے حواس کی محنت سے حاصل کر لے۔ علم غیب چونکہ کسی بھی حواس سے

کسی بھی محنت مشقت سے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ اور انسان کے پاس علم حاصل کرنے کی صرف یہ پندرہ قسمیں ہی ہیں۔ لہٰذا انسان کو علم غیب حاصل نہیں۔ کائنات کی ہر چیز میں تین کیفیتیں ہیں۔
۱ ظاہری ۲ باطنی ۳ غیبی۔ ہر چیز کی حقیقتِ مادیہ غیب ہے جس کو بجز پروردگار کوئی نہیں جانتا۔ کائنات کے ذرے سے لے کر ہاتھی تک میں ایک حقیقی عنصر موجود ہے وہی سب بندوں سے مخفی ہے۔ انسان اپنی عقل۔ علم کے زور پر گھاس کے پتے کو اور خود اپنی کھال۔ گوشت ہڈی کو ظاہر باطن سے دیکھ لیتا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ اس کی بنیادی حقیقت کیا ہے کس چیز سے اس طرح بن گئی اسی لیے کاریگر کاغذ۔ کپڑے اور پلاسٹک کے پھول تو بنا سکتا ہے مگر اصلی گھاس کا تنکا بھی نہیں بنا سکتا گزشتہ آئندہ واقعات کے ہونے کو تو سن پڑھ اور پتہ لگا سکتا ہے مگر اس کے وقوع کی حقیقتِ گزشتہ و آئندہ نہیں جان سکتا۔ اسی اظہار کے لیے یہاں فرمایا گیا لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ایک جگہ فرمایا گیا لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ۔ ویسے تو ہر علم کی توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے مگر علم غیب کی تو مکمل تعلیم رب تعالیٰ ہی جس کو چاہے عطا فرماتا ہے۔ لہٰذا ہم نہیں کہہ سکتے کہ فلاں کے پاس علم غیب ہے فلاں کے پاس نہیں جب تک کہ پوری دلیل اشارۃً یا کنایۃً نہ ملے۔ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہم اس لیے غیب جاننے کا اقرار کرتے ہیں کہ چند آیت سے اس کا ذکر ملتا ہے کلامِ الٰہی میں اَنْبَاءِ الْغَيْبِ اور نُوْحِيْهِ۔ اور نُوْحِيْهَا اور فَلَا يُظْهِرُ اور لِيُطْلِعَكُمْ۔ والی آیتیں اسی غیب کی تعلیمِ ربانی کا ہی ذکر فرما رہی ہیں۔ اظہار اور اطلاع اور وحی بھی تعلیمِ الٰہی ہی ہے۔ دکھانا سنانا بھی علم دینا ہی ہے۔ اب جو شخص یہ کہے کہ غیب کا علم کسی نبی کو ہے ہی نہیں وہ ان آیت اور تعلیمِ الٰہیہ کا منکر ہے۔ تعلیم دینے سے غیب کا علم آجانا درست ہے۔ علمِ غیب کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ کسی کی اپنی محنت اور حواس سے نہیں آسکتا۔
اسی علم غیب کے زمرے میں قیامت آنے کا علم ہے اسی علمی حقیقت کا یہاں ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ پلک جھپکنے کی طرح یا اس سے بھی زیادہ جلدی آئے گی۔ نہ ٹھہر کر آئے جو تم کو بچنے سنبھلنے کی مہلت ملے نہ آتے ہوئے کچھ آثار۔ نشانات بتائے اور جو چیز اتنی جلدی آئے کہ نہ سوچنے سمجھنے دے نہ کچھ سامان اٹھانے دے تو پھر اس دنیا میں دل لگانے سامان بنانے کی ضرورت ہی کیا ہے بس ہلکے پھلکے رہو اور وہ سامان بناؤ جو تم سے پہلے ہی خود بخود وہاں پہنچتا رہے۔ یہ قیامت بھی اللہ کی طاقت۔ قدرت سلطنت کا ایک عظیم نشان ہے بیشک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے انسانوں تم بھلا علم غیب کو کیا جانو تم کیا۔ تمہارے حواس کیا تمہاری تو اپنی یہ حالت ہے کہ اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں والداؤں کے پیٹوں سے اس حالت میں نکالا کہ تم کچھ بھی نہ جانتے تھے یہ تمہاری کیفیت اس کا قانونِ ولادت ہے لیکن اس کی یہ قدرت بھی

ہے کہ چاہے حضرت مسیح کو بطنِ مادر میں ہی بلکہ اس سے بھی پہلے عالمِ ارواح یا عالمِ امر میں ہی سب کچھ پڑھادے سکھادے۔ اور اُسی خلاقِ عالم نے تمہاری حواسِ ظاہری قوتِ سامعہ۔ باصرہ اور قوتِ قلبیہ بنائے تاکہ تم اپنے ان تمام حواس ظاہری باطنی کو اس کے شکریے میں استعمال کرو اَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِیْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا یُمْسِکُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ اللہ نے تمام انسانوں کو باطنی و ظاہری حواس دیئے۔ جن میں کان آنکھ ایسے حواس ہیں جن کا تعلق باطنی حواس سے ہے اور باطنی حواس میں دل سب سے زیادہ مفید اور قوی ہے۔ یہ حواس اس لیے دیئے گئے ہیں تاکہ انسان عالم اور عالم کی ہواؤں فضاؤں کو عقل دل دماغ سے جانے اور اللہ کی حیرت انگیز قدرتوں کو دیکھے ان حواس کے باوجود کیا ان کفار اور منکرین ناشکروں نے پرندوں کی طرف نہیں دیکھا جو آسمان اور بلند فضاؤں میں کیسے بندھے ہوئے حکمِ الٰہیہ کے پابند ہو کر اڑتے پھر رہے ہیں اتنے بڑے بڑے اور چھوٹے پرندوں کو انتہائی نرم لطیف اور نازک ہوا میں صرف اللہ تعالیٰ نے روک رکھا ہے کہ جس طرح چاہیں اُلٹے۔ سیدھے۔ پر پھیلائے پر مارتے بہت بلندی پر اور بہت ہی نیچے اُڑتے پھریں اللہ تعالیٰ ہی اِن سب کا اور اِن سب کے اَفعال کا خالق ہے جس کو وہ نہ اڑائے تو ہزاروں پروں کے باوجود بھی نہ اڑ سکے نہ فضا میں ٹھہر سکے جیسے مرغی بطخ۔ بیشک اس تمام صنعت میں ایمان والوں کے لیے ایمان قائم رکھنے اور ایمان لانے کے لیے البتہ بیشمار دلائل اور نشانیاں ہیں۔

فائدے

اِن آیات سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ کائناتِ عالم کی مخفی حقیقت کو کوئی مخلوق میں نہیں جانتا۔ بجز اُس کے جس کو خود رب تعالیٰ نے علم غیب سکھایا ہو۔ لہٰذا کسی کے متعلق بلا دلیل ہرگز نہیں کہنا چاہیئے کہ فلاں شخص غیب جانتا ہے یہ فائدہ لِلّٰهِ۔ اور غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے حاصل ہوا۔ لِلّٰهِ کے تقدم نے حصر کا فائدہ دیا۔ دنیا جہان میں اگر کسی مخلوق کو غیب کا علم ہو تو وہ عطائی وہبی ہی ہوگا۔ بخلاف دیگر علوم کے کہ وہ بندوں کے ذاتی بھی صفاتی بھی پڑھنے پڑھانے سے عطائی بھی ہوتے ہیں۔ **دوسرا فائدہ**۔ باری تعالیٰ کی صنعتیں دو قسم کی ہیں بعض قانونی ہیں اور بعض قدرتی۔ قانون یہ ہے کہ ولادت کے وقت لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْـًٔا۔ اور قدرت یہ ہے کہ حضراتِ انبیاء کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عالمِ ارواح اور بطنِ مادر میں ہی سب کچھ جانتے ہوں لہٰذا کسی مسلمان کو کسی وقت بھی نہ قدرت کا انکار کرنا چاہیئے نہ قانون کا وہ بدبخت لوگ جو انبیاء اولیاء کی شان و قوت کو نہیں مانتے وہ حقیقت میں رب تعالیٰ کی قدرت کا انکار کرتے ہیں اجسامِ انبیاء اولیاء رب کی قدرتوں کا مظہر ہے اور دیگر عام مخلوق رب تعالیٰ کے قانون کا مظہر ہے۔ یہ فائدہ۔

لَا تَعۡلَمُوۡنَ شَیۡـًٔا ۔ فرمانے اور دوسری آیت احادیث سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ۔ جس طرح کہ باطنی اعضا میں دل سب سے اعلیٰ نعمت ہے اسی طرح ظاہری اعضا میں کان سب سے بڑی نعمت ہے کیونکہ یہ تمام علوم کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اور علم ہی سرچشمۂ ہدایت و معرفت الہیہ ہے۔ اسی لیے کوئی نبی بہرا نہیں ہوا اسی طرح کوئی غوث و قطب بھی بہرا نہیں ہوتا۔ یہ فائدہ جَعَلَ لَكُمُ السَّمۡعَ میں سَمۡعَ کو مقدم کرنے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کا ذاتی مالک ہے اور بندے یعنی صرف انسان۔ زمین کی بعض چیزوں کے عطائی مالک ہیں۔ باقی جاندار۔ انسان کے علاوہ۔ جنات فرشتے اور حیوانات کسی چیز کے بھی مالک نہیں ہیں۔ ذاتی اور عطائی ملکیت میں فرق یہ ہے کہ ذاتی مالک اگر اپنی چیز کا کسی اور کو مالک بنا دے تو بھی اس کی اپنی ملکیت اور قبضہ اور تصرف ختم نہیں ہوتا۔ اور عطائی مالک جب اپنی چیز کا کسی اور کو مالک بنا دے تو اس کی اپنی ملکیت قبضہ اور تصرف قانوناً و شرعاً ختم ہو جاتا ہے۔ مثلاً میں نے ایک زمین بیچدی یا تحفہ۔ ہبہ۔ وقف میں کسی اور کو دیدی۔ تو اب میں وہاں کچھ تصرف بھی نہیں اور کام بھی نہیں کر سکتا۔ مگر ذاتی مالک اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں ولیوں کو سارا جہان دے کر بھی اس میں تصرف فرماتا ہے۔ دیکھو زمین میری ہے مگر درخت گھاس پھوس رب تعالیٰ اگا رہا ہے۔ دوسرا کوئی شخص میری زمین میں ایسا نہیں کر سکتا۔ نیز اگر عطائی ملکیت ہو تو دوسرا شخص اپنی نصف ملکیت سے شریک بن سکتا ہے۔ مگر ذاتی ملکیت میں کوئی بھی شریک نہیں بن سکتا ذاتی ملکیت ہمیشہ پوری ہی ہوتی ہے۔ نصف یا چوتھائی نہیں ہوتی۔ باری تعالیٰ اپنی قدرت سے جس کو مالک بنا دے وہ شریک نہیں بن سکتا البتہ حبیب بن سکتا ہے۔ یہ مسئلہ لِلّٰهِ میں ملکیت کے لام سے مستنبط ہوا۔ قرآن مجید میں رب تعالیٰ کی ملکیت کے ثبوت تو بہت جگہ ہیں مگر کسی کو دینے کی نفی کہیں نہیں ہے۔ دوسرا مسئلہ۔ اللہ تعالیٰ ہر شئی پر قادر ہے مگر لاشئی پر قدرت کا کوئی ثبوت نہیں۔ لہٰذا جو کم عقل اور گستاخ ان آیتوں سے سہارا پکڑ کر یہ کہدیتے ہیں کہ اللہ جھوٹ بول سکتا ہے وہ کفر اور حرام کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ایسا کہنا حرام ہے۔ کیونکہ جھوٹ لاشئی ہے۔ شئی نہیں ہے۔ نیز ان جیسی تمام آیتوں میں کرنا مراد ہوتا ہے نہ کہ بولنا وغیرہ۔ یہ مسئلہ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جاتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا اَوۡ هُوَ اَقۡرَبُ یعنی قیامت کا معاملہ آنا برپا ہونا۔

پلک جھپکنے کی طرح ہے یا اس سے بھی قریب تر یہ عبارت جملہ خبریہ ہے۔ اور جملہ خبریہ میں حرف اَوْ آنا شک کے لیے ہوتا ہے۔ حالانکہ رب تعالیٰ شک سے پاک ہے۔ تو یہاں یہ حرف کیوں آیا ؟

جواب ۔ علما نے اس کے جواب میں تین قول فرمائے ہیں ع۱ اَوْ حرف عطف بمعنیٰ بَلْ ہے ۔ یعنی بلکہ ۔ اور اس کی قرآن مجید میں بہت مثالیں ہیں مثلاً فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۔ وغیرہ وغیرہ ع۲ یہ اَوْ بمعنیٰ واؤ ہے یعنی اور ع۳ اَوْ اپنے ہی معنیٰ میں ہے یعنی شک کے لیے ۔ مگر یہ شک بندوں کی نسبت سے ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کی نسبت سے اور معنیٰ یہ ہے کہ جب قیامت آئے گی تو اتنی فوراً ہوگی کہ بندے اندازہ نہیں لگا سکے گا کہ یہ آنکھ جھپکنے میں آئی ہے یا اس سے بھی پہلے ۔ اس وقت بتانا یہ مقصود ہے کہ مولیٰ تعالیٰ قیامت لانے میں ہر طرح قادر ہے ۔ **دوسرا اعتراض** ۔ یہاں پہلے فرمایا گیا وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ (الخ) پھر فرمایا گیا وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ یعنی پہلے پیدا کیا گیا پھر کان آنکھیں ۔ اور دل بنایا گیا ۔ یا پھر کان کی سماعت کا علم آنکھ کی بصارت کا اور دل کی فہم کا علم دیا گیا ۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے ۔ بچہ مکمل ہو کر پیدا ہوتا ہے لیکن یہ عطف بتا رہا ہے کہ یہ چیزیں بعد میں ہوئیں ۔

جواب ۔ اس کے جواب دو طرح ہیں اولاً یہ کہ یہاں واؤ سے عطف کیا گیا ہے نہ کہ ثُمَّ سے یا فِ عاطفہ سے ۔ اور واؤ ترتیب کو نہیں چاہتی ۔ لہٰذا یہ اعتراض غلط ہے ۔ دوم یہ کہ یہاں سَمْعٌ سے کان مراد نہیں یا قوتِ سماعت مراد نہیں بلکہ استعمال مراد ہے ۔ یعنی اگرچہ والدہ کے پیٹ میں کان آنکھ دل دماغ سب کچھ موجود ہیں اور ان کی قوتیں بھی موجود ہیں مگر پیٹ میں یہ چیزیں استعمال نہیں ہوتیں ۔ اس لیے ان کا ذکر بعد میں فرمانا بالکل درست ہے ۔ **تیسرا اعتراض** ۔ باری تعالیٰ نے یہاں تین علوم عطا فرمانے کا ذکر کیا ۔ یعنی اللہ نے بندوں کو سننے دیکھنے اور سمجھنے کا علم عطا فرمایا ۔ تو سوال یہ ہے کہ علوم نظری ہیں یا بدیہی یعنی خود بخود آ جاتے ہیں (اس کو بدیہی کہا جاتا ہے) یا سوچ سمجھ اور کسب سے حاصل ہوتے ہیں اگر یہ بدیہی ہیں تو چاہیئے کہ پیدا ہوتے ہی بچے کو یہ سارے علوم حاصل ہو جائیں حالانکہ ایسا نہیں اس کی سماعت ۔ بصارت اور قلبی قوت سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا نہ پہچانتا ہے نہ سمجھتا ہے اور اگر یہ نظری ہیں تو یہ علم محنت سے حاصل ہونے چاہئیں پڑھنے پڑھانے اور کسی استاد سے یا ان کے لیے کسی اور علم کا سہارا لیا جائے پھر اس دوسرے علم کے لیے کسی تیسرے علم کی ضرورت پڑے اور ایک تسلسل لازم آ جائے جو محال ہے ۔ تو پھر یہ کونسا علم ہوا ۔

جواب ۔ حق یہ ہے کہ یہ علوم بدیہی ہیں مگر پیدا ہوتے ہیں بعد ولادت ۔ اور حاصل کسی دوسرے علم سے نہیں ہوتے بلکہ اپنے ہی حواسِ ظاہری و باطنی سے حاصل ہوئے اور وہ حواس خاص کر سماعت ۔ بصارت

ہے۔ طریقہ یہ ہے کہ اولاً ذاتِ انسانی تمام علوم سے خالی پیدا ہوئی لیکن بچے نے دنیا میں آکر اپنی خدا داد سماعت سے دیکھا اور بار بار دیکھا۔ سنا اور بار بار سنا تو وہ نقشہ آنکھوں کے راستے دل دماغ میں نقش ہو گیا اور کانوں کے راستے وہ الفاظ خیالات و گمان کی صورت میں دماغ و قلب کے اندر جمع ہو گئے۔ اسی طرح باقی حواس سے بھی بغیر محنت اور کسب پڑھنے پڑھانے اور غور فکر کے بغیر۔ بدیہی طور پر علوم مختلفہ حاصل ہوتے رہے۔

تفسیر صوفیانہ وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ

اے راہِ عشق کے مسافرو۔ اللہ نے تم کو درجہ بدرجہ بعض سے بعض کو رزقِ انوار اور غذاءِ قرب میں درجوں فضیلت دی تو وہ خوش بخت جن کو فضیلت دی گئی۔ کس طرح اپنے خزانہء معرفت کو اپنے بیعت و طلب کے مریدوں کی طرف لوٹا سکتے ہیں کہ وہ مقامِ قرب میں برابر ہو جائیں۔ تو کیا اللہ کریم و رحیم کی ان باطنی دائمی ازلی ابدی نعمتوں کا کوئی انکار کر سکتا ہے۔ صوفیاءِ کرام فرماتے ہیں کہ مولیٰ تعالیٰ جل مجدہ نے حواسِ ظاہری اور باطنی کو قوت و طاقت کے مختلف درجے اور مرتبے عطا فرمائے۔ اور حواسِ باطنی کو حاکم بنایا حواسِ ظاہری کو محکوم۔ قوتِ باطنی کا نفس چاہتا ہے کہ اعضاءِ ظاہری میرے ماتحت ہو کر تابع فرمان ہوں اور عقل کہتی ہے کہ میرے ماتحت ہو کر میری اتباع کریں۔ دل چاہتا ہے کہ سب میرے قابو میں رہیں۔ کوئی بھی اپنے برابر کسی کو جرأت نہیں دیتا۔ یہ خداداد قوتیں ہی جسدِ انسانی کی وہ نعمتیں اور رزق ہیں جن کے وسیلے سے عوارضِ صفاتیہ کی تمام خارجی صفات بندے کو میسر ہوتی ہیں۔ دنیاءِ انسانیت کی تمام چہل پہل ان ہی کے دم سے ہے۔ نعمتیں تو سب حاصل کر رہے ہیں ذوق و شوق سے برت رہے ہیں۔ مگر منعمِ حقیقی سے اس لیے منکر ہیں کہ دماغ مغرور پر غفلتِ نفسانی کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ اور یہ غفلت فنا کی موت ہے۔ بقا اسی کے لیے ہے جو ذاتِ حق میں شکر سے مشغول رہے۔ اگر ایک لمحہ اس دنیا میں ذاتِ حق سے غافل ہو جائے تو فنا ہو جائے۔ اللہ کے دوست کی تین خصلتیں ہیں۔

۱۔ سخاوت مثل سمندر ۲۔ شفقت مثل آفتاب ۳۔ عاجزی مثل زمین جس میں یہ تین خصلتیں ہوں گی وہ کبھی بھی اللہ کریم کی نعمتوں کا انکار کر کے يَجْحَدُوْنَ کے زمرے میں شامل نہیں ہو سکتے۔ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ اور اللہ نے عالمِ ارواح میں تمہاری روحوں کے لیے جسم کی بیویاں بنائیں اور تمہارے عالمِ ناسوت و عالمِ لاہوت کے فائدوں کے لیے تمہارے جسم کی بیویوں سے اعضاءِ باطنی کے بنین بنائے

اور اعضاءِ ظاہری کے حفدہ بنائے۔ اور اعمالِ صالحہ عبادات۔ ریاضات۔ ایمانیات۔ شریعت و طریقت کے طیب رزق عطا فرمائے۔ تو کیا وہ جنم کے نفس پرست اعمالِ باطلہ و افعالِ کفریہ۔ غفلت و سستی شقاوت و بدبختی پر ایمانِ محبت لاتے ہیں اور باطل کے سامنے جھکتے ہیں اور عشق و معرفت کی ازلی حقیقی نعمت کا کفران کرتے ہیں۔ صوفیا کی اصطلاح میں انفس سے مراد ارواح۔ زوج سے مراد جسم۔ بنین یعنی بیٹے اور اولاد سے مراد اعضاءِ باطنی ہیں اور حفدہ یعنی نسل فروعی نسل در نسل اور نوکر خدام سے مراد اعضاءِ ظاہری ہیں۔ رزقِ طیب سے مراد اعمالِ صالحہ ہیں۔ باطل سے مراد صحبت بد۔ یؤمنون سے مراد اہلِ شقاوت کی دوستی۔ نعمت سے مراد توفیقِ الٰہی۔ اور کفران و انکار سے مراد بدعملی ہے۔

علماءِ شریعت کے مشرب میں عالم سے مراد پورا جہانِ دنیا ہے لیکن علماءِ طریقت و اہلِ معرفت کے مسلک میں عالم سے مراد قلب و قالب اور جسدِ انسانی کی دنیا ہے۔ علماءِ شریعت پورے جہانِ ظاہری کو درست فرمانا چاہتے ہیں لیکن صوفیاءِ طریقت صرف مَن کی دنیا کو سنوارنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ۔

؎ دل بدست آور کہ حج اکبر است اے ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

تن کی دنیا کیا ہے ایک سوزِ طرب
مَن کی دنیا کیا ہے عشقِ معرفت

وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّلَا يَسْتَطِيعُونَ فَلَا تَضْرِبُوا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ اِنَّ اللهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ۔ اور روزِ اول سے ہی اہلِ شقاوت اپنے اللہ معطیِ نعمت خالقِ کائنات کو چھوڑ کر ان اسبابِ دنیا کی پرستش کرتے ہیں جو ان اہلِ تدبیر کے لیے کسی بھی چیز کے مالک نہیں نہ آسمانِ عقل کی طرف سے کوئی رزقِ روحانیات حاصل کر سکیں نہ زمینِ نفسانی اور ارضِ ضمیر ہی سے نیتِ خیر کے اعمال خلوص کا رزق پا سکیں۔ اور ان نفوس و شیاطین کو جسدِ ظاہری پر کوئی طاقت و استطاعت نہیں۔ تو ان خصائلِ رذیلہ کو اللہ کی چیزوں کی مثل نہ سمجھ قلب و شعور کو نفسِ امارہ کی مثل نہ بناؤ۔ بیشک ہر ظاہر و باطن کے اسرارِ مخفی کو اللہ ہی جانتا ہے۔ تم اہلِ حواس اور اہلِ نفس نہیں جانتے۔ اللہ کے غیروں کی طرف توجہ کرنی عارفین کے نزدیک عبادۃ غیر اللہ ہے۔ اور سب گناہوں کی جڑ ہے۔ ہر اسباب سے ہٹنا استغفار فقر ہے۔ اور فقیری کا وہ حقدار ہے جس کی کوئی خواہش باقی نہ رہے۔ عباداتِ الٰہی کا مقصد یہ ہے کہ بندے کے ہر حواس میں محبتِ الٰہی کی لہریں موجزن ہوں محبتِ صادق کی نشانی یہ ہے کہ فرماں برداری بھی ہو اور محبوب کی بے رخی کا دھڑکا بھی لگا ہے۔ عبادت کا اس لیے حکم دیا جاتا ہے کہ صرف عبادت سے ہی بندہ عارف بنتا ہے اور عارف کا پہلا درجہ یہ ہے کہ

حق و صداقت کی صفات اس میں پیدا ہوں اور آخری درجہ یہ ہے کہ دنیا و مافیہا اس کی دو انگلیوں کے بیچ میں ہو۔ کفر شرک اور گناہ میں بندہ تب ہی مبتلا ہوتا ہے جب کہ معرفت سے دور ہوتا ہے۔ معرفت کے لیے لاتقربوا کے حکم پر چلنا پڑتا ہے۔ یہ منزل کی پہلی سیڑھی ہے۔ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ وَّ مَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ یُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّ جَهْرًا هَلْ یَسْتَوٗنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ساری کائنات انسانیت کے لیے مولیٰ تعالیٰ نے ایک مثال بیان فرمادی ایسے عبد کی جو مملوک ہے۔ انسان بھی چار قسم کے ہیں۔ مجوّ۔ مقیدّ۔ مشرک۔ موحد۔ اور عبد بھی چار قسم کے ہیں عبد شیطان عبد شہوت عبد دنیا۔ عبد رحمٰن۔ عبد شیطان مملوک ہے اور عبد دنیا لَا یَقْدِرُ ہے۔ کسی چیز پر بھی قدرت نہیں رکھتا۔ نہ علم نہ حکمت نہ فکر نہ لے سکے نہ کسی کو دے سکے یہ نفس امارہ ہے اور دوسرا وہ جس کو اللہ نے ہزارہا سری باطنی نعمتیں عطا فرمائیں وہ مشاہدات و مراقبات۔ قرب و تجلیات انوار و اسرار کو قبض و بسط میں بانٹتا ہے۔ وہ مظہر وجود قدرت ہے اور دلیل علو حضرت ہے۔ اللہ کی تمام حمدوں کا مرکز جلال ہے لیکن کساوۃ عقلی اور شقاوت نفسی والے حواس کثیرہ اس راز پنہانی کو نہیں جانتے۔ اس لیے بندۂ عبد بننا گناہ ہے بندۂ مولیٰ بننا شعور ہے۔ یہ تمثیل حواس باطنی کی ہے۔ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَیْنِ اَحَدُهُمَاۤ اَبْكَمُ لَا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ وَّ هُوَ كَلٌّ عَلٰی مَوْلٰىهُ اَیْنَمَا یُوَجِّهْهُّ لَا یَاْتِ بِخَیْرٍ هَلْ یَسْتَوِیْ هُوَ وَ مَنْ یَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ هُوَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اور بیان فرمائی رب تعالیٰ نے ایک مثال عالم ناسوت کے اجساد ناسوتی کی ان میں سے ایک گنج شقاوت میں بہرا گونگا ہوکر پڑا ہے۔ نہ سماعت نطق صوت سرمدی ہے نہ ادراک عقلی ہے۔ مراقبہ کی ریاضت۔ مشاہدے کی نعمت راہ سلوک کی ہمت۔ کسی پر قادر نہیں ہے۔ نہ حکمت کے تفکرات پر قدرت نہ عبادت کے اعمال پر طاقت۔ بس وہ حیات دنیوی میں روح ملکوتی پر فضول بوجھ ہے۔ نہ خلوت قلب میں جاسکتا ہے نہ جلوت عقل میں نہ شعور کی بلندیوں پر چڑھ سکتا ہے نہ ضمیر نور کی گہرائیوں میں جاسکتا ہے۔ ایسا شقی النفس شخص جدھر بھی توجہ کرے گا۔ سعادت انوار اور صحبت ابرار کی بھلائی نہیں لاسکتا طبیعت کا عبد ہے مگر غیر کا محتاج و ذلیل ہے۔ اسے تدبرات ادراکیہ۔ کیا یہ مغرور طریقت اور مقہور معرفت اور مجبور شریعت۔ اسرار باطن کا بہرا جسد خاکی اس عضو مزکی اور حواس مصفیٰ کی مثل برابر۔ مدارج قرب بارگاہ میں مشابہ ہوسکتا ہے جو عدل توحید۔ قیام شریعت اور منزل محبوب کی طرف قدم منصفانہ بڑھانے کا حکم عطا فرماتا ہے۔ اور راہ معرفت میں بقاء ابدی کے سیدھے راہ پر ہے۔ اور ظل وحدت کے عدل کا حکم کرتا ہے۔ وادی فنا سے گزر کر بقا کے راستے پر گام زن ہے وَ لِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ

وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ . وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ .

اور اللہ ہی کے پاس ہے سماوات روح اور زمین اجسام کی تمام مخفی حقیقتیں۔ اور ابتلاءِ قحط الرجال کی قیامت صغریٰ کے واردات قضاء وقدر کا امر الٰہی پلک جھپکنے یا اُس سے بھی پہلے ہے۔ باری تعالیٰ عالم امر کی ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ نفس وعقل ۔تدبیر وفکر کی کوئی قوت اُس کے قبضے سے باہر نہیں غیوبات مخلوق سات ہیں ۱ غیب الجن ۲ غیب النفس ۳ غیب القلب ۴ غیب السر۔ ۵ غیب الروح ۶ غیب الخفی ۷ غیب الغیوب ۔ بیشک خالق تعالیٰ قبض واردات کی موت اور بسط انوار کی حیات پر قادر ہے۔ محرومی کی موت اور توفیق کی حیات پر قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہی اظہار قدرت فرماتے ہوئے تم کو مادر گیتی۔ اُمّہات دہر کے بطن شہوت کی ظلمتوں سے نور ایمان کی فضاؤں میں نکالا۔ اے نفس وقلب۔ عقل وشعور تم کچھ بھی نہ جانتے تھے ۔حکمت مراقبہ فہم مشاہدہ تجربہ واردات سے بالکل واقف نہ تھے توفیق الٰہی نے تمہارے جسم بقا کے لیے قوت استطاعت کے سننے والے کان۔ انوار قرب کا مشاہدہ کرنے والی آنکھیں ۔اور جلوۂ محبوب کی لذت لینے والا دل بنایا ۔تاکہ تم مقام سعادت پر کھڑے ہو کر شکر باطنی کے سجدے کرو شکر کا نام محبت ہے اور محبت کی سچائی یہ ہے کہ کوئی اُس کا مقابلہ نہ کرسکے ۔اے صوفی قلب عرفانی کو ذلت کی ایذانہ دے کہ یہ سب سے بڑا گناہ ہے نفس کی پیروی قلب کی ذلت ہے ۔خود شناسی میں عمر برباد نہ کر حق شناسی میں کمال پیدا کر۔ خودی امر ساعت ہے جس کی فنا لمح بصر ہے یا اس سے بھی اقرب ہے۔ حق شناسی کے لیے تین چیزیں پیدا کی گئیں ۱ نفس کی نگہبانی والی ابصار ۲ سکوت معرفت والے کان ۳ لوگوں سے علیحدہ رہنے اور خلوت میں بیٹھنے والا دل۔ مُوحّد وہ ہے جو وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ کی قربت ومحبت میں وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ ہو جائے۔ عارف وہ ہے جو غمگین وخاموش رہے ۔بدبخت وہ ہے جو گناہ کرکے بھی مسرور پُر اُمید رہے ۔اصلی سخی درویش ہے کہ وہ کسی طالب مراد کو خالی نہیں پھیرتا اور دو عالم سے دل اٹھالیتا ہے درویش اہل سمع ہے ۔عالم اہل بصر ہے اور عارف اہل افئدہ ہے ۔ علماء سے دوری بدترین ہے ۔اور نیک محفل خوش ترین ہے۔ اے طالب شراور بری کی مجلس [illegible] ۔اے طالب معرفت موت جسمانی کو دوستی میں پسند کر۔ راحت دنیا سے گریز کر ذکر الٰہی سے محبت رکھ ۔ ہر غذا پر شکر واجب ہے اور عارف کی غذا انوار ذات ہیں۔ وہ دل اور وہ افئدہ پاک ہیں جو وسوسوں سے بچے ہوں ۔ساعت وہی بہتر ہے جو خلوت الٰہی کی جلوہ ریزی میں گزرے ۔ اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۔ عالم ظاہر میں دیکھنے اور قلابیں ملانے والوں نے کیا سماءِ فکری سو روحانی کی فضاؤں میں بصیرتِ قلبی کے مراقبوں میں قواءِ روحانیہ اور تخیلاتِ نفسانیہ کے بلند اڑتے ہوئے روحانی وسری پرندوں کو نہ دیکھا۔ ان فکر۔ عقل کے نظری وعملی۔ وہمی اور تخیلات تدبیر کو آسمانِ لاہوتی اور ہوائے جبروتی میں سوائے رب تعالیٰ کے کون ٹھیرا سکتا ہے۔ کون رحیم وکریم ہے جو تدابیر انسانی کو تکمیل کے پَر عطا فرما کر ارادوں کی بلندیوں پر قائم فرما دیتا ہے۔ کیا انسان غور نہیں کرتا کہ ان نعمتوں میں اہلِ ایمان کے لیے قانونِ ربوبیت کی کتنی بڑی بڑی نشانیاں ہیں علم گہرا سمندر ہے انوارِ لطائف جوّ السماء ہے۔ معرفتِ نفس علم سمندر کی نہر ہے اور معرفتِ الٰہی لطائفِ انوار کی فضائیں ہیں۔ اسی لیے علم اللہ کی چیز ہے اور معرفت بندے کی چیز ہے۔ عارف زمینِ جسدی کا سورج ہے جس سے تمام کائناتِ انسانیت روشن ہے۔ نماز ابتدا سے انتہا تک طَیْرٍ مُسَخَّرَاتٍ کے عرفانی پَر ہیں۔ اسی پروازِ عاشقانہ سے معراجِ مومن ہے۔ اس لیے کہ نماز میں قالب عابد عمل اِلَی اللّٰہ میں اور قلب عابد فکر مِنَ اللّٰہ اور زبان ذکر باللّٰہ میں مشغول ہوتا ہے۔ اور یہی معراج بارگاہِ قدس ہے۔ زبانِ مومن قلبِ مومن کا آئینۂ آیتِ جمال ہے۔ اے وادیِ طلب میں بوڑھے ہو جانے والے مخلصو۔ وادیِ شوق کے چھوٹوں پر تعلیم راہ کی شفقت کرو کیونکہ منزلِ معرفت کے قدموں میں اُن کی لغزشیں اور خطائیں اور گناہ تم سے کم ہیں۔ اور اے میدانِ جلال کے نووارد مسافر بڑوں بوڑھوں کا احترام کرو۔ کیونکہ اُن کا ایمانِ مشاہدہ تم سے زیادہ ہے مضبوط ہے۔ اس وادیِ عشق میں ہر شخص کا ٹھیرا رہنا اُس کا اپنا کمال نہیں بلکہ مَا یُمْسِکُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ۔ اولین و آخرین۔ سابقین و موجودین سب کو رب تعالیٰ وادیِ زلزالِ جلالی میں توفیقِ خاص سے ثابت رکھتا ہے۔ جس کا دشمن عقلمند ہے وہ خوش قسمت ہے۔ خوشامدی ساتھی اور بیوقوف دوست تکبر کا زہریلا بیج ہیں۔ اے بندۂ مومن ہر میدان کے قدم جگانہ ہیں اور ہر شخص کے لیے زبان علیحدہ ہے۔ اور ہر فضا کے اڑنے والے پَر مختلف ہیں۔ ہر شخص سے اُس کی حیثیت کا کلام کیا کرو۔ اللہ کرے میدانِ قیامت میں اعمال کا خزانہ پاس ہو۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّ

اور اللہ نے بنایا لیے تمہارے گھروں سے تمہارے سکون اور

اور اللہ نے تمہیں گھر دیئے بسنے کو اور

جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا

بنائے لیے تمہارے سے کھالوں حیوانات کی خیمے

تمہارے چوپایوں کی کھالوں سے کچھ گھر بنائے

تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ

ہلکا پاتے ہو تم ان کو زمانے سفر کے اپنے اور زمانے میں اپنے ٹھیرنے کے

جو تمہیں ہلکے پڑتے ہیں تمہارے سفر کے دن اور منزلوں پر ٹھیرنے کے دن

وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ

اور سے اون ان کی بھیڑوں سے اور ببری اونٹوں کی اور بال ان بکریوں کے سے

اور ان کی اون اور ببری اور بالوں سے کچھ گرستی کا سامان اور برتنے کی چیزیں

اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۸۰﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ

بستر کمبل اور نفع کا سامان کچھ زیادہ دنوں اور اللہ نے ہی

ایک وقت تک اور اللہ نے تمہیں اپنی بنائی ہوئی چیزوں

لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ

بنایا لیے تمہارے اس سے جو پیدا کیا سایہ۔ اور بنایا لیئے تمہارے

سے سائے دیئے اور تمہارے لیئے پہاڑوں میں چھپنے

الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ

پہاڑوں میں سے غار حفاظت والے اور بنائے لیے تمہارے لیے لباس

کی جگہ بنائی اور تمہارے لیے کچھ پہناوے بنائے کہ

تَقِيكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيلَ تَقِيكُم

جو بچاتے ہیں تم کو گرمی سے اور کچھ لباس بچاتے ہیں تم کو

تمہیں گرمی سے بچائیں اور کچھ پہناوے کہ لڑائی میں

بَأْسَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ

تمہاری جنگ میں اسی طرح پورا کرتا ہے نعمت کو اپنی پر تم

تمہاری حفاظت کریں۔ یونہی اپنی نعمت تم پر پوری کرتا ہے

لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾

تاکہ تم فرمان برداری کرو

کہ تم فرمان مانو

تعلّق

اِن آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلّق ہے۔

پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں رب تعالیٰ نے بندوں پر تین قسم کی نعمتیں دینے کا ذکر فرمایا جن میں انسانی عمل درآمد کا کوئی دخل نہ تھا۔ مثلاً ۱ رزق۔ ۲ اولاد۔ لونڈی غلام۔ اور ۳ اعضا ظاہری باطنی۔ اَب اِن آیات میں ایک چوتھی نعمت کا ذکر فرمایا گیا جس میں از اوّل تا آخر انسانی صنعت عقل و فراست کا پورا دخل ہے۔ یعنی مکان اور خیمہ سازی گھر بنگلے کوٹھیاں وغیرہ۔ کہ انسان اللہ کے بنائے ہوئے عمارتی سامان کو اللہ کی دی ہوئی عقل سے برتے۔ **دوسرا تعلق۔** پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسانی پیدائش اور ماؤں کے رحم سے نکلنے کے وقت کو یاد دلایا کہ تم کچھ بھی نہ جانتے تھے۔ اب انسان کی عقل و خرد صنعت و حرفت بیان فرمائی جا رہی کہ کیا کمزور تو تھا مگر رب تعالیٰ نے کیا بنا دیا۔

تیسرا تعلق۔ پچھلی آیات میں پرندوں کے فضاؤں میں ٹھیرانے کا ذکر ہوا اب اِن آیات میں انسانوں کو مضبوط پہاڑوں میں ٹھیرانے کا ذکر ہے یہ سب اسی کے قدرت و کرم کے نشانات ہیں۔ (اللہ اکبر کبیرا)

تفسیر نحوی

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُودِ الْاَنْعَامِ بُيُوتًا تَسْتَخِفُّونَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَا اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۔ واؤ ابتدائیہ اللّٰہُ ۔ اسم معرفہ مرفوع مبتدا ہے جَعَلَ ماضی جَعْلٌ سے بنا ہے بمعنی بنانا ہے ہمیشہ متعدی ہوتا ہے لام جارہ نفع کا کُمْ ضمیر حاضر سے بنا ہے جس میں خطاب کفارِ مکہ سے مراد سب انسان ہیں مِنْ جارہ ابتدا کے لیے بیوت ۔ جمع ہے بیت کی لغوی اصلی و حقیقی ترجمہ ہے رات گزارنے کی جگہ ۔ مجازی اصطلاحی ترجمہ ہے گھر ۔ اکثر مضاف ہوتا ہے کیونکہ کسی نسبت والا گھر بیت کہلاتا ہے ۔ کُمْ ضمیر مضاف الیہ ہے مرکب اِضافی مجرور ہو کر متعلق دوم ہے جَعَلَ کا ۔ سَكَنًا مفعول بہ ہے جَعَلَ کا اسم مفرد جامد (حاصل مصدر) بمعنی رہائش ۔ سکونت ۔ یہ سب فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہے ۔ واؤ عاطفہ جَعَلَ ۔ ماضی مطلق لام جارہ نفع کا کُمْ ضمیر مجرور متعلق اول ہوا جَعَلَ کا مِنْ جارہ سببیہ ۔ جُلُوْدِ ۔ اسم جمع مکسر جِلْدٌ کی بمعنی کھال ۔ بَشَرٌ کا معنی کھال کا صرف اوپر کا ظاہری حصہ اور جلد کہتے ہیں پوری کھال کو کچی ہو یا پختہ چمڑہ بال ہوں یا نہ ہوں مضاف ہے ۔ الف لام جنسی یا عہدِ خارجی اَنْعَامِ ۔ جمع مکسر ہے نَعَمٌ کی بمعنی پالتو جانور چارپایہ ۔ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے جَعَلَ کا بُيُوتًا مفعول بہ ہے جَعَلَ کا نکرہ مفرد ہے بمعنی گھر مراد ہیں خیمہ موصوف ہے تَسْتَخِفُّوْنَ باب استفعال کا مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مذکر حاضر ۔ مصدر ہے اِسْتِخْفَافٌ خِفٌّ سے بنا ہے بمعنی ہلکا ہونا ہلکا محسوس کرنا ۔ اَنْتُمْ ضمیر جمع حاضر مستتر فاعل ہے مرجع کُفَّارِ مکہ ۔ هَا ضمیر ظاہر واحد مؤنث غائب منصوب متصل مفعول بہ ہے مرجع بیوتًا ۔ یَوْمَ ۔ اسم مفرد ظرفِ زمانی بمعنی دِن مضاف ہے ظَعْنِ اسم مفرد جامد ہے ایک قول میں مصدر ہے بمعنی ٹھہرنا حفظ کا الٹ یعنی سفر میں پھرنا ۔ حفظ یعنی وطن میں ٹھہرنا اصلاً ظَعَنٌ ہے بفتح العین تخفیف کے لیے سکونِ عین ہوا ۔ مضاف ہے کُمْ ضمیر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی پھر [illegible] مضاف الیہ ہے یَوْمَ کا اور مرکب اضافی ہو کر ظرف ہے واؤ عاطفہ مابعد کا عطف پہلے یَوْمَ پر یَوْمَ مضاف اِقَامَت ۔ باب اِفعال کا مصدر ہے بمعنی کھڑا کرنا ۔ مقیم بننا ۔ بنانا ۔ اصلاً متعدی ہے ۔ دراصل تھا اِقْوَامٌ مضاف ہے کُمْ ضمیر جمع مجرور متصل کا پورا مرکب اِضافی معطوف ہے ۔ تَسْتَخِفُّوْنَ اپنے فاعل مفعول ظرف سے مل کر صفت ہے بُیُوتًا کی اور وہ مفعول بہ ہے جَعَلَ کا ۔ واؤ عاطفہ مِنْ یہ جار مجرور سب مل کر معطوف ہے مِنْ جُلُوْدِ کا ۔ اَصْوَاف ۔ اسم جمع مکسر ہے صُوْفٌ واحد کا ۔ بمعنی اُون واؤ عاطفہ اَوْبَار جمع مکسر ہے وَبَرٌ کی بمعنی اونٹ کے بال سارے جسم کے جس سے کمبل بنائے جاتے ہیں ۔ واؤ عاطفہ اَشْعَار جمع مکسر ہے شَعْرٌ کی بمعنی بکری کے بال ۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب تینوں جگہ مجرور متصل مضاف الیہ

ہے اور مرجع اَنْعَام ہے۔ جمع غیر عقلی کے لیے واحد مؤنث غائب کی ضمیر آتی ہے۔ یہ سب عطف مجرور ہو کر معطوف ہے پہلے مِنْ پر۔ اَثَاثًا۔ اسم مفردِ جنسی اس کی جمع نہیں ہوتی نہ تثنیہ۔ بمعنیٰ گھریلو سامان۔ واؤ عاطفہ مَتَاعًا۔ اسم مفرد جامد نکرہ اس کی جمع ہے اَمْتِعَۃ۔ ایک قول میں مصدرِ میمی ہے تَوَعٌ مادّہ ہے۔ مگر یہ غلط ہے مَتْعٌ سے بنا ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ باب اِفعال کا مصدر ہے دراصل تھا اِمْتَاعٌ۔ کثرتِ استعمال سے اوّل کی ہمزہ گر گئی اور اس کی علامت فتحہ اوّل کی میم کو دے دیا کیونکہ اوّل حرف ساکن نہیں رہ سکتا۔ ترجمہ ہے چیزوں کا نفع دینا۔ اب جامد ہو گیا لہٰذا ترجمہ ہو گیا نفع دینے والی چیز۔ صحیح ترکیب میں یہاں مصدری معنیٰ میں ہے اِلٰی جارّہ انتہائیہ حِیْنٍ۔ اسم ظرف زمانی بمعنیٰ وقت نکرہ مفرد ہے مجرور ہے۔ جار مجرور متعلّق ہے مَتَاعًا کا۔ یہ شبہ جملہ ہو کر معطوف ہے اَثَاثًا پر اور وہ عطف ہے بیوتًا پر۔ اور پھر سب عبارت خبر ہے مبتدا اللہ کی۔ وَاللّٰہُ جَعَلَ لَکُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَکْنَانًا ۔ واؤ ابتدائیہ۔ اَللّٰہُ مبتدا۔ جَعَلَ۔ جَعْلٌ سے بنا بمعنیٰ بنانا پسند کرنا معیّن کرنا لام حرفِ جر نفع کا کُمْ ضمیر جمع سے مراد تمام انسان جار مجرور متعلّق اوّل ہے جَعَلَ فعل ماضی مطلق کا۔ مِنْ جارّہ تبعیضیہ سببیہ مفعول بہ پر داخل ہوا جَعْلٌ مصدر ہمیشہ متعدّی بدو مفعول ہوتا ہے۔ مگر کبھی اس کا ایک مفعول جار مجرور کی شکل میں ہوتا ہے جیسے یہاں۔ مَا۔ اسم موصول جنسی یعنی واحد جمع سب کے لیے مستعمل ہے ہر جنسی اسم کا یہی مقصد ہوتا ہے۔ خَلَقَ ماضی مطلق مثبت معروف واحد مذکر غائب ھُوَ ضمیر مستتر اس کا فاعل مرجع ہے اَللّٰہُ۔ فعل فاعل مل کر جملہ ہو کر صلہ ہوا اور موصول ... مجرور متعلّق ہے جَعَلَ کا ظِلٰلًا۔ اسم مصدر ثلاثی بمعنیٰ حاصل مصدر (جامد) ترجمہ ہے۔ سایہ کرنا۔ سایہ ہونا ہوا یا سایہ۔ ظِلٌّ مضاعف ثلاثی سے ہے۔ بحالتِ نصب ہے مفعول بہ ہے جَعَلَ کا۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ جَعَلَ فعل ماضی جَعْلٌ سے بنا بمعنیٰ تیار کرنا۔ چھوڑنا۔ لام حرفِ جر نفع کا کُمْ ضمیر مجرور متّصل عام انسان مراد ہے اگرچہ خطاب کفّارِ مکہ کو ہے۔ مِنْ جارّہ بمعنیٰ فِیْ ظرفیہ مکانیہ۔ الف لام معرفہ کا استغراق جِبَال۔ جمع مکسّر ہے جَبَلٌ کی۔ لغوی ترجمہ ہے۔ سخت۔ بڑا۔ مضبوط۔ اٹل۔ اسی لحاظ سے پیدائشی عادت کو جبلّت کہتے ہیں کہ وہ اٹل ہوتی ہے اصطلاحًا بمعنیٰ پہاڑ بڑا۔ چھوٹے پہاڑ یا پہاڑی کو عربی میں جَبَلٌ عَقَبَۃٌ کہتے ہیں جار مجرور متعلّق ہے قائم مقام مفعول بہ۔ جَعَلَ کا۔ اَکْنَانًا۔ جمع مکسّر ہے۔ کِنٌّ کی بمعنیٰ چھپنے کی جگہ۔ حفاظت کا مکان۔ جو قدرتی بنا ہوا ہو۔ اس کا مؤنث جمع ہے۔ اَکِنَّۃٌ۔ مؤنث واحد ہے کِنَانٌ۔ چھپنے کی خود ساختہ جگہ کو عربی میں مستورہ کہا جاتا ہے۔ یہ مضاعف ثلاثی کا مصدر بھی مستعمل ہے مگر یہاں جامد ہے اس لیے جمع آئی کیونکہ مصدر سادے کی جمع نہیں ہوتی۔ جامدی اعتبار سے بمعنیٰ غار۔ پردہ

غلاف۔ آڑ۔ ہر معنی میں مستعمل ہے یہاں بمعنی غار ہے۔ بحالت فتحہ ہے مفعول بہ دوم ہے۔ واؤ عاطفہ اِس کے ماقبل ساری عبارت معطوف علیہ ہوئی اور مابعد کی معطوف عَلَيْكُمْ تک جَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيلَ تَقِيكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيلَ تَقِيكُمْ بَأْسَكُمْ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُونَ جَعَلَ فعل ماضی جَعْلٌ سے بنا ہے بمعنی بنانا یعنی پسند کرنا۔ صنعت فرمانا۔ سکھانا۔ لام جارہ نفع کا کُمْ مجرور متصل مراد عام انسان مگر مرجع صرف کفارِ مکہ ہے۔ سَرَابِيلَ۔ جمع منتہی الجموع۔ غیر منصرف ہے۔ اس کا واحد ہے سِرْبَالٌ۔ خیال رہے کہ جمع منتہی الجموع وہ ہے جس کے بعد اُس لفظ کی جمع یا جمع الجمع نہ بن سکے نہ مکسرہ نہ سالم نہ کثرت نہ قلت نہ ثلاثی نہ رباعی۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ درمیان میں جمع کا الف ہوتا ہے اور آخر میں الف کے بعد یا تین حرف جیسے یہاں۔ یا دو حرف جیسے مساجد مصادر یا ایک حرف مشدد جیسے دَوَابّ۔ سرابیل کا ترجمہ ہے لمبا کرتہ۔ بڑی اور کھلی قمیص۔ اگرچہ یہ جمع ہے مگر کثرتِ استعمال یا لمبے ہونے کی بنا پر واحد کے لیے مستعمل ہو گیا۔ اب اصطلاحًا ایک قمیص کو کہتے ہیں اور زیادہ کو بھی۔ بعض لوگوں نے اِس کے بارے میں اور توجیہات کی ہیں کہ یہ سِرْبَالَۃٌ کی جمع انتہائی ہے اور سِربالۃٌ کا معنی قمیص کا حصہ یا آستین یا پائنچہ۔ یا آنچل یا دامن یا ان سب کے مجموعے کا نام ہے سرابیل۔ اور اُن کو جوڑ کر چونکہ ایک کرتہ بنتا ہے لہٰذا سرابیل اصلاً واحد ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔ چونکہ یہ لمبا کرتہ ہوتا ہے اس لیے پورے لباس کا کام دیتا ہے۔ لہٰذا اس کا استفادی ترجمہ لباس بھی ہے۔

تَقِيْ۔ بابِ ضَرَبَ کا مضارع مثبت معروف۔ وَقْیٌ سے بنا ہے بمعنی بچانا۔ علیحدہ کرنا صیغہ واحد مؤنث غائب ھِیَ ضمیر واحد مؤنث غائب مستتر اس کا فاعل ہے جس کا مرجع سرابیل ہے۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر۔ اس کا مفعول بہ اوّل۔ الف لام جنسی یا عہدِ خارجی حَرّ۔ اسم مفرد جامد بمعنی گرمی۔ تپش۔ بحالتِ نصب ہے مفعول بہ دوم ہے واؤ عاطفہ۔ اس کا ماقبل معطوف علیہ ہے اور مابعد معطوف ہے۔ اس طرح کہ سرابیل پہلا موصوف تقی پہلا۔ جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہوئی۔ موصوف صفت معطوف علیہ۔ سرابیل دوسرا موصوف تقی۔ فعل مضارع وَقْیٌ لفیف مفروق سے بنا ہے بمعنی بچانا بہر صورت متعدی ہوتا ہے۔ یعنی ہر باب میں متعدی ہے بدو مفعول۔ کُمْ اس کا مفعول بہ اوّل بَاْسَ۔ اسم مفرد جامد۔ بمعنی تنگی۔ مصیبت۔ تکلیف۔ لڑائی جنگ غریبی۔ یہاں مراد جنگ ہے۔ مضاف ہے کُمْ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مفعولِ دوم ہے تقی جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہوئی سرابیل موصوف صفت مل کر معطوف اور پھر مفعول بہ جَعَلَ کا۔ سالقہ تمام خبری عبارت مشبہ بہ ہوئی۔ کَذٰلِکَ چار لفظوں کا مجموعہ ہے۔

ع۱ کاف تشبیہی ع۲ ذا اسم اشارہ ع۳ لام حرفِ زائد صرف بُعد پیدا کرنے کے لیے۔ ع۴ کَ ضمیر مخاطب صرف نسبت کے لیے نہ کہ مرجع کے لیے۔ مجموعہ حرف تشبیہ۔ یُتِمُّ۔ ایک قول میں باب نَصَرَ کا مضارع

واحد مذکر غائب۔ تم سے بنا ہے۔ مگر درست یہ ہے کہ باب افعال کا مضارع مثبت معروف ہے مصدر ہے اتمام۔ بمعنی پورا کرنا۔ جب کہ تمّ مضاعف ثلاثی مادہ مصدر کا ترجمہ ہے پورا ہونا۔ باب نصر میں لازم ہے۔ مگر یہاں ضرورت متعدی کی ہے جو افعال سے پوری ہوگی۔ دراصل تھا یُتمم بروزن یکرم۔ پہلے قول کی قرئت ہے یتمُ۔ مگر درست نہیں۔ ھُوَ مستتر فاعل ہے مرجع اللہ تعالیٰ نعمتہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے۔ علیٰ جارہ اپنے ہی معنی میں ہے برائے فوقیت۔ یا بمعنی لام جارہ نفع کا۔ کُم مجرور نعمت سے مراد دنیوی سامان ہے (مال و دولت اور مذکورہ آرام دہ چیزیں)۔ جار مجرور متعلق ہے یتمّ کا۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر معلول ہوا لَعَلَّکُمْ تُسْلِمُوْنَ باب اِفعال کا۔ مضارع احتمالی معروف صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اَنْتُمْ ضمیر مستتر اس کا فاعل مرجع کفارِ مکہ۔ مصدر ہے اِسلام۔ بمعنی ماننا۔ اقرار کرنا۔ مسلمان ہونا۔ فرماں برداری کرنا۔ عاجز ہونا۔ جھک جانا۔ یہاں ہر معنی درست ہے۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر علت ہوئی یا اس بیانِ سابقہ کی یا نعمت دینے کی۔ معلول علت مل کر خبر ہوئی اللہُ مبتدا کی۔

تفسیر عالمانہ

وَاللّٰہُ جَعَلَ لَکُمْ مِّنْ بُیُوْتِکُمْ سَکَنًا وَّجَعَلَ لَکُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُیُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا یَوْمَ ظَعْنِکُمْ وَیَوْمَ اِقَامَتِکُمْ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَا اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰی حِیْنٍ۔ اور اگر اللہ خالق کائنات وحدہٗ لاشریک لہٗ نے پرندوں کو ہواؤں میں اُڑنے درختوں پہ شاندار حیران کُن گھونسلے بنانے زمین پر چگنے شکار کرنے سمندر دریا سے روزی مہیا کرنے کا اُس نے گُر سکھا دیئے۔ تو اُسی رب تعالیٰ نے تمہارے آرام و آسائش و رہائش کے لیے بستیوں۔ شہروں۔ پہاڑوں۔ قریوں گاؤں میں تمہارے گھروں کمروں کو ٹھیوں کو تمہاری ہی خداداد عقل خرد اور ہنرمندی کے مستقل رہائش والے اینٹ پتھر لوہے لکڑی کے عظیم الشان گھر بنا دیئے۔ اور اُسی خالق تعالیٰ نے تمہاری عارضی سفری رہائش کے لیے مختلف بڑے بڑے جانوروں کی کھالوں سے کپڑے کی ہم شکل گھر بنا دیئے جن کو اپنی لغت میں خیمہ یا فسطاط کہتے ہو۔ کتنا ہلکا پاتے ہو تم اِن مضبوط خیموں کو اپنے سفر کے لیے اٹھاتے ہوئے جس دن سفر کا ارادہ ہو۔ اور دورانِ سفر کسی جنگل بیابان کسی بھی منزل پر ٹھیرنے کے دن۔ اور وہی جانور جن کے وجود سے تم اپنے سینکڑوں فائدے حاصل کرتے ہو پوست ہڈی چربی کے علاوہ ان کے تو بال بھی بیکار پیدا نہیں ہوئے اُن سے بھی تم کو بہت نفع ہیں کہ دُنبے۔ مینڈھے۔ بھیڑ کی انتہائی گرمی والی نرم ملائم اون اور ریشم سے اور اونٹوں کی (وبر) یعنی جت سے اور بکریوں کے لمبے بالوں سے۔ گھریلو برتنے کے اثاثے کپڑے کوٹ دستانے جرابیں وغیرہ۔ اور گھر کی زیب و زینت کے لیے متاع۔ قالین۔ غلاف پردے وغیرہ۔ لیکن ان خوبصورتیوں زینتوں میں دل نہ لگا

بیٹھنا۔ نہ ان کو دین وایمان بنالینا کہ یہ اسی طرح سدا رہے گا۔ دنیا اور دنیا کی ہر چیز ساز سامان عیش و عشرت مکان بستیاں۔ جانور اور جانور والے روئی ریشم سب کچھ الی حین۔ کچھ ہی وقت اور مدت تک ہے۔ برتنے والوں کے اعتبار سے بھی کچھ مدت کہ سامان بنا پڑا ہے مگر سامان والا مر گیا۔ اور سامان خود اپنے اعتبار سے بھی کچھ دن کا ہے کہ چند دن استعمال ہوا پھر ٹکڑے ہو کر گھس گھسا کر ٹوٹ پھوٹ گیا۔ یا پرانا ہو کر قابل نفرت اور ناقابل استعمال ہوا پھینک دیا گیا۔ فانی دنیا کے اعتبار سے بھی یہ سب گھر بار کچھ دن کا ہے۔ کہ قیامت کے دن تک تو یہ دنیا اور اس کی چیزیں بڑھتی پھلتی پھولتی رہیں گی جانور پیدا ہوتے ہی رہیں گے۔ اون ریشم روئی کھال گوشت ہڈی چربی پیدا ہوتی ہی رہے گی مگر کب تک آخر فنا قیامت میں۔ علما فرماتے ہیں کہ الی حین کے تین معنی ہیں کیونکہ بندہ کو فنا ہے۔ چیزوں کی فنا ہے اور دنیا کو بھی فنا۔ اثاثہ اور متاع کا فرق بیان کر دیا گیا۔ کہ برتنے والی اشیا اگر خوبصورت ہوں تو اثاثہ ہے اور محض فیشن وزینت والی اشیا اگرچہ زیادہ خوبصورت نہ ہوں متاع ہیں۔ بھلا کس کی طاقت ہے جو رب تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار ہی کر سکے ان گھریلو جانوروں کو ہی دیکھ لو۔ کہ گوشت ہڈی سے بال ناخن اور لید گوبر تک کار آمد چیز ہے شہری بکری نہ سہی پہاڑی بکری کے اتنے لمبے بال ہوتے ہیں کہ بڑے بڑے رستے کمبل اور بہت کچھ بنایا جا سکتا ہے۔ اونٹ کے جسم سے رہائش کا پورا سامان بنا لیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ برتن اور گلدان وغیرہ بھی۔ اس پر کرم یہ کہ ان حیوانات کی خوراک بھی پروردگار عالم نے اپنے ذمے لگا لی ہے ساری زمین اور جنگلات کو ایک عظیم دستر خوان بنا دیا۔ اگر یہ جانور۔ روئی سالن۔ پلاؤ زردے یا گوشت کھانے والے ہوتے تو کون پال سکتا اور ہزاروں کا مالک بن کر کون زمین پر غرور سے چل سکتا کتنے افسوس کا مقام ہے کہ اس رب کی نعمتوں کا اسی کے کرم سے مالک بن کر سر میں شیطانی غرور چوہدراہٹ۔ خان بہادری۔ اور وڈیرہ گی لیے پھرے اور اسی کریم رحیم اللہ کا نافرمان۔ منکر ہو کر اس سے دور بھاگے آتنی نعمتیں سہولتیں پا کر ایک چھوٹے سے سجدے کو بھی بوجھ سمجھے۔ اے میرے خالق میرے رازق تو ہی ہم کو اپنے دروازے پر جھکنے سجدہ کرنے کی ابدی توفیق دینے والا ہے

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ

سابقہ مذکورہ نعمتوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ہر حیثیت کے بندے کے لیے اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں سے مضبوط گھنے اور نیچے لمبے سائے پیدا فرمائے۔ کہ جن کے پاس مستقل گھر نہیں وہ پہاڑوں کے دامن میں پناہ لیں جن کے پاس خیمے نہیں ہیں وہ درختوں کے نیچے بیٹھ کر سفری تھکاوٹ

کو دور کر لیں اور بھوک پیاس کی حاجت و ضرورت پوری کر لیں۔ بلکہ بعض درخت تو صرف بنائے ہی سائے کے لیے ہیں جیسے بوڑ برگد۔ پیپل۔ ان درختوں کے سائے اتنے لمبے چوڑے اور گھنے ہوتے ہیں کہ پوری برات اس کے نیچے بیٹھ سکتی ہے۔ اے گرمی سے جھلسے ہوئے لوگو مسافرو بارش سے ستائے ہوئے راہ گیرو ان محفوظ اور ٹھنڈے سایوں میں بیٹھ کر کبھی اپنے رب تعالیٰ کا شکر بھی ادا کیا کرو کیا کبھی تم نے حمد الٰہی کے دو بول بھی منہ سے نکالے؟ پھر کمال ہے ان سایوں میں کہ سایوں سے باہر سخت گرمی۔ لُو۔ اور تپش ہے مگر سائے میں ایسی ٹھنڈک اور صحت بخش لذت ہے کہ بیٹھتے ہی نیند کے جھونکے۔ ان نعمتوں کی قدر تو وہ غریب جانیں جن کے پاس نہ گھر کی لذت نہ خیمے کی ٹھنڈک۔ اور پھر ایسی ٹھنڈک گھروں اور خیموں میں نہیں ہوتی۔ یہ پہاڑ دیوار درختوں کے سائے صرف دھوپ سے ہی نہیں بچاتے بلکہ بارش۔ آسمانی برف باری۔ اولوں کی بوچھاڑ سے بھی بچاتے ہیں ورنہ ان ناگہانی اور ہلاکت خیز آفتوں سے مسافر اور جنگلات میں پھرنے والے کس طرح بچ سکتے ہیں بادلوں کا سایہ تو اس سے کہیں زیادہ اور نفع بخش ہے۔ یہ تمام سائے ایسے شان والے ہیں کہ انسانوں کو اس کے لیے ذرا مشقت نہیں کرنی پڑتی۔ امیر غریب سب اس سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں نہ کرایہ نہ قیمت نہ کوئی فیس نہ ٹیکس نہ بل۔ امیر لوگ لاکھوں روپیہ خرچ کر کے مکان کو ٹھیا بناتے ہیں اور ان میں سردی گرمی کے لیے بہت کچھ کرنا پڑتا ہے مگر رب تعالےٰ نے تمہارے لیے پہاڑوں میں شاندار مضبوط چھوٹے اور بڑے کشادہ اور ہوادار غار بنا دیئے۔ جو سردیوں میں گرم اور گرمیوں میں ٹھنڈے رہتے ہیں۔ اب بھی بہت سے لوگوں کی مستقل رہائش ان ہی غاروں میں ہے۔ بڑے بڑے امیر بھی اس کو بہترین خوبصورت صاف ستھرا بنا کر اس میں گھروں سے زیادہ آرام دہ رہائش کرتے ہیں۔ نہ ٹوٹ پھوٹ اور مرمت کا خطرہ نہ چور ڈاکو کا کھٹکا چاروں طرف سے مضبوط۔ یہ تو رہائشی حفاظت کی نعمتیں ہیں رب کریم نے تو تمہارے لیے ایسے ایسے لباس پیدا فرمائے جو نازک خوبصورت چمک دار ریشمی ہونے کے ساتھ ساتھ تم کو ہر قسم کی ہر علاقے کی گرمی سے بھی ہر طرح بچاتے ہیں یہ لباس تمہاری خوبصورتی زینت اور عزت کا بھی ذریعے ہے اور جسمانی حفاظت کا بھی دھول مٹی گرد و غبار سے نیز باریک لباس میں گرم ہوا بھی ٹھنڈی ہو کر جسمانی مسامات سے لگتی ہے۔ اور انسان فرحت اور سوندھاہٹ حاصل کرتا ہے۔ اور زینت چونکہ دکھانے کے لیے ہی ہوتی ہے اس لیے لباس کے زیادہ فائدے موسم گرما میں ہی حاصل ہوتے ہیں۔ بزرگ فرماتے ہیں کہ کھانا سردیوں کا اور پہننا گرمیوں کا۔ ایک لباس تو تم کو کڑکتی گرمی سے محفوظ رکھتا ہے اگر یہ قسم قسم کے ریشمی سوتی چمکیلے بھڑکیلے رنگ برنگے زنانہ مردانہ لباس

نہ ہوتے تو تمہاری ذلت کے علاوہ تمہاری کھالیں کھینچ جاتیں۔ لیکن اے انسانو تمہارے دشمن صرف سردی گرمی ہی نہیں بلکہ بہت سی بیرونی جاندار مخلوق بھی ہے جن شیر چیتے سانپ بچھو کے علاوہ خود انسان بھی انسان کا موذی اور مہلک دشمن ہے جو تم کو بہت حیلوں ہتھیاروں سے قتل و ہلاک کرنے کے درپے ہے تو اس سے محفوظ رہنے کے لیے ہم نے تمہاری کاریگری کے ذریعے تمہارے لوہے پیتل تانبے سلور کے ایسے لباس بنا دیئے جو تم کو جنگ لڑائی میں بچاتے ہیں۔ اس طرح کہ پتلایا موٹا ریشم جو اگرچہ عام حالات میں مرد کو صرف پہننا حرام ہے مگر بحالت جہاد جائز ہے کیونکہ اس پر سے تلوار یا تیر پھسل جاتی ہے اور بچاؤ کی ایک صورت ہے۔ اور ڈھال۔ زرہ۔ اور موجودہ لوہے کا ٹوپ بولٹ پروف جیکٹ سب اسی میں شامل اسی طرح مچھردانی اور زہریلے کیڑوں مکوڑوں مکھیوں سے بچانے والے کپڑے بھی اس میں شامل۔ لفظ باس ہر مصیبت کو شامل ہے تاکہ انسان جسمانی طور پر سلامت رہے یہ سب کتنی عظیم نعمتیں ہیں جن میں انسان غور ہی نہیں کرتا۔ جس طرح انسان کے جسم عزت اور خوبصورتی کو بچانے کے لیے رب تعالیٰ نے یہ کروڑہا نعمتیں شروع زمانے سے پیدا فرمادیں کوئی زمانہ بھی ان سے خالی نہ ہوا اسی طرح حفاظت روح کے لیے اللہ تعالیٰ اپنی روحانی عرفانی نعمت نبوت بھی پوری فرماتا ہے۔ جس کی ابتدا حضرت آدم سے اور تتمہ ذات محمد مصطفیٰ پر ہوا تاکہ تم اے انسانو دامن مصطفیٰ میں آکر دونوں جہان کی آرام و سلامتی والے مسلمان بن جاؤ۔

فائدے ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ دنیا میں ہر چیز کمزور ہے یہاں تک کہ ہمارا دنیوی جسم بھی۔ مگر آخرت کی ہر چیز عمدہ اور مضبوط ہے۔ وہاں ہمارا جسم بھی عمدہ اور مضبوط ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ نہ ٹوٹ پھوٹ نہ درد تکلیف۔ یہ فائدہ مَتَاعًا اِلٰی حِیْنٍ۔ فرمانے سے حاصل ہوا۔ لہٰذا مسلمانوں اور عقل والوں کو چاہیے کہ آخرت کو اچھا بنائیں۔ دنیا میں وقت ضائع نہ کریں۔ **دوسرا فائدہ**۔ اللہ تعالیٰ کی بعض نعمتیں ایسی ہیں جو صرف انسانوں کے لیے ہیں۔ مثلاً لباس۔ یہ کسی جانور۔ نباتات۔ جنات۔ فرشتوں کو نہ دیا گیا۔ اس کی وجہ یہ کہ جنات اور ملائکہ کو سردی گرمی اور خاک دھول سے کچھ نقصان نہیں ہوتا۔ اور حیوانات کو بال۔ پر دے کر سردی گرمی سے بچایا۔ نیز انسان کی خوبصورتی لباس سے ہے۔ دیگر مخلوق کی جسمانیت خوبصورت ہے یا بدصورت یہ فائدہ وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ۔ فرمانے سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ**۔ مولیٰ تعالیٰ نے سب سے زیادہ نعمتیں ظاہری باطنی۔ انسان کو عطا فرمائیں اور انسانوں میں مسلمانوں کو سب سے ہی زیادہ نعمتیں بخشیں یعنی قرآن کریم حدیث پاک۔ روح کو بچانے کے لیے اولیاء اللہ علماء کرام پیدا فرمائے اس لیے انسان کو اد

خاص کر مسلمانوں کو رب کا شکر بھی بہت کرنا چاہیئے۔ یہ فائدہ۔ کَذٰلِكَ یُتِمُّ نِعْمَتَهٗ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ اونٹ بھیڑ۔ بکری اور تمام حلال جانوروں کے بال اون۔ پر۔ وغیرہ پاک ہیں ان کا استعمال کرنا مسلمان مرد و عورت کو حلال و جائز ہے۔ اسی طرح ان کی کھال بھی پاک ہے یہ مسئلہ وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ۔ (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ**۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ سوائے خنزیر کے کسی بھی حرام چرندے پرندے۔ اور درندے کو تکبیر سے ذبح کر دیا جائے تو اس کی کھال ناپاک نہ رہے گی اسی طرح کوئی حلال یا حرام جانور مر جائے اور اس کی کھال اتار کر اچھی طرح خشک کر لی جائے جس کو رنگیا پکانا۔ پختہ کرنا کہا جاتا ہے وہ بھی پاک ہو جائے گی اسی طرح ہر غلط ذبیحے کی کھال وغیرہ اشیا کا یہی حکم ہے۔ اس کا جوتا وغیرہ بنانا پہننا جائز ہے۔ یہ مسئلہ بھی مِنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا۔ ہاں لیکن آدمی کی کھال وغیرہ اس کی عزت و شرافت کی بنا پر استعمال کرنی جائز نہ ہو گی اگرچہ انسان پاک مانا گیا ہے خواہ کافر ہو۔ اور خنزیر کی ہر چیز نجس العین ہونے کی بنا پر ناپاک ہی رہے گی۔ خیال رہے کہ بعض مفسر اَنْعَام مطلق ہر چوپائے کو کہتے ہیں ان کی تفسیر سے یہ مسئلہ بنتا ہے۔

اعتراضات

اِن آیت پر چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا اَثَاثًا وَّمَتَاعًا۔ واؤ حرف عطف نے بتایا کہ یہ دونوں غیر ہیں۔ حالانکہ لغوی اعتبار سے دونوں کا ترجمہ ہے سامان تو یہ دو لفظ کیوں استعمال ہوئے اور پھر مغایرت کیوں پیدا کی گئی۔ **جواب**۔ اگرچہ سامان ہی دونوں کا ترجمہ ہے مگر اثاثًا اور متاعًا میں چار طرح فرق ہے ۱۔ اثاثہ جائداد منقولی ہے متاع جائیداد غیر منقولی ہے ۲۔ اثاثہ لینے دینے اور برتنے استعمال والا سامان ہے۔ متاع گھر کی زیب و زینت والا سامان۔ ۳۔ اثاثہ وہ سامان جس کو جمع کر کے رکھا گیا ہو کسی وقت کے لیے اور متاع جس سے فی الحال فائدہ و نفع حاصل کیا جا رہا ہو۔ ۴۔ اثاثہ وہ جس کا فائدہ ضروری نہیں ملے نہ ملے مگر متاع وہ سامان جس کا فائدہ چل رہا ہو۔ اس لیے ان میں غیریت کو ظاہر کرنے کے لیے واؤ عاطفہ لانی بہت ضروری ہے۔ **دوسرا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا تَقِیْكُمُ الْحَرَّ۔ (الخ) یعنی لباس تم کو گرمی سے بچاتا ہے۔ حالانکہ لباس تو انسان کو گرمی اور سردی دونوں سے بچاتا ہے۔ چاہیئے تھا اس طرح کہا جاتا تَقِیْكُمُ الْحَرَّ وَالْبَرْدَ۔ یعنی بچاتا ہے تم کو سردی گرمی دونوں سے **جواب**۔ اس کی تفصیلی وجہ تو تفسیر عالمانہ میں عرض کر دی گئی ہے۔ یہاں اتنا سمجھ لو۔ کہ چونکہ عرب میں زیادہ گرمی پڑتی ہے اس لیے

گرمی کی طرف اشارہ کر کے اس نعمت کی اہمیت بتائی گئی۔ نیز گرمی کا ذکر کر کے سردی کا ذکر خود بخود ہی ہو گیا کیونکہ موسم دو ہی قسم کے ہوتے ہیں۔ جیسے کہ بِیَدِكَ الْخَیْرُ۔ کہہ کر شر کا ذکر خود بخود ہو گیا۔

تیسرا اعتراض ۔ یہاں فرمایا گیا تَقِیْكُمُ الْحَرَّ یعنی لباس تم کو گرمی سے بچاتا ہے۔ چاہیئے تھا کہ کہا جاتا تَقِیْكُمُ الْبَرْدَ۔ تم کو سردی سے بچاتا ہے۔ اس لیے کہ گرمی میں لباس کی اتنی ضرورت نہیں ہوتی جتنی سردی میں ہوتی ہے۔ گرم لباس اور زیادہ لباس گرمی میں نہیں پہنا جاتا۔ سردی میں زیادہ لباس استعمال ہوتا ہے

جواب ۔ لباس صرف پہناوا ہی نہیں زینت اور دکھلاوا بھی ہے اس لیے گرمی کا ذکر کیا گیا نیز ایک قمیص اگر گرمی کے لیے ہے تو دو تین قمیصیں اور کپڑے سردی میں پہن لیے جاتے ہیں۔ لہٰذا کم از کم لباس کا ذکر فرما دیا گیا۔ اور کم از کم لباس کی نسبت چونکہ گرمی سے تھی اس لیے گرمی کا ذکر کر دینا عین درست ہے۔ یعنی گرمی کے ذکر سے سردی کا ذکر شامل ہو گیا مگر سردی کے ذکر کر دینے سے گرمی کا ذکر نہیں ہوتا۔

تفسیر صوفیانہ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُیُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُیُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا یَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَیَوْمَ اِقَامَتِكُمْ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَاۤ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِیْنٍ۔ اور رب تعالیٰ نے تمہارے لیے اے دنیا کی کثافتوں سے غمزدہ مرجھائے ہوئے پریشان حال مخلص مومنو تمہارے آشیانۂ قلب میں ذکرِ الٰہی کے پُرسکون گھروں کو اطمینان و راحت بنا دیا اور تمہارے لیے اس بے راہ روی کی مسافرتِ دنیا میں شرم و حیا۔ غیرتِ ایمانی کے پردوں سے عزت کے گھر بنا دیئے۔ وادیِ طلب کی مسافرت اور منزلِ شوق کی اقامت کے لمحات میں اسی غیرتِ ایمانی سے اسرارِ لطیفہ کی خفتِ انوار حاصل کرتے ہو۔ اور قوتِ بطش کے صفائی کردار سے اور قوتِ ذوق کے ریشوں سے اور قوتِ عقل کے شعور سے اعمال کا اثاثہ اور مشاہدات کا متاع بنایا۔ منزلِ قرب کے درجے میں پہنچنے کی مدتِ سعادت تک وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِیْلَ تَقِیْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِیْلَ تَقِیْكُمْ بَاْسَكُمْ كَذٰلِكَ یُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ـــــ اور اے عالمِ لاہوت کے مسافر واللہ نے تمہارے لیے مخلوقِ روحانی سے نفس و شیطان کے بچاؤ کے لیے امن بقا کے اجسامِ لطیف کے سائے بنا دیئے اور جبالِ تقویٰ میں خلوتِ اسرار کے غار بنا دیئے اور تمہارے اعمالِ صالحہ کے لباس بنائے جو آتشِ فراق کی تپش و گرمی سے تم کو بچاتے ہیں۔ اور ریاضتوں کی زرہیں عطا فرمائیں جو قتالِ نفس و ابلیس سے تم کو بچاتی ہیں۔ منزلِ مراد کی نعمتیں ان ہی طریقوں سے تم پر مکمل فرماتا ہے۔ تاکہ تم راہِ عشق میں سرِ تسلیم کو جھکائے ہوئے بارگاہِ قدسی کی چوکھٹ پر سجدہ ریز ہی رہو۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ جسم باطنی کے لطائف سبعہ ظلالِ قدرت

ہیں اور مومن کا تقویٰ مثل پہاڑ ہے۔ خلوت کے مراقبے اگفانِ معرفت ہیں۔ مومن کا شرعی کردار لباس ہے اور طریقت کی مشقتیں ریاضتیں اس کی ذرہ ہے۔ جس کے سبب شیطانی حملوں سے محفوظ رہتا ہے۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۲﴾

پھر بھی اگر یہ منہ پھیریں تو فقط پر آپ پہنچانا ہے کھلا کھلا

پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اسے محبوب تم پر نہیں مگر صاف پہنچا دینا

يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَ

بالکل پہچانتے ہیں یہ کافر نعمت اللہ کی پھر منکر بن جاتے ہیں اس کے اور

اللہ کی نعمت پہچانتے ہیں پھر اس سے۔ منکر ہوتے ہیں اور

اَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۳﴾ وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ

زیادہ ان میں سخت کافر ہیں اور جس دن اٹھائیں گے

ان میں اکثر کافر ہیں۔ اور جس دن ہم اٹھائیں گے

كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ

طرف سے ہر امت کی گواہ پھر نہیں اجازت دی جائے گی ان کو جو

ہر امت میں سے ایک گواہ پھر کافروں کو نہ

كَفَرُوْا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَاِذَا رَاَ

کفر پر رہے اور نہ توبہ کی مہلت دیئے جائیں گے۔ اور یاد تو کرو جب دیکھا

اجازت ہو نہ وہ منائے جائیں اور ظلم کرنے والے

الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ

انہوں نے جو ظالم رہے عذاب کو کہ نہ ہلکا کیا جائے گا سے ان

جب عذاب دیکھیں گے اس وقت سے نہ وہ اوپر سے ہلکا ہو نہ انہیں مہلت ملے اور شرک کرنے والے جب اپنے

وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَإِذَا رَاَ الَّذِيْنَ

اور نہ وہ مہلت دیئے جائیں گے اور پھر وہ وقت جب کہ دیکھا ان لوگوں نے

شریکوں کو دیکھیں گے کہیں گے اے ہمارے رب یہ ہیں

اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ

کہ شرک کیا جنہوں نے بنادی شریکوں کو اپنے بولے اے رب ہمارے یہ ہیں

ہمارے شریک کہ ہم تیرے سوا پوجتے تھے

شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ج

ہمارے سامنے شریک بننے والے وہ جن کو پوجتے تھے، تیرے مقابلے

تو وہ ان پر بات پھینکیں گے۔

فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۸۶﴾ ج

تو وہ ڈالیں گے طرف ان کے طعنہ کہ بیشک تم البتہ جھوٹے ہو۔

کہ تم بیشک جھوٹے ہو۔

تعلق ان آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں رب تعالیٰ کے عطیے اور کرم انعامات یاد کرا کر اس کی وجہ بتائی گئی انبیاءِ کرام کے ذریعے یہ اس لیے یاد کرائے جارہے ہیں تاکہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ جس سے کافروں کو گمان ہوا تھا کہ شاید ہمارے مسلمان نہ ہونے سے انبیاء کو کچھ نقصان ہوگا اس لیے وہ اور بھی اکڑ گئے

پھرتے تھے۔ اب ان آیات میں فرمایا جارہا ہے۔ کہ اے پیارے حبیب آپ پر صرف پہچانا ہے کوئی مانے یا نہ مانے آپ کا کوئی نقصان نہیں۔ **دوسرا تعلق** - پچھلی آیت میں اشارۃً کنایۃً تین چیزیں فرمائی گئیں تھیں اللہ تعالیٰ کی عطا۔ انبیاء کرام کی مشفقانہ تبلیغ۔ اور کافروں کی ظالمانہ روگردانی اور انکار۔ اب ان آیتوں میں کفار کی کفر یہ روش کی وجہ بتائی جارہی ہے۔ کہ پہچانتے سب کچھ ہیں نہ ماننا صرف قلبی کفر و عناد کی وجہ سے ہے۔ **تیسرا تعلق** - پچھلی آیت میں کفار کی دنیوی مصروفیات اور شان و شوکت کا ذکر ہوا۔ اب ان آیات میں کفار کی اُخروی بے بسی بے کسی کا نقشہ دکھایا جارہا ہے۔ **شانِ نزول** -
۔ ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا کہ ایک دفعہ ایک اعرابی گنوار آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اُس نے عرض کیا کہ مجھے اپنا قرآن سنائیے پھر آپ نے جب سنانے کا ارادہ فرمایا تو اُس موقعہ پر یہ چار آیتیں نازل ہوئیں جو اُس کو سنائیں از آیت ۸۰ تا ۸۴۔ جب اُس نے سنیں تو ہاں ہاں اور ٹھیک ٹھیک کہتا رہا جب آیت ۸۳ سنی تو منہ پھیر کر چلا گیا۔

تفسیر نحوی

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ - يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ۔ فَ حرف عطف تعقیبی۔ اِنْ حرفِ شرط۔ تَوَلَّوْا۔ بابِ تَفَعُّل کا فعل مضارع مثبت معروف انشائیہ صیغہ جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر مستتر اس کا فاعل مرجع کفار مکہ پہلا کلام حاضر کے صیغوں سے ہوا جس میں کفار کو مخاطب بنایا گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب اب یہ کلام غائب کے صیغہ سے ہے۔ اس میں مخاطب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور مخاطب باری تعالیٰ عزّ اسمہٗ ہے۔ دراصل تَتَوَلَّوْا تھا۔ مضارع حاضر کے صیغوں میں تاءِ علامت کو تاءِ مصدری کی ہم جنسی (ہم مخرجی) کی بناپر حذف کیا گیا اُس کی موافقت اور ہم وزنی قائم رکھنے کے لیے یاءِ علامت کو بھی حذف کیا گیا۔ تَوَلَّوْا ہو گیا۔ وَلْیٌ سے یا وُلِیٌّ سے بنا ہے بمعنیٰ پھرنا مڑنا۔ منہ پھیرنا۔ منہ موڑنا۔ نہ ماننا۔ وَلْیٌ کا لغوی ترجمہ ہے سامنے آنا۔ سہارا دینا اسی معنیٰ میں مددگار حاجت روا۔ مشکل کُشا کو ولی کہتے ہیں۔ والی وارث بھی اسی معنیٰ سے ہیں۔ بابِ تفعّل کی پانچ خاصیتوں میں سے ایک خاصیت سلب ہے۔ یہاں اسی خصوصیت میں ہے۔ یعنی۔ سامنے آنے کا سلب منہ موڑنا۔ اور پھرنا ہے۔ فَ جزائیہ۔ اِنَّ حرفِ مشبہ لغو۔ ما کافہ برائے حصر۔ بمعنیٰ فقط۔ علیٰ جارّہ وجوب کا۔ کَ ضمیر واحد مذکر غائب اس کا مرجع مبارک پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدس ہے یہ جار مجرور متعلق ہے وَجَبَ پوشیدہ فعل ماضی مطلق کا یا وَاجِبٌ پوشیدہ کا۔ الف لام استغراقی ہے بلاغ بروزنِ فَعَال ثلاثی مصدر ہے بمعنیٰ پہنچانا۔ موصوف ہے الف لام اسمی بمعنیٰ اَلَّذِیْ۔ مُبِیْنٌ اسم فاعل واحد مذکر

بابِ اِفعال سے بَیْنٌ سے بنا ہے بمعنی کھلا۔ ظاہر۔ صاف صاف۔ یہاں آخری معنی مراد ہیں۔ بحالت رفع صفت ہے۔ موصوف صفت فاعل ہے پوشیدہ عامل وَجَبَ یا وَاجِبٌ کا وہ جملہ فعلیہ یا اسمیہ ہو کر جزا۔ شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ مکمل ہوا۔ یَعْرِفُوْنَ۔ باب ضَرَبَ کا مضارع مثبت معروف صیغہ جمع غائب هُمْ مستتر اس کا فاعل مرجع کفارِ مکہ مراد سارے کفار ہیں نِعْمَةَ اسم مفرد جامد مؤنث لفظی۔ بمعنی بلا معاوضہ بہر حال مفید عطیہ۔ مراد ہیں اللہ کی عطیات و مسخرات۔ مضاف ہے اَللهِ مضاف الیہ ہے بدیں وجہ مجرور ہے مرکب اضافی مفعول بہ ہے۔ جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا۔ مگر ایک ترکیب میں معطوف علیہ ہے ثُمَّ حرفِ عطف تعقیب تراخی کے لیے ہے۔ مگر پہلی ترکیب میں لغو اور دوسری میں کار آمد یُنْكِرُوْنَ۔ باب اِفعال کا مضارع مثبت معروف جمع غائب مصدر ہے اِنْكَارٌ نُكْرٌ سے بنا ہے۔ متعدی مادہ ہے۔ بمعنی نہ ماننا۔ منکر ہونا۔ مخالف ہونا۔ ناشکری کرنا هَا ضمیر ظاہر واحد مؤنث غائب مرجع ہے نعمۃ یا واحد ہے اور ضمیر بھی واحد آ کر حساب برابر ہوا یا یہ نعمت جنسی جمع ہے۔ تو هَا ضمیر واحد غیر ذوی العقل کے قانون سے آئی۔ منصوب متصل ہے مفعول بہ ہے۔ جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا مگر دوسری ترکیب میں معطوف ہوا اور معطوف علیہ معطوف مل کر یا جملہ عاطفہ ہو کر مکمل ہے یا حال ہے تو وَا کا واؤ حالیہ یا سر جملہ۔ اَكْثَرُ۔ اسم تفضیل مذکر۔ كَثْرٌ سے بنا ہے بمعنی زیادہ ہونا۔ لازم ہے مضاف ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مجرور متصل مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مبتدا ہے۔ الف لام اِستغراقی۔ كَافِرُوْنَ۔ باب نَصَرَ کا اسم فاعل صیغہ جمع مذکر۔ كُفْرٌ سے بنا ہے بمعنی شرک کرنا۔ ناشکری کرنا۔ بحالت رفع ہے خبر ہے مبتدا کی۔ مبتدا و خبر جملہ اسمیہ ہو کر مکمل ہوا۔ لیکن اگر واؤ حالیہ ہے تو یہ جملہ حال ہو گا یُنْكِرُوْنَ کے فاعل هُمْ ضمیر مستتر کا۔ جس کا مرجع کفار ہیں۔ مگر ترجیح پہلے قول کو ہے۔ وَاللهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ۔ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ۔ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ واؤ سر جملہ يَوْمَ مضاف ہے اور مابعد تمام عبارت مضاف الیہ ہے پھر مرکب اضافی ظرف مفعول بہ ہے اُذْكُرْ پوشیدہ کا۔ لیکن ایک دوسری ترکیب اس طرح ہے اسم مفرد ظرفِ زمانی بمعنی دن بحالت نصب ظرفِ مقدم ہے بقاعدۂ نحو ظرف تمام معمولات میں سب سے مضبوط اور سخت ہے کیونکہ تمام چیزیں اگرچہ عامل ہی کیوں نہ ہو اس کا مظروف بن کر اس میں سماجاتا ہے۔ اسی لیے یہ مقدم بھی ہو جاتا ہے مؤخر بھی۔ نَبْعَثُ۔ باب فَتَحَ کا فعل مضارع صیغہ جمع متکلم نَحْنُ اس میں مستتر ضمیر مرفوع منفصل جمع متکلم۔ مرجع باری تعالیٰ بَعْثٌ سے بنا ہے بمعنی بھیجنا۔ یہ صفت غیر خصوصی ہے لہٰذا نسبت عباد بھی ہے اور لازم ہوتا ہے اور متعدی بھی بمعنی اٹھنا۔ زندہ ہونا۔

بھیجنا کسی کا کسی طرف ۔ اور نسبت الیہ بھی ہے ۔ اس وقت صرف متعدی ہوتا ہے ۔ بمعنی اٹھانا زندہ کرنا ۔ بھیجنا ۔ اللہ تعالیٰ کا کسی فرشتے یا رسول علیہ السلام کو کسی طرف ۔ یہاں اسی دوسری نسبت سے ہے بمعنی زندہ کرکے اٹھانا ۔ مِنْ جارہ بعضیت کا کُلِّ اسم تاکیدی مضاف ہے اُمَّۃٍ ۔ اسم مفرد جامد مؤنث لفظی یا حقیقی بمعنی گروہ جماعت گروہ ۔ مضاف الیہ اس لیے مجرور ہے مرکب اضافی مجرور ہے اور متعلق ہے نبعث کا شَہِیۡدًا ۔ اسم صفت مشبہ شَہِدَ سے بنا ہے بمعنی حاضر ہونا ۔ دیکھنا بغور ۔ مشاہدہ کرنا ، گواہ بننا ، کافر کے مقتول کو شہید حقیقی اسی معنی میں کہا جاتا ہے کہ وہ بارگاہ الٰہی میں جلدی حاضر ہوتا ہے ۔ یا قیامت سے پہلے جنت کا مشاہدہ کرتا ہے ۔ یا اپنی جان سے گواہی توحید و رسالت پیش کرتا منصوب حال ہے ثُمَّ حرف عطف برائے تراخی تعقیب بمعنی ف عاطفہ قائم مقام ظرف یعنی اس وقت لَا یُؤۡذَنُ ۔ باب افعال کا مضارع منفی مجہول واحد مذکر غائب مصدر ہے اِیۡذَانٌ ۔ اِذۡنٌ سے بنا ہے ۔ بمعنی اجازت دینا ھُوَ ضمیر پوشیدہ اس کا نائب فاعل ہے جس کا مرجع ہے اِذۡنٌ ۔ لام جارہ مفعولیت کا اَلَّذِیۡنَ ۔ اسم موصول کَفَرُوۡا ۔ باب نَصَرَ کا ماضی مطلق مثبت معروف جمع غائب ۔ ھُمۡ ضمیر مستتر فاعل ہے مرجع اَلَّذِیۡنَ ہے ۔ یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہوکر صلہ ہوا موصول صلہ مجرور اور متعلق ہے لَا یُؤۡذَنُ کا ۔ جملہ فعلیہ معطوف علیہ ہے ۔ واؤ حرف عطف ۔ لَا نافیہ مشبہ بلیس ھُمۡ ضمیر اس کا اسم مرفوع ہے ۔ اس کا مرجع اَلَّذِیۡنَ ہے یُسۡتَعۡتَبُوۡنَ باب استفعال کا مضارع منفی مجہول لائے مشبہ کی وجہ سے ۔ مصدر ہے اِسۡتِعۡتَابٌ ۔ صیغہ جمع مذکر غائب ھُمۡ ضمیر نائب فاعل اس کا مرجع اَلَّذِیۡنَ ہے ۔ عَتَبٌ سے بنا ہے بمعنی مصیبت جھیلنا ۔ مشقت سے اترنا یا چڑھنا ۔ ناراضگی دور کرنا ۔ منانا ۔ منانے کی مہلت دینا ۔ یہاں آخری معنی مراد ہے ۔ فعل مجہول اپنے نائب فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر خبر لا ہے پھر جملہ اسمیہ ہوکر معطوف ہے لَا یُؤۡذَنُ کا ۔ واؤ پھر جملہ ابتدائیہ یہ جملہ علیحدہ ہے ۔ یا واؤ عاطفہ تب یہ عطف ہے ماقبل پر ۔ اِذَا حرف شرط ظرفیہ زمانیہ ۔ رَاٰی ۔ باب فتح کا ماضی مطلق ۔ واحد غائب رَأْیٌ سے بنا ہے بمعنی دیکھنا ۔ فعل مستقبل کے معنی میں ہے یعنی دیکھیں گے ماضی کا فعل اظہار یقین کے لیے لایا گیا ۔ گویا دیکھ ہی لیا ۔ اَلَّذِیۡنَ موصولہ اس کا فاعل ہے ۔ ظَلَمُوۡا فعل ماضی مطلق جمع غائب ھُمۡ اس کا فاعل ضمیر مستتر ۔ الف لام عہدی عَذَابَ بمعنی سزا مفعول بہ ہے یہ فعل فاعل مفعول جملہ فعلیہ ہوکر صلہ ہوا موصول صلہ فاعل رَاٰ کا ۔ وہ فعل فاعل جملہ فعلیہ شرط ہوا ۔ فَ جزائیہ لَا یُخَفَّفُ فعل مضارع منفی بلا مجہول صیغہ واحد مذکر غائب ھُوَ مستتر ضمیر اس کا نائب فاعل جس کا مرجع عذاب ہے ۔ اس کا مصدر ہے تَخۡفِیۡفٌ خَفۡقٌ ۔ خُفٌّ سے بنا ہے بمعنی ہلکا ہونا ۔ ہلکا کرنا یا کیا جانا ۔ عَنۡ حرف جار مجاوزت زوالی کے لیے (یعنی دور کرنے ہٹانے کے لیے) ھُمۡ ضمیر مجرور متصل ۔ یہ جار مجرور متعلق ہے لَا یُخَفَّفُ کے یہ جملہ فعلیہ معطوف علیہ واؤ عاطفہ

لا نافیہ مشبہ ھُمْ اِس کا اسم مرفوع ہے۔ یُنظَرُونَ۔ فعل مضارع منفی ہے مجہول صیغہ جمع غائب باب افعال سے ہے اِنظارٌ مصدر ہے۔ نَظرٌ سے بنا ہے بمعنی مہلت ملنا۔ مہلت دینا۔ دیا جانا۔ جملہ فعلیہ ہو کر خبر لا۔ اور معطوف ہے پورا عطف کا جملہ جزا۔ شرط جزا جملہ شرطیہ ہو کر معطوف علیہ۔ واؤ عاطفہ رَاٰی فعل ماضی بمعنی مستقبل اظہار یقین کے لیے ترجمہ ہے گویا دیکھ ہی لیا۔ اَلَّذِیْنَ اس کا فاعل اس لیے محلاً مرفوع ہے۔ اَشْرَکُوْا اِشْرَاکٌ مصدر سے ماضی مطلق ہے جمع مذکر۔ بمعنی بت پرستی کرنا۔ ھُمْ ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا اور فاعل ہے۔ شُرَکَاءَ۔ جمع مکسر ہے شریک کی۔ صفت مشبہ ہے بمعنی اسم مفعول۔ یعنی شریک بنائے ہوئے ھُمْ ضمیر مضاف الیہ ہے یہ اضافت فاعل ہے بمعنی ان کے بنائے ہوئے شرکا۔ مرکب اضافی منصوب مفعول بہ ہے رَاٰی کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہے

قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ

قَالُوْا۔ فعل ماضی مطلق قَوْلٌ سے باب نصر سے ھُمْ اس کا فاعل جس کا مرجع اَلَّذِیْنَ ہے یہ سب جملہ جزا ہے مگر ف جزائیہ مفقود کیونکہ جزا کی تعقیب حاصل ہے۔ یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ رَبَّ اسم مفرد نام ہے صفاتی اللہ تعالیٰ کا منصوب ہے کیونکہ منادیٰ مضاف ہے دراصل تھا یا ربنا۔ نا۔ ضمیر جمع متکلم مخاطب اَلَّذِیْنَ کفار عالم ہیں۔ حرف ندا مقدرہ اپنے منادیٰ مضاف الیہ سے مل کر ندا ہوئی ھٰؤُلَاءِ۔ دو لفظوں سے جوڑ کر بنا۔ ۱ ھا حرف تنبیہ ۲ اُولَاءِ۔ اسم اشارہ جمع قریبی۔ بمعنی یہ سب مبنی ہے محلاً مرفوع ہے مبتدا ہے۔ شُرَکَاءُ اسم جمع مکسر ہے شریک کی مضاف ہے نا ضمیر مضاف الیہ جمع متکلم مجرور متصل۔ مرکب اضافی موصوف ہے۔ اَلَّذِیْنَ اسم موصول کُنَّا نَدْعُوْا۔ ماضی استمراری جمع متکلم دَعْوٌ سے بنا ہے بمعنی بلانا۔ معبود سمجھنا۔ پکارنا۔ عبادت پوجا کرنی۔ یہاں آخری معنی مراد ہیں مِنْ زائدہ بیانیہ دُوْنِ اسم مفرد جامد معرب متمکن۔ مضاف ہے کَ ضمیر مخاطبہ کا بمعنی سوا مقابل۔ بغیر۔ مجرور ہے متعلق ہے کُنَّا نَدْعُوْا کے یہ جملہ فعلیہ صلہ ہوا موصول صلہ صفت ہوئی۔ شُرَکَاءُنَا موصوف صفت سے مل کر خبر مبتدا۔ مبتدا خبر جملہ اسمیہ ہو کر بیان ندا ہوا۔ اور ندا اپنے بیان سے مل کر مقولہ ہوا۔ فَ جزائیہ بمعنی ثُمَّ عاطفہ (تعقیب بالتراخی کے لیے) اَلْقَوْا۔ باب افعال کا فعل ماضی مطلق جمع مذکر ھُمْ ضمیر مستتر اس کا فاعل جس کا مرجع ہے شُرَکَاءُ مصدر ہے اِلْقَاءٌ۔ لَقْوٌ سے بنا ہے بمعنی ڈالنا۔ پھینکنا۔ بات منہ پر سامنے کر دینی۔ یہاں آخری یہی معنی مراد ہیں۔ اِلیٰ جارہ انتہا کے لیے ھُمْ ضمیر کا مرجع کفار لوگ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے اَلْقَوْا کا الف لام عہدی قول اسم مفرد حاصل مصدر بمعنی بات مفتوح ہے مفعول بہ ہے۔ اَلْقَوْا فعل کا۔ کُمْ سے یا ئیدل جتہ ہے یا موصوف ہے مابعد کا۔ اِنَّ

حرف تحقیق کُمْ ضمیر اس کا اسم ہے مراد کفار ہیں منصوب متصل ۔ لام گئے ابتدائیہ ۔ کَاذِبُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر ۔ کذب سے بنا ہے بمعنی جھوٹ بولنا بحالت رفع خبر ہے ان کی ۔ اِنَّ اسم خبر سے مل کر صفت یا بدل تمیز ہے قول کی ۔ اَلْقَوْ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزاءِ دوم ہے یا معطوف جزا ہے قالوا کی اور قالوا اپنے مقولے سے مل کر جزا ہے اَلَّذِیْنَ کی ۔

تفسیر عالمانہ

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ یَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ یُنْكِرُوْنَهَا وَ اَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۔ وَ یَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِیْدًا ثُمَّ لَا یُؤْذَنُ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ لَا هُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ ۔ اتنی نرمی محبت ۔ شفقت ۔ رحمت اور ہر طرح سے سمجھانے بتانے سنانے اور نعمتیں صحتیں دولتیں عزتیں دینے کے بعد بھی اگر یہ کفار منکر ناشکرے اب بھی ہماری بارگاہ میں سر تسلیم خم نہیں کرتے اور پچھلی گمراہ امتوں کی طرح نافرمانی اور غرور تکبر اور آپ کے آستانے سے دور ہی بھٹکنا چاہتے ہیں تو اے پیارے نبی آپ بالکل فکر مند غمگین نہ ہوئیے آپ پر صرف ہمارے احکام قرآن حدیث قانون شریعت طریقت ۔ اور سزا جزا کی خبریں پہنچا دینا ہی تھا اور وہ سب کچھ آپ نے اپنے قول فعل عمل وعظ تقریر خطبات کے ذریعے پہنچا دیا اور نہایت احسن طریقے سے بتا دیا کہ ایمان عقل بصیرت راہنمائی ہدایت کا نام ہے اور کفر جہالت ۔ اندھاپن کا نام ہے اور تعطل ۔ سستی ۔ کسل ۔ عبادت سے علیحدگی کا نام فسق و فجور ہے ۔ حیات کفریہ بہری گونگی ہے ۔ حیات عصیانی اپاہج معذور ۔ لولی لنگڑی ہے ۔ لیکن حیات ایمانی روشنی بصارت سماعت و عقل والی ہے ۔ یہاں سبب کی جگہ مسبب کو قائم فرمایا گیا ۔ دراصل تھا ۔ تو اگر یہ آپ سے اب بھی منہ پھیر لیں ۔ آپ کا کوئی نقصان نہیں آپ نے پورا پیغام پہنچا دیا ۔ اس لیئے کہ آپ پر پورا پہنچانا ہی تھا ۔ اے پیارے نبی یہ کفار اللہ کی ہر نعمت کو اچھی طرح سمجھتے ہیں ۔ لیکن اس کے شکریئے کے منکر ہوتے ہیں ۔ ملتا سب کو اللہ رسول کے در سے ہے مگر ۔ عبادت شکرانہ بتوں کی طرف لے جاتے ہیں ۔ اور مانتے اپنے شیطانوں کی ہیں ۔ ان میں سے زیادہ تر جو عاقل بالغ باہوش حواس پڑھے لکھے سمجھدار ہیں وہ تو سخت ضدی مغرور قسم کے کافر ہیں ۔ لیکن بچے ۔ نابالغ ۔ دیوانے اور ان پڑھ جاہل ان کا کفر تو اپنے بڑوں کی بنا پر ہے دیکھا دیکھی ۔ ایک قول ہے کہ اکثر بمعنی تمام ہے یعنی ان میں کے سب ہی کافر ہیں ۔ بہر کیف ان کا یہ کفر ۔ فاسقوں کا فسق ۔ مغروروں کا غرور چند دن کا ہے ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ ہم پروردگار عالم ہر ایک گروہ کے اعمال اقوال افعال کے پورے پورے حساب کے لیے ہر منکر کافر کے اپنے پورے بیان پورے دلائل پورے انکار کے بعد بڑا

شاندار عظمت و کردار کا پیکر شاہد و نذیر گواہ میدانِ محشر میں معبوث فرمائیں گے۔ اس گواہی کے بعد پھر کسی کافر کو بولنے انکار کرنے کی اجازت نہ ہوگی نہ تڑپنا پھڑکنا۔ لرزنا۔ کانپنا۔ فریاد کرتا دیکھا جائے گا نہ توبہ اور معافی کا مطالبہ ہوگا۔ نہ وہاں یہ لجاجتیں قبول ہوں۔ یہ سب کام تو دنیا میں ہی ہیں۔ ہمارے انبیاء اولیاء۔ علماء ہر طرح سے سمجھا رہے ہیں منا رہے ہیں۔ سنا رہے ہیں۔ توبہ اور ایمان کی طرف بلا رہے ہیں اور یہ کفار و فساق قیمتی بے مثل زندگی کی سانسوں کو ضائع کر رہے ہیں۔ دنیا دارالعمل ہے یہاں تم کو سمجھایا جاتا رہے گا۔ یہاں تم نہیں مانتے جب کہ بڑا آرام وہ وقت ہے۔ کل قیامت میں ہم نہیں مانیں گے جب کہ تم فریادیں کرو گے توبہ کرنا چاہو گے۔ اس لیے کہ یوم محشر سزا و جزا اور فیصلے کا وقت ہے۔ توبہ اور معافی کا نہیں ہے۔ وَاِذَا رَاَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا یُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ وَاِذَا رَاَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِیْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ فَاَلْقَوْا اِلَیْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ میدانِ قیامت اور جہنم کے حالات بھی کفار کے لیے عجیب بے کسی بے بسی کے ہوں گے۔ کہ جب وہ ظلم کرنے والے دوزخ میں عذاب دیکھ لیں گے تو پھر تا ابدالآباد کسی بھی لمحے ذرہ برابر بھی اُن ظالموں کافروں سے اُن کے حصہ کا عذاب ہلکا یا کم نہیں کیا جائے گا اور نہ وہ کافر کسی اور کام یا مشغولیت کی وجہ سے کچھ مہلت دیئے جائیں۔ نہ عذاب آنے کے لیے انتظار کرائے جائیں۔ یعنی کسی طرح سے چند منٹ کا بھی آرام و سہولت نہ ملے گی۔ یہی حال عذابِ قبر کا بھی ہے۔ ایک قول ہے کہ رَاٰی سے عذابِ قبر اور وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ سے عذابِ جہنم مراد ہے۔ ایک قول ہے رَاٰی سے جہنم میں داخلے کے بعد عذاب پہنچنے اور یُنْظَرُوْنَ سے میدانِ قیامت کا وقت مراد ہے۔ یہ حال و کیفیت ہر قسم کے تمام کفار کی ہوگی حدیث بخاری سے ثابت ہے کہ ابولہب سے عذابِ قبر پیر کے دن ہلکا کر دیا جاتا ہے۔ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی منانے کے صدقے ہو سکتا ہے اس کی یہ رعایت جہنم میں بھی کی جائے مگر یہ خصوصیت اور قدرت ہے لیکن باقیوں کے لیے قانون وہی ہے جو بیان ہوا۔ اور مشرکین کفار جب میدانِ قیامت یا جہنم میں داخلے کے بعد وہیں پر اپنے بتوں کو بھی پڑے دیکھیں گے یا اپنے پنڈت پادریوں گروؤں کو۔ تو رب سے عرض کریں گے کہ اے ہمارے سچے حقیقی معبود رب یہ تو ہمارے وہی بناوٹی جھوٹے شریک ہیں جن کو ساری زندگی ہم تیرے مقابل تیری مخالفت میں پوجتے پکارتے اور بلاتے رہے ہم اپنے سجدوں میں انہی کو پکارتے۔ گناہ کر کے اپنے ان ہی پادریوں سے بخشوا لیا کرتے اور دیدہ دلیری سے ان کے سہارے گناہ کر لیا کرتے تھے۔ ہم تیری مخالفت میں

اور اسلام قرآن شریعت نبوت سے دور ہونے میں ان ہی کے کہنے پر عمل کیا کرتے تھے یہ پنڈت ہی ہمارا بہارا بنے پھرتے تھے۔ لہٰذا ہمارا کچھ عذاب ہم سے ہٹا کر ان کو دیدے۔ تو وہ سب بُت اللہ کی قدرت سے اور پنڈت پادری۔ و دیگر شیاطین اپنے مونہوں سے فوراً بولیں گے۔ نہیں تم بالکل جھوٹے کذاب اور لعنتی ہو۔ ہم نے تم کو کب کہا تھا کہ ہم کو مورتی بنا کر یا معبود سمجھ کر پوجنا یا چاند سورج ستائیے۔ جو وہیں ہوں گے وہ بولیں گے کہ ہم نے تم کو نہیں کہا تھا کہ ہماری پوجا کیا کرو سے پنڈت پادری منہ لٹکائے ہوئے گویا ہوں گے اور نہایت ڈھٹائی سے جھوٹ بولتے ہوئے ان جھوٹے کافروں کو جھٹلاتے ہوئے اس ڈر سے کہ کہیں بقول ان کے آدھا عذاب اور نہ بڑھ جائے۔ بولیں گے کہ کمبختو تم پکے جھوٹے ہو۔ دنیا میں تم خود ہمارے پاس آتے تھے۔ اللہ کی فرماں برداری پر دل تمہارا اپنا نہیں چاہتا تھا اور آج بہلانے ہمارے بنارہے ہو۔ اسلام قرآن اور نبی کے دروازے کھلے تھے اولیاء اللہ کے آستانے موجود تھے تم کیوں وہاں نہ جاتے تھے۔ ہم نے کوئی تمہارے بیریں بیڑیاں تو نہیں ڈالی تھیں۔

فائدے

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ ۔ دنیا و آخرت میں ہم سب اُمتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر وقت ہر حالت میں حاجتمند ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کے ضرورت مند نہیں ہیں اُن کو پروردگارِ عالم نے سب سے بے نیاز فرمادیا ہے یہ فائدہ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ فرمانے سے حاصل ہوا شعر

تم تو جس خاک کو چاہو وہ بنے بندۂ پاک
ہم نبی کس کو بنائیں جو خفا تم ہو جاؤ

دوسرا فائدہ ۔ مومن اور مسلمان کبھی اپنے آپ کو غریب نہ سمجھیں اس لئے کہ جو نعمتیں رب کریم نے مسلمانوں کو دی ہیں وہ کسی کو نہیں ملیں۔ مثلاً ایمان۔ قرآن۔ حدیث۔ عبادات ذکر الٰہی اور سب سے بڑی نعمت خود نبی پاک کی ذات اقدس۔ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فائدہ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا کی تفسیر ثانی سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ** ۔ عذاب کی دردناکی۔ ذلت آمیزی۔ اور تخفیفِ عذاب نہ ہونا صرف کافروں کے لیے ہے فاسق فاجر مسلمان اگرچہ کچھ عرصے کے لیئے جہنم میں جائے گا۔ اور سزا پائے گا مگر اس کو ذلت اور دردناکی۔ نہ ہوگی بلکہ دعاؤں شفاعتوں اور زندگی کے نیک اعمال و ایصالِ ثواب کی وجہ سے تخفیفِ عذاب بلکہ معافیٔ عذاب بھی ہوگا۔ یہ فائدہ فَلَا يُخَفَّفُ (الخ)۔ کو خاص کفار کے لیئے فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

اِن آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ ۔ حضور اقدس صَلَّی اللہُ علیہ وسلم نے اللہ کی شریعت طریقت قرآن کی حدیث کے ذریعے تمام مسائل کی پوری پوری تبلیغ فرمادی دین اسلام کا کوئی مسئلہ یا کوئی فیصلہ قانون ایسا نہیں جس کی تبلیغ اُمت کو نہ ہوگئی ہو۔ جس طرح قرآنِ مجید کی شرح و تفصیل و تفسیر حدیث پاک ہے اسی طرح احادیث کی شرح اور وضاحت اسلامی فقہ ہے۔ یہ مسئلہ فَاِنَّمَا عَلَیْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ کی اِقتِضَاءُ النَّص سے مستنبط ہوا۔ یعنی آپ پر مکمل پہنچادینا تھا جو آپ نے پہنچا دیا۔ **دوسرا مسئلہ** ۔ کفار بے دینوں اور بد مذہبوں بُرے عقیدے والے لوگوں کی محفلوں ۔ مجلسوں ۔ صحبتوں میں جانا اُن سے میل جول بڑھانا حرام ہے۔ اِسی طرح اُن کی کتابیں پڑھنا یا ہر وہ کام کرنا جس سے اُن کے موذی اثرات کا خطرہ ہو۔ قطعاً ناجائز ہے۔ آج تک جتنے بھی کفر اور باطل فرقے بنتے بنائے ہیں وہ صحبتِ بد کا ہی نتیجہ ہیں قیامت میں کفار اسی کا اظہار کریں گے ۔ یہاں کے بروں دوستوں ساتھیوں کے وہاں دشمن بن جائیں گے یہ مسئلہ ۔ هٰٓؤُلَآءِ شُرَکَآؤُنَا کی تفسیر سے مستنبط ہوا شُرَکَآؤُنَا سے مراد اُن کے دُنیوی گمراہ کُن ساتھی ہیں۔ جن کی محفلوں نے ان کو تباہ حال کیا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔

پہلا اعتراض ۔ یہاں پہلے فرمایا گیا ثُمَّ یُنْكِرُوْنَهَا یعنی وہ سب ہی اللہ کی نعمت اسلام قرآن اور نبی پاک کے منکر ہیں۔ پھر ساتھ ہی فرمایا گیا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ اور ان میں اکثر کافر ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ سب منکر کافر نہیں ؟ **جواب** ۔ اَكْثَرُهُمْ میں اُن کفار کا ذکر ہے جن کی موت کفر پر مقدر ہے اور ترجمہ یہ ہے کہ منکر تو اس وقت سب ہیں لیکن ۔ سب کفر پر مریں گے نہیں بلکہ کچھ مسلمان بن جائیں گے اکثریت کفر پر مرے گی ۔ لہٰذا اب کوئی اعتراض باقی نہ رہا ۔ **دوسرا اعتراض** یہاں فرمایا گیا کہ قیامت میں کفار کہیں گے رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَکَآؤُنَا ۔ اے ہمارے رب یہ ہیں ہمارے وہ شریک ہم جن کو تیرے سوا پوجتے تھے ۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کو سب کچھ پتہ ہے تو اس بتانے کا مقصد کیا ہے ؟ **جواب** ۔ یہ قول بتلانے کے لیے نہیں بلکہ اپنے جرم کا اقرار کرنے کے لیے ہے کہ پہلے وہ انکار کر چکے تھے اور ان کے ہاتھ پیروں نے گواہی دی تھی پھر ان کو جہنم میں بھیجا گیا جس پر وہ انتہائی پشیمان ہو رہے تھے اب جہنم میں پہنچ کر جب ان کی نگاہ اپنے بتوں اور بندوں شیطانوں پر پڑی تو پکار اُٹھے ۔ اس خیال سے کہ شاید اس اقرار سے معافی مل جائے گی یا اس خیال سے کہ شاید رب تعالیٰ بتوں شیطانوں کو موردِ الزام ثابت فرما کر ہم کو مجبور مان لے تیسرا یہاں فرمایا گیا کہ بت پکاریں گے ۔ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۔ بیشک بت پرستو تم البتہ جھوٹے ہو ۔ حالانکہ کفار نے سچ کہا ہوگا کہ یہ وہ شریک ہیں جن کو ہم تیرے سوا پوجتے تھے ۔ تو بتوں اور شیطانوں نے

ان کو جھوٹا کیوں کہا۔؟ جواب۔ یا اس لیے کہ کفار نے بتوں کو رسوا کرنے کے لیے ان کو موردِ الزام ٹھہرایا تو بتوں نے یہ کہہ کر کہ ہم نہیں جانتے تم ہم کو پوجتے تھے تم جھوٹے ہو۔ ان کو مزید ذلیل و رسوا کیا۔ اور یا اس لیے کہ تمہارے عقیدہ ہمارے متعلق یہ تھے کہ ہم سب کچھ تم کو دے سکتے ہیں۔ اسی عقیدے کی بنا پر تم نے ہم کو پوجا۔ حالانکہ تم اپنے اس عقیدے میں جھوٹے ہو۔

تفسیر صوفیانہ

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ۔ تو اگر بد نصیب ازلی انوارِ مشاہدات کی روشنیوں سے منہ موڑیں انکار کی گردن پھیریں تو اے شہنشاہِ قلب تیرے ذمۂ خاص پر صرف روشن رہنمائی ہے۔ یہ منکرینِ وارداتِ محبوبانِ الٰہی اللہ تعالیٰ کی نعمۃ رزقِ روحانی کے ورود کو سمجھتے ہیں۔ فقط غرورِ نفسانی اور وسوسۂ شیطانی کی صحبتِ بد۔ اور عنادِ باطنی صفاتِ نفسِ رذیل کی بنا پر منکر ہوتے ہیں اور اہلِ نفس میں اکثریت نورِ فطرت کے کفرِ حجاب میں ہیں۔ اور میزانِ باطنی کے حسابِ ظلمات کے دن ہر طبیعتِ باطنی کے لیے اعضاءِ ظاہری کا شہیدِ فطرت اور گواہِ حقیقت ہم مبعوث و حاضر موجود کریں گے۔ پھر کسی بھی شریرِ باطل اور خبثِ باطن کو وسوسوں افکارِ پریشانی کی اجازت نہ دی جائے گی۔ نہ وہ کسادات و تفاوت والے رعایت کیے جائیں۔ دنیا میں جسم و روح کو دو نعمتیں دی گئیں ایک شریعت اور دوسری طریقت۔ علماءِ شریعت قینچی ہیں کہ اس سے کپڑا کاٹا جاتا ہے۔ اسی سے حجابِ غفلت کو پھاڑا جاتا ہے۔ اور اہلِ طریقت صوفیا سوئی ہیں کہ اس سے کپڑا سیا جاتا ہے اور جوڑا جاتا ہے اسی سلے ہوئے کپڑے کو عفت کی چادر خلوتِ حق کا لباس اور ستارِ عیوب کا جوڑا بنایا جاتا ہے۔ اسی لیے پہلے علماء کے قدموں میں اور پھر مرشد کی تربیت میں جانا پڑتا ہے قینچی کا کام جلدی اور سوئی کا کام دیر سے مکمل ہوتا ہے۔ اسی لیے شریعت کی تدریس جلدی اور طریقت کی تہذیب دیر سے حاصل ہوتی ہے۔ اے استادِ شریعت اور مرشدِ طریقت تیرے ذمے صرف بلاغ مبین ہے۔ تو شمع کی طرح جل تاکہ دوسروں کو روشنی ملے مگر شمع کی طرح نہ بن کہ خود تیرے نیچے اندھیرا ہو۔ منکرینِ نعمت اور کفران کے گناہگاروں کا زمینِ قالب میں صحیح سلامت چلنا بھی کرامتِ قلب ہے۔ خود شناسی اور خود پرستی حرام ہے کیونکہ فَاِنْ تَوَلَّوْا کا غرور اسی سے پیدا ہوتا ہے۔ خود شکنی معرفت ہے وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ۔ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ اور جب اہلِ باطن

جنہوں نے قلب و عقل پر شقاوت کا ظلم وسواس کی جفا کی عذاب ہجران اور سزاءِ فراق دیکھی تو کبھی بھی ان سے یہ بد نصیبی ہلکی نہ کی جائے گی۔ اور کساوت کی مزید انتظار کی ساعت نہ دی جائے گی۔ اور شرکِ خفی کرنے والے نفوسِ شیطانی جب قیامتِ صغریٰ کے میدانِ حجاب میں اپنے شرکاءِ تدابیر اور کفر و بطلان کے منصوبوں کو خاکِ ظلمت میں پڑا دیکھیں گے تو ربّ قضا و قدر کو پکاریں گے کہ اے ہماری تقدیر و قضا کے رب ہماری تدبیروں کے بت اور تصوراتِ باطل کے صنم یا اندھے گر پڑے ہیں ہم جنکو تیرے فیصلہ تقدیر کے مقابل بہت کچھ سمجھتے تھے وہ یہ جھوٹی تدبیریں سچی تقدیروں کے مقابل کام نہ آئیں۔ زبانِ حال اور لسانِ کیفیت اور لغتِ باطنی سے وہ سب انسانی غلط تدبیریں اور ناکام منصوبے ان کو جواب میں کہیں گے اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ اے نفوسِ خواہشاتِ شہوانی اور تصورات و تخیلاتِ شیطانی تم سب ازل کے جھوٹے اور مکر کے جال پھیلانے والے ہو۔ اے بندۂ تقدیر راضی برضاءِ الٰہی ہو جا کہ کائنات کی ساری سعادتیں اسی میں راسخ موجود ہیں ظلمت سے دوری نور سے حضوری۔ خلوت سے ہمدردی قضاءِ الٰہی کے حسنِ جمال و جلال میں ہے۔

تو مشو مغرور بر حلمِ خدا دیر گیرد سخت گیرد مر ترا

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ۔

وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ ِالسَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ

اور گویا گر ہی پڑے طرف اللہ کے اُس دن عاجزی سے اور غائب ہو گیا سے اُن وہ

اور اُس دن اللہ کی طرف عاجزی سے گریں گے اور ان سے گم ہو جائیں گی

مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٨٧﴾ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا

جن کو بڑا کچھ بنا رکھا تھا ۔ وہ جو کافر ہوئے اور روکا انہوں نے

جو بناوٹیں کرتے تھے ۔ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ

سے راستے اللہ کے قیامت میں زیادہ کیا ہم نے اُن کا عذاب ایک عذاب کے اوپر

سے روکا ہم نے عذاب پر عذاب بڑھایا

بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ﴿٨٨﴾ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ

بدلہ اُس کا کہ تھے وہ فساد کرتے ۔ اور جس دن اٹھائیں گے ہم میں ہر اُمت

بدلہ اُن کے فساد کا اور جس دن ہم ہر گروہ میں

اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا

سے گواہ ایک۔خلاف اُن پر طرف سے ذات اُن کی اور لائے ہم۔کو

ایک گواہ اُنہی میں سے اٹھائیں گے کہ اُن پر گواہی دے اور اے محبوب تمہیں اِن سب پر

بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۭ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ

آپ گواہ اُن سب پر اور اُتارا ہم نے پر آپ کتاب

شاہد بناکر لائیں گے اور ہم نے تم پر یہ قرآن اُتارا

تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى

جو کھلا بیان کرنے والی ہے ہر چیز کو اور ہدایت ہے اور رحمت اور خوشخبری

کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے اور ہدایت اور رحمت اور بشارت

لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿٨٩﴾ ع

لیئے تمام مسلمانوں کے

مسلمانوں کو

ع ۱۲ / ۱۸

تعلق ان آیاتِ کریمہ کا تعلق پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح ہے۔

پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں کفار کی میدانِ محشر والی اُس گفتگو کا ذکر ہوا جو رب کریم کے سامنے اپنے رہنماؤں سے لعن طعن پر سوال و جواب کریں گے اِس اُمید میں کہ شاید ہم کسی طرح سچے

بن کر چھوٹ جائیں۔ اب ان آیات میں اُن کی مایوسی کے بعد رب کے حضور عاجزی دکھاتے ہوئے گڑگڑانے کا ذکر ہے کہ پچھلے کا پہلا حربہ پہلے مذکور ہوا دوسرا حربہ اب بیان ہو رہا ہے **دوسرا تعلق**۔ دنیا کفر میں کافر دو قسم کے ہیں ایک کافر ہونے والے اور دوسرے کافر کرنے والے پچھلی آیات کافر ہونے والوں اور ان کی اُخروی عذاب کا ذکر تھا۔ اب ان آیات میں کافر کرنے والوں کا اور ان کے دگنے عذاب کا ذکر ہے تاکہ تذکرہ مکمل ہو۔ **تیسرا تعلق**۔ پچھلی آیت میں بتایا گیا تھا کہ میدانِ قیامت میں کافر اور کافر آپس میں ایک دوسرے پر کافر ہونے کا الزام دھریں گے جو درپردہ ایک قسم کی مجرم کے منہ سے ہی ایک دوسرے کے خلاف گواہی ہو گی۔ اب ان آیات میں دوسری صاف صاف گواہی کا ذکر ہے۔

شانِ نزول۔ ابن جریر نے بریدہ سے روایت کیا۔ اور ابن ابی حاتم نے ابوبکر بن ابی حفص سے روایت کیا۔ کہ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار سے چند باتوں پر وعدہ لیا اور کفار نے قسمیں کھا کھا کر پکا وعدہ کیا کہ ہم ان باتوں پر کاربند رہیں گے پھر وعدے مسلمانوں نے اُن سے کئے مسلمان تو اپنے وعدوں پر قائم رہے مگر کافروں نے وعدہ توڑ دیا تو یہ سات آیتیں نازل ہوئیں از آیت ۸۹ تا آیت ۹۵ آیت ۹۲ میں مکہ مکرمہ کی ایک دیوانی اور وہمی بوڑھی عورت کی مثال دے گئی ہے جو سارا دن بڑی محنت سے چرخے پر سوت کاتتی مگر شام کو یہ کہتے ہوئے سارا توڑ دیتی کہ یہ تو غلط بن گیا۔ اس کا نام سعیدیہ اسدیہ تھا اور پھر مجنونہ لقب پڑ گیا تھا۔

تفسیر نحوی وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ ۨالسَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ۔ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ۔ واؤ سے جملہ اَلْقَوْا۔ باب افعال فعل ماضی مطلق جمع غائب هُمْ ضمیر جمع غائب مستتر اس کا فاعل ہے جس کا مرجع میدانِ محشر کے کفار ہیں۔ اِلْقَاءٌ مصدر ہے لَقْوٌ سے بنا ہے بمعنیٰ ڈالنا۔ گرانا۔ باب اِفعال میں ہر مصدر متعدی ہو جاتا ہے۔ مگر یہاں گرنے کے معنیٰ میں ہے لازم ہے۔ کفار کے گرنے کو باب اِفعال سے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اُن کے گرنے کی سختی تیزی اور وجہ بتائی جائے گویا اس دن اللہ تعالیٰ کے حضور گرنا فرماں برداری کے لیے نہیں ہو گا۔ اُن کی مجبوری۔ سختیٔ عذاب۔ جہنم کی ہولناکی جو غالباً نظر آتی ہو گی اُن کو گرنے پر مجبور کرے گی۔ گویا مجبوری نے ان کو گرا دیا۔ یہ ماضی بمعنیٰ مستقبل ہے۔ خبرِ یقینی کے لیے ماضی استعمال ہوا۔ گویا ایسا ہو ہی گیا۔ اِلٰی جارہ بمعنیٰ عِنْدَ (پاس) اللّٰهِ مجرور متعلق ہے اَلْقَوْا کے يَوْمَئِذٍ اسم ظرفِ زمانی یہ مرکب اضافی ہے مگر اب بسیط ہے ایک لفظ کے درجہ میں۔ یَوْمَ ظرفِ زمان مضاف ہے اِذْ مضاف الیہ جاتیہ یا شرطیہ۔ یا یہ بھی ظرفیہ وقتیہ ہے بمعنیٰ

اِذًا۔ تینوں احتمال درست ہیں مضاف الیہ اس کو اضافتِ معنوی بھی کہا جاتا ہے اور اضافتِ تمیزیہ بھی بمعنیٰ اُس دِن۔ الف لام عہدِ ذہنی ہے کیونکہ ابھی کسی کو معلوم نہیں کہ اُس دِن کفّار کی عاجزی فریاد کیسی ہوگی سَلَمَ۔ اسم مصدر بمعنیٰ اسم فاعل۔ بحالتِ نصبُ ہے اَلْقَوْا کے فاعل کا۔ یہ جملہ فعلیہ مکمّل ہوا۔ واؤ ابتدائیہ۔ ضَلَّ۔ باب نَصَرَ کا فعل ماضی مطلق معروف مثبت واحد مذکّر غائب۔ ضَلٌّ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے۔ بمعنیٰ۔ گم ہونا دور ہونا۔ روپوش ہونا۔ وارفتہ ہونا۔ یہاں مراد ہے روپوش ہونا عَنْ جارّہ مجاورتِ زوال کے لیے ھُمْ ضمیر کا مرجع وہی کفّار۔ مَا اِسم موصول کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ باب اِفتعال کا ماضی استمراری مصدر ہے اِفْتِرَاءٌ بمعنیٰ بناوٹ کرنا۔ ملاوٹ کرنا۔ خود ساختہ عقیدہ۔ تصوّر بنانا حقیقت کے خلاف یہاں ہر معنیٰ مناسب ہے۔ ھُمْ اِس کا فاعل مستتر ہے فعل فاعل جملہ فعلیہ صِلہ ہے موصول صِلہ مل کر فاعل ہوا ضَلَّ کا۔ اور وہ جملہ فعلیہ مکمّل ہوا۔ اَلَّذِیْنَ اسم موصول۔ کَفَرُوْا۔ باب نَصَرَ کا فعل ماضی مطلق جمع مذکّر غائب ھُمْ ضمیر فاعل مرجع اَلَّذِیْنَ ہے۔ فعل فاعل جملہ فعلیہ۔ واؤ عاطفہ صَدُّوْا۔ باب نَصَرَ کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع مذکّر غائب ھُمْ مستتر ضمیر فاعل ہے صَدٌّ سے بنا ہے بمعنیٰ روکنا۔ متعدّی ہے عَنْ حرفِ جر زوالی سَبِیْلِ اسم مفرد صفتِ مشبّہ۔ سُبُلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ عام راستہ خواہ بڑا خواہ چھوٹا مضاف ہے۔ اللّٰہِ بحالتِ کسرہ مضاف الیہ مرکّب اضافی مجرور متعلّق ہے صَدُّوْا کے یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے کَفَرُوْا پر۔ وہ معطوف علیہ صِلہ ہوا۔ اب اس میں دو قول ہیں کہ یہ صِلہ موصول کس کے ساتھ ہے۔ پہلا قول یہ ہے کہ بدل ہے یَفْتَرُوْنَ کا دوسرا قول یہ کہ مبتدا ہے۔ اور زِدْنٰھُمْ ساری عبارت خبر ہے میرے نزدیک اسی دوسرے قول کو ترجیح ہے۔ کیونکہ زِدْنَا کی وجہ کا معلوم ہونا ضروری ہے عین حکمت ہے مگر پہلی صورت میں زِدْنَا۔ جملہ مستانفہ بنتا ہے اور وجہ عذاب معدوم ہوتی ہے جو حکمتِ حکیم کے خلاف ہے۔ زِدْنَا۔ باب ضَرَبَ کا ماضی مطلق مثبت معروف جمع متکلّم نَحْنُ منفصل ضمیر مستتر اِس کا فاعل جس کا مرجع اللّٰہ تعالیٰ ہے۔ زَیْدٌ سے بنا ہے بمعنیٰ زیادہ دینا۔ زیادہ ہونا۔ لینا۔ یہاں پہلے معنیٰ ہیں ہے ھُمْ ضمیر مفعول بہ۔ عَذَابًا۔ اسم مفرد جامد حاصل مصدر بروزنِ فَعَالٌ ثلاثی مصدر سے ہے۔ منصوب ہے کیونکہ مفعول بہ دوم ہے موصوف ہے فَوْقَ اسم ظرفِ مکانی سمتی۔ مضاف ہے الف لام تعریفہ معیّن کا عذاب بمعنیٰ سزا مضاف الیہ ہے مرکّب اضافی صفت ہے بِ جارّہ سببیہ مَا موصولہ کَانُوْا یُفْسِدُوْنَ۔ باب اِفعال کا ماضی استمراری مصدر ہے اِفْسَادٌ۔ فَسَدٌ سے بنا ہے بمعنیٰ توڑنا۔ فساد مچانا۔ ظلم کرنا یہاں ہر معنیٰ مناسب ہے ھُمْ اس کا فاعل۔ جملہ ہو کر مجرور متعلّق ہے زِدْنَا کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے مبتدا ماقبل کی۔ وَیَوْمَ نَبْعَثُ

فِیۡ کُلِّ اُمَّۃٍ شَہِیۡدًا عَلَیۡہِمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِہِمۡ وَ جِئۡنَا بِکَ شَہِیۡدًا عَلٰی ہٰۤؤُلَآءِ ؕ وَ نَزَّلۡنَا عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ تِبۡیَانًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ وَّ ہُدًی وَّ رَحۡمَۃً وَّ بُشۡرٰی لِلۡمُسۡلِمِیۡنَ واؤ سر جملہ۔ یَوۡمَ اسم ظرف زمانی مفرد معرب متمکن اس کی جمع مکسر اَیَّام بحالتِ فتحہ ہے ظرف مفعول بہ ہے اُذۡکُرۡ فعل امر پوشیدہ کا۔ تنوین (دو زبر) سے مانع مضاف ہے نَبۡعَثُ باب فَتَحَ کا مضارع مثبت معروف صیغہ جمع متکلم۔ بَعۡثٌ سے بنا ہے بمعنی اٹھانا۔ بنانا بھجوانا۔ بھیجنا۔ فِیۡ جارّہ ظرفِ مکانی کے لیے کُلِّ اسم تاکیدی محصورہ کلیہ (موجبہ کلیہ کا سُور) مضاف ہے اُمَّۃٍ اسم مفرد مؤنث لفظی۔ جامد ہے اس کی جمع اُمَم ہے۔ بمعنے جماعت قوم۔ قبیلہ۔ یہاں مراد دینی گروہ ہے۔ مضاف الیہ ہے مرکب اضافی مجرور متعلق ہے نَبۡعَثُ کا شَہِیۡدًا۔ اسم صفتِ مشبہ۔ بمعنی گواہ۔ اسم فاعل کے معنیٰ میں ہے یعنی بیان دینے بیان کرنے والا۔ ھُوَ ضمیر واحد مذکر اس میں پوشیدہ ہے اس کا فاعل ہے جس کا مرجع ذہنی واحد ہے۔ شَہِیۡدًا کی تنوین اُس کی عوض ہے۔ عَلٰی جارّہ فوقیت کا۔ ہِمۡ ضمیر کا مرجع اُمَّۃ ہے۔ چونکہ یہ معناً جمع ہے اِس لیے ضمیر جمع آئی۔ جار مجرور متعلق اوّل ہے مِنۡ جارّہ تبعیضیہ۔ اَنۡفُسِ جمع مکسر ہے نَفۡس کا اسم تاکیدی ہے بمعنیٰ اپنے میں سے۔ ہِمۡ ضمیر جمع مذکر کا مرجع اُمَّۃ ہے۔ یہ لفظ اگرچہ مؤنث ہے مگر اس کی معنوی جمع مذکر ہی ہوگا۔ کیونکہ مراد اصلی مرد ہی ہوتے ہیں۔ مضاف الیہ ہے۔ اَنۡفُسِ کا۔ جار مجرور متعلق دوم ہے نَبۡعَثُ کا وہ جملہ فعلیہ ہوکر مضاف الیہ ہے یَوۡمَ کا۔ واؤ یا عاطفہ ہے اور مابعد معطوف ہے نَبۡعَثُ پر۔ یا علیحدہ جملہ ہے اور واؤ سر جملہ ہے۔ جِئۡنَا۔ باب ضَرَبَ کا فعل ماضی مطلق صیغہ جمع متکلم۔ مخاطب اللہ تعالیٰ ہے۔ جَیۡئٌ سے بنا ہے بمعنی آنا۔ لانا۔ یہاں مراد ہے لانا کیونکہ یہ مصدر مادّہ لازم بھی ہر باب میں ہوتا ہے اور متعدّی بھی۔ اور علامتِ امتیازی مفعول بہ ہونا ہے۔ یعنی اگر اُس جملے میں مفعول بہ ہے تو متعدّی ورنہ لازم۔ یہاں اسی علامت سے متعدّی ہے بِ جارّہ مفعولیت کَ ضمیر مخاطب واحد مذکر۔ مجرور متصل اِس کا مرجع۔ ذاتِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم شَہِیۡدًا صفت مشبہ شَہُدَ سے بنا ہے۔ حاضر ہونا۔ موجود ہونا۔ مشاہدہ کرنا دیکھنا۔ گواہ ہونا۔ یہاں بیک وقت تمام معنی کا مراد ہوتا ہے۔ کیونکہ گواہ میں یہ تمام صفات لازم ہیں بحالتِ فتحہ ہے مفعول بہ ہے۔ عَلٰی جارّہ استعلائی۔ غلبہ کے لیے۔ یہاں دونوں جگہ عَلٰی فوقیتِ الزامی (مخالفت) کے لیے ہے۔ ھٰۤؤُلَآءِ۔ اسم اشارہ قریبی مراد ہے اُمَّۃ۔ مجرور ہے عَلٰی سے اور متعلق ہے جِئۡنَا کا۔ اور وہ جملہ فعلیہ ہوکر یا مکمل ہوگیا۔ یا معطوف ہے نَبۡعَثُ کا۔ دونوں ترکیبیں مناسبِ حال ہیں واؤ سر جملہ نَزَّلۡنَا۔ بابِ تفعیلٌ ماضی مطلق مثبت معروف جمع متکلم نَحۡنُ ضمیر مستتر کا مرجع ذات پاک جلَّ مجدہٗ ہے

علیٰ جارّہ فوقیت کا یا بمعنیٰ عِنْدَ۔ (یا سس) لِکَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جار مجرور متعلق ہے نَزَّلْنَا کا۔ تَنْزِیْلٌ مصدر ہے بمعنیٰ اتارنا۔ نُزُوْلٌ لازم سے بنا ہے باب تفعیل میں متعدی ہوا۔ الف لام عہد خارجی۔ کِتَاب۔ بروزنِ فِعَالٌ ثلاثی مصدر بمعنیٰ اسم مفعول مکتوبٌ ہے۔ یعنی لکھی ہوئی۔ مراد ہے قرآنِ مجید۔ مفتوح ہے مفعول بہ ہے نَزَّلْنَا کا۔ ذُوالحال ہے تِبْیَانًا۔ بابِ تفعیل کا مصدر بمعنیٰ اسم فاعل ہے تَبْیِیْنٌ سے مُعَرَّب ہے۔ خیال رہے کہ مصدر کو بمعنیٰ اسم فاعل یا اسم مفعول کرنے سے مبالغہ عمومی پیدا ہوتا ہے جو اور مبالغوں میں نہیں ہوتا۔ ترجمہ ہے بیان کرنے والا بہت ہی بیان کرنا کوفی اور بصری نحویوں کا اس میں اتفاق ہوا ہے کہ تِفْعَال کے وزن پر صرف دو ہی مصدر آتے ہیں۔ ۱۔ تِبیانٌ ۲۔ تِلقاءٌ مگر تفسیر کبیر نے فرمایا کہ ہر مادّے کا مصدر بروزنِ تِفعالٌ بھی آسکتا ہے اور بروزنِ تَفْعَالٌ بھی اس کی بہت سی مثالیں مشہور ہیں مثلاً تَکرارٌ۔ تَذکارٌ۔ تَسیارٌ۔ اور مثلاً تِقصارٌ۔ تِمثالٌ وغیرہ۔ لام جارّہ مفعولیت ہے۔ کُلِّ اسم تاکیدی مجرور ہے لام جارّہ سے مضاف ہے شَیْءٍ اسم مفرد جامد تنکیری مضاف الیہ کا۔ بمعنیٰ چیزیں۔ جمع جنسی ہے۔ اس کی جمع ظاہری اَشْیَاءٍ ہے۔ یہ مرکب اضافی مجرور ہے متعلق ہے تِبْیَانًا کا۔ وہ سب مل کر شبہ جملہ ہو کر معطوف علیہ۔ واؤ عاطفہ هُدًا اسم مفرد جامد حاصل مصدر بمعنیٰ ہدایت۔ رہنمائی۔ واؤ عاطفہ رَحْمَةً۔ اسم مفرد حاصل مصدر (جامد) ہے مذکر ہے آخر میں تاء مصدریہ ہے نہ کہ تانیثی۔ یا وحدت کی۔ بمعنیٰ ہر حال میں مفید چیز واؤ عاطفہ بُشْرٰی ایک قول میں مصدر ثلاثی ہے۔ یہاں حاصل مصدر جامد ہے۔ اور اسی کو ترجیح ہے ما سبق کی مناسبت کی بنا پر۔ بمعنیٰ خوشخبری۔ یہ مصدر مبالغہ ہے یعنی بہت بڑی خوشخبری۔ ایک قول میں یہ اسم تفضیل مؤنث ہے۔ ترجمہ وہی ہے۔ مگر مبالغہ نہیں ہوگا۔ مبالغہ اصل میں تب پیدا ہوتا ہے جب مصدر کو اسم مشتق کے معنیٰ میں لایا جائے یہی وجہ ہے کہ جتنے وزن (صیغہ کی شکل و صورت) مبالغے کے ہیں وہ مصدر کے بھی وزن ہیں۔ لام جارّہ نفع کا مُسْلِمِیْنَ جمع مذکر سالم ہے مُسْلِمٌ کی بمعنیٰ اسلام لانے والا۔ مطیع۔ فرماں بردار۔ جھکنے والا۔ بحالتِ جر ہے لام سے متعلق ہے۔ بُشْرٰی کے اور وہ شبہ جملہ ہو کر معطوف ہوا۔ سب معطوف مل کر عطف ہے تِبْیَانًا پر اور وہ حال ہے کِتَاب کا۔ اور وہ مفعول بہ ہے نَزَّلْنَا کا۔

تفسیر عالمانہ

وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِنِ السَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ۔ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ — اور قیامت کے دن تمام حساب کتاب پوچھ گچھ دلائل و شہادت

کے بعد جب کفار کے پاس کوئی بچنے کا سہارا نہیں رہے گا۔ نہ یار نہ مدد گار نہ ولی نہ کارساز نہ اُن کا کوئی مشکل کشا نہ حاجت روا نہ شفیع نہ ہمدرد تب ہزار فریادیں کرتے ہوئے گڑگڑاتے مچلتے اللہ کی بارگاہِ اقدس میں سجدہ کرتے ہوئے گر جائیں گے۔ اُس دن اسلام کو مانیں گے۔ اور اُن کی یہ کیفیت اتنی یقینی ہے کہ گویا ایسا ہو ہی گیا۔ اور آج دنیوی زندگی میں یہ کفار مشرکین جتنے بھی اَعمال اَفعال اَقوال عقائد میں اِفترا بناوٹ جھوٹ باتیں کرتے ہیں اور گمان وخیال کرتے ہیں کہ یہ قیامت میں ہمارے کام آئیں گے۔ ہم کو محفوظ اور امن میں رکھیں گے۔ اور قیامت کا دن یا موت کے بعد کی سب زندگی اِن بتوں دیوتاؤں پنڈتوں راہبوں پادریوں کے قبضے میں ہے۔ اِن کے یہ سارے خیالات عقیدے اور سہارے قیامت کے دن ٹوٹ جائیں گے اور اُس دن آنکھوں دیکھیں گے۔ کہ آج وہ سب بارگاہِ اَقدس میں خود مقہور و مجبور ہو کر عذاب کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں اور اُن کا بناوٹی دین سب غائب وگمراہ ہو چکا ہے۔ بچاری اور دیوی دیوتا اور شیطان وہاں سب ہی اُس کے حضور عاجزی انکساری سے گریں گے لیکن اُس دن یہ عاجزی کام نہیں آئے گی بلکہ وہ سردار لوگ جو خود بھی سخت کافر رہے اور دوسرے ماتحتوں مسافروں کو بھی اسلام قرآن شریعت نماز روزہ اور مکہ مکرمہ میں مسجد حرم کی بارگاہِ نبوت سے روکا مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی سے روکتے ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل تک آنے والے اللہ کے سچے راستے سے روکتے رہے قیامت میں ہم اُن کا عذاب ایسا زیادہ کریں گے کہ عذاب پر عذاب دیں گے۔ اس طرح بھی کہ اُن کی آگ دوسرے کفار کی آگ سے دگنی تیز ہوگی زمہریر کی ٹھنڈک ذِلت درد ناکی تکلیف بھوک پیاس دوسروں سے زیادہ۔ اُن کے لیے سانپ بچھو زیادہ بڑے۔ زیادہ زہریلے۔ اونٹ برابر جسامت اور تین سو مٹکوں برابر ایک میں زہر۔ سانپ کے منہ میں اُحد پہاڑ برابر کیلیں اور دانت۔ عرشِ اعظم کے نیچے سے آگ کے پانچ دریا صرف اِن ہی بڑے کافروں کے لیئے نکلیں گے۔ اُن پر اندھیرا بھی مسلط کیا جائے گا۔ اس لیے کہ اُن کا نقصان اور فساد سب سے زیادہ کہ خود بھی کافر رہے اور کافر کرتے بناتے بھی رہے۔ لہٰذا ایک عذاب اُن کے اپنے کفر کا اور ایک عذاب اُن کی کفر سازی اور فساد کا (تفسیر کبیر مدارک کثیر۔ صفوۃ التفاسیر۔ مظہری) یہ اللہ رسول کا کتنا بڑا رحم وکرم ہے کہ آج دنیا میں ہی سب حالاتِ قیامت کھول کھول کر بیان فرما دیئے اور سارے جہان میں قرآنِ مجید و علماءِ اسلام کو پھیلا دیا تاکہ ہر غیر مسلم کو عذاب سے بچنے محشر کی ذِلت و رُسوائی سے علیحدہ ہونے کی پوری پوری مہلت ملے۔ اب بھی اگر نگاہِ عبرت نہ کھلے تو کتنی بدقسمتی ہے وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِم

مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۚ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ۔ اگرچہ ہم ہر شخص کے ہر حال ہر اعمال ہر خیال سے ہر وقت پوری طرح واقف ہیں اور بغیر عدالتی کاروائی کے ہر شخص کا مکمل فیصلہ کر سکتے ہیں مگر ہم اُس قیامت کے دن ہر جماعت اور اپنے اپنے زمانوں کی اُمت کے حساب کتاب پوچھ گچھ کرتے وقت اُن کے اقوال و اعمال پر اُن ہی کے قبیلے سے ایک گواہ وہیں میدانِ محشر میں مبعوث کرتے ہوئے بلائیں گے وہ گواہ اُن کے ہی وہ نبی علیہ السلام ہوں گے جو دنیا میں اُن کے پاس اللہ کا دین لے کر تشریف لائے اور کافروں مشرکوں کو تبلیغ ایمان فرماتے رہے اور اُن کفار نے دنیا میں اُن کی گستاخی نافرمانی کرتے ہوئے اللہ کے دین سے روگردانی کی اور صاف متکبرانہ لفظوں میں توحید و رسالت کا انکار کیا میدانِ محشر میں بھی جھوٹ بولنے سے نہ ہٹیں گے تب گواہ بلائے جائیں گے۔ لیکن یہ بدنصیب کفار۔ انبیاء کی گواہی کا بھی انکار کر دیں گے تب رب تعالیٰ انبیاء کرام کے کلام شہادت پر گواہ امتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جگہ بلائے گا۔ جس کا ذکر سورۃ بقرہ کی آیت ۱۴۳ میں گزرا۔ امتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا جائے گا کہ تم ان انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں کس طرح گواہی دیتے ہو تم تو ان کے زمانوں میں موجود نہ تھے تب صحابہ۔ تابعین۔ تبع تابعین اولیاء۔ علماء۔ اور سچے متقی مومن لوگ عرض کریں گے کہ ہم نے آقاء کائنات محمد پاک صاحب لولاک سابقًا نورہٗ و آخرًا ظہورہٗ کی زبانِ پاک سے قرآن و حدیث میں یہ سب کچھ سنا ہے۔ تو وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ۔ اے پیارے حبیب ہم آپ کو اُن تمام اولین و آخرین۔ مدعی علیہم مدعیین۔ انبیاء و مرسلین کے لیے عدالتِ الٰہیہ کا گواہِ اعظم بنا کر نہایت شان و شوکت سے لائیں گے کہ سب کی نگاہیں آمدِ مصطفیٰ پر اور سب کے دل شہادتِ احمدِ مجتبیٰ پر لگے ہوں گے۔ اور پھر یہ گواہی اس رعب و دبدبے کی ہوگی کہ کوئی انکار و اعتراض تو درکنار چون و چرا نہ کر سکے گا۔ اسی گواہی پر ابدالاباد والا فیصلۂ خداوندی ہو جائے گا۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ اَنْفُسِهِمْ سے مراد ہر انسان کے جسمانی ہاتھ پیر کی گواہی ہے۔ مگر یہ درست نہیں اس لیے کہ یہاں شَهِيْدًا واحد ہے اگر ہاتھ پیر کان۔ ناک کی گواہی مراد ہوتی تو شُهَدَاءَ جمع فرمایا جاتا۔ ایک قول ہے کہ هٰٓؤُلَآءِ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمتِ کفریہ مراد ہے یعنی عرب کے کافر جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ فرمائی مگر ایمان نہ لائے۔ مگر یہ بھی کمزور بات ہے اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت تو قیامت تک ہے اور اُن سب کو نبی کریم کی ذاتی تبلیغ واقعی نہ پہنچی۔ کسی کو علماء کے ذریعے کسی کو اولیاء اللہ مشائخ و مدارس کے ذریعے پھر کسی کو سچے صحیح علماء کے ذریعے کسی کو جھوٹے بناوٹی علماء کے ذریعے۔ نیز اپنی اُمت کے لیے اگر گواہی ہوتی تو یہاں بھی پہلے کی طرح نَبْعَثُ فِىْ هٰٓؤُلَآءِ۔ ہوتا۔ جِئْنَا بِكَ نہ ہوتا یہ تمام فرق بتا رہے ہیں

کران گواہوں کی گواہی صرف اپنی اپنی اُمت کے لیے ہے لیکن رسول اللہ کی گواہی سارے محشر کے لیے اور اے نبی ہم نے آپ پر ایسی عظیم ازلی ابدی دائمی کتاب نازل فرمائی ہے جو پوری کائنات کی ہر ظاہر۔ پوشیدہ۔ زمینی۔ آسمانی۔ عرشی فرشی انسانی حیوانی۔ ملکی۔ ملکوتی۔ جناتی۔ روحانی۔ اوّلی۔ آخری شریعت کی طریقت کی معرفت وحقیقت کی۔ دینی دنیوی۔ حرام و حلال۔ علم وعقل۔ فہم وفراست اعمال وعقائد تمام چیزوں کا بیان واظہار کرنے والی ہے۔ اسی لیے اس کتاب کو پڑھنے کے لیے محمد مصطفیٰ جیسا جسیم۔ فہیم۔ نسیم۔ لئیق۔ لطیف۔ رفیق۔ مُطاع۔ مجتبیٰ۔ قسیم کریم۔ وسیم نبی پیدا فرمایا گیا۔ اور پڑھانے کے لیے خود رحمٰن ورحیم نے کمال لطف سے کرم نوازی فرمائی۔ لہٰذا یہ کتاب تمام اقوام عالم کے لیے سچی راہ کے لیے ہدایت ہے۔ دینی دنیوی ہر ایک کے لیے رحمت ہے اور دامن نبی کریم میں آکر ابدی سلامتی پانے والوں کے لیے شاندار خوشخبری ہے۔ یا یہ قرآن مجید اللہ کے راستے میں چلنے والوں کے لیے رہنمائی کی ہدایت ہے۔ ہر انسان وجنات اور مخلوق ارضی وسماوی رحمت ہے اور مسلمان متقی ہو جانے والوں کے لیے بشارت ہے۔

فائدے

ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ کام اور عمل وہ ہی اچھا اور قابل قبول ہوتا ہے جو اپنے وقت اور موقع محل کے مطابق ہو۔ وقت گزرنے کے بعد یا وقت سے پہلے کرنا قبولیت اور منظوری کے قابل نہیں۔ یہ فائدہ وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ (الخ) سے حاصل ہوا لہٰذا مسلمانوں کو حج روزہ نماز۔ توبہ استغفار وقت پر اور دنیا کی زندگی تندرستی میں کر لینا چاہیے۔ عمل میں سُستی کاہلی بے پرواہی کرنا مصیبت ڈال دیتی ہے۔

دوسرا فائدہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں سے پہلے پیدا کیے گئے لیکن ولادت بعد میں ہوئی۔ اسی لیے تمام اوّلین وآخرین کی گواہی آپ کے کلام سے ہوگی اور آپ سب انبیاء کرام کے گواہ صفائی آخری ہوں گے آپ کی گواہی پر فیصلہ ربانی ہو جائے گا۔ یہ فائدہ وَجِئْنَا بِكَ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا اس آیت سے اُس حدیث مشہورہ کی تائید ہوتی ہے جس میں فرمایا گیا۔ كُنْتُ نَبِيًّا وَّاٰدَمُ بَيْنَ الطِّيْنِ وَالْمَاءِ۔ تیسرا فائدہ۔ حضور آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک اپنے ہر اُمتی کے ہر حال سے واقف ہیں۔ یہ فائدہ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا جب کہ ھٰؤلآء سے مراد مسلمان امت ہو اسی طرح بعض مفسرین فرماتے ہیں۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ تمام عبادات میں سب سے افضل اور اہم۔ اللہ تعالیٰ کے قرب و

خوشنودی کے لیے سب سے زیادہ مقبول عبادت سجدہ ہے گویا سجدہ معراجِ مومن ہے دنیا میں جو کفار سجدۂ الٰہی کے منکر ہیں وہ کل قیامت میں رب تعالیٰ کی بارگاہ میں فریاد کرتے ہوئے سجدہ ہی کریں گے یہ مسئلہ وَاَلْقَوْا اِلَی اللّٰہِ ۔ فرمانے سے مستنبط ہوا ۔ فقہاءِ کرام سجدہ کی بارہ قسمیں بیان فرماتے ہیں نیز قرآن مجید میں چودہ مقام پر سجدے ہی تلاوت کرنے والے پر واجب کئے گئے ہیں
دوسرا مسئلہ ۔ تعزیری سزا اگرچہ حاکم اسلام اپنے فیصلے سے جاری کرتا ہے مگر جرم کے بالکل مطابق سزا ہونی چاہیئے اگر زیادہ ہوگی تو حاکم کی قیامت میں پکڑ ہوگی ۔ جتنا جرم اتنی ہی سزا ہوگی ۔ زیادہ سزا دینا شرعاً حرام ہے ۔ یہ مسئلہ زِدْنٰھُمْ عَذَابًا (الخ) کی اقتضاء النص سے مستنبط ہوا کہ جب باری تعالیٰ مجرم کو ڈبل سزا نہیں دیتا تو دوسرے کسی حاکم کو یہ جائز نہیں ۔ زِدْنٰھُمْ (الخ) نے یہ بتایا کہ ڈبل مجرم کو ڈبل عذاب ہوگا یعنی خود بھی کافر ہو اور دوسروں کو کافر بناتا پھرے عام کفار کو دگنا عذاب نہ ہوگا ۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں ۔

پہلا اعتراض ۔ یہاں فرمایا گیا وَضَلَّ عَنْھُمْ (الخ) یعنی دنیا میں جو کچھ وہ کفار کہا کرتے تھے ۔ قیامت میں وہ اُن سے غائب ہو جائے گا ۔ حالانکہ غائب تو وہ ہوتا ہے جو پہلے موجود ہو ۔ جب کہ ان کا افترا تو دنیا میں بھی موجود نہیں تھا ۔ نہ بتوں کی مشکلکشائی نہ حاجت روائی ۔ نہ فریاد رسی ۔ نہ نفع نقصان دینا ۔ تو پھر یہاں کیوں فرمایا گیا ۔ ضَلَّ عَنْھُمْ ۔

جواب ۔ کفار کا عقیدہ ہے ہمارے بُت ہم کو اللہ کی پکڑ سے بچالیں گے جب بھی رب نے پکڑا ۔ قیامت جب قائم ہوگی ۔ تو اُن سے کہا جائے گا کہ آج رب کی پکڑ تم پر وارد ہوگی اب بلاؤ اپنے حمایتوں کو تب وہ اپنے بتوں پنڈتوں پادریوں کی طرف دیکھیں گے اُس وقت اُن کا وہ عقیدہ اور عقیدے کی سچائی و حقیقت غائب ہوگی ۔ یا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں تو رب تعالیٰ اُن کو مصیبت سے بچاتا تھا مگر وہ سمجھتے تھے یہ ہمارے بتوں کی طرف سے ہے مگر قیامت میں ان کے خیالات اور سمجھ والی امداد بتوں کی جانب سے ان کو نہ ملے گی ۔ نہ اللہ کی طرف سے بچایا جائے ۔ تب وہ سمجھیں گے ہائے یہ دنیا میں امداد بھی بتوں سے نہیں ملتی تھی بلکہ اللہ کی طرف سے ملتی تھی ۔ اگر بتوں سے ملتی ہوتی تو آج کیوں غائب ہے ۔ **دوسرا اعتراض** ۔ یہاں فرمایا گیا تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ ۔ یعنی قرآن مجید ہر چیز کو بیان کرنے والا ہے ۔ تو پھر شرعی فقہی مسائل میں چار ائمہ کا اختلاف کیوں ہے ؟

جواب ۔ قرآن مجید تبیان ہے اہلِ عقل کے لیے نیز تبیان بھی چودہ قسم کا ہوتا ہے ۔

۱ اشارۃً ۔ ۲ وضاحتً ۳ عبارۃً ۴ دلالۃً ۵ اقتضاءً ۶ محکماً ۷ مفسراً ۸ مجملاً ۔ ۹ اختصاراً ۱۰ استنباطاً ۔ ۱۱ ظاہراً ۱۲ خفیاً ۱۳ متشابہاً ۱۴ مشکلاً ۔ لہٰذا بیان میں اپنی اقسام کی وجہ سے اور اہلِ عقل کی عقلوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے اختلاف ہوا نہ کہ بیان نہ ہونے کی بنا پر۔ تیسرا اعتراض ۔ یہاں فرمایا گیا ۔ قرآن مجید ہر چیز کو بیان کرنے والا ہے ۔ حالانکہ بہت سے ضروری مسائل قرآن مجید میں نہیں ہیں ۔ مثلاً نماز کی رکعتوں کی تعداد ۔ اور پڑھنے کا طریقہ کیا واجب ہے کیا فرض ۔ مستحب ۔ نفل ۔ سفر کی مدت مسح اور حیض کی مدت اور باریک مسائل ۔ حدِ شرب چوری کا نصاب ۔ زکوٰۃ کے مسائل ۔ وغیرہ وغیرہ ۔ تو پھر یہ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ کیسے ہوا؟ ۔

جواب ۔ واقعی قرآن مجید ہر چیز کا بیان ہے ۔ لیکن اگر کسی کو سمجھ نہ آئے تو اس کے لیے تین طریقے بھی قرآن مجید نے بیان فرما دیئے ۔ پہلا طریقہ ۔ قرآنِ پاک کی وضاحت حدیث پاک سے حاصل کرو چنانچہ قرآن مجید نے ہی فرمایا ۔ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ دوسرا طریقہ ۔ اجماعِ امت سے قرآن مجید سمجھو چنانچہ ارشاد ہے وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ تیسرا طریقہ قرآن پاک پر ہی قیاس کر کے مسائل کا استنباط کرو ۔ چنانچہ ارشاد ہے ۔ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ اور اعتبار نام ہے نظر و استدلال و استنباط کا ۔

تفسیر صوفیانہ

وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ نِ السَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ

یہ فطرتِ انسانی ہے کہ عیش و عشرت میں بندہ اپنے رب کو بھول جاتا ہے ایامِ مصائب میں ہی آستانۂ قدس کی طرف دوڑتا ۔ گڑگڑاتا فریادیں التجائیں کرتا ہے ۔ اگرچہ رب تعالیٰ کے عفو و کرم والے دروازے ہر وقت کھلے ہیں مگر بعض اوقات بندہ اپنے گوشِ ہوش اس وقت کھولتا ہے جب وقتِ معافی بہت بعد کی منزلوں گزر چکا ہوتا ہے ۔ مہلتِ الٰہیہ کی آخری گھڑی بھی ختم ہو چکی ہوتی ہے ۔ اس نازک وقت میں دنیوی سارے اسباب ۔ رشتے ۔ محبتیں ۔ دوستیں جن کو وہ انسان اپنے افترائی تصورات میں بہت اہمیت دیتا ہے سب کی سب اس سے غائب ہو جاتی ہیں اور کوئی بھی کام نہیں آتا ۔ یہ انسان وہی لوگ ہیں جنہوں نے توفیق الٰہی اور زندگی کی سانسوں کے خزانہ قدرت کے سامنے کبھی سر نہیں جھکایا ۔ غرورِ نفسی تکبرِ شیطانی کے کفر میں ہی رہے ۔ اور عقل و فہم خیالات و تصورات کو ہمیشہ انوار و مشاہدات کی منزلِ قرب سے روکے ہی رہے ۔ آج یومِ فراق میں عجز و سلامتی انکساری و بندگی کام نہیں دے سکتی یہ تو عذابِ مصائب اور تنگیٔ شقاوت کی بنا پر ہے ۔ عجز و بندگی تو وہ محبوب ہے جو شوقِ عشقِ الٰہی میں ہو ۔

آج تو عذابِ حجاب کی ساعتیں ہیں۔ آج ہم قالب کے ان فسادیوں پر۔ اُن کے شقاوتِ فتنہ کے بدلے میں آتشِ فراق کے عذاب پر مصائبِ حجابِ انوار اور بُعدِ معرفت کے عذاب بڑھائیں گے۔ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَى هَٰؤُلَاءِ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ اور وادیِ قرب و بُعد کے یومِ وصل و فراق میں ہر نفس و قلب میں ان ہی کے قالبِ جسدی کا وجودِ حقانی کا گواہ حاضر کریں گے جو غائب و مسلّط ہوگا اُن پر۔ اور اے انوارِ محمدی تیرے مشاہدۂ جمال کو ہم نے عالمِ ناسوت کے ان تمام حواسِ مخفیہ پر شہیدِ ازلی شاہدِ ابدی اور گواہ ملکوتی بنا دیا۔ اور تجھ پر ہی عقلِ فرقانی کی پوری کتاب ہم نے نازل فرمائی جو تیرے لیے اسرارِ غیوب اور مغیباتِ قلبِ باطنی کو بیان کرنے والی ہے۔ اے محبوب کمالاتِ سرمدی تیری ہی کتابِ عقل۔ کمالِ فطرت کی ہدایت۔ اور تربیتِ کائنات کی رحمت۔ اور لقاءِ ذات و صفات کی بشارت ہے۔ بارگاہِ قدس کے آستانۂ قرب پر عشقِ قلب اور قلبِ عقل اور ذوقِ فکر لذتِ شعور کے ساتھ جھکنے والوں کے لیے۔ صوفیاءِ کرام فرماتے ہیں کہ سلسلۂ روحانیت میں یومِ مشاہدۂ باطنی میں اہلِ سعادت کے لیے مشاہدۂ جمال ہے اور اہلِ شقاوت کے لیے مشاہدۂ جلال ہے۔ مرشد کا وجود شہیدِ کیفیاتِ مرید ہے اور تصرفاتِ احمدی شہیدِ اعظم ہے۔ عقلِ عرفانی و شعورِ فرقانی۔ فہم و فراست کی تبیانی کتاب ہے۔ جو سینۂ مومن پر نزولِ بصیرت فرمانے والی ہے۔ اور مسافرانِ تسلیم و رضا کے لیے منزلِ قرب کی ہدایت۔ مراقبۂ توفیق کی رحمۃ اور معرفتِ الٰہی کے لیے فرحت و نصرت کی بشارت ہے۔ اسی لیے عابد و زاہد کو حکمِ ارشادی ہے کہ اے بندے اپنی عبادت اور دوسرے کے گناہ کو آخری سمجھ تاکہ اپنی عاجزی اور دوسرے کے احترام کی عادت قائم ہو جائے مگر اس احترام کو چھپانا فرض ہے کیونکہ شریعت میں فاسق کا احترام گناہ ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ

بیشک اللہ حکم دیتا ہے بارے میں انصاف اور زیادہ نیکی اور دینے کا

بیشک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی اور رشتے داروں کے

ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ

قرابت والوں کو اور منع فرماتا ہے بے غیرتی کے کاموں اور گناہوں

دینے کا اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور بری بات

وَالْبَغْیِ ۚ یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۹۰﴾ وَاَوْفُوْا

اور بغاوت سے نصیحت فرماتا ہے تم کو تاکہ تم نصیحت پکڑو اور پورا کرو تم

اور سرکشی سے تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان کرو اور اللہ کا عہد

بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَیْمَانَ

کو عہد اللہ کے جب کہ عہد کر لیا ہے تم نے اور نہ توڑو تم قسموں کو

پورا کرو جب قول باندھو اور قسمیں مضبوط کر کے

بَعْدَ تَوْكِیْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَیْكُمْ

بعد مضبوط کرنے کے اُن کو حالانکہ بیشک بنا لیا ہے تم نے اللہ پر اپنے

نہ توڑو۔ اور تم اللہ کو اپنے اوپر ضامن کر

كَفِیْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا

ذمہ والا بیشک اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔ اور نہ ہو تم

چکے ہو۔ بیشک اللہ تمہارے کام جانتا ہے۔ اور اُس عورت کی طرح نہ ہو

كَالَّتِیْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ؕ

مثل اُس بڑھیا کے توڑ دیا جس نے اپنے کتے ہوئے دھاگے کو سے بعد مضبوط بنانے کے کر دیا ٹکڑے ٹکڑے

جس نے اپنا سوت مضبوطی کے بعد ریزہ ریزہ کر کے توڑ دیا

تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ

بناتے ہو تم قسموں کو اپنی خیانت آپس میں کہ ہو جائے

اپنی قسمیں آپس میں ایک بے اصل بہانہ بناتے ہو کہ

اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ؕ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ

ایک اُمت وہ زیادہ نفع والی سے۔ ایک گروہ سے۔ فقط اللہ آزماتا ہے

کہیں ایک گروہ دوسرے گروہ سے نفع زیادہ دے اللہ تو اس سے تمہیں آزماتا ہے

بِهٖ ؕ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ

تم کو ان باتوں سے اور ضرور بتا دے گا تم کو دن قیامت کے وہ کہ تھے تم

اور ضرور تم پر صاف ظاہر کر دے گا قیامت کے دن جس

فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۲﴾

میں اُس اختلاف کرتے

بات میں جھگڑتے تھے

تعلق اِن آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے

پہلا تعلق۔ پچھلی آیات میں میدانِ قیامت کی گواہیوں کا ذکر ہوا جس سے عدالتِ الٰہیہ کی شان کا اظہار مقصود ہوا اب اِن آیات میں بندوں کو صحیح عدالتیں بنانے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں میدانِ قیامت کی چھ چیزوں کا ذکر فرمایا گیا تھا تین کفار کے لیے ایک سب کے لیے ایک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور ایک صرف مومنوں کے لیے۔ یعنی۔ ۱ گڑگڑانا۔ ۲ جھوٹے معبودوں کا اپنے جھوٹے بندوں سے بھاگ جانا ۳ گمراہ گروں کا دگنا عذاب۔ ۴ سب کے لیے گواہی ہونا ۵ نبی پاک کی گواہی ہونا ۶ مومن مسلمانوں کے لیے قرآن مجید کی ہدایت اور رحمت خوشخبری ہونا۔ اب اِن آیتوں میں دنیوی زندگی کی چھ چیزوں کا ذکر ہو رہا ہے۔

تین کرنے والی تین نہ کرنے والی ع۱ عدل ع۲ احسان ع۳ اہلِ قرابت کی دستگیری ع۴ فحش ع۵ منکر ع۶ بغاوت۔ **میسر التعلق** ۔ پچھلی آیت میں کفار کے عقلمند بن جانے کا ذکر ہوا جب کہ اُن کو اُن کی عقلمندی مفید نہ ہوگی۔ اب یہاں اِن آیات میں اُن کفار کے دنیا میں بیوقوف بنے رہنے کا ذکر ہوا

تفسیر نحوی اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ۔ اِنَّ حرفِ تحقیق۔ اللّٰہ بحالتِ فتح اسم ہے۔ یَاْمُرُ۔ بابِ نَصَرَ کا مضارع مثبت معروف ھُوَ ضمیر مستتر فاعل ہے جس کا مرجع اللّٰہ ہے اَمْرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ حکم دینا۔ فعل حال ہے ب جارہ تعدّی (مفعولیت) کا الف لام جنسی عَدْلِ اسم حاصل مصدر بمعنیٰ انصاف۔ برابری۔ واؤ عاطفہ ہے الف لام استغراقی اِحسان باب اِفعال کا مصدر ہے۔ حُسْنٌ سے بنا ہے۔ بمعنیٰ۔ اچھائی۔ بھلائی کرنا۔ یا اچھا چاہنا اسم جمع بحالتِ جر معطوف ہے ماقبل کا واؤ عاطفہ۔ اِیتاءِ۔ بابِ اِفعال کا مصدر ہے یَتۃٌ۔ یا اَتیٌ سے بنا ہے۔ دوسری بات مرجوح ہے۔ دراصل تھا اِئْتَائی۔ دوسری ہمزہ اصلیہ کو یٰ بنایا تخفیف کے لیئے اور آخر کی یٰ لام کلمہ کو ہمزہ بنایا تخفیف کے لیے بمعنیٰ دینا۔ مصدر مضاف ہے۔ ذِیْ اسم مکبّرہ بحالتِ جر مضاف الیہ ہے اِیتاءِ کا۔ اور مضاف ہے مابعد کا۔ اَلف لام اِستغراقی یا عہدی قُربٰی۔ بروزن بُشریٰ فُعلیٰ مصدر سماعی ہے قُرْبٌ سے بنا ہے بمعنیٰ قریب ہونا۔ قریب کرنا۔ رشتہ بنانا۔ قریبی بن جانا۔ یہاں قریبی رشتے دار مراد ہیں مضاف الیہ۔ اسم مقصور ہے اس لیے تقدیری کسرہ ہے۔ یہ سب اضافت معطوف ہے۔ اور سب عطف مجرور متعلّق ہے۔ یَاْمُرُ کا اور وہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ یَنْھٰی۔ باب سَمِعَ یا فَتَحَ کا مضارع مثبت معروف۔ مگر باطناً نفی ہے نَہْیٌ سے بنا ہے بمعنیٰ منع کرنا، روکنا۔ عَنْ جارّہ مجاوزت زوال کے لیے۔ الف لام استغراقی فَحْشَاءِ۔ اسم جمع قلت ہے فَحْشٌ۔ بروزن حَمْرَاءُ یہ فحشۃٌ کی جمع بعض نے کہا یہ اسم تفضیل واحد مؤنث ہے اس کا مذکر ہے اَفْحَشُ۔ مگر یہ درست نہیں کیونکہ مؤنث تفضیل میں فا کلمہ کو ضمہ ہوتا ہے حالانکہ یہاں فتحہ ہے۔ فَحْشٌ اِس کا مادّہ اصلیہ ہے بمعنیٰ کھلی برائی۔ بے غیرتی اگرچہ جائز کام میں ہو۔ معیوب اور برا لگنے محسوس ہونے والا کام۔ شان سے گرا ہوا کام یا بات کرنا۔ گھٹیا ذلیل کام یا بات۔ یہاں ہر معنیٰ درست ہے۔ بعض نے فرمایا کہ اگر معرفہ باللام ہو تو مراد ہے زناکاری وغیرہ اور اگر نکرہ ہو تو بمعنیٰ رذیل گھٹیا۔ خلافِ شان کام یا کلام۔ معطوف علیہ ہے واؤ عاطفہ۔ الف لام استغراقی بمعنیٰ تمام۔ مُنْکَرِ۔ باب اِفعال کا اسم مفعول واحد مذکر۔ نُکْرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ۔ عقلاً۔ یا طبعًا۔ یا تہذیبًا۔ یا شرعًا۔ یا ہر طرح بُرا کام بیہودہ کلام۔ معطوف ہے ماقبل کا لہٰذا مجرور

ہے واؤ عاطفہ الف لام استغراقی ۔ بَغِیْ ۔ اسم مصدر مادہ ہے بمعنی ضد اور حق کی مخالفت ۔ حد سے بڑھنا
فساد مچانا ۔ بغاوت کرنا ۔ سرکشی کرنا ۔ یہاں مراد پہلے دو معنی ہیں ۔ مجرور ہے کیونکہ عطف تابع ہے
یہ سب عطف مجرور ہوا ۔ اور متعلق ہے یَنْہٰی کا وہ جملہ فعلیہ ہوکر معطوف ہوا یَأْمُرُ پر ۔ اور وہ سب
خبر ہے اِنَّ کی پھر جملہ اسمیہ ۔ یَعِظُ ۔ باب ضَرَبَ کا مضارع ثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب ہُوَ
ضمیر اس میں پوشیدہ فاعل ہے جس کا مرجع اَللّٰہُ ہے کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ۔ مفعول بہ ہے جملہ فعلیہ
ہوکر معلول ہوا ۔ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ باب تَفَعُّلٌ کا مضارع احتمال صیغہ جمع مذکر حاضر ۔ مصدر
ہے تَذَکُّرٌ ذِکْرٌ سے بنا ہے ۔ بمعنی ۔ یاد کرنا ۔ یاد رکھنا ۔ یاد دلانا ۔ نصیحت پکڑنا ۔ پہلے معنی یا آخری
معنی ہیں ہے لَعَلَّکُمْ کا معنی امید یا تمنا نہیں کیونکہ ان دونوں میں شک کا ظہور ہے اور رب تعالیٰ شک
سے پاک ہے ۔ بلکہ یہاں لَعَلَّکُمْ کا معنی ہے ارادہ یعنی اللہ ارادہ فرماتا ہے کہ بندہ ان نصیحتوں کو
قبول کرکے با عزت ایمان تقوے والا ہو جائے ۔ کُمْ مستتر فاعل ہے ۔ جملہ فعلیہ ہوکر علت ہوئی
معلول علت مل کر جملہ تعلیلیہ انشائیہ ہوا ۔ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا
الْاَیْمَانَ بَعْدَ تَوْكِیْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَیْكُمْ كَفِیْلًا ۔ واؤ استینافیہ اَوْفُوْا باب اِفعال کا امر حاضر معروف
جمع مذکر ۔ اِیْفَاءٌ مصدر ہے وَفِیٌّ سے بنا ہے بمعنی پورا کرنا ۔ نبھانا ۔ بِ جارہ تعدیہ عَہْد ۔ اسم مفرد
جامد بمعنی وعدہ مضاف ہے اَللّٰہِ مضاف الیہ جار مجرور متعلق ہے اَوْفُوْا کے ۔ یہ جملہ فعلیہ ہوکر جزاءِ
مقدم ہے اِذَا حرفِ شرط عَاهَدْتُّمْ ۔ باب مُفَاعَلَۃٌ کا فعل ماضی مطلق صیغہ جمع مذکر حاضر اَنْتُمْ ضمیر
مستتر اس کا فاعل ۔ مصدر ہے مُعَاہَدَۃٌ ۔ عَہْدٌ سے بنا ہے بمعنی دو طرفہ کسی کام کرنے کا عقد باندھنا
اقرار کرنا یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہوکر شرطِ مؤخر ہوئی اور جملہ شرطیہ انشائیہ ہوا ۔ واؤ استینافیہ (سرجملہ)
لَا تَنْقُضُوْا بابِ نَصَرَ کا فعل نہی معروف جمع مذکر ۔ نَقْضٌ سے بنا ہے بمعنی توڑنا متعدی ہے الف لام
استغراقی ہے یا جنسی ۔ اَیْمَان ۔ جمع مکسر ہے یَمِیْنٌ کی بمعنی قسم ۔ مضبوط وعدہ ایک قول میں یہ جمع الاقسام
ہے یعنی اپنے چاروں قسموں کی جمع اور ایک اعتبار میں یہ جمع مُقَسَّم ہے اور مراد ایک ہی قسم یمینِ
منعقدہ ہے ۔ اسی قول کو ترجیح ہے ۔ بحالتِ فتحہ ہے مفعول بہ ہے ۔ بَعْدَ ۔ اسم ظرفِ زمانی مضاف
ہے تَوْکِیْدِ ۔ بابِ تفعیل کا مصدر ہے ۔ اَکْدٌ سے بنا ہے بمعنی پکا اقرار کرنا مضبوط کرنا ۔ بار بار کرنا ۔
مضاف ہے ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ ہے مرجع ہے اَیْمَانَ یہ ڈبل مرکب اضافی ظرف
ہے لَا تَنْقُضُوْا کا اس لئے منصوب ہے ۔ جملہ فعلیہ ذوالحال ہے ۔ واؤ حالیہ قَدْ جَعَلْتُمْ ۔ باب فتح کا
ماضی قریب معروف جمع مذکر حاضر اَنْتُمْ اس میں پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل ہے ۔ سابقہ پانچوں حاضر

جمع کے صیغوں میں اَنْتُمْ مستتر ضمائر کا مرجع مسلمین ہے۔ اللہ مفعول بہ اول کَفِیْلًا۔ صفت مشبہ بروزن فعیل وکیل وغیرہ۔ کَفْلٌ سے مشتق ہے۔ بمعنیٰ ذمہ لینا۔ ذمہ دار بنانا۔ اس کی جمع ہے کُفَلَآءُ۔ یہ جَعَلْتُمْ کا دوسرا مفعول بہ ہے یہاں جَعْلٌ کا معنیٰ ہے اختیار سمجھنا۔ مقرر کرنا۔ عَلَیْکُمْ جار مجرور متعلق ہے جَعَلْتُمْ کا کُمْ ضمیر حاضر مذکر نفسی ہے یعنی اپنے پر۔ یہ سب جملہ فعلیہ ہوکر حال ہوا۔ ذوالحال حال مل کر جملہ حالیہ خبریہ ہوا۔ اِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ۔ وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّتِیْ نَقَضَتْ غَزْلَھَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّۃٍ اَنْکَاثًا تَتَّخِذُوْنَ اَیْمَانَکُمْ دَخَلًاۢ بَیْنَکُمْ اَنْ تَکُوْنَ اُمَّۃٌ ھِیَ اَرْبٰی مِنْ اُمَّۃٍ۔ اِنَّمَا یَبْلُوْکُمُ اللّٰہُ بِہٖ وَلَیُبَیِّنَنَّ لَکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مَا کُنْتُمْ فِیْہِ تَخْتَلِفُوْنَ۔ اِنَّ حرف تحقیق اللّٰہَ اس کا اسم منصوب ہے یَعْلَمُ باب سَمِعَ کا مضارع واحد مذکر غائب ھُوَ ضمیر فاعل مستتر جس کا مرجع اللہ ہے مَا موصولہ۔ یہ اکثر غیر ذوی العقول کے لئے آتا ہے اور مَنْ موصولہ اہل عقل سے خاص ہے تَفْعَلُوْنَ۔ فِعْلٌ سے مشتق مضارع مثبت معروف جمع مذکر حاضر کا صیغہ ضمیر مستتر اَنْتُمْ کا مرجع مُسْلِمِیْنَ ہے فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہوکر صلہ ہوا۔ موصول صلہ مفعول بہ ہے یَعْلَمُ کا عِلْمٌ سے بنا ہے بمعنیٰ جاننا۔ واقف ہونا۔ پہچاننا۔ یہاں ہر معنیٰ درست ہے۔ جملہ فعلیہ ہوکر خبر اِنَّ ہوکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا واؤ استینافیہ لَاتَکُوْنُوْا۔ فعل ناقص نہی معروف جمع مذکر حاضر۔ کَ حرف جر۔ برائے تشبیہ صفاتی۔ اَلَّتِیْ اسم واحد مؤنث نَقَضَتْ۔ باب نصر کا ماضی مطلق واحد مؤنث غائب۔ نَقْضٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ۔ توڑنا۔ ٹکڑے کرنا غَزْلَ۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ کتا ہوا سوتی دھاگہ۔ ڈور۔ غزالہ اس ہرنی کو بھی کہتے ہیں جس کے گلے میں قدرتی سرخ ڈوری پڑی ہوتی ہے امام غزالی کا لقب غزالی اسی لیے ہے کہ ان کا دھاگے کا کاروبار تھا یا پیشہ تھا۔ غزل مضاف ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب اس کا مرجع اَلَّتِیْ ہے مجرور متصل مضاف الیہ ہے مرکب اضافی مفعول بہ ہے۔ بَعْدِ اسم زمانی۔ مضاف ہے قُوَّۃٍ۔ اسم مصدر ہے آخر میں ۃ مصدریہ ہے۔ بمعنیٰ طاقت ور ہونا۔ اپنی اصلیت میں ہونا۔ مضبوط ہونا۔ مضاف الیہ ہے۔ یہ مرکب اضافی ظرف ہے نَقَضَتْ کا اس لیے مفتوح ہے اَنْکَاثًا۔ جمع مکسر ہے نِکْثٌ کی بمعنیٰ۔ نئے کتے ہوئے دھاگے کا ٹکڑا۔ جمع یعنی ٹکڑے ٹکڑے۔ بحالت نصب ہے کیونکہ حال ہے نَقَضَتْ کا۔ یا غَزْلَ کا۔ جملہ فعلیہ صلہ ہوا موصول صلہ مجرور متعلق ہے لَاتَکُوْنُوْا کا۔ تَتَّخِذُوْنَ۔ باب افتعال مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مذکر حاضر۔ مصدر ہے اِتِّخَاذٌ۔ بمعنیٰ جان بوجھ کر بنانا۔ اَنْتُمْ مستتر اس کا فاعل جس کا مرجع ہے مسلمین۔ اَیْمَانَ۔ جمع مکسر ہے یَمِیْنٌ کی بمعنیٰ منعقدہ قسم۔ (جو کسی عہد و اقرار پر بولی جائے) مضاف ہے کُمْ ضمیر حاضر نفسی بمعنیٰ اپنے۔ مجرور متصل مضاف الیہ ہے دَخَلًا اسم مصدر ہے یہاں حاصل مصدر ہے

بمعنیٰ۔ بہانے بازی۔ دغابازی۔ ملاوٹ۔ ٹالمٹول۔ دَخلٌ سے بنا ہے۔ جس کا ترجمہ کسی کے اندر جانا۔ لازم ہے۔ اگر اندر جانا صحیح یا ضروری ہو تو وہ دخول ہے اور اگر اندر جانا ممنوع تھا یا صحیح یا جائز نہ تھا تو ایسے داخلے کو دَخلٌ کہتے ہیں یہاں مراد ہے کسی وعدے میں بہانہ بازی کو داخل کرنا۔ اسی سے ہے دَخَل اَندازی۔ بیجا مداخلت۔ منصوب ہے مفعول بہٖ دوم ہے بَیْنَ۔ اسم ظرف مفتوح ہے مفعول فیہ ہے مضاف ہے کُمْ ضمیر جمع حاضر نفسی کا۔ ترجمہ ہے اپنے درمیان تَتَّخِذُوْنَ جملہ فعلیہ ہو کر یا ذوالحال ہے مابعد اَنْ تَکُوْنَ کا اور یا یہ مابعد مفعول لہٗ ہے۔ اس کا۔ دوسرے قول کو ترجیح ہے کیونکہ پہلے قول میں لفظِ مَخَافَۃً مقدّر ماننا پڑتا ہے۔ مقدّر سے حتَّی الامکان بچنا بہتر ہے۔ اَنْ ناصبہ مصدریہ تَکُوْنَ فعل ناقصہ مضارع واحد مؤنّث غائب مفتوح اَنْ کی وجہ سے ہے۔ اُمَّۃٌ۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ قوم جماعت۔ قبیلہ۔ مرفوع ہے اِسم ہے تَکُوْنَ کا۔ ھِیَ۔ ضمیر واحد مؤنّث غائب مرفوع منفصل اس کا مرجع اُمَّۃٌ ہے مبتدا ہے مابعد خبر کا۔ مگر محلاً مفتوح ہے کیونکہ خبر ہے تَکُوْنَ کی۔ اَرْبٰی اسم تفضیل مذکّر واحد رَبْوٌ۔ یا رُبُوٌّ سے بنا ہے۔ باب نصر سے ہے بمعنیٰ نفع لینا۔ بڑھا چڑھا کر بیچنا قرضے پر زیادتی لینا (سود) یہاں ہر معنیٰ مناسب ہے۔ ھُوَ ضمیر مستتر اِس کا فاعل ہے مِنْ جارّہ بمعنیٰ عَنْ جارّہ مجاوزت کے لیئے اُمَّۃٍ بمعنیٰ گروہ۔ جار مجرور متعلّق ہے اَرْبٰی کا جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر مبتدا ھِیَ کی وہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر تَکُوْنَ کی وہ جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر مفعول لہٗ ہے تَتَّخِذُوْنَ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر حال ہے لَاتَکُوْنُوْا کا۔ نحاتِ بصرہ کہتے ہیں کہ ھِیَ اَرْبٰی خبر ناقصہ نہیں ہو سکتی کیونکہ اسم ناقصہ نکرہ ہے اُن کے نزدیک دونوں اسم و خبر کا یکساں ہونا شرط ہے وہ ھِیَ اَرْبٰی کو محلاً مرفوع صفت اُمَّۃٌ کی اور تَکُوْنَ کو تامہ کہتے ہیں اُمَّۃٌ مرکّب توصیفی اُس کا فاعل ہے۔ اِنَّ حرفِ تحقیق لغو۔ کیونکہ مَا کافّہ ہے یَبْلُوْ۔ باب نصر کا مضارع مثبتہ معروف واحد مذکّر غائب بَلْوٌ سے بنا ہے بمعنیٰ آزمانا۔ اِمتحان لینا۔ کُمْ ضمیر جمع مذکّر حاضر منصوب متّصل مفعول بہٖ ہے مرجع اہلِ ایمان اَللّٰہُ مرفوع ہے فاعل ہے۔ بِ جارّہ سببیہ ہٖ ضمیر مجرور متّصل مرجع ہے لَاتَکُوْنُوْا۔ کی نہی اور ممانعت جار مجرور متعلّق ہے فعل یَبْلُوْ کا۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واوٗ عاطفہ لام کَیْ مفتوحہ تعلیلیہ یُبَیِّنَنَّ۔ باب تفعیل کا مضارع مثبت معروف واحد مذکّر غائب۔ ھُوَ ضمیر مستتر اس کا فاعل مرجع ہے اللہ تعالیٰ۔ مصدر ہے تَبْیِیْنٌ۔ بَیْنٌ۔ سے بنا ہے بمعنیٰ بیان کرنا۔ ظاہر کرنا۔ باب تفعیل میں متعدّی ہے۔ لام جارّہ۔ تعلیلیہ کُمْ ضمیر مجرور متعلّق ہے یُبَیِّنَنَّ کا یَوْمَ۔ اسم ظرفِ زمانی بمعنیٰ دن۔ الف لام عہدی قِیٰمَۃِ۔ اسم مفرد جامد حاصل مصدر بمعنیٰ کھڑے ہونے۔ حاضر ہونے۔ قائم ہونے کا دن مراد ہے

میدانِ محشر اس لیے جار ہے ۔ مضاف الیہ ہے ۔ یہ مرکب اضافی مفعول فیہ ہے ۔ مَا موصولہ کُنْتُمْ تَخْتَلِفُوْنَ باب انتعال کا ماضی استمراری ہے جمع مذکر حاضر ۔ مصدر ہے اِخْتِلَافٌ بمعنی ۔ جھگڑے بحثیں ۔ ضد بازی کج بحثی کرنا ۔ اگرچہ مرجع مسلمان ہیں مگر مراد سب انسان ہیں ۔ فِیْہِ جار مجرور درمیان میں آکر تاکید حصر پیدا کر رہا ہے ۔ متعلق ہے اسی فعل کا یہ جملہ فعلیہ صلہ ہے مَا کا ۔ موصول صلہ مفعول بہ ہے لَیُبَیِّنَنَّ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف اور معطوف علیہ یَبْلُوَ ۔ علت ہے لَا تَکُوْنُوْا کی وہ سب مل کر جملہ تعلیلیہ انشائیہ ہو گیا ۔

تفسیر عالمانہ اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ بیشک اللہ تعالیٰ اپنے محبوب نبی کی حیاتِ طیبہ عملی نمونے کے مطابق تمام مسلمانِ تا قیامت کو عدل اور احسان کرنے کا اور ہر قسم کے اہلِ قرابت کو ہر ضرورت کے وقت دینے عطا کرنے کا حکم فرماتا ہے اور اپنے حبیب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک کے اقوال و فرمودات کے ذریعہ ۔ بد تہذیبی ۔ بے غیرتی ۔ ناپسندیدہ کام ۔ اور بغاوت سرکشی سے سخت منع فرماتا ہے ۔ احادیث و قرآن کے الفاظ عبارات میں زندگی کے ہر شعبے میں انتہائی شان والی پاکیزہ نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم اقوام عالم کے سامنے عقل کے اونچے مقام پر فائز ہو کر تمام دنیا کے لیے ان دینی دنیوی کامیاب طریقوں کا بڑے فخر سے تذکرہ کر سکو اور خود بھی اس نصیحت کو اپنا کر مان کو عمل کر کے دین دنیا کی کامیابیوں والے سدا بہار چمن کی لذتیں خوشبوئیں حاصل کرتے ہوئے قوت دولت حکومت کے ذریعے معاشرے کو حسین بنا سکو ۔ دنیاء تاریخ میں عدلِ نوشیرواں اور سخاوتِ حاتم کا خوب ڈھول پیٹا جاتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ عدل اپنی تمام تر رعنائیوں اور احسان اپنی تمام خوشبوؤں اور ایتاءِ ذی القربیٰ اپنی تمام فیاضیوں کے ساتھ فقط زندگی پاکِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں جاوہ گر ہیں ۔ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر عمل عدلِ الٰہیہ کا مظہر اعظم ہے اور نبی اکرم کی ہر ادا احسان اور ہر لقا ایتاء ہے یہ وہ سمندر ہے کہ عدلِ نوشیری اُس کے کناروں کی نمی ہے اور سخاوتِ حاتم اُس کے سورج کی ابتدائی سرخی ہے ۔ تفاسیر و احادیث کے بیانات کے مطابق حیاتِ احمد مجتبیٰ عدل احسان ۔ اور ایتاءِ قربیٰ کے مجموعۂ کمال کا نام ہے ۔ عدل اپنی تقسیم میں بہت قسموں پر منقسم ہے اسی طرح چمن مصطفیٰ میں جو احسان کے پھول کھلتے ہیں وہ بھی چودہ ۱۴ قسموں کے ہیں ۔ ایتاءِ ذی القربیٰ بھی بہت نوعیت کا ہے ۔ عدلِ اسلامی بائیس ۲۲ قسمیں ہیں

۱ انصاف کرنا ۲ ظلم نہ کرنا ۳ مجرم و ظالم سے جرمانہ لینا ۴ مستحق کو اس کے حق کے برابر دینا

۵ ہر کام میں درمیانہ روی ۶ بُرے کو بُرا سمجھنا ۷ ثابت قدم رہنا ۸ اچھا کام کرنا۔
۹ شریعت اسلام عدل ہے ۱۰ اپنی صحت بنانا۔ بیماریوں سے بچنا بھی شریعت عدل کا حکم ہے ۱۱ فقہانے فرمایا کہ ختنہ کرانا بھی عدل ہے۔ کیونکہ اس سے شہوانیت میں کمی ہوتی ہے۔ ۱۲ حقوق میں تناسب یعنی اہل حقوق کے مدارج کا خیال رکھ کر حقوق کی تقسیم عدل ہے ۱۴ ہر چیز میں کمی زیادتی سے بچنا عدل ہے ۱۵ اسی طرح روحانیت میں بھی عدل کی بہت قسمیں ہیں ۱۶ عبادت الٰہیہ عدل ہے ۱۷ عبادت میں مراقبہ کہ رب تعالیٰ تجھ کو دیکھ رہا ہے یہ عدل ہے ۱۸ مسلمان کا ظاہر و باطن یکساں پاکیزہ ہو۔ ۱۹ توحید پر ایمان اور تعطیل و تشریک جیسے کفریات سے بچنا عدل ہے ۲۰ کلمہ طیبہ پڑھنا عدل ہے ۲۱ اچھے عقائد عدل ہے ۲۲ فرائض و واجبات ادا کرنا عدل ہے۔

احسان کی قسمیں۔ ۱ باطن ظاہر سے زیادہ پاکیزہ ہو۔ ۲ حق سے زیادہ دینا فضل و کرم کرنا۔ ۳ بدلے کی طاقت کے باوجود دشمن کو معاف کر دینا ۴ درگزر کرنا۔ ۵ بُرے کو اچھا بنانا۔ ۶ تمام مخلوق سے محبت و شفقت کرنا ۷ ہر کام بطریقہ احسن کرنا ۸ فاسق کی اہانت کرنا۔ ۹ اچھی اخلاقی بات کرنا۔ ۱۰ عبادت نفلیہ ادا کرنا۔ ۱۱ ہر عبادت میں مشاہدہ کا تصور کرنا۔ کہ تو رب تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور رب تعالیٰ تجھ کو دیکھ رہا ہے ۱۲ ہر وقت اچھے ہی عمل کرنا۔ ۱۳ عبادت میں احتیاط۔ خشوع خضوع محبت لذت خوف الٰہی۔ غیر اللہ سے بے خوفی بھی احسان روحانی ہے ۱۴ معرفت اور طریقت احسان ہے۔

ایتاء ذی القربیٰ کی پندرہ ۱۵ قسمیں ۱ خاوند پر بیوی کا تمام خرچہ۔ ۲ والدین پر اولاد کا خرچہ ۳ اولاد پر والدین کا خرچہ اور خدمت ۴ غریب اہل قرابت کا خرچہ اگرچہ دور کی قرابت ہو ۵ تمام غربا مساکین کی امداد و مالی تعاون ۶ نسبی۔ نسلی۔ روحانی۔ ایمانی۔ حقوق استادی ان قرابتوں کا حق ادا کرنا۔ ۷ ہر شخص کے لئے وہی اچھائی چاہنا جو اپنے لئے پسند کرے ۸ اچھی دعائیں دینا ۹ مومن کے لیے زیادتی ایمان توفیق اعمال صالحہ چاہنا ۱۰ کافر کے لیے مسلمان ہونا چاہنا ۱۱ حدود شریعت میں رہنا کہ نہ ظلم کرے نہ زیادتی ۱۲ قابل اطاعت کی اطاعت کرنا ۱۳ اہل ایمان سے میل ملاقات ہمدردی و تعاون۔ امداد ۱۴ بڑوں کو دینا ۱۵ سخاوت کی عادت۔ یہ سب ایتاء ذی القربیٰ ہیں تین عادتوں سے منع کیا گیا ۱ فحشا ۲ منکر ۳ بغی۔ ان کی بھی بہت سی اقسام ہیں۔ چنانچہ فحشا کی نو ۹ قسمیں ہیں۔

۱ ہر بے غیرتی کا کام ۲ زنا کاری ۳ جس کو معاشرہ اور انسانیت برا کہے ۴ قابل لعنت

ملامت افعال ۵ قوت شہوانیہ میں مشغول رہنا ۶ خلاف عقل کام کرنے ۷ کنجوسی ۸ عدل و احسان کو چھوڑنا ۹ ختنہ نہ کرانا۔ کیونکہ اس سے نفسانی شہوت بڑھتی ہے۔
منکر کی نو قسمیں ہیں۔ ۱ جس کو شریعت ناپسند کرے ۲ مستحق کو اس کے حق سے کم دینا۔ ۳ جس کام سے شریعت نے منع کیا ہو۔ ۴ غصے میں مشتعل ہونا ۵ حقوقِ زوجیت ادا نہ کرنا۔ ۶ خدا کی نعمتوں سے منہ موڑنا ۷ ظاہراً اچھا لگے مگر باطن گندا۔ پلید۔ برا ہو ۸ سختیٔ دل رقتِ قلبی نہ رہنا ۹ اپنی جسمانی صلاحیتیں برباد کر دینا۔ مثلاً خصی ہونا۔ پورا آلہ تناسل کٹوا دینا وغیرہ۔ یا قطع رحمی کرنا۔ بغی کی بارہ قسمیں ہیں۔ ۱ کسی بھی کام میں حد سے بڑھنا ۲ تکبر و ظلم کرنا ۳ جبر و تشدد کے ذریعے بالادستی یا حکومت چاہنا ۴ قابلِ اطاعت کی اطاعت نہ کرنا ۵ ثابت قدم نہ رہنا ۶ حق مار لینا ۷ چوری۔ ڈکیتی۔ لوٹ مار ۸ اپنی قوتوں کو ضائع کرنا حرام و فضول و لغویات میں۔ ۹ عدل کو چھوڑنا ۱۰ قابلِ تعظیم کی گستاخی اور فاسق کی عزت یہ بھی بغی ہے ۱۱ بت پرستی تشریک۔ اور صفاتِ الٰہیہ کا انکار جس کو تعطیل کہا جاتا ہے ۱۲ خود کو کسی بدخصلتی سے جسمانی یا روحانی بیمار بنا لینا۔ عدل کو ہماری زبان میں انصاف کہا جاتا ہے انصاف نصف سے بنا ہے یعنی آدھا آدھا کرنا برابر دینا مگر یہ لفظ عدل کی تمام قسموں کو جامع نہیں عدل کے لیے موزوں لفظ تناسب و توازن ہونا چاہیے غرض کہ یہ تین آیت اخلاقیات اور حسنِ معاملات کی جامع ہیں۔ اور یہ آیت تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ کا عظیم ثبوت ہے یہی آیت فصاحت و بلاغت کا ایسا خزانہ ہے جس کو سن کر ولید بن مغیرہ جیسا کافر بھی متحیر ہو کر کہنے پر مجبور ہو گیا کہ یہ انسانی کلام نہیں۔ یہ واللہ بڑا شیریں ہے بڑا خوش رنگ ہے بڑا سر سبز اور گھنا سایہ دار ہے اور عمدہ پھلوں سے لدا ہوا ہے۔ اس آیت پاک کی دلکشی کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن مظعون جمحی اسی آیت کو سن کر اور اس سے متاثر ہو کر فوراً مسلمان ہو گئے۔ یہ آیت لفظوں میں تو مختصر ہے مگر معانی میں بے کراں سمندر ان چند لفظوں نے اسلامی زندگی کا پورا وسیع و عریض خاکہ کھینچ دیا۔ یعظکم سے چودہ قسم کی نصیحتیں دی جاتی ہیں۔ ۱ امر ۲ نہی ۳ خیر و شر کے درمیان تمیز۔ ۴ ... ۵ آداب ۶ احترام ۷ وعدہ ۸ وعید ۹ ترغیب و ترہیب ۱۰ فرائض و نوافل۔ اخلاق ۱۲ و عادات ۱۳ و خصائلِ ۱۴ حمیدہ۔

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۔ اے قیامت تک کے مسلمانو اللہ کے تمام عہد کو پورا کرتے رہو خواہ وہ کسی سے کیا ہو۔ اللہ سے عالمِ ارواح میں یا رسول اللہ سے بیعت میں یا دینِ اسلام

قرآن و حدیث سے علماء و مشائخ کی زبان پر۔ یا کسی فرد یا جماعت یا کسی دوست عزیز رشتے دار سے اپنی قوم سے ہو یا غیر قوم سے اجنبی سے یا واقف کار سے۔ دوست ہو یا دشمن ہم مذہب ہو یا غیر مذہب وہ وعدہ امن و عافیت کی حالت میں ہو یا جنگ و جدال میں۔ عہد سیاسی ہو یا ذاتی۔ کمزور سے ہو یا طاقتور سے۔ خواہ تم نے وعدہ کیا ہو یا تم سے عہد لیا گیا۔ اوّلاً وعدہ کرتے وقت پہلے خوب سوچو اور جب عہد یا وعدہ کر چکو تو کسی بھی لمحے عہد شکنی کا تصوّر بھی نہ ہو۔ کسی حال میں بھی وعدہ خلافی جائز نہیں۔ شرعاً گناہ ہے قانوناً جرم ہے خاص کر قسم کھا کر وعدہ یا عہد کرنا تو بہت ہی سخت ہے کہ وہ خالص اللہ کا عہد بن جاتا ہے کیونکہ اس میں اللہ کو کفیل (ذمے دار) بنا لیا جاتا ہے۔ ایسے وعدوں کو توڑنا گویا قسموں کو توڑنا ہے اور بلا مجبوری قسم توڑنا قسم کی توہین ہے جس کی سزا دنیا میں ذلّت رسوائی بے اعتمادی ہے اور آخرت میں عذاب عظیم ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے تمام کام جانتا ہے۔ تم مسلمان ہو۔ تم کفار اور یہود و نصاریٰ کی طرح یا جُہلاءِ عرب کی طرح وعدہ شکن بددیانت نہ بنا کہ جس کو طاقت ور دیکھا اس کے ساتھ لگ گئے اور کمزور سے کیئے ہوئے وعدے کی پرواہ نہ کی۔ اسی طرح سیاسی چالباز اور ابن الوقت قسم کے لیڈر۔ حکمران یا سپہ سالار جنھوں نے مکّاری سے جھوٹے وعدے کئے اور وقت نکل جانے کے بعد عہد شکنی کی۔ یہود و نصاریٰ انگریز۔ ہندو اور اہل یورپ کی تاریخ ایسی بددیانتیوں سے بھری پڑی ہے۔ ہر قوم کے عمل سے ہی اُس کے مذہب و دین کی شناخت ہوتی ہے۔ دنیاء کائنات میں اس وقت صرف مسلمان ہی اللہ کے دین پر ہیں اس لیے ان کو اللہ کی ان تمام نصیحتوں پر ہمہ وقت بڑی احتیاط سے عمل کرنا چاہیئے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا تَتَّخِذُونَ أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ أَنْ تَكُونَ أُمَّةٌ هِيَ أَرْبَىٰ مِنْ أُمَّةٍ ۚ إِنَّمَا يَبْلُوكُمُ اللَّهُ بِهِ ۚ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ چونکہ وفاء عہد اور عہد شکنی پر دینی دنیوی کثیر امور کا دار و مدار ہے کہ جس طرح عہد اور وعدہ کرنے والے کو دین دنیا کا فائدہ معاشرے میں وقار حکومت و سلطنت مضبوط دوستی سے نفع اسی طرح عہد شکنی سے دین دنیا کا نقصان کہ اس کی بھی ذلّت اُس کے دین خاندان کی بھی ذلّت۔ اس لیے عرب کی ایک مالیخولیا کی بیمار وہمن عورت سے مثال دے کر منع فرمایا جا رہا ہے کہ تم اُس احمق عورت کی طرح مت ہو جانا جو پہلے تو بہت محبّت چاہت اہتمام سے خود بھی اور اپنی تمام بہو بیٹیوں نوکرانیوں اور لونڈیوں کی پوری جماعت سے اون۔ روئی۔ ریشم کا دھاگا کتواتی پھر دوپہر کو یا شام کو سمجھتی یہ کام ٹھیک نہیں ہوا اور فوراً بلا سوچے سمجھے سارا دھاگا توڑ

تار کر پھینک دیتی اور سمجھتی کہ یہ اب میں نے بہت اچھا کام کیا ۔ اور اس کے کارندے بھی اس کی خوشنودی کے لیے اس کی ہاں میں ہاں ملا دیتے ۔ حالانکہ دھاگا بہت شاندار مضبوط بنا ہوتا تھا ۔ اور یہ پہلا کام درست ہوتا تھا مگر وہ اچھے کو بُرا اور بُرے کو اچھا سمجھتے ہوئے سب دھاگے انکاثاً یعنی ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی اس کا نام سعیدیہ اسدیہ یا ربطہ بنت عمر بن سعد بن کعب تیمیہ اور لقب جعرۃ تھا اے ایمان والو تم ایسی احمقانہ دل آزار حرکتیں نہ کرنا کہ پہلے پکی مضبوط قسمیں کھا کھا کر عہد کر لو اور پھر جب دوسری جانب قوت طاقت دولت ۔ حکومت دیکھو تو ان وعدوں کو چپ چاپ انکاثاً ٹکڑے کر دو یہ ٹھیک ہے کہ جہلاء عرب پہلے ایسا کرتے رہے یا دنیا کے کافر ایسا کرتے رہیں اور اس پر خوش ہوتے خود کو بڑا سیاسی سمجھتے اور اس ذلیل حرکت پر قوم سے شاباش لیتے ہیں ۔ مگر اے حبیب کریم کے امتیو تم ایسا ذلیل بے انصافی بے غیرتی ۔ فحش اور بغی کام نہ کرنا تم کو تو اخلاق حسنہ سیرت طیبہ کردار اعلیٰ کا استاذ زمانہ بننا ہے اگر تم ہی ایسے جاہلانہ کام کرو گے تو دنیا والے حسن عمل کس سے سیکھیں گے کیا تم اپنی مضبوط قسموں ۔ منعقدہ یمینوں کو فریب ۔ چالبازی ۔ بہانہ سازی اور دغا بازی بنانا چاہو گے ۔ اپنے مشوروں آپس کی باتوں کے بیچ میں ۔ اس ناکارہ بیہودہ خیال اور وہم کی بنا پر کہ اس پہلے قسم والے گروہ سے وہ دوسرا گروہ زیادہ نفع ۔ قوت ۔ اور دولت والا ہے کہ اس حلیف سے کٹ کر غداری عہد شکنی بغاوت کرتے ہوئے فوراً دوسرے سے ناطہ جوڑ لو ۔ یا جو ووٹ لیتے اور مانگتے وقت غریب عوام سے وعدے کئے تھے یکسر بھلا دو ۔ ایسی عہد شکنیاں کرنے سے پہلے اتنا ضرور ضرور سوچ لیا کہ رب تعالیٰ زمانے کے اس اتار چڑھاؤ حکومتوں کی ٹوٹ پھوٹ ۔ کمزور اور طاقتور گروہوں کے ہیر پھیر سے تم سب کی کڑی آزمائش فرما رہا ہے کہ معلوم ہو کہ تم اپنے دنیوی چند روزہ نفع کا زیادہ ساتھ دیتے ہو یا ہمارے نام کی قسموں وعدوں عہد و پیمان کا ۔ یہ بات کہ تمہارا کونسا کام مفید ہے کونسا نقصان دہ کونسا ساتھی مفید کونسا چالباز یا تمہاری اچھی بری حرکتوں کا انجام کیا ہوگا ۔ اور جن باتوں میں آج تم دوسروں سے اختلاف کرتے رہو گے ۔ یہ سب کچھ تمہارے سامنے اللہ جل شانہٗ قیامت کے دن ظاہر فرمائے گا ۔

فائدے

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے ۔

پہلا فائدہ ۔ بندے پر رشتے داروں کا غیروں سے زیادہ حق ہے لہٰذا پہلے رشتے اور قرابت والوں کی حاجتیں پوری کرے پھر کسی اور کی یہ فائدہ ایتاءِ ذِی القُربیٰ کی خصوصیت سے حاصل ہوا ۔ دوسرا فائدہ ۔ ہر شرمناک کام بے حیائی ہے خواہ وہ جائز ہی ہو ۔ اس کی مثالیں بہت

یہاں ذکر کی ضرورت نہیں یہ فائدہ نحشاءِ کے عموم سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ**۔ قیامت میں کفار کے گناہ علانیہ بیان کئے جائیں گے مگر دنیوی اچھائیوں کا ذکر تک نہیں ہوگا۔ لیکن مسلمان کی نیکیاں بہت طریقے سے مشہور کی جائیں گی مگر گناہوں کو مخفی رکھا جائے گا۔ اس لیے کہ کفار کی ذلت اور مومن کی عزت مقصود ہے یہ فائدہ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ کو خاص کفار کے لیے ذکر کرنے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ**۔ شریعت کے ملکی مسائل میں مسلمانوں کی طرح کافر رعایا بھی مکلف ہے جیسے کہ ایمان میں یہ مسئلہ یَأْمُرُ بِالْعَدْلِ (الخ) میں بغیر کسی کے ذکر کئے مطلق فرمانے سے مستنبط ہوا۔ کہ اسلامی اور شرعی حکم کے قانون کی وجہ سے کفار کو بھی عدل کرنا پڑے گا بے عدلی پر اور وعدہ خلافی اور رشتے داروں کو حقوق نہ دینے پر عدالتِ اسلامیہ کفار کی گرفت کرے گی ہاں البتہ عبادات کے مکلف کفار نہیں۔ **دوسرا مسئلہ**۔ ہر قسم کے رشتے دار کو ہر قسم کا حق دینا واجب ہے۔ خواہ قریبی ہوں یا دور کے سسرالی ہوں یا مادری۔ ددھیال ہو یا ننھیال۔ حقوق مالی ہوں یا بدنی دنیوی ہوں یا ایمانی۔ یہ مسئلہ اِیتَاءِ اور ذِی الْقُرْبٰی کے عموم سے مستنبط ہوا۔ **تیسرا مسئلہ**۔ یمین یعنی قسم شریعت میں چار قسم کی ہے ۱۔ یمینِ فور ۲۔ یمینِ لغو ۳۔ یمینِ غموس ۴۔ یمینِ منعقدہ۔ وعدے اور عہد میں یہی آخری قسم بولی جاتی ہے۔ اس کے توڑنے پر کفارہ واجب ہے اسی کا یہاں ذکر ہے۔ اس قسم کو پورا کرنا اور نبھانا واجب ہے۔ یہ مسئلہ۔ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ (الخ) سے مستنبط ہوا۔ **چوتھا مسئلہ**۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ غیر اللہ کی قسم کھانا حرام اور شرک ہے یہ مسئلہ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض**۔ یہاں پہلے فرمایا گیا وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ (الخ) جس میں اللہ کی قسم کا ذکر ہوگیا۔ تو پھر کیوں فرمایا گیا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا یہ تو تکرارِ مضمون ہوگئی جو بیکار ہے۔ **جواب**۔ بیکار نہیں نہ تکرارِ مضمون ہے بلکہ ایمان میں وہ وعدے مراد ہیں جن کے لیے قسمیں بولی جاتی ہیں اور قَدْ جَعَلْتُمْ میں اللہ کے ذکر سے وعدے کو مضبوط کرنا مراد ہے۔ یہ دونوں علیحدہ چیزیں ہیں۔ **دوسرا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ شاید تم نصیحت پکڑو۔ عربی لغت میں لَعَلَّكُمْ شک اور ترجی کے لیے آتا ہے تو باری تعالیٰ نے یہ لفظ کیوں فرمایا وہ تو شک سے پاک ہے۔ **جواب**۔ لَعَلَّ اظہارِ ارادہ کے لیے بھی آتا ہے وہی یہاں مراد ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کا ارادہ فرماتا ہے۔ اور ترجمہ ہے تاکہ تم نہ کہ شاید۔ ان آیت کی تفسیر صوفیانہ آیت ۹۵ کے بعد ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ

اور اگر چاہتا اللہ البتہ بنا دیتا تم کو اُمت ایک اور لیکن

اور اللہ چاہتا تو تم کو ایک ہی اُمت کرتا لیکن

يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلَتُسْـَٔلُنَّ

گمراہ رہنے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور منزل تک پہنچا دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور البتہ ضرور پوچھے جاؤ گے تم

اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور راہ دیتا ہے جسے چاہے اور ضرور تم سے تمہارے

عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ

بارے میں اس کے جو تم کرتے تھے ، اور نہ بناؤ تم قسموں کو اپنی

کام پوچھے جائیں گے ۔ اپنی قسمیں آپس میں بے اصل

دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَ

خیانت آپس میں کہ پھسل جاپڑے کوئی قدم بعد ثابت ہونے کے اُس کے اور

بہانہ نہ بنالو کہ کہیں کوئی پاؤں جمنے کے بعد لغزش نہ کرے اور

تَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ

چکھو گے تم سزا کو بدلے اُس کے کہ روکا تھا تم نے سے راستے

تمہیں برائی چکھنی ہو ۔ بدلہ اُس کا کہ اللہ کی راہ سے

اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۹۴﴾ وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ

اللہ اور لیے تمہارے عذاب ہے بڑا اور نہ خریدو تم بدلے اللہ کے

روکتے تھے اور تمہیں بڑا عذاب ہو ۔ اور اللہ کے عہد پر تھوڑے دام

اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ

عہد کے تھوڑی قیمت فقط ہے پاس اللہ کے وہ ہی مفید ہے لیے تمہارے

مول نہ لو بیشک وہ جو اللہ کے پاس ہے تمہارے لیے بہتر ہے

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۵﴾

اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔

اگر تم جانتے ہو۔

تعلّق

ان آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق۔ پچھلی آیتوں میں بتایا گیا تھا کہ دنیا میں انسانی قوم مختلف فرقوں میں بٹی ہوئی ہے۔ اب اِن آیات میں فرمایا گیا ہے کہ گروہ بندی ایک حکمت کے تحت ہے اگر اللہ چاہتا تو ساری کائنات میں دیگر مخلوق کی طرح انسان بھی ایک گروہ ہی ہو سکتا تھا۔ **دوسرا تعلق**۔ پچھلی آیت میں قسم بولنے کی اہمیت بیان کی گئی پورا کرنے کی تلقین فرمائی گئی تھی اب اِن آیت میں قسم توڑنے کی سزا کا ذکر ہے۔ **تیسرا تعلق**۔ پچھلی آیتوں میں عدل احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیا گیا تھا اب اُن چیزوں کی نشان دہی کی جا رہی ہے جن میں عدل احسان اور قرابتداری کا لحاظ اشد ضروری ہے۔

تفسیر نحوی

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ واوٗ۔ استینافیہ لَوْ حرفِ شرط شَاءَ باب ضَرَبَ کا فعل ماضی مطلق واحد مذکر غائب شَیْءٌ سے بنا ہے بمعنی چاہنا پسند کرنا۔ اللّٰهُ اِس کا فاعل اسم ظاہر ہے۔ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی۔ لام کے جزائیہ جَعَلَ فعل ماضی مطلق مثبت معروف واحد غائب لام کے نے خبریہ کو انشائیہ بنا دیا جیسے لَوْ شرطیہ نے شاءَ خبریہ کو انشائیہ بنایا۔ اِس کا فاعل ھُوَ ضمیر مستتر ہے جس کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے۔ اہلِ لغت کے نزدیک جَعَلَ کے دس معنیٰ ہیں ۱ پسند کرنا ۲ اختیار کرنا ۳ شکل بدلنا ۴ لباس بدلنا ۵ عہدہ یا درجہ دینا ۶ حالت بدلنا ۷ شان بدلنا ۸ ایک جگہ سے ہٹا کر دوسری کرنا (جگہ بدلنا) ۹ زمانہ بدلنا۔ بکھروں کو جوڑنا۔ ۱۰ اصلی حقیقی معنیٰ ہیں متغیر کرنا یعنی ہست کرنا یا ہست سے نیست کرنا باقی معنیٰ سب اِسی کے

ضمنی اقسام ہیں۔ جَعْلٌ خَلْقٌ کا مخالف ہے کیونکہ خلق ہے نیست سے ہست کرنا۔ اسی لیے جَعْلٌ بندے کی بھی صفت ہے اور اسی لیے متعدی بدو مفعول ہے۔ بخلاف خلقٌ کے کہ وہ کبھی بھی بندے کی صفت نہیں ہو سکتی نہ متعدی بدو مفعول للہذا جَعْلٌ کبھی بھی خَلْقٌ کے معنیٰ میں نہیں ہو سکتا اور نہ اس کے برعکس۔ یہی وہ نازک جگہ ہے جس میں معتزلہ نے دھوکہ کھا کر یا دھوکہ دے کر مخلوقیت قرآن مجید کا کفریہ عقیدہ بنایا کُمْ ضمیر اس کا مفعول بہ اول اُمَّةً۔ موصوف وَاحِدَةً اسم عددی مؤنث لفظی ہے کیونکہ صفت تابع ہے اُمَّةً کی اور یہ مرکب توصیفی مفعول بہ دوم ہے۔ بقاعدہ نحو تابع متبوع کا دس چیزوں میں متفق ہونا ضروری ہے ۱ معرفہ ۲ نکرہ ۳ مذکر ۴ مؤنث ۵ واحد ۶ تثنیہ ۷ جمع ۸ اعراب فتحہ نصب ۱ رفع ضمہ ۱ جر کسرہ۔ جَعَلَ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا واؤ عاطفہ لغو لٰکِنْ حرف عاطفہ مقید واؤ صرف تاکید کے لیے آیا۔ یُضِلُّ۔ باب افعال کا فعل مضارع دراصل یُضْلِلُ تھا۔ لام کا لام میں ادغام کر دیا مصدر ہے اِضْلَالٌ ضَلٌّ سے بنا ہے بمعنیٰ گمراہ کرنا۔ هُوَ ضمیر فاعل جس کا مرجع ہے اللہ تعالیٰ مَنْ موصولہ یَشَاءُ فعل مضارع مثبت معروف هُوَ مستتر فاعل۔ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مفعول بہ ہے یُضِلُّ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ یَهْدِیْ باب ضَرَبَ کا فعل مضارع مثبت معروف واحد مذکر هُوَ ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے جس کا مرجع اَللّٰہُ ہے مَنْ یَّشَاءُ جملہ فعلیہ اس کا فاعل هُوَ مستتر۔ صلہ ہوا مَنْ موصولہ کا اور موصول صلہ مفعول بہ ہے یَهْدِیْ کا جملہ فعلیہ معطوف یُضِلُّ پر وہ معطوف ہے جَعَلَ پر یا حال ہے جَعَلَ کا یا شاءَ کا اور اسی کو ترجیح ہے۔ سب مل کر جملہ شرطیہ انشائیہ ہوگیا۔ واؤ سر جملہ۔ لَتُسْـَٔلُنَّ فعل لام تاکید با نون تاکید ثقیلہ مستقبل مجہول باب فَتَحَ سے ہے سُؤَالٌ سے بنا ہے بمعنیٰ پوچھا جانا۔ عَنْ جارہ بمعنیٰ ب جارہ یا فی ظرفیہ بمعنیٰ بارے میں۔ مَا موصولہ۔ كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ باب فَتَحَ یا سَمِعَ کا ماضی استمراری مثبت معروف صیغہ جمع مذکر حاضر اَنْتُمْ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل ہے جس کا مرجع ہے عام انسان۔ ظاہراً مسلین ہے۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مجرور متعلق ہے لَتُسْـَٔلُنَّ کا وہ جملہ ہو کر مکمل ہوا۔ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَیْمَانَكُمْ دَخَلًا بَیْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَ تَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَكُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ واؤ سر جملہ (استینافیہ) لَا تَتَّخِذُوْا۔ باب افتعال فعل نہی معروف جمع مذکر حاضر۔ اَخْذٌ سے بنا بمعنیٰ لینا۔ پکڑنا۔ بنانا۔ توڑ موڑ کرنا۔ یہاں بنانا۔ یا توڑ موڑ کرنا مراد ہے۔ اَیْمَانَ۔ جمع مکسر ہے یَمِیْنٌ کی مضاف ہے کُمْ ضمیر مجرور متصل مضاف الیہ ہے مرکب اضافی مفعول بہ اول ہے۔ دَخَلًا اسم مفرد جامد بمعنیٰ بہانہ بازی۔ مفعول بہ دوم ہے بَیْنَكُمْ۔ بَیْنَ مضاف کُمْ ضمیر مضاف الیہ مرکب اضافی ظرف ہے لَا تَتَّخِذُوْا۔ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر نہی تنبیہی شرطیہ ہوئی ف جزائیہ جواب نہی کے لیے یہاں اَنْ ناصبہ پوشیدہ ہوتا ہے

اسی لیے تَزِلَّ۔ مضارع مثبت معروف واحد مؤنث غائب بحالتِ فتحہ ہے۔ زَلَّ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے بمعنیٰ پھسلنا۔ غلطی کرنا۔ باب ضَرَبَ سے ہے قَدَمٌ اسم مفرد جامد بمعنیٰ پیر یا پنجۂ پیر۔ بحالتِ رفع فاعل ہے۔ بَعْدَ اسم ظرف مضاف۔ ثُبُوْت ثلاثی سماعی کا مصدر ہے بمعنیٰ ثابت رہنا قائم مضبوط ٹھیرنا۔ جگہ پکڑنا۔ یہاں ہر معنیٰ درست ہیں یہ مضاف ہے ھَا ضمیر مؤنث غائب کا اس کا مرجع قدم جو مذکر غیر ذوی العقول ہے اس لیے واحد مؤنث کی ضمیر آئی۔ یہ مضاف الیہ ہے۔ مرکب اضافی ظرف ہے تَزِلَّ کا۔ اور وہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ تَذُوْقُوْا۔ باب نَصَرَ کا مضارع مثبت معروف جمع مذکر حاضر بحالتِ فتحہ ہے اس لیے نونِ اعرابی گر گئی۔ نصب عطف تابع کی وجہ سے آیا اس کا متبوع فَتَزِلَّ چونکہ مفتوح ہے اس لیے یہ بھی مفتوح ہوا۔ اَنْتُمْ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل۔ الف لام عہدِ ذہنی سُوْءَ اسم مفرد جامد بمعنے تکلیف۔ منصوب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے تَذُوْقُوْا کا۔ بِ جارّہ سببیّہ کا موصولہ صَدَدْتُّمْ باب نَصَرَ کا ماضی مطلق مثبت معروف جمع مذکر حاضر اَنْتُمْ مستتر فاعل ہے۔ عَنْ جارّہ مجاوزت کا سبیل اسم مفرد جامد یا مشتق بمعنیٰ راستہ مضاف ہے اللّٰہِ۔ مضاف الیہ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے صَدَدْتُّمْ کا۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا مَا کا اور وہ مجرور ہو کر متعلق ہے تَذُوْقُوْا کا اور وہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے تَزِلَّ پر۔ اور وہ جملہ ذوالحال ہے۔ واؤ حالیہ لَکُمْ جار مجرور متعلق ہے یَکُوْنُ پوشیدہ مضارع تامّہ کا عَذَابٌ موصوف عَظِیْمٌ صفت دونوں مل کر فاعل ہوئے یَکُوْنُ پوشیدہ کا اور یہ جملہ فعلیہ ہو کر حال ہے تَزِلَّ کا اور وہ سب مل کر جواب نہی شرطی ہو گیا۔ پھر سب مل کر جملہ منہیہ شرطیہ انشائیہ ہوا۔ وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِیْلًا۔ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ واؤ ابتدائیہ۔ لَا تَشْتَرُوْا۔ باب اِفْتِعَالٌ کا فعل نہی معروف جمع مذکر حاضر اِشْتِرَاءٌ مصدر ہے بمعنیٰ خرید و فروخت کرنا شَرْیٌ سے بنا ہے بمعنیٰ خریدنا۔ بِ جارّہ عوضی بمعنیٰ بدلے میں عہد اسم مفرد جامد بمعنیٰ عہد اقرار۔ وعدہ۔ بھروسہ۔ ذمے داری۔ یہاں ہر معنیٰ مناسب ہے مضاف ہے اللّٰهِ مضاف الیہ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے نہی کا۔ ثَمَنًا۔ اسم مفرد جامد نکرہ معرب متمکّن۔ بمعنیٰ حصّہ۔ بدلہ۔ قیمت۔ فقہی اصطلاح میں بازاری بھاؤ کو ثمن اور خود ساختہ بھاؤ کو قیمت کہا جاتا ہے۔ موصوف ہے قَلِیْلًا۔ اسم صفت مشبّہ بروزنِ فعیل بمعنیٰ بہت ہی تھوڑی۔ گھٹیا۔ حقیر۔ قَلٌّ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے بمعنیٰ کم ہونا۔ منصوب نکرہ ہے کیونکہ صفت ہے ثمنًا کی موصوف صفت مفعول بہ ہے۔ نہی کا جملہ فعلیہ منہیہ انشائیہ ہو کر مکمل ہوا۔ اِنَّ حرفِ تحقیق عملًا لغو معنًی مفید مَا کافّہ ہے جو صرف عمل سے روکتا ہے عِنْدَ اسم ظرف مکانی مضاف ہے اور لفظِ اللّٰہ مضاف الیہ۔ مرکبِ اضافی ظرف ہے پوشیدہ فعل یا اسم فاعل کا دوسری ترکیب میں۔

اِنَّ عِالم ، مَا موصولہ ۔ عند اللّٰہ ظرف ثابتاً یا موجوداً کا وہ جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صلہ ہوا ۔ موصول صلہ مل کر اسم اِنَّ ۔ ھُوَ ضمیر مرفوع منفصل جس کا مرجع مَا ہے ۔ مبتدا ہے خَیْرٌ اسم مصدر بمعنی بھلا ہونا ۔ اچھا ہونا ۔ فائدہ مند ہونا ۔ مقابل ہے شر کا ۔ لام جارّہ لکم کا کُمْ ضمیر جمع مذکر کا مرجع مُسلمین ہے ۔ مجرور ہے جار مجرور متعلق خَیْرٌ مصدر کا اور وہ شبہ جملہ ہو کر خبر ہے ھُوَ مبتدا کی اور وہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی اِنَّ جملہ اسمیہ ہو کر جزاء مقدم ہے ۔ اِنْ حرف شرط ۔ کُنْتُمْ فعل ناقصہ ۔ اَنْتُمْ ضمیر پوشیدہ اس کا اسم ۔ تعلمون ۔ باب سَمِعَ کا فعل مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مذکر حاضر اَنْتُمْ ضمیر مستتر اس کا فاعل جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے کُنْتُمْ کی وہ جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر شرط مؤخر ہوئی شرط وجزا مل کر جملہ شرطیہ انشائیہ ہوا ۔

تفسیر عالمانہ

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۔ یہ تمام امر نہی وعدہ وفائی ۔ اور اخلاقیات کی تعلیم اے مسلمانو تم کو اس لیے دی جا رہی ہے کہ تم ہر لحاظ سے ساری دنیا میں مخصوص اور ممتاز رہو ۔ شان وعزت تمہارے قدموں سے وابستہ رہے اغیار تمہاری مثالیں پیش کریں اپنے تمہارے گُن گائیں اللہ رسول اور اس کے فرشتے تم سے پیار فرمائیں غیر مسلم تمہارے اعلیٰ کردار سے متاثر ہو کر دامنِ اسلام میں آجائیں ۔ تم مسلمان قوم دوسروں کو اپنے راستے پر چلانے کے لیے پیدا کیے گئے ہو نہ کہ کسی غیر کے راستے پر چل کر اس کی مثل بننے کے لیے تم یہ کوشش نہ کرو کہ اگر کوئی کافر ۔ منافق ۔ بدخصلت تمہارے سچے راستے پر نہیں چلتا تو تم اس کے بُرے اور گندے راستے پر چلنا شروع کر دو ۔ یا اقوامِ عالم ۔ کافر مومن ۔ مسلم غیر مسلم ۔ اچھے بُرے کو ایک ہی لڑی میں پرونے ایک اُمت بنانے کے لیے اپنے دین ۔ ایمان ۔ کردار ۔ اعمال واخلاقیات ۔ اسلامی شرعی مسائل ۔ رسم ورواج ۔ تہذیب وتمدن میں لچک پیدا کرو ۔ اس طرح کا بیہودہ اتحاد اللہ تعالیٰ کی منشا کے خلاف ہے ۔ اور اگر اللہ چاہتا اور منشاءِ الٰہیہ میں یہ بات ہوتی تو اللہ تعالیٰ خود ہی تم سب کو اوّل سے آخر تک ایک قبیلے ایک دین ایک مذہب ایک علاقے میں پوری انسانیت کو ایک زمانے میں ایک ہی ملت اور گروہ بنا دیتا حالانکہ اس ذات کیلئے یہ ایک اُمت بنانا کچھ مشکل نہیں لیکن یہ یکجہتی اس کی حکمتِ عالیہ ابدیہ ازلیہ کے خلاف ہے ۔ وہ خالقِ کائنات ۔ کچھ بدقسمت لوگوں کو ان کی گمراہی میں ہی رکھنا چاہتا ہے لہٰذا جس کو چاہتا ہے اس کو گمراہی میں پہنچا دیتا ہے ۔ اور جس کو چاہتا ہے ہر طرح کی کامل ہدایت عطا فرماتا ہے ۔ اس میں یہ بھی حکمت ہے کہ نیکی اور ہدایت کی شان وقدر معلوم ہو ۔ اچھے لوگوں کی امتیازی شان دنیا وآخرت میں بلند ہو ۔ اگر سب ہی اچھے یا بُرے ہوں تو نعمت ۔ راحت ۔ عافیت

عزت ۔ دولت ۔ نیکی ۔ حسن اخلاق کی نہ قدر ہو نہ پہچان نہ کسی کو جنت کا ثواب نہ کسی کو علم کی ضرورت
دنیاء کائنات کی یہ چہل پہل مناظر ے مقابلے مدارس و مساجد ہماری اسی حکمت عاملہ و بالغہ کی مرہون منت
ہے ۔ اور ہاں البتہ یقیناً ۔ بروز قیامت تم تمام انسان کافر مسلمان ۔ نیک و بد ۔ اُن تمام عملوں کاموں کردار و
عملیات کے بارے میں ضرور ۔ ضرور پوچھے جاؤ گے جو تم اس دنیا میں اپنی زندگی بھر کرتے رہے کہ کس
کے عمل سے انسانیت کو فائدہ ہوا کس کے عمل سے نقصان ۔ کس کے عمل کو دیکھ کر غیر مسلم بھی کافر
ہونے کے باوجود حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور کس کی بدعملی فسق و فجور بددیانتی ۔ بداخلاقی نے اغیار
کے سامنے اسلام کا غلط نقشہ پیش کیا اور کافروں کے اسلام لانے سے رک جانے کا سبب بنا ۔
وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا
صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۔ دنیوی زندگی کی حقیقی پائدار اور سچی شان و شوکت
کے لیے ۔ رب تعالیٰ مسلمانوں کو ایک اور عظیم درس اخلاقیات عطا فرما رہا ہے ۔ اور یہ حقیقت ہے کہ
اسلام کے سوا تمام ادیان و مذاہب ان اخلاقیات سے خالی ہیں ۔ بائبل سے لیکر گرنتھ اور وید ۔ گیتا تک
تمام مذہبی کتب ان حسین قوانین و احکام و مواعظ حسنہ سے یکسر خالی ہیں ۔ تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ ہر
مذہب اپنے پیروکار اور اہل مذہب پر سہولت اور بیجا طرفداری کا خواہش مند رہتا ہے ۔ مگر یہ دین الٰہی
اور حق مذہب کی بہترین مثال اور خوش اسلوبی ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں کو انتہائی سختی سے ہر اچھی
بات ۔ عادات حمیدہ ۔ اور خصائل لطیفہ کا ہمہ وقت پابند دیکھنا چاہتا ہے تاکہ کوئی بھی غیر قوم اس پر
کسی طرح کا طعن و ملامت نہ کر سکے ۔ اخلاق حسنہ اور دیانت داری کے ضمن میں یہ بھی رب تعالیٰ کی طرف
سے کتنی شاندار پابندی ہے کہ وفاء عہد کے ساتھ ساتھ اپنی قسموں کا بھی بہت زیادہ خیال رکھو ۔ قسم
کو قوانین کی زنجیر اور ہاتھ پاؤں کی بیڑیاں سمجھو اور نہ بناؤ تم اے مسلمانو کسی حالت کسی زمانے میں اپنی منعقدہ
قسموں کو آپس کے انسانی معاملات میں بیجا دخل اندازی ۔ مکاری فریب بازی ۔ دھوکا دہی ۔ حیلہ سازی ۔
بہانہ تراشی کا ذریعہ نہ ایسا ہو کہ لوگ تو تمہاری قسموں پہ اعتماد کرتے ہوں مگر تم اس اعتماد سے ناجائز
فائدے اٹھاؤ ۔ اور قسم کو لوگ پھانسنے کا جال خیال کرنے لگو ۔ یہ حرکت بہت ہی بری انتہائی خطرناک
ہے ۔ اس کا سراسر نقصان تم کو ہی ہوگا ۔ کہ لوگ فقط ایک دو دفعہ ہی دھوکہ کھائیں گے ۔ لیکن اس قسم کی
فریب کاری کا ابدی ۔ دنیوی ۔ اخروی نقصان تم کو ہی اٹھانا پڑے گا ۔ اُن نقصانات میں سے پہلا نقصان
تو یہ ہوگا کہ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا ۔ تمہارے قدم دین اسلام پر ثابت ہونے کے بعد پھر زائل ہو جائیں گے
بھٹک کر اسلام ۔ قرآن ۔ حدیث ۔ قرب الٰہی ۔ دامن مصطفائی سے بہت دور ہٹ جائیں گے ۔ اس

لیے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پاک اور اُس کی ساری مخلوق کے ساتھ دیانت ۔ امانت ۔ عبادت ۔ ریاضت ۔ صداقت ۔ شرافت ہی کا نام تو دینِ اسلام ہے جب یہ ہی نعمتیں مسلمان کے پاس نہ رہیں تو پھر دینِ اسلام کب رہا ۔ اور دوسرا نقصان یہ ہوگا کہ تم دوستوں میں عہد شکنی ۔ غداری ۔ دھوکہ بازی کے اندر بدنام ہو جاؤ گے ۔ تیسرا نقصان یہ ہوگا کہ ۔ دوسرے لوگوں کو تمہارے ساتھ فریب کاری دھوکہ سازی کا بہانہ مل جائے گا جو تم کو اس حیلے سے انتقاماً بڑے سے بڑا نقصان پہنچا سکتے ہیں چوتھا نقصان یہ ہوگا کہ ۔ جب تمہاری جھوٹی قسموں کا فریب بازیوں کا غیر مسلموں کو پتہ چلے گا تو وہ تمہاری بدکرداری ۔ بددیانتی ۔ ملاوٹ کاری ۔ ملمع سازی کی بنا پر سچے دینِ اسلام سے متنفر اور برگشتہ ہو جائیں گے ۔ اور اسلام قبول کرنے سے رک جائیں گے اِس بنا پر تم کو پانچواں نقصان یہ ہوگا ۔ وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور تم کو دنیا و آخرت کی ذلت ۔ خواری ۔ بےعزتی بے اعتمادی ۔ قتل و غارت ۔ شکست ۔ اور خود ساختہ غلامیت کی نفرت آمیز برائی چکھنی پڑے گی ۔ اِس کی وجہ وُہی ہوگی کہ تم نے اپنے بُرے عمل سے لوگوں کو اللہ کے دین سے سچے راستے سے روشن شریعت سے پیاری طریقت سے روکا ۔ زبانی اگرچہ نہیں مگر عملی زندگی سے گھناؤنے افعال سے بیہودہ حرکات سے گویا کہ تم غیر مسلموں کے اسلام سے قریب آنے میں ایک بڑی رکاوٹ بن گئے تھے اس لئے کہ اسلام تو نام ہی مسلمان کی زندگی کے نقشے کا ہے اسلام جبر ۔ قہر ۔ تیر ۔ تلوار کا نام نہیں ۔ نہ ہی اسلام تلوار سے پھیلا ۔ اس دین نے تو مسلمانوں کے ذاتی و لیوں غوثوں قطبوں والے کردار اور عملی نمونے سے پھیلا ہے لیکن اگر کبھی کسی مسلمان نے تم میں سے انفرادی یا اجتماعی طور پر اپنوں یا غیروں یا بیگانوں سے کسی بھی معاملے میں قسم شکنی ۔ وعدہ خلافی وغیرہ معاذاللہ جرم کیا تو اس کو ساتواں نقصان ۔ بڑا زبردست ابدی خرابی والا یہ ہوگا کہ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۔ اور تمہارے لیے بالکل کافروں جیسا بڑا عذاب ہوگا ۔ اس لیے کہ اپنی ان بُری حرکتوں قسموں کی بے پرواہیوں اللہ کی بے ادبیوں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخیوں کی بنا پر تم اسلام سے نکل چکے ہوگے اور تمہارے اچھے عمل بھی برباد ہو چکے ہوں گے ۔ اور تم کو پتہ بھی نہ چل سکے گا ۔ تم اپنی اس بدخصلتی کو اپنی عقلمندی ۔ سیاسی چال ۔ اور تجارتی نا مولے ہی سمجھتے رہو گے مگر دین دنیا کا دیوالیہ نکل چکا ہو ۔ تمہاری یہ احمقانہ حرکتیں ہو سکتا ہے تم کو سیاسی لیڈر بنا دیں ۔ اور کفار سے چاپلوسی ۔ غیر مسلموں سے الفت مسلمانوں سے نفرت ۔ دشمن اسلام کا ساتھ دینا انبیاء اولیاء سے علیحدہ ہونا ۔ اور اسی قسم کی ابن الوقتی ہو سکتا ہے تم کو چند روزہ دنیوی زندگی میں راس آجائے ۔ مگر اسلام سے ہٹا کر آخرت میں خسارہ ہی خسارہ ہے اس لیے عذاب عظیم ہونا لازمی امر اور سچا فیصلہ ہے ۔ وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ اِنَّمَا هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔ اور اے مسلمانوں دنیا میں شاید تم اللہ کی قسم

اور رب تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد یا اُس کے نام سے کئے ہوئے وعدے کی قدر و قیمت نہ جان سکو
تو ذہن نشین کر لو کہ اللہ کے عہد بہت ہی قیمتی اور شان و عظمت والے اور اہمیت والے ہیں
دنیا کے سارے منافع ساری کائنات کی دولت سارے خزانے اس کے سامنے حقیر و قلیل ہیں۔
لہٰذا تم بیوقوف نہ ہوا اور نہ خرید و تم اپنی چھوٹی چھوٹی سمجھ سوجھ کی بنا پر معمولی باتوں پر اللہ کے عہد
کے بدلے دنیوی تھوڑی قیمت کو کہ ذرا ذاتی فائدہ دیکھا تو اللہ کے اُن عہدوں کو جو نہایت نیک نیتی
سے کلمہ پڑھ کر۔ قسمیں کھا کر۔ حلف دے کر اللہ رسول یا پیر و مرشد سے یا والدین یا بیوی بچوں یا گاہکوں
تاجروں سے یا نکاح بیاہ کے وقت یا قاضی۔ مفتی جج بنتے وقت یا حکومتی کلیدی امانتیں اور ذمہ داریاں
سنبھالتے وقت کئے تھے ایک دم توڑ دو۔ یہ قیامت میں معلوم ہوگا کہ تم نے عہد شکنی کر کے قسمیں
توڑ کر کتنا خراب کام کیا اور کیسا اچھا عمل برباد کر دیا۔ فقط اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں تو یہی وعدہ وفائی
ہی تمہارے لیے ہر طرح اچھی ہے۔ اگر تم دنیا میں ہی اس چیز کو جان لیتے تو پھر عہد شکنی جیسے برے
عمل کی طرف منہ نہ کرو۔ خیال رہے کہ تمام انسان عالم ارواح سے لے کر قبر تک ہزار ہا عہدوں۔ وعدوں
میں پابند بنا کر پیدا کیا گیا ہے۔ اور ان وعدوں کو نبھانا ہی سچی اور دائمی زندگی ہے۔ اسی کا نام ایمان
عرفان اسلام تقویٰ بھلائی کی اہمیت کو بار بار قرآن کریم میں واضح فرمایا جا رہا ہے۔

فائدے

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے

پہلا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت انسانی عقل و فہم سے ورا ہے۔ بندہ نہیں سمجھ
سکتا جس طرح جسمانی اور مادی اعتبار سے تمام مخلوق مختلف ہے اسی طرح ایمانی مذہبی اور دینی روحانی
لحاظ سے بھی سب کو مختلف پیدا فرمایا لہٰذا مسلمانوں کے مسلمان ہونے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی
امت ہونے پر بھی اللہ کا لاکھ لاکھ شکر کرنا چاہیے۔ اور اپنے دین ایمان کی قدر اور حفاظت میں لگے
رہنا۔ بروں سے بچتے اور ڈرتے گھبراتے رہنا چاہیے۔ یہ فائدہ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ (الخ) ۔ سے
حاصل ہوا جس میں باری تعالیٰ کی عظیم بے نیازی کا درس ملتا ہے۔ **دوسرا فائدہ**۔ اللہ تعالیٰ بندے
کے ہر حال سے ہر وقت باخبر ہے۔ اور میدان محشر میں سوال و جواب حساب و کتاب بندے کی آگاہی اور
فیصلہ الٰہی کے لیے ہوگا نہ کہ معلومات کے لیے۔ یہ فائدہ وَلَتُسْئَلُنَّ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔
تیسرا فائدہ۔ دین اسلام اور دین کی چیزیں اتنی عظیم اور قیمتی ہیں کہ تمام عالم دنیا بھی اس کی پوری اور جائز
قیمت نہیں بن سکتا۔ یہ فائدہ ثَمَنًا قَلِيلًا۔ کی تفسیر سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن ان آیت سے چند فقہی مسئلے مستنبط ہوتے ہیں۔
پہلا مسئلہ۔ جھوٹ فریب اور بہانہ بازی ہر حال میں ہی حرام و گناہ اور ناجائز ہے خاص طور پہ اللہ رسول اور دین۔ قسم کی آڑ لے کر۔ یا مذہبی رہنمائی کا لباس پہن کر عالم خطیب امام اور پیر بن کر۔ ایسی حرکتیں تو بہت ہی خطرناک ہیں۔ یہ مسئلہ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا (الخ) کی نہی اور ممانعت سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ**۔ قسم اگرچہ بہت اہم ہے۔ لیکن قانونِ شریعت کے مطابق اگر کوئی مسلمان کسی وقت اچھے عمل یا اچھی بات پر قسم کھالے کہ میں فلاں عبادت یا نیکی حسن سلوک نہیں کروں گا۔ تو چاہیئے کہ قسم توڑ دے اور وہ نیکی کرلے پھر اپنی قسم کا کفارہ دیدے۔ اور اگر گناہ کرنے پر کسی نے قسم کھائی ہو تو بھی گناہ سے باز رہے اور اُس قسم والے وقت کو بغیر گناہ گزر جانے دے اور پھر کفارہ دیدے اگر مطلقاً وقت میں گناہ کرنے پر قسم لی ہو تو یہ کہہ کر قسم توڑ دے کہ میں اپنی قسم توڑتا ہوں اب میں وہ فلاں گناہ ہرگز نہ کروں گا پھر کفارہ دیدے۔ خیال رہے کہ کفارۂ قسم تین ۳ روزے یا دس ۱۰ مسکینوں کا کھانا دینا ہے۔ یہ قسم ٹوٹنے کے بعد واجب ہوتا ہے۔ اگر کسی نے پہلے کفارہ دے دیا بعد میں قسم توڑی تو کفارہ دوبارہ دینا پڑے گا۔ یہ مسئلہ فَتَزِلَّ قَدَمٌ (الخ) کی تفسیر سے مستنبط ہوا۔ **تیسرا ۳ مسئلہ**۔ شریعت کی معرفت اور دین اسلام کے ذریعے جو بھی چیز یا مال وغیرہ مسلمان کے ہاتھ آئے وہ کھانا برتنا مسلمان کے لیئے حلال ہے۔ یہ مسئلہ۔ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ اسی طرح جو چیز شریعت کے قواعد و قانون کے خلاف مسلمان کو ملے وہ مسلمان کے لیے حرام ہے۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔
پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا فَتَزِلَّ قَدَمٌ۔ قَدَمٌ واحد اور نکرہ فرمایا گیا۔ چاہیئے تھا کہ یا معرفہ ہوتا۔ اَلْقَدَمُ۔ یا جمع ہوتا۔ اَقْدَامٌ۔ تاکہ کسی طرح سے اَيْمَانَكُمْ کے مشابہ ہو جاتا وہ معرفہ بھی ہے اور جمع بھی۔ اور قدم پھسلنے کا سبب اسی کو بنایا گیا ہے لہٰذا برابری ضروری تھی۔
جواب۔ برابری اتنی ضروری نہیں جتنی کہ اہمیت کو ظاہر کرنا یہاں قَدَمٌ کو نکرہ واحد فرما کر یہ بتایا گیا کہ ایک عام قدم پھسلنا بھی عظیم نقصان ہے۔ تو بہت سے خصوصی قدم پھسلنے کا کیا حال ہوگا۔
دوسرا اعتراض۔ یہاں پہلے فرمایا گیا۔ وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ پھر فرمایا گیا وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ حالانکہ سُوْٓء اور عذابِ عظیم۔ ایک ہی چیز ہے۔ تو اس تکرار کا کیا فائدہ۔؟ **جواب**۔ سُوْٓء یعنی برائی سے مراد دنیوی مصیبت ذلت بے اعتمادی۔ رسوائی ہے۔ اور اس کا تعلق دَخَلًا سے ہے۔ اور وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ

سے مراد اُخروی سزا ہے اور اِس کا تعلق فَتَزِلَّ قَدَمٌ سے ہے۔ یعنی اگر قسموں کو فریب کاری بناؤ گے تو دنیوی برائی ملے گی اور اگر دین سے قدم پھسل گیا تو اُخروی عذاب ملے گا۔

تفسیر صوفیانہ

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ بیشک اللہ خالق قلب وقالب۔ قلبِ منوّر کو ہر کیفیتِ واردات میں طالبانِ معرفت سے عدلِ اعمالِ لطیفہ اور مسافرانِ وادیِ قرب سے احسانِ ہدایتِ راہ کا حکم فرماتا ہے۔ اور حواسِ ظاہری کو تلقینِ افعالِ صالحہ اور حواسِ باطنی کے اہلِ قرابتِ جسدی کو انوارِ صحبت دینے کا حکم فرماتا ہے۔ اور قلبِ عرفانی کو منع فرماتا ہے۔ خواہشاتِ شہوانیہ کے فحشا سے ۲ اور کفرانِ منکر سے ۳ اور تصوراتِ متکبرانہ کی بغاوت سے۔ اے اعضاءِ جسدیہ رب کریم تم کو درسِ روحانیت کی نصیحت شفقت فرماتا ہے تاکہ تم ہمہ وقت یادِ الٰہی کے مراقبۂ تجلیات میں شاغل رہو نفسِ انسانی ایک ایسا جوہر ہے جو زمرۂ ملائکہ سے ہے اور روحِ انسانی عالیہ قدسیہ ہے مگر جب روح وجسد اس جہان میں داخل ہوئے تو تعلقاتِ عُلیا سے خالی تھے۔ لیکن اصل مقامِ قدس تک پہنچنا مقصدِ حیات تھا لہٰذا اُن کو چھ حکم دیئے گئے تین کرنے والے اور تین نہ کرنے والے تاکہ معارفِ الٰہی اور اعمالِ صالحہ میں ترقی ہو۔ اور اس ترقی سے نعمتیں حاصل ہوں۔

ع۱ عالمِ غیب کی طرف ترقی عدل ہے ع۲ قدس کی چوکھٹ کی طرف رسائی احسان ہے ع۳ ملائکہ مقربین کی محفلیں ایتاء ہے اور جوارِ ربوبیت قربیٰ ہے جن تین سے منع کیا گیا ہے وہ ان سعادتوں کے حصول میں خطرناک رکاوٹیں ہیں اور خیراتِ روحانیہ کی کامیابیوں سے روکنے والی لہٰذا تین کا حکم اور تین سے ممانعت کردی گئی تاکہ مسافرانِ عالمِ دنیا کے لیے عرصۂ قیامت تک رسائی آسان ہو۔ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ اے عالمِ جسمانیت کے قلوب وعقول بصارت وبصیرت اللہ کے عہد پورے کرو تم جو عالمِ اسرار میں حریمِ خلوت گاہ قدس کے آستانے پر فکرِ مشاہدات کے عہد باندھے تم نے اور تخیلاتِ باطنی کی قسموں کو ارادوں اور نیتوں سے مضبوط کرلینے کے بعد کفر شرک فسق کے ہتھیار سے نہ توڑو تم حالانکہ عالمِ ارواح میں تمہاری روحوں کی زبان نے اپنے اعمالِ باطنی دستی پر اللہ خالق ارواح واجسام کو کفیل وشاہد تسلیم کیا تھا۔ بیشک اللہ جانتا ہے جو بھی تم اپنے ارادۂ باطنی میں کرتے ہو یا کروگے وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ؕ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ؕ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ

اے بیابانِ ناسوتی میں رہنے والے قوتِ اخلاص کے مردانِ حُر ہو جاؤ۔ اُس بوڑھی عقل خروس کی طرح مت بنو۔ جو ارادات میں دہور کو دُسواس منّا اور وہمیاتِ زوال میں برباد کر دے مضبوط نیت کے بعد افکار پریشان کر کے۔ اے عقلِ شباب والو اپنے راہِ سلوک کے قدموں کو اپنے ہی ظاہر والوں کے لیے دھوکہ فریب نہ بنالو اس خیالِ باطل میں کہ شاید عالمِ ناسوت کا نفع عالمِ لاہوت پر غالب ہو۔ یہ دونوں عالمِ امتحان گاہ اَزلی ہیں حیاتِ دنیوی سے بیشک اللہ تعالیٰ تم کو آزماتا ہے۔ اور یہ بیابانِ ظلماتِ حواسِ باطنی و ظاہری اس لیے بنایا گیا تاکہ قیامتِ سعادت و شقاوت کے دن تمہارے لیے تمہارے وہ افکار و اعمال و اشغال نیات و ارادات ظاہر و بیان فرمائے جس میں تم اختلاف کرتے تھے وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَتُسْئَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ اور اگر مولیٰ تعالیٰ چاہتا تو تمام ہی حواسِ ظاہری و باطنی کو بیابانِ ظلمت سے نکال کر راہِ طلب کے مسافرانِ مراد کا ایک گروہ ہی بنا دیتا۔ لیکن مشاہدۂ انوار کی شانِ اعلیٰ ظاہر فرمانے کے لیئے جس کو چاہتا ہے شقاوتِ باطنی کی وجہ سے قعرِ مذلّت میں گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے قربِ ذات اور منزلِ مرادی ایصال الی المطلوب والی ہدایت عطا فرماتا ہے۔ اور اے قالبِ جسدی میں بدطلبی کا انتشار پھیلانے والو البتہ ضرور تم سب قیامتِ محرومی میں اپنے اپنے اعمالِ خواہشات و جوارحات کے بارے میں پوچھے جاؤ گے وَلَا تَتَّخِذُوْۤا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ اور نیاتِ مراد کی قسموں کو کساوتِ قلبی اور شقاوتِ نفسی کے لیے دامِ تزویر نہ بناؤ کہ وادیِ طلب میں زہد و عبادت کے قدم صراطِ وحدتِ ذات سے ہٹ کر شہواتِ نفسانیہ میں پھسل جائیں۔ اور عقل و شعور کو معرفتِ الٰہیہ کے راہِ انوار سے روکنے کا عذابِ محرومی اور بُعد و ہجران کی بُرائی تم کو پہنچے۔ اور ظلماتِ نفس کا بڑا عذاب تم جیسے اہلِ شقاوت کے لیے ہی ہے لہٰذا اے راہِ سعادت پر چلنے کی خواہش رکھنے والو۔ وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اللہ کے وعدۂ خلوتِ اخلاص کے اصل سرمایہ کو ریاکاری کے کھوٹے سکوں قلیل و حقیر قیمت کے عوض مت خریدو۔ تمہارے لیئے دنیا جہان میں فقط وہی نعمتِ مشاہدۂ جمال اور دامنِ محبوب کی ٹھنڈی راحت خیرِ کائنات ہے جو اللہ کے پاس ہے۔ اگر تم ان حقائق اصلیت کو بصیرتِ قلبی سے جان لیتے۔ اہلِ شوق اور صاحبِ درد کی مثال اُس گیلی لکڑی کی طرح ہے جو آگ میں پڑی ہو کہ ایک طرف آگ ہو دوسری طرف آنسوؤں کا پانی نکلتا ہو۔ دنیا کے دو قدم ہیں۔ ۱ آنے کا قدم مشغولیت ہے ۲ اور جانے کا قدم حسرت ہے اسی لیے اس دُنیا کو ثمنِ قلیل فرمایا گیا۔ دنیا

کو برا کہنا بد ہے مگر اس کو چاہنا بدتر ہے۔ اے بندے خیر کا خریدار بن۔ شریعت کی زکوٰۃ ڈھائی فی صد ہے مگر طریقت کی زکوٰۃ یہ ہے کہ ڈھائی فی صد اپنے لیئے رکھے باقی مال محبوب کی راہ میں لٹا دے یہاں تک کہ قلب و جگر بھی لٹا دے اپنے قبضے میں نہ رکھے۔ محبوب ذات کے قبضے میں دیدے۔ عارفین فرماتے ہیں کہ خیر اصل دولت ہے اور اس کا ڈھائی فی صد دنیا ہے۔ اس لیئے ساری دنیا کو لٹا دینا حق زکوٰۃ ادا کرنا ہے اسی لیے فقراءِ طریقت کے لیے ایک پیسہ بھی رکھنا گناہ ہے کہ وہ زکوٰۃ کا مال ہے۔ اولیاء اللہ کا ساری دنیا پر اسی لیے تصرف و اختیار ہے کہ یہ ان ہی کی نکالی ہوئی زکوٰۃ ہے۔ اور تمام خیر ان کے لیے ہے۔ دنیا دار دنیا پرست ایمانی غریب اور روحانی تنگدست ہے۔ اسی لیے آستانۂ فقراءِ سالکین سے ان کو دنیا بطور زکوٰۃ بانٹی جاتی ہے دنیا کتی ہوئی خوبصورت سوت یا اون ہے۔ جن کو مجذوبین الٰہی۔ نَقَضَتْ غَزْلَهَا۔ کی مثل انکاثا کر دیتے ہیں۔ اور امتحانِ قضا و قدر میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۗ وَلَنَجْزِيَنَّ

جو پاس ہے تمہارے فنا ہو جائے گا اور جو پاس ہے اللہ کے باقی رہنے والا ہے اور البتہ ضرور بدلہ دیں گے ہم

جو تمہارے پاس ہے ہو چکے گا اور جو اللہ کے پاس ہے ہمیشہ رہنے والا ہے اور ضرور ہم صبر کرنے والوں کو

الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا

ان کو جو صابر رہے اجر ان کا زیادہ اچھا ہے اس سے جو وہ نیکیاں

ان کا وہ صلہ دیں گے جو ان کے سب سے اچھے کام کے قابل ہو جو

يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ

کرتے رہے جس نے عمل کیا اچھا مردوں عورتوں

اچھا کام کرے مرد ہو یا عورت

اُنۡثٰی وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡیِیَنَّهٗ حَیٰوةً طَیِّبَةً ۚ وَ

یں سے اور وہ مومن بن گیا تو البتہ ضرور زندگی دیں گے ہم اس کو نہایت خوشگوار زندگی اور

اور ہو مسلمان تو ضرور ہم اسے اچھی زندگی جلائیں گے اور

لَنَجۡزِیَنَّهُمۡ اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا كَانُوۡا

البتہ ضرور بدلہ دیں گے ہم ان کو اس سے کہیں زیادہ اچھا جو وہ نیکیاں کرتے رہے

ضرور انہیں ان کا نیگ دیں گے جو ان کے سب سے

یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۷﴾ فَاِذَا قَرَاۡتَ الۡقُرۡاٰنَ فَاسۡتَعِذۡ

پس تم جب تلاوت قرآن کرو تو

بہتر کام کے لائق ہوں ۔ تو جب تم قرآن پاک پڑھو تو اللہ کی پناہ مانگو

بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ﴿۹۸﴾ اِنَّهٗ لَیۡسَ

اعوذ باللہ پڑھایا کرو ۔ بیشک حقیقت ہے کہ نہیں ہے

شیطان مردود سے ۔ بیشک اس کا کوئی قابو ان پر نہیں

لَهٗ سُلۡطٰنٌ عَلَی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَلٰی رَبِّهِمۡ

لیے اس کے کوئی قوت پر ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور پر رب اپنے

جو ایمان لائے اور اپنے رب ہی پر بھروسہ

یَتَوَكَّلُوۡنَ ﴿۹۹﴾ اِنَّمَا سُلۡطٰنُهٗ عَلَی الَّذِیۡنَ یَتَوَلَّوۡنَهٗ

بھروسہ کرتے ہیں ۔ فقط اس کی قوت پر ان کے ہے جو دوستی کرتے ہیں اس سے

رکھتے ہیں اس کا قابو تو انہیں پر ہے جو اس سے دوستی کرتے ہیں

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ ع

اور یہی وہ لوگ ہیں جو اُس کو شریک سمجھتے ہیں۔

اور اُسے شریک ٹھیراتے ہیں

تعلق ان آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق - پچھلی آیتوں میں حرام طریقوں سے دولت کمانے کی ممانعت فرمائی گئی تھی اب ان آیتوں میں ایسی دولت کی حقیقت بتائی جارہی ہے کہ وہ تو فنا ہی فنا ہے۔ بقا تو صرف حلال دولت کو ہے۔ **دوسرا تعلق** - پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ جو دولت اللہ کی ہے وہی خیر ہے۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ کی خوشنودی والی چیزیں حاصل کرنا ہی اعمالِ صالحہ ہیں۔ **تیسرا تعلق** - پچھلی آیت میں یہ ظاہر ہوا تھا کہ انسان مختلف گروہوں میں بٹا ہوا ہے۔ اب بتایا جارہا ہے اللہ کا گروہ کونسا ہے۔

شانِ نزول مشرکینِ مکہ آیت کے منسوخ ہونے کا تمسخر اڑاتے تھے اور طرح طرح سے طعن بازیاں کرتے رہتے تھے ان کو اس کی عظیم حکمت کا کیا پتہ تھا۔ اس پر یہ دس آیتیں نازل ہوئیں۔ از آیت ۹۶ تا آیت ۱۰۵۔

تفسیر نحوی مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً

مَا موصولہ عِنْدَ اسم ظرف مکانی بمعنی پاس قریب۔ قرب تین قسم کا ہوتا ہے۔ ۱ قرب جسم یعنی قربِ وجودی ۲ معنوی ۳ قرب محبوبی۔ یہاں تینوں قرب مراد ہیں۔ مضاف ہے کُمْ ضمیر مضاف الیہ لہٰذا مجرور متصل مرجع مسلمین۔ مرکب اضافی ظرف ہے پوشیدہ موجودٌ کا۔ یہ جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صلہ ہوا موصول کا اور وہ مبتدا ہے۔ يَنْفَدُ باب فتح یا سمع کا مضارع مثبت معروف واحد مذکر غائب هُوَ ضمیر مقدرہ فاعل جس کا مرجع مَا موصولہ ہے۔ نَفَدٌ سے بنا ہے بمعنی فنا ہونا مٹ جانا۔ استعمال کر کے بھی اور بغیر استعمال بھی۔ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ خبریہ مستقبل خبر ہے مبتدا کی۔ واؤ سے جملہ۔ مَا موصولہ عِنْدَ اللّٰہِ یہ اضافی مرکب مَوْجُوْدٌ پوشیدہ کا ظرف ہے اور جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صلہ موصول مل کر مبتدا۔ بَاقٍ۔ باب ضَرَبَ کا اسم فاعل واحد مذکر۔ هُوَ مستتر فاعل مرجع مَا موصولہ جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر مبتدا۔ واؤ استینافیہ لَنَجْزِيَنَّ لام تاکید بالون تاکید ثقیلہ مستقبل معروف جمع متکلم ایک قرأت میں لَيَجْزِيَنَّ ہے واحد غائب مذکر مخاطب اللہ تعالےٰ

جملہ مجدّدہ ہے۔ جَزٰی ناقص یائی سے بنا ہے۔ اسی سے ہے جَزَاءٌ بمعنی بدلہ دینا۔ نَحْنُ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل ہے اَلَّذِیْنَ۔ اسم موصول جمع مذکر اس کا مفعول بہ صَبَرُوْا باب نَصَرَ کا ماضی مطلق جمع مذکر غائب هُمْ مستتر اس کا فاعل صَبْرٌ سے بنا ہے بمعنی۔ رکنا۔ برداشت کرنا۔ جھیلنا۔ شور و فریاد نہ کرنا کسی تکلیف پر شکوہ شکایت نہ کرنا۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا اَلَّذِیْنَ کا۔ مفعول اول ہے۔ اَجْرَ اسم مفرد حاصل مصدر بمعنی بدلہ اُجرت۔ انعام۔ مضاف ہے هُمْ ضمیر کا مرجع اَلَّذِیْنَ ہے۔ مرکب اضافی مفعول بہ دوم ہے۔ بِ حرف جر برائے مقابلہ و بدلا اَحْسَنِ۔ اسم تفضیل صیغہ واحد مذکر۔ بمعنی صفت مشبہ حَسَنٌ یعنی سب اچھے اعمال۔ یا تفضیل اپنے ہی معنی میں ہے۔ تب اَحْسَنِ کا تعلق اَجْرَ سے ہے نہ کہ صَبَرُوْا سے یعنی ادنیٰ عمل کا ثواب اعلیٰ عمل کے برابر ہوگا۔ یہ شان صرف صابرین کی ہے۔ مضاف ہے۔ یہ اضافت ملیۃ ہے۔ دراصل تھا بِاَحْسَنِ مِمَّا۔ مَا۔ موصولہ کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ باب سَمِعَ کا ماضی استمراری صیغہ جمع مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر کا مرجع صابرین ہیں۔ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مل کر صفت مضاف الیہ اَحْسَنِ کا۔ وہ مجرور متعلق ہے صَبَرُوْا کا وہ جملہ فعلیہ صلہ ہے اَلَّذِیْنَ کا اور موصول صلہ مفعول بہ لَنَجْزِیَنَّ کا۔ مَنْ۔ اسم موصول شرطیہ عَمِلَ۔ باب سَمِعَ کا ماضی مطلق مثبت معروف واحد مذکر غائب هُوَ مستتر فاعل جس کا مرجع ہے مَنْ شرطیہ موصولہ صَالِحًا باب ضَرَبَ کا اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ بحالت نصب ہے حال ہے عَمِلَ کا یا صفت ہے عَمَلَ کے فاعل کی۔ مِنْ جارّہ بعضیت کا۔ ذَكَرٍ۔ اسم مفرد جامد نکرہ متمکن بمعنی مذکر (نر) انسان مسلمان۔ معطوف علیہ اَوْ حرف عطف بمعنی واؤ عاطفہ جمعیت کے لیے۔ یعنی اور اُنْثٰی۔ اسم تفضیل مؤنث بروزن فُعْلٰی۔ اُنُثٌ سے مشتق ہے بمعنی۔ مؤنث ہونا۔ مادہ ہونا۔ عورت ہونا۔ بحالت کسرہ ہے کیونکہ عطف تابع ہے ذَكَرٍ کا۔ یہ جملہ معطوف ذوالحال ہوا واؤ حالیہ هُوَ ضمیر مرفوع منفصل مبتدا واحد مذکر غائب۔ مرجع جملہ معطوف یعنی مذکر مؤنث دونوں ہیں۔ مُؤْمِنٌ۔ باب افعال کا اسم فاعل واحد مذکر اس کا مصدر ہے اِیْمَانٌ۔ اَمْنٌ سے بنا ہے بمعنی ایمان لانا۔ اسلام قبول کرنا۔ ترجمہ ہے ایمان والا۔ بحالت رفع ہے خبر ہے مبتدا کی وہ جملہ اسمیہ ہو کر حال ہے۔ وہ ذوالحال حال مل کر مجرور متعلق ہے عَمِلَ کا عَمِلَ جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر شرط ہوئی۔ فَ جزائیہ لَنُحْيِيَنَّ لام تاکید با نون تاکید ثقیلہ مستقبل معروف صیغہ جمع متکلم نَحْنُ ضمیر مقدرہ اس کا فاعل مراد اللہ تعالیٰ۔ باب افعال سے ہے اِحْيَاءٌ مصدر ہے بمعنی زندہ کرنا۔ زندگی بخشنا۔ متعدی بدو مفعول ہے۔ ہٗ ضمیر واحد غائب مفعول بہ اول ہے اس کا مرجع مومن ہے حَيٰوةً۔ اسم مفرد جامد بمعنی زندگی موصوف ہے طَيِّبَةً۔ اسم مفرد جامد۔ بمعنی پاکیزہ۔ ستھری۔ خوشگوار۔ بحالت نصب ہے کیونکہ صفت تابع ہے۔ حَيٰوةً کی۔ موصوف صفت مفعول بہ دوم ہے لَنُحْيِيَنَّ۔ کا۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر

جزا ہوئی۔ شرط اور جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوگیا۔ یہ ہمیشہ انشائیہ ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ جملہ انشائی دس قسم کے ہیں۔

۱ امر ۲ نہی ۳ استفہام ۴ تمنی ۵ ترجی ۶ نداء ۷ عرض ۸ قسم ۹ تعجب ۱۰ عقود۔ جملہ شرطیہ عقود میں سے ہے۔ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ۔ إِنَّمَا سُلْطَانُهُ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُ وَالَّذِينَ هُمْ بِهِ مُشْرِكُونَ واؤ سر جملہ لَنَجْزِيَنَّ لام تاکید با نون تاکید ثقیلہ مستقبل مثبت معروف صیغہ جمع متکلم مراد ذات واحد تبارک و تعالیٰ ہے۔ جمعیت فقط فصاحت کلام کے لیے ہے باب ضَرَبَ سے ہے۔ بمعنی بدلہ دینا هُمْ ضمیر کا مرجع مُؤمن ہے اور وہ جنسی جمع ہے اس لیے هُمْ ضمیر جمع ہے منصوب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے أَجْرَ اسم مفرد جامد بمعنی اُجرت۔ تنخواہ۔ محنت عوض۔ انعام۔ یہاں دونوں جگہ انعام ہے۔ کیونکہ مملوک اور غلام کا اجر عوض یا بدلہ نہیں ہوتا نہ وہ مستحق ہوتا ہے۔ أَجْرَ مضاف هُمْ ضمیر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مفعول بہ دوم ہے فعل تاکیدی کا۔ بِ جارّہ عوض مقابلے کے لیے أَحْسَنِ۔ اسم تفضیل مذکر۔ بمعنی أَحْسَن۔ مضاف ہے مَا موصولہ كَانُوا يَعْمَلُونَ ماضی استمراری عَمَلٌ سے بنا ہے بمعنی اعضا سے کام کرنا۔ اچھے یا برے یہاں مراد اچھے ہیں۔ هُمْ اس کا فاعل پوشیدہ ہے فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ ہوا۔ موصول صلہ مفعول مضاف الیہ أَحْسَنِ اسم تفضیل مضاف اپنے مفعول مضاف الیہ سے مل کر شبہ جملہ ہوکر مجرور متعلق ہے لَنَجْزِيَنَّ کا۔ فَ۔ زائدہ۔ إِذَا۔ حرفِ شرط ظرفیہ زمانیہ قَرَأْتَ۔ فعل ماضی مطلق واحد مذکر حاضر أَنْتَ ضمیر اس کا فاعل اس میں مقدر ہے۔ خطاب مومن سے ہے۔ باب فَتَحَ سے ہے قَرْءٌ سے مشتق ہے بمعنی لفظوں کو پڑھنا۔ دیکھ کر یا حفظ شدہ۔ الف لام تعریفی (معرّف باللام) قرآن۔ اسم مفرد مشتق ہے یا قَرْءٌ سے بنا ہے بمعنی پڑھنا۔ آخر میں الف نون زائد ہے۔ بروزنِ فُعْلَانٌ۔ مبالغے کا صیغہ بمعنی بہت پڑھا ہوا۔ دنیا میں کسی کتاب کا یہ صفاتی نام اسم با مسمّٰی نہ ہوا بجز نبی کریم رؤف رحیم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی کتاب مجید کے اور یا یہ لفظ قَرْنٌ سے بنا ہے مبالغہ کا صیغہ بمعنی بہت ملانے والا جمع ہونے والا۔ تب یہ نون مادّہ کی اصلیہ ہے زائد نہیں ہے۔ بروزنِ فُعَالٌ۔ بحالت فتح ہے مفعول بہ ہے قَرَأْتَ کا یہ جملہ فعلیہ ہوکر شرط ہوئی۔ فَ جزائیہ اِسْتَعِذْ۔ باب اِسْتِفْعَالٌ کا امر حاضر معروف صیغہ واحد مذکر حاضر۔ أَنْتَ مستتر اس کا فاعل مراد ہے مومنٌ۔ مصدر ہے اِسْتِعْوَاذٌ۔ اور اِسْتِعَاذَةٌ عَوْذٌ اجوف واوی سے بنا ہے بمعنی پناہ مانگنا۔ یا پکڑنا۔ یا پناہ کی طرف جانا۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں بِ جارّہ اضافت کی یا تعدی کی۔

اَللّٰہِ مجرور مفرد بِ جارہ سے متعلق اوّل ہے اِسْتَعِذْ کا مِنْ جارہ بمعنیٰ عَنْ جارہ مجاوزت کا۔ الف لام استغراقی بمعنیٰ ہر شیطان یا عہد خارجی بمعنیٰ ابلیس۔ یا اسمی ہے بمعنیٰ اَلَّذِیْ، شیطٰن۔ اسم مبالغہ صفتِ مشبہ بروزنِ فَیْعَالٌ یا فِعْلَانٌ شَطْنٌ یا شَطْہٌ سے بنا ہے۔ بمعنیٰ دور ہونے والا۔ سرکش ہونے والا موصوف ہے۔ الف لام عہدی رَجِیْم بروزنِ فَعِیْل صفت مشبہ رجمٌ سے بنا ہے بمعنیٰ۔ دُھتکارہ ہوا پتھروں سے یا کسی چیز کو پھینک کر مارا ہوا۔ صفت ہے یہ مرکب توصیفی مجرور ہے متعلق ہے اِسْتَعِذْ کا۔ وہ جملہ فعلیہ ہو کر جزا ہے۔ شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ انشائیہ ہوا۔ اِنَّ حرفِ تحقیق یہ معنوی نام ہے حرف مشبہ بالفعل کا عملی نام ہے۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اس کا اسم منصوب متصل مرجع شیطان ہے۔ لَیْسَ۔ فعل تامہ ماضی منفی صیغہ واحد مذکر غائب ناقصہ تھا۔ اِس کی صرفِ صغیر نہیں ہوتی۔ لام جارہ تعدیہ (مفعولیت کا) ہٗ ضمیر مجرور متصل مرجع شیطان ہے۔ جار مجرور متعلق ہے لَیْسَ کا سُلْطٰنٌ۔ بروزن فُعلانٌ۔ اسم مبالغہ نکرہ اسم متمکن سَلْطٌ یا سلیطٌ سے بنا ہے۔ سَلْطٌ بمعنیٰ غلبہ ہونا۔ اسی سے ہے مسلط ہونا سلیط بمعنیٰ روشنی ہونا۔ آگ کی۔ سُلْطٰنٌ بمعنیٰ۔ غلبہ۔ حکومت۔ بادشاہ۔ حاکم۔ حاکمیت۔ دلیل۔ قوت۔ ظاہر چیز۔ یہاں پہلے معنیٰ مراد ہیں۔ بحالتِ رفع فاعل ہے عَلٰی جارہ اِستعلائی۔ اَلَّذِیْنَ۔ اسم موصول جمع۔ آمَنُوْا باب اِفعال کا ماضی مطلق جمع مذکر غائب مصدر ہے اِیْمَانٌ بمعنیٰ دینِ اسلام قبول کرنا۔ ھُمْ ضمیر مستتر اِس کا فاعل فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صِلہ ہوا اَلَّذِیْنَ کا وہ موصول صِلہ مل کر مجرور ہوا عَلٰی سے جار مجرور معطوف علیہ واؤ عاطفہ عَلٰی جارہ فوقیت کا رَبِّھِمْ مرکب اِضافی جار مجرور متعلق مقدم ہے اس تقدّم سے حصر کا فائدہ ہوا۔ یَتَوَکَّلُوْنَ۔ باب تَفَعُّلٌ کا مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب تَوَکُّلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ بھروسہ کرنا۔ وَکْلٌ مادہ ہے۔ بمعنیٰ سپرد کر دینا۔ قبضے میں کر دینا ھُمْ اس کا فاعل ہے۔ یہ فعل با فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مجرور ہوا پھر معطوف ہوا۔ جملہ عاطفہ متعلق دوم ہے لَیْسَ کا۔ وہ جملہ فعلیہ منفیہ ہو کر خبر اِنَّ اور جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مکمل ہوا۔ اِنَّ حرف تحقیق عملاً لغو معنیً مفید۔ مَا کافہ۔ یہ لفظ بسیط ہو گیا۔ سُلْطٰنُہٗ مضاف ہٗ ضمیر مضاف الیہ مرکب اضافی مبتدا ہے۔ عَلٰی جارہ استعلائیہ (فوقیت کا بمعنیٰ پر) اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر۔ یَتَوَلَّوْنَ۔ باب تَفَعُّلٌ کا مضارع مثبت معروف جمع غائب مصدر ہے تَوَلّیٌ وَلْیٌ ــــ لفیف مفروق سے بنا ہے بمعنیٰ محبت کرنا۔ دوستی کرنا۔ مددگار ہونا۔ وارث ہونا۔ یہاں پہلے معنیٰ میں ہے۔ دراصل یَتَوَلَّیُوْنَ تھا بمعنیٰ دوستی لگاتے ہیں۔ ہٗ ضمیر کا مرجع شیطان ہے مفعول بہ ہے یَتَوَلَّوْنَ کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مل کر معطوف علیہ ہوا۔ واؤ عاطفہ اَلَّذِیْنَ اسم موصول ھُمْ ضمیر جمع مرفوع اس لیے کہ مبتدا ہے

منفصل اس لئے کہ جدا ہے۔ ب جارہ یا سببیہ ہے تب ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع شیطان ہے اور ترجمہ ہے کہ بذات خود اس کے ذریعے اس کے عمل یا اس کے بہکانے کے سبب۔ یا یہ ب جارہ تعدیہ ہے۔ تب بھی ہ کا مرجع شیطان ہے اور معنی ہے اس کو شریک بنانے والے۔ یہی ترجمہ اعلیٰحضرت نے اور ہم نے اختیار کیا۔ یا یہ ب جارہ اضافت کا اور ترجمہ ہے اس کا شریک بنانے والے تب ہ کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے۔ مگر یہ معنی بعیدی ہیں کیونکہ سباق کے خلاف ہے۔ یہ جار مجرور متعلق مقدم ہے اس تقدم نے حصر اور شدت پیدا کی۔ مُشْرِکُوْنَ باب افعال کا اسم فاعل صیغہ جمع مذکر۔ مصدر ہے اِشْرَاکٌ شِرْکٌ سے بنا ہے۔ بمعنی بت پرستی۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب پوشیدہ اسکا فاعل یہ جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صلہ ہوا۔ موصول صلہ کی پوری عبادت مل کر معطوف ہوا جملہ عاطفہ مجرور ہو کر متعلق ہے۔ وَاقِعٌ پوشیدہ یا مُسَلَّطٌ پوشیدہ اسم فاعل کا وہ جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر ہے سُلْطٰنُہٗ مبتدا کی۔ اور وہ جملہ اسمیہ مکمل ہوا۔

تفسیر عالمانہ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ اے انسانو جو کچھ تمہارے پاس ہے تمہاری عقل فہم خرد۔ علم۔ بصیرت۔ تدابیر سیاست۔ چالبازی۔ اور اپنی چالبازیوں سے کمائی ہوئی دنیوی دولت تجارت۔ حکومت وہ سب کا سب عنقریب بہت جلدی سب فنا اور ختم ہو جائے گا اور ہمیشہ باقی رہنے والا وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس کی رحمت۔ فضل۔ کرم۔ رضا۔ خوشنودی بندوں کے نیک اعمال اور ان کا ثواب۔ اخروی عزت۔ شان و شوکت اللہ کی چیزوں کو بقا ہے۔ تو پھر باقی دولت کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے نہ کہ فانی حقیر کی۔ اور جن لوگوں نے اس نکتے کو سمجھ لیا اور ہر کام میں اللہ رسول کی خوشنودی کا خیال رکھا شریعت طریقت کی پابندی لازم رکھی۔ دنیاداروں کی عیاشی حرام خوری اور ناجائز تجارت سے منہ موڑا۔ اور ہر طرح مکمل صبر کیا۔ تجارت میں نقصان پر صبر دنیا کی مصائب پر صبر۔ کھیلوں تماشوں سے دور۔ حلال روزی پر مسرور۔ حرام روزی سے نفور۔ اہل شر کے طعنوں سے بے پرواہ ہو کر صبر و شکر کی ایسی پاکیزہ زندگی گزاری جس کے لیے پیدا کئے گئے تھے۔ ہم ان کو ان کے ان پاکیزہ اعمال کے اجر میں ایسی شان والی جزا عطا فرمائیں گے جو ان اعمال سے کہیں زیادہ اچھی اور بڑھ چڑھ کر ہوگی جو وہ دنیا میں ہزارہا تکلیفیں جھیل کر کرتے رہے۔ کہ خود انہوں نے تو ہر شخص سے عدل۔ احسان اور صلہ رحمی۔ وعدہ وفائی اور قسم کا پورا پورا خیال کیا اور تمام ممنوعات سے بچتے ہوئے شریعت و طریقت کے دامن کو ساری عمر مضبوطی و پابندی سے تھامے رکھا۔ اور دوسروں کی عہد شکنی۔ وعدہ خلافی اور قسم کی بے پرواہی پر پورا صبر کیا۔ ہمارا یہ ازلی ابدی قانون کریمانہ ہے

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

جو شخص بھی عورتوں مردوں میں سے نیک اعمال اچھے کام اصلاحی کردار کرے بشرطیکہ مسلمان ہو۔ تو ہم اُس کو ابتدا سے ابدالآباد تک ایسی پیاری شاندار زندگی عطا فرمائیں گے جس کو حیاتِ طیبہ کہا جاتا ہے دنیا میں بھی کہ اُس کو۔ سکون اطمینانِ قلبی۔ توفیقِ عبادات۔ ذکر و فکر و عبادت میں لذت۔ فسق و فجور سے نفرت۔ پاکیزہ دولتوں کی کثرت۔ حرام غذا سے بچنے کی ہمت۔ غریبی حالت میں بھی شکر صبر اور قناعتِ قلبی (دل بھرا پُرا رہنا) ہر وقت اطاعت و عبادت میں گزر بسر ساری عمر گزارنا۔ دنیوی دینی کامیابیاں۔ اور بندے کی تمام تدابیر رب تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہونا۔ نیک نامی اچھی شہرت پاکیزہ تذکرہ۔ مقبول عبادت۔ نفس و شیطان اور جان لیوا دشمنوں سے بچا رہنا۔ صحابہ کرام۔ تابعین مجتہدین کے مختلف اقوالِ طیبات کے مطابق یہ سب کی حیاتِ طیبہ ہے۔ اسی طرح قبر میں حیاتِ طیبہ کی نوازشیں ہوتی ہیں کہ دیدارِ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی جلوہ ریزیاں۔ امتحانِ قبر کی کامیابی۔ جنت کی ہوائیں۔ رب تعالیٰ کی رضائیں۔ دلہنوں کی طرح آرام کرنے کی ادائیں تا قیامت مزار پر رونقیں۔ ختم قرآن مجید اور ایصالِ ثواب کی محفلیں۔ اپنے پرایوں میں ذکرِ جمیل کی مجلسیں۔ قصیدہ خوانیاں فَاذْكُرُوْنِىْٓ اَذْكُرْكُمْ کی دیدہ سامانیاں زندگی کی ایسی خوشنمائیاں کہ قبروں میں بھی مخلوقِ الٰہیہ کی حاجت روائی مشکل کشائی ہو رہی ہے۔ مزارات پر مانگنے والے سائلوں کی قطار بندیاں۔ اور جب روزِ محشر ہو گا پھر تو خود حیاتِ طیبہ نثار ہو جائے گی۔ جب تاجِ نور پہنا کر تختِ محشر پر بٹھایا جائے گا۔ جب لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ کا مژدہ سنایا جائے گا۔ جب سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ کا نغمہ سنایا جائے گا۔ جب کوثر کا جام پلایا جائے گا۔ جب ابدی حیات کا تمغہ عطا فرمایا جائے گا جب جنت کا مقام دکھایا جائے گا۔ جب حرم مکہ مکرمہ کی ایک نماز کو لاکھ گنا اور حرم مدینہ منورہ کی ایک نماز کو پچاس ہزار اور بیت المقدس کی ایک نماز کو ایک ہزار بنایا جائے گا۔ جب ایک ایک نیکی کا ثواب دس گنا بلکہ خشوع و خلوص کے درجہ بدرجہ سات سو گنا دیا جائے گا جب آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری سہانی مسکراتی شفاعت کا زیور پہنایا جائے گا۔ جب خوشنودیِ ربانی کا لباسِ ابدی زیبِ تن کرایا جائے گا۔ تب حیاتِ طیبہ کا پورا نظارہ اور وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ کی سچی تفسیر آشکارا ہو گی۔ آج تو سنایا جا رہا ہے کہ ہم کئی گنا زیادہ اچھا اجر عطا فرمائیں گے لیکن اُس دن نظارہ ہو گا کہ دیکھوا سے منکرو۔ کافرو ہم اپنے سیدھے سادے بھولے بھالے مخلص مومنوں کو ایسی عظیم جزا دے رہے ہیں جو اُن کی تمام نیکیوں سے اچھی ہے

زیادہ ہے۔ لہٰذا ایمان والے جب بھی نماز یا غیر نماز میں قرآن مجید لفظی پڑھے۔ یا ورد وظیفے میں یا قرآن مجید کا وعظ سنائے یا قرآن کریم پر عمل کرتے ہوئے کوئی بھی نیکی کرنے لگے تو پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ پڑھ لے تاکہ ابلیس یا تیرا خصوصی شیطان کوئی وسوسہ نہ ڈالے اور تو اُس وسوسہ سے نیکی پر مغرور۔ متکبر۔ اپنے حسنِ قرأت تحسینِ وعظ پر ریا میں مبتلا نہ ہو جائے کہ کہیں تیرے خلوص کے ساتھ ساتھ تیرا تمام عمل و تلاوت بھی تباہ ہو جائے نہ تجھے حیاتِ طیبہ حاصل ہو نہ جزاءِ احسن۔ ہاں البتہ بیشک یہ ہمارا وعدہ ہے کہ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ بیشک کسی بھی شیطان کا ہمارے اُن پیارے بندوں پر ذرہ برابر زور نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی ہر چیز پر مکمل سچے پکے طریقے سے عملاً و قولاً ایمان لے آئے اور ہر نیکی عبادت تلاوت کے وقت ہر وسوسے ہر شیطان ہر باطل انسان سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ اور اُس کی پناہ پر ہی پورا بھروسہ کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اب ابدُ الاباد تک صرف قرآن مجید ہی ہدایت و روشنی کا سرچشمہ ہے۔ یہیں سے شریعت طریقت۔ قانونِ الٰہی فرمانِ مصطفائی اور دین دنیا کی فلاح۔ کامیابی و کامرانی۔ قوت عزت سب کچھ اِسی قرآن پاک سے حاصل ہو گی۔ دنیا کی اور کوئی کتاب مذہبی ہو یا غیر مذہبی اُخروی ہدایت نہیں دے سکتی بلکہ موجودہ مذہبی کتب تو ہر اعتبار سے ہی بیکار ہیں۔ خواہ وہ جن کا نام آج کل توریت۔ تالمود۔ زبور انجیل بائبل رکھ دیا گیا ہے وہ یا۔ زرتشتیوں کی ژند اوستا یا ہندوؤں کی گیتا۔ آریوں کی وید۔ سکھوں کی گرنتھ۔ نہ اِن سے ہدایت ہی مل سکتی ہے نہ سچائی اسی لیے شیطان کے وسوسے باطل فرقوں کی یلغار صرف قرآن مجید اور اُس کی کامل تفسیر احادیث پاک کے پڑھنے پڑھانے سمجھنے سمجھانے کے وقت ہی زیادہ ہوتی ہے۔ اگر بندے کو رب تعالیٰ کی پناہ نہ ملے تو اِسی قرآن سے گمراہی و ضلالت مل جاتی ہے۔ اور بڑے بڑے عالموں فاضلوں پیروں ولیوں پر شیطان کا داؤں چل جاتا ہے۔ بدیں وجہ ہر مومن کو قرآن پاک پڑھنے سمجھنے سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ۔ پڑھ لینے کا استحبابی حکم دیا۔ اور اُسی اللہ کی پناہ نہ مانگنے نہ ملنے کی وجہ سے اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ۔ فقط اُس ابلیس اور اُس کے شیطان کا زور اور دبدبہ مکر و فریب وسوسہ اُن ہی لوگوں پر چلتا ہے جو اُس سے اور اُس کے کاموں سے محبت رکھتے ہیں۔ یا اِس طرح کہ اُس کو اللہ کا برابر کا شریک سمجھتے ہیں جیسا کہ کافروں کا ایک فرقہ پہلے عرب میں تھا اور آج کل ہندوستان میں ہے ایران میں ابلیس کا نام خالقِ شر اور اَھرمَن رکھا گیا۔ یا اس طرح کہ اُس کے بُرے کاموں پر عمل کیا اور ڈر اپنے اختیار محبت اور پسند سے ابلیس کو اپنے سر چڑھا لیا۔ اور شیطان کی وجہ سے شرک میں مبتلا ہو گئے۔ نہ اللہ کی پناہ طلب

کی نہ اُس طرف دوڑے بلکہ رب تعالیٰ کی پناہ سے دور بھاگے چونکہ باری تعالیٰ کے قرآن پاک پر کفار کے اعتراض و انکار کا ذکر اگلی آیات میں آ رہا ہے اس لیے اللہ کریم نے ایمان والوں کو پہلے ہی بتا دیا کہ شیطان مردود سے رب کی پناہ مانگتے رہو جب بھی قرآن مجید پڑھنے یا سمجھنے بیٹھو۔ اس لیے کہ سارے گناہ کفریات۔ انکار اور برائیاں گمراہیاں ابلیس اور شیاطین کی طرف سے ہی ہیں۔

فائدے

ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ قیامت میں مومن کی سب سے بڑی شان ہوگی کہ عمل مومن کے ہوں گے اُس کے مطابق لیکن اُن کی جزا ملے گی رب تعالیٰ کی شان کے لائق۔ یہ فائدہ بِاَحۡسَنِ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ**۔ مومن کو نیکیوں کا صلہ دنیا میں ملجاتا ہے اور نیکیوں کی جزا آخرت میں ملے گی یہ فائدہ حَيٰوةً طَيِّبَةً۔ فرمانے سے حاصل ہوا۔ کہ توفیق خیرات اور سکونِ قلبی یہ اس کا صلہ ہے۔ یہ چیز کافر اور دنیا پرست کو حاصل نہیں۔ **تیسرا فائدہ**۔ نیک اعمال کے لیے ایمان شرط ہے۔ اسلام کو چھوڑ کر کوئی یہودی عیسائی۔ صابئی۔ وغیرہ کتنا نیک بنے سب برباد ہے یہ فائدہ وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فرمانے سے حاصل ہوا۔ **چوتھا فائدہ**۔ انبیاءِ کرام پر کسی شیطان کا داؤں نہیں چل سکتا۔ اس لیے کہ جب متقیوں پر نہیں چل سکتا تو نبوّت کا مقام تو بہت بلند ہے۔ وہاں تک تو شیطان کی رسائی ہی نہیں۔ یہ فائدہ لَيۡسَ لَهٗ سُلۡطٰنٌ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ پڑھنا صرف تلاوت سے پہلے ضروری ہے۔ لیکن بسم اللہ الرحمٰن پڑھنا۔ ہر نیک کام کے لیے ضروری ہے۔ یہ مسئلہ اِذَا قَرَاۡتَ الۡقُرۡاٰنَ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ**۔ اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ صرف پڑھنا ان ہی الفاظ سے بہتر ہے جو احادیث سے ثابت ہیں۔ اپنی طرف سے نئے نئے الفاظ اور عجیب زبانیاں پیدا کرنا۔ منع ہے۔ اور احادیث سے صرف اس طرح ثابت ہے اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ بس ان ہی لفظوں سے تعوّذ پڑھے۔ باری تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ زبان اور وہی الفاظ ہی قبولیت کا شرف حاصل کرتے ہیں جو زبان نبوّت سے ادا ہوں۔ یہ مسئلہ اِذَا قَرَاۡتَ۔ میں صیغہ واحد مذکر حاضر فرما کر نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کے پڑھنے کی طرف اور زبانِ پاک سے تعلیم دلوانے کے اِشَارَۃُ النَّص سے مستنبط ہوا۔ **تیسرا مسئلہ**۔ اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ صرف پڑھنا ضروری ہے۔ قرآن مجید لکھتے وقت صرف بسم اللہ شریف لکھی جائے گی۔ اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ لکھنا لازم و ضروری نہیں۔ یہ مسئلہ بھی اِذَا قَرَاۡتَ سے مستنبط ہوا۔ اور اس لیے بھی کہ وسوسہ صرف تلاوت کے

وقت آتا ہے نہ کہ کتابت کے وقت۔ اسی لیے۔ قرآن مجید میں ہر سورت کے اوّل بسم اللہ شریف تو لکھی ہوئی ہے۔ مگر اعوذ باللہ کبھی کسی نے نہیں لکھا۔ ہاں البتہ عام خطوط کے اوّل میں لفظوں سے بسم اللہ نہیں لکھنی چاہیئے خاص کر اس بے ادبی والے زمانے میں۔ اگر لکھنی ناگزیر ہو تو اُس کے عدد ۷۸۶ لکھے۔
کچھ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن خطوط سے دلیل پکڑتے ہوئے کہتے ہیں کہ جو آپ نے بادشاہوں کی طرف خط لکھے اس میں لفظی بسم اللہ شریف لکھی جاتی تھی اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السّلام کا خط بلقیس کی طرف۔ اس میں بھی عربی بسم اللہ شریف لکھی ہوئی تھی لہٰذا سب کو جائز ہے کہ لفظی بسم اللہ ہر خط یا اخبار میں لکھ سکتا ہے مگر یہ موازنہ قطعاً غلط اور جہالت ہے اس لیے کہ عوام کے خطوط کا اتنا خیال نہیں رکھا جاتا زمین پر پھینک دیا جاتا ہے۔ لیکن خواص کے خطوط سنبھال کر ریکارڈ کیے جاتے ہیں دیکھو۔
آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ خطوط ابھی تک عالم میں موجود ہیں۔ نیز اگر خط پھاڑ دیا جائے اور بسم اللہ شریف کے الفاظ ریزہ ریزہ پھٹ جائیں جدا ہو جائیں تب احترام کی وہ ذمہ داری باقی نہیں رہتی۔ واللہ اعلم بالصّواب۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جاتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى حرف مَنْ اسم موصولہ عام ہے مذکر اور مؤنث کو۔ تو مَنْ کہنے سے ہی مذکر مؤنث مراد ہو گئے تھے پھر دوبارہ علیحدہ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى کہنے کی کیا ضرورت تھی نیز یہاں تو مقصود جمع کرنا تھا تو پھر اَوْ حرف تفریدی اختیاری کیوں ارشاد ہوا۔ وَ اُنْثٰى۔ فرمانا چاہیئے تھا۔ **جواب**۔ حرف مَنْ اگرچہ دونوں کو شامل ہے مگر زیادہ استعمال مذکر کے لیے ہوتا ہے اس لیے جب تک مذکر مؤنث بول کر تاکید نہ کی جائے ذہن صرف مذکر کی طرف ہی جاتا ہے۔ اور یہاں بعد میں وَهُوَ مُؤْمِنٌ فرمایا گیا اس سے اور زیادہ ذہن مذکر کی طرف مائل ہوتا تھا۔ اس لیے اظہارِ کرم کے لیے وضاحت کرتے ہوئے دونوں کا ذکر کر دیا گیا۔ نیز حرفِ اَوْ کا فائدہ یہ ہوا کہ دونوں کی جداگانہ شان کا اظہار ہوا یعنی اعمالِ صالحہ اور مقبولیتِ بارگاہِ الٰہیہ میں داخل ہونے کے لیے عورت مرد میں کوئی بھی کسی دوسرے کا مرہونِ منّت نہیں۔ اگر یہاں واؤ عاطفہ ہوتا تو خیال کیا جا سکتا تھا کہ دونوں مل کر عمل کریں تب مقبولیت ہوگی ورنہ نہیں۔ یہاں اَوْ فرما کر اس خیال کو ختم کیا گیا۔ اور فرمایا گیا کہ مرد عورت کوئی بھی۔ یہ مغایرۃ ذاتی ہے۔ صفاتی نہیں ہے۔ اسی لیے۔ اَوْ کا ترجمہ یا نہیں ہوگا۔

دوسرا اعتراض۔ یہاں مَنْ عَمِلَ صَالِحًا کے بعد وَهُوَ مُؤْمِنٌ فرمایا گیا جس سے معلوم ہوا عمل صالح علیحدہ چیز ہے۔ یعنی ایمان کے بغیر بھی کسی کام کو صالح کہا جا سکتا ہے اور کوئی شخص ایمان کے بغیر بھی صالحین میں

شمار ہو سکتا ہے۔ جب کہ دوسری آیت میں تمام کفار کو مفسدین میں شمار کیا گیا ہے۔ تو اُن دوسری آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی اسلام پر ایمان کے بغیر کوئی عمل صالح نہیں کرسکتا اور یہاں اس آیت نے بتایا کہ ایمان کے بغیر بھی عمل صالح ہو سکتا ہے۔ ان میں مطابقت کس طرح ہو۔ جواب۔ یہاں صالح عمل کا معنیٰ ہے کہ وہ کام بذات خود اچھا ہو۔ جیسے صلح رحمی خوش خلقی۔ اور انسانی ہمدردی۔ وغیرہ۔ اور وَھُوَ مُؤمِنٌ میں واؤ حالیہ ہے۔ مقصد بیان یہ ہے کہ فقط عمل صالح ہونا نیکی ہونے کی دلیل نہیں۔ نیک اور مقبول بارگاہ عمل اس کو کہا جائے گا جس کے ساتھ ایمان بھی ہو۔ ایمان اعمال کے لیے شرط ہے اور ہمیشہ شرط اپنے مشروط کا غیر ہوتا ہے۔ بعض نے فرمایا کہ یہ واؤ تفسیریہ ہے اور معنیٰ ہے کہ جو بھی اچھے کام کرے یعنی وہ مومن ہو جائے۔ مگر یہ قول کچھ کمزور ہے۔ اور ان دوسری آیات میں مفسدین کا معنیٰ ہے کافر بنتا اور کافر بنانا اہل ایمان سے لڑائی کرنا۔ قتل کرنا۔ انبیاء کرام کی گستاخی بے ادبی کرنا۔ انسانی ہمدردی کے خلاف کام کرنا۔ بہرکیف عمل صالح عام ہے نیکی اور غیر نیکی کو کافر اگر اچھے کام فلاح و بہبود۔ انسانی ہمدردی کرے تو اس کو بھی عمل صالح کہا جائے گا۔ مگر وہ نیکی اور برّ و تقویٰ نہ کہلائے گا۔ تیسرا اعتراض۔ یہاں اعمالِ صالحہ میں مومن کی قید لگائی گئی جس سے ثابت ہوا کہ ایمان کے بغیر اچھے اعمال بیکار ہیں۔ مگر ایک اور جگہ ارشاد ہے۔ فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ۔ یعنی ذرہ برابر بھی اچھا کام کیا تو قیامت میں اس کو ضرور دیکھے گا یعنی اجر پائے گا۔ یہ تضاد کیوں ہے۔ جواب۔ اُس سورۃ زلزلت کی آیت میں تین قول ہیں پہلا یہ کہ وہاں مومن و کافر کا ذکر ہے کہ قیامت میں مومن اپنے اعمال کافر اپنے اعمال پائے گا۔ مومن کے اعمال خیر ہیں کافر کے شر۔ دوسرا قول یہ کہ۔ وہاں نیک و بد مسلمان کے اعمال کا ذکر ہے۔ تیسرا قول یہ کہ وہاں تمام انسانوں کے اچھے برے اعمال کا ذکر ہے یعنی کافر خواہ مومن جو بھی اچھے کام کرے اس کا بدلہ ضرور ملے گا مگر کافر کے اچھے اعمال کا بدلہ دنیا میں ہی اور برے کام کا بدلہ آخرت میں۔ مگر مومن کے ہر کام کا بدلہ آخرت میں ملے گا۔ لیکن پہلا قول درست ہے یہاں اس آیت میں اعمال کی قبولیت کا ذکر ہے۔ اس لیے اس آیت کا اُس آیت سے کوئی مقابلہ یا تعارض نہیں۔ چوتھا اعتراض۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ حیاتِ طیبہ دنیا میں ہی مل جاتی ہے تو بتایا جائے کہ اُس کی نوعیت کیا ہے۔ جواب اس کا جواب تفسیر میں دیا گیا یعنی حلال رزق اور ایمان کی دولت عشقِ مصطفیٰ قرآن و حدیث کی سمجھ اور اس پر عمل۔ اطمینان قلبی یہ ہی حیاتِ طیبہ ہے۔ اس کی تفسیر صوفیانہ آیت ۱۰۳ کے بعد ہے۔

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ

اور جب کبھی تبدیل کیا ہم نے کسی آیت کو کسی آیت کی جگہ حالانکہ اللہ بہتر جاننے والا ہے

اور جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدلیں اور اللہ خوب جانتا ہے

بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ

جس کو جس وقت نازل کرتا ہے بولے وہ فقط تم بناوٹ والے ہو بلکہ اکثر ان کافروں کے

جو اتارتا ہے۔ کافر کہیں تم تو دل سے بنالاتے ہو بلکہ ان میں اکثر کو

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ

کچھ نہیں جانتے تم فرماؤ اس سب کو اتارا پاک روح نے طرف سے

علم نہیں۔ تم فرماؤ اسے پاکیزگی کی روح نے اتارا تمہارے

رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى

رب اپنے کے ساتھ حق کے تاکہ قوت دے اللہ ان کو جو مومن بنے اور ہدایت

رب کی طرف سے ٹھیک ٹھیک کہ اس سے ایمان کو ثابت قدم کرے اور ہدایت

وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ

اور خوشخبری ہے مسلمانوں کے لیے۔ اور البتہ ہم جانتے ہیں کہ بیشک وہ

اور بشارت مسلمانوں کو اور بیشک ہم جانتے ہیں کہ وہ

يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِيْ

کافر کہتے پھرتے ہیں کہ فقط سکھا جاتا ہے اس نبی کو بشر۔ زبان اس کی

کہتے ہیں کہ یہ تو کوئی آدمی سکھاتا ہے جس کی طرف

يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ

نسبت دیتے ہیں وہ کافر طرف جس کے عجمی ہے حالانکہ یہ زبان

ڈھالتے ہیں اُس کی زبان عجمی ہے اور یہ

عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۳﴾

بہت فصیح بلیغ عربی ہے

روشن عربی زبان

تعلق اِن آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔
پہلا تعلق ۔ پچھلی آیت میں صابرین کے اجر و ثواب کا ذکر ہوا تھا اب اشارۃً بتایا جارہا ہے کہ کفارِ مکہ اسلام اور قرآن کے خلاف اور منسوخیٔ آیات کی حکمت پر جو زبانِ طعن دراز کرتے ہیں اور مسلمان اس کو برداشت کرتے ہیں یہ بھی اُن کا صبر ہے **دوسرا تعلق** ۔ پچھلی آیت میں قرآن مجید کی شان بیان ہوئی اب ان آیت میں قرآن مجید لانے والے فرشتے کی شان بیان ہو رہی ہے **تیسرا تعلق** ۔ پچھلی آیت میں بتایا گیا تھا کہ جو لوگ اللہ سے پھر جاتے ہیں اُن پر شیطان کا قبضہ ہے اب ان آیتوں میں بتایا جارہا ہے شیطانی قبضہ کی نشانی اور اثرات کیا ہیں یہ کہ ہر اچھی چیز کو بُرا اور بری چیز کو اچھا سمجھتا ہے۔ اور حماقت اُس کو اندھلے سمجھا بنا دیتی ہے۔
شانِ نزول ۔ ابن عباس فرماتے کہ جب کسی آیت کو منسوخ کر کے سخت حکم نازل ہوتا یا کبھی ایک حکم کے بعد دوسرا نازل ہوتا تو مسلمان تو بہت خوشی سے اُس پر عمل کرتے مگر کفار اعتراض کرتے تو یہ تردید میں نازل ہوئی۔ نیز۔ ابن جریر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ مکہ مکرمہ میں ایک لوہار بالعام نامی تھا ازراہِ واقفیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی اُس کے پاس تشریف لے جاتے وہ شخص بالکل عجمی تھا عربی سے اچھی طرح واقف نہ تھا۔ اس آمد و رفت سے مشرکین مکہ کے ہاتھ ایک گستاخی آگئی اور کہنے لگے کہ معاذ اللہ نبی کریم علیہ السلام والصلوٰۃ اسی لوہار سے سیکھ کر ہم کو قرآن مجید سناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ اُن کی تردید میں یہ چار آیتیں نازل ہوئیں از آیت ۱۰۲ تا آیت ۱۰۵ دراصل کفار مکہ اپنی بے یقینی حماقت کی بنا پر۔ اپنی اس بیہودہ گفتگو کو

کو کبھی کسی طرف منسوب کرتے تھے چنانچہ مکے کے مختلف کافروں کے چھ عجمی غلام تھے۔
(۱) جبر (۲) عائش (۳) یعیش (۴) یسار ابو فکیہہ (۵) بلعان (۶) بلعام۔ بلعام یہودی تھا باقی پانچ عیسائی پہلے پہلے تو مکے کے مختلف کفار کبھی عائش۔ یعیش کے متعلق کہتے کہ یہ محمد مصطفیٰ کو قرآن سکھاتے ہیں۔ لیکن جب یہ سب عجمی غلام مسلمان ہو گئے تو صرف ایک کا نام لینے لگ گئے حالانکہ وہ سب سے زیادہ عجمی اور گنوار ان پڑھ تھا۔

تفسیر نحوی

وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَكَانَ آيَةٍ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مُفْتَرٍ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا۔ واؤ۔ استینافیہ۔ اِذَا حرف شرط بَدَّلْنَا۔ باب تفعیل کا ماضی مطلق صیغہ جمع متکلم مصدر ہے تبدیلٌ۔ بَدْلٌ سے بنا ہے بمعنی ایک ہٹا کر دوسری لانا۔ آیَۃً۔ اسم مفرد جامد بمعنی نشانی علامت۔ کلام الٰہی کے مضمون کا تھوڑا حصہ۔ یہاں یہی آخری معنی مراد ہیں۔ بحالت نصب مفعول بہ ہے بَدَّلْنَا کا مَکَانَ۔ اسم ظرف مشتق ہے صیغہ واحد مذکر فعل ناقصہ سے بنا ہے۔ کونٌ مصدر مادہ ہے۔ دراصل تھا مَکْوَنٌ۔ باب نصر سے ہے۔ تعلیل نحوی سے واؤ الف بن گیا۔ بمعنی ہونے کی جگہ اب جامد ہو کر صرف جگہ کے معنی میں ہے مضاف ہے آیۃٍ مضاف الیہ ہے اسم مفرد نکرہ ہے مُعرب متمکن۔ یہ مرکب اضافی مفعول فیہ ہے بَدَّلْنَا کا۔ وہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر ذوالحال واؤ حالیہ اَللّٰہُ اسم مفرد جامد مرفوع مبتدا ہے اَعْلَمُ اسم تفضیل باب سمع کا صیغہ واحد مذکر بِ جارہ تعدیہ کا مَا موصولہ۔ یُنَزِّلُ باب تفعیل کا مضارع مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب ھُوَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل جس کا مرجع اللہ تعالیٰ۔ متکلم کے بعد ایک ہی آیت میں غائب کا صیغہ اس کی نشان دہی کر رہی ہے اَللّٰہُ مبتدا کی موافقت کے لیے ہے۔ اور یہی بلاغت کلام ہے۔ یہ فعل بافاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا پھر مجرور پھر متعلق ہے اَعْلَمُ کا وہ جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر مبتدا وہ جملہ اسمیہ معطوف۔ اور بَدَّلْنَا اپنے معطوف سے مل کر جملہ فعلیہ معطوفہ ہو کر شرط ہوئی۔ قَالُوْا۔ باب نصر کا ماضی مطلق جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر مستتر کا مرجع کفار مکہ ہیں یہ فعل بافاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ اِنَّمَا حرفِ حصر بمعنی فقط۔ بس۔ صرف۔ اَنْتَ ضمیر واحد مذکر۔ مرفوع منفصل۔ مبتدا۔ مُفْتَرٍ۔ باب افتعال کا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ مصدر ہے اِفْتِرَاءٌ فَرْیٌ سے بنا ہے بمعنی۔ گھڑنا۔ خود بنانا اور کسی کی طرف منسوب کرنا جھوٹ۔ فریب۔ دراصل تھا مُفْتَرِیٌ۔ تعلیل نحوی سے یٰ گر گئی اور تنوین علامت یٰ کے لیے زیر آ گئی۔ یہ اسم فاعل اپنے

پوشیدہ فاعل سے مجرور کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے اَنْتَ مبتدا کی وہ جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ ہوا۔ قول مقولہ مل کر معطوف علیہ۔ بَلْ۔ حرف استدراک پچھلے کلام کو غلط کر کے اگلا کلام حقیقت حال بتانے کے لیے۔ اَكْثَرُ۔ اسم تفضیل مذکر۔ کثرت سے بنا ہے بمعنی زیادہ ہونا۔ تعداد یا فضیلت یا حجم۔ یا عمر میں یا علم میں۔ یہاں تعدادی کثرت مراد ہے۔ مضاف ہے هُمْ ضمیر مضاف الیہ۔ مرکب اضافی مبتدا ہے لَا يَعْلَمُوْنَ باب سمع کا مضارع منفی معروف هُمْ ضمیر مستتر فاعل ہے اس کا مرجع قَالُوْا کا فاعل کفار مکہ ہیں۔ جملہ فعلیہ ہو کر خبر مبتدا۔ جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف قَالُوْا پر اور جملہ معطوفہ ہو کر جزا ہے اِذَا بَدَّلْنَا کی سب مل کر جملہ شرطیہ انشائیہ ہوا۔ قُلْ یہ علیحدہ عبارت جواب ہے قَالُوْا کا۔ فعل امر اَنْتَ اسم ضمیر مستتر اس کا فاعل۔ فعل بافاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ نَزَّلَ۔ باب تفعیل کا فعل ماضی مطلق۔ واحد مذکر غائب مصدر ہے تَنْزِيْلٌ بمعنی اتارنا متعدی بیک مفعول۔ نُزُوْلٌ سے بنا ہے بمعنی اترنا لازم ہے۔ ہٗ ضمیر واحد غائب کا مرجع آیۃً یا موصولہ ہے رُوْحُ۔ اسم مفرد جامد بمعنی زندگی مضاف توصیفی ہے الف لام عہد ذہنی قُدُسٌ۔ مصدر مبالغہ بروزن فُعُلٌ۔ بمعنی پاک باز۔ پاکیزہ جسم۔ مضاف الیہ صفتی ہے۔ اس کو اضافت توصیفی کہتے ہیں۔ مرکب کا ترجمہ ہے پاک جان۔ ستھری روح۔ مراد حضرت جبرئیل ہیں بحالت رفع ہے کیونکہ فاعل ہے نَزَّلَ کا۔ مِنْ جارہ بمعنی اسو(طرف) ترجمہ ہے طرف سے رَبِّكَ مرکب اضافی حقیقی مجرور متعلق اول ہے نَزَّلَ کا بِ جارہ بمعنی مَعَ۔ الف لام اسمی حَقٌّ۔ اسم مفرد جامد بمعنی۔ سچا۔ مقابل کذب کے جار مجرور متعلق دوم ہے نَزَّلَ یہ جملہ فعلیہ ہو کر معلول ہوا۔ لام کے ابتدائیہ تعلیلیہ يُثَبِّتَ۔ باب تفعیل کا مضارع مثبت معروف واحد مذکر غائب۔ بحالت نصب ہے لام کے میں اَنْ ناصبہ پوشیدہ اس کی وجہ سے۔ مصدر ہے تَثْبِيْتٌ ثَبْتٌ سے بنا ہے بمعنی قائم کرنا۔ محفوظ کرنا ثابت کرنا۔ اَلَّذِيْنَ موصولہ آمَنُوْا۔ فعل ماضی مطلق جمع غائب۔ باب افعال سے ہے بمعنی نیک متقی مسلمان ہونا۔ اِيْمَانٌ مصدر ہے هُمْ ضمیر مستتر فاعل فعل بافاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا موصولہ باصلہ مفعول بہ یا مفعول لہٗ يُثَبِّتَ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر علت ہوئی نَزَّلَ کی معلول علت مل کر مقولہ ہوا قول کا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ۔ واؤ سر جملہ یا زائدہ یا حالیہ هُدًى۔ اسم مصدر لہ هادِیًا سے یا مفرد جامد ہے بمعنی ہدایت دینے والا یا ہدایت۔ معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ بُشْرٰى۔ اسم مبالغہ بروزن فُعْلٰى مصدر ثلاثی ہے۔ بمعنی خوشخبری۔ یا اسم تفضیل مؤنث

ہے بمعنی خوشخبری دینے والی۔ معطوف ہے۔ یہ دونوں بحالتِ نصب ہیں۔ یا مفعول لہٗ ہے نَزَّلَ کا یا حال ہے اسی کا۔ یا هُوَ کَائِنٌ یہاں پوشیدہ ہے۔ یہ کَائِنٌ ناقصہ کی خبر ہے هُوَ مستتر اس کا فاعل لِلْمُسْلِمِیْنَ جار مجرور اس کا متعلق جملہ اسمیہ ناقصہ ہو کر خبر ہے مابعد هُوَ پوشیدہ مبتدا کی۔ پہلی دو ترکیبوں میں لِلْمُسْلِمِیْنَ متعلق نَزَّلَ کا یا بُشْرٰی صیغۂ مبالغہ کا۔ مگر پہلی ترکیب کَائِنٌ والی آسان ہے۔ لام جارہ نفع کا ہے۔ واؤ سر جملہ۔ لام ابتدا تاکیدیہ قَدْ نَعْلَمُ فعل ماضی قریب جمع متکلم عِلْمٌ سے بنا ہے۔ نَحْنُ اس کا فاعل ہے۔ جو اس میں چھپا ہے اَنَّ حرفِ تشبیہ و تحقیق هُمْ ضمیر جمع مذکر کا مرجع کفار ہیں منصوب متصل ہے اسم ہے اَنَّ کا یَقُوْلُوْنَ باب نصر کا مضارع مثبت معروف جمع غائب هُمْ مستتر فاعل فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ اِنَّمَا حرفِ حصر۔ یُعَلِّمُ۔ باب تفعیل کا مضارع معروف صیغہ واحد مذکر غائب ہٗ ضمیر منصوب اس کا مفعول بہ مرجع ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک۔ مصدر ہے تَعْلِیْمٌ بمعنی سکھانا پڑھانا علم دینا۔ بَشَرٌ اسم مفرد جامد بمعنی ایک آدمی تنوین عوضی ہے وَاحِدٌ کا عوض ہے۔ مرفوع ہے کیونکہ فاعل ہے یُعَلِّمُ کا اور موصوف۔ لِسَانُ اسم مفرد جامد بمعنی لغت مادری زبان مضاف ہے اَلَّذِیْ اسم موصول واحد مذکر کا یُلْحِدُوْنَ۔ باب افعال کا مضارع مثبت معروف جمع مذکر غائب مصدر ہے اِلْحَادٌ لَحْدٌ سے بنا ہے بمعنی۔ جھوٹ بات کو کسی کی طرف نسبت کرنا۔ بے دین ہونا۔ آوارہ ہونا۔ یہ سب مجازی معنی ہیں اصل لغوی معنی ہے ایک طرف ہٹ جانا۔ قبر کو لحد اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ ساری دنیا سے ایک طرف ہوتی ہے اور میت کو سب سے ہٹا لیتی ہے۔ بے دین دہریہ کو ملحد بھی اسی معنی میں کہا جاتا ہے کہ وہ تمام دینوں سے ہٹ کر ایک طرف ہو جاتا ہے یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔ اِلٰی جارہ انتہاءِ غایت کے لیے ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مجرور متصل کا مرجع بَشَرٌ ہے۔ جار مجرور متعلق یُلْحِدُوْنَ کا اور وہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا۔ موصول صلہ مضاف الیہ ہے لِسَانُ کا۔ یہ مرکب اضافی مبتدا اَعْجَمِیٌّ۔ اَعْجَمُ اسم تفضیل ہے مذکر واحد۔ عُجْمٌ سے مشتق ہے۔ بمعنی عجمی زبان والا۔ بے سمجھ۔ عربی نہ جاننے والا۔ یا کچی غیر فصیح زبان والا۔ عجم کا لغوی ترجمہ ہے پوشیدہ ہونا۔ پوشیدگی والا۔ جانوروں کو عجم اور عُجْمًا اسی معنی میں کہا جاتا ہے کہ ان کی زبان اور بولی سب سے پوشیدہ۔ جاہل گنوار اور غیر عرب کو عجمی اور اعجام اسی معنی میں کہا جاتا ہے۔ کہ وہ اہلِ عرب کے مقابل صحیح بات نہیں کر سکتے تھے۔ یہاں اسم تفضیل سے کثرت پیدا ہوئی بمعنی بہت غلط زبان والا۔ آخر میں یائے نسبت ہے۔ مرفوع ہے خبر ہے

بتدا کی۔ بتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ ہوکر ذو الحال ہوا واؤ حالیہ۔ ھٰذا اسم اشارہ قریبی بتدا ہے محلاً مرفوع ہے بنی مبہم غیر متمکن ہے لِسَانٌ اسم مفرد جامد بمعنیٰ مادری زبان مرفوع ہے کیونکہ ما قبل بتدا کی خبر ہے۔ مابعد کی موصوف عَرَبِیٌّ۔ اسم مفرد جامد آخر میں ی نسبت کی جس کا معنیٰ ہونا ہے۔ والا یعنی عرب والی زبان یہ صفت اول ہے لِسَانٌ۔ مُبِیْنٌ۔ باب افعال کا اسم فاعل صیغہ واحد مذکر۔ بمعنیٰ بیان کرنے والا۔ یعنی فصاحت بلاغت اور کثیر علوم کو بیان کرنے والا بحالت رفع صفت دوم ہے۔ لِسَانٌ موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر خبر مشار الیہ ہوئی ھٰذا بتدا اسم اشارہ کی وہ جملہ اسمیہ ہوکر حال غیری ہوا۔ بمعنیٰ شان۔ لِسَانُ الَّذِیْ کا ایک ترکیب میں یہ علیحدہ عبارت بتدا خبر ہوکر مکمل ہے۔ اور وَھٰذَا کی واؤ حالیہ نہیں استینافیہ ہے لِسَانُ الَّذِیْ صفت ہے بشر کی اور وہ فاعل ہے یُعَلِّمُ کا۔ وہ جملہ فعلیہ خبریہ مقولہ ہے۔ قول مقولہ مل کر خبر اِنَّ۔ وہ جملہ اسمیہ ہوکر مفعول بہٖ نَّدْ نَعْلَمُ کا۔ وہ جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر مکمل ہوا۔

تفسیر عالمانہ

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰیَۃً مَّکَانَ اٰیَۃٍ وَّاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا یُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ بَلْ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ قُلْ نَزَّلَہٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّکَ بِالْحَقِّ لِیُثَبِّتَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھُدًی وَّبُشْرٰی لِلْمُسْلِمِیْنَ۔ اے پیارے نبی ہماری تمام مخلوق کے مالک و مختار حبیب سوچئے اور کتنا نقصان دہ ہے شیطانی تسلط اور کتنا احمقانہ ہے ابلیسی وسوسہ اور کہاں تک شیطان کو دوست بنانے والوں کی عقل ماری جاتی ہے اس کا ادنیٰ سا نتیجہ اور ثبوت یہ ہی دیکھ لو کہ جب بھی ہم مسلمانوں کی قانون والی کسی آیت کو منسوخ فرما کر اس کی جگہ لفظاً یا حکماً دوسرے قانون کی آیت لاتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنی اس تبدیلی حکم تنسیخ قانون اور جو کچھ بھی جس وقت جس طرح نازل فرماتا ہے اس کی حکمت۔ فوائد۔ منشا کو بہت اچھی طرح جانتا ہے۔ مگر یہ شیطان زدہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس قرآن کو فقط تو خود ہی اپنی سوچ فکر سے بنانے والا ہے اسی لیے کبھی کچھ قانون بنایا جاتا ہے کبھی کچھ۔ کبھی سخت کبھی نرم۔ کبھی زیادہ پھر کبھی تھوڑا بھلا رب کی طرف سے نازل شدہ قانون کبھی ایسا ہو سکتا ہے۔ یہ تبدیلیں تو وہ کر سکتا ہے جو بندوں کی طبیعتوں اور قانون کے انجام سے ناواقف ہوکر پہلے ایک قانون بنا دیا پھر سمجھا کہ یہ قانون مفید نہیں ہے تو فوراً اس کو منسوخ کر کے دوسرا بنا دیا۔ یا پھر ایسی تبدیلیاں وہ کرتا ہے جو اپنی قوم کا تمسخر اڑاتا ہے یا قوم کو بیوقوف بناتا ہے۔ ایسی بیہودہ باتیں سب کا فر منافق کرتے ہیں مگر کچھ تو سمجھتے بوجھتے جان کر ایسی باتیں کرتے

ہیں بلکہ اکثر ایسے بے علم اور جاہل ہیں کہ اس عظیم حکمت کو جانتے ہی نہیں نہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ اتنی سی بات بھی اُن کی سمجھ میں نہیں آتی کہ وقفے وقفے کے بعد قانون میں تبدیلی تو انتہائی عقل و دانش کا ثبوت ہے۔ مقامِ غور ہے اور سب کا آنکھوں دیکھا تجربہ ہے کہ دائی بچے کی خوراک روز بروز تبدیل کرتی ہے۔ ڈاکٹر حکیم مریض کی دوائی و خوراک بدلتے رہتے ہیں تو دائی اور ڈاکٹر کی یہ تنسیخ و تبدیلی اس کی نادانی یا ناسمجھی نہیں بلکہ بچے اور مریض کی عمر و حالت کی تبدیلی کی بنا پر عین عقلمندی ہے۔ بس یہاں بھی اسی طرح سمجھ لو اور پھر کلامِ الٰہی کی تنسیخ کوئی آج ہی بات نہیں۔ یہ تو زمانۂ آدم علیہ السلام سے ہوتا چلا آ رہا ہے۔ رب تعالیٰ نے پہلے آدم علیہ السلام کو کچھ صحیفے عطا فرمائے پھر نوح علیہ السلام کے صحیفوں سے ان کو منسوخ فرما دیا پھر ابراہیم علیہ السلام پر نازل کردہ صحیفوں سے صُحُفِ نوحی منسوخ فرما دیئے گئے پھر توریت سے تمام سابقہ صحیفے منسوخ کئے گئے پھر زبور سے توریت کو اور پھر انجیل سے زبور کو اور پھر آمدِ مصطفیٰ سے تمام ہی سابقہ کتب کلام بلکہ انبیاءِ عظام کی نبوت تک دنیا سے تبدیل کر دی گئی۔ ان تبدیلیوں کو سب تاریخ دان اور اپنے پرائے مسلم غیر مسلم۔ مشرک و کافر جانتے ہیں اور سُن کر پڑھ کر جانتے مانتے ہیں۔ اب تو صرف آیت سے آیت کی معمولی تبدیلی ہو رہی ہے وہ بھی کسی دوسری کتاب سے نہیں بلکہ اسی کتاب اور اسی زبان سے۔ اس طرح کہ قرآن سے قرآن حدیث سے حدیث۔ قرآن سے حدیث اور حدیث سے قرآن کہیں پورا نسخ کہ تلاوت بھی مخفی کر دی گئی کہیں صرف حکم تبدیل ہوا تلاوت اور الفاظ باقی رکھے گئے۔ اچھا اے پیارے نبی اگر یہ اس طرح نہیں مانتے تو ایک اور دلیل سے سمجھائیے کہ فرشتوں اور جبرئیل کو تو مانتے ہیں اکثر مطالبہ کرتے رہتے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں آ جاتا۔ کبھی کہتے ہیں کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں (معاذ اللہ) بہرکیف یہ کفار فرشتوں کو مانتے ہیں تو فرمائیے کہ اس قرآن مجید کو ہر دفعہ جبرئیل امین جیسی پاک روح اپنے رب تعالیٰ کے پاس سے لے کر نازل کرتے رہتے ہیں۔ نزول تبدیل تغیر تنسیخ سب انہیں کے ذریعے ہو رہا ہے اور بالکل حق سچ بغیر کسی بھول چوک اور خیانت کے ہو رہا ہے۔ کیونکہ وہ روح القدس ہے کسی طرح کی کوئی کمزوری اُن میں نہیں ہے نیز اس تبدیلِ احکام تنسیخی آیت میں ہزاروں حکمتوں فائدوں کے علاوہ یہ بھی حکمتِ الٰہی و منشاءِ خداوندی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو شریعت۔ طریقت۔ عمل کردار عبادات ریاضات مشقت محنت جفاکشی۔ نرمی۔ سختی ہر چیز کا عادی بنا کر ہر طرح ہر جگہ دنیا و آخرت۔ قبر و حشر میں

امیری غریبی میں۔ تنگی ترشی میں۔ مضبوط اور ثابت فرما دے۔ قرآن مجید کا اس طرح موقعہ بموقعہ تھوڑا تھوڑا بدل کر بدل کر نازل ہونا بھی عظیم ہدایت ہے اور یہی تنسیخ و تبدیلی مسلمانوں کی عزت آبرو۔ عظمت دولت۔ اور آسانیٔ اعمال کے لیے شاندار خوشخبری ہے تنسیخ آیت کی پوری تفصیل ہمارے فتاویٰ العطایا جلد دوم میں ملاحظہ فرمایا جائے۔ خیال رہے کہ باعتبارِ نزول تبدیلیٔ آیت سات طرح ہوئی۔

ع۱ ایک حکم کو ختم کر کے دوسرا حکم آنا کفار کا صرف اسی پر اعتراض تھا۔ یہی اعتراض اب منکرین حدیث چکڑالوی کرتے ہیں۔ ان تمام حمقا کو رب تعالیٰ نے خود جواب دے دیا۔ ع۲ ایک حکم کی تھوڑی تھوڑی تنزیل جیسے شراب کا قانون تھوڑا تھوڑا اترا۔ ع۳ ایک حکم کی مختلف نوعیتوں کا علیحدہ علیحدہ نزول جیسے۔ کنوارے کا جرم زنا اور شادی شدہ کا ارتکاب زنا قرآن میں ظاہراً اور اقتضاءً اور اشارۃً۔ اور احادیث میں زبانِ نبوت سے ظاہر ہوا ع۴ ایک ہی بات کے لیے کبھی ایک مثال پھر کبھی دوسری مثال ع۵ ایک قصے کا مختلف لفظوں میں چند بار نزول ہونا۔ ع۶ ایک ہی چیز کو ثابت کرنے کے لیے کبھی ایک دلیل کبھی دوسری دلیل نازل ہونا۔ ع۷ پھر کبھی ایک واقع کو مجمل بیان کرنا پھر بعد میں اس کی تفصیل نازل فرمانا۔ یہ بھی ایک طرح کی تبدیلی ہے مگر یہاں بَدَّلْنَا والی آیت میں یہ تبدیلیاں مراد نہیں۔ کیونکہ کفار کا اس پر اعتراض نہیں تھا۔ یہاں ایک اردو مفسر نے اپنی کم فہمی سے ان سب تبدیلیوں کو بَدَّلْنَا میں شامل مانا ہے اور وجہ یہ لکھی ہے کہ یہ سورت مکی ہے اور مکے میں نہ احکام نازل ہوئے نہ تنسیخ ہوئی حالانکہ یہ ان کی اپنی لاعلمی ہے بھلا کیسے ہو سکتا ہے کہ تیرہ سالہ مکی زندگی میں کوئی حکم نازل نہ ہوا ہو۔ اسی طرح یہ صاحب ایک اور غلطی کرتے ہیں کہ روح القدس کا ذکر کرنا اس لیے یہاں ضروری ہوا کہ جبرئیل میں بشری کمزوری نہیں وہ تمام نقائص سے پاک ہیں۔ یہ بات اس لیے غلط ہے کہ کفار نے حضرت جبرئیل کو اگر فرشتہ نہ مانا ہوتا تو ان کو کیا خبر تھی کہ وہ بشری عیوب و کمزوریوں سے پاک ہیں اور یہ دلیل بیکار ہو جاتی۔ اور پھر جس بشر کو کفار مفتر کہہ رہے ہیں اس کی بشریت تو جبرئیل میکائیل سے بھی زیادہ قوت و شوکت والی ہے کروڑوں ملائکہ کی نورانیت ایسے بشر کے قدموں پر قربان۔ یہ بشر تو السلیے مثل اور بے عیب ہے مُبَرَّءًا مِنْ كُلِّ عَيْبٍ۔ ہے تمام نقائص سے پاک ہے کہ بچپن سے بڑھاپے تک مکے سے مدینے تک کسی دشمن کی آنکھ نے بھی اس میں کوئی چھوٹا سا عیب بھی نہیں دیکھا اس کی معصومیت سے تو لوح و قلم کے فرشتوں میں خبر آئیں تھیں۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُولُونَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ۔ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ۔ اور بیشک ہم البتہ خوب اچھی طرح ان کفار کی اُس سب احمقانہ گفتگو کو بھی جانتے ہیں جو وہ کہتے ہیں کہ ان کو یہ قرآن کی عبارتیں ایک فلاں یا فلاں یا فلاں بشر سکھاتا ہے۔ کم عقلی کی انتہا ہے کہ اُن فلاں فلاں کی زبان اور بولی جن کی طرف اس پڑھانے سکھانے کو نسبت کرتے ہیں سخت ان پڑھوں گنواروں جیسی گونگی عجمی ہے اہل عرب کے سامنے مثل گونگوں کے بول نہیں سکتے حالانکہ یہ عبارات آیت جو پیارے نبی کی زبان پاک سے قرآن مجید کی شکل میں سنا جارہا ہے فصاحت وبلاغت کی اونچی بلندیوں کو بیان کرنے والی عربی زبان اور لغت ہے۔ یہاں کفار کی ایک نئی کم عقلی کو ظاہر کیا جارہا ہے۔ کفار مکہ اور اُن کی دیکھا دیکھی ارد گرد کے یہود ونصاریٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ضد اور دشمنی میں اتنے دیوانے ہوچکے تھے کہ اُن کو خود سمجھ نہیں آیا تھا کہ ہم ان کی چڑھتی شان اور مسلمانوں کی بڑھتی تعداد کو کس طرح روکیں۔ اسی جھنجھلاہٹ میں پٹپٹاتے ہوئے کبھی کہتے یہ نبی جادوگر ہے۔ کبھی کہتے اس پر جادو یا جنات کا سایہ ہے کبھی کہتے یہ دیوانہ ہے۔ کبھی کہتے یہ مفتری ہے یعنی قرآن مجید کی عبارتیں خود بنالیتے ہیں اور کہدیتے ہیں کہ اللہ نے نازل فرمایا ہے۔ کبھی کہتے کہ ان کو فلاں فلاں عجمی غلام پڑھاتا ہے۔ کبھی کہتے کہ وہ غلام خدیجہؓ کو پڑھاتا ہے اور خدیجہؓ محمد مصطفےٰ کو پڑھاتی ہیں کبھی کہتے کہ سلمان فارسی محمد مصطفےٰ کو پڑھاتے ہیں۔ تو ان کا اپنا یہ وہم بھی کسی ایک پر پختہ نہ بیٹھتا تھا۔ کبھی کسی کا نام لیتے کبھی کسی کا اور یہی جھوٹے کی نشانی ہے۔ اشارہ یہ ہے فرمایا یہ جارہا ہے کہ اولاً تو وہ عجمی ہیں پھر غلام ہیں اور غریب لوہار ترخان قسم کے مزدور ہیں۔ علم سے اُن کو دور کا واسطہ بھی نہیں توریت وانجیل کی چند آیتیں سن سنا کر رٹی رٹائی کبھی کبھی پڑھنے لگ جاتے ہیں۔ بھلا یہ اتنی شاندار قرآنی عربی بنا سکتے ہیں جب کہ تم اتنے بڑے فصیح وبلیغ اہل عرب ہو کر بھی قرآن مجید کی مثل ایک چھوٹی سورت بھی آج تک نہ بنا سکے اور پھر اتنی لمبی تان کھینچنے کی کیا ضرورت تھی اگر یہ عجمی لوگ پڑھانے کے قابل ہوتے تو خود ہی نہ دعوے کر دیتے اور میدان میں آجاتے۔ اور پھر ان میں سے کچھ کو تو توریت وانجیل کی چند آیتیں ہی یاد تھیں جن کو آقاءِ کائنات کبھی کبھی ان عجمیوں کی دلجوئی کے لیے گزرتے ہوئے سُن لیتے تھے لیکن وہ بڑے بڑے راہب اور پادری پوری توریت وانجیل کے ماہر وعارف جنہوں نے نبی کریم کے کلام قرآنی کے سامنے سرنگوں کر دیے تھے وہ ذرا نہ بول سکے۔ اور خدا کی شان دیکھئے یہی سب عجمی غلام دامنِ مصطفےٰ میں آکر حلقہ بگوشِ اسلام

ہو جاتے ہیں۔

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔
پہلا فائدہ۔ قرآن مجید کی آیتوں اور بعض آیات کی تلاوتوں میں نسخ ہوتا رہا ہے اور تمام صحابہ کرام اور مسلمانوں نے اس کو تسلیم کیا ہے۔ انکار صرف کافروں نے کیا۔ اب جو شخص رب تعالیٰ کی اس عظیم حکمت کا انکار کرے گا۔ وہ کفریہ بات اور عقیدہ بنائے گا۔ یہ فائدہ۔ وَاِذَا بَدَّلْنَا اٰیَةً (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔ چکڑالویوں پرویزیوں کو اس سے عبرت پکڑنی چاہیئے۔ اور اس عقیدے سے باز آنا چاہیئے۔ نسخ آیات کا انکار ان جیسی صریحی آیات کا انکار ہے۔ **دوسرا فائدہ**۔ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو ہر حال میں خندہ پیشانی اور بہادری دلیری سے ماننا اس پر عمل کرنا ہی تا قیامت مسلمانوں کی نشانی۔ علامت اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نقش قدم پر چلنا ہے۔ یہ فائدہ۔ اِذَا بَدَّلْنَا۔ والی آیت کے ایک شانِ نزول سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ**۔ اسلام اور اسلامی شریعت پر ثابت قدم رہنا مسلمان کی علامت اور دینوی اُخروی نشانی ہے۔ کبھی کدھر ہو جانا۔ کسی کے منہ پر کچھ کہدینا اور کسی کے سامنے کچھ یہ مسلمان کی شان کے خلاف ہے یہ فائدہ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ اٰمَنُوْا فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن ان آیت سے چند فقہی مسئلہ مستنبط ہوتے ہیں۔
پہلا مسئلہ۔ قرآن کریم یا حدیث پاک کی تنسیخ یا تبدیلی احکام صرف اس وقت تک رہے جب تک نزول وحی ہوتا رہا۔ اور آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بحیاتِ ظاہری موجود رہے۔ اس کے بعد یہ سلسلہ قطعاً بند ہو گیا کسی صحابی نے بھی کسی نقل قانون میں تبدیلی نہ فرمائی۔ لہٰذا آج یہ کہنا کہ زمانہ بڑا سخت ہے یہ بدلدو۔ وہ بدلدو۔ مولوی لوگ بہت سختی کرتے ہیں انہیں حالاتِ زمانہ کا پتہ نہیں۔ اور اہل حکومت ولیڈر حضرات ایسے جاہل مفتیوں کی تلاش میں رہتے ہیں جو ان کی سیاسی چالوں کے مطابق فتوے بنائیں۔ یہ سب کام حرام ہیں اب ایک نقطہ بھی شریعت کا نہیں بدلا جا سکتا۔ خواہ کوئی اسلام کو نرم سمجھے یا سخت۔ قرآن وحدیث کی وضاحت میں اجتہاد کر کے ائمہ مجتہدین فقہا نے سب کچھ بتا دیا ہے اب تو نئے اجتہاد کی بھی ضرورت نہیں۔ فقہا نے تا قیامت کسی مسئلے کو باقی نہیں چھوڑا۔ آج مسلمانوں کے لیے ہر مسئلہ کا حل اور نئی ظاہری باطنی نفسانی ہوائی بری بحری تمام مشکلات کا حل فقہِ اسلامی میں کسی نہ کسی طرز پر موجود ہے۔ یہ مسئلہ۔ اِذَا بَدَّلْنَا اور لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ اٰمَنُوْا۔ فرمانے سے مستنبط ہوا

کہ تبدیلی احکام و آیات صرف رب تعالیٰ کا کام ہے۔ مسلمانوں کا کام صرف اس پر ثابت رہنا ہے نہ کہ خود تبدیلی شروع کر دینا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جاتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰیَةً مَّكَانَ اٰیَةٍ (الخ) اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی آیتوں کا نسخ صرف قرآنی آیت سے ہو سکتا ہے حدیث سے نہیں ہو سکتا۔ (امام شافعی)۔

جواب۔ یہ استدلال کمزور ہے۔ اس لیے کہ یہاں صرف اس چیز کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ آیت کو آیت سے بدل فرماتا ہے۔ اس ثبوت سے دوسرے کی نفی نہیں ہو سکتی۔ نہ یہاں حصر ہے نہ استثناء امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے یہ آیت تب دلیل بنتی جب کہ اِلَّا اٰیَةً ہوتا یعنی ہم صرف آیت سے ہی آیت کو بدلتے ہیں۔ لیکن ایسا نہیں لہٰذا یہ استدلال صحیح نہیں۔ اور امام اعظم کا مسلک مضبوط ہے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ امام مالک رضی اللہ عنہ دونوں کا مسلک ہے کہ نسخ چار قسم کا ہے ۱۔ قرآن کا قرآن سے نسخ۔ اس کا یہاں ذکر ہے۔ ۲۔ حدیث کا حدیث سے نسخ۔ ۳۔ قرآن سے حدیث کا نسخ۔ ۴۔ حدیث سے حکم قرآن کا نسخ۔ یعنی قرآن مجید کے الفاظ اور تلاوت حدیث سے منسوخ نہیں ہو سکتی مگر قرآن مجید کی آیت کا مسئلہ اور حکم۔ قانون حدیث سے منسوخ ہو سکتا ہے جیسے۔ میراث کے بہت سے قرآنی مسائل اس حدیث سے منسوخ ہیں۔ لَا وَصِیَّةَ لِلْوَارِثِ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ نَحْنُ الْاَنْبِیَآءُ لَا نَرِثُ وَلَا نُوْرَثُ۔ ہم گروہ انبیاء علیہم السلام نہ کسی کے وارث بنتے ہیں نہ وراثت دیتے ہیں۔ ان احادیث نے قرآن مجید کے بہت مسئلے منسوخ کر دیئے نسخ کا پورا بیان تفسیر نعیمی جلد سوم اور مراۃ جلد اول اور فتاویٰ العطایا دوم میں ہے

دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ یعنی اسے نبی فرمایئے کہ اس قرآن مجید کو روح القدس یعنی جبریل علیہ السلام نے نازل کیا ہے۔ کفار مکہ کے سامنے حقانیت قرآن پر نزول جبریل کو دلیل کیوں بنایا گیا؟ جب وہ کافر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے تھے حالانکہ بظاہر ظہور ہزاروں معجزے دیکھتے تھے تو وہ اس جبریل کو کیا مانتے جس کو کبھی دیکھا بھی نہیں۔ دلیل تو وہ ہونی چاہیے تھی جس کو مخالف ماننے پر مجبور ہو جائے۔

جواب۔ کفار مکہ تمام فرشتوں اور جبریل کو مانتے تھے۔ بلکہ مطالبہ کرتے تھے کہ ہمارے پاس کوئی فرشتہ آئے یا اللہ کا رسول فرشتہ ہوتا تب ہم ایمان لاتے۔ فرشتوں کی تعظیم بھی کرتے تھے اور کہتے

تھے ملائکہ اللہ کی معزز پردہ نشین بیٹیاں ہیں ان کے اس عقیدہ اور اس مطالبے پر یہ فرمایا گیا کہ اس قرآن مجید کو بھی ہمارے نبی اکرم کے پاس جبرئیل فرشتہ ہی لے کر آتے ہیں۔ ان کو روح قدس کہنا صرف ان کا لقب بیان کرنا ہے۔ ورنہ کافروں کے لیے یہ لقب کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ ہاں البتہ ان کو معلوم ضرور تھا کہ روح القدس جبرئیل ہی کا لقب ہے ورنہ وہ پوچھتے کہ روح القدس کون ہے۔

تیسرا اعتراض ۔ یہاں فرمایا گیا مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ مختلف تفاسیر کے مطابق۔ بالحق کا تعلق یا من ربک سے ہے یا جبرئیل روح القدس سے ہے اور یا نزلہ سے ہے اور تینوں تفسیروں کے مطابق ترجمہ اس طرح بنتا ہے۔ ۱ تیرے رب کی طرف سے یہ حق ہے ۲ روح القدس نے حق نازل کیا۔ ۳ جو اترا ہے وہ حق ہے۔ بقاعدۂ نحویہ حق جوار کے لحاظ سے بالحق۔ کا تعلق۔ من ربک سے زیادہ مناسب و موزوں ہے۔ مگر پھر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ رب تعالیٰ کی تو ہر بات ہر کلام ہر چیز ہی حق ہے ناحق کچھ بھی نہیں۔ تو پھر منزل من اللہ کلام کو حقانیت سے مخصوص و مذکور کرنا کیونکر درست ہے؟ نیز آگے ارشاد ہوا۔ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ ۔ تاکہ ثابت وقائم کرے تو اس سے کیا مراد ہے آیا وہ کلام مضبوط بنائے یا جبرئیل یا رب تعالیٰ ایمان والوں کو ثابت وقائم کرے مفسرین اسلام نے یہاں بھی تینوں احتمال اور تشریح فرمائی ہے۔

جواب ۔ یہ دراصل دو سوال ہیں۔ پہلے سوال کا جواب اس طرح ہے کہ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمتہ نے اتنا شاندار ترجمہ فرمایا ہے کہ جس سے اعتراض یکسر ختم ہو جاتا ہے۔ یعنی حق سے مراد یہاں ناحق کا مقابل نہیں۔ بلکہ مقصد بیان یہ ہے کہ روح القدس لاتے وقت بالکل ٹھیک ٹھیک لائے نہ کوئی کمی نہ بھول چوک نہ زیادتی۔ نہ گڑ بڑ۔ اور بالحق کا تعلق تنزیل روح القدس سے ہے نہ کہ باری تعالیٰ سے اور نحو کا یہ قاعدہ نہ تو ضروری ہے نہ کُلّی ہے کہ حق جوار ہی کو ہر جگہ ملحوظ رکھا جائے لہٰذا یہ اعتراض ختم ہو گیا۔ دوم یہ کہ بالحق میں ب جارّہ فرما رہی ہے کہ یہاں حق سے مراد فقط نزول ہے کیونکہ حرف جر۔ ب من وغیرہ ہمیشہ کسی مشتق سے ہی متعلق ہوتے ہیں اور یہاں مشتق صرف نزّل ہی ہے۔ دوسرے اعتراض کا جواب اس طرح ہے کہ ہم نے اپنے ترجمے میں اس کی نسبت رب تعالیٰ کی طرف اس بنا پر کی ہے کہ یہ کلام اتارا اگرچہ روح القدس نے ہے مگر دیا رب تعالیٰ نے ہے اس لیے اس قرآن پاک کے ذریعے اللہ تعالیٰ ثابت قدم اور مضبوط فرماتا ہے اہل ایمان کو لیکن جن مفسرین نے لیثبت کا فاعل قرآن مجید کو بنایا وہ علما سبب بول کر

مُسَبِّبُ الْاَسْبَاب مراد لیتے ہیں۔ اس لیے کہ اصل ہادی اور ثابت و قائم کرنے والا تو اللہ ہی ہے۔ باقی اشیاء و اشخاص تو وسیلہ و ذریعے ہیں۔

چوتھا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ۔ لفظ مُبِیْنٌ ترجمہ ہے بیان کرنے والی یعنی عربی زبان بیان کرنے والی ہے۔ حالانکہ زبان خود تو بیان نہیں کرتی وہ تو متکلم انسان زبان اور لغت کو استعمال کر کے بیان کرتا ہے۔ تو یہاں لسان کو مُبین کیوں فرمایا گیا۔

جواب۔ دو وجہ سے اولاً اس لیے کہ اہل عرب الفاظ و حروف کو لغت بھی کہتے ہیں اور لسان بھی فرق دونوں میں یہ ہے کہ لفظ جب تک کاغذ پر رہیں وہ لغت ہیں لیکن جب وہ ہی الفاظ زبان پر جاری ہوں تو وہ لسان ہیں۔ اس لیے یہاں لغتِ عربی نہ کہا گیا بلکہ ارشاد ہوا کہ لسانٌ عربیٌ یعنی وہ عربی الفاظ جن کو زبان سے بولا جا رہا ہے وہ مُبین ہیں بوجہ متکلم کے بولنے کے دوم اس لیے کہ مبین سے مراد فصاحت و بلاغت ہے۔ جو زبان و الفاظ میں بیشمار معانی پرو دیتی ہے۔ اور جس کی بنا پر تھوڑی عبارت بھی بہت سے معنیٰ کو ظاہر و بیان کر دیتی ہے۔

تفسیر صوفیانہ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۔ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ اے بیابانِ فنا کے راہ نورد اگر عالمِ بقا کے طلب گار ہو تو یہ علامتِ سرمدی پوری طرح ذہن نشین کر لو کہ جو کچھ تصورات۔ تخیلات۔ تدابیر۔ تراکیب تمہارے شعور و عقل کے پاس ہے وہ سب فنا ہے اور جو انوارِ جلال اسرارِ جمال قضاء و قدر۔ مشاہداتِ اللہ کے پاس ہیں وہ ہی باقیاتِ صالحات ہیں اور البتہ ظلماتِ نفس پر صبر کرنے والوں کو ہم قربِ جمال کی جزا عطا فرمائیں گے۔ جو اُن کے زہد ریاضت مشقتِ عبادت والے اعمالِ لطائف اور وادیٔ شوق کی مسافرتِ کلفت کی برداشت سے کہیں زیادہ ہے۔ مردانِ اہلِ قلب اور زبانِ اہلِ عقل میں سے جو بھی آستانۂ قدس پر مراقبۂ خلوص کے اعمالِ صالحہ سے اپنی جبینوں کو جلا بخشے گا۔ اور قلب و جگر سے مشاہدۂ ذات پر ایمان لائے گا۔ تو ہم اُس کو ابدی حیاتِ طیبہ سے بہارِ بقا میں۔ تجلیاتِ انوار میں زندہ موجود رکھیں گے۔ اور ان مسافرانِ منزلِ شوق کو حسن کے پھولوں جیسی جزاءِ اعمال اُن کے تصوراتِ سرمدی سے زیادہ عطا فرمائیں گے۔ قلبِ مومن اور قلبِ جاہل میں فرق یہ ہے کہ قلبِ مومن اللہ کی معرفت سے لاانتہا وسعتوں تک کھلا ہوتا ہے۔ جب شرحِ قلبی میسر ہوتی ہے اور دل اُن معرفتوں سے بھرا

ہو تو احوالِ دنیا کے واقعات سے غمگینی حزن و ملال کو قلبِ مومن میں جانے کی گنجائش نہیں ہوتی۔ لیکن قلبِ جاہل معرفتِ الٰہیہ سے خالی ہوتا ہے۔ اس لیے مصائبِ دنیا اور واقعات پریشانیہ سے بھرا ہوتا ہے۔ قناعت حیاتِ طیبہ ہے لہٰذا قانع کی زندگی عیش و سرور والی ہے۔ حریص ہمیشہ تنگی اور گھٹن میں رہتا ہے۔ مومن کا عیش دنیا میں حیاتِ طیبہ ہے۔ لیکن کافر کی زندگی حیاتِ رذیلہ ہے۔ اس کی پانچ وجوہ۔

ع۱ مومن کو اس بات کی معرفت ہے کہ جو کچھ ہے وہ اللہ کی جانب سے ہے نہ کہ بندے کی تدبیر سے اس لیے وہ قضاء و قدر پر راضی برضا رہتا ہے۔ اور رب تعالیٰ تو رحیم و کریم ہے اس لیے وہ جو کرے گا وہ رحم و کرم ہی ہوگا۔ کافر جاہل نہیں سمجھتا۔ اسی وجہ سے مومن مسرور۔ جاہل مغموم رہتا ہے ع۲ مومن ذہنی طور پر ہر رنج و راحت کے لیے تیار رہتا ہے لیکن کافر کو تقدیرِ الٰہی کی معرفت نہیں ہے اسی سبب سے مومن کو مصیبتوں کے پہاڑ بھی معمولی لگتے ہیں اور کافر کو معمولی مصیبت بھی پہاڑ لگتے ہیں ع۳ مومن سمجھتا ہے کہ حیاتِ دنیا کی تمام اچھائیاں خسیس ہیں۔ اس لیے ان کے آنے جانے سے قلبِ مومن میں تغیر نہیں آتا۔ مگر کافر کے لیے دنیا ہی سب کچھ ہے لہٰذا آنے پر مغرور اور جانے پر مغموم ہوتا ہے۔ ع۴ مومن بے ثباتیِ دنیا اور تغیرِ جہانی کو سمجھتا ہے۔ جانتا ہے کہ دنیا کہیں سے اس کے پاس آئی ہے اور پھر اس سے ہٹ کر کسی اور جگہ پہنچے گی اس لیے دنیا مومن کے دل میں نہیں بیٹھتی۔ مگر کافر اس حقیقت سے غافل ہے وہ دنیا کا عاشق بن جاتا ہے۔ اس کے زوال پر دل جلتا ہے اسی کا نام حیاتِ دنیا ہے ع۵ مجدد صاحب سرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب بندہ اللہ سے محبت کرتا ہے تو اللہ کی طرف سے آنے والی ہر چیز سے بندہ کو لذت آتی ہے۔ محبِ صادق کے لیے محبوب کی تکلیف لذیذ ہے محبوب کے انعام سے اس لیے کہ انعام میں محب کی خوشی ہوتی ہے اور درد میں محبوب کی خوشی ہے۔ اور عاشق کو اپنی خوشی سے زیادہ محبوب کی خوشی پیاری ہوتی ہے۔ مولائے رومی نے فرمایا۔ ؎

عاشقم بر لطف بر قہرت بجد ۔۔۔ اے عجب من عاشقم بر ہر دو ضد

ناخوش از وے خوش بود در جان من

جان فدائے یارِ دل رنجانِ من

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ اِنَّهٗ لَیْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ۔ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِیْنَ یَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ۔

اے قلبِ منوّر جب تو اسرارِ معرفت کی کتاب پڑھنے لگے تو خود کو ربّ ذی الجلال کی پناہ میں دے لے نفسِ امارہ پر مسلط ہونے والے شیطانِ مردود سے ۔ تاکہ تجھ میں حواسِ مغرور یہ ریاءِ مکر نہ آئیں ۔ بیشک اِس شیطان کا تسلّطِ سرکشی اُن قلوبِ مزکّی پرور پر نہیں ہو سکتا جو قربِ جلال کے دامنِ پناہ میں امن و ایمان سے خلوت گزین ہیں ۔ اور اُسی کے مشاہدۂ انوار پر بھروسہ کرتے ہیں ۔ نفسِ شیطانیہ کا تسلّط فقط اُن ہی قلوب پر طاری ہوتا ہے جو خواہشاتِ شیطانیہ سے دوستی لگاتے ہیں ۔ اور تدابیر نفسانیہ کو تقدیرِ الٰہیہ کا شریک سمجھتے ہیں ۔ دنیاءِ دون میں دو ہی قسم کے مسافرانِ راہ نورد ہیں ایک اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور دوم اَلَّذِیْنَ یَتَوَلَّوْنَهٗ اہلِ ایمان فقراءِ طریقت ہیں ۔ اور اہلِ شرکِ خفی دنیا پرست ہیں ۔ صاحبِ فقر زمین کی طرح عاجز کہ ہر شخص اس کو روندتا ہو ۔ بادل کی طرح بلند کردار کہ ہر ایک پر سایہ کرے ۔ سورج کی طرح روشن ضمیر کہ ہر ذرّے کو چمکائے ۔ بارش کی طرح سخی ہوتا ہے کہ ہر شے کو سیراب کرے ۔ عارف لوگ امراءِ کائنات ہیں اور اُن کا سرمایۂ زندگی حُسنِ اَخلاق ہے ۔ حسنِ اخلاق عملِ اَخلاق کا نام ہے نہ کہ علمِ اخلاق کا ۔ چھ چیزیں شیطان کے تسلّط سے پیدا ہوتی ہیں ۔ ع۱ لذّتِ خورد و نوش میں مشغولیت ع۲ غفلت ع۳ حرص و ہوس ۔ ع۴ حسد و بغض ع۵ فکرِ غیر اللہ ع۶ خوفِ غیر اللہ ۔ یہ ہی قلب کی سیاہی ہیں ۔ یہی سیاہی موتِ دنیا ہے ۔ اور اسی سے قالب کی تباہی ہے ۔ اِسی کا نام خودی اور خود پرستی ہے ۔ خودی قلب کی موت ہے اور بیخودی حیاتِ قلب ہے ۔ دل کی زندگی دامنِ پناہِ ربانی ہے ۔ جس نے رب سے پناہ طلب کر لی وہ شیطان پر غالب آگیا ۔ اے بندۂ مسکین خلوت گاہِ مراقبے کا ہم نشین ہو جا اور یہیں بیٹھ کر قرآنِ انوار کا مطالعہ فرما ۔ تاکہ ردشِ حواس سے شیطان کا تسلّط ختم ہو ۔ راہِ معرفت کی فقیری رب کی آغوشِ فطرت کی پناہِ ابدی ہے ۔ صوفیا کے نزدیک توکّل یہ ہے کہ دامنِ خواہشات جھاڑ دیا جائے ۔ اور توکّل منزلِ معرفت کا زادِ سفر ہے ۔ اور راہِ معرفت کا دُزدِ باطن ابلیسِ لعین ہے سرمایہ قیمتی ہے چور سخت ہے ۔ کوئی حفاظت کام نہیں آسکتی انسانی ساری عقلیں اور تدبیریں دلواں شیطانی کے آگے ہیچ ہیں ۔ اس لیے بار بار نہایت اہتمام سے ہر نیکی کے وقت خاص کر راہِ تصوف میں چلنے والے کو ربِ کائنات کی طرف سے بار بار حکمِ عرفانی فرمایا جا رہا ہے کہ اے بندے اِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۔ اللہ کی پناہ کے سوا کوئی تجھ کو شیطان سے نہیں بچا سکتا ۔

تیرا علم نہ تیری عقل نہ تیری تدبیریں۔ یہاں تو ہر وقت تجھ کو وَ مَا بِیْ فَضْلُ رَبِّیْ کا ورد یاد رکھنا پڑے گا۔ وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰیَةً مَّكَانَ اٰیَةٍ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِیُثَبِّتَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِیْنَ۔ اور جب بھی کبھی ہم نے صحیفۂ قلب سے وارداتِ احوال کی کسی نشانِ قدرت کو بدلا آیتِ کیفیت کی جگہ اور اللہ ربّ العزت خوب جانتا ہے اس کی حکمتِ بالغہ کو جس کو جس کیفیتِ ورود سے جہاں نازل فرماتا ہے۔ اور جہاں سے روکتا ہے۔ تو اے محبوبِ ازلی قلبِ عرشی روحِ کائنات یہ نفوسِ شیطانیہ ہمیشہ یہی کہتے رہے کہ یہ تمام حالات و کیفیات سب تیری اپنی ہی بناوٹ ہے۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ قلوبِ اولیاء اللہ کی اکتیس ۳۱ آیات کیفیات ہیں۔

ع۱ فیض ع۲ بسط ع۳ تغیر ع۴ تبدل ع۵ فقر ع۶ درویشی ع۷ حجابِ ابتلاء ع۸ فراق انتظار ع۹ وصل باوقار ع۱۰ تنزل ع۱۱ ترقی ع۱۲ عروج ع۱۳ دردِ عشق ع۱۴ لذتِ محبوبیت ع۱۵ خلوتِ مراقبہ ع۱۶ جلوتِ مشاہدہ ع۱۷ غمِ فراق ع۱۸ لذتِ تنہائی ع۱۹ ذکر ع۲۰ فکر ع۲۱ تشکر ع۲۲ صبر ع۲۳ تحمل ع۲۴ تجمل ع۲۵ محبت ع۲۶ عشق ع۲۸ قرب ع۲۹ بُعد ع۳۰ ولایتِ کبریٰ ع۳۱ خلتِ صغریٰ۔ ان آیات کا بدل بدل کر قلبِ عارف پر ورود ہوتا ہے۔ جس کو اہلِ معرفت ہی جانتا ہے۔ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ جسدِ اسرار کے کثیر حواس ان واردات کو محسوس تک نہیں کرتے۔ لہٰذا اے محبوبِ عرش اللہ تو کہدے کہ ان وارداتِ قلبیہ کو روح الارواح جانِ فطرت نے تیرے رب کی طرف سے حق الیقین کے ساتھ نازل کیا ہے تاکہ اہلِ مشاہدہ راہِ سعادت میں قائم ہو جائیں صحیفۂ قلبی کی یہ آیات ورود ہی راہِ معرفت کے مسافرانِ تسلیم و رضا کے لیے ہدایتِ وصل کی بشارتِ مشاہدۂ قرب ہے۔ جب بندۂ مخلص بارگاہِ قدس میں بارادۂ قوی حاضر باش ہونے کے لیے وادیٔ طلب میں قدم رکھتا ہے تو اس کے صدفِ قلب پر انوار کی بارش ہوتی ہے صوفیا کے نزدیک انوار کا تسلسل بَدَّلْنَآ اٰیَةً ہے۔ اور ورودِ کیفیات مَّكَانَ اٰیَةٍ ہے ذکرِ خفی سے قلبِ مسعود جب کھلتا ہے تو عشقِ الٰہی کا قطرۂ شفاف اس کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے اسی کا نام یا قوتِ درویشی ہے یا قوتِ درویشی کو حاصل کرنا ہو تو۔ حسد، تکبر، حرص، بخل، کھوٹ، ملاوٹ، غل و غش ریاکاری کو ترک کرو جس پیر میں یہ عیب ہوں وہ طریقت کا مرتد ہے۔ اور اس کی سزا قتلِ روح ہے۔ مذہب فقیری میں اہلِ دنیا کے پاس جانا امراء سے میل ملاپ رکھنا۔ بادشاہ سلاطین یا اہلِ دربار سے دوستی لگانا

حرامِ معرفت ہے۔ کیونکہ یہ محفل زہرِ قاتل ہے۔ اہلِ دنیا اَکْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ ہیں۔ اور خدا کا قربِ اہلِ دنیا سے دوری میں ہے۔ الہاماتِ الٰہی اور اسرارِ غیوب روح قدس ہیں۔ جب بندہ حرام غذاؤں اور فاسد لقموں سے بچتا ہے تو اس پر روحِ قدس نزولِ اجلال فرماتی ہے۔ اسی روح کی معرفت جسدِ خاکی حضوریِ بارگاہ حاصل کرتی ہے۔ لقمۂ حرام سے حضوریِ بارگاہ حاصل نہیں ہوتی۔ عالمِ ناسوت میں ہدایت و بشارت فقیری ہے اور درویشی صراطِ فقر ہے۔ رب تعالیٰ کو فقیری اس لیے محبوب ہے کہ یہ فقیری انبیا کا لباس ہے۔ اور اہلِ دنیا کے لیے حجابِ اکبر ہے۔ اور بندہ جوہرِ معرفت ہے جس کو چھپایا گیا ہے۔ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا یُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِیْ یُلْحِدُوْنَ اِلَیْهِ اَعْجَمِیٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ۔ اور البتہ بیشک نفس کی گہرائیوں کی تمام وہمیاتِ فاسدہ کو ہم جانتے ہیں جو وہ کہتے ہیں کہ قلبِ روحانی کو منزل گاہ صراط کی نشانیاں جسدِ بشری سکھاتا ہے۔ یہ دل نظر و بصارت کی نظربندیوں میں اُلجھا ہوا ہے۔ نفوسِ رذیلہ یہ نہیں شعور رکھتے کہ قالبِ جسدی اور اعضاءِ ظاہری تو ہر خواہش سے ناواقف اور عجمی بے وقوف ہے۔ اور لسانِ قلب عربی یعنی اسرارِ فطرت کی بولتی ہوئی بیّن دقیّم۔ واضح و شارح زبانِ انوار اور لغاتِ سرمدی ہے۔ قلب و جسم۔ نظر و بصارت۔ قوتِ لامسہ و شامّہ تو قلبِ مومن کے ماتحت ہے۔ تمام اعضاءِ ظاہری کیفیاتِ باطنی میں رب تعالیٰ کے ہیبتِ خوف میں ہیں۔ اور قلبِ شاکر خوفِ الٰہی دلانے والا ہے۔ اس لیے کہ ظاہر کے چراغ تو بتی اور گیس ہے مگر باطن کا چراغ خوفِ خدا ہے۔ اور یہ ایسا چراغ ہے کہ جس سے نیکی اور بدی دیکھی جا سکتی ہے۔ مرکزِ معرفت قلب ہے لیکن دروازۂ معرفت زبان ہے۔ اس کا کھلنا بھی فلاسفہ کہ مُبِیْنِ خزانۂ اسرار ہے اور بند ہونا بھی مفید ہے کہ حفاظتِ اشیاءِ غیوب ہے۔ دولتِ عارفین معرفت ہے اور اس کے تین خزانے ہیں۔ پہلا خزانہ علم ہے۔ دوسرا خزانہ شرافت ہے تیسرا خزانہ عبادت ہے۔ یہ تینوں خزانے مدینے والی سرکار صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کی کتابِ رحمت سے پڑھائے سکھائے بتائے اور عطا کیے جاتے ہیں۔ اس رحمتِ الٰہیہ کے تین دروازے ہیں پہلا دروازہ ترکِ گناہ ہے دوسرا دروازہ کثرتِ شکر ہے۔ تیسرا دروازہ ریاضت و مشقت والی عبادت ہے۔ یہ وہ اشیا ہیں کہ جتنی زیادہ کثرت میں ہوں اتنی ہی زیادہ قیمتی ہیں۔ ان کا حصول وادیِ طلب کے ہر مسافرِ راہ گزر کے بس کی بات نہیں۔ اس کو وہی مردِ راہِ خدا اور جری پا سکتا ہے جس کے پاس عشقِ الٰہی کی طاقت اور محبتِ مصطفائی کی قوت موجود ہو۔ اس راہ کا طاقتور وہی ہے

جس کے دماغ فطرت میں ضبطِ غصہ و غضب کا جوہر ہو جس کے قالب میں صبر کا مادہ ہو جس
کے جگر و ضمیر میں غربت و مسکینیت کے حجاب ہوں جس کی تنگ دستی میں پردہ پوشی ہو اور جس
کی غنا میں قناعت ہو۔ کیونکہ صوفیا کی اصطلاح میں طاقتور وہ ہے جو صابر ہو غصے کو ضبط کر سکے
کمزور وہ ہے جو شہوت سے دب جائے۔ مساکین فقراء میں امیر دولت مند وہ ہے جو ہر منزلِ شاقہ
پر صبر و قناعت کرے۔ بشر وہ ہے جس کے پاس چھ وسیلے ہوں
۱ معرفت کا وسیلہ عبادت ہے ۲ عبادت کا وسیلہ عشقِ معبود ہے ۳ عشق کا وسیلہ
محبت ہے ۴ اور محبت کا وسیلہ دامنِ مصطفےٰ ہے ۵ اور دامنِ مصطفےٰ کا وسیلہ اولیاء اللہ ہیں
۶ ولایتِ اولیا تک پہنچنے کا وسیلہ علماءِ شریعت ہی ہیں۔ مقام بشریت کی پہلی سیڑھی محفلِ علماء ہے
جو ملحدینِ اعجمی مدارس و خانقاہ سے دور اور بیزار ہیں وہ عرفا کے نزدیک حقیقی بشر کہلانے کے
حقدار نہیں ہے بلکہ وہ عقلِ ملحد اور لغتِ عجم والا گنوار ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ لَا يَهْدِيهِمُ

بیشک وہ جو نہیں ایمان لاتے پر آیتوں اللہ کی نہیں ہدایت دیتا ہے اُن کو

بیشک وہ جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اللہ اُنہیں راہ نہیں

اللَّهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٠٤﴾ إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ

اللہ اور لیے اُن کے عذاب ہے دردناک۔ فقط گھڑتے ہیں جھوٹ کو وہی

دیتا اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہے جھوٹ بہتان وہی باندھتے ہیں جو

الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ

جو بے ایمان رہتے ہیں سے آیتوں اللہ کی اور وہی ہیں

جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے اور وہی

الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ

جھوٹ بولنے والے ۔ جس نے کفر کیا اللہ کا سے بعد

جھوٹے ہیں ۔ جو ایمان لا کر اللہ کا منکر ہو

اِیْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَىٕنٌّۢ

ایمان لانے کے اُس کے ۔ سوائے اس کے جو مجبور کیا گیا حالانکہ دل اُس کا مطمئن ہے

سوا اُس کے جو مجبور کیا جائے اور اُس کا دل ایمان پر

بِالْاِیْمَانِ وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ

پر ایمان کے اور لیکن جو کھل گیا بیں کفر

جمع ہوا ہو ۔ ہاں وہ جو دل کھول کر کافر ہو

صَدْرًا فَعَلَیْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَ لَهُمْ

ظاہر ظہور تو پر اُن غضب ہے طرف سے اللہ کے اور لیے اُن کے

اُن پر اللہ کا غضب ہے اور اُن کو

عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۰۶﴾

عذاب ہے بڑا

بڑا عذاب ہے

تعلق اِن آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق ۔ پچھلی آیت میں کفارِ مکہ کا قرآن مجید کی کفر یہ توہین اور زبانِ طعن کا ذکر ہوا تھا اب اِن آیتوں میں اُن کے اِس کفر کے دبال اور مصیبت کا ذکر ہے۔ **دوسرا تعلق** ۔ پچھلی آیت میں

کفارِ مکہ کی احمقانہ تنقیدوں کا ذکر ہوا جو وہ قرآن مجید پر کرتے تھے اب اِن آیتوں میں بتایا جارہا ہے کہ وہ تو قرآنِ مجید کو بنایا ہوا کہتے ہیں حالانکہ ان کی اپنی سب باتیں جھوٹی اور بنا دٹی ہیں۔

تیسرا تعلق ۔ پچھلی آیتوں میں ظاہر اور مضبوط مومنوں اور کھلے کافروں کا ذکر کیا گیا۔ اب ان آیتوں میں مرتد کافروں اور مجبور مومنوں کا ذکر کیا جارہا ہے تاکہ ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ نشانی معلوم ہو جائے۔

شانِ نزول ۔ ابن ابی حاتم نے حضرتِ ابنِ عباس سے روایت کیا اور ابن سعد نے اپنے طبقات میں عُمر بن حکم سے روایت کیا۔ کہ جب نبی کریم رؤف ورحیم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو صحابہ کرام نے مختلف شہروں کی طرف ہجرت کرنی شروع کردی۔ کافروں نے اِن قافلوں کو ستانا اور ظلم کرنا شروع کیا۔ چنانچہ صحابہ کا ایک آٹھ افراد پر مشتمل گروہ حبشے کی طرف روانہ ہو رہا تھا راستے میں قریش نے اُن کو پکڑ لیا۔ اُن صحابہ کرام میں حضرتِ ۱ بلال۔ حضرت ۲ عمار بن یاسر ۳ صہیب۔ ۴ خباب۔ ۵ یاسر ۶ اِن کی بیوی سُمیّہ ۷ سالم۔ ۸ عامر بن فہیرہ تھے۔ کوئی تو چھڑا کر بھاگ گیا کسی کو قتل کر دیا جن میں یاسر اور سمیّہ بھی شہید ہوئے۔ عمّار نہ بھاگ سکے ان کو کفر کی طرف مجبور کیا تو انہوں نے جان بچانے کے لیے کفریہ لفظ بولدئے پھر واپس مکہ مکرّمہ میں آکر روتے ہوئے آقاءِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے سارا واقعہ بیان کیا تو آقاءِ دو عالم نے فرمایا کیا تمہارا دل مطمئن تھا۔ آپ نے عرض کیا یقیناً۔ نبی پاک نے اسی وقت فیصلہ فرمادیا کہ تم بالکل مومن ہو تب یہ چھ آیات نازل ہوئیں از آیت ۱۰۶ تا آیت ۱۱۱۔

تفسیر نحوی

اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ لَا یَھْدِیْھِمُ اللّٰہُ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۔ اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰذِبُوْنَ ٥

اِنَّ حرفِ مشبہ۔ اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر۔ لَا یُؤْمِنُوْنَ مضارع فعل حال منفی معروف صیغہ جمع مذکر غائب باب اِفعال مصدر ہے ایمانٌ۔ یعنی دینِ اسلام قبول کرنا۔ اِس دین کو قبول کرنے کا نام ایمان اس لیئے ہے کہ اب کائنات میں اللّٰہ کی صحیح معنوں میں بات ماننا اِسی دین میں ہے اور اللّٰہ کے دربار میں مانا ہوا یہی دین ہے۔ بِ جارّہ تعدّی کا۔ آیٰت جمع ہے آیۃٌ کی بمعنیٰ قرآن مجید کے الفاظ و معانی مضاف اَللّٰہِ مضاف الیہ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے لَا یُؤْمِنُوْنَ کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر صِلہ ہوا۔ موصول صلہ مل کر اسم ہے اِنَّ کا۔ لَا یَھْدِیْ۔ باب ضَرَبَ کا مضارع منفی بمعنیٰ حال یا مستقبل ھُمْ ضمیر غیر مستتر کا مرجع اللّٰہ تعالیٰ کے نافرمان غیر مومن مفعول بہ ہے منصوب ہے اَللّٰہُ فاعل فعل فاعل مفعول سے مل کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ لام جارّہ بمعنیٰ علیٰ فوقیت کا بمعنیٰ اُن پر۔ ھُمْ کا مرجع

اَلَّذِیْنَ جار مجرور متعلق ہے وَاجِبٌ یا موجودٌ پوشیدہ کا وہ جملہ اسمیہ ہو کر مبتدا ہوا۔ عَذَابٌ
موصوف اَلِیْمٌ صفت مشبہ مبالغہ کے لیے بمعنیٰ بہت دردناک تکلیف دِہ صفت ہے۔
موصوف صفت خبر ہے مبتدا خبر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف۔ جملہ عاطفہ خبر اِنَّ۔ اِنَّمَا حرف حصر یَفْتَرِیْ
باب افتعال کا مضارع مثبت معروف واحد مذکر غائب مصدر ہے اِفْتِرَاءٌ۔ بمعنیٰ اپنے دل سے
بات بنا کر کسی اور کی طرف نسبت کرنا الف لام تعریفی کَذِبَ اسم مفرد جامد حاصل مصدر بمعنیٰ جھوٹ
باطل۔ غیر حقیقی نامعلوم۔ یہاں ہر معنیٰ درست ہے مفعول بہ ہے یَفْتَرِیْ کا۔ اَلَّذِیْنَ۔ اسم موصول۔
بحالتِ رفع ہے کیونکہ فاعل ہے یَفْتَرِیْ کا۔ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ باب افعال کا مضارع منفی فعل حال ھُمْ
ضمیر مستتر کا مرجع اَلَّذِیْنَ بِ جارّہ بمعنیٰ علیٰ۔ اٰیٰتِ جمع مکسّر ہے آیَۃٌ کا۔ مضاف ہے اللّٰہِ مضاف
الیہ مرکب مجرور اور متعلق ہے۔ لَا یُؤْمِنُوْنَ کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا۔ اُولٰئِکَ۔ اسم اشارہ دور
کے لیے۔ دو لفظوں سے متصلہ بسیطہ ہے۔ ع۱ اولاءِ ع۲ کَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ اب
بسیط ہے بمعنیٰ وہ سب لوگ ھُمْ ضمیر مذکر غائب مشار الیہ ہے اس کا مرجع اَلَّذِیْنَ ہے۔ اسم
اشارہ اور مشار الیہ مبتدا ہوا۔ الف لام اسمی۔ بمعنیٰ اَلَّذِیْ۔ کَاذِبُوْنَ۔ باب ضَرَبَ کا اسم فاعل صیغہ
جمع مذکر۔ بحالتِ رفع خبر ہے مبتدا کی وہ جملہ اسمیہ ہو کر مکمل ہوا کَذِبٌ سے بنا ہے بمعنیٰ جھوٹ
بولنا۔ یعنی سمجھتے جانتے واقع کے خلاف بات کرنا۔ مَنْ کَفَرَ بِاللّٰہِ مِنْۢ بَعْدِ اِیْمَانِہٖٓ اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَ
قَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ وَلٰکِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْکُفْرِ صَدْرًا فَعَلَیْہِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰہِ وَلَہُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ
مَنْ اس کی ترکیب نحوی میں تین قول ہیں۔ ع۱ یہ سب مابعد عبارت دال ہے کَاذِبُوْنَ کی اور وہ مدلول
ہے۔ ترجمہ ہے۔ جھوٹے ہیں کیونکہ جو لوگ کافر ہوئے اللہ کے۔ ع۲ یہ عبارت بدل ہے
اُولٰئِکَ کی۔ اور ترجمہ ہوگا۔ کون جھوٹے جو کافر ہوئے بعد ایمان کے (مرتد ہوئے) ع۳ یہ عبارت
تفسیر ہے لَا یُؤْمِنُوْنَ کی اور ترجمہ ہے جو ایمان نہیں لاتے قائم نہیں رہتے یعنی کافر ہو گئے بعد ایمان
کے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ کَفَرَ۔ باب نَصَرَ کا ماضی مطلق مثبت معروف کُفْرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ
شرک کرنا۔ بِ جارّہ تعدیت کی اللّٰہِ مجرور متعلق ہے کَفَرَ کا۔ مِنْ جارّہ بیانیہ یا ابتداءِ غایت کیلئے
بَعْدِ اسم ظرفِ زمانی معرب متمکن ہوتا ہے۔ مضاف ہے اِیْمَانِ مصدر ہے باب افعال کا مضاف
ہے ہٖ ضمیر مجرور متصل مضاف الیہ ہے مرجع ہے مَنْ۔ یہ مرکب اضافی مضاف الیہ ہے بَعْدِ کا
اور وہ مجرور ہو کر متعلق دوم ہوا کَفَرَ کا۔ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا اور صلہ موصول بدل ہے۔ اُولٰئِکَ کا۔ یہ
ماقبل کی ترکیب ہے لیکن مابعد کا مستثنیٰ منہ ہوا۔ اِلَّا حرف استثنا مفید۔ اگلی عبارت مستثنیٰ متصل

ہے یا منقطع ۔ مقدم ۔ یا مؤخر اپنے مقام پر ۔ چار قول ہیں ۔ یعنی چار ترکیبیں ہیں ۔ منقطع کہنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ کفر اور اکراہ میں شمولیت نہیں ۔ کفر اعتقاد کا نام ہے اور اکراہ عمل جوارح سے ۔ یہاں مستثنیٰ منہ کفر ہے ۔ مستثنیٰ اکراہ ہے ۔ لہٰذا منقطع ہوا متصل کہنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ کفر اور مجبور ہونا دونوں طبعی امر ہیں ۔ ہاں مجبور کرنا واقعی علیحدہ چیز ہے ۔ اُکْرِہَ ۔ باب افعال کا ماضی مطلق مثبت مجہول ۔ مصدر اِکْرَاہٌ ۔ متعدی بیک مفعول ہے ۔ بمعنیٰ مجبور کرنا ۔ دباؤ ڈالنا ۔ دھمکی دینا کرہ کا لازم سے بنا ہے ۔ بمعنیٰ ناپسند ہونا ۔ اسی سے ہے مکروہ تحریمی و تنزیہی ۔ ھُوَ ضمیر مستتر اس کا نائب فاعل جس کا مرجع مَنْ ہے ذو الحال ہے واؤ حالیہ قَلْبُ اسم مفرد جامد بمعنیٰ دِل ۔ قَلْبٌ کا ترجمہ ہے بدلنا ۔ ملنا ۔ پھرنا ۔ دل بھی چونکہ ہر وقت حرکت سے بدلتا الٹا پلٹا ہوتا ہے اسی لیے اس کو قلب کہتے ہیں یا طناً بھی ارادے بدلتے رہتے ہیں اسی وجہ سے قلب ہے مضاف ہے ہٗ ضمیر کا مرجع مَنْ ہے مجرور متصل ہے مضاف الیہ ہے مرکب اضافی مبتدا ہے ۔ مُطْمَئِنٌّ ۔ باب افعیلال کا اسم فاعل واحد مذکر ثلاثی مزید فیہ غیر ملحق برباعی با ہمزہ وصل کا پانچواں باب ہے اطمینانٌ طَمْنٌ سے بنا ہے ۔ بمعنیٰ پُرسکون ہونا ۔ اپنے حال میں مگن رہنا ۔ اپنے ارادے سے نہ ٹلنا ۔ وسوسہ سے بچنا ۔ یہاں پہلے اور آخری مراد ہو سکتے ہیں ھُوَ مستتر اس کا فاعل ہے بِ جارہ بمعنیٰ مَعَ الف لام عہد ذہنی اسم مفرد جامد حاصل مصدر بمعنیٰ دین ۔ عقیدہ ۔ مذہب ۔ یہاں مراد دین ہے ۔ جار مجرور متعلق ہے مُطْمَئِنٌّ کا یہ جملہ اسمیہ انشائیہ ہو کر خبر مبتدا ہے ۔ مبتدا خبر مل کر حال ہوا اُکْرِہَ کا ۔ وہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہو مَنْ کا اور وہ مستثنیٰ ہوا ۔ مستثنیٰ منہ صلہ ہوا پہلے ابتدائی مَنْ کا وہ ما قبل سے متعلق ہو گا معطوف علیہ ما بعد وَلٰکِنْ کا ۔ واؤ زائدہ لٰکِنْ ۔ حرف عطف استدراک کے لیے سابقہ کلام کے وہم کو دور کر کے اگلے کلام کو نافذ کرنے کے لیے ۔ مَنْ یا موصولہ ہے یا شرطیہ ہے ۔ اور یہی زیادہ صحیح ہے شَرَحَ ۔ باب فَتَحَ کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب لازم ہے ھُوَ مستتر کا مرجع مَنْ وہ اس کا فاعل ہے بِ جارہ بمعنیٰ فِی ۔ الف لام استغراقی یا جنسی کُفْرٌ اسم حاصل مصدر بمعنیٰ بت پرستی ۔ جار مجرور متعلق ہے شرح کا صَدْرًا ۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ سینہ ۔ اور سینے کے اندر کا دل ۔ مفعول فیہ ہے شرح کا ۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی ۔ فَ جزائیہ ۔ بقاعدہ نحویہ جملہ اسمیہ جزا ہو تو فَ جزائیہ لانی واجب ہے ۔ علیٰ جارہ استعلائیہ ھِمْ ضمیر مجرور متصل اس کا مرجع ہے مَنْ جو لفظاً اگرچہ واحد ہے مگر اپنے عموم کی بنا پر جمع جنسی ہے اس لیے ضمیر جمع مذکر غائب آئی ۔ یہ جار مجرور متعلق ہے پوشیدہ وَاقِعٌ اسم فاعل کا ۔ غَضَبٌ اسم حاصل مصدر جامد بمعنیٰ ناراضی ۔ غصہ ۔ قہر ۔ عذاب ۔ یہاں ہر معنیٰ مناسب ہے

مِنْ حرفِ جر ابتدائیہ بمعنی عِنْدَ یا بمعنی سُوْءِ ۔ یہ جار مجرور متعلق دوم سے اُسی پوشیدہ کا ۔ اور جملہ فعلیہ ہوکر جزا ہے شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ ہوا ۔ واؤ استینافیہ ۔ لَھُمْ ۔ جار مجرور متعلق ہے پوشیدہ مَوْجُوْدٌ اسم مفعول کا اور عَذَابٌ عَظِیْمٌ موصوف صفت اس کا غائب فاعل ہے ۔ مَوْجُوْدٌ سب سے مل کر جملہ اسمیہ ہوکر مکمل ہوا ۔

تفسیر عالمانہ

اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ لَا یَھْدِیْھِمُ اللّٰہُ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۔ اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰذِبُوْنَ ۔ بیشک وہ لوگ جو اللہ کی آیتوں اور قرآن و حدیث کی نشانیوں کمالاتِ کلامِ الٰہی ۔ قانونِ شریعت مسائل اسلامیہ پر ایمان نہیں لاتے اور ضد تعصب ہٹ دھرمی سے اپنی جہالت و نادانی کی باتوں سے انکار ہی کئے جاتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ اُن کو کبھی بھی توفیق خیر اور اپنی قرب تجلی کی ہدایت نہیں عطا فرماتا ۔ یہ اُن کی دنیوی ذلت و رسوائی ہے ۔ اگرچہ اپنے مذہب و دین کے مطابق کتنی ہی عبادت ریاضت محنت مشقت کریں اس کے باوجود اُن کے لیے آخرت میں بہت ہی دردوالا عذاب ہے ۔ اس لیے کہ وہ دائمی ہے ۔ اور انتہائی بے سکونی والا ہے اور گندا بدبودار ہے ۔ ایک لمحے کے لیے بھی چین نہیں ہے ۔ غرض کہ ہر طرح سے دردناک ہے ۔ یہ دنیا و آخرت کی سزائیں اس لیے ہیں کہ انہوں ہمارے بے عیب اور بے مثل حبیب نبی مکرم کو مُفتَرِی کہا ۔ اُن کے زبان والے کلام کو کلامِ الٰہی ماننے سے انکار کیا ۔ اور کہا کہ یہ کلام انہوں نے خود افترا کیا ہے جب کہ حالت یہ ہے کہ حقیقتاً افترا اور جھوٹ بنانے والے فقط وہی لوگ ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے ۔ اپنے مونہوں سے کہتے پھرتے ہیں کہ یہ رب کا کلام نہیں دراصل اِن کی یہ باتیں ہی افترا ہیں اور اسی بنا پر بھی کفار جھوٹے ہیں ۔ ہمارا نبی و حبیب تو ایسا سچا طاہر و مطہر ہے کہ صدق و صفائی کائنات کی سچائی کو اُس پر ناز ہے ۔ مَنْ کَفَرَ بِاللّٰہِ مِنْ بَعْدِ اِیْمَانِہٖٓ اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ وَلٰکِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْکُفْرِ صَدْرًا فَعَلَیْھِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰہِ وَلَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۔ یہ اٹل اور مضبوط قانونِ الٰہی ہے کہ تاقیامت جو بھی مسلمان ہونے اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہوکر کافر ہو جائے کسی بھی قسم کا کفر بُت پرست یا یہودی عیسائی ۔ یا دہریہ ۔ اللہ کا منکر یا رسول اللہ محمد مصطفیٰ یا کسی بھی نبی علیہم الصلوٰۃ والسلام کا منکر یا کسی آسمانی کتاب توریت زبور انجیل صحفِ آدم و ابراہیم و موسیٰ کا منکر یا قرآن مجید اور اُن کتب آسمانی کے کلام الٰہی ہونے کا منکر ہو غرضکہ اپنے اسلام کو چھوڑ کر کسی بھی شرعی کفریہ قوم میں چلا جائے بالکل اپنی رضا خوشی اور خواہش سے کسی

مجبوری اور دھمکی سے نہیں ۔ اس لیے کہ اگر وہ شخص جو قتل کی دھمکی سے مجبور کیا جائے اور ڈر کر جان بچانے کی خاطر گھبرا کر جابر کے کہنے کے مطابق بالکل اسی طرح کے کفریہ الفاظ صرف اپنی زبان سے ادا کر دے جو جابر ظالم کافر کہلوانا چاہتے ہیں ۔ اور اس مجبور مسلمان کا دل ایمان و اسلام سے مطمئن اور منور ہو ایسے مجبور کے لیے تو وقتی طور پر کفریہ لفظ بول دینے جائز ہیں ۔ اگرچہ لازم نہیں ہیں ۔ نہ بولتا اور قتل ہو جاتا تو شاندار فضل و عظیم مرتبے والا تھا ۔ مگر تاہم جائز کی حد تک ٹھیک ہے ۔ لیکن یہاں تو روئے سخن ان بدنصیبوں کی طرف ہے جس نے اپنا سینہ و دل کفر کی محبت میں کھول لیا اور کفر بولنے میں وسیع کر لیا تو ان پر دنیا میں اللہ تعالیٰ کا غضب اور قہر ہے کہ ان کو قرآن و حدیث کے مطابق قانونی سزا میں ذلت آمیز قتل و غارت سے ہلاک کر دیا جائے گا ۔ اور اگر یہ لوگ مرتد ہو کر کسی طرح قتل شرعی سے بچ بھی گئے تو آخرت میں ان کے لیے بہت بڑا عذاب دائمی موجود ہے ۔ جس سے بھاگ نہیں سکتے ۔ خیال رہے کہ ان آیات طیبات میں ۔ تین قسم کے لوگوں کا ذکر کیا گیا ۔ ع ۱ پہلی آیت میں منکرین کا پھر ع ۲ اس جگہ مرتدین اور ع ۳ ساترین مومنین کا ۔ اسلام میں سب سے پہلا مرتد عبداللہ بن ابی سرح ہوا ۔ جس سے کافی پوچھ گچھ کی گئی اور مرتد ہونے کی وجہ معلوم کی گئی ہر طرح تسلی تشفی کی گئی اور جب وہ کوئی وجہ و عذر نہ بتا سکا محض دنیوی لالچ کی خاطر مرتد ہوا بلکہ زمین پر باعثِ فساد ہوا تب نبی کریم اور قرآنِ مجید کے ظاہری حکم کے مطابق اس مرتد کو قتل کر دیا گیا تفسیر جمل اور امام رازی نے ایک روایت بیان فرمائی کہ یہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح قتل نہ کیا گیا تھا مرتد ہونے کے بعد قتل کا فیصلہ کیا گیا تھا ۔ پھر فتح مکہ کے دن یہ دوبارہ مسلمان ہو گیا ۔ مگر امام رازی نے خود ہی اس روایت کو ضعیف قرار دیا اور فرمایا کہ یہ سورۃ نحل مکی ہے اور سب آیت ہی مکی ہیں لہٰذا یہ روایت تو تب صحیح ہو سکتی ہے کہ اس سورتِ نحل کو مدنی مانا جائے ۔ واللہ و رسولہ اعلم بالصواب ۔ اور اسلام میں سب سے پہلے شہید حضرت عمار کے والد حضرت یاسر اور یاسر کی بیوی عمار کی والدہ ہیں جو ہجرت کے راستے میں شہید کیے گئے ۔ اور اسلام میں سب سے پہلا منافق عبداللہ بن اُبی اور سب سے پہلے ساتر مومن حضرت ابوطالب اور دوسرے ساتر مومن حضرت عمار بن یاسر ہوئے ۔ روایت و تاریخ میں ہے کفارِ مکہ کے ظلم اور عبادت میں رکاوٹ سے تنگ آکر تین افراد کے مختصر قافلے نے ہجرتِ مدینہ کا ارادہ کیا ۔ ان کو کفار نے راستے میں پکڑ لیا اور مرتد ہونے پر مجبور کرتے ہوئے قتل کی دھمکی دی حضرت یاسر اور ان کی زوجہ حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نہایت دلیری سے ان کو منہ توڑ جواب دیتے ہوئے انکار کیا ۔

کفّار نے ان کو بری طرح قتل کر کے شہید کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سیدۃ الشہداء کا لقب عطا فرمایا۔ لیکن عمار گھبرا گئے اور کلمۂ کفر بول دیا مگر دل میں ایمان والیقین پھر جب کفار نے جن میں ابوجہل ملعون بھی تھا۔ حضرت عمار کو چھوڑ دیا تو عمار غم زدہ روتے ہوئے بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے آقائے کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ان کو تسلی دی اور تا قیامت اس طرح کے سارے مومنین کے لیے مومن ہی رہنے کا قانون بنا دیا کہ اگر آئندہ بھی تمہارے یا کسی مومن کے ساتھ کہیں پر اس طرح کی مجبوری۔ دشواری آئے تو صرف زبان سے کلمۂ کفر بولنا جائز ہے بشرطیکہ دل ایمان سے مطمئن ہو۔ مکہ مکرمہ میں سب سے پہلے علی الترتیب سات حضرات نے اسلام ظاہر کیا۔

ع۱ ابوبکر صدیق ع۲ حضرت خباب ع۳ صہیب رومی ع۴ بلال حبشی ع۵ یاسر ع۶ حضرت سُمیّہ۔ ع۷ عمار بن یاسر۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ خیال رہے کہ جس مجبوری اور اکراہ میں کفریہ الفاظ بول دینے کی اجازت ہے وہ چار قسم کا ہے۔

ع۱ جابر و ظالم کفار قتل کی دھمکی دیں اور جلد بازی کریں دباؤ ڈالیں کہ جلدی یہ کفریہ بات بول۔

ع۲ صرف زبان کفریہ الفاظ بولے دل نفرت کراہت اور انکار ہی کرتا ہے۔

ع۳ زبان سے اگر ہو سکے سوالیہ طرز اختیار کرے۔ یا ممکن ہو تو تمسخرانہ یا کفار کی اہانت والی طرز اختیار کرے بشرطیکہ کافر محسوس نہ کر پائیں۔

ع۴ مجبور مسلمان اتنا گھبرایا ہو۔ ڈرا ہوا ہو اور پریشان ہو کہ زبان سے کلمۂ کفر بولتے وقت دل کے اطمینان کی طرف یا نیّتِ قلبی کی طرف اس کا دھیان و خیال ہی نہ جائے۔ ان سب صورتوں میں مجبور شرعی مجرم نہیں۔ لیکن پھر بھی اگر ذرا سی ہمت کرے اور بالکل کفریہ الفاظ نہ بولے جان دیدے تو کمال افضلیت و شہادتِ عظمیٰ ہے۔ اسی طرح خیال رہے کہ مجبوری صرف اُن الفاظ اور افعال میں مانی جاتی ہے جن میں مجبور کو بھاگنے یا بچنے کی مہلت نہ ملے مثلاً ظالم جابر کفار وغیرہ سر پر تلوار لے کر کھڑے ہوں کہ بول کفر ع۲ یا اس فلاں شخص کو تو اپنے ہاتھ سے قتل کر ورنہ تجھ کو قتل کر دیں گے ع۳ یا تو اس کے ہاتھ پیر وغیرہ کاٹ دے ورنہ تجھ کو ہم قتل یا معذور و زخمی کر کے ہلاکت میں پہنچا دیں گے ع۴ یا یہ حرام کھا پی۔ مثلاً خنزیر۔ مردار۔ شراب وغیرہ۔ ان صورتوں میں اکراہ تصور کیا جائے گا۔ اور مجبور کی دنیوی اور اُخروی معافی ہے۔ لیکن اگر جابر قتل کی دھمکی سے زنا پر یا لواطت پر مجبور کرتا ہے ع۳ یا دور جا کر کسی کو قتل یا اپاہج کرنے پر مجبور کرتا ہے اور جابر ساتھ نہیں ہے۔ پھر بھی یہ مجبور انسان ان جرائم کا مرتکب ہو کر زنا وغیرہ کر لیتا ہے یا حرام کھا لیتا ہے پی

لیتا ہے۔ تو مجبور نہیں مانا جائے گا اور مجرم ہوگا۔ مگر اس جرم کی حد نہیں لگے گی البتہ تعزیر اور تو بہ ضرور ہوگی۔

فائدے

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے

پہلا فائدہ۔ قرآن مجید ہدایت کا پانی ہے مگر مثل کوئیں کے چل کر نہیں آتا خواہش مند کو اس تک جانا پڑتا ہے اگر کوئی اس پر ایمان عقیدہ محبت الفت اور ادب نہ رکھے تو وہ بد نصیب قرآن مجید سے ہدایت نہ پائے گا۔ یہ فائدہ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔ جب کہ ہدایت سے مراد توفیق و سعادت ایمان ہو۔ **دوسرا فائدہ۔** سب سے بدتر گناہ جھوٹ ہے کیونکہ یہ بدترین کافروں کی علامت ہے۔ کفار نے نبی کی ذات کے لیے کہا کہ نبی (معاذ اللہ) جھوٹ بول سکتا ہے۔ یعنی نبی میں جھوٹ کی قدرت مانی اور دنیا کی نئی پیداوار گستاخوں نے خدا تعالیٰ کو جھوٹ پر قادر مانا۔ یہ گویا کفر سے بدتر گستاخی ہے۔ مسلمانوں کو ایسے گستاخوں سے بچنا چاہیئے **تیسرا فائدہ۔** نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار گویا درحقیقت اللہ تعالیٰ کا ہی انکار ہے یہ فائدہ۔ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔ اس لیے کہ کفار نے اللہ تعالےٰ کا انکار حضرت عمارؓ سے نہ کرایا تھا بلکہ نبی پاک اور قرآن و اسلام سے گستاخی کرائی تھی۔ جس کو کفر باللہ قرار دیا گیا۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ جان کے خوف سے کلمۂ کفر بولنا جائز ہے مگر نہ بولنا بہتر ہے لیکن حرام کھانے کے مجبور پر کھا لینا بہتر ہے نہ کھانا اور جان دے دینا گناہ ہے۔ یہ مسئلہ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ (الخ) اور اس سے پہلے مَنْ كَفَرَ کی تفسیر سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ۔** دار الحرب یعنی وہ علاقہ جس میں مسلمانوں کو کفر پر مجبور کیا جائے اور اسلام پر عمل نہ کرنے دیا جائے وہاں مسلمانوں کو رہنا گناہ و حرام ہے۔ جب موقعہ ملے فوراً وہاں سے ہجرت کر جائے۔ یہ مسئلہ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ کے شانِ نزول سے مستنبط ہوا **تیسرا مسئلہ۔** مرتد۔ بدترین کافر اور قانونی مجرم ہے اس لیے تمام سابقہ نیک اعمال و عبادات برباد ہیں۔ نکاح ٹوٹ جاتا ہے فریضہ حج برباد ہو جاتا ہے اور نسلیت بھی ختم ہو جاتی ہے اسی لیے قرآن مجید میں اس کی سزا قتل ہی مقرر فرمائی کہ یہ غدارِ دینی اہلی ہے یہ مسئلہ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ اور وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ دو سزاؤں کے ذکر اور اس کی ایک تفسیر سے مستنبط ہوا۔ **چوتھا مسئلہ** اگر مجبور شخص زبان سے کفر ادا کرے اور دل بھی کفر کی طرف ہو جائے اطمینان

میں نہ رہے تو کافر ہو جائے گا۔ پانچواں مسئلہ۔ اگر کوئی شخص دل لگی اور مذاق میں کفریہ کلمات ادا کردے تو کافر ہو جائے گا۔ یہ دونوں مسئلے مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوئے خیال رہے کہ اسلامی شریعت میں چھ چیزیں مذاق اور دل لگی سے درست نافذ اور واقع ہو جاتی ہیں۔ جن میں۔ طلاق۔ نکاح اور عتاق۔ اور کفر بکنا شامل ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ تقیہ کرنا جائز ہے اور تقیے میں ہر طرح کی غلط بیانی جھوٹ بات کرنی جائز ہے دیکھو اللہ نے فرمایا مَنْ اَثَرَ۔ پھر فرمایا اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ (الخ) اس آیت سے تقیے کا شاندار ثبوت ہے۔ (شیعہ روافض)

جواب۔ یہ بالکل غلط ہے۔ اس لیے کہ یہاں مجبور کے جان بچانے کا ذکر ہے کہ جس طرح جن لفظوں سے کافر کسی مسلمان کو کفریہ الفاظ بولنے پر مجبور کرے اور تلوار سامنے ہو۔ قتل کی دھمکی ہو۔ ایسی مصیبت میں کفر بولنا اور فقط وہی لفظ بولنا صرف جائز رکھے گئے۔ بہتر یہ بھی نہیں۔ مگر تقیے میں دھوکہ دینا مقصود ہوتا ہے اور عام حالات معمولی واقعات میں اپنی مرضی سے جھوٹ بیانی ہوتی ہے نہ قتل کی دھمکی ہوتی ہے نہ کسی کا تلوار سے کر جبر و زبردستی۔ تقیہ بہر کیف بدترین جرم ہے۔ کسی بھی آیت و حدیث سے ثابت نہیں۔ بلکہ اس طرح توڑ موڑ کر دلائل بنانے بھی دھوکہ دینا ہے۔

دوسرا اعتراض۔ یہاں پہلے فرمایا گیا لَا يُؤْمِنُونَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ۔ یہ جملہ فعلیہ ہے۔ ساتھ ہی عطف کرکے فرمایا گیا۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ یہ جملہ اسمیہ ہے۔ نحوی قانون کے مطابق جملہ فعلیہ کا عطف جملہ اسمیہ پر منع ہے۔ کیونکہ فعل میں دوام نہیں ہوتا اور اسم مشتق میں دوام ہے۔ تو یہ آیت نحوی قواعد کے خلاف معلوم ہوتی ہے۔

جواب۔ نحوی قانون ہی کے مطابق۔ فعل میں کبھی لزوم ہوتا ہے اور کبھی مفارقت اس کی بہت سی مثالیں قرآن مجید میں موجود ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ فعل میں دوام نہیں ہوتا اور اسم میں دوام ہوتا ہے لیکن جب اسم مشتق کو فعل کی علت بنایا جائے تو عطف جائز ہے۔ یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ جھوٹ کا افتریٰ وہی بناتے ہیں جو مومن نہیں۔ اس کی وجہ اور علت یہ ہے کہ شروع سے ہی جھوٹ بولنے والے ہیں۔ تنبیہ یہ ہے کہ جب افتریٰ کیا تو وہ کافر ہوئے کفر میں داخل ہوئے اور جھوٹے تو وہ پہلے سے تھے لہٰذا لَا يُؤْمِنُوْنَ بھی پہلے سے ہوئے اس عطف نے دونوں کو ایک درجے کا بنا دیا۔

تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ۔ جو کافر ہوا اپنے ایمان کے بعد پھر فرمایا گیا اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ مگر وہ جو مجبور کیا گیا۔ یہاں اِلّا حرف استثنا کیوں لایا گیا۔ جب مجبور انسان کافر نہیں ہے تو کافر سے مستثنیٰ کیوں کیا گیا۔ استثنا کے ذریعے تو داخل شدہ کو نکالا جاتا ہے۔ مجبور تو کفر میں داخل ہی نہیں ہوا۔

جواب۔ یہاں استثنا شخصیت سے نہیں بلکہ قول اور بات کا استثنا ہے یعنی جو کفریہ بات مرتد کے منہ سے نکلی بالکل اسی کی مثل کفریہ بات مجبور مسلمان کے منہ سے نکلی۔ مگر وہ کفریہ بات مرتد کو کافر بنا دے گی مجبور کو نہیں بنائے گی۔ تو یہ استثنا کفریہ بات کے حکم اور نتیجے کا ہے یعنی بات ایک جیسی ہے مگر حکم سے مجبور مستثنیٰ ہے۔

چوتھا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا۔ لغت اور اصلاح نحات کے قانون کے مطابق حرف لٰكِنْ استدراک یعنی سابقہ کسی غلطی اور وہم کے اندیشہ وغیرہ کی وجہ سے استعمال کیا جاتا ہے اور اس وہم و غلطی کو دور کرنا مقصود ہوتا ہے۔ تو یہاں چونکہ پہلے کفر فرما ہی دیا گیا ہے اور اور مرتد کے کفر میں تو شک و شبہ۔ وہم وغیرہ ہے ہی نہیں تو پھر لٰكِنْ نے کس غلطی کو دور کیا۔ اور یہاں لٰكِنْ کیوں استعمال فرمایا گیا۔ اس طرح ہونا چاہیئے تھا۔ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ (الخ) یعنی جو شخص اللہ پر ایمان لانے کے بعد کافر ہو گیا سوائے اس کے جو کفر پر مجبور کیا گیا اور اس کا دل ایمان سے مطمئن ہے۔ تو ان مرتدین پر اللہ کا غضب ہے۔ یا۔ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ کی پوری عبارت استثنائیہ کو عَذَابٌ عَظِيْمٌ کے بعد لایا جاتا۔

جواب۔ چونکہ مَنْ كَفَرَ فرمانے کے بعد اِلّا نے کفر کی نفی کر دی تھی کہ مَنْ اُكْرِهَ۔ کفر کے باوجود کافر نہیں۔ اس لیے وہم پڑ سکتا تھا کہ شاید كَفَرَ کا معنیٰ اور ترجمہ ہے کہ جس نے کفر کا عقیدہ بنایا ایمان کے بعد۔ حالانکہ مَنْ كَفَرَ کا معنیٰ یہ نہیں۔ بلکہ مَنْ كَفَرَ کا معنیٰ ہے جس نے کفر کے الفاظ بولے کفر بکا۔ ان لوگوں کی دو قسمیں ہیں تو اس وہم کو دور فرمانے کے لیے لٰكِنْ فرمانا بالکل درست ہے اور معنیٰ یہ ہے کہ جس نے ایمان کے بعد کفریہ الفاظ بولے تو اس پر ایک دم کفر کا فتویٰ یا حکم نہیں لگے گا بلکہ چھان قول و اقرار۔ تفتیش و تحقیق اور محنت کثیر سے معلوم کیا جائے گا کہ وہ مَنْ اُكْرِهَ ہے یا نہیں۔ اگر مَنْ اُكْرِهَ ہے تو بری۔ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ (الخ) لیکن اگر کھلے دل سے کفر بکا ہے تو ان پر غضب اور عذاب عظیم ہے۔ اب معترض کا اعتراض ختم ہو گیا اور مطلب واضح ہو گیا۔

تفسیر صوفیانہ

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ؀

بیشک وہ حواسِ ظاہری و باطنی جو نفسِ رذیل کے جالِ وسواس میں پھنس کر اللہ کی اسرارِ معرفت والی نشانیوں کی طرف مائل نہیں ہوتے اور تخیلاتِ مومنانہ پیدا نہیں کرتے اللہ ربُّ العزت ان کو منزلِ قرب کی ہدایتِ وصل نہیں عطا فرماتا اور ان کے لیے ہی محرومیِ انعامِ مشاہدہ اور مردودیِ بارگاہ کا دردِ فراق والا ابدی عذاب ہے۔ وہمیاتِ دماغی کے جھوٹے افترا۔ اور باطل تسلیوں کے غلط نظریات وہی سرکش و مفتن بناتے پھرتے ہیں جو روحِ آسمانی اور جسدِ زمینی میں موجود نشاناتِ قدرت پر بصیرتِ ایمانی سے متوجہ نہیں ہوتے۔ اہلِ شقاوت کے یہ ہی حواسِ باطنی بُطلانِ کذب میں ہیں۔ اے بندے وادیِ عشق میں قدم رکھنے سے پہلے اپنے نفسیات کی ہدایت کی ہمت کر۔ کیونکہ عاشق کا دل محبت کا آتشکدہ ہے جو کچھ اس میں آتا ہے جل کر نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ آتشِ محبت سے زیادہ تیز کوئی آگ نہیں ہے نفسِ امارہ کے لیے یہی عذابِ الیم ہے خیالاتِ نفسانیہ ندی نالوں کی طرح ہیں جب تک ندی نالے سمندر سے دور رہتے ہیں شور و طرب ایسا سخت برپا رہتا ہے کہ دور تک سنائی دیتا ہے۔ ساری وادی میں ایک ہلچل مچی ہوتی ہے۔ لیکن جب سمندر کے قریب ہوتا ہے تو سب دم خم ختم ہو جاتا ہے۔ اس طرح نفسِ امارہ کی خواہشات و شہوات کے ندی نالوں کا قالبِ غفلت افترا و کذب میں ہیجان بپا ہے مگر جب نفسِ رذیلہ کو بحرِ قلب کے قریب کیا جاتا ہے اور مسافرِ معرفت بندۂ طالب واصلِ حق ہوتا ہے تو اس کا جوش و خروش ختم ہو جاتا ہے۔ عارفِ حق جتنے قدم وادیِ حیرت میں طے کرتا جاتا ہے اتنا ہی اس کا عرفان بڑھتا جاتا ہے اہلِ شقاوت کی بھی تین خصلتیں ہیں اور اہلِ سعادت کی۔

۱ آندھی کی طرح اِفترا ۲ کیچڑ کی طرح کِذب ۳ دلدل کی طرح بے دینی اور لَا يُؤْمِنُوْنَ ۔ آندھی گندگی لاتی ہے کیچڑ گندگی کو جماتی ہے اور دلدل گندگی میں پھنساتی ہے۔ اسی لیے اہلِ شقاوت لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ کے زمرے میں رہتے ہیں مگر اہلِ سعادت زمین کی طرح تواضع اور عاجزی میں رہتے ہیں ۲ دریا کی طرح سخی ہوتے ہیں ۳ اور آفتاب کی طرح شفقت فرماتے ہیں۔ زمین ہر ایک کو ٹھیراتی ہے ہر ایک کے لیے اس کا دامن کرم کھلا ہے دریا گندگی کو دھو ڈالتی ہے ۳ اور سورج اس دھلے ہوئے کو سکھاتا ہے تاکہ لباسِ یار کو پہن سکے۔ اے بندے اہلِ سعادت کی محفل اختیار کر اور لَا يُؤْمِنُوْنَ کی شقاوت والوں سے دور بھاگ۔ نیکوں کی صحبت نیک کاموں سے بہتر ہے اور بدوں کی صحبت برے کاموں

سے بدتر ہے مَنۡ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنۡۢ بَعۡدِ اِيۡمَانِهٖۤ اِلَّا مَنۡ اُكۡرِهَ وَقَلۡبُهٗ مُطۡمَئِنٌّۢ بِالۡاِيۡمَانِ وَلٰـكِنۡ مَّنۡ شَرَحَ بِالۡكُفۡرِ صَدۡرًا فَعَلَيۡهِمۡ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ‌ۚ وَلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ - عالمِ ناسوتی عیاشیوں لذتوں آرام مستیوں کے بعد جب کوئی مُریدِ حق آستانۂ مرشد سے - بیابانِ ظلمت کو چھوڑ کر وادیٔ معرفت میں قدمِ ایمان رکھتا ہے تو خیابانِ نفس سے ہزارہا ظلم وجفا آندھیاں اٹھتی ہیں جو وسواس کی جھاڑیوں میں اُلجھا کر اور سابقہ عیش ولذت کو یاد دلا کر مرتدِ معرفت بنانا چاہتی ہیں - تو جو سفرِ مراد کا نووارد مسافر - لذتِ محبتِ محبوب اور دردِ عشق کی مٹھاس سے ناواقف ہو عبادت کی نمازوں ریاضت کے روزوں ، مشقتِ وظائف کے چِلّوں - خلوتِ دنیا اور تنہائیٔ قلب کے بوجھل مراقبوں کو برداشت نہ کرتے ہوئے شیطانی خوشنودی اور قلب کُشی کر کے پھر کفرِ باطنی کے لیے سینہ کھول دے تو اُن پر قہرِ محرومی کا غضب اور بربادیٔ اعمال کا عذابِ عظیم وارد ہوتا ہے - ہاں البتہ وہ قلبِ مخلص وصابر جو راہِ ولایت کی مشقتوں - مصیبتوں کو جھیلتے ہوئے - آستانۂ مرشدِ قدس پر سرِ نیاز جھکانے سے مطمئن ہو - اور تخیلاتِ نفسانی کی ہلاکت سے بچنے کے لیے حلیۂ نفسانی میں بدل جائے وہ شقاوتِ ازلی ابدی سے بچ جائے گا - صوفیا فرماتے ہیں کہ مسافرِ معرفت کی پہلی میزبانی دلجوئی ہے دلجوئی اِکراہِ باطن ہے اور نیتِ قلبی اطمینان ہے - مسلمان کو گناہ اتنا ضرر نہیں پہنچاتا جتنا اپنے مسلمان وہم مسلک کو ذلیل وخوار کرنا - عارف وہ ہے جو ماسوا کو دل سے مٹا دے اور کسی اِکراہ میں نہ آئے - نفس وشیطان کتنا ہی مجبور کرے مگر گناہ سے کم از کم ایسا دور رہے کہ عمرِ بلاعنت کی مقدار برابر فرشتے اُس کا گناہ نہ لکھ سکیں - شریعت میں نابالغ وہ ہے جس کی غلطی گناہ نہ بنے طریقت میں نابالغ وہ ہے جس سے گناہ سرزد نہ ہوں - اگرچہ مَنۡ اُكۡرِهَ ہو جائے - چار چیزیں مردانِ معرفت کے جوہر ہیں - ۱ غریبی میں اظہارِ امیری اور شکر ۲ بھوک میں اظہارِ دلیری ۳ غم میں اظہارِ خوشی - ۴ ذاتی دشمن سے بھی اظہارِ دوستی - یہ چیزیں غضبِ الٰہی اور عذابِ عظیم سے بچاتی ہیں - مسلمان کو چاہیے کہ تین چیزوں کو دوست بنائے ۱ فقیری ۲ بیماری ۳ موت -

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسۡتَحَبُّوا الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا عَلَى

وہ سزا اِس وجہ سے ہے کہ انہوں محبت چاہی دنیوی زندگی سے بدلے

یہ اس لیے انہوں نے ... زندگی آخرت سے

الْاٰخِرَةِ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ (۱۰۷)

آخرت کے اور بیشک اللہ نہیں ہدایت دیتا کافر لوگوں کو

پیاری جانی اور اس لیے کہ اللہ ایسے کافروں کو راہ نہیں دیتا

اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ سَمْعِهِمْ وَ

وہی ہیں یہ کہ مہر لگا دی اللہ نے پر دلوں اُن کے اور

یہ ہیں وہ جن کے دل اور

اَبْصَارِهِمْ ۚ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ (۱۰۸) لَا

کانوں اُن کے اور آنکھوں اُن کی اور یہی ہیں غفلت میں رہنے والے ۔ نہیں ہے

کان اور آنکھوں پر اللہ نے مہر کر دی ہے اور وہی غفلت میں پڑے ہیں ۔ آپ ہی

جَرَمَ اَنَّهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (۱۰۹) ثُمَّ

شک کہ بیشک وہ ہی آخرت میں خسارہ والے ہیں ۔ پھر

ہوا کہ آخرت میں وہی خراب ہیں پھر

اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِیْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا

یقیناً رب آپ کا اُن کے لیے ہے جو مہاجر بنے سے بعد اس کے کہ بڑے امتحانوں میں ڈالے گئے

بیشک تمہارا رب اُن کے لیے جنہوں نے اپنے گھر چھوڑے بعد اس کے کہ ستائے گئے

ثُمَّ جٰهَدُوْا وَ صَبَرُوْۤا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ

پھر جہاد کیا انہوں نے اور صبر کیا انہوں نے بیشک رب آپ کا سے

پھر انہوں نے جہاد کیا اور صابر رہے بیشک تمہارا رب

بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾

بعد ان خطاؤں کے ہے البتہ بخشنے والا رحم والا

اس کے بعد ضرور بخشنے والا ہے مہربان

تعلق ان آیات کریمہ کا تعلق پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح سے ہے۔
پہلا تعلق۔ پچھلی آیتوں میں کفار مکہ کے ظاہر ظہور بڑی دلیری سے کفر کرنے کا ذکر ہوا تھا اب ان آیتوں میں اس کی وجہ بیان ہو رہی ہے۔ کہ ان کو دنیا پیاری ہے نہ کہ آخرت۔
دوسرا تعلق۔ کفار کے شرح صدر کا بیان ہوا اور اُس کی سزا و عذاب کا ذکر ہوا۔ اب ان آیات میں اُن کے دلوں۔ کانوں۔ آنکھوں کے اوپر مہر الٰہی لگنے کا ذکر ہے۔ گویا کہ پہلے اُن کے کشادہ کھلے ہوئے کفر یہ سینے کا ذکر تھا کہ وہ کھلا ہی اس لیے ہے کہ وہاں کفر آ رہا ہے۔ اب اُن کے بند دل کا ذکر ہے کہ ایمان ان میں جا ہی نہ سکے **تیسرا تعلق۔** پچھلی آیتوں میں اُن مومنوں کا ذکر ہوا جن کو کفر بولنے پر مجبور کیا گیا اور انھوں نے کفر بول کر اپنی جان بچائی۔ اب اِن آیتوں میں اُن مومنوں کا ذکر کیا گیا جن کو گھر وطن چھوڑنے پر مجبور کیا گیا اور انھوں نے گھر بار چھوڑ کر اپنا ایمان بچایا۔

شانِ نزول۔ یہ چار آیات ایک روایت کے مطابق۔ حضرت عیاش بن ربیعۃ (یہ ابوجہل کے رضاعی یا اخیافی بھائی تھے) اور ابو جندل بن سہل اور ولید بن ولید بن مغیرہ اور سلمہ بن ہشام اور عبداللہ بن اسد ثقفی کی شان میں نازل ہوئیں۔ جن کو کفار نے ایذائیں دیں۔ (صاوی) ایک قول ہے کہ یہ آیت حارث بن سوید انصاری کے لیے آئی جو مرتد ہو کر کفار سے مل گئے تھے پھر اسلام لائے اور بہت بڑے مجاہد ہوئے پہلے ارتداد کی وجہ سے اِن کے قتل کا فیصلہ ہو گیا تھا (جمل)۔

تفسیر نحوی ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝ ذٰلِكَ اسم اشارہ بعید مبنی ہے بحالت رفع ہے محلاً۔ مبتدا ہے اس کا مشار الیہ محذوف منوی ہے الوعید (جھڑک) یا عذاب۔ ب جارہ سببیہ اَنَّ حرف تشبیہ هُمْ ضمیر اس کا اسم جس کا مرجع کفار مشرکین۔ اِسْتَحَبُّوْا۔ باب استفعال کا ماضی مطلق ثبت معروف مصدر ہے اِسْتِحْبَابٌ حُبٌّ سے بنا ہے بمعنی محبت کرنا۔ چاہنا۔ پسند کرنا۔

پیارا سمجھنا۔ الف لام جنسی حَیٰوۃَ اسم مفرد جامد بمعنیٰ زندگی۔ موجودگی۔ اَلدُّنیا۔ الف لام اسمی بمعنیٰ اَلَّذِیْ دُنْیا۔ اسم تفضیل مؤنث صفت ہے موصوف صفت مفعول بہ ہے۔ خیال رہے کہ حیات دنیا اُس زندگی کا نام ہے جس میں قوّتِ نامیہ ہوتی ہے۔ یعنی اعضاء جسم کا بڑھنا۔ کیونکہ دنیا دُنُوٌّ سے بنا ہے اور دُنُوٌّ کا ایک ترجمہ گھٹنا بڑھنا ہے۔ اجسام کی بالیدگی صرف اسی دنیوی زندگی کا خاصّہ اسی معنیٰ میں بھی اِس کا نام الحیات الدنیا ہے برزخی اور اُخروی زندگی میں قوّتِ نامیہ نہیں ہوگی۔ علیٰ استعلائیہ الف لام عہدی آخرۃ اسم فاعل مؤنث۔ بمعنیٰ پیچھے ہونے والی آخرت کا عالم مراد ہے یہ جار مجرور متعلّق ہے اِسْتَحَبُّوْا کا۔ وہ جملہ فعلیہ ہوکر خبر ہے اَنَّ کی وہ جملہ اسمیہ خبریہ تحقیقیہ ہوکر خبر مبتدا ہوئی۔ واؤ سر جملہ اَنَّ اللہَ۔ اَنَّ حرف تحقیق۔ مفتوحُ الہمزہ ہے۔ کیونکہ مبتدا ہے مَابعد کا۔ بقاعدۂ نحویہ دس جگہ اِنّ مکسورہ ہوتا ہے اور نو جگہ اَنَّ مفتوحہ ہوتا ہے۔ جن میں سے ایک یہ ہے۔ اَللہ اسم اَنَّ۔ لَایَھْدِیْ۔ باب ضَرَبَ کا مضارع منفی معروف واحد غائب مذکر ھُدًی سے بنا ہے۔ بمعنیٰ قُرب کی منزل تک پہنچانا۔ یعنی منزلِ مقصود تک۔ توفیقِ ایمان دینا۔ یہاں دونوں معنیٰ مراد ہیں۔ ھُوَ ضمیر اس کا فاعل ہے۔ جس کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے۔ الف لام استغراقی قَوْمَ۔ اسم مفرد لفظی الف لام استغراقی۔ کٰفِرِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر بحالتِ فتحہ ہے بمعنیٰ شرک کرنے والے اللہ رسول کی نافرمانی اور انکار کرنے والے۔ صفت ہے قوم کی اور جمعیت معنوی میں تابع متّفق ہے۔ یہ مرکب توصیفی مفعول بہ ہے لَایَھْدِیْ کا وہ جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر خبر اَنَّ۔ یہ سب مل کر مبتدا ہوا۔ اُولٰٓئِکَ اسم اشارہ قریبی۔ اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر۔ طَبَعَ فعل ماضی۔ واحد مذکر غائب۔ طَبْعٌ سے بنا ہے بمعنیٰ مہر لگادینا۔ بیکار کردینا۔ کسی چیز کا چھاپ دینا۔ خواہ ابھار کر یا کھود کر۔ یہاں پہلے معنیٰ میں ہے امام رازی نے سورہ بقرہ کے شروع میں خَتْمٌ اور طَبْعٌ میں آٹھ فرق بیان کیے ہیں جن میں ایک یہ کہ خَتَمَ کے معنیٰ ڈاٹ لگاکر بند کرنا اور طَبْعٌ کے معنیٰ کسی چیز پر سخت اور موٹا پردہ کس کر بند کرنا اللہ اِس کا فاعل علیٰ جارّہ فوقیت کا قلوب جمع مکسّر ہے قلب کا بمعنیٰ دِل ھِمْ ضمیر مجرور متّصل مضاف الیہ سَمْعِ اسم مفرد جمع جنسی ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ واؤ عاطفہ اَبْصَارِ جمعُ مکسّر ہے بَصَرٌ کی بمعنیٰ آنکھ۔ ھِمْ ضمیر مضاف الیہ یہ سب مرکب اضافی جملہ عاطفہ ہوکر مجرور ہوا جار مجرور متعلّق ہے طَبَعَ کا۔ وہ جملہ فعلیہ ہوکر صِلہ ہوا موصول صِلہ مل کر مشار الیہ اسم اشارہ مشار الیہ معطوف علیہ واؤ عاطفہ اُولٰٓئِکَ اسم اشارہ۔ ھُمْ ضمیر مرفوع مبتدا ہے۔ الف لام اسمی غٰفِلُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر باب ضرب سے ہے۔ غَفْلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ۔ بے سمجھ۔ نادان۔ لاپرواہ۔ یاد کرنے کے بعد بھول جانا جانتے

بوجھتے نہ سمجھ رکھنا۔ یہاں پہلے معنٰی مراد ہیں۔ بحالت رفع خبر مبتدا ہے۔ جملہ اسمیہ ہوکر معطوف
ہے پہلے اُولٰئک پر۔ وہ سب مل کر خبر مبتدا۔ اور وہ جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر مکمل ہوا۔ لَا جَرَمَ اَنَّھُمْ
فِی الْاٰخِرَۃِ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ لَاجَرَمَ۔ ایک قول میں لفظ مرکب۔ لا۔ جرم دو علیحدہ لفظ ہیں
لا نافیہ۔ جَرَمَ بمعنٰی شک۔ ایک قول میں یہ اب بسیط ہے بمعنٰی یقیناً ایک قول میں۔ یہ ماضی منفی ہے۔
واحد مذکر غائب کا صیغہ۔ ہم اسی قول سے ترکیب کرتے ہیں۔ ترجمہ ہوگا۔ کبھی بھی شک نہیں
ہے۔ یعنی شک کا وجود تک نہیں ہے۔ لاشک۔ لاریب کا ترجمہ بھی اگرچہ یہ ہی ہے مگر یہاں
شدت نفی اور یقین کی تاکید بھی ہے۔ جس سے اگلے کلام کی اہمیت کی وضاحت ہوئی۔ اَنَّ
حرف مشبہ۔ ھُمْ ضمیر اس کا اسم منصوب ہے متصل ہے اس کا مرجع قوم کٰفرین ہے۔ فِیْ جارہ ظرفیہ
مکانیہ۔ الف لام عہد خارجی۔ آخرت۔ اسم فاعل مؤنث مراد ہے بعد قیامت عالم عقبٰی عالم جزا۔
بحالت کسرہ متعلق مقدم ہے۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب تاکید ہے پہلے ھُمْ کی یہ مؤکد تاکید اسم اَنَّ
ہے الف لام اسمی بمعنٰی اَلَّذِیْنَ اسم موصول خٰسِرُوْنَ۔ اسم فاعل صیغہ جمع مذکر باب ضَرَبَ سے ہے
خَسْرٌ سے بنا ہے بمعنٰی۔ گھاٹا۔ نقصان۔ پانے والے۔ ضائع کرنے والے برباد کرنے والے۔
یا ہونے والے بحالت رفع ہے۔ اپنے فاعل ھُمْ ضمیر مستتر اور متعلق مقدم سے مل کر خبر اَنَّ
ہوئی اور وہ جملہ اسمیہ تحقیقیہ ہوکر فاعل ہوا لاجرم کا اور وہ جملہ فعلیہ ہوا فعل یا فاعل مکمل۔ ایک ترکیب
ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ مبتدا خبر ہوکر پورا جملہ اسمیہ خبریہ خبر ہے اَنَّ کی ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا
مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰھَدُوْا وَصَبَرُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِھَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ ثُمَّ حرف عطف لغو کیونکہ
شروع کلام میں ہے حروف عطف ہمیشہ درمیان کلام میں آتے ہیں۔ اگر ابتدا میں آجائیں تو لغو ہوتے
ہیں یعنی معطوف علیہ معطوف نہیں تعقیب رتبی کے لیے یعنی اُن کے حالات یہ ہوں گے اور ہوتے
اِنَّ حرف تحقیق۔ رَبَّ مضاف كَ ضمیر واحد حاضر مضاف الیہ۔ مرکب اضافی اسم اِنَّ ہے۔ لام
جارہ نفع کا یا بمعنٰی مع (ساتھ) اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر ھَاجَرُوْا۔ باب مُفَاعَلَۃٌ کا ماضی مطلق جمع
مذکر غائب ھُمْ ضمیر اس کا فاعل مستتر مِنْ جارہ ابتداء غایت کے لیے بَعْدِ اسم ظرف زمانی مضاف
ہے مَا موصولہ فُتِنُوْا باب نصر کا ماضی مطلق مثبت مجہول ایک قرأت میں فَتَنُوْا ماضی معروف
ضمیر مستتر کا مرجع کفار ہوں گے ھُمْ مستتر نائب فاعل جس کا مرجع ہے اَلَّذِیْنَ۔ یہ جملہ فعلیہ ہوکر صلہ ہوا
موصول کا۔ اور وہ مضاف الیہ مرکب مجرور متعلق ھَاجَرُوْا۔ وہ جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ۔ ثُمَّ حرف
عطف تعقیب تراخی کے لیے جٰھَدُوْا۔ ماضی مطلق باب مُفَاعَلَۃٌ۔ ھُمْ پوشیدہ اس کا فاعل۔ فعل

بافاعل جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ صبروا ۔ ماضی مطلق صبرٌ سے بنا ہے ۔ بمعنی برداشت کرنا ۔ جاہدوا کا مصدر ہے مُجاہدۃ ۔ بمعنی جنگ کرنا یہ سب عطف مل کر صلہ ہوا ۔ الذین کا موصول صلہ مجرور ہوا ۔ جار مجرور متعلق ہے ناصرٌ پوشیدہ اسم فاعل کا ھُوَ اس کا فاعل جس کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے ۔ یہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی ۔ وہ جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مکمل ہوا ۔ اِنَّ حرف تحقیق رَبَّکَ ۔ مرکب اضافی اسم اِنَّ ۔ خیال رہے کہ ان دونوں جگہ کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مجرور متصل کا مرجع ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہے ۔ مِنْ جارّہ بیانیہ ۔ بَعْدِ ۔ اسم ظرف زمانی ۔ نکرہ معرب متمکن ہے مضاف ہے ۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ اس کا مرجع یہ سب حالات ہیں (یعنی فتنہ ۔ ہجرت ۔ جہاد ۔ صبر) یہ مرکب اضافی مجرور ہوا جار مجرور متعلق مقدّم ہے غفورٌ رحیمٌ کے ۔ لام کے ابتدائیہ تاکیدیہ غفورٌ بروزن فعولٌ صفت مشبّہ غَفْرٌ سے بنا ہے ۔ بمعنی بخشنا ۔ چھپانا ۔ مٹانا ۔ رَحِیمٌ رَحْمٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے بمعنی رحم کرنا شفقت ۔ مہربانی کرنا ۔ غفورٌ یہ خبر اوّل ہے اِنَّ کی رَحِیمٌ خبر دوم ہے ۔

تفسیر عالمانہ

ذٰلِکَ بِاَنَّھُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا عَلَی الْاٰخِرَۃِ وَاَنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ طَبَعَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ وَسَمْعِھِمْ وَاَبْصَارِھِمْ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝ وہ مسلمان ہونے کے بعد پھر مرتد ہو جانا دوسرے کسی بھی کفریہ دین میں چلے جانا اس لیے نہیں کہ کسی دین میں کوئی اچھی بات اچھی دلیل یا کوئی اصولی اور معجزاتی چیز اس دینِ باطل میں نظر آ گئی یا مرتد کی تحقیق و تفتیش کے ذریعہ اسلام سے اچھی کوئی خوبی اس دوسرے دین و مذہب میں اس کو مل گئی ۔ نہیں ایسی کوئی بات نہیں ۔ بیشک ان نادانوں کے مرتد ہوتے اسلام چھوڑ نے کفر میں دوبارہ جانے کا نقطہ یہ سبب ہے کہ انہوں نے کفار کا لالچ قبول کرتے ہوتے دنیوی زندگی کے عیش و آرام دولت چاپلوسی کو دقتی آؤ بھگت پر مرمٹتے ہوئے آخری دائمی عظیم الشان طیب طاہر زندگی کے مقابلے میں پسند کر لیا ۔ حقیقت واقعی بھی یہی ہے اور آج تک کے تجربے اور مشاہدے سے بھی ثابت ہے کہ کوئی بھی عقلمند تحقیق و تفتیش اور مذاہب وادیان کی چھان بین اور تلاشِ حق کی نیت سے جستجو کرنے والا کبھی بھی اسلام سے منحرف یا روگرداں ہوتا نہیں دیکھا گیا ۔ جو بھی اسلام سے مرتد ہوتا ہے وہ یا لالچ میں آ کر یا دھمکی اور دباؤ میں آ کر ۔ کفار کے پاس مذہبی تبلیغ اور مشہوری کے لیے لالچ اور ناجائز دباؤ ۔ دھمکیوں کے ہی ہتھیار ہیں ۔ باطل دین کی محبت صرف نوکری چھوکری ۔ اور کوٹھی میں ہے ۔ یہی کیفیت باطل فرقوں

لی ہے۔ اور جب کوئی شخص کسی دین کو دنیوی دولت لالچ کے لیے قبول کرتا ہے تو وہ گویا سچے اور جھوٹے دین کو محض تماشہ اور کھیل دل لگی سمجھتا ہے۔ اور وہ زمین میں فساد برپا کرنے کا خطرناک ذریعہ بن جاتا ہے اس لیے وہ زمین پر ایک بوجھ ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ ایسی کافر قوم کو کسی قسم کی ہدایت اور کھلی چھٹی نہیں دیتا۔ ایسے شخص کے لیے دو ہی راستے ہیں یا پھر دوبارہ بندہ بن جائے اور ٹھیک طرح مسلمان ہو جائے یا پھر اس کا وجود زمین سے ختم کر دیا جائے یہی مرتد لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے جہالت و حماقت کی اور کانوں پر بہرا پن اور بے توجہی کی۔ آنکھوں پر اندھاپن گمراہی کی سخت ڈاٹ اور رکاوٹ لگا دی۔ اور یہ لوگ دنیا کے نشے میں ایسے مدہوش لالچی عیاش ہو چکے ہیں کہ مرتد ہونے کے دنیوی اور اُخروی انجام سے بالکل ہی غافل ہیں ایسے غافل اور غفلت میں ایسے کاہل کے جانوروں سے بدتر اپنے کریم رحیم رب تعالیٰ ہی کو بھول گئے خیال رہے کہ دنیا میں زندگی صرف دین دایمان اور عبادتِ رحمٰن کے لیے بنائی گئی ہے۔ اور دین نام ہے غور و فکر تدبر۔ تعقل۔ علم۔ دلائل۔ اصول و قوانین۔ شریعت و معرفت کے ذریعے رب تعالیٰ تک پہنچنا۔ لہٰذا جب بھی کوئی شخص کوئی دین اختیار کرنا چاہے تو دین میں یہ چیزیں تلاش کرنا چاہیئے نہ لالچ کو مدنظر رکھا جائے نہ ابن الوقتی اور ذاتی مفاد کو۔ نہ دھمکی و دباؤ سے دین بدلا جائے۔ اور چونکہ دینی دنیوی تمام خوبیاں اور مضبوط دلائل صرف اسلام میں ہی ہیں اس لیے اسلام کو چھوڑنے والا صرف اپنا لالچ اور ذاتی مفاد پورا کرنا چاہتا ہے۔ ایسے شخص کو جہاں سے مفاد ہو وہیں چلا جاتا ہے۔ یہ ابن الوقتی غداری اور فساد ہے اسی وجہ سے مرتد کی سزا قرآن مجید نے توبہ یا قتل بیان کی ہے۔ اور جس طرح دنیوی سلطنتوں کا غدار فسادی زندہ نہیں رکھا جاتا اسی طرح ایسے دین کے غدار کو بھی زمین پر باقی نہیں رکھا جا سکتا۔ اور زندگی کی کسی بہار دیکھنے کی ان کو ہدایت و راہنمائی نہیں دی جا سکتی۔ اسی لیے عقل بھی تقاضہ ہے کہ مرتد کو قتل ہی کر دیا جائے ہاں البتہ مرتد کو توبہ کرنے تسلی و تشفی کا وقت اور مہلت ضرور دی جائے گی اور اگر مرتد کے بھاگ جانے کا اندیشہ ہو تو اس مہلت کے لیے قید بھی کیا جا سکتا ہے۔ لَا جَرَمَ اَنَّھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰھَدُوْا وَصَبَرُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِھَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ بغیر کسی وہم گمان اور خام خیالی اور شک کے بیشک یہ بات یقینی ہے کہ وہ مرتدین جنہوں نے اسلام جیسے آسان تر دینِ الٰہیہ کو بلاوجہ مشکل اور کٹھن سمجھتے ہوئے چھوڑ کر کوئی دوسرا دین اختیار کر لیا یا اپنے پچھلے دین پر الٹے لوٹ گئے۔ آخرت میں بہت ہی گھاٹے اور نقصان والے ہیں اُخروی

گھاٹے کی چھ صورتیں ہیں جو سب ان کفار کو ملیں گی۔

ع ۱ ان کے لیے غضب الٰہی لازم اور واجب ہے۔ ع ۲ یہ عذاب الٰہی کے مستحق ہو چکے۔ ع ۳ ان کو چند روزہ غفلت و ذلت کی زندگی تو مل جائے گی مگر آخرت کی باعزت زندگی نہ ملے گی۔ ع ۴ نہ دنیا میں کسی بھی چیز کی ہدایت الٰہیہ نصیب ہو۔ ع ۵ دل کان آنکھ پر مہر۔ ڈاٹ (موٹا پردہ) ہو جانا۔ ع ۶ کبھی بھی راست بازی کا ہوش نہ آنا۔ مومن اگرچہ فسق و فجور میں مبتلا ہو کر دنیوی عارضی غفلت میں پڑ جاتا ہے لیکن وہ گھاٹے اور خسران میں نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ توحید رسالت کی امانت اس کے پاس ہوتی ہے۔ یہ کمزور دل پہلے نومسلمانوں کا حال تھا جو ذرا سی سختی و دھمکی سے اسلام چھوڑ بیٹھے۔ مگر پھر وہ لوگ جنہوں نے اسلام قرآن اللہ رسول کے لیئے اپنے وطن گھر بار کو مال و دولت بیوی بچے چھوڑے اور راہ خدا میں قربان کیئے اپنی امیرانہ جائدادیں چھوڑیں وطن سے بے وطن مسافر ہوئے۔ ماریں کھائیں زخم اٹھائے فاقے کیئے مگر کسی بھی حالت میں اپنے ہادی برحق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن نہ چھوڑا اور ہر معرکے جنگ و جہاد میں سینہ سپر رہے۔ ہجرت و جہاد ہر موقعہ پر صبر کیا اور خالص اللہ رسول کے بندے ہو گئے تو آپ کا رب تعالیٰ بھی ان ہی کے لیے اور رب کی دنیوی عزتیں اخروی دولتیں بھی ان کے لیے ہی ہیں۔ بہت سے لوگوں پر تو کفار مکہ نے ہر طرح کے فتنے سزائیں قتل و غارت دھمکیاں۔ خوف و ہراس طاری کیئے۔ اور کئی لوگ فتنے میں مبتلا ہو گئے اس طرح کہ کفار کی دھمکیوں میں آکر مرتد ہو گئے لیکن پھر جب ان کو سمجھایا گیا تو دوبارہ مسلمان ہو گئے کچھ نے تقیہ کر کے جھوٹ بول کر کفریہ باتیں کیں اور اپنی آخرت خراب کی کسی نے کفار سے ڈر کر۔ ذرا سی دھمکی سے اللہ رسول میں شک کرنا شروع کیا۔ پھر بہت عرصے بعد مسلمان بنے ان تمام حرکتوں کے باوجود بیشک اسے حبیب کریم آپ کا رب ان کے بعد بھی اپنے بندوں تمہارے غلاموں کے لیے البتہ بہت ہی بخشنے والا جلدی توبہ قبول کرنے والا۔ بہت ہی رحم کرنے والا ہے۔ یہاں جس فتنے کا ذکر ہے وہ ان صحابہ ؓ مسلمانوں پر کفار مکہ کی طرف سے آٹھ طرح برپا ہوا۔

ع ۱ ایذائیں ع ۲ دھمکیاں ع ۳ قتل مار توڑ ع ۴ مرتد ہونے پر لالچ اور ترغیب ع ۵ نومسلمانوں کی غریبی کمزور بزدلی ع ۶ ڈرا دھمکا دینا ع ۷ بزدل مسلمانوں کا پورا دل زبان سے مرتد ہو جانا پھر بہت مدت بعد دوبارہ سچا پکا مسلمان ہونا ع ۸ کچھ ضعیف مسلمانوں کا صرف زبان سے تقیہ کرتے ہوئے مرتد ہو جانا۔ اگرچہ یہ بھی اس وقت گناہ تھا۔ مگر یہ گناہ ہجرت۔ جہاد اور صبر سے ختم ہو گیا کفارت

اور رحیمیت یہ ہے کہ مرتدین کی سچی توبہ اور آئندہ کے لیئے پختہ مسلمان ہو جانے سے سابقہ گناہ اور زمانۂ ارتداد کی گستاخیاں اور کفار کی امداد کا گناہ بغیر سزا معاف کر دیا گیا مِنۢ بَعۡدِهَا میں دو قول ہیں ایک یہ کہ یہ رحم و بخشش اُن کے اُن برے عملوں کے بعد ہوئی دوم یہ کہ یہ بخشش و رحم اُن کی سچی توبہ کے بعد کیا گیا۔ خیال رہے کہ ان آیت میں چھ قسم کے لوگوں کا ذکر ہوا ع۱ سخت ترین ظاہر کافر۔ ع۲ سخت ظاہری مرتدین ع۳ قوی دل مضبوط ایمان والے بہادر۔ دلیر مسلمان ع۴ کمزور اور بزدلی کرنے والے مسلمان ع۵ مرتد ہو کر پھر اسلام کی طرف لوٹ آنے والے مسلمان ع۶ کفار مکہ کی اذیتوں کو سہنے برداشت کرنے کے بعد ہجرت۔ جہاد۔ صبر کرنے والے اُولُو العزم صحابہ مسلمان۔ (تفسیر کبیر۔ مظہری ابن کثیر۔ جمل۔ مدارک صفوۃ التفاسیر۔ خزائن)۔

فائدے

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ دنیا کی زندگی سے محبت کرنا مومن کے لیے جائز بلکہ بہتر ہے اور کافر و فاسق کے لیے گناہ ہے۔ کیونکہ مومن حیاتِ دنیا کی خواہش عبادات ریاضات خدمتِ اسلام کے لیے کرتا ہے۔ مگر کافر مال و دولت جمع کرنے کے لیے اور فاسق۔ گندی زندگی گزارنے کیلئے زندگی طلب کرتا ہے۔ یہ فائدہ بِاَنَّهُمُ اسۡتَحَبُّوا (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا خیال رہے دنیوی زندگی مومن کے لیے اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے اس لیے کہ وہ اس کے ذریعے آخرت کی زندگی کو حیاتِ طیبہ بنا لیتا ہے۔ اور یہی زندگی کافر و فاسق کے لیے عذاب اور مصیبت ہے۔ کہ اس کی محبت میں وہ آخرت کو تباہ کر لیتا ہے۔ **دوسرا فائدہ۔** اللہ رسول کی محبت اور عشق میں کفر بول دینا بھی نیکی اور درستی ہے۔ دیکھو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے صرف اس لیے کفر بول دیا تھا کہ آقاء کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل مجلس دیدار نصیب ہو۔ اسی لیے اس کو صحیح قرار دیا گیا یہ فائدہ بھی بِاَنَّهُمُ اسۡتَحَبُّوا سے حاصل ہوا۔ کیونکہ کفار کی محبتِ دنیا۔ کفر ہے۔ مومن کی عین ایمان۔ **تیسرا فائدہ۔** سب سے بڑی خوش نصیبی۔ قلب کی زندگی اور دل کا جاگنا ہے۔ دل کی موت اور غفلت بد قسمتی ہے۔ یہ فائدہ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡغٰفِلُوۡنَ فرمانے سے حاصل ہوا۔ کیونکہ غفلت کفر کی نشانی ہے مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہیئے۔ **چوتھا فائدہ۔** دنیا میں بہت سے نیک کام ایسے ہیں کہ جو خود بھی باعثِ ثواب ہیں لیکن ان کے ذریعے سابقہ گناہ بھی مٹا دیئے جاتے ہیں اور بندہ ایسے اچھے عمل کر کے اگلے پچھلے گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ مثلاً حج مقبول یعنی صحیح شرعی حج اور جہاد۔ ہجرت۔ کفار کے مصائب پر صبر تنگی۔ والدین کی دعائیں۔ ہر خطا و لغزش کا

کفارہ بن جاتی ہیں۔ یہ فائدہ۔ مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ۔ کی پوری آیت سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ دنیا کی محبت دنیا سازی اور کاروبار کے لیے چاہنا گناہ ہے اور ساری زندگی ہائے دنیا میں گزار دینی حرام ہے۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ دنیا دار کی زندگی کفر کی زندگی کے مشابہ ہے۔ یہ مسئلہ عَلَى الْاٰخِرَةِ کے تقابل سے مستنبط ہوا۔

دوسرا مسئلہ۔ دنیا کے اعتبار سے وہ نقصان میں ہے جس کی عقل کاروبار اور تجارت کے لائق نہ ہو۔ اور آخرت کے اعتبار سے وہ نقصان اور خسارے میں ہے۔ جس کا دل ایمان کے لائق نہ رہے۔ یہ مسئلہ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ **تیسرا مسئلہ**۔ مسلمان اگر کسی وجہ سے کفرستان کو چھوڑ جائے اور ترکِ وطن کر جائے تو پھر وہ اپنی اس منقولی غیر منقولی جائداد کا مالک نہیں رہتا۔ لہٰذا جب کبھی دوبارہ مسلمان حکومت اس پر قبضہ کرلے تو وہ جائیداد مالِ غنیمت یا موجودہ مالک کی ملکیت تصور ہوگا (احناف) یہ مسئلہ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا۔ اس لیے کہ جب تک شرعی قانون والی ملکیتی جائیداد کسی ملک یا شہر میں کسی کی ہوگی اُس وقت تک وہ شخص مہاجر اور تارکِ وطن نہیں بن سکتا۔ ایسے شخص کو مسافر تو کہا جاسکتا ہے مہاجر نہیں۔ مہاجر وہی ہے جس کی جائیداد اور وطنیت اس علاقے سے ختم ہوجائے اگرچہ وہ شخص جائیداد بیچ کر ہی نکلا ہوا ہو۔ **چوتھا مسئلہ**۔ مہاجر شرعی صرف وہ ہے جو دین بچانے اور اللہ رسول کے لیے گھر سے وطن سے نکلے یا جبراً نکالا جائے مسلمان ہونے کی بنا پر۔ اسی وجہ پر پاکستان کی تقسیم کے وقت مسلمانوں کا ہندوستان چھوڑنا شرعی ہجرت ہے اور راستے میں کفار کے ہاتھوں قتل ہونا شہادت ہے۔ یہ مسئلہ مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا۔ قائدِ اعظم محمد علی مرحوم نے یہ نعرہ لگوا کر کہ۔ پاکستان کا مطلب کیا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تین فائدے پہنچائے۔ ۱ ایک یہ کہ پاکستان واقعۃً بن گیا۔ اگر یہ نعرہ نہ لگتا تو پاکستان کبھی نہ بن سکتا۔ اور دنیا کی تاریخ میں یہ پہلا نظریاتی ملک ہے جو صرف کلمہ طیبہ کے نعرے سے بن گیا۔ دوئم یہ کہ ترک مکانی اسلامی ہجرت بن گئی۔ سوئم یہ کہ اس راستے کا قتل مومن شہادت بن گئی۔ آج اگرچہ بنگلہ دیش سیاسی شرارتوں کی بنا پر علیحدہ اسلامی ملک بن گیا ہے مگر اُن لوگوں کو بھی قائدِ اعظم کا شکریہ اور دن منانا چاہیئے۔ کیونکہ اس ملک کی ہندوؤں سے آزادی تو قائدِ اعظم ہی کی وجہ سے ہے۔ ورنہ وہ علاقہ بھی آج تک ہندوؤں کی مظلوم ریاست

بن جاتا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ ۝ یعنی اللہ تعالیٰ کسی کافر کو ایمان وغیرہ کی ہدایت نہیں دیتا۔ حالانکہ دنیا کے سب کافر رب تعالیٰ کی ہدایت سے ہی مسلمان ہوئے ہیں۔

جواب۔ اس کا جواب خود اگلی آیت میں رب تعالیٰ نے دے دیا کہ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ طَبَعَ اللّٰهُ (الخ) یعنی یہاں تمام کفار کا ذکر نہیں بلکہ اُن کافروں کا ذکر ہے جن کا کفر پر مرنا مقدر ہے۔

دوسرا اعتراض۔ جب اللہ نے دلوں۔ کانوں آنکھوں کو خود ہی بند کر دیا تو اب کافر اگر مسلمان نہ بنیں تو اُن کا کیا قصور۔

جواب۔ یہاں طَبَعَ فرمایا گیا۔ یعنی کفار نے پہلے قصور کئے اور اُن قصور جرائم کی سزا میں انکے کانوں دلوں کو بند کر دیا گیا۔ جیسے کوئی شخص لکڑی کو مٹی میں دبا دے اور رب تعالیٰ اُس کو گھن لگا دے یا لوہا پانی میں ڈال دیا جائے اور اللہ تعالیٰ اُس کو زنگ لگا دے۔ اسی طرح کفار نے اپنے آپ کو کفر کی گندگی میں ڈالا۔ تو دل ایسا زنگ آلود ہوا کہ قرآن و حدیث سنتے ہیں مگر دل میں اترتا نہیں۔ آنکھوں سے معجزات دیکھتے ہیں مگر شعور نہیں آتا۔

تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ یعنی بیشک آپ کا رب اِس کے بعد البتہ غفور رحیم ہے۔ تو کیا وہ اس سے پہلے غفور رحیم نہیں تھا۔ باری تعالیٰ کی تو ہر صفت قدیم ہے۔

جواب۔ ہر صفت کی دو کیفیتیں ہوتی ہیں ۱ صفت بِالْقُوَّہ ۲ صفتِ بِالفعل۔ صفتِ بِالْقُوَّہ یعنی کام کی قوت و صلاحیت۔ اللہ کی تمام صفات اِس بِالْقُوَّہ ہونے کے اعتبار سے قدیم ہیں لیکن بِالفعل یعنی عمل در آمد کرنے کے لحاظ سے بہت سی صفات حادث ہیں۔ مثلاً صفتِ خالقیت رازقیت اپنی صلاحیت کے اعتبار سے قدیم ہے۔ مگر عملی طور پر یہ صفت اُس وقت ہوئی جب وہ بندے پیدا ہوئے جن کو رزق دینا تھا اور دیا گیا۔ اسی طرح یہاں ہے۔ کہ بِالْقُوَّہ رب تعالیٰ قدیم سے ہی غفور ہے رحیم ہے لیکن غفاریت کا ظہور اور فعل مِنْۢ بَعْدِهَا ہے۔

تفسیر صوفیانہ

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ

وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ○ نفوسِ حیوانیہ کا وہ بار بار میلانِ کفر اور انشراحِ شرک اِس وجہ سے ہے کہ کسادتِ نفس نے غفلت آرام طلبی کے ادنیٰ گھٹیا لمحات کو عبادتِ جسد اور مراقبۂ قلب کے منور مبارک لمحاتِ نور کے مقابل زیادہ پسند کیا۔ اور چونکہ حبِ دنیا ہر گناہ کی اصل اور جڑ ہے دنیا کی محبت ایسا موٹا پردہ ہے کہ ہر گناہ اسی میں سمایا ہوا ہے اسی نے بصیرتِ قلبی کو اندھا کر دیا ہے اور بادۂ جسمانیہ میں زہرِ غفلت گھول دیا ہے جس سے شقاوت کی موت واقع ہے۔ اور بیشک مولیٰ تعالیٰ اُن محجوبینِ کفر کو ہدایتِ منزلِ مشاہدہ عطا نہیں فرماتا جو حبِّ دنیا کے حجاب کسل و نسیان میں اس طرح مستور ہو چکے ہوں کہ قبولِ ہدایت ممتنع ہو گئی ہو۔ یہی وہ بد نصیبِ ازلی ہیں جن کے مُردہ قلبوں پر قساوت اور سماعتِ باطنی پر کدورت اور بصارتِ عقبیٰ پر اللہ نے شقاوت کی مہر لگا دی۔ اور یہی لوگ ہیں جو الہاماتِ الٰہیہ کے نزول اور فہم مکاشفہ اور صوتِ سرمدی کے سننے سے قبض نسیان کی غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ یقیناً وہ ہی لوگ جنہوں نے حیاتِ دنیوی کو لذاتِ نفس کی دنیا میں برباد کر دیا۔ عقل و شعور کی تمام سعی و تدابیر کو حصولِ دنیا میں خرچ کر دیا۔ اور وبالِ حسرت کی موت مر گئے منزلِ قرب پر وصلِ محبوب کے انتظار مسافرت کے آخری لمحات میں انتہائی نقصان پانے والے ہیں۔ انسان تاجرِ آخرت ہے عباداتِ صالحہ قیمت ہیں سعاداتِ اُخروی مال ہے مومن خریدار ہے محلِّ ایمان دل ہے۔ کافر اس کو نہیں خرید سکتا اس کے لیے چھ رکاوٹیں ہیں۔

ع۱ غضبِ الٰہی کا لزوم دائمی ع۲ عذابِ الٰہی کا استحقاق ع۳ حیاتِ دنیا کا ملنا حیاتِ اُخروی کا نہ ملنا ع۴ ہدایتِ حسنات اور راہِ مشاہدات نہ ملنا ع۵ قربِ محبوب سے محرومی۔ ع۶ غافلوں میں ہونا۔ لہٰذا وہ خُسران میں ہیں۔ اے بندۂ مسافرِ معرفت تیرے اَعمال مثلِ تجارت کے ہیں اور عامل مثل تاجر کے ہے لہٰذا ایسے عمل کر جو زیادہ مفید ہوں۔ ضروری ہے کہ جیسا موقعہ ہو ویسا ہی عمل کیا جائے۔ اے عزیز نفس کی اصلاح کر۔ دوسروں کے لیے خود کو تباہ نہ کر۔ لوگوں کے عیبوں سے آنکھ بند کر اپنے عیبوں پر نظر رکھ اور اپنے عیبوں کو مٹا پہلے عمل بالمعروف کر پھر امر بالمعروف کی طرف جا مستحقین احترام کا احترام کر اور بیعت قلب مسعود کے عدل کو پورا کر تاکہ جھوٹا نہ ہو۔ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِیْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَ صَبَرُوْۤا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ پھر بیشک اے قلب مسعود۔ اُن مسافرانِ وادیٔ شوق کے لیے جنہوں نے عالمِ ناسوت کی لذتوں خواہشوں اور شہوتوں نفسانی مجلسوں سے

ہجرت روحانی عالمِ لاہوت کی طرف کی۔ وسواس ابلیس کے فتنوں سے برباد اعمال ہونے کے بعد پھر تزکیۂ نفس کے مجاہدوں۔ ریاضت وعبادت کی مشقتوں پر صبر جمیل کیا۔ ظلمات سرکشی کو صبر سے برداشت کیا۔ بیشک تیرا رب رحیم۔ اس تزکیۂ روحانی کے بعد۔ اپنے بندۂ مخلص کو غفاریت کی نورانی چادر میں مستور کائنات فرمانے والا ہے۔ اور رحم وکرم کے دامن آغوش میں لینے والا ہے۔

اس لیے ہر بننے طالب کو مدرسۂ معرفت اور درسگاہ روحانی کے چند سبق یاد رکھنے واجب طریقت ہیں ع۱ اپنے نفس کو پہچانا معرفت الٰہی کی نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ ہم اپنی نشانیاں ذات انسانی میں دکھاتے ہیں تاکہ ہماری حقیقت کی جھلک معلوم ہو سکے ع۲ کوئی چیز اتنی قریب نہیں جتنی خود اپنی ذات ع۳ اپنی معرفت نہ ہونا کم عقلی اور نفس امّارہ کا فتنہ ہے ع۴ دنیا معرفت الٰہی کے لیے بنائی گئی ہے۔ اگر یہاں رہکر بھی معرفت ذات حاصل نہ ہو تو زندگی بیکار ہے۔ محض دعویدار بننا حیوانیت ہے کیونکہ صرف ظاہر کو تو جانور بھی جانتا ہے بھوک پیاس صحت بیماری کو جانور بھی سمجھتے ہیں۔ ظاہری زندگی کے تمام حالات چرند پرند ہم سے زیادہ جانتے ہیں۔ اگر انسان سمجھے کہ زندگی صرف اس لیے ہے کہ بھوک لگے تو کھالے پیاس لگے تو پیلے غصہ آئے تو لڑلے۔ شہوت ستائے تو بیوی کو ڈھونڈے یہ کام تو کتّے بلے بھی کرتے ہیں ع۵ انسان کی زندگی پانچ فکروں کے لیے بنی ہے۔

ع۱ کون ہے تو خود ع۲ تو کہاں سے آیا ہے ع۳ کہاں جانا ہے ع۴ کیوں آیا ہے ع۵ کیوں جانا ہے۔ پانچ باتیں سمجھنی چاہئیں۔ ع۱ نیکی کیا ہے ع۲ بدی کیا ہے ع۳ بھلائی کیا ہے۔ ع۴ بُرائی کیا ہے ع۵ بدبختی کیا ہے درسگاہِ معرفت میں چار جماعتیں اور درجے (کلاسیں) ہیں اوّل فُتِنُوا۔ یعنی فتنۂ نفس امّارہ دوم ہجرت الی اللہ۔ اور ھَاجَرُوا بننا۔ سوم جَاھَدُوا۔ یعنی مجاہدہ مراقبہ اور خلوت کی عبادات ریاضت کی مشقتیں چہارم۔ صَبَرُوا۔ یعنی قیامِ لیل صیامِ دھر۔ فاقہ اور بھوک پیاس کی اذیتوں سے نفس کو مغلوب و مقہور و مجبور کرنا۔ ان چار جماعتوں کو پاس کر کے۔ غفاریت و رحیمیت کی سندِ سحر نور اور عید یوم نشور میسّر ہوتی ہے۔ خوش بخت ہے وہ جس کے صیام کے بعد عیدِ مشاہدہ ہو۔ جس کی ہجرت کے بعد منزلِ قُرب کا وطن ہو جس کے جہاد کے بعد دولتِ انوار کی مال غنیمت ہو جس کے صبر کے بعد غفاریت کالباس اسرار ہو۔

يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا

ایک دن ہے کہ آئے گی ہر جان جھگڑا کرے گی بارے میں اپنے آپ کے

جس دن ہر جان اپنی طرف ہی جھگڑتی آئے گی

وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۱۱۱﴾

اور پورا بدلہ دیا جائے گا ہر جان کو جو بھی عمل کیا اُس نے اور وہ ظلم نہ کئے جائیں گے

اور ہر جان کو اُس کا کیا پورا بھر دیا جائے گا اور اُن پر ظلم نہ ہو گا

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً

اور بیان فرمائی اللہ نے ایک مثال بستی کی جو تھی امن والی بے فکری والی

اور اللہ نے کہاوت بیان فرمائی - ایک بستی کہ امان و اطمینان سے تھی

يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ

آتا رہا اُس کے پاس رزق اُس کا جی بھر کے طرف سے ہر جگہ کے تو ناشکری ۔ اُس نے

ہر طرف سے اُس کی روزی کثرت سے آتی تو وہ اللہ کی نعمتوں کی

بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ

کی نعمتوں اللہ کی پھر چکھایا اُس کو اللہ نے بھوک اور خوف کا لباس

ناشکری کرنے لگی تو اللہ نے اُسے یہ سزا چکھائی کہ اُسے بھوک اور ڈر کا پہنا وہ پہنایا

بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ

بدلے میں اُس کے جو بدیاں کرتے تھے ۔ اور البتہ بیشک آئے اُن کے پاس

بدلہ اُن کے کئے کا اور بیشک اُن کے پاس اُن ہی میں سے

رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ

ایک رسول سے اُن ہی کے قبیلے تو جھٹلایا انھوں نے اُن کو پس پکڑ لیا اُن کو عذاب نے

ایک رسول تشریف لایا تو انھوں نے اُسے جھٹلایا تو انہیں عذاب نے پکڑا

وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

اور وہ ظلم کرنے والے تھے

اور وہ بے انصاف تھے

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے
پہلا تعلق - پچھلی آیتوں میں - کفار کی محبت دینا - اور دنیوی کاموں میں محنت مشقت و جانفشانی کا ذکر ہوا اب ان آیتوں میں میدان قیامت کا نقشہ کھینچا جا رہا ہے کہ کفار کے یہ سب اعمال برباد ہو جائیں گے۔ **دوسرا تعلق** - پچھلی آیتوں میں کفار کے غافل و مطمئن ہونے کا ذکر ہوا - اب ان آیات میں ایک مطمئن کافر قوم کی کہاوت بیان ہو رہی ہے کہ دنیا پر خوش ہونے کا کتنا برا انجام ہے
تیسرا تعلق - پچھلی آیت میں دنیوی حالات میں مسلمانوں کی پریشانیوں کا ذکر کیا گیا - اب ان آیتوں میں اللہ کے رسولوں کی دنیوی پریشانیوں کا ذکر کیا گیا - جس سے ثابت ہوا کہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں کو پریشانی ہی پریشانی ہے۔

تفسیر نحوی يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ - وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ - **یوم** اسم مفرد جامد ظرفیہ بمعنی دن بحالت فتحہ ہے کیونکہ یا ظرف ہے رحیم کا یا مفعول بہ ہے ماقبل پوشیدہ اُذْکُرْ کا - جس کا ترجمہ یاد کرو - یاد دلاؤ - خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے - معرب ہے نکرہ ہے تنوین سے مانع اضافت ہے - یہ مضاف ہے اور ما بعد جملہ مضاف الیہ ہے - مرکب اضافی مفعول بہ اُذْکُرْ کا جو پوشیدہ ہے - چونکہ غیر ذوا العقل ہے اس لیے اگلا صیغہ واحد مؤنث آیا اس کی نسبت سے آیا یا نفس فاعل کی وجہ سے تاتی - باب ضرب کا مضارع مثبت معروف بمعنی مستقبل - اَتٰی سے بنا

ہے بمعنیٰ آنا ۔لازم ہے ۔ کُلُّ اسم تاکیدی بحالتِ رفع فاعل ہے تَاْتِیْ کا مضاف ہے نَفْسٍ۔ اسم مفرد جامِد مضاف الیہ ہے ۔ بمعنیٰ ذات ۔ جان ۔ ایک فرد ۔ یہ مرکب اضافی مابعد کا موصوف ہے ۔ تُجَادِلُ باب مفاعلۃ کا مضارع مثبت معروف واحد مؤنث غائب بمعنیٰ فعل مستقبل ۔ مصدر ہے مُجَادَلَۃٌ ۔ جَدَلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ جھگڑا کرنا ھِیَ ضمیر واحد مؤنث مستتر اِس کا فاعل ہے جس کا مرجع ہے نفس ۔ یہ خود مؤنث ہے اِس کی تصغیر نُفَیْسَۃٌ ہوتی ہے ۔ عَنْ جارہ بمعنیٰ ب جارہ الصاقیہ یا بمعنیٰ فِیْ ۔ نفس بمعنیٰ ذات ۔ اپنے ۔ یعنی اپنے بارے میں ۔ مضاف ہے ھَا ضمیر واحد مؤنث مجرور متصل مضاف الیہ ہے ۔ یہ ضمیر نفسی ہے اور لفظ نفس محض تاکید کے لیے جس کا ترجمہ ہوتا ہے خود اپنے بارے میں ۔ یہ اضافتِ نفسی کہلاتی ہے ۔ مرکب مجرور متعلق ہے تُجَادِلُ کے ۔ جملہ فعلیہ ہوکر صفت ہوئی کُلَّ کی یہ مرکب توصیفی فاعل ہے تَاْتِیْ کا اور وہ جملہ فعلیہ مضاف الیہ ہے یَوْمَ کا ۔ تَاْتِیْ جملہ معطوف علیہ واؤ عاطفہ ۔ تُوَفّٰی ۔ باب تفعیل کا مضارع مجہول صیغہ واحد مؤنث ۔ مصدر ہے تَوْفِیَۃٌ یا تَوْفِیَۃٌ ۔ وَفْیٌ سے بنا ہے ۔ بمعنیٰ ۔ پورا کرنا ۔ پورا دینا ۔ بھرنا ۔ یہاں پہلے معنیٰ میں ہے ۔ کُلُّ نَفْسٍ ۔ مرکب اضافی حالتِ رفع ہے نائب فاعل ہے تُوَفّٰی کا ۔ مَا موصولہ عَمِلَتْ باب سَمِعَ کا ماضی مطلق ۔ عَمَلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ اعضاءِ ظاہری سے کام کرنا ۔ اعضاءِ باطنی کے کام کو عقائد اور افتراع کہا جاتا ہے ۔ ھِیَ ضمیر مستتر فاعل ہے جس کا مرجع ہے نفسٍ یہ جملہ فعلیہ ہوکر صلہ ہوا ۔ موصول صلہ مفعول بہ ہوا تُوَفّٰی کا ۔ وَفّٰی باب تفعیل میں آکر متعدی بدو مفعول ہوتا ہے ۔ یہاں پہلا مفعول یہ نائب فاعل ہوگیا ۔ نائب فاعل حقیقت میں مفعول بہ ہی ہوتا ہے ۔ صرف مجہول میں مرفوع ہوجاتا ہے ۔ واؤ عاطفہ ھُمْ ضمیر مرفوع منفصل مبتدا ہے ۔ لَا یُظْلَمُوْنَ ۔ باب ضَرَبَ کا مضارع مجہول ھُمْ ضمیر جمع مستتر اِس کا نائب فاعل جس کا مرجع کُلَّ نَفْسٍ ہے ۔ یہ جملہ فعلیہ خبر یہ خبر مبتدا ہے ۔ اور وہ جملہ اسمیہ ہوکر معطوف ہے تُوَفّٰی پر ۔ اور وہ معطوف ہے تَاْتِیْ پر ۔ واؤ سر جملہ ۔ ضَرَبَ ۔ ماضی مطلق مثبت واحد مذکر غائب ضَرْبٌ سے بنا ۔ بمعنیٰ ۔ مارنا ۔ نشان ڈالنا ۔ بیان کرنا ۔ مثال بنانا ۔ یہاں آخری معنیٰ میں ہے ۔ اَللّٰہُ اِس کا فاعل ہے ۔ مَثَلًا ۔ اسم مفرد جامِد بمعنیٰ کہاوت ۔ مثال ۔ مشابہت ۔ بحالتِ نصب ہے مفعول بہ ہے ضَرَبَ کا ۔ اور مبدل منہ ہے ۔ قَرْیَۃً ۔ اسم مفرد جامِد ۔ بمعنیٰ رہائشی بستی ۔ لغتاً چھوٹی بستی کو کہتے ہیں یعنی گاؤں کو مگر اصطلاحاً ہر بستی کو یعنی عمومِ مجاز کے اعتبار سے ۔ یہاں بڑی یا درمیانی بستی مراد ہے یعنی شہر تابع بدل ہے مَثَلًا کا ۔ اور موصوف ہے مابعد جملہ کا کَانَتْ ۔ فعل ناقصہ ماضی مطلق واحد مؤنث غائب اس کا اسم ہے ھِیَ ضمیر مستتر اِس کا

مرجع قَرْيَةً ہے۔ آمِنَةً۔ اسم فاعل مؤنث۔ اپنے مستتر ھِیَ ضمیر فاعل سے مل کر جملہ اسمیہ ہوکر خبر اوّل ہے کانت کی۔ مُطْمَئِنَّةً۔ باب اِفْعِلَالٌ ثلاثی مزید فیہ غیر ملحق بر باعی با ہمزہ وصل کا پانچواں باب کا اسم فاعل مؤنث۔ طَمْنٌ سے بنا ہے مصدر اِطْمِئْنَانٌ ہے۔ بمعنیٰ۔ پُرسکون ہونا۔ آرام و سہولت سے رہنا۔ ھِیَ ضمیر مستتر اس کا فاعل جس کا مرجع ہے قَرْيَةً۔ جملہ اسمیہ ہوکر موصوف۔ يَأْتِي۔ اَتَیٌ سے بنا ہے مضارع مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب بمعنیٰ آنا۔ لازم ہے ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب منصوب متصل مفعول فیہ ہے مرجع قَرْيَةً ہے رِزْقُ۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ روزی غذا۔ آرام دہ مفید چیزیں ہر سہولت کو عام ہے۔ مضاف ہے ھَا ضمیر مضاف الیہ مرجع قَرْيَةً ہے۔ مرکب اضافی فاعل ہے يَأْتِي کا۔ رَغَدًا۔ اسم مفرد۔ یا مصدر ہے بمعنیٰ کثرت سے ہونا۔ تب یہ حال ہے رزق کا یا صفت مشبہ مبالغہ کے لیے بمعنیٰ بہت زیادہ چیز۔ تب بھی رزق کا حال ہے۔ یا یہ جمع سماعی ہے رَاغِدٌ اسم فاعل مذکر کی جیسے خادم کی جمع خَدَمٌ۔ تب بہ حال قَرْيَةً کا ہے مراد ہے اہل قریہ۔ ترجمہ ہے بافراغت بلا روک لوگ بلا مشقت کھانے والے۔ یہ تین قول ہیں بہر صورت حال ہے اس لیے منصوب نکرہ مُعْرَبٌ ہے۔ مِنْ جارہ ابتداءِ غایت کے لیے کُلِّ اسم تاکیدی بمعنیٰ ہر مضاف ہے مَکَانٍ کا۔ کَوْنٌ کا اسم ظرف ہے مذکر واحد ہے بمعنیٰ جگہ مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی مجرور ہے متعلق ہے يَأْتِي کا۔ وہ جملہ فعلیہ ہوکر صفت ہے مُطْمَئِنَّةً کی اور وہ خبر دوم ہے کانت کی۔ وہ جملہ فعلیہ ناقصہ ہوکر صفت ہے قَرْيَةً کی فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ۔ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ۔ فَ تعقیبیہ كَفَرَتْ۔ باب نصر کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ واحد مؤنث غائب کفرٌ سے بنا ہے بمعنیٰ ناشکری کرنا۔ ھِیَ ضمیر مستتر اس کا فاعل جس کا مرجع ہے قَرْيَةً۔ اور مراد اہل قریہ ہیں بِ جارہ تعدیہ کی اَنْعُمُ۔ جمع مکسر مذکر ہے نِعْمَةٌ کی بمعنیٰ۔ احسان۔ فضل۔ برکت۔ شفقت اور مفید چیزیں۔ یہاں آخری معنیٰ مراد ہے مضاف ہے اَللّٰہِ مضاف الیہ مرکب اضافی مجرور ہے جار مجرور متعلق ہے كَفَرَتْ کا۔ فَ سببیہ بمعنیٰ لہٰذا۔ اَذَاقَ۔ باب اِفعال کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب مصدر ہے اِذْوَاقٌ اور اِذَاقَةٌ۔ ذَوْقٌ سے بنا ہے بمعنیٰ چکھنا۔ حقیقی معنیٰ تو منہ سے چکھنا ہوتا ہے مگر مجازاً کسی طرح بھی کوئی جسم سے لگے یا پہنچے اس کو چکھنا ہی کہدیتے۔ اور مقصود ہوتا ہے قلّت بیان کرنا۔ یعنی جو کچھ پہنچا ہے وہ گویا مثل چکھنے کے ابھی کم ہے متعدی بدو مفعول ہے۔ ھَا ضمیر منصوب متصل مفعول بہ اوّل ہے اس کا مرجع قریۃً ہے اَللّٰہُ۔ باری تعالیٰ کا ذاتی نام جو جامع صفات ہے

مفرد جامد ہے۔ بحالت رفع فاعل ہے اَذَاقَ کا لِبَاسَ۔ اسم مصدر ثلاثی بروزن فِعَالٌ بمعنی ملبوس یعنی پہنا ہوا۔ لُبْسٌ سے مشتق ہے۔ بمعنی۔ چھاجانا۔ ڈھانکنا۔ چھپالینا۔ آڑ بننا۔ لغوی ترجمہ چھا جانا ہے۔ باقی اصطلاحی تراجم بہت ہیں جمع ہے اَلْبِسَۃٌ۔ یہاں لغوی میں ہے۔ الف لام عہدی جُوْعٌ اسم مفرد جامد بمعنی بھوک اس کی جمع نہیں ہوتی کیونکہ جنسی لفظ ہے۔ واؤ عاطفہ۔ الف لام عہدی خَوْفٌ۔ مصدر یادہ ہے بمعنی ڈرنا۔ یہاں حاصل مصدر ہے بمعنی ڈر۔ یہ مرکب عطف مضاف الیہ ہے لباس کا وہ مرکب اضافی مفعول بہ دوم ہے اَذَاقَ کا۔ بِ جارہ سببیہ بمعنی وجہ سے۔ ماموصولہ کَانُوْا یَصْنَعُوْنَ۔ باب فتح کا ماضی استمرار جمع مذکر غائب صُنْعٌ سے بنا ہے بمعنی۔ کسی کام کو خاص ترکیب یا فن سے بنانا۔ بناوٹ کرنا۔ یہاں مراد ہے بُرے اعمال کو اچھا خوبصورت بناکر کرنا۔ یا دل لگاکر کرنا۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر مستتر ہے وہ فاعل جس کا مرجع اَہل قریہ ہیں۔ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ ہوا موصول صلہ مجرور متعلق ہے اَذَاقَ کا۔ وہ جملہ فعلیہ ہوکر مکمل ہوا۔ واؤ سرجملہ لام ابتدائیہ تحقیقیہ۔ قَدْ جَآءَ۔ فعل ماضی قریب صیغہ واحد مذکر غائب۔ باب ضَرَبَ سے ہے جَیْئَۃٌ سے بنا ہے بمعنی آنا۔ لازم ہے ھُمْ۔ ضمیر جمع غائب۔ منصوب ہے مفعول معہ ہے بمعنی عِنْدَھُمْ۔ یعنی اُن کے ساتھ۔ اُن کے پاس رَسُوْلٌ۔ اسم مفرد مشتق مبالغہ کا صیغہ ہے بمعنی پیغام بر قاصد۔ نبی۔ صاحب شریعت نبی۔ یہاں آخری معنی مراد ہیں۔ بروزن فَعُوْلٌ۔ بحالت رفع ہے فاعل ہے قَدْ جَآءَ کا۔ مِنْ جارہ تبعیضیہ ھُمْ ضمیر جمع مجرور متصل۔ جار مجرور متعلق ہے قَدْ جَآءَ کا۔ فَ تعقیبیہ۔ کَذَّبُوْا باب تفعیل کا ماضی مطلق صیغہ جمع مذکر غائب۔ مصدر ہے تَکْذِیْبٌ بمعنی کسی کو جھوٹا کہنا۔ کِذْبٌ سے بنا ہے بمعنی جھوٹ بولنا یہ مصدری مادہ لازم ہے اور تکذیب متعدی ہے۔ ھُمْ مستتر فاعل ہے مرجع ہے اَہل قریہ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب منصوب متصل بمعنی وہ مرجع ہے رسول مفعول بہ ہے۔ کَذَّبُوْا کا یہ جملہ فعلیہ ہوکر مسبّب ہوا۔ فَ عاطفہ سببیہ اَخَذَ۔ باب نصر کا۔ ماضی مطلق مثبت معروف۔ واحد مذکر غائب ھُمْ ضمیر ظاہر منصوب متصل اس کا مفعول بہ۔ الف لام عہد خارجی عَذَابٌ اسم مفرد جامد۔ بمعنی سزا۔ مرفوع ہے کیونکہ فاعل ہے۔ اَخْذٌ کے معنی ہیں پکڑنا۔ گھیرنا۔ جکڑنا۔ یہاں ہر معنی مناسب ہے۔ یہ جملہ فعلیہ ہوکر ذوالحال ہوا واؤ حالیہ ھُمْ۔ ضمیر جمع مذکر غائب مرفوع منفصل مبتدا ہے۔ ظٰلِمُوْنَ اسم فاعل جمع ہے ظالم کی ظُلْمٌ سے بنا ہے بمعنی نقصان کرنا۔ مرفوع ہے کیونکہ خبر ہے مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ماضیہ ہوکر حال ہوا ذوالحال حال مل کر مُسَبَّب ہوا۔ یہ دونوں مل کر جملہ سببیہ ہوگیا۔

تفسیر عالمانہ يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ٥

اے غافل ناقدرے انسانو بات بے بات اسلام سے مرتد ہونے والو۔ کروڑوں نعمتیں دینے والے رب تعالیٰ کے ناشکرے لوگو یاد تو کرو اُس دن کو ذرا تصوّر تو کرو اس بے بسی والے خطرناک ہیبت ناک دہشت زدہ دن کا جس دن میں وہ رب تعالیٰ ہی بس غفور رحیم ہو گا۔ کوئی بھی اس دن کسی پر نہ کچھ بخشش کر سکے نہ رحم و کرم شفقت محبت۔ اللہ کریم ہی اِس دن غفور ہے رحیم ہے جس دن آئے گا ہر انسان اور جن فرشتہ اور ہر جاندار اپنی ہی جان کی بھلائی میں جدل بحث مباحثہ اور جھگڑا کرتا ہوا ہر شخص ہر نفس۔ ہر جان نفسی نفسی کرتا ہو گا۔ کفار عذاب جہنم ٹلنے اور مہلت ملنے کے لیے اپنی جان بچاؤ کے لیے ہائے میری جان پکارتے فریادیں کرتے روتے چلاتے ہوں گے۔ گناہ گار بدکار فُساق و فُجار حیران و پریشان اپنے اپنے لیے کسی شفاعت کرنے والے کو ڈھونڈتے ہوں گے۔ عُلما۔ اولیا۔ زاہدین عابدین ترقّیِ درجات کے لیے نفسی نفسی کے خیال میں ہوں گے۔ انبیاء و مرسلین۔ صفی و نجی خلیل و ذبیح۔ کلیم و مسیح قرب بارگاہ کے حصول اور مقامِ محمود کی تمنّا اور دیدارِ تجلّیاتِ الٰہیہ کی خواہش میں نفسی نفسی کرتے ہوں گے۔ اُس دن ہر شخصیت ہر جان۔ دنیا میں زندگی گزارنے والا ہر بندہ ہر آدمی اپنے دنیوی اچھے بُرے تمام اعمال کردار۔ افعال حسنات سیّئات کا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ اور وہ کسی طرح سے بھی ظلم نہ کئے جائیں گے۔ نہ نیکوں کی نیکیوں کو بلا وجہ کمی کر کے نہ بدکاروں کی بدیوں کو کسی بھی طرح سے بڑھا کر۔ ہاں یہ رب کا کرم ضرور ہو گا کہ نیکوں کی نیکیاں کئی گنا زیادہ فرما دے اور بروں کی سزائیں تخفیف فرما دے۔ کیونکہ حق تلفی ظلم ہوتی ہے اور کرم کرنا ظلم نہیں ہوتا۔ ابنِ جریر نے اپنی تفسیر میں حضرت معاذ سے اور تفسیر بغوی میں حضرت فاروق اعظم سے روایت ہے کہ اُس دن عین محشر کے وقت ساتویں زمین کے نیچے سے جہنم کو اوپر لایا جائے گا ایک ہزار جہنم کی زنجیریں ہوں گی ہر زنجیر کو ستر ہزار فرشتے کھینچیں گے۔ اُس وقت تمام جنات فرشتے جبریل و میکائیل انبیاء و مرسلین۔ اور تمام کافر مومن نیک و بد انسان رکوع میں جھک جائیں گے۔ اِن لمحات میں سب سے افضل نبی حضرت خلیل بھی نفسی نفسی پکاریں گے اور جیسا کہ احادیثِ مبارکہ میں آیا ہے صرف آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس روز عرش کے نیچے سجدہ ریز ہوں گے اور رب تعالیٰ کی ایسی حمد کریں گے جو کسی نے کبھی نہ کی ہو گی اور خاص اُس دِن رب تعالیٰ اُس حمد کی تعلیم اپنے حبیب کریم کو فرمائے گا۔ اُس دِن صرف حبیب کردگار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک پر اُمتی اُمتی ہو گا۔ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ

کُلِّ مَکَانٍ فَکَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝
اور اے اہلِ مکہ کتنا کرم ہے تم پر کتنی شان ہے تمہاری۔ ساری کائنات میں زمین و آسمان میں لوح و قلم عرش و فرش میں مشرق و مغرب میں صرف تمہاری بستی مکہ کو ایک مثالی بستی بنا دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس بستی کی اقوامِ عالم کے سامنے عظیم انوکھی نرالی مثال بیان فرمائی جو خصوصیات اس بظاہر چھوٹی سی قریہ میں قائم کی وہ چیزیں وہ صفات ابتداءِ آفرینش سے آج تک کسی بڑی بستی کو بھی نہ ملیں۔
پہلی خصوصیت یہ کہ یہ بستی چور ڈاکو دشمن۔ ظالم جنگ قتال کے خطرات سے امن والی رہی۔ کسی چور ڈاکو۔ دشمن بدخواہ کی تو مجال ہی کیا بڑے بڑے جابر ظالم بادشاہ اور شہ زور لشکر کے سپہ سالار اور بڑی سلطنتوں کے تختے الٹنے والے حکمران۔ قاتل اور ہلاکو وزرا اس بستی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتے۔ یہاں تو بدنظر فیلوں کو ابابیلوں سے ہلاک کر دیا جاتا رہا۔ انسان تو درکنار یہاں کے حیوانات کو شکاریوں سے اور نباتات کو جنگلیوں سے بھی امن رہی۔ دوسری خصوصیت یہ کہ یہ بستی۔ بیماری۔ پریشانی غربت۔ مفلسی۔ تنگدستی۔ گرمی کی ہلاکت سردی کی مصیبت سے بالکل مطمئن رہتی رہی۔ یہاں تو موسم بھی نہایت احترام سے گزرتے رہے سورج کی تمازت کو جرأت نہیں کہ اپنی تپش سے کسی کو مارے اور ٹھنڈک کے نقطۂ انجماد کو ہمت نہیں جو کسی کو پریشان کرے کائنات کی ہر چیز کے دل میں ان کا احترام قائم فرما دیا۔ تیسری خصوصیت یہ کہ یہ بستی نہ محنت کرتی ہے نہ مشقت نہ کھیتی باڑی کی کلفت نہ سامان سازی کی مزدوری بیٹھے بٹھائے نہایت عیش و عشرت۔ آرام و سکون سے دنیا کے کونے کونے گوشے گوشے سے ہر جگہ ہر مکان ہر علاقے سے ہر موسم میں ہر قسم کا ہر موسم کا پھل فروٹ رزق ساز و سامان آتا چلا آرہا ہے۔ یہ باتیں تو دنیا میں کسی جگہ دیکھنے میں نہیں آئیں آخر اس بستی پر یہ انعامات و فیوضات کیوں ہیں؟ تو تاریخ و تجربہ قرآنی آیت و احادیث بتاتی ہیں کہ یہ سب کچھ ابراہیم خلیل اللہ کی مہتم بالشان دعا کی قبولیت کا اثر ہے جو آپ نے آج سے سینکڑوں سال پہلے اس بستی کی بیابانی کے زمانے میں رب تعالیٰ سے مانگی تھی کہ۔ وَارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرَاتِ۔ اے رب اس بستی والوں کو ہمیشہ خوش حالی کے پھلوں والا رزق عطا فرما۔ اسی بستی کی فضاؤں میں ہواؤں میں اطرافِ اربعہ میں یہی دعا ابرِ بادِ بہاری کی طرح چھائی ہوئی رہی اس بستی کے خاردار جنگلوں میں اسی دعا کے سدا بہار پھول کھلتے رہے۔ مگر اس بستی کے رہنے والوں نے ان خداداد سہولتوں فارغ بالیوں سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے کیا کچھ نہ کیا۔ شرک لیا کفر کیا۔ ظلم تشدد برتا۔ بیویوں کو جانور بنایا ماں کو نوکرانیاں سمجھا۔ بچیوں کو زندہ دفن کیا۔ کعبے کو

بت خانہ بنایا۔ یتیموں کو رلایا غریبوں کو ستایا۔ مسافروں کو لوٹا۔ پڑوسیوں کے حقوق چھینے۔ علی الاعلان بدکاریاں فحاشیاں کیں۔ فخریہ بے غیرتیاں کیں۔ رشوت۔ سود اور چور بازاریاں اپنائیں ملاوٹ۔ کسادت اور ذخیرہ اندوزیاں کیں غرض کہ ہر طرح کا ظلم کیا لیکن اہل بستی کے کسی ظلم نے دعاء ابراہیمی پر اثر نہ ڈالا۔ کوئی شرک وکفر خلیل کی دعا کے قوت وشان والے اثر کو نہ روک سکا۔ یہ مسلسل اسی طرح حرم پاک ہی رہا۔ مگر بدنصیبی اس قوم مکہ کی کہ اس نے ایک دم اللہ کی ساری نعمتوں کی ناشکری کر دی ایسی ناشکری جو پہلے کے شرک کفر ظلم بربریت قتل وغارت سے کہیں زیادہ سخت ہے۔ وہ یہ کہ اس قوم مکہ نے قریش ومضر نے قبیلۂ کفر نے۔ ہمارے محبوب فرش کے شہنشاہ عرش کے تاجدار احمد مختار کو نبی نہ مانا کائنات میں سب سے زیادہ سچے رسول کی تکذیب کی جو ایسا معصوم کہ جس کا ہر گناہ اور جھوٹ ممتنع بالغیر جس کی معصومیت کسی غلطی پر قادر ہی نہیں۔ اور پھر تکذیب ہی نہیں بلکہ محبوب اور اس کے بے داغ امتیوں کو اتنا ستایا اتنا ستایا کہ وہ رحمت عالمینی زبان جس نے طائف والے ظالموں کو بد دعا نہ دی وہ وجود رحمۃ وکرم جس نے خون کے پیاسوں کو قبائیں دیں۔ بدکلامیاں سن کر دعائیں دیں اسی زبان نے بھی۔ اَللّٰھُمَّ اشْدُدْ وَطْاَتَکَ عَلٰی مُضَرَ وَاجْعَلْ عَلَیْھِمْ سِنِیْنَ کَسِنِیِّ یُوْسُفَ اے اللہ قریش مضر پر قحط یوسفی کی طرح قحط بھیج۔ بس پھر کیا تھا۔ دعاء خلیل کا علاقہ بد دعاء حبیب کی لپیٹ میں آگیا۔ ادھر کافروں نے رحمۃ عالمین کو ایذائیں پہنچائیں ادھر رب نے سات سالہ سخت قحط بھیج دیا جس نے بھوک پیاس بیماری ڈر۔ خوف۔ بزدلی۔ ذلت آمیز زندگی سے لباس کی طرح ہر کافر کو لپیٹ لیا۔ گھیر لیا۔ یہ سب دنیوی ذلتیں فقط ان اعمال کی وجہ سے آئیں جو وہ ہمارے محبوب اور ان کے صحابہ سے کرتے رہے۔ اب دعاء خلیل کا پاس بھی نہ کیا گیا۔ نہ حرم محترم کا خیال رکھا گیا۔ اس لیے کہ اب بد دعاء حبیب کے سامنے تھے۔ کفار نے رحمۃ للعٰلمین پر ان کے ہی وطن میں سکون وسکونت کے دروازے سب بند کر دیئے تو رب العالمین نے اپنی ربوبیت کے فضل وکرم راحت ونصرت۔ بارش ورزق عزت ودولت۔ فتح ومدد کے سب دروازے بند کر دیئے اب وہی عرب ہیں مگر کتے بلے اور مردار کھا رہے ہیں۔ اور مسلمانوں کی بڑھتی طاقت کا ہر وقت ڈر خوف لگا ہوا ہے۔ بیماری وبھوک سے مر رہے ہیں۔ ہر طرف دھواں دھواں نظر قتل وغارت کا دھڑکا لگا ہے یہ قحط بعثت کے پانچویں سال آیا اور سات سال رہا۔ پھر ابوسفیان سردار کفر کا نمائندہ بن کر گڑگڑاتے ہوئے بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور معافی دعا کی درخواست کرتے ہوئے ایمان کا وعدہ کیا۔ آقاء کائنات نے رحم فرماتے ہوئے بارگاہ رب کریم میں دعا عرض کی تب یہ

قحط ختم ہوا مگر پھر بھی یہ جھوٹے فریبی لوگ ایمان نہ لائے اس لیے ان پر مسلمانوں کی جہاد وں کا عذاب اور قتال کا خوف کر دیا گیا۔ بالآخر فتح مکہ پر سزا ختم ہوئی۔ (تفسیر کبیری۔ مظہری۔ ابن کثیر صفوۃ التفاسیر) وہ کونسی نعمتیں تھیں جن کو بیک لفظ کفار نے جھٹلایا ناشکری کی وہ یہ تھی کہ۔ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظَٰلِمُونَ ۝ اور البتہ بیشک بالیقین اُن پاسبانِ کعبہ رہائشینِ حرم۔ اور اہالیانِ عرب کے پاس ہمارا وہ معظم رسول تشریف لایا جس کی امانت دیانت۔ صداقت رفاقت حسب نسب خاندان۔ لیاقت شرافت۔ لطافت و نظافت رحمۃ ورافت سے یہ تمام قبائل عرب بخوبی واقف تھے کیونکہ وہ رسول ان ہی میں تھے۔ کسی دور کے اجنبی نہ تھے۔ جس کی پاکیزہ زندگی کا گوشہ گوشہ لمحہ لمحہ بچپن جوانی بڑھاپا اُن کی آنکھوں اور دل دماغ کے سامنے گزرا جس کو اوّلاً امین وصادق الوعد کہا لیکن جب قرآن وحدیث اور رب کی باتیں سنائیں تو پھر جھٹلا دیا اُس کو۔ تو اِن نازو نعمت کے پلے ہوؤں کو دعاءِ خلیل کے سرمستوں کو۔ بددعاءِ حبیب کی وجہ سے دنیوی عذاب نے جکڑ لیا اور یہ ہی خود بدبخت بدقسمت ظالم ہیں۔ اِن کے ظلم کا عذاب بیچارے بچوں ناتوانوں بیگناہوں جانوروں کو بھی اور سرزمینِ حرم کو بھی بھگتنا پڑا۔

فائدے

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ بُری صحبتوں میں بیٹھنا بُرے لوگوں کو دوست بنانا اِس لیے ناجائز ہے کہ ایک گناہ کا اثر دوسرے پر پڑتا ہے اور دونوں مصیبت کی لپیٹ میں آجاتے ہیں۔ مثل ہے کہ دانوں کے ساتھ گھن بھی پس جاتے ہیں۔ اسی لیے کہ گھن نے دانوں سے دوستی لگائی۔ ناکردہ گناہ کی سزا اسی وجہ سے مل جاتی ہے کہ وہاں کیوں گئے۔ قیامت میں کفار یہ بھی عذر کریں گے کہ ہم سے فلاں نے گناہ کرایا ہم بے بس تھے مگر یہ عذر قبول نہ ہوگا۔ دنیوی قانون میں بھی یہ عذر قبول نہیں ہوتا۔ یہ فائدہ۔ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا فرمانے سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ** جس طرح نیک بندوں سے رب تعالیٰ خوف وغم دور فرما دیتا ہے اسی طرح فاسق فاجر اور بدکاروں کو دنیا میں خوف دہشت گھبراہٹ پریشانی کی مصیبتیں پڑجاتی ہیں جتنا انسان گناہوں میں زیادہ پھنستا جاتا ہے غم بڑھتے جاتے ہیں۔ یہ فائدہ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ فرمانے سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ**۔ رب تعالیٰ کی ناشکری سب سے بڑا گناہ ہے۔ کہ اِس کا عذاب بعض دفعہ دنیا میں بھی آجاتا ہے یہ فائدہ۔ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ۔ فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ شریعت اسلامیہ کے تمام قوانین۔ عین انصاف۔ اور درستی والے ہیں خواہ سزا حدود و تعزیرات اسلامیہ کی صورت میں ہوں یا جزا اور لین دین تجارت کاروبار نماز روزے کی شکل میں ہوں۔ بعض کفار کا اور ان کی باتیں سن کر۔ بگڑے ہوئے مسلمانوں کا یہ کفریات بکنا کہ اسلام میں سختیاں ہیں۔ اور سزائیں ظالمانہ ہیں۔ جہالت اور نادانی ہے۔ اسی طرح یہ کہکر مولوی تنگ نظر ہے خشک ملا ہے۔ اسلامی قوانین کی مخالفت اور مذاق اڑانا۔ حرام ہے یہ فائدہ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ فرمانے سے مستنبط ہو۔ کہ جب قیامت میں باری تعالیٰ ظلم نہیں فرمائے گا۔ ہر ایک کی جزا سزا نہایت انصاف سے ہوگی تو وہ رحیم کریم باری تعالیٰ۔ دنیا میں سخت اور ظالمانہ قانون کیوں بنائے گا۔

دوسرا مسئلہ۔ حرم شریف مکہ مکرمہ قیامت تک کے لیے محفوظ و مامون ہے یہاں کے انسانوں جانوروں اور شکاریات بلکہ گھاس جھاڑیوں کو ستانا کاٹنا بھی حرام ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک حرم مدینہ کا بھی یہ ہی حکم ہے کہ بجز ضروری گھاس جھاڑیوں کے اور فروٹ سبزیوں کے علاوہ کسی شی کو ستانا فقہ مالکی میں حرام ہے۔ یہ مسئلہ۔ قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً۔ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ یعنی فقط اہل قریہ امن و اطمینان میں نہیں بلکہ خود پوری قریہ امن میں ہے۔ جس میں در و دیوار گھاس پھوس اور شکاریات سب آگئے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا۔ یعنی قیامت کے دن نفس اپنے نفس سے لڑے گا جھگڑا کرے گا۔ نفس کی اضافت نفس کی طرف کیسے درست ہو سکتی ہے جب کہ وہ ایک ہی چیز ہے۔ کیا نفس کا بھی کوئی نفس ہے۔

جواب۔ وجود انسانی میں رب تعالیٰ نے دو چیزیں پیدا فرمائی ہیں ایک روح اور دوسری جوہر۔ جس کو ذات کہا جاتا ہے۔ ان دونوں کے مجموعے کا نام انسان ہے۔ اسی لیے مکمل انسان کو بھی نفس کا نام دیا گیا اور صرف روح کو بھی نفس کہدیا جاتا ہے اور صرف تشخص یعنی جوہر کو بھی نفس کہا جاتا ہے۔ لفظ خود فارسی میں لفظ اپنا۔ اردو میں اسی جوہر کا نام ہے۔ تو اس آیت میں پہلے نفس سے مراد مجموعہ یعنی انسان ہے۔ اور دوسرے نفس سے مراد وہ جوہر ہے۔ ہم اس کا ترجمہ اردو میں اس طرح کر سکتے ہیں۔ کہ اپنے بارے میں۔ یا اپنے لیے۔ یعنی قیامت کے دن ہر انسان یا ہر تشخص۔ ہر شخصیت اپنے بارے میں جھگڑا کرے گا۔ اور اس اضافت کو اضافتِ نفسی کہا جاتا ہے۔ یہ بالکل درست ہے۔ چونکہ ایک

وجود میں نفس مختلف ہیں۔ کوئی کل ہے کوئی جزء ہے۔ اور کل کی اضافت جز کی طرف اور جز کی کل کی طرف جائز ہے لہٰذا آیت پر کوئی اعتراض نہیں۔

دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ۔ اَنْعُم جمع مکسر ہے اور جمع مکسر جمع قلت ہوتی ہے۔ تو اس کا ترجمہ ہوا کہ قریہ والی کفار قوم نے تھوڑی نعمت کا کفران کیا۔ اور اللہ نے اس کفران پر عذاب دیا۔ حالانکہ کفار تو ساری نعمتوں کا کفران کرتے ہیں تو چاہیئے تھا یہ کہا جاتا۔ انہوں نے تمام نعمتوں کا کفران کیا تب ان پر عذاب آیا۔ یہاں جمع قلت کیوں بولا گیا۔

جواب۔ اس کے جواب دو طرح ہیں ۱۔ یہ کہ ایک وقت میں انسان ساری نعمتوں کا کفر نہیں کر سکتا۔ انسان کفر کرتا رہتا ہے آج ایک کل دوسرا۔ اور رب تعالیٰ کی طرف سے عذاب نہیں ملتا۔ یہاں تک کہ وہ کافر کوئی ایسا سخت کفر کر لیتا ہے کہ پھر اس کو مہلت نہیں ملتی اور عذاب میں پکڑ لیا جاتا ہے۔ تو جس کفر پر وہ پکڑا گیا وہ تھوڑا ہی تھا۔ دوسرا جواب یہ کہ تنبیہ ہے اس بات پر کہ جب تھوڑی ناشکری اور کفران و کفر پر عذاب آگیا تو ساری نعمتوں کا کفران کرنے پر کیا حال ہوگا۔

تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ۔ یعنی اللہ نے کفار کے کفران پر ان کو بھوک کا لباس چکھایا۔ لباس تو چکھایا نہیں جاتا۔ لباس پہنایا جاتا ہے اور مزہ چکھایا جاتا ہے تو یہاں یا یہ فرمایا جاتا کہ فَكَسَاهُمْ لِبَاسَ الْجُوْعِ یا فرمایا جاتا۔ فَاَذَاقَهُمْ طَعْمَ الْجُوْعِ۔

جواب۔ یہاں دو چیزیں بتانی مقصود ہیں ۱۔ جنس بھوک ۲۔ نوعیت بھوک۔ جنس بھوک مثل ذوق اور ذائقہ اور لذت کے ہے۔ اس لیے کہ جس طرح کھانے کی کچھ لذت اور مزہ ہوتا ہے اسی طرح نہ کھانے کا بھی کچھ مزہ ہوتا ہے اگرچہ برا مزہ ہوتا ہے۔ نوعیت بھوک شدت بھوک ہے اور کسی چیز کی شدت اور زیادتی وہ ہوتی ہے جو مشدود علیہ آدمی کو چاروں طرف سے گھیر لے۔ لہٰذا شدت کا تعارف لباس سے کرایا گیا کہ لباس بھی انسان کو سب طرف سے گھیرتا ہے لہٰذا یہاں اَذَاقَ نے جنسیت کو بتایا اور لِبَاس نے نوعیت اور کیفیت کو بتایا۔ اس لیے یہ عبارت بہت ہی درست ہے یہ گویا استعارہ ہے اور استعارہ دو قسم کا ہوتا ہے ۱۔ استعارہ تجریدی ۲۔ استعارہ ترشیحی۔ یہاں استعارہ تجریدی ہے۔

چوتھا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا قَرْيَةً۔ یہ لفظ مؤنث ہے۔ اس کی مناسبت سے كَانَتْ۔ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً یہ مؤنث الفاظ۔ پھر يَاْتِيْهَا رِزْقُهَا۔ فَاَذَاقَهَا میں واحد مؤنث کی ضمیریں۔ اور فَكَفَرَتْ۔ واحد مؤنث کے یہ تمام صیغے۔ بالکل درست ہیں لیکن اس کے بعد فرمایا گیا۔ بِمَا كَانُوْا

يَصْنَعُوْنَ ۔ یہ جمع مذکر کا صیغہ ہے۔ یہ کس مناسبت سے کہا گیا۔ جب کہ مراد اس سے قریۃً ہی ہے یہاں بھی بما صنعت یا تصنع ہونا چاہیئے تھا۔ تاکہ یہ مؤنث کا صیغہ بھی مناسب حال ہوتا۔

جواب ۔ پہلے لفظوں صیغوں اور ضمیروں میں انعامات کا ذکر ہوا جو بلا امتیاز سب پر تھے انسان حیوان چرند پرند نباتات جمادات سب کو امن و عافیت تھی اور ہر بستی ان ہی چیزوں کے مجموعے کا نام ہے ان سب پر انعام گویا بستی پر انعام تھا لہٰذا ہر جگہ بستی کا تناسب رکھا گیا اور وہ صیغے بولے گئے جن کا مرجع قریۃً ہی ہوا۔ لیکن بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۔ میں وجہِ عذاب اور سزا کا ذکر ہے اس لیے خاص بستی والے ان لوگوں کو نظر میں رکھا گیا جو جرم کا سبب بنے یا مرتکب ہوئے اور چونکہ وہ اکثریت میں تھے اس لیے کفرت فرما کر کثرتِ تمثیلی مراد لی گئی گویا کہ ساری بستی نے ہی یہ جرم کیے۔ غرض کہ اس آیت میں تین چیزیں ظاہر فرمائی گئیں ۱ عطاءِ نعمت ۔ عذاب نعمت ۲ عذابِ الٰہی کے باعث مجرمین ۳ اور کثرتِ تعدادِ مجرمین ۔ قلتِ تعدادِ غیر مجرمین ۔ بعض لوگوں نے یہ جواب دیا ہے کہ چونکہ بستی سے ۔ بستی والے ہی مراد ہوتے ہیں اس لیے يَصْنَعُوْنَ فرما کر آخر میں اصلیتِ قریہ کو ظاہر فرمایا گیا۔

پانچواں اعتراض ۔ یہاں پہلے فرمایا گیا۔ فَاَذَاقَ الخ) یعنی ان کو بھوک کا عذاب آیا۔ اور اس کا سبب اور وجہ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ میں بیان کی گئی۔ پھر فرمایا گیا۔ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ۔ یعنی ان کو عذاب نے پکڑا۔ اور اس کا سبب فَكَذَّبُوْهُ کو قرار دیا گیا۔ تو کیا یہ دونوں عذاب علیحدہ علیحدہ ہیں یا ایک ہی کا ذکر دوبارہ کیا گیا۔ اگر ایک ہی عذاب ہے تو سبب دو کیوں مذکور ہوئے اور اگر دو عذاب ہیں تو دوسرا کیا اور کب ہوا ؟

جواب ۔ اس کے چند جواب دیئے گئے ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ دو مختلف عذاب مذکور ہوئے پہلا بھوک کا عذاب دوسرا جہادوں میں قتل کفار خاص کر جنگِ بدر میں یا پہلا دنیوی عذاب اور دوسرا اخروی عذاب مراد ہے۔ ان آیت کی تفسیر صوفیانہ آیت ۱۱۹ کے بعد کی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّ

لہٰذا	تم کھاؤ	سے اُس جو دیا رزق	تم کو	اللہ نے	حلال	مزیدار	اور
تو		اللہ کی	دی	روزی	حلال پاکیزہ	کھاؤ	اور

اشْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۱۴﴾

خوب شکر کرو نعمت کا اللہ کی اگر تم ہو اسی کی عبادت کرتے

اللہ کی نعمت کا شکر کرو اگر تم اسے پوجتے ہو

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ

فقط حرام کیا پر تم مردار کو اور خون کو اور گوشت

تم پر تو یہی حرام کیا ہے مردار اور خون اور

الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ فَمَنِ اضْطُرَّ

خنزیر اور اس کو جو ذبح کیا گیا اس پر جس کو لیے غیر اللہ کے۔ تو جو مجبور کیا گیا

سؤر کا گوشت اور وہ جس کے ذبح کرتے وقت غیر خدا کا نام پکارا گیا پھر جو لاچار ہو

غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾

نہ بغاوت کرنے والا اور نہ حد سے بڑھنے والا تو بیشک اللہ بخشنے والا رحم والا ہے

نہ خواہش کرتا اور نہ حد سے بڑھتا تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ

اور نہ کہو تم اس کو کہ صرف بیان کریں زبانیں تمہاری جھوٹ کو

اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں

هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ

یہ حلال اور یہ حرام تب تو افترا بناؤ گے تم پر اللہ

یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر

الْكَذِبَ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ

جھوٹ کا۔ بیشک وہ لوگ جو بناوٹ کر لیتے ہیں پر اللہ

جھوٹ باندھو بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں

الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۠ وَّلَهُمْ

جھوٹ کی کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔ سامان ہے تھوڑا۔ اور لیے اُن کے

اُن کا بھلا نہ ہوگا تھوڑا برتنا ہے اور اُن کے لیے

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾

عذاب ہے دردناک

دردناک عذاب

تعلق اِن آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق۔ پچھلی آیات میں ایسی بستی کا ذکر ہوا تھا جس کو رب نے کثیر نعمتیں دیں مگر اُس نے رب تعالیٰ کی نعمتیں استعمال کر کے پھر بھی ناشکریاں کیں۔ اب بندوں کو نعمتیں برتنے کا صحیح طریقہ بتایا جارہا ہے۔ کہ کھاؤ حلال کر کے اور خوب شکرِ الٰہی ادا کرو۔ **دوسرا تعلق**۔ پچھلی آیتوں میں ناشکری کرنے کا وبال مذکور ہوا اب اِن آیتوں میں شکرگزاروں کا ذکر ہے اور شکرگزاری کی نشانی یعنی عبادتِ الٰہی کا تذکرہ ہوا۔ **تیسرا تعلق**۔ پچھلی آیتوں میں نعمتوں کی نشان دہی کی گئی اب بتایا جارہا ہے کہ نعمتِ خداوندی وہی ہے جو حلال و طیب ہے۔ حرام چیز نعمت نہیں ہے اُس کو نہ برتو۔

شانِ نزول۔ امام بغوی نے فرمایا کہ جب مشرکین مکہ قحط سے پریشان ہوئے اور بچے بوڑھے بھوکے مرنے لگے تب سب کفار گھبرا کر بارگاہِ نبوت میں آئے اور عرض کیا کہ حضور خطائیں تو ہم سے ہوئی ہیں بچوں کا کیا قصور آپ اُن کے لیے قحط ختم فرما دیجئے تب یہ آیات آٹھ عدد اُتریں از ۱۱۲ تا ۱۱۹ جس میں بظاہر مشرکین اور دراصل سب سے خطاب ہے۔ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو بچوں بے گناہوں کی خاطر رزق بھی دیا اور دعا بھی کی۔

تفسیر نحوی

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ - اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ——— فَ ابتدائیہ تحسین کلام کے لیے یا فَ جزائیہ یہ قول صحیح ہے یا سببیہ علیہ لہٰذا کے معنی ہیں۔ کُلُوْا۔ باب نَصَرَ کا امر حاضر معروف صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اَکْلٌ سے بنا ہے بمعنی کھانا۔ نگل جانا چبانا۔ حلق سے نیچے اتارنے کا نام اَکْلٌ ہے جب تک زبان اور دانتوں میں رہے ذَوْقٌ اور مَضْغٌ ہے۔ مہموز الفا ہے دراصل تھا اُؤْكُلُوْا بروزنِ اُنْصُرُوْا۔ دونوں ہمزہ اس لیے گر گئیں کہ پہلی چونکہ دو ہم جنس حرف ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے اس لیے ہمزۂ وصل گری۔ اور دوسری مادے کی ہمزہ ہے اول میں ساکن نہیں ہو سکتا۔ اور متحرک کرنے سے باب بدلتا ہے۔ اس لیے گرانا آسان ہے۔ مِنْ جارہ بیانیہ یا تبعیضیہ مَا۔ اسم موصول رَزَقَ۔ باب نَصَرَ کا ماضی مطلق مثبت معروف۔ رِزْقٌ سے بنا ہے۔ بمعنی روزی دینا۔ نعمتیں عطا کرنا۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر منصوب متصل۔ مفعول بہ ہے اَللّٰهُ بحالتِ رفع فاعل ہے رَزَقَ کا۔ حَلٰلًا۔ اسم مصدر۔ بروزنِ فَعَالًا ثلاثی ہے۔ بمعنی شرعی جائز۔ مقابل سے حرام کے بمعنی شرعی ممنوع طَيِّبًا۔ اسم مفرد جامد۔ بمعنی پاکیزہ۔ لذت والا نجس یا بدمزہ کا مقابل یہ دونوں مرکب توصیفی ہو کر حال ہے کُلُوْ کے فاعل اَنْتُمْ ضمیر مستتر کا جس کا مرجع مومنین ہیں۔ کُمْ سے مراد بھی مومن ہیں۔ واؤ عاطفہ۔ ماقبل کُلُوْا جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ ہے اُشْكُرُوْا۔ باب نَصَرَ کا امر حاضر معروف جمع مذکر۔ شُكْرٌ سے بنا ہے بمعنی۔ احسان مند ہونا۔ نعمت کا اظہار کرنا چرچا کرنا۔ تابع ہونا شکر کرنا عام ہے ہر حمد و نعمت ثنا۔ توصیف اور شان بیان کرنے کو۔ اَنْتُمْ ضمیر مستتر فاعل ہے جس کا مرجع مومنین ہیں نِعْمَتَ۔ اسم مفرد جامد۔ ایک قول میں مؤنث لفظی ہے اور تِ آخر میں تانیث کی ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ مذکر ہے اور تِ وحدت کی ہے۔ بمعنی۔ بلا معاوضہ بلا استحقاق مفید چیز کا ملنا عطا کرنا۔ مضاف ہے اَللّٰهُ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی بحالتِ فتحہ ہے کیونکہ مفعول بہ ہے اُشْكُرُوْا کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے كُلُوْا کا۔ سب مل کر جملہ عاطفہ ہوا۔ اور جزاءِ مقدم ہوئی۔ اِنْ حرفِ شرط۔ كُنْتُمْ۔ فعل ناقصہ ماضی مطلق صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اَنْتُمْ ضمیر مستتر اس کا اسم ہے۔ اِيَّاهُ۔ یہ دو لفظ ہیں ۱۔ اِيَّا۔ ۲۔ هُ۔ اِيَّا کے متعلق چار قول ہیں ۱۔ اسم ظاہر ہے بمعنی خاص۔ مضاف ہوتا ہے ضمیر کی طرف اِيَّایَ۔ اِيَّاكَ۔ اِيَّاكُمْ۔ اِيَّاهُ غرض کہ یہ ہر اسم ضمیر کی طرف مضاف ہوتا ہے اسم ظاہر کی طرف مضاف نہیں ہوتا ۲۔ ضمیر کے ساتھ مل کر مکمل ایک ضمیر ہے۔ ۳۔ یہ حرف ہے زائدہ ۴۔ محض زائدہ حصر کے لیے۔ یہ آخری قول درست ہے۔ هُ ضمیر واحد مذکر غائب۔ متصل ہے۔ کسی سے جڑنا شرط ہے۔ اول میں آئی حصر کے لیے اور

ایا لایا گیا اتصال کے لیے ۔ ورنہ مقدم نہ ہو سکتی اور حصر کا فائدہ نہ ہوتا حالانکہ ضروری تھا ۔ یہ مفعول بہ مقدم ہے ۔ تَعْبُدُوْنَ کا باب نصر کا فعل مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر اَنْتُمْ فاعل پوشیدہ ہے عَبْدٌ سے بنا ہے بمعنیٰ معبود سمجھ کر کسی کی تابع داری کرنا ۔ اطاعت کرنا ۔ (اسی کو عبادت کہتے ہیں) یا بمعنیٰ پوجا کرنا ۔ پرستش کرنا یہ جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے کُنْتُمْ کی وہ جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر شرط مؤخر ہے ۔ دونوں شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ انشائیہ ہو کر مکمل ہوئے ۔ اِنَّمَا حرف حصر بمعنیٰ فقط حَرَّمَ ۔ باب تفعیل کا ماضی مطلق مثبت معروف مصدر ہے تَحْرِیْمٌ بمعنیٰ حرام کرنا ۔ حُرْمٌ بنا ہے ۔ بمعنیٰ ناقابل استعمال ۔ قابل حرمت عزت ۔ یہاں پہلے معنیٰ مراد ہیں یعنی سخت ممنوع شرعی چیز ۔ متعدی ہے ھُوَ ضمیر مستتر فاعل جس کا مرجع اللّٰہ ہے ۔ ترجمہ ہے حرام کیا ۔ عَلٰی جارّہ بمعنیٰ لام جارّہ یعنی لیے کُمْ ضمیر جمع حاضر ۔ جار مجرور متعلق ہے حَرَّمَ کا ۔ الف لام استغراقی مَیْتَۃَ اسم مفرد جامد بمعنیٰ مردار واؤ عاطفہ الف لام عہد خارجی ۔ کیونکہ ہر خون حرام نہیں صرف بہتا خون حرام ہے دَمَ ۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ خون واؤ عاطفہ لَحْمَ ۔ اسم مفرد جنسی جامد بمعنیٰ گوشت اس کی جمع ہے لحوم مضاف ہے ۔ الف لام استغراقی خنزیر اسم مفرد جامد جنگلی جانور کا نام اس کی جمع ہے خنازیر ۔ واؤ عاطفہ ۔ ما موصولہ ۔ اُھِلَّ ۔ باب افعال ماضی مطلق مثبت مجہول صیغہ واحد مذکر غائب ھُوَ مستتر نائب فاعل ہے جس کا مرجع مَا ۔ مصدر ہے اِھْلَالٌ ۔ ھَلْلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ لغوی بوقت ذبح جانور کا چیخنا ۔ ڈکرانا ۔ پھر منقول عرفی میں ذبح کو ہلال کہا گیا ۔ پھر عام ہو گیا ہر چیخنے کے لیے پھر پہلی کے چاند کو اسی لیے ہلال کہا گیا کہ اس کیلئے چیخ پکار ہوتی ہے حاجی کے تلبیہ کو اِہلال کہا گیا کیونکہ اس میں بھی بلند آواز ہوتی ہے یہاں مراد ذبح کرنا ہے ۔ لام جارّہ بمعنیٰ لیے غیر اسم مفرد جامد بمعنیٰ دوسرا سوا مضاف ہے اللّٰہِ مضاف الیہ جار مجرور متعلق اوّل بِ جارّہ تعدیہ ہٖ ضمیر کا مرجع مَا ۔ جار مجرور متعلق دوم ۔ اُھِلَّ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ وہ معطوف سب عطف سے مل کر مفعول بہ ہوا حَرَّمَ کا ۔ وہ جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُکُمُ الْکَذِبَ ھٰذَا حَلٰلٌ وَّ ھٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ۔ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ۔ وَّلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فَ زائدہ تعقیبیہ ۔ یعنی حقیقی تعقیب مکانی یا زمانی نہیں ہے ۔ مَنْ اسم موصول شرطیہ جو صرف اہل عقل کے لیے ہی خاص ہے خواہ انسان جنات یا ملائکہ ۔ یہاں صرف انسان مومن مسلمان مراد ہیں ۔ اُضْطُرَّ ۔ باب افتعال کا ماضی مطلق مثبت مجہول ۔ مصدر ہے اِضْطِرَارٌ ۔ بمعنیٰ ۔ مجبور کرنا کیا جانا ضَرٌّ سے بنا ہے بمعنیٰ نقصان ہونا لازم ۔ اضطرار متعدی ہے ۔ اس کی دو قسمیں ہیں ۱۔ اضطرار خارجی ظاہری ۲۔ اضطرار نفسی باطنی ۔ یہاں باطنی مراد ہے ۔ بقاعدہ نحو

جب مصدر کا فٗ کلمہ ص یا ض ہوگا تو باب افتعال کی ت ط سے بدل جائے گی۔ جیسے مصطفیٰ وغیرہ
صیغہ واحد مذکر غائب ھُوَ ضمیر مستتر نائب فاعل غَیْرَ اسم مفرد جامد۔ صفت مبہم کے لیے ہوتا ہے
مگر کبھی اِلاّ کے معنیٰ میں بھی آجاتا ہے یہاں اپنے معنیٰ صفتیت کے لیے ہے بحالتِ فتحہ ہے
یا حال ہے اُضْطُرَّ کے فاعل ھُوَ مستتر کا اور یہ اعراب لفظی حقیقی ہے یا بدل ہے اُس کا تب یہ اعراب
محلی ہے کیونکہ ھُوَ نائب فاعل مرفوع مگر اصلاً مفعول بہ ہے اِس لیے محلاً منصوب ہے۔ مضاف
ہے۔ بَاغٍ۔ اِسم فاعل ہے بابِ ضَرَبَ کا واحد مذکر۔ بُغُوٌّ یا بَغْیٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ۔ بغاوت کرنا۔ مُنہ
موڑنا۔ سرکشی کرنا۔ حد سے بڑھنا۔ بغیر مجبوری کوئی کام کرنا۔ یہاں یہ آخری معنیٰ میں ہے واؤ عاطفہ
تاکیدیہ لَاَ عاطفہ نافیہ۔ عَادٍ۔ بابِ ضَرَبَ کا اسم فاعل واحد مذکر عَدْیٌ سے بنا ہے بمعنیٰ زیادتی کرنا۔
بَاغٍ اور عَادٍ دونوں کا لام کلمہ یٰ حرفِ علّت ہے جو اجتماعِ ساکنین سے گر گیا ۱ یٰ ساکن۔
۲ تنوین ساکن دونوں میں ھُوَ ضمیر مستتر ہے فاعل ہے جس کا مرجع مَنْ ہے دونوں جملہ اسمیہ ہو
معطوف علیہ معطوف ہوکر حال یا بدل ہوئے اور جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر صِلہ موصول صِلہ شرط ہوا۔ فَ
جزائیہ جملہ اسمیہ جزا ہو تو فَ لانا واجب ہے جزا مقدّم ہو تو بھی۔ اِنَّ حرفِ مشبہ اَللّٰہَ اِس کا اسم
غَفُوْرٌ خبر اوّل رَحِیْمٌ خبرِ دوم۔ غَفْرٌ اور رَحْمٌ سے بنے ہیں دونوں صفت مشبہ مبالغہ کے لیے۔ اِنَّ اسم
خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوکر جزا۔ شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔ واؤ۔ اِبتدائیہ۔ لَاتَقُوْلُوْ۔ بابِ نَصَرَ کا
نہی معروف صیغہ جمع مذکر حاضر قَوْلٌ سے بنا ہے بمعنیٰ کہنا۔ بولنا۔ لام جارّہ مفعولیت کا مَا موصولہ تَصِفُ
وَصْفٌ سے مشتق ہے۔ بیان کرنا۔ بتانا۔ کسی چیز کی شکل صورت کے ساتھ عادت بیان کرنا توصیف
ہے۔ یا بڑھا چڑھا کر بیان کرنا۔ یہاں اسی معنیٰ میں ہے۔ بابِ ضَرَبَ سے ہے دراصل تھا تَوْصِفُ
واؤ ماقبل فتحہ سے ثقیل (بوجھل) ہوئی لہٰذا گر گئی۔ اَلْسِنَتُ۔ اسم جمع مکسّر ہے آخر میں تَ تنوینِ
عوضی ہے نہ کہ تانیث ہے اِس کا واحد لِسَانٌ مذکر ہے۔ بمعنیٰ منہ کی عضوی زبان۔ مضاف ہے۔ کُمْ
ضمیر کا مرجع کُفَّارِ مکہ ہیں مضاف الیہ ہے مرکب اِضافی فاعل ہے تَصِفُ کا الف لام عہدی کَذِبَ۔
اسم حاصل مصدر بمعنیٰ جھوٹ۔ منصوب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے تَصِفُ کا۔ وہ جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر صلہ
ہوا مَا کا اور مجرور ہوکر متعلق ہے لَاتَقُوْلُوْا کا وہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر قول ہوا ھٰذَا اِسم اشارہ قریبی
مبتدا ہے۔ حَلَالٌ۔ اسم مصدر۔ جامد ہے۔ بمعنیٰ جائز غیر ممنوع۔ بحالتِ رفع خبر مبتدا۔ دونوں مل
کر جملہ اسمیہ خبریہ معطوف علیہ واؤ عاطفہ ھٰذَا مبتدا۔ حَرَامٌ۔ مصدر ثلاثی بروزنِ فَعَالٌ۔ حَرْمٌ سے بنا
ہے بمعنیٰ ممنوع ناجائز۔ خبر مبتدا جملہ اسمیہ ہوکر معطوف۔ معطوف علیہ معطوف۔ معلول ہوا۔ لام تعلیلیہ

جازمہ تفتروا ۔ باب افتعال کا مضارع مثبت مجزوم ۔ لام جازمہ سے ۔ دراصل تھا تفترون ۔ نونِ اعراب جزم سے گر گئی ۔ مصدر ہے ۔ افتراءٌ ۔ بمعنیٰ ۔ بہتان باندھنا ۔ جھوٹ منسوب کرنا ۔ غلط بیانی فریب کاری ۔ انتم ضمیر مخاطب مستتر فاعل مرجع کفار مکہ ۔ علیٰ بمعنیٰ الیٰ انتہائیہ ۔ بمعنیٰ طرف ۔ الف لام عہدی کذب اسم مفرد جامد بمعنیٰ جھوٹ ۔ علی اللہ متعلق ہے ۔ لتفتروا کا ۔ الکذب مفعول بہ ہے اس کا ۔ جملہ فعلیہ ہو کر علت ہوئی ۔ معلول علت مل کر مقولہ ہوا ۔ قول مقولہ جملہ مقالیہ ہوا ۔ انّ حرف مشبہ الذین اسم موصول ۔ یفترون ۔ فعل مضارع ۔ افتراءٌ سے ہے ۔ بمعنیٰ جھوٹ باندھنا ۔ بہتان ۔ فریب باندھنا ۔ ھم ضمیر غائب مستتر اس کا فاعل مرجع ہے الذین علی اللہ جار مجرور متعلق ہے یفترون کا الکذب ۔ بمعنیٰ اپنی دل پسند جھوٹی بات ۔ بحالت فتحہ ہے مفعول بہ ہے ۔ یفترون کا ۔ وہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا ۔ موصول صلہ مل کر اسم انّ ۔ لا یفلحون ۔ باب افعال کا ۔ مضارع منفی معروف بمعنیٰ فعل مستقبل ۔ مصدر ہے افلاحٌ ۔ فلحٌ ۔ مصدر کا ترجمہ ہے کامیابی حاصل کرنا متعدی ہے ۔ فلحٌ ملاتے کا ترجمہ ہے کامیاب ہونا لازم ہے ۔ ھم ضمیر غائب مستتر اس کا فاعل جس کا مرجع الذین ہے ۔ فعل بافاعل جملہ فعلیہ ہو کر خبر انّ ۔ سب مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مکمل ہوا ۔ متاعٌ ۔ اسم مفرد جامد یا ثلاثی کا مصدر حاصل مصدر بمعنیٰ سامانِ زندگی موصوف ہے ۔ قلیلٌ ۔ صفت مشبہ بروزن فعیل بمعنیٰ بہت ہی تھوڑا تعداد میں یا جگہ میں یا مدت میں ۔ قللٌ اور قلتٌ سے بنا ہے ۔ بحالت رفع صفت ہے یہ مرکب توصیفی معطوف علیہ ہے ۔ واؤ عاطفہ بمعنیٰ ثمّ تعقیبیہ یا تراخی ہے ۔ ثمّ خود نہیں آیا ۔ کیونکہ یہاں دونوں کے معنیٰ قائم رکھنے تھے ۔ قلت مدت کو بیان کرنے کے لیے گویا ساتھ ہی جمع ہیں ۔ لام جارّہ ھم ضمیر جمع مجرور متعلق ہے ثابتٌ یا موجودٌ پوشیدہ کا عذابٌ اسم مفرد معرب متمکن نکرہ مخصوصہ مرفوع ہے فاعل ہے پوشیدہ کا الیمٌ اسم مفرد صفت مشبہ بمعنیٰ بہت ہی تکلیف دہ مبالغہ ہے ۔ بحالت رفع کیونکہ تابع صفت ہے ۔ یہ مرکب توصیفی فاعل ہوا ثابتٌ کا وہ اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہے متاعٌ کا سب عطف مل کر ھذا پوشیدہ مبتدا کی خبر ہوئی اب جملہ اسمیہ مکمل ہے ۔

تفسیر عالمانہ

فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ——— لہٰذا اے مسلمانو اور اس دھواں دار جھلسا دینے والے قحط کے بعد سچی توبہ کر کے مسلمان ہو جانے والو اب اس طیب طاہر پاکیزہ رزق سے خوب کھاؤ

ہر وقت کھاؤ کھلاؤ جو رزق تم کو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے عطا فرمایا ہے ۔ لیکن کفار بد بخت کی طرح حرام کر کے نہیں ناشکری نافرمانی کر کے اور چیزوں کو گندہ پلید کر کے نہیں بلکہ حلال اور لذیذ وروحانی فرحت بناکر اور اللہ کے رزق لے کر خوب شکر کرو اللہ کی نعمتوں کا ۔ یہ اللہ کا کرم ہے کہ پہلے تم اہلِ مکہ کو دعاءِ خلیل کے صدقے میں رزق حلال طیب ملتا رہا اور اب تا قیامت دعاءِ حبیب کے طفیل رزق اور نعمتیں ملیں گی ملتی رہیں گی بشرطیکہ تم سچی توبہ استغفار کے ساتھ اس اللہ سچے معبود کی بندگی کرو عشق و محبت لذت و اُلفت سے نہایت صاف دل خلوصِ عقل سے اس کی عبادت کرتے رہو ۔ زمانۂ قحط میں تم کو کتنی حرام اور گندی چیزیں کھانی پڑیں اُس کا کرم و رحم ہے کہ وہ مصیبت جو تمہاری بد عملیوں بے ادبیوں کی وجہ سے آئی تھی محبوب کی دعا کے صدقے ختم ہوئی اب قیامت تک اللہ نے تم پر فقط ہر قسم کا مردار حرام فرما دیا خواہ مُنْخَنِقَہ (گلا گھونٹ کر مارا ہوا) یا مَوْقُوْذَہ (اُونچی جگہ سے لڑھکا کر مارا ہوا) یا مُتَرَدِّیَہ (خود گر کر مرا ہوا) یا نطیحہ (چھرا یا کوئی چیز گھونپ کر مارا ہوا) یا درندے کا مارا ہوا اور بہتا ہوا خون یعنی جو حلال جانور کی بوقتِ ذبح رگوں یا کسی جسم کے حصے سے بہکر نکلا ہو ۔ وہ بھی حرام ہے اگرچہ باہر آکر جسم جائے ۔ اور خنزیر کا لحم یعنی پورا جسم حرام فرما دیا ۔ اس لیے کہ خنزیر کی کھال نہیں ہوتی گوشت پر ہی بال ہوتے ہیں نیز چربی گردے کلیجی اصطلاحاً گوشت میں ہی شمار ہوتے ہیں اور وہ حلال جانور بھی حرام کر دیا جو کسی بھی غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کر دیا گیا ہو ۔ یعنی ذبح کرتے وقت اللہ کا نام چھوڑ کر کسی انسان یا بت کا نام لیا گیا ہو فقط اُسی کو حرام کیا ہے ۔ غیر اللہ کا ذبیحہ خواہ اس طرح ہو کہ مندر کے پاس بت کے لیے تکبیر پڑھ کر قربانی کرے اور اس کے لیے خون بہائے یا کسی انسان کے لیے خون بہائے یا خون تو اللہ کے لیے بہائے مگر تکبیر کی جگہ کسی انسان زندہ یا فوت شدہ کا نام لے یا کسی بت کا سب طرح کا ذبیحہ اللہ نے حرام فرما دیا ۔ خیال رہے کہ رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں کل چار جگہ حرام چیزوں کا ذکر فرمایا ۔ ایک اسی جگہ تین اس سے پہلے ع۱ سورۃ بقرہ مدنی آیت ع۱۷۲ بالکل ان ہی لفظوں سے چار چیزوں کی حرمت نازل ہوئی ۔ صرف تین طرح کچھ لفظی تغیر ہے ۔ ع۲ سورہ مائدہ آیت ع۳ مدنی یہاں لفظِ حصر اِنَّمَا نہیں ہے اور دس چیزیں حرام کی گئیں چھ قسم کا مردار جانور ۔ ع۱ میتہ ع۲ منخنقہ ع۳ موقوذہ ع۴ متردیہ ع۵ نطیحہ ع۶ درندے کا مارا ہوا اور دو قسم کا مااُہِلَّ ۔ ع۱ غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے ع۲ تکبیر پڑھ کر کسی بت یا انسان کے لیے خون بہایا جائے یہ بھی حرام ہے اس لیے کہ خون جانور اور روح اللہ کی مخلوق ہے لہٰذا اسی کے نام پر ذبح ہو گی اور اسی کے لیے اسی کی عظمت و قربت کے لیے خون بہایا جا سکتا ہے ع۹ اور خون بہتا ہوا اور دسویں چیز خنزیر ۔

۳۔ سورۃ انعام آیت ۱۴۵ مکی یہاں بھی سورۃ نحل کی طرح ان چار ہی حرمتوں کا نزول ہوا ہے۔ صرف خون کی وضاحت فرمائی گئی ہے کہ صرف بہتا ہوا نکلنے والا خون حرام ہے۔ گویا کہ حرمت و حلت اتنی اہم اور شدید و سخت چیز ہے کہ اس کو چار دفعہ نازل فرمایا گیا۔ دو دفعہ مکہ معظمہ میں اور دو دفعہ مدینہ منورہ میں۔ لیکن سورۃ بقرہ میں اور یہاں ان حرمتوں کو اِنَّمَا سے شروع فرمانا اس لیے نہیں ہے کہ ان کے علاوہ اسلام میں اور کوئی جانور یا اور کوئی چیز حرام ہی نہیں ہے بلکہ مفسرین نے اس جگہ اِنَّمَا کے حصر میں چار قول بیان فرمائے ہیں۔ ایک یہ کہ یہ حصر کفار کے لیے ہے کہ کافر جن جانوروں کو حرام کہتے ہیں اور کفار نے حرام ہونے کا جو طریقہ اپنے دل سے گھڑ لیا ہے وہ غلط ہے۔ کافر کہتے ہیں کہ کسی حلال حیوان گائے بکری بھینس اونٹ بیل بجار سانڈ وغیرہ کو کسی شخصیت انسان یا بُت کے نام کر دو کہ یہ جانور اُس کا ہے تو وہ حرام ہو گا۔ اسی لیے عرب اور ہند کے کافر مندروں کے سانڈ بجار اور بحیرہ۔ سائبہ۔ پہلے اپنے بتوں اور پنڈتوں کے نام لگا دیتے ہیں پھر ان کو حرام سمجھنے لگ جاتے ہیں اسی خود ساختہ عقیدے کی تردید کرتے ہوئے ان سب آیتوں میں بار بار سمجھایا گیا ہے کہ کسی شخص کے نام لگ جانے سے جانور یا مٹھائی یا کوئی چیز حرام نہیں ہوتی اور بحیرہ وغیرہ حرام نہیں مسلمان اُن کو اللہ کے نام پر ذبح کر کے کھا سکتا ہے ختم شریف دلا سکتا ہے صدقہ و خیرات بھی کر سکتا ہے اُن کو حرام کہنا کافروں کا طریقہ ہے۔ بالکل یہی عقیدہ وہابیوں نے بنا لیا کہ غوث پاک کا بکرا داتا صاحب کی مٹھائی حرام۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں گروہوں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ احمقو فقط تمہارے کہنے سے یہ جانور اور چیزیں حرام نہ ہوں گی حرام صرف وہ ہیں جن کو اللہ نے حرام کیا۔ دوسرا قول یہ کہ یہ حصر اضافی ہے یعنی بغیر واسطہ صرف وحی قرآنی کے ذریعے یہ چار چیزیں حرام ہیں اس کے علاوہ جو چیز اور جو جانور کیڑے مکوڑے کتا بلا دریائی خشکی۔ کوڑا کچرا جو بھی حرام ہے وہ ہمارے نبی۔ مختارِ شریعت شہنشاہِ اسلام نے ہمارے حکم اور اذن سے اپنی زبان سے حرام فرمائی ہیں۔ جیسا کہ سورۃ اعراف آیت ۱۵۷ میں وضاحت فرمائی گئی کہ ہمارے یہ نبی چیزوں کو حلال بھی فرماتے ہیں اور حرام بھی۔ تیسرا قول یہ کہ یہ حرمت چونکہ ابتدائی ہے اس لیے چار اشیاء پر حصر ہوا۔ پھر جب احادیث سے دوسری چیزیں حرام ہوئیں تو یہ حصر منسوخ ہو گیا۔ مگر یہ قول کمزور ہے اس لیے کہ اگر یہ حصر وقتی اور عارضی ہوتا تو چار سورتوں میں اور مکی مدنی زندگی میں بار بار نزول نہ ہوتا یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اتنے عرصے تک نبی کریم نے اور کوئی چیز حرام نہ فرمائی ہو۔ چوتھا قول یہ کہ یہ حصر حرمت کے بیان کے لیے ہے یعنی یہ اشیاء ہر طرح صرف حرام ہی ہیں ان کا اور کوئی مصرف کوئی فائدہ نہیں بخلاف دیگر

محرمات کے مثلاً کتا بلا اور کیڑے مکوڑے اگرچہ کھانے حرام ہیں لیکن اس کے علاوہ بہت سے فائدے اور مصرف ان میں موجود ہیں جن کی بنا پر وہ قابلِ استعمال ہیں۔ واللہ اعلم ورسولہٗ۔ مگر یہ مندرجہ بالا تمام چیزیں ہر طرح ہر وقت ہر شخص کے لیے حرام ہی ہیں۔ لیکن فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ فقط وہ شخص جو انتہائی سخت مار دینے والی بھوک سے یا کسی خونخوار دشمن کی طرف سے مجبور کیا جائے۔ نہ تو اسلام و شریعت سے نہ اللہ رسول سے بغاوت کرنے والا۔ اور نہ عادت ولذت ڈالنے والا ہو نہ بھوک سے زیادہ کھانے والا یعنی فقط اتنا کہ جس سے جان بچ جائے یا چھننے پر جان کی دھمکی آمیز جبر کیا جائے اور وہ ان میں سے معمولی و مجبوری کی مقدار کھالے تو بیشک اللہ تعالیٰ ایسے مصیبت زدہ کو بخشنے والا رحیم ہے اس لیے کہ یہ چیزیں اس کے لیے بھی حرام ہی رہیں گی اور جتنی مقدار بھی اس نے کھائی ہوگی پیٹ میں حرام ہی گئی مگر اس کا گناہ بخشا جائے گا۔ اس لیے کہ حلال حرام کرنے والا تو فقط اللہ رسول ہی ہے۔ اور کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ کسی شے کو بغیر استنباطِ قرآنی اور نبوی اپنی مرضی و دل لگی سے حرام یا حلال کہتا پھرے۔ لہٰذا۔ وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَٰذَا حَلَالٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ۔ مَتَاعٌ قَلِيلٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔

اے ہر قسم کے لوگو۔ اپنے عمل عقیدے اور من مرضی سے ایسی باتیں نہ کہتے اور بناتے پھرو جن کو فقط تمہاری زبانیں ہی بیان کرتی ہوں جھوٹ موٹ حالانکہ کسی طرح سے ثبوت کوئی بھی نہ ملتا ہو۔ محض سرکشی۔ ضد۔ خودسری گندے عقیدوں کی بنا پر کہہ دو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام کتنا بڑا جرم ہے کہ تم اللہ کی ذات پر افترا باندھتے ہو اپنے جھوٹ کا۔ شروع سے آج تک اور آئندہ تا قیامت یہ بات اور فیصلۂ الٰہیہ اٹل ہے اور تاریخی تجربہ و مشاہدہ ہے کہ بیشک جن لوگوں نے بھی اللہ کی طرف اپنی جھوٹی بات منسوب کی وہ دنیا و آخرت میں ناکام و ذلیل و خوار ہی ہوئے۔ دنیا کے تھوڑے دنوں اُن کو نفع ضرور ملتا رہا۔ لیکن اُخیر اُن کے لیئے دردناک عذاب ہی دائمی ہوا۔

فائدے

ان آیاتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ جس طرح ایمان نام ہے کفر چھوڑنے کا۔ اسی طرح تقویٰ نام ہے گناہ چھوڑنے کا۔ لذت دار اور حلال روٹیاں۔ چھوڑ بیٹھنا تقویٰ نہیں ہے۔ ہاں البتہ حرام و خبیث چیزیں نہیں کھانی چاہئیں۔ یہ فائدہ فَكُلُوا مِمَّا (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ۔** ہر مسلمان کو ہر حال میں ہر طریقے کا شکر الٰہی کرنا چاہیئے۔ اور شکر نام ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے

کا اسی لیے شکر کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ شکرِ اعتقادی یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی تمام تعلیمات پر پورا ایمان لایا جائے۔

۲۔ شکرِ عملی یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر زندگی گزاری جائے ۳۔ شکرِ لسانی یہ ہے کہ بندہ ہمیشہ حمد و نعمت کہتا رہے۔ یہ فائدہ وَاشْکُرُوْا کے مطلق فرمانے اور شکر کو اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ پر معلق فرمانے سے حاصل ہوا کہ شکر وہی کر سکتا ہے جو عبادت کرے اور رب تعالیٰ کی عبادت نام ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ کا تیسرا فائدہ۔ بغیر دلیل کسی چیز کو حرام کہہ دینا۔ اللہ پر افترا باندھنا یعنی جھوٹ بنانا ہے۔ اگر کوئی آدمی عیدِ میلاد۔ گیارھویں شریف۔ یا نعت خوانی کو حرام کہے تو اس کو دلیل پیش کرنی چاہیئے۔ یہ فائدہ وَلَا تَقُوْلُوْا (الخ) کی ممانعت اور اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسئلے مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ بتوں کے نام پر لگائے ہوئے جانور اور چیزیں حرام نہیں ہیں اسی طرح خود بت کو توڑ کر استعمال کرنا بھی جائز ہے حرام نہیں۔ مثلاً سونے کا چاندی لوہے پتھر کا بت اور گنگا جمنا پانی کا استعمال کرنا بھی حلال ہے یہ مسئلہ اِنَّمَا حَرَّمَ کے حصرِ اضافی سے مستنبط ہوا۔ یعنی اِنَّمَا کا حصر صرف بتوں کی چیزوں اور کسی شخص کے نام لگائی چیزوں کو حرمت سے نکالنے کے لیے ہے حرمت کو صرف ان مذکورہ جانوروں کی طرف اضافت اور نسبت کی گئی ہے **دوسرا مسئلہ** ان مذکورہ جانوروں کے علاوہ وہ جانور بھی حرام ہیں جن کو احادیث میں حرام فرمایا گیا اب تاقیامت صرف وہی حرام ہیں جو قرآن و حدیث کی دلیل سے حرام ہوں۔ یہ مسئلہ کم اِنَّمَا حَرَّمَ کے حصرِ اضافی ہے مستنبط ہوا **تیسرا مسئلہ**۔ جو جانور ذبح کیے جاتے ہیں وہ اگر بغیر ذبح مر جائیں تو حرام ہیں۔ اس لیے کہ ان میں مسفوح (بہتا خون) ہے۔ اور اس کا پورا نکلنا شرط ہے۔ اور پورا خون صرف گردن کی رگوں سے ہی نکل سکتا ہے ہاں جس جانور کا بہتا ہوا خون نہیں ہے وہ بغیر ذبح مردہ ہو جائیں تو بھی حلال ہیں وہ ذبیں مچھلی اور مکڑی یہ مسئلہ حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃَ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ **چوتھا مسئلہ**۔ صرف بہتا خون حرام ہے۔ لہٰذا تلی کلیجی اگرچہ خون ہے مگر بہتا ہوا نہیں اس لیے حلال ہے یہ مسئلہ وَالدَّمَ کی تفسیر سے مستنبط ہوا۔ خیال رہے کہ کلیجی اور تلی کو حدیث پاک میں خون ہی فرمایا گیا ہے۔ **پانچواں مسئلہ**۔ خنزیر کی ہر چیز حرام ہے۔ صرف لحم فرمانا اس لیے ہے کہ اس کی کھال نہیں ہوتی کھال کے علاوہ ہر چیز کو گوشت ہی کہا جاتا ہے یہ مسئلہ لَحْمَ الْخِنْزِیْرِ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ **چھٹا مسئلہ**۔ مجبور کی طلاق اور عتاق (غلام آزاد کرنا) واقع ہو جاتی ہے بشرطیکہ زبان سے ادا کرے صرف لکھنے سے نہیں ہوگی۔ امام شافعی کے نزدیک نہیں ہوتی۔ باقی تین آئمہ کے نزدیک

ہو جاتی ہے۔ یہ مسئلہ فَمَنِ اضْطُرَّ کی ایک تفسیر اور گذشتہ آیت اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ سے مستنبط ہوا۔ **ساتواں مسئلہ۔** شریعت اسلامیہ میں تین چیزوں پر پکڑ نہیں ۱ خطاء ۲ بھول نسیان ۳ جبر و اضطرار۔ اسی بنا پر امام اعظم فرماتے ہیں کہ مجبور کے قتل اور زنا پر حد نہیں امام شافعی کے نزدیک ہے۔ یہ مسئلہ۔ فَمَنِ اضْطُرَّ کے لیئے فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ فرمانے سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیئے جاتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ فَکُلُوْا۔ یعنی پس تم کھاؤ۔ اس میں خطاب کس سے ہے۔ اگر خطاب کفار سے ہے تو طیّب حلال کیوں فرمایا اور وَاشْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ۔ کیوں فرمایا گیا۔ کافر تو کسی عبادت کے مکلّف نہیں ہوتے حالانکہ شکر بھی عبادت ہے۔ ان کو تو ایمان لانے کا حکم دینا چاہیئے تھا۔ اور پھر کافر کے لیے حلال طیّب رزق کی کیا ضرورت ہے۔ کافر تو بحکم قرآنی خود نجس پلید ہے۔ اور اگر خطاب مسلمانوں سے ہے تو پھر اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ کیوں فرمایا گیا۔ مسلمان تو عبادت کرتے ہی ہیں۔ **جواب۔** یہاں خطاب کفار سے ہے اس لیے کہ پچھلی آیت میں کافروں کا ہی ذکر ہو رہا ہے۔ اور شکر کو عبادت پر معلق کیا گیا۔ اور ایمان لانا بھی عبادت ہے۔ یہاں اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ کا معنیٰ ایمان قبول کرنا ہی ہے۔ نیز شکر بغیر ایمان و اسلام قبول کئے ہو سکتا ہی نہیں۔ اور حلال طیّب یہ ہر رزق خداوندی کی قدرتی شان ہے خواہ کافر کھاتا ہو یا مومن۔ ہر پھل فروٹ۔ غلہ دودھ دہی۔ شہد۔ گوشت وغیرہ حلال و طیّب ہی ہے خواہ کافر کھائیں یا مومن۔ بتایا یہ جا رہا ہے کہ حرام صرف وہ چیزیں ہیں جن کو رب تعالیٰ نے حرام فرمایا۔ تمہارے حرام کرنے سے حرام نہ ہوگا۔ حلال طیّب ہی رہے گا بعض نے فرمایا کہ یہ حکم مسلمانوں کو ہے۔ کہ کھاؤ اور شکر کرو۔ اور اِنْ کُنْتُمْ میں اِنْ شرطیہ نہیں بلکہ حالیہ ہے۔ یعنی اس حال میں کہ خوب عبادت بھی اسی اللہ کی کرتے رہو۔

دوسرا اعتراض۔ یہاں پہلے فرمایا گیا۔ تَصِفُ اَلْسِنَتُکُمُ الْکَذِبَ۔ یعنی تمہاری زبانیں جھوٹ بناتی ہیں۔ پھر فرمایا گیا۔ لِتَفْتَرُوْا عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ تاکہ افتری باندھو تم اللہ پر جھوٹ کا۔ تَصِفُ بھی اللہ پر افترا ہے پھر علیحدہ لِتَفْتَرُوْا کیوں فرمایا گیا؟ افترا جھوٹ ہی ہوتا ہے تو بعد میں پھر اَلْکَذِب کیوں ارشاد ہوا۔ یہ تکرار کوئی مفید نہیں لگتی۔

جواب۔ یہ تکرار نہیں ہے بلکہ علیحدہ علیحدہ بیان ہیں۔ پہلے فرمایا گیا۔ تَصِفُ۔ یعنی تمہاری اپنی زبانی باتیں۔ اگرچہ آج تم اپنی طرف سے یہ باتیں بنا رہے ہو مگر ایسا بھی نہ کہو کیونکہ کل تم کہنا شروع کر دو گے

یا تمہاری آئندہ نسلیں کہ یہ ہم نے حلال حرام نہیں کیں بلکہ اللہ نے ہی حرام حلال کی ہیں۔ لِتَفْتَرُوْا کا لام تعلیلیہ یہی بتا رہا ہے اور لِتَفْتَرُوْا کے بعد کَذِب فرمانا۔ مزید وضاحت کے لیے ہے۔ اور معنی یہ ہے کہ اپنی زبانی جھوٹ باتیں مت بولو کہ کہیں کل کو ان غلط باتوں کو اللہ کی طرف لگا دو جو نرا ہی جھوٹ ہے لہٰذا آیتِ کریمہ کا کوئی بھی لفظ غیر مفید نہیں۔

تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ۔ بیشک وہ لوگ جو اللہ پر جھوٹ کا افترا باندھتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوں گے۔ تو کیا دوسرے کافر جو حرام حلال کا افترا نہیں باندھتے وہ کامیاب ہو جائیں گے؟۔

جواب۔ اولاً تو اس آیت میں کسی لفظ یا طرزِ بیانی سے حصر ثابت نہیں ہوتا جس کا نتیجہ نکلتا ہو کہ صرف افترا والے ناکام ہوں گے۔ جب حصر ہی نہیں تو یہ سوال غلط ہوا کہ کیا دوسرے کافر کامیاب ہوں گے؟ بغیر حصر کے ایک کی نفی سے دوسرے کا ثبوت کیسے ہو سکتا ہے۔ دوم یہ کہ یہاں افترا صرف حرام حلال کا نہیں بلکہ مطلقاً۔ ہر قسم کا افترا مراد ہے خواہ کافر کرے یا فاسق فاجر مسلمان۔ خواہ حرام حلال کا افترا کرے یا کسی اور چیز کا۔ اور کافر کا ہر عقیدہ ہی افترا ہے۔ اس لیے کوئی بھی کافر کہیں ہو کبھی ہو۔ لَا یُفْلِحُوْنَ۔ عام ہے کہ کامیاب نہ ہوں گے

تفسیرِ صوفیانہ یَوْمَ تَاْتِیْ کُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰی کُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ۔ دنیاءِ فانی کے رہنے والوں پر بس ایک دن ایسا آئے گا جب کہ کوئی کسی کو نہ ورغلا سکے نہ وسوسہ ڈال سکے بلکہ ہر نفس امارہ و مطمئنہ اپنی ہی بقا کی فکر و تصور میں ہو گا۔ قالبِ جسمانی پر وہی قیامتِ صغریٰ قُرب و بُعد کے لمحاتِ قضاء قدر کار فرما ہو گا۔ ہر حواسِ ظاہری و باطنی کو اُس کے اعمالِ سیاہ و سفید کا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ جسدِ ظاہر و باطن حقّ و باطل میں سے کوئی بھی کمی نہ کیا جائے گا۔ شقاوت و سعادت جس کا جو حقدار ہے وہ اس کی پوری جزا پائے گا۔ کوئی بھی محرومی جزا سزا کا ظلم نہ کیا جائے گا۔ منزلِ مشاہدہ میں یہ پہچان بہت ضروری ہے کہ کون نفس کس مقام پر ہے۔ بدبختی کی علامت یہ ہے کہ گناہ کرے اور مقبولیت کی امید رکھے۔ منزلِ قرب کے عارفین مثلِ آفتاب ہیں۔ تمام عالم اُن کے نور سے روشن ہے۔ نفسِ لوامہ کے لیے وادیٔ طلب میں دو قدم ہیں پہلا قدم طوافِ کعبۂ جلال۔ کہ پہلے بندۂ عارف کعبے کا طواف کرتا ہے یہ مقامِ مریدی ہے یہاں تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا کا ظہور ہے۔ پھر جب تجلیاتِ اسرار کا اُس پر نزول ہوتا ہے تو کعبہ اُس کا طواف کرتا ہے یہ مقامِ مرادی ہے اور کاشانۂ محبوبی ہے یہاں تُوَفّٰی کُلُّ نَفْسٍ کا

ظہور ہے۔ عالم فنا میں ہر مقام ہر دن۔ ہر ساعت علیحدہ ہے۔ مگر عالم بقا میں ہر نفس کے لیے ایک ہی دن ہے وہاں عشق۔ عاشق۔ و معشوق۔ طلب۔ طالب و مطلوب سب ایک ہی نفس میں موجود ہیں۔ عارفین فرماتے ہیں کہ یوم تاقی زمانۂ قبر ہے۔ اور کیفیات قبر توفی ہے۔ اور عذاب قبر و نظارۂ قبر۔ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ہے خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب حضور غوث پاک کی غلامی میں حاضر ہوئے اور کسب فیض کیا تو آپ پر تمام عالم منکشف ہو گیا۔ اور مخلوق کی سزا و جزا کو ملاحظہ فرمایا۔ فرماتے ہیں اگر کوئی بتدی نفس مردہ کے حال سے واقف ہو جائے تو ہیبت و دہشت سے نمک کی طرح پگھل کر ختم ہو جائے وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ۔

اور اہل معرفت کی آسانی سلوک کے لیے مولیٰ تعالیٰ نے ایک قریۂ اجسام کی مثال بیان فرمائی جو کدورات نفسیہ سے امن والی تھی اور قلب مستعدہ کے فیض سے مطمئن و مستفید تھی اکتساب فضائل کا رزق علوم نافعہ خصائل حمیدہ اور انوار شریفہ کی غذائیں ہر طرف سے طریقۂ بدیہہ اور حواس مؤثرہ کی ہر جانب سے قوت عقلیہ اور افعال جوارحہ کے ہر مکان سے اعمال جمیلہ کی روحانی نعمتیں۔ خوف فنا کے امن والی اور اعتقاد حقانیہ کے اطمینان والی بستی بروح تھی۔ پس لمحات بلوغت کے زمانے میں کفر تخیلات اور شرک تصورات کی سیاہ بخت آندھیاں وسواس شیطانی کے طوفانوں کے ساتھ ایسی چلیں کہ انعامات الٰہیہ کے شکر مراقبہ اور احساس مشاہدہ کی تمام لذات ختم ہو گئیں۔ تو صفات ظلمانیہ کی قحط انوار کا مزہ چکھا دیا اللہ نے معانی واردات کو تبدیل کر کے اور امداد قلبی کو بند کر کے اور فضائل وانوار و معانی اسرار کو بند کر کے اور ابتلائے شہوات سے خوف فنا و بربادی اعمال کا مزہ چکھا دیا۔ یہ سب بلاد مصائب نفس شیطانی کفران نعمت کی بنا پر ہے اور نعمت کی ناشکری یہ ہے کہ اللہ کی دی ہوئی اشیاء مادیہ و حسیہ کو غیر اللہ کے لیے خرچ کیا جائے اور خواہشات دنیا میں مصروف رہے۔ مولیٰ علی مشکلکشا رضی اللہ تعالیٰ کرم اللہ وجہہ۔ اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الضَّلَالِ بَعْدَ الْهُدٰى۔ اے ہمارے رحیم کریم اللہ ہم پناہ مانگتے ہیں اللہ کی ہدایت کے بعد گمراہ ہونے سے۔ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ۔ اھر البتہ بلاشک اسی بستی قالب میں بسنے والے حواس ظاہری و باطنی کے پاس قوت فکریہ کا عظیم رسول مکرم ان ہی تمام قوائے روحانیہ و اعضائے نفس میں سے تشریف لایا معانی معقولہ اور آرائے صادقہ کے ساتھ تو اہالیان قالب کی نفسانیات و خواہشات نے اس رسول مکرم کی طبیعات امر و نہی کو جھٹلا دیا کہ نہ نیات صالحہ کا اثر قبول کیا نہ نصیحت مفیدہ او شعور صادقہ

کو مانا۔ نہ خصائلِ حمیدہ پر سر کو جھکایا نہ محبّتِ الٰہیہ کا سجدہ کیا۔ نہ مقتضاءِ ضمیر کے روزے دار ہوئے نہ شریعت کے مطابق سوئے نہ طریقت کے مطابق جاگے۔ تو پکڑ لیا اُن کو ابدی حجابِ شقاوت نے اور لذّتِ کمال کے عذابِ محرومی نے۔ اور اس حال میں پکڑا کہ اہلِ شقاوت حقوقِ جسمانیہ کو نقصان دینے کے ظلم میں مشغول تھے اور راہِ فضیلت و مشاہدۂ طریقت۔ نظارۂ معرفت سے دور کرنے والے تھے (محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) تکذیبِ حق کا سبب حجاب ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ مولیٰ اور بندے کے درمیان سب سے بڑا حجاب محبّتِ دنیا ہے۔ جتنا انسان دُنیا میں مشغول ہوتا جاتا ہے اُسی مقدار سے حق تعالیٰ سے دور ہوتا جاتا ہے۔ کیفیتِ قلب کا پتہ لگانا ہے تو آئینہ جمالِ رسولِ مبعوث کی طرف منہمک ہونا چاہیئے۔ قطبِ عالم قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمت نے ارشاد فرمایا کہ جب تک بندہ محبت اور عشقِ الٰہی کے صیقل سے شیشۂ قلبی کو زنگارِ دنیا سے پاک و صاف نہیں کرتا اُس وقت تک اللہ تعالیٰ کو ہرگز پا نہیں سکتا۔ ذکرِ الٰہی صیقلِ قلبی ہے۔ اور عشقِ نبی کریم اس صیقل کی جِلا ہے۔ اے بندے معرفتِ ربّانی کے طالب مسعود اپنے دل کی فکر کر۔ کیونکہ اصل صلاحیت راستی دل سے ہے۔ امن و اطمینان کے رزقِ روحانی سے قلب کی حیاتِ ابدی ہے۔ اور فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ سے دل کی موت ہے۔ دنیا کی لذّتیں۔ خواہشیں اور کھانے پینے کی مشغولیت حواسِ جسدیہ پر عذابِ غفلت ہے۔ جب نفسِ امّارہ کا غلبہ ہو تو ہر عضوِ ظاہری ظلم کرتا ہے۔ عقل کا ظلم غیر اللہ کا فکر و اندیشہ ہے۔ یہ عقل کی سیاہی ہے۔ غافل کا جسم بنجر زمین کی مثل ہے اور بداعمالیاں خس و خاشاک جھاڑ جھنکار ہیں۔ گندی اور ناکارہ زمین بیج کو قبول نہیں کرتی اور بُرا قالب نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول نہیں کرتا۔ اس لیے فَكَذَّبُوْهُ کا اظہارِ بدبختی ہوتا رہتا ہے۔ اسی لیے ہر انسان کو رسولِ مرشد کی ہر وقت ضرورت ہے فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ۔ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَاۤ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ پس علومِ لدنیہ۔ عقولِ سلیمہ۔ انوارِ شرعیہ۔ اعمالِ شرعیہ کا طیب و مبارک وہ رزق قلب و قالب کے لیے قبول کرو جو اللہ ذاتِ جلّ مجدہٗ نے دیا۔ اور راہِ سلوک میں قدمِ معرفت سے آگے بڑھ کر سجدۂ آستانۂ قدس سے جبیں سائی کر کے انعاماتِ قربِ الٰہیہ کا شکر ادا کرو۔ اگر تم روحِ صادقہ و شعورِ کاشفہ سے۔ اُسی کی عبادتِ صالحہ ادا کرنا چاہتے ہو۔ اے راستۂ منزلِ طلبِ قدس کے مسافرانِ منزل تم پر تمہارے محبوبِ ازلی مطلوبِ ابدی نے دنیاءِ مردار اور دولتِ دنیا کا بہتا ہوا ظلم و جفا کا خون۔ اور

صحبتِ امراء و سلاطین کالحم خنزیر یعنی نفس اور پردہ ریا کاری کی ریاضت ۔ مشقت ۔ خواہش جو غیر اللہ کے لیے ظاہر کر دی گئی ہو ۔ حرام اشد حرام زیادی ہے ۔ جو شخص علم ۔ شرافت اور عبادت کی حلال و طیب روزی چھوڑ دے اور بے خوفی الٰہی کی ظلمات بیابانی میں شقاوت دنیوی اور خواہشاتِ شہوانی کے لیے قوتِ نفس سے مجبور کر دیا گیا ہو ۔ نہ طبیعت بغاوتِ ابلیس کا غلبہ ہو نہ جبلی بدبختی کی شقاوت ہو ۔ بلکہ قوتِ شعور کے قدم راہِ سعادت میں گامزن ہوں ۔ تو بیشک رب تعالیٰ مجذوبینِ ضُعفا کو پردۂ قرب میں بلانے والا ہے اور مشاہدۂ جمال سے رحم فرمانے والا ہے ۔ عارفین فرماتے ہیں کہ رحمِ الٰہی تین باتوں سے حاصل ہوتا ہے ۔

ع۱ خلوصِ عبادت ع۲ کثرتِ شکر ۔ ع۳ ترکِ گناہ سے ۔ طلبِ علم شکرِ الٰہی کا پہلا قدم ہے ۔ ہر چیز کی زیادتی سے اس کی قیمت گھٹ جاتی ہے مگر علم جتنا زیادہ ہو گا اُس کی قیمت اتنی ہی بڑھتی جاتی ہے ۔ صالحین فرماتے ہیں کہ دنیا مردار ہے ۔ اہلِ دنیا کی مغروری اور غصہ دم مسفوح ہے اور بُری صحبتیں لحمِ خنزیر ہیں ۔ قربِ الٰہی اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک خواہشاتِ ارضی و سماوی کو اللہ کے نام پر ذبح نہ کر دے ۔ شریعت کا شکر یہ ہے کہ بندہ نماز و صیام میں مشغول ہو ۔ طریقت کا شکر یہ ہے کہ دنیا سے منہ پھرا لے اور معرفت کا شکر یہ ہے کہ فنائیت کا مقام حاصل کرے مقامِ فنا کے تین مدارج ہیں ۔ درجۂ اول فنا فی الشیخ درجۂ دوم فی الرسول ۔ درجۂ سوم فنا فی اللہ یہ تمام درجے خلوتِ مراقبہ سے حاصل ہوتے ہیں ۔ صحبتِ اولیاء اللہ چراگاہِ طریقت ہے ۔ اور اولیاء اللہ مرشدِ برحق کی باتیں حلالِ طیب رزق ہے ۔ بیعتِ مرشد عبادتِ الٰہیہ ہے ۔ ذکرِ طریقت و سفرِ معرفت شکرِ نعمت ہے ۔ بندے کو چاہیئے کہ اپنے دل کو چار چیزوں سے بچائے ۔

ع۱ دنیا پرستی ع۲ بری صحبت ع۳ خواہشات اور اُمیدوں سے ع۴ غیر اللہ کی دوستی سے ۔ قدرتی تفکرات سے جو شخص پریشان و مجبور ہو اُس کو بھی آستانۂ قدس کا سہارا نہیں چھوڑنا چاہیئے دروازۂ ربوبیت پر پڑا رہے خواہ کتنے ہی طوفان نفس و نفسانیت کے گزر جائیں ۔ قطب الاقطاب حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ۔ انسان کے جسم میں چار قسم کی حرام غذائیں ہیں ۔

ع۱ غل و غش کھوٹ و ریا کا مردار ۔ یعنی وہ اعمال مردار و مردود ہیں جس میں یہ عیوب پائے جائیں ع۲ حسد کا خنزیر ع۳ بخل کا بہتا ہوا خون ۔ ع۴ غرور و تکبر کا ما اُہل ۔ نفسِ امارہ کوشش کرتا رہتا ہے کہ عقل و شعور کو ان عاداتِ رذیلہ میں پھنسا دے ۔ قلبِ مزکی بچانے کی کوشش کرتا رہتا ہے ۔ جب تک عقل وادیِ قلب میں رہتی ہے اس وقت تک بندہ غیر باغ و لا عاد کے مقام بخشش

پر جلوہ ریز ہوتا ہے اور انوارِ رحمت کا تاج پہنایا جاتا ہے وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَا تَصِفُ اَلۡسِنَتُکُمُ الۡکَذِبَ ہٰذَا حَلٰلٌ وَّ ہٰذَا حَرَامٌ لِّتَفۡتَرُوۡا عَلَی اللّٰہِ الۡکَذِبَ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَفۡتَرُوۡنَ عَلَی اللّٰہِ الۡکَذِبَ لَا یُفۡلِحُوۡنَ مَتَاعٌ قَلِیۡلٌ وَّ لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ۔ اور اے راہِ سعادت و ہدایت سے دور ہونے والو اپنی زبانِ تصورات و ذہنِ تخیلات سے مشاہدۂ اسرار کے اندازے مت لگاؤ کہ یہ کشفِ انوار کی کھلی شاہراہیں ہیں اور یہ فیضِ لطائف کی حرام و اندھیری ظلمتیں ہیں۔ اور یہ عداوتِ الٰہیہ کا راستہ ہے اور یہ ولایتِ ذاتِ جمال کا صراطِ صادقہ ہے۔ وادیِ طلب میں نفوسِ خبیثہ کے خیالاتِ رذیلہ مالکِ کُنۡ فَیَکُوۡنُ۔ خالقِ امر و نہی کی ذاتِ قدس پر کذبِ خفی کا افتراءِ وہمیہ ہے۔ وادیِ قالب پر وہ قوتِ حواس کبھی غلبہ اور کامیابی نہیں پا سکتی جو تمام لمحاتِ حیات میں کذب و افترا کے جال ہی پھیلاتی رہے۔ قوتِ خیالیہ۔ تصوراتِ وہمیہ دولتِ نفس کی چند روزہ جوشِ جوانی کی متاع ہے۔ قلب کی راہیں ہمیشہ کشادہ ہیں۔ اور نفسانیت کے لیے شقاوت و محرومیِ بارگاہِ جمال کا عذابِ الیم ہے۔ اور ظلماتِ بیابان کا جہنم جسمانی ہے۔ اہلِ معرفت فرماتے ہیں جو چیز قلب کی روشنی ہے وہ نفس کی ظلمت ہے اور جو عمل قلب کی ترقی ہے وہ ہی عمل نفس کا تنزل ہے۔ اہلِ نفس وہ بھٹکے ہوئے مسافر ہیں جو کانٹوں کو پھول۔ ظلمت کو نور۔ اشرار کو اسرار سمجھتے ہیں اور اسی افترا میں ناکامی کے دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اہلِ شریعت کے نزدیک تَصِفُ اَلۡسِنَتُکُمۡ یہ ہے کہ بندہ اپنی ذاتی رائے سے کسی کو حرام کسی کو حلال کہنا شروع کر دے نہ قرآنِ مجید نہ حدیثِ پاک نہ قیاس نہ اجماعِ امت لیکن اہلِ طریقت کے مسلک میں تَصِفُ اَلۡسِنَتُکُمۡ یہ ہے کہ قلب و شعور کے فیصلے کے خلاف کوئی نفسِ امارہ اور طبیعتِ ابلیسیہ سے تارِ باطن کو نورِ باطن سمجھ لے۔ اہلِ باطن صوفیا کے نزدیک نفس و شیطان کی یہ خصلتِ رذیلہ قالبِ جسدی کا فتنۂ عظیم اور افتراءِ کذب ہے۔ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دو کے درمیان یعنی عقل و قلب کے درمیان فتنۂ جسم کی تباہی ہے۔ اے بندۂ عاجز دنیا میں اپنے سے نیچے کی طرف دیکھ اوپر کی طرف نہ دیکھ کیونکہ دنیا مقامِ تنزل اور گرنے کی جگہ ہے تو اونچے سے گرنے والا لَا یُفۡلِحُوۡنَ کے زمرے میں ہے وہ کبھی نہیں بچ سکتا اسی لیے دنیوی اعتبار سے اونچا ہونا عذابِ الیم ہے۔ اور دین میں اپنے سے اوپر کی طرف دیکھ۔ نیچے کی طرف مت دیکھ۔ کیونکہ دین میں نیچے رہنے والا۔ یَفۡتَرُوۡنَ عَلَی اللّٰہِ الۡکَذِبَ کے گروہِ ملعونہ میں شمار ہے۔ بندے کی کتنی بد نصیبی ہے کہ اس لمحاتِ حیات میں معرفتِ الٰہی کی ترقی بلندی کی کوشش نہ کرے۔ اونچا صرف وہ ہے جو معرفت کا لباس پہن کر آستانہ قدس پر سجدہ ریز رہے۔

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا

اور پر اُن لوگوں کے جو یہودی ہوئے حرام کیا ہم نے اُن سب کو جو سنائیں ہم نے

اور خاص یہودیوں پر ہم نے حرام فرمائیں وہ چیزیں جو پہلے ہم نے

عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا

تمہارے سامنے ابھی کچھ پہلے اور نہیں ظلم کیا ہم نے اور لیکن تھے

تمہیں سنائیں اور ہم نے اُن پر ظلم نہ کیا ہاں وہی اپنی

اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ

وہ اپنی جانوں پر خود ظلم کرتے ۔ پھر بیشک رب آپ کا واسطے انہیں کے ہے جنہوں نے

جانوں پر ظلم کرتے تھے ۔ تمہارا رب اُن کے لیے جو

عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ

عمل کیئے بُرے جہالت کی وجہ سے پھر توبہ کر لی سے بعد

نادانی سے برائی کر بیٹھیں پھر اس کے بعد توبہ کریں

ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا

اُس کے اور پکے نیک بن گئے بیشک رب آپ کا سے بعد اُس کے

اور سنور جائیں بیشک تمہارا رب اس کے بعد

لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۹﴾

یقیناً بخش دینے والا رحم والا ہے

ضرور بخشنے والا مہربان ہے

تعلق اِن آیاتِ کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ حلال نعمتیں خوب کھاؤ اور حرام سے بچو۔ اب فرمایا جارہا ہے کہ پچھلے وقتوں کے یہودیوں نے اپنے آپ پر بعض چیزیں خود حرام کرالی تھیں اِس کی وجہ بڑا جرم ہے تم اِس سے بچو۔ گویا یہ حرام کرالینا بھی ایک قسم کا گناہِ عظیم ہے۔

دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں سختی سے منع فرمایا گیا تھا اِس بات سے کہ کوئی شخص شریعت کے کسی معاملے میں حرام یا حلال کرکے مداخلت نہ کرے۔ اب اِن آیات میں یہودیوں کی اِس حرکت کا ذکر کیا گیا۔ جس کو ظلم قرار دیا گیا۔ **تیسرا تعلق**۔ پچھلی آیت میں ناکام زندگی کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ کون لوگ ہیں جس کی زندگی بدعملی اور جھوٹ کی وجہ سے ناکام ہو گئی۔ اب فرمایا جارہا ہے کامیاب زندگی والے وہ لوگ ہیں جن کو توبہ کی توفیق ملی۔ **چوتھا تعلق**۔ چونکہ جانوروں کی دو قسم کی حرمت شریعت میں ہوتی رہی ایک قانونی دائمی سب کے لیے اور دوسری عارضی سزا کے طور پر صرف مجرمین کے لئے۔ ان آیات میں دونوں حرمتوں کا ذکر کیا گیا اس طرح کہ ابھی پچھلی آیتوں میں دائمی قانونی حرمت کا ذکر ہوا اور ان جانوروں کی حرمت مذکور ہوئی جو جانور بذاتِ خود پلید۔ نجس گندے اور نقصان دہ ہیں۔ اور یہاں دوسری قسم کی حرمت مذکور ہوئی جو جانور بذاتِ خود گندے پلید نقصان دہ نہیں ہیں مگر قوم کی سرکشی نفسانی شرارت کی سزا کے لیے حرام کی گئیں۔ اگرچہ ظاہراً یہ تمام آیات بنی اسرائیل اور یہود و نصاریٰ کا ذکر فرما رہی ہیں اور ان کے جرموں کا تذکرہ اور حرکتوں کا ذکر ہے۔ مگر عبرت ہر اس بیہودہ انسان کے لیے ہے جو اپنی خباثتِ باطنی اور جہالتِ ظاہری سے ہر اچھی اور حلال و طیّب چیز کو حرام حرام کہتا پھرے اور ناپاک گندی حرام چیزوں کو اپنے حلقوم و زبان کے چسکے کے لیے حلال کہے۔ جیسے کہ آج کل کے وہابی دیوبندی لوگ کوّے کھوے گوہ بجو۔ گھوڑے کو حلال کہتے ہیں۔ اور ختم درود۔ گیارھویں بارھویں، عید میلاد کے متبرک کھانوں کو حرام کہتے ہیں۔ حالانکہ گھوڑے وغیرہ کی حرمت تو قرآن و حدیث سے روایتاً درایتاً ثابت ہے۔

تفسیر نحوی وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۔ واؤ سر جملہ علیٰ جارّہ وجوب کے لیے اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر ھَادُوْ۔ باب نَصَرَ کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب ھُوْدٌ اجوف واوی سے بنا ہے بمعنی لغوی (حقیقی) توبہ کرنا معافی مانگنا۔ اَصْلاً عبرانی لفظ ہے۔ اِسی زبان میں یہ ترجمہ ہے مجازاً اور اصطلاحاً۔ اس میں پانچ قول ہیں ۱ ھُوْدٌ مصدر ہے بمعنی نرم دل ہونا۔ عربی میں مستعمل ہے ۲ ھُوْدٌ اسم مفرد جامد ہے۔ ایک پیغمبر حضرت ھود علیہ السلام بن عبداللہ کا ذاتی مادری نام ہے۔ وجہ

تسمیہ یہ ہے کہ آپ بہت نرم دل تھے اور صاف گو خوش آواز تھے ۳ھُوْدٌ اسم جمع سماعی ہے یَھُوْدِیٌّ واحد مذکر کی۔ ۴ ھُوْدٌ مصدر ہے بمعنی یہودی ہونا۔ یہودی بنی اسرائیل کی اُسی مذہبی قوم کا نام ہے جو بچھڑے کی پوجا کرنے کے بعد فوراً بغیر کسی کے کچھ کہے توبہ کر کے علیحدہ ہو گئے تھے باقی بنی اسرائیل اُن کی ہی نسل سے ہیں۔ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ماننے والوں کا نام یہودی ہے۔ وہی یہاں مراد ہیں ۔ ۵ ایک قول ہے کہ حضرتِ یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کی نسل بنی اسرائیل اور اُن میں سے ایک بیٹے یَھُوْدا کی نسل کا نام یہودی ہے۔ یہودا بھی چونکہ نرم طبیعت اور نرم دل تھا دوسرے بھائیوں کے مقابل اس لیے اُس کا نام یہودا یا فقط ھُوْدا۔ رکھا گیا۔ ایک قول ہے کہ اس کی ولادت بڑی آسانی سے ہوئی تھی اس لیے یہودا نام رکھا گیا۔ وَاللہُ اَعْلَمُ۔ ھُمْ ضمیر جمع مستتر کا مرجع اَلَّذِیْنَ ہے وہی اس کا فاعل۔ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صِلہ ہوا۔ موصول صِلہ مجرور ہوا۔ جار مجرور متعلق مقدّم ہے حَرَّمْنَا کا۔ باب تفعیل کا ماضی مطلق ثبت معروف صیغہ جمع متکلم مخاطب اللہ تعالیٰ ہے۔ مصدر ہے تحریم بمعنی احرام کرنا۔ ناجائز قرار دینا۔ منع کرنا۔ یہاں ہر معنی درست ہے مَا موصولہ قَصَصْنَا۔ باب نصر کا۔ ماضی مطلق جمع متکلم مرجع اللہ تعالیٰ۔ قَصَصٌ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے۔ بمعنی واقعات سنانا۔ کسی کے یا اپنے۔ یا خود حاضر مخاطب کے گزرے حالات تفصیل سے سنانا۔ کہانی سنانا۔ عَلیٰ جارّہ بمعنی عِنْدَ۔ کَ۔ ضمیر واحد مذکر حاضر مجرور متصل مرجع ذاتِ پاک صَلَّی اللہُ علیہ وسلّم۔ مِنْ جارّہ ابتداء غایت کے لیئے۔ قَبْلُ۔ اسم ظرف زمانی ضمہ پر مبنی ہے کیونکہ مضاف الیہ اس کا محذوف منوی ہے۔ یہ جار مجرور متعلق دوم ہے قَصَصْنَا کا یہ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صِلہ ہوا۔ موصول صِلہ مفعول بہ ہے حَرَّمْنَا کا۔ واؤ حالیہ مَا ظَلَمْنَا۔ باب ضرب کا ماضی مطلق منفی معروف جمع متکلم ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب منصوب متصل مفعول بہ ہے مَا ظَلَمْنَا کا مرجع ہے اَلَّذِیْنَ۔ فعل با فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر حال ہوا حَرَّمْنَا کے فاعل نا ضمیر کا۔ وہ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا واؤ عاطفہ لغو زائدہ لٰکِنْ حرفِ عطف استدراک کے لیے جس نے پہلے کی نفی کو ثابت رکھتے ہوئے اگلے کلام مثبت ایجاب کو واضح اور ظاہر کیا۔ کَانُوْا یَظْلِمُوْنَ باب ضرب کا ماضی استمراری ہے۔ مگر اس کو توڑ کر بیچ میں اسی کا مفعول بہ داخل کیا گیا حصر اور کلام میں شدّتِ تاکید پیدا کرنے کے لیئے۔ ھُمْ مستتر فاعل ہے اَنْفُسَ۔ جمع مکسّر نفس ہے نفس کی بمعنی خود اپنا۔ خود اپنی جان۔ نفس بمعنی جان۔ روح۔ ذات۔ یہاں ہر معنی درست ہے۔ مضاف ہے ھُمْ مضاف الیہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے۔ یہ جملہ فعلیہ استمراریہ ہو کر معطوف ہوا مَا ظَلَمْنَا کے جملے پر۔

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ — ثُمَّ حرفِ عطف لغو کیونکہ شروع کلام میں آیا۔ بمعنی التعقیبیہ رتبی تعقیب کے لیے ہے نہ کہ زمانی یا مکانی کیلئے ترجمہ ہوگا باوجود اس کے۔ اِنَّ حرفِ تحقیق رَبَّكَ مرکب اضافی بحالت فتحہ اسم ہے اِنَّ کا۔ لام جارہ تعدیہ (مفعولیت) کا اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر۔ عَمِلُوْا بابِ سَمِعَ کا ماضی مطلق صیغہ جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر اس کا فاعل مرجع ہے اَلَّذِیْنَ۔ الف لام جنسی سُوْٓءَ اسم مفرد جامد بمعنی برائی۔ نقصان۔ مقابل ہے بھلائی (نعم) کا۔ بحالتِ فتحہ ہے مفعول بہ ہے۔
بِ جارہ سببیہ جَهَالَةٍ۔ اسم مفرد مصدر۔ بمعنی نادانی۔ غلط عقیدہ۔ غلط طریقہ۔ یہاں مراد نادانی یعنی بے علمی بے وقوفی۔ آخر میں تَ مصدریہ ہے مجرور ہے متعلق ہے عَمِلُوْا کا۔ جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ ثُمَّ حرف عاطفہ تعقیب تراخی کے لیے۔ تَابُوْا۔ باب نَصَرَ کا فعل ماضی تَوْبٌ سے مشتق ہے بمعنی رجوع کرنا معافی مانگنا۔ مِنْ جارہ بیانیہ۔ بَعْدِ اسم ظرف زمانی معرب ہے کیونکہ مضاف ہے اور مضاف الیہ ظاہر ہے ذٰلِكَ اسم اشارہ بعیدی بحالتِ کسرہ محلاً کیونکہ مبنی ہے مضاف الیہ۔ یہ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے تَابُوْا کا جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ اَصْلَحُوْا۔ بابِ افعال کا ماضی مطلق صیغہ جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر جمع اس میں پوشیدہ اس کا فاعل جس کا مرجع اَلَّذِیْنَ ہے۔ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہوکر معطوف۔ تَابُوْا جملہ عاطفہ ہوکر عطف ہے عَمِلُوْا پر۔ وہ جملہ صلہ ہوا۔ موصول صلہ مجرور متعلق پوشیدہ غَفُوْرٌ ہے وہ صفت مشبہ اپنے پوشیدہ ھُوَ فاعل اور متعلق سے مل کر خبر اِنَّ ہوکر۔ جملہ اسمیہ ہوکر مکمل ہوا اِنَّ۔ حرف تحقیق رَبَّكَ اضافی بحالتِ فتحہ اسم ہے اِنَّ کا۔ مِنْ حرفِ جر ابتداءِ غایت کے لیے ہے یا بیانیہ بَعْدِ اسم ظرف معرب متمکن مضاف ہے۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ ہے۔ اس کا مرجع۔ جَهَالَة ہے۔ بعض نے کہا۔ توبہ اور اعمالِ صالحہ ہے۔ اسی کو ترجیح ہے۔ مرکب اضافی مجرور ہوا مِنْ سے جار مجرور متعلق مقدم ہے لامِ کے ابتدائیہ تحقیق کے لیے۔ غَفُوْرٌ۔ صیغہ مبالغہ ہے۔ غَفْرٌ سے بنا ہے بمعنی مٹانا۔ معاف کرنا۔ بخشنا۔ چھپانا۔ حفاظت کرنا۔ یہاں ہر معنی مناسب ہے۔ بحالتِ رفع خبر ہے اِنَّ کی۔ ایک قول میں موصوف ہے مابعد کا۔ اور ایک قول میں یہ خبر اول ہے۔ رَحِیْمٌ۔ بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ ہے مبالغے کے لیے رَحْمٌ سے مشتق ہے۔ بمعنی شفقت کرنا۔ مہربانی۔ ترس کرنا محبت کرنا۔ یہاں بھی ہر معنی بن سکتا ہے۔ غَفُوْرٌ میں بھی ھُوَ پوشیدہ اور وہ اپنے فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر موصوف ہوا رَحِیْمٌ بھی اپنے مستتر ھُوَ ضمیر فاعل سے مل کر جملہ اسمیہ ہوکر یا صفت ہوئی غَفُوْرٌ کی اور مرکب توصیفی خبر اِنَّ۔ یا رَحِیْمٌ جملہ اسمیہ خبر دوم ہے۔ اِنَّ جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر مکمل ہوا۔

تفسیر عالمانہ

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ - چار چیزیں بنیادی اور چھ چیزیں ضمنی طور پر گیارہ قسم کے جانور تو قانوناً خود حیوانات کی گندگی پلیدی اور نقصان کی بنا پر حرام ہوئے اور کچھ جانور صرف سزا کے طور پر ان لوگوں پر ہم نے حرام کر دیئے جو مذہباً یہودی ہوئے تھے خواہ وہ بنی اسرائیل ہوں یا دوسری نسل دوسری قومیں ہم مذہب یہودی ہوں۔ یک دم ان تمام پر وہ سب جانور اور ان کی جسمانی چربی وغیرہ حرام فرما دیں جن کی کچھ تفصیل ہم نے اسے حبیب کریم اس سورۃ نحل سے پہلے نازل شدہ سورۃ انعام میں آپ سے بیان کر دی۔ اور یہ حرمت اور ایک خاص طبقے کو ان لذت آمیز اور سستی نعمتوں سے محروم کر دیا جانا اگرچہ بہت نقصان۔ خسارہ اور ظلم ہے مگر یہ ظلم ہم نے نہیں کیا۔ نہ اللہ تعالیٰ کبھی کسی پر ظلم فرماتا ہے۔ اور لیکن یہ یہودی خود ہی اپنی نادانی حماقت بدبختی سرکشی اور نفسانی شیطانی حرکتوں کی بنا پر اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہتے تھے اس طرح کہ ہر نبی علیہ السلام سے دشمنی اللہ تعالیٰ کے ہر قانون ہر حکم کی نافرمانی ہر ممانعت کی مخالفت اپنے نبی کی ہر فرمان کی خلاف ورزی اور اپنی من مرضیاں بنانا۔ عبادات و ریاضات میں اپنی نئی نئی ایجادات کرنا۔ اور جہالت سے انبیاء کرام علیہم السلام کی بنائی ہوئی آسان عبادتوں کو چھوڑ کر اپنے اوپر اپنی پسند کی مشقتیں ڈال لینا۔ اور نفس سرکش کے کہنے پر بہت حلال اشیاء کو اپنے لیے حرام سمجھ لینا۔ اور اپنے مقابل انبیاء عظام اور ان کی خدائی تعلیم کو (معاذ اللہ) غلط کہنا اور سمجھنا۔ اپنی جاہلانہ احمقانہ۔ نقصان دہ کاموں۔ عملوں اور باتوں کو صحیح سمجھنا۔ نفسانی خواہشات میں پڑے رہنا۔ نفس رذیلہ کی اسی سرکشی کو توڑنے اور نیک بندہ بنانے کے لیے ان پر بہت سے گوشت اللہ نے حرام فرما دیئے۔ جن میں ہفتے کے دن مچھلی کا شکار اور ہر پنجے والا جانور جس کے ناخن ہوتے ہیں وہ بھی حرام ان کی ہر چیز کھانا حرام جیسے مرغی۔ بطخ اور پرندے کبوتر وغیرہ اور جیسے شتر مرغ اونٹ ہرن نیل گائے وغیرہ۔ ان حیوانات کی ہر چیز گوشت چربی سری پائے گردے کلیجی وغیرہ۔ اور گائے بکری۔ دنبہ بھیڑ بھینس وغیرہ کی فقط چربی ان یہودیوں پر حرام کر دی گئی تاکہ نفسانی سرکشی۔ تیزی نافرمانی۔ غرور۔ ٹوٹ جائے۔ خیال رہے کہ ان گوشتوں سے نفس اور نفسانی شہوتوں میں تیزی وزیادتی پیدا ہوتی ہے جس سے غرور شیطانیت۔ غفلت سستی اور نیند کا غلبہ پیدا ہوتا ہے۔ اسی لیے مشائخ عظام بھی چلہ کشی کے دوران ان جلالی و جمالی چیزوں سے مکمل پرہیز کراتے ہیں۔ خیال رہے کہ مِنْ قَبْلُ کے تعلق میں تین قول ہیں۔

۱۔ یا اس کا تعلق۔ هَادُوْا سے ہے یعنی۔ یہ حرمت سابقہ اور پہلے یہودیوں پر تھی اب دین اسلام

آجانے کے بعد کسی شریعت کا کوئی حکم امر یا ممانعت حلت یا حرمت کسی شخص پر باقی نہیں کیونکہ اب تو وہ دین ہی ختم ہو گیا اب تو دنیا میں یہودی بننا ہی ختم اور ناجائز و کفر ہے چہ جائیکہ اس شریعت کے احکام دوم یہ کہ اس کا تعلق حرمنا سے ہو۔ یعنی یہ چیزیں پہلے زمانوں میں حرام ہوئیں اُن پہلے یہودی دین والوں پر۔ جب کہ وہ دین اور آن پر یہ پابندیاں درست تھیں۔ اب یہ چیزیں کسی پر بھی نہیں ہیں نہ یہود و نصاریٰ پر نہ مسلمانوں پر۔ اس لیے کہ بذاتِ خود یہ جانور اور یہ گوشت چربی وغیرہ بُری گندی یا نقصان دہ نہیں۔ یہ تو بالکل پاک صاف طیب طاہر منزہ مبرہ اور مفید ہیں مگر یہودیوں نے اپنے وقتوں میں اپنی حرکتوں اپنے جرموں اور اپنی خود ساختہ رہبانیت کی نافرمانیوں آلائشوں سے خود اپنے پر پابندی لگالی تھی تو یہ چیزیں حرام کر دی گئی تھیں۔ سوم یہ کہ اس من قبل کا تعلق قصصنا سے ہے یعنی اے پیارے نبی ہم نے اس عارضی اور مجرمانہ سزا والی حرمت کا تفصیلی حکم اس سورت سے پہلے نازل شدہ سورت (سورتِ انعام) میں آپ کے سامنے بذریعہ وحی جلی و خفی کھول کر بیان فرما دیا۔ یہ عارضی حرمت دائمی نہیں بلکہ صرف سزا ہے لہٰذا پہلے بھی بتا دیا گیا تھا اور اب بھی تا قیامت یہ کریمانہ فیصلۂ الٰہیہ ہے کہ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ کوئی بھی جب بھی جہاں بھی کتنے ہی گناہ نافرمانیاں کرلیں پھر بھی بیشک اے محبوب نبی تمہارا رب ایسے ہی اُن لوگوں کے لیے جنہوں نے اپنی لمبی عمروں میں ہر طرح کی برائیاں بدعملیاں کفر شرک منافقت گستاخی نادانی گناہ فسق و فجور کبیرہ صغیرہ لغزش خطا وغیرہ جہالت کی وجہ سے بہت گناہ کئے پھر کبھی اُن کو ہوش آیا ضمیر نے جھنجھوڑا قلب بیدار ہوا۔ عقل ٹھکانے آئی اور توبہ کی طرف مائل ہوئے اتنے سالوں تک گندی زندگی کے اور اس کے بعد سچی توبہ کی اور اس پر قائم رہے اور ہر طرح ہر وقت نیک کاموں میں زندگی کے وقت اور سانسیں گزاریں۔ سابقہ اکڑ غرور توڑ کر عاجزی اختیار کی شر و فساد ختم کرکے اصلاحی کام کیا۔ بیشک اے محبوب کائنات آپ کا رب اس سچی توبہ کے بعد البتہ یقیناً پچھلے تمام گناہوں کفریات کو بخشنے والا ہے اور آئندہ کی زندگی اور قبر و حشر میں ہر قسم کا رحم فرمانے والا ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں۔ دنیا کی تمام انسانی برائیاں جہالت کی وجہ سے ہی ہوتی ہیں اگرچہ کفر اور شرک ہی ہو۔ اور اگرچہ کافر فاسق دنیا کے سارے علوم پڑھا ہو جانتا ہو اور اگرچہ دینی امر و نہی کی معلومات بھی رکھتا ہو خواہ کسی شخص کا کفر اور گناہ فسق صحبتِ بد کی وجہ سے ہو یا خاندانی اثر کی بنا پر یا کسی نے اس کو کفر و فسق پر مائل اور آمادہ کیا ہو یا خود اپنی بدطینتی بدخصلتی کی وجہ سے یا بُری بدعقیدہ کتب بینی کی وجہ سے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر انسان کے اندر پیدائشی طور پر جہالت کا

مادہ موجود ہے۔ جس پر نفسِ امارہ کا پورا پورا قبضہ ہے جہالت کا لغوی ترجمہ ہے نا سمجھی۔ اِس کا مقابل ہے فہم فراست اور تفقہ۔ جس کے پاس فہم و فراست اور تفقہ کی روشنی و نور نہ ہو اُس پر ہر وقت جہالت کا غلبہ رہتا ہے۔ جہالت کے تین ہتھیار ہیں۔

ع۱ ضد ع۲ غرور ع۳ سرکشی فساد۔ جہالت کی بنا پر انسان اچھے کی اچھائی اور برے کی برائی نہیں پہچان سکتا۔ جہالت کی شکل و صورت کو اندھیرے سے تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ چونکہ انسان جہالت کے مقابل بے بس مجبور ہے اس لیے آخر دم تک جاہل انسان کو رب تعالیٰ کریم و رحیم کی طرف سے معافی اور بخشش کا اعلانِ عام ہے۔ لیکن موت کے وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ پھر صرف گناہوں کی بخشش باقی رہتی ہے کفر کی بخشش موت اور نزع کی حالت سے ختم ہو جاتی۔ نہ وہ توبہ کر سکتا ہے نہ توبہ قبول ہو۔ خیال رہے کہ گناہوں سے باز آ جانے کا نام سچی معافی مانگنا ہے اور کفر شرک سے باز آنے کا نام سچی توبہ کرنا ہے۔ یہاں آیت میں سُوْءَ سے سب برائیاں مراد ہیں اور تَابُوْا سے کفر سے علیحدگی مراد ہے اور اَصْلَحُوْا سے گناہ فسق سے بچنا اور سابقہ کی معافی مانگنا مراد ہے۔ اور غفاریت سے کفر کی توبہ قبول فرمانا مراد ہے رحیمیت سے فاسق کے گناہ ختم کرنا اور معافی قبول کرنا مراد ہے واللّٰہ اعلم بالصواب (تفسیر کبیر۔ مظہری۔ ابن کثیر)

فائدے

اِن آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ گناہ سے رزق گھٹتا ہے خاص کر جھوٹ بولنے اور جھوٹی قسمیں بولنے سے۔ یہ فائدہ کَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ فرمانے سے حاصل ہوا۔ لہٰذا مسلمانوں کو غفلت اور گناہوں کی زندگی سے بچنا چاہیئے۔ اور زیادہ قسمیں بھی نہیں بولنی چاہئیں اب اِن تمام آیتوں کو سنانے کا مقصد یہ بھی ہے کہ اے مسلمانو تم اس برے کردار سے بچو جن کے وبال پچھلی اُمتوں پر آئے۔ یہ ضروری نہیں کہ کافر پر ہی عذاب یا مصیبت آئے۔ فاسق بدکردار کو بھی اُس کی فاسقانہ حرکتوں پر عذاب آ سکتا ہے۔ **دوسرا فائدہ**۔ تمام انبیاءِ کرام اپنی اپنی قوم کے نبی اُس وقت تھے جب وہ تشریف لائے تھے اس وقت اُن کی بات نہ ماننی کفر اور ظلم تھا۔ جس کی مصیبت اُسی دور میں پڑتی تھی۔ آج وہ انبیاءِ کرام کسی قوم کے نبی نہیں ہیں۔ اُن کی دنیوی نبوت اور بعثت۔ شریعت قانون وغیرہ سب کچھ منسوخ ہو چکا ہے آج کوئی شخص یہ کہنے کا حق نہیں رکھتا کہ موسیٰ علیہ السلام یا داؤد یا عیسیٰ علیہم السلام ہمارے نبی ہیں۔ یہ فائدہ کَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ماضی استمراری فرمانے سے حاصل ہوا کہ انبیاء سابقین کی بات نہ ماننا ان کی شریعت پر نہ چلنا اُس وقت ظلم تھا آج نہیں

احکام القرآن ان آیات سے چند فقہی مسئلے مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ آج ساری دنیا میں کسی شخص پر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے پنجے والا جانور اور اونٹ کا گوشت۔ اور گائے۔ بکری کے پگھلنے والی چربی حرام نہیں ہے نہ مسلمانوں پر نہ موجودہ یہودی اور عیسائی کہلانے والوں پر۔ اس لیے کہ یہ اُس شریعت کی سزا تھی جواب منسوخ ہو چکی ہے۔ اس لیے آج اگر کوئی یہودی یہ چیزیں کھالے تو وہ اِس کھانے کا گناہگار نہ ہوگا بلکہ آج تو کسی کا یہودی ہونا عیسائی ہونا ہی صحیح نہیں ہے۔ یہ مسئلہ بھی وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ کی ماضی استمراری سے مستنبط ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کے بعد تو یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ موسیٰ علیہ السلام رسول ہیں۔

دوسرا مسئلہ۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ سچی توبہ یہ ہے کہ گناہ کا نشان ختم ہو جائے۔ جب تک گناہ نظر آرہا ہے اُس وقت تک شریعت میں توبہ منظور نہیں۔ مثلاً ایک شخص داڑھی منڈاتا ہے اور اب وہ کہتا ہے کہ آئندہ داڑھی نہ منڈاؤں گا۔ تو یہ کہنا وعدۂ توبہ ہوا۔ جب اُس کی داڑھی چار اُنگلی ہو جائیگی اُس وقت اُس پر سے گناہ ختم ہوگا۔ اَب وہ گناہ نظر نہیں آرہا۔ اس لیے اَب سچّی توبہ ہوئی۔ اسی طرح سونے کی انگوٹھی یا ریشمی لباس یا لوہے پیتل تانبے کی انگوٹھی یا عورت نے ان ناجائز دھاتوں کا زیور پہنا ہوا ہے۔ وہ منہ سے توبہ توبہ کہیں مگر اتاریں نہیں تو وہ توبہ نہیں ہے۔ یہ مسئلہ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا فرمانے سے مستنبط۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ۔ داڑھی منڈانے والے حافظ یا قاری یا امام مسجد کو جو امامت یا رمضان شریف کی نماز تراویح پڑھانے کی لالچ میں وعدہ کر لیتے ہیں کہ ہم آئندہ داڑھی نہ منڈائیں گے۔ نہ اُن کو امام بنایا جائے نہ اُن پر اعتبار کیا جائے۔ جب تک کہ چار انگلی برابر داڑھی چہرے پر نظر نہ آئے اُس وقت تک امامت ناجائز ہے نہ تراویح پڑھا سکتا ہے نہ فرض نہ وتر۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ یعنی اُن یہودیوں پر ہم نے ظلم نہیں فرمایا۔ لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ اس ظلم کا تعلق حرمنا سے ہے جیسا کہ تفاسیر سے ظاہر ہے تو کیا حرام ہونا کسی چیز کا ظلم ہے۔ اگر حرام ہونا یا حرام کرنا ظلم ہے تو یہودیوں پر حرام کیا جانا تو یہودیوں کا اپنا ظلم تھا۔ لیکن جو چیزیں آج تک حرام ہیں ہر مسلمان پر وہ کس کی جانب سے ظلم ہے۔ یعنی خنزیر۔ خون۔ مردار وغیرہ۔

جواب۔ تفسیر عالمانہ میں بتایا گیا کہ حرام ہونا دو قسم ہے۔ ایک یہ کہ خبیث اور پلید اشیاء حرام کردی جائیں

دوم یہ کہ طیب اور پاکیزہ چیزیں حرام کردی جائیں خبیث اشیا کا حرام کردیا جانا ظلم نہیں بلکہ بندوں پر رحم و کرم ہے۔ لیکن طیب چیزوں کا حرام ہونا ظلم ہے۔ اور اس میں بندے کا اپنا بدکردار سبب ہے۔ لہٰذا بندہ خود ہی ظالم ہوا۔

دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ یعنی وہ لوگ جنہوں نے جہالۃ سے برے عمل کئے وہ توبہ کرلیں اور نیک اعمال کریں تو بخشش و رحم ہوگا۔ بھول چوک تو جہالت و نادانی سے ہو جاتی ہے۔ مگر کفر۔ شرک۔ اور فسق و فجور کا عادی مجرم۔ تو یہ کفریات و گناہ جہالت سے نہیں کرتے وہ تو جانتے بوجھتے سب برائیاں کررہے ہیں وہ اگر توبہ کریں تو کیا اُن کی معافی نہ ہوگی۔

جواب۔ دنیا میں تمام کفریات۔ شرکیات۔ اور بدکرداریاں گناہ وغیرہ سب کچھ جہالت ہی کی وجہ سے ہورہا ہے۔ اور جاہل انسان ہی کافر۔ مشرک۔ فاسق و فاجر بنتا ہے۔ اس کی وجہ یہ کہ عقل ذریعہ ہے معرفتِ الٰہیہ کا جو شخص عقلِ سلیم سے کام لیتا ہے اس کو رب تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور جس کو معرفتِ الٰہی حاصل ہوگئی وہ نہ کفر کرسکتا ہے نہ فسق۔ اور عقلِ سلیم سے ہٹنے کا نام ہی جہالت ہے۔ اگرچہ دنیوی اعتبار سے بہت پڑھا لکھا ہو۔ مگر جب اس کے پاس دین۔ اسلام۔ قرآن و حدیث نہیں یا اس پر عمل نہیں تو وہ جاہل ہے۔ اسی معنیٰ میں مکے کے ایک سخت کافر کو ابوجہل کہا گیا ہے۔

تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اس کے بعد اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ باری تعالیٰ کی تمام صفات قدیم ہیں۔ اور پہلے سے ہیں۔ مگر اس آیت سے ثابت ہورہا ہے کہ رب تعالیٰ کا غفور رحیم ہونا قدیم نہیں بلکہ حادث ہے۔ کیونکہ بعد میں ہونا۔ حادث ہونے کی شان ہے تو کیا اللہ تعالیٰ بندوں کے نیک کام کرنے سے پہلے غفور اور رحیم نہ تھا۔؟ لہٰذا سوال ہے کہ اس جگہ اس طرح کیوں فرمایا گیا۔

جواب۔ باری جلّ اسمہٗ کی تمام صفات قدیم ہیں مگر صفاتِ الٰہیہ کا صدور اور بالفعل ہونا حادث ہے۔ اصلِ صفت فعل نہیں بلکہ فعل کی قوّت ہوتا ہے۔ فعل تو اظہارِ صفت کا نام ہے اور اظہارِ صفاتِ باری تعالیٰ تاقیامِ قیامت ہر لحظہ ہر آن ہر ساعت کروڑہا کیفیات سے جاری و حادث ہیں۔ زبانِ عربی میں صفت کا ذکر مصدر اور مصدری معنیٰ کے بولنے سے کیا جاتا ہے۔ اور فعل کا تذکرہ فاعل اور فاعلی صیغے سے کیا جاتا ہے۔ مصدر جیسے کرنا۔ یا کرنے والا ہونا۔ اور فاعل کی مثال جیسے کرنے والا۔ فاعلی معنیٰ کی مثال۔ جیسے بہت کرنے والا ہمیشہ کرنے والا۔ آئندہ کرنے والا۔ وغیرہ۔ لفظِ غفور اور لفظِ رحیم یہ دونوں صفتیہ مشبہ کے صیغے ہیں۔ اور اس کا معنیٰ ہے۔ بخشنے والا۔ رحم کرنے والا ہے

جب کہ اس کا مصدر اور مصدری معنیٰ ۔ غفریت ۔ غفاریت ۔ غفوریت ہے ۔ یہاں لفظ غفور اور رحیم ارشاد ہوا ہے نہ کہ مصدر وغیرہ ۔ اور یہ لفظ بتا رہے ہیں کہ یہاں صفت غفور و رحیم مراد نہیں بلکہ فعل غفور و رحیم مراد ہے ۔ اور معنیٰ یہ ہے کہ جب بندہ تائب ہو کر اصلاح عمل کر لیتا ہے تو باری تعالیٰ بالفعل بخشش فرماتا ہے اور رحم ۔

تفسیر صوفیانہ

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۔ اور قالب باطنی کے ان حواس سرکشی پر جو مکر و فریب اور تعصب مخفی کے یہودی بنے ہم نے ان تمام انوار الہامات کو حرام کر دیا جو اے قلب محبوب تجھ پر ہم نے یوم الست سے پہلے وارد و ظاہر و بین فرما دی تھیں ۔ اور ہم ذات جمال و جلال نے ان میں سے کسی کو وادی ظلمت کی شقاوت نہیں دی ۔ لیکن وہ نفوس ابلیسیہ اپنی طبیعت طغیانیہ کی بنا پر خود ہی اپنے حواس ظاہری و باطنی کو ظلمات فسق کی وادی میں بھٹکاتے پھرتے تھے ۔ اس کی وجہ یہ کہ بندے کو اپنے بحر جسمانی کی محیط لہروں کی پہچان نہیں ہے ۔ بندے کو چاہیئے کہ اپنے ایمان کے وسیلہ سے ۹ نو چیزوں کو پہچانے ع۱ نیک و بد کو ع۲ قالب جسمانی کے شہنشاہ قلب کو ع۳ حقوق والدین ع۴ حقوق العباد کو ع۵ اپنی ذات کی حقیقت اصلیہ مخلوقیہ کو ع۶ خالق تعالیٰ کو ع۷ ایمان کو ع۸ عرفان کو ع۹ انوار کو ۔ ان معرفتوں کے حصول کو قدم اول کہا جاتا ہے ۔ مومن کی آٹھ نشانیاں ہیں ۔

ع۱ گناہوں سے پرہیز ع۲ مصیبتوں پر صبر ع۳ بددعاء مظلوم سے اجتناب ع۴ شکر الٰہی کا انہماک اور کثرت ع۵ محتاجوں کی مشکلکشائی حاجت روائی ۔ ع۶ غصہ پر ضبط ع۷ درشتی پر برداشت ع۸ صلہ رحمی جب بندہ خلوص قلبی سے اس وادی محبت میں قدم ارادہ رکھتا ہے ۔ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ نفوس باطنی کے ظلم سری ستم مخفی کے بعد پھر بھی اے قلب طالب تیرا پروردگار ۔ ان مسافران وادی طلب کے لیے جو ظلمت جہالت اور ناواقفی بے شعوری کی بنا پر منزل مراد کی طرف راہ نوردی سے اپنے طے ارض کے قدموں کو روک کر بدعملی میں مبتلا و مشغول ہو جائیں اور آستانہ قدس کے سجدوں سے اٹھ جائیں ۔ خلوت یار سے جلوت اغیار میں چلے جائیں ۔ پھر ضمیر باطن کی خلش صادقہ سے اتنی کسادت و کسالت کے بعد پھر توبہ دائمی اور رجوع الی اللہ کی طرف قدم اٹھائیں ۔ اور احوال باطنی کی جلدی اصلاح اور تزکیہ نفس میں مصروف ہو جائیں ۔ اور دنیاء ناسوتیہ افکار شیطانیہ سے دور ہٹ کر در محبوب پر قیام خلوص کر لیں ۔ بلاشک تیرا رب ذوالجلال اتنی خرابی اعمال اور توبہ بسیار کے بعد قالب شاکر اور اجسام تائب کو مشاہدۃ الانوار

کے پردوں میں چھپانے والا ہے اور بقاء دائمی۔ امنِ محبوبی۔ عافیت اطمینانی کا رحم فرمانے والا ہے اس لیے کہ طالبِ معرفت کا اصلاحِ حال یہ ہے کہ بندہ ہر حال میں رب تعالیٰ کی ربوبیت اور اسلام کے دین ہونے پر اور سرورِ کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نبیِ مختار ہونے پر بصدق دل راضی رہے۔ شریعت میں بدعملی یہ ہے کہ انسان بے عمل بے نمازی فاسق فاجر بنا رہے۔ چوری ٹھگی بدمعاشی ڈکیتی اور شرک۔ کفر گمراہی۔ بدعقیدگی میں مبتلا ہو جائے لیکن طریقت میں سوءِ عملی یہ ہے کہ فاسد نظریات باطل تصورات برے تخیلات خام خیالی اور طبیعتِ شیطانی میں پھنس جائے۔ عارفین کے نزدیک عقل کی خلوت نفس کی جلوت دونوں ہی عمل سوء ہیں۔ صوفیا کے مشرب میں گیارہ خصائل جہالت ہیں۔ ع۱ غفلت ع۲ سستی ع۳ فکرِ دنیا۔ ع۴ توبہ کی امید پر گناہ کرتے رہنا ع۵ غیر اللہ یعنی اہلِ دنیا پر بھروسہ کرنا ع۶ نعمتیں رب تعالیٰ کی برتنا اور فرماں برداری غیر اللہ کی کرنا ع۷ کسالت یعنی دینی کاموں میں سستی اور دنیوی اشتغال میں چستی دکھانا ع۸ کسافت اور بے خلوصی ع۹ برے لوگوں کی صحبت اختیار کرنا۔ ع۱۰ مرشدِ برحق کی بیعت نہ ہونا ع۱۱ شریعت کے علما اور طریقت کے صوفیا سے دشمنی رکھنی۔
راہِ طریقت کے طالبانِ حق کے لیے توبہ کے دو دروازے ہیں پہلا دروازہ علمِ شریعت اور دوسرا دروازہ علمِ طریقت۔ اعمالِ شریعت بھی اصلاحِ بندگی ہے اور افکارِ طریقت بھی۔ شریعت کی جلوت طریقت کی خلوت سے ہی نفس وعقل کی اصلاح ہو سکتی ہے مدارس وخانقاہ سے ہی ولایتِ الٰہیہ کے مراتب تقسیم فرمائے جاتے ہیں جب بندہ خلوصِ قلبی اور ارادۂ عقلی اور نیتِ شعوری سے درسگاہِ معرفت کے چلوں وظیفوں اور مراقبۂ خلوت سے تزکیۂ روح کی اصلاح کا سبق سیکھتا ہے تو اس کو ولایتِ مغفرت کی چادرِ مستور اڑھائی جاتی ہے۔ اور صوفی باصفا ولی اللہ بن جاتا ہے۔ اور جب بندہ مدرسۂ شریعت میں اعمالِ عباداتِ ظاہر اور افعالِ شریعت والے امر ونہی پر نہایت مستقل مزاجی دائم الاوقاتی ظاہری باطنی پاکیزگی کے ساتھ علمِ شریعت کے سبق حاصل کرے اور علم تبحر سے خدمتِ دینی میں مشغول ہو جائے تو اس کو ولایتِ رحیمیت کا تاج پہنایا جاتا ہے۔ اسی لیے بارگاہ قدس میں عالم باعمل وکمال بھی ولی اللہ اور غوث وقطب ہے اور صوفیِ طریقت بھی ان ہی مقامات پر فائز قائم ہوتا ہے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ حضرت امامِ اعظم اپنے وقت کے قطبِ عالم تھے۔ واللہ اعلم بالصواب
توبہ عملِ صالحہ کا نام ہے نہ کہ زبانی باتوں کا۔ سچی توبہ یہ ہے کہ ہر عضو بلکہ ہر بال اور رونگٹے کی توبہ ہو۔ توبہ کا پورا نقشہ نمازِ مومن میں ہے۔ اور اَصْلَحُوْا کا مکمل طریقہ تزکیۂ صلوٰۃ عارف میں ہے۔ آنکھ کی توبہ جائز دیکھنا ہے توبہ کی چھ قسمیں ہیں۔

۱ نفس کی توبہ ۲ دل کی توبہ ۳ آنکھ کی توبہ ۴ کان کی توبہ ۵ ہاتھوں اور پیروں کی توبہ ۶ پھر سب سے آخر میں زبان کی توبہ ہے۔ توبہ کی علامت یہ ہے کہ ظاہری گناہ کا نشان بھی جسم پر باقی نہ رہے اور باطنی وعارضی اور فعلِ گناہ کی نفرتِ شدیدہ پیدا کرلی جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ہم سب کو توبہ طریقت اور اصلاحِ نفس کی توفیق عطا فرمائے۔

اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِیْفًا ؕ

بیشک حضرت ابراہیم تھے بڑے امام ہر وقت عبادت کرنے والے اللہ کی سب سے علیحدہ ہو کر

بیشک ابراہیم ایک امام تھا اللہ کا فرمانبردار اور سب سے جدا

وَ لَمْ یَكُ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۱۲۰﴾ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ

اور نہیں تھے وہ شرک والوں کے ساتھ۔ تھے شکر کرنے والے کی نعمتوں اُس کی

اور مشرک نہ تھا اُس کے احسانوں پر شکر کرنے والا

اِجْتَبٰىهُ وَ هَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۱۲۱﴾

چن لیا اللہ نے اُن کو اور ہدایت بنا دیا ان کو طرف راہ سیدھی کے

اللہ نے اُسے چن لیا اور اُسے سیدھی راہ دکھائی

وَ اٰتَیْنٰهُ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً ؕ وَ اِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ

اور دیں ہم نے اُن کو بیچ دنیا ہر طرح کی خوبیاں اور بیشک وہ میں آخرت

اور ہم نے اُسے دنیا میں بھلائی دی اور بیشک وہ آخرت میں

لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۲۲﴾ ؕ ثُمَّ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ اَنِ اتَّبِعْ

البتہ نیکوں میں سے ہیں۔ پھر وحی کی ہم نے طرف آپ کی کہ تم بھی اختیار کرو

شایانِ قرب ہے پھر ہم نے تمہیں وحی بھیجی کہ دین ابراہیمی کی پیروی کرو

مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۳﴾

دین حضرت ابراہیم کا حنیف بن کر اور نہیں تھے وہ شرک کرنے والوں میں سے

جو ہر باطل سے الگ تھا ۔ اور مشرک نہ تھا

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق ۔ پچھلی آیت میں یہودیوں کے ظلم اور نافرمانیاں ذکر کی گئیں ۔اب ان آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا اُن کی شان بتائی گئی جن کی طرف یہ یہودی خود کو منسوب کرتے ہیں۔ **دوسرا تعلق** ۔ پچھلی آیت میں بندوں کو صالح بننے کی تلقین کی گئی تھی اب فرمایا جارہا ہے کہ حضرت ابراہیم جو اُولوالعزم پیغمبر اور ہمارے خلیل بھی ہیں وہ عظیم الشان صالح تھے تم بھی اُن کے ہی نقش قدم پر چلو کیونکہ اُن کے اعمال ہی دراصل صالح عمل ہیں۔ **تیسرا تعلق** ۔ پچھلی آیت میں رب تعالیٰ نے اپنی شان کا اظہار فرمایا ۔اب ان آیت میں رب تعالیٰ نے اپنے پیارے بندے نبی اکرم حضرت ابراہیم کی شان بیان فرمائی ۔جس سے سارے انبیا کی شان معلوم ہوئی۔

شانِ نزول کفار قریشی یہودیوں سے سن کر حضرت ابراہیم کے متعلق غلط باتیں کہتے تھے۔ اُن کی تردید میں یہ دو آیتیں نازل ہوئیں از ع ۱۲۰ تا ع ۱۲۱

تفسیر نحوی اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۔ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ۔ اِجْتَبٰهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔ وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۔ اِنَّ ۔ حرف تحقیق ۔ابراہیم ۔اسم غیر منصرف ۔عجمی اور علم ہے علم ذاتی ہے حضرت خلیل اللہ کا منصوب ہے اسم ہے اِنَّ کا اس میں مختلف اقوال ہیں کہ لفظ ابراہیم مثل اسمٰعیل جبرائیل کے مرکب ہے ۔یا بسیط ہے ۔یا مفرد ہے ۔عبرانی لفظ ہے ۔کَانَ ۔ فعل ناقصہ ماضی مطلق بمعنی ماضی بعید صیغہ واحد مذکر غائب ھُوَ ضمیر واحد ۔مستتر اس کا اسم ہے ۔ اُمَّۃً ۔ اسم مفرد مذکر جامد آخر کی ۃ وحدت کی ہے ۔نہ کہ تانیث کی یہ لفظ سات معنی میں مستعمل ہے ۔ ع۱ پیروی او اتباع کرنے والا کسی نبی علیہ السلام کی ۔خواہ ایک ہی آدمی ہو وہ مکمل اُمّۃ ہے ۔ ع۲ بمعنی گروہ ۔ٹولہ ۔ جماعت خواہ انسانوں کا یا پرندوں کا یا جمادات نباتات حیوانات کا یا جنات و ملائکہ کا ع۳ مُدّت ۔ زمانہ ۔ ع۴ پیشوا ۔رہنما ۔مرشد ۔ہادی ۔امام ۔ ع۵ گروہ والا ۔ ع۶ قابل تعظیم شخص ع۷ بہت سی صفات والا۔

یہاں سب سے مناسب معنیٰ امام میں جو جامع ہے دیگر معانی کا۔ موصوف ہے قَانِتًا۔ باب نصر کا اسم فاعل۔ قُنُوْتٌ بِفتحِ القاف سے بنا ہے بمعنیٰ۔ عاجزی کرنا۔ باادب رہنا۔ خاموش طبع۔ باادب کی خاموشی۔ فرماں بردار۔ فرائض کے علاوہ نفل عبادت بھی پڑھنا۔ دنیوی زندگی کے ہر حال میں اللہ کو یاد کرنے والا۔ کثرتِ حمدِ باری کرنا یہ اس کے تمام مصدری معنیٰ ہیں اس کا مادّہ ہے قَنَتٌ۔ لغوی ترجمہ ہے فکر مند۔ حساس۔ خیر اور بھلائی کی فکر قُنُوْتٌ اصطلاحًا اچھائی اور خوبی ہے۔ اسی معنیٰ میں یہاں ہے خیر اور بھلائی سے مگر قُنُوط قاف کے ضمّہ سے ہے۔ یعنی بھلائی سے مایوسی یہ برائی ہے۔ ھُوَ ضمیر مستتر قَانِتًا کا فاعل ہے جس کا مرجع ابراہیم ہیں لام جارّہ تعدیہ کا اللہ مجرور۔ متعلّق ہے قَانِتًا کا یہ جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر صفت ہے اُمَّةً کی مرکّب توصیفی خبر کان۔ حَنِیْفًا۔ اسم مبالغہ صفتِ مشبّہ۔ حَنْفٌ سے بنا ہے۔ لغوی حقیقی ترجمہ دور ہونا برائی سے۔ اصطلاحی ترجمہ ہے سب کچھ چھوڑ کر اللہ کی طرف ہونا۔ یا اُس کے ذکر فکر میں مشغول ہونا۔ ہر عقل و نفس کے راستے کو چھوڑ کر اللہ کے بتائے ہوئے راستہ پر چل پڑنا۔ بحالتِ فتحہ ہے حال ہے کَانَ کے اسم مستتر ھُوَ کا۔ کَانَ جملہ فعلیہ ناقصہ ہوکر معطوف علیہ ہوا۔ واؤ عاطفہ لَمْ یَكُ۔ بابِ نصر کا فعل مضارع نفی جحد بلم بمعنیٰ ماضی بعید اختیاری تامّہ بمعنیٰ تھے دراصل تھا۔ یَکُوْنُ۔ لم جازم سے واؤ حرفِ علّت کا مابعد نون لام کلمہ ساکن (مجزوم) ہوا۔ واؤ پہلے ساکن تھا لہٰذا واؤ گر گیا کیونکہ ۲ دو ساکن جمع نہیں ہو سکتے۔ اور نونِ مشابہتِ حروفِ علّت اور کثرتِ استعمال کی وجہ سے گر گیا خیال رہے کہ عربی کے اٹھائیس حروف ہجا میں سے پانچ حرف غیر مستقل ہیں۔ ع ۱ واؤ ع ۲ یٰ ع ۳ الف ع ۴ ہمزہ ع ۵ نون۔ کیونکہ یہ حروف۔ حرکت و اعراب کے قائم مقام ہے چنانچہ واؤ ضمّہ کے۔ الف فتحہ کے۔ یٰ کسرہ کے۔ ہمزہ الف کے قائم مقام۔ اور نون تنوین کے۔ اسی لیے یہ اکثر گرا دیئے جاتے ہیں مگر نون ان میں کچھ مضبوط ہے اس لیے چار حرف غیر صحیح کہلاتے اور نون حروفِ صحیحہ میں شامل ہے۔ اور دوسرا فرق یہ کہ نون ثقیل نہیں ہوتا باقی چار ثقیل ہوتے ہیں۔ نون کثرتِ استعمال کی وجہ سے گرایا جاتا ہے مگر گرانا ضروری نہیں ھُوَ ضمیر مستتر پوشیدہ فاعل۔ مِنْ جارّہ تبعیضیہ۔ الف لام اِستغراقی۔ یا اسمی۔ مُشْرِکِیْنَ۔ بابِ اِفعال کا اسم فاعل صیغہ جمع مذکر۔ مصدر ہے اِشْرَاکٌ۔ شِرْکٌ سے بنا ہے بمعنیٰ بت پرستی۔ مجرور ہے مِنْ سے۔ جار مجرور متعلّق ہے لَمْ یَكُ کا۔ جملہ فعلیہ تامّہ ہوکر معطوف ہوا کَانَ ناقصہ کا۔ وہ سب جملہ معطوفہ ہوکر خبر اِنَّ ہے۔ شَاكِرًا۔ بابِ نصر کا اسم فاعل صیغہ واحد مذکر۔ ھُوَ مستتر فاعل ہے جس کا مرجع ابراہیم ہے تنوین تعظیمی ہے۔ لام جارّہ متعدّی کا اَنْعُمٌ۔ جمع مکسّر ہے نِعْمَةٌ کا بمعنیٰ۔ مہربانی۔ احسان۔ انعام۔ عطیہ۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر مجرور متّصل کا مرجع اللہ تعالیٰ۔ مرکّب مجرور متعلّق ہے شَاكِرًا۔ یہ جملہ اسمیہ

ہوکر حال ہے ابراہیم کا۔ اِجْتَبٰی دراصل تھا اِجْتَبَیَ۔ جَبْیٌ سے بنا ہے بمعنیٰ چن لینا باب افتعال کا ماضی مطلق
واحد مذکر اور جَبْیٌ کا لغوی ترجمہ حوض کو پانی سے بھرنا ھُوَ پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل جس کا مرجع اللہ ہے
ایک ترکیب میں یہ جملہ علیحدہ ہے اور ایک ترکیب میں یہ مُسْتَقِیم تک سب عبارت عطف ہوکر صفت
ہے شاکراً ہمیں اور اکثر کو بھی پسند ہے۔ چنانچہ ہٗ ضمیر مفتوح مفعول بہ ہے اِجْتَبٰی کا یہ جملہ فعلیہ ہوکر معطوف
علیہ واؤ عاطفہ ھَدٰا فعل ماضی ھُدٰیٌ سے بنا ہے بمعنیٰ منزل مقصود تک پہنچانا۔ ھُوَ مستتر ضمیر فاعل مرجع
اللہ تعالیٰ ہٗ ضمیر مفعول بہ مرجع ابراہیم اِلٰی جارّہ انتہائیہ۔ صِرَاط اسم مفرد جامد کھلا راستہ مُسْتَقِیْم۔ باب استفعال
کا اسم فاعل واحد مذکر مصدر ہے اِسْتِقْوَامٌ اور اِسْتِقَامَۃٌ۔ قَوْمٌ سے بنا ہے بمعنیٰ مضبوط۔ قائم۔ سیدھا۔
درست یہاں ہر معنیٰ مناسب ہے۔ صفت ہے صِرَاط کی بمعنیٰ سیدھا راستہ مجرور ہے متعلق ہے
ھَدٰی کا وہ جملہ ہوکر معطوف۔ یا مکمل۔ واؤ سرِ جملہ آتَیْنَا۔ ماضی مطلق جمع متکلم اِتیٌ سے بنا ہے بمعنیٰ دینا۔ ہٗ ضمیر
واحد مذکر مفعول بہ ہے آتینا کا۔ فِیْ جارّہ ظرفِ مکانی کے لیے الف لام عہدی یا جنسی دنیا بمعنیٰ یہ جہان
جار مجرور متعلق ہے آتینا کا۔ حَسَنَۃً اسم جنسی۔ بمعنیٰ خوشگوار نعمۃ۔ ضد ہے سَیِّئَۃٌ کی مفعول بہ ہے۔ آتینا
کا سب سے مل کر جملہ فعلیہ مکمل ہوا وَاِنَّہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ۔ ثُمَّ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ اَنِ اتَّبِعْ
مِلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ واؤ سرِ جملہ اِنَّ حرفِ تحقیق ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اس کا
اسم اس لیے منصوب ہے فِیْ جارّہ ظرفیہ مکانیہ یا زمانیہ یعنی اُس وقت الف لام عہدی آخرت۔ اسم فاعل مؤنث جار مجرور
متعلق اول یَکُوْنُ فعل تامّہ پوشیدہ ہے۔ لام ابتدائیہ تاکیدیہ مِنْ حرفِ جر۔ بیانیہ تبعیضیہ۔ الف لام استغراقی
صَالِحِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ صالحٌ واحد ہے۔ صَلْحٌ سے بنا ہے بمعنیٰ متقی پرہیزگار۔ اچھے عمل والا۔
نیک بندہ صلاحیت یعنی قابلیت والا۔ بحالتِ کسرہ ہے مِنْ سے اس لیے آخر ی اور نون مفتوحہ آئی۔
جار مجرور متعلق دوم ہے یَکُوْنُ پوشیدہ کا۔ یَکُوْنَ فعل اپنے فاعل مستتر اور دونوں متعلق سے مل کر جملہ
فعلیہ تامّہ خبریہ ہوکر خبر اِنَّ۔ اور وہ اسم خبر سے جڑ کر جملہ اسمیہ تحقیقیہ ہوکر مکمل ہوا۔ ثُمَّ حرفِ عطف لغو۔
تعقیب رتبی مجازی کے لیے یا بمعنیٰ فَ عاطفہ تعلیلیہ بمعنیٰ اس لیے۔ اَوْحَیْنَا۔ باب اِفعال کا فعل ماضی مطلق
صیغہ جمع متکلم مراد اللہ تعالیٰ بمعنیٰ ماضی بعید۔ اِلٰی جارّہ انتہاءِ غایت کا یا بمعنیٰ عِنْدَ۔ ترجمہ ہے آپ کے پاس
کَ ضمیر واحد مذکر مخاطبہ مجرور متصل مرجع ہے ذاتِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم۔ جار مجرور متعلق ہے اَوْحَیْنَا کا
اَنِ۔ حرف ناصب دراصل تھا اَنْ۔ بقاعدۂ نحویہ ساکن جب متحرک ہوتا ہے تو کسرہ آتا ہے۔ اس لیے
نون کو کسرہ آیا۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے مگر جزوی طور پر ٹوٹ جاتا ہے چنانچہ لَمِنَ میں مِنْ جارّہ کو حرکتِ نصب
آئی۔ اِتَّبِعْ۔ باب افتعال کا امر حاضر معروف واحد مذکر۔ اَنْتَ ضمیر مرفوع منفصل اس میں مستتر اس کا فاعل ہے

جس کا مرجع ذاتِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ مصدر ہے تَبِعَ سے بنا دراصل اِتْتِبَاع ہے تاء مصدریہ کا تاءِ اصلیہ میں ادغام کر دیا ہم جنسی کی بنا پر۔ ترجمہ ہے۔ وہی اپناؤ۔ اِس راہ چلو۔ تَبِعَ کا لغوی ترجمہ نقل کرنی۔ پیروی کو بھی اسی معنی میں اتباع کہتے ہیں کہ اگلے کی نقل ہوتی ہے۔ اگر اگلا موجود ہے تو اُس کی بات اور فعل کی نقل ہوگی اور وہ اگلا افضل ہوگا پچھلے سے اِسی کو نقشِ قدم پر چلنا اور تابع داری کہا جاتا ہے۔ لیکن اگر اگلا موجود نہیں تو اُس کا راستہ مراد ہوتا ہے یعنی جس راہ پر وہ چلنے کا پابند تھا تم بھی اُس پر چلو اُس صورت میں پچھلا اور بعد والا اگلے کے برابر یا کبھی اُس سے افضل بھی ہو سکتا ہے یہی کیفیت یہاں ہے مِلَّتَ۔ اسم مفرد جامد۔ بمعنیٰ۔ قانون کے اصول۔ مذہب قانون کے فروع۔ اور دین عام ہے اصول و فروع کے مجموعے کو۔ بعض نے ملت کا ترجمہ سنت کیا ہے یہ اصطلاحی مجازی ترجمہ ہے۔ مضاف ہے۔ ابراہیم۔ مضاف الیہ مگر چونکہ غیر منصرف ہے اس لیے بحالتِ جر بھی فتحہ ہے۔ مرکب اضافی مفعول بہ ہے اِتَّبِعْ کا۔ حَنِیْفًا۔ صفتِ مشبہ۔ بمعنیٰ بہت ہی علیحدہ پاک و صاف بحالت فتحہ ہے حال ہے۔ یا اِتَّبِعْ کے فاعل اَنْتَ کا ہمارا ترجمہ اسی طرف ہے یا مِلَّتَ کا۔ اعلحضرت کا ترجمہ اسی طرف ہے یا اِبْرَاہِیْمَ کا غالبًا اعلحضرت کا ترجمہ اسی طرف ہے واؤ عاطفہ۔ مابعد کا عطف یا حَنِیْفًا پر ہے تیسرے قول کی صورت میں یا اِبْرَاہِیْمَ پر عطف ہے جب کہ حنیفًا حال ہو اَنْتَ یا مِلَّتَ کا پہلا لفظ حَنِیْفًا تو بالاتفاق ابراہیم کا حال ہے۔ لیکن یہ حنیفًا اس میں اختلاف ہے ایک قول میں یہ ملت کا حال ہے تب نحویوں کا وہ قاعدہ غلط ہو جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ حال ہمیشہ فاعل یا مفعول بہ کا ہی ہوتا ہے۔ اور ثابت ہوا کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے مَاکَانَ۔ فعل ماضی مطلق منفی معروف۔ اِس کا مجہول نہیں ہوتا۔ تامہ ہو تو ھُوَ ضمیر مستتر فاعل ہے جس کا مرجع ابراہیم ہے اور مِنْ جار مجرور متعلق ہے۔ اگر کان ناقصہ ہو تو ھُوَ مستتر اسم ہے مِنْ جارہ تبعیضیہ زائدہ خبر پر داخل ہوا۔ الف لام جنسی یا بمعنیٰ استغراقی یا اسمی تین قول ہیں ہمارے ترجمہ میں آخری کو ترجیح ہے۔ یہ جار مجرور متعلق ہے مَاکَانَ کا۔ وہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے۔ اِتَّبِعْ فعل امر سب سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر مفعول بہ ہے اَوْحَیْنَا کا۔ وہ جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا۔

تفسیر عالمانہ

اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِیْفًا وَ لَمْ یَكُ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ اِجْتَبٰىهُ وَ هَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ وَ اٰتَیْنٰهُ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَ اِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ۔ اے مشرکین مکہ حضرت ابراہیم کے ثناخوانی اور تکریم و تحریم کا دم بھرتے ہو ان کو عقیدت سے مانتے ہو۔ اُن کے حکم پر حج کرتے ہو ان کے شہر میں بستے ہو ان کے ہی آبِ زمزم سے جگر ٹھنڈے کرتے ہو اُن کی دعاؤں کے طفیل ہی شہر مکہ حرم کعبہ میں دولت نعمت

ثروت عزت سے چین کی زندگی گزارتے ہو مگر اُن کی سچی تعلیم دینِ حق سیرتِ طیبہ پر چلنے عمل کرنے کی بجائے شرکیہ مخالف راستے پر چلتے ہو اور پھر انتہائی ڈھٹائی سے جھوٹ بولتے ہوئے کہتے ہو کہ ابراہیم بھی مشرک تھے اور ہمارے دین پر تھے حالانکہ بیشک ہمارے خلیل ابراہیم اپنی ذات میں ہر طرح کی ظاہراً اشارۃً صفات میں کامل تھے اور پوری انسانیت کی اچھائیاں ایں موجود تھیں ایسے وہ خود ہی پوری اُمت تھے اللہ نے ابراہیم کی ظاہراً اشارۃً بیّس صفتیں اور شانیں بیان فرمائیں

۱ اپنے وقت میں پوری کفر یہ قوم نمرود کے مقابل اکیلے تن تنہا مُوَحِّد اور توحید باری تعالیٰ کی نہایت شان سے تبلیغ فرمانے والے ۲ ایسی عبادت وریاضت کرنے والے کہ پورا دینِ الٰہی ان کے اندر موجود تھا اور اکیلے پوری اُمت تھے ۳ تا قیامت ہر دین کے امام تسلیم کئے گئے اور اللہ کے تمام سچے بندے اَن کی اقتداء پر فخر کرتے ہیں ۴ مومنِ اکمل تھے۔ مشرک نہ تھے ۵ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور خاص چنے ہوئے بندوں میں سے تھے ۶ ہدایت والے کہ اللہ تعالیٰ کی سب ہدایتیں ان کو ملی تھیں شریعت طریقت معرفت حقیقت ۷ اُس کی نعمتوں پر ایسے شاکر تھے کہ تھوڑی نعمت پر شکر بہت زیادہ کرتے تھے شَاكِرًا کی تنوین تعظیمی ہے اور اَنْعُم جمع قلت فرمانے میں یہی حکمت اور اشارہ ہے ۸ دنیا میں بھی اللہ ربُّ العزت نے حَسَنَہ عطا فرمایا یعنی اچھا تذکرہ۔ دنیا کے ہر انسان کے دل میں اُن کی محبت یہاں تک کہ ہندوستان کے ہندو اور آریہ سکھ بھی اُن کو مانتے ہیں۔ لمبی نسل دی گئی اور اَبُو الانبیا کا عظیم لقب پایا۔ ۹ ہمیشہ مہمان نواز ایسے کہ مہمان کے ساتھ ہی کھاتے ورنہ دیر کر دیتے ۱۰ سب سے پہلے بُت شکنی آپ نے فرمائی ۱۱ بہترین مناظر ۱۲ نبی رسول اور خلیل ہوئے ۱۳ حج کعبہ کے بانی ۱۴ خانۂ خدا کے معمار ۱۵ آپ کو ہی رب نے امام کا لقب عطا فرمایا ۱۶ باہمت جرأت مند۔ عظیم حوصلہ۔ بُردبار۔ حلیم الطبع ۱۷ صادق کامل۔ اللہ نے آپ کو اپنے بہت انعاموں اور امتحانوں کے لیے چُن لیا۔ اور اپنی طرف آنے والے سیدھے راہ قرب ومعرفت کی ہدایتِ کاملہ وتوفیقِ صادقہ دی۔ اور آخرت میں صالحین میں شامل فرمایا۔ اور آپ کو کامل صالح اعمال دیئے گئے خیال رہے کہ صالح عمل وہ ہے جس کو کبھی فنا نہ ہو جو تا ابد اپنے عامل کے ساتھ اور آخر عامل کو ہی اس کا ثواب ملے کسی اور کو نہ دے دیا جائے جیسے کہ کئی گناہگاروں کے عمل قیامت میں بٹ جائیں گے ۱۸ حضرت ابراہیم علیہ السّلام تمام انبیا ومرسلین سے افضل ہیں۔ بجز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۹ باری تعالیٰ نے ہر دور میں اپنی کُل زمین پر چودہ مخلص بندے (نقیب اولیاء) مقرر فرمائے جن کے اعمالِ صالحہ اور دعاؤں کی برکت سے زمین قائم ہے اور اہلِ زمین مصائب سے محفوظ رہتے ہیں لیکن دورِ ابراہیم میں صرف ابراہیم علیہ السّلام اکیلے ہی نقیب کامل اس لیے بھی آپ کو اُمّةً فرمایا گیا۔ (کبیر۔ مظہری ابن کثیر) ۲۰ آپ کو حنیف ہونے کا منفرد لقب عطا ہوا۔ آپ کی ملّت بھی حنیف ہے

حنیفیت کی دس خصلتیں اور سنتیں ہیں۔
۱۔ داڑھی رکھنی ۲۔ مونچھوں کو چھوٹا کرنا یعنی لبوں کے بال کاٹنا ۳۔ بغل کے بال مونڈنا ۴۔ ختنہ کرانا ۵۔ بال زیر ناف مونڈنا ۶۔ ناخن تراشنا ۷۔ قربانی کرنا ۸۔ مسواک کرنا ۹۔ حجامت کرانا ۱۰۔ اور غسل کرنا خوشبو لگانا۔ اور یہی سنتیں ملت ابراہیمی ہیں ثُمَّ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡكَ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّةَ اِبۡرٰهِیۡمَ حَنِیۡفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِیۡنَ۔ پھر سب سے بڑی فضیلت اور شان و عظمت حضرت ابراہیم کو یہ ملی کہ اے پیارے نبی۔ ہم نے آپ کی طرف وحی فرمائی اس بات کی کہ آپ بھی اسی طریقے کی اتباع کریں جس کی پیروی حضرت ابراہیم نے کی اور جو راستہ ہم نے ابراہیم کو دکھایا اور وہ اس پر چلے اے نبی تم بھی اس پر چلو۔ اس ایک حکم سے تا قیامت حضرت ابراہیم کا نام روشن ہو گیا ہر وقت کی نمازوں میں نفلوں سنتوں میں تکبیر و تشریق میں کعبہ و منیٰ میں۔ قربانی و حج میں سیرت مصطفیٰ میں مومن کی ہر ادا میں ابراہیم کی یادگار قائم ہے اگر ایسا نہ ہوتا۔

تو ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منیٰ
لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

اے لوگو صرف ابراہیم کی شخصیت ہی حنیف نہ تھی بلکہ ان کی ہر ادا ہر سنت اور ہر ملت حنیف تھی۔ اسی لیے اپنے حبیب نبی المرسلین محمد رسول اللہ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم نے ہی اس پر چلنے اور عمل و اختیار فرمانے کا حکم دیا۔ تاکہ قیامت تک ہر مومن مسلمان پیارے نبی کے واسطے سے ملت ابراہیمی پر چل کر ہماری بارگاہ میں حنیف طیب پاکباز راستباز منزہ ہر اچھائی سے۔ مبرہ ہر برائی سے۔ قریب ہر حق سے رہے دور ہر باطل سے اور پاک ہر عیب سے ہو جائے۔ یہ ابھی تک ہم نے اپنے خلیل علیہ السلام کی جتنی بھی شانیں بیان فرمائی ہیں۔ اور ان کی زندگی کی جیسی سچی تصویر کھینچی ہے۔ اور یہاں ان آیات میں مختصر الفاظ میں جس طرح ان کی حیات طیبہ بیان ہوئی ہے اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِیۡنَ بالکل قطعاً ہرگز وہ ابراہیم مشرکین میں سے نہ تھے۔ اس لیے کہ مشرک تو زمین پر بدترین انسان ہے نہ وہ حنیف ہو سکتا ہے نہ شاکر نہ صالح نہ قانت۔ اور مشرک کے پاس نہ ہدایت ہوتی ہے نہ حسنہ۔ مشرک حنیف نہیں بلکہ ہر برائی میں غلیظ ہوتا ہے شکر گزار نہیں بلکہ اپنے ہر قول و فعل میں ناشکرا۔ بت پرستی کرنا اور سچے رب کا آستانہ چھوڑ کر باطل کی چوکھٹ پر سر گڑنا۔ ناشکری کی بدترین اور سب سے بڑی مثال ہے۔ مشرک کے پاس دنیا میں حسنہ اور آخرت میں اعمال صالحہ نہیں ہوتے۔ بھلا ایسا درکارہ ہوا آدمی۔ کبھی برگزیدہ چنا ہوا اور مجتبیٰ ہو سکتا ہے۔ احادیث سے ثابت ہے کہ انبیاء کرام ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں ان میں تین سو تیرہ

علیحدہ مستقل شریعت والے رسول علیہم السلام۔ اُن میں سے چار صاحب کتاب مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام
نبی سے افضل رسول اور رسول سے افضل مرسل۔ مرسل سے افضل کلیم اللہ اور کلیم اللہ سے افضل خلیل اللہ
اور خلیل اللہ سے افضل حبیب اللہ۔ باری تعالیٰ نے حضرت آدم کو فرمایا صَفِیُّ اللّٰہ۔ یعنی مصطفیٰ اور خلیل کے
لیے فرمایا اِجْتَبٰہُ۔ یعنی مجتبیٰ۔ لیکن چونکہ آقاء دو عالم حضور اقدس محمد رسول اللہ جامع کمالات ہیں اس لیے
آپ مصطفیٰ بھی ہیں اور مجتبیٰ بھی۔ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَنُوْرِ عَرْشِہٖ وَزِیْنَۃِ فَرْشِہٖ
سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ۔

فائدے

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ اللہ کے دربار میں جتنی شان اور عظمت انبیاء کرام کی ہے اتنی کسی
مخلوق کی نہیں۔ یہاں تک کہ دشمن اُن کی گستاخی کرتا ہے تو خود رب تعالیٰ اُن کی طرف سے جواب
عطا فرماتا ہے۔ یہ فائدہ وَلَمْ یَكُ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ۔ فرمانے سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ**۔ کوئی نبی
کبھی بھی ایک منٹ کے لیے غلط اور بے راہ نہ ہوا یہ فائدہ وَھَدٰہُ سے حاصل ہوا۔ کہ باری تعالیٰ بچپن بلکہ
عالم ارواح سے ہی انبیاء کرام کو ہدایت عطا فرماتا ہے۔ لہٰذا کسی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ کہنا کہ
معاذ اللہ وہ پہلے غلط تھے بعد میں اُن کو ہدایت ملی۔ کفر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چاند سورج کو ھٰذَا
رَبِّیْ کہنا سوال استہزائی تھا نہ کہ عقیدہ۔ **تیسرا فائدہ**۔ نبی کی نبوت اُن کے اعمال بلکہ ولادت سے بھی پہلے
ہوتی ہے۔ اعمال بعد میں۔ یہ فائدہ اِجْتَبٰہُ کو بغیر ف تعقیبیہ فرمانے سے حاصل ہوا۔ یعنی حضرت ابراہیم
علیہ السلام کے شکر کی وجہ سے اِجْتَبٰہُ نہیں ہوا بلکہ اِجْتَبٰہُ پہلے تھا اُس کی وجہ سے اتنی عظیم نیکیاں
اور شکر کیا۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ ہر مسلمان کو۔ ہر برے دین باطل مذہب غلط محفلوں۔ اور کتابوں۔
گندے لوگوں سے ساری عمر بچنا چاہیے۔ یہ مسئلہ حَنِیْفًا فرمانے سے مستنبط ہوا دیکھو حضرت خلیل باوجود
نبی۔ معصوم۔ اور تمام علوم سے واقف ہونے کے پھر بھی برے لوگوں بری محفلوں سے دور ہی رہتے
تھے۔ تو ہم پر تو یہ حنفیت لازم اور واجب ہے۔ **دوسرا مسئلہ**۔ داڑھی رکھنا ہر مسلمان کو لازم ہے یہ مسئلہ
وَاِنَّہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ (الخ) فرمانے اور اَنِ اتَّبِعْ مِلَّۃَ (الخ) کے امر سے مستنبط ہوا۔ اس طرح
کہ حضرت ابراہیم آخرت میں بھی صالح ہوں گے یعنی بزرگی والے۔ حدیث پاک سے اس کی تفسیر اور وضاحت
میں فرمایا گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی داڑھی مبارک آخرت میں بھی ہوگی جب کہ کسی دوسرے ولی نبی کی

داڑھی نہیں ہوں گی سب نوجوانی کی عمر کی مثل ہوں گے۔ گویا کہ میدانِ محشر میں بھی داڑھی بزرگی کی نشانی ہے لہٰذا دنیا میں مسلمانوں کو اللہ رسول کی خوشنودی کے لیے داڑھی رکھنی چاہیئے تاکہ ان کو رب تعالیٰ کی طرف سے بزرگی عطا ہو۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں پہلے فرمایا گیا وَلَمْ یَكُ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ پھر دوسری آیت میں ساتھ ہی فرمایا گیا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ دو دفعہ اس طرح فرمانے میں کیا حکمت ہے۔ صرف فعل میں تبدیلی ہوئی کہ پہلے لَمْ یَكُ ہے۔ اور بعد میں ہے مَا كَانَ۔

جواب۔ ہم نے اپنے ترجمے میں اِس فرق کی وضاحت کر دی ہے کہ پہلے الفاظ میں مِن بمعنیٰ مَعَ ہے یعنی حضرت ابراہیم مشرکوں کے ساتھ نہ تھے نہ برادری کے اعتبار سے نہ تعاون۔ اور مدد کے اعتبار سے نہ دوستی محبت کے ذریعہ نہ میل ملاپ لین دین کے اعتبار سے غرض کہ کسی طریقے سے بھی مشرکوں کا ساتھ نہ دیتے تھے۔ اِس کی وضاحت ایک دوسری آیت میں فرمائی گئی۔ کہ كَانَ مِنْ شِيعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ یعنی حضرتِ نوح علیہ السّلام کے گروہ میں سے اور اہلِ ایمان کے ساتھیوں میں سے اَلبتہ ابراہیم علیہ السّلام تھے۔ اور دوسری جگہ مِن بعضیت کا یا بیانیہ ہے۔ یعنی حضرتِ ابراہیم خود بھی شرک کرنے والے نہ تھے۔ اِس کی وجہ یہ کہ پہلی آیت میں سابقہ یہودیوں کے باطل اقوال کا جو اُس وقت جواب دیا گیا تھا اُس کو یہاں بتایا جا رہا ہے۔ یہودی اور کفّار کا عقیدہ یہ تھا کہ حضرت ابراہیم بھی یہودی تھے۔ یہودی عیسائی ابن اللہ کہنے کی وجہ سے مشرک ہو گئے تھے اور اب بھی ہیں۔ لیکن مشرک خود کو سمجھتے نہیں تھے۔ تو جواب دیا گیا تھا کہ ابراہیم تم جیسے مشرکوں کے ساتھ کیسے ہو سکتے تھے۔ یہودی لوگ حضرت ابراہیم کو مشرک نہ کہتے تھے مگر اُن کو یہودی مانتے تھے گویا کہ حضرت ابراہیم کے ساتھ ساتھ یہودیت کی بدعقیدگی اور شرک کا اظہار کیا گیا۔ اس دوسری آیت میں اُن کفارِ مکہ کا جواب دیا گیا جو ابراہیم علیہ السّلام کو مشرک اور بُت پرست کہتے تھے۔ (معاذ اللہ)

دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ۔ یعنی حضرت ابراہیم۔ اللہ کی تھوڑی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے والے تھے۔ اس لیے کہ اَنْعُم جمع قلّت ہے۔ جس کا معنیٰ تھوڑی نعمتیں مطلب ہے کہ کہ ساری نعمتوں کا شکریہ ادا نہ کرتے تھے۔ تو یہ تو برائی ہے نہ کہ اچھائی۔ اس فرمان کی وجہ کیا ہے؟

جواب۔ اس کا جواب تفسیر میں عرض کیا گیا کہ اَنْعُم جمع قلّت ہے۔ اور شاکراً کی تنوین تعظیمی ہے۔ اور معنیٰ یہ ہے کہ ابراہیم۔ تھوڑی سی نعمتوں کا بہت ہی زیادہ شکر ادا کرتے تھے۔ تو پھر زیادہ اور بڑی نعمتوں کے شکر کی کیا حالت ہو گی۔ لہٰذا یہ جملہ انتہائی شان کا ہے یعنی بہر حال شاکر تھے اگرچہ نعمت تھوڑی ہوتی۔

تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ یعنی بیشک حضرت ابراہیم البتہ صالحین میں سے ہوں گے قیامت میں یہ لفظ عمومی ہے صالح تو ہر نیک مرد ہوتا ہے۔ چاہیئے تھا فرمایا جاتا فِیْ اَعْلٰی مَقَامِ الصَّالِحِیْنَ یعنی صالحین کے مقام سے اونچے۔

جواب۔ اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ اس طرح فرمانے سے حضرت ابراہیم کا درجہ سب سے بلند ماننا پڑتا ہے۔ جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ سب سے زیادہ بلند ہے۔ ابراہیم علیہ السلام بھی آپ کے مقتدیوں اور امتیوں میں شامل۔ دوسرا جواب یہ کہ۔ یہاں حضرت ابراہیم کی دعا کی قبولیت کی طرف اشارہ ہے کہ انہوں نے یہی دعا مانگی تھی کہ۔ وَاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ۔ انہی لفظوں سے یہاں ذکر فرما کر دعا کی شان بتلائی گئی۔ رہا آپ کا درجہ دیگر صالحین سے بلند ہونا تو وہ دوسری آیت میں ذکر کر دیا گیا۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے اٰتَیْنٰهَاۤ اِبْرٰهِیْمَ عَلٰی قَوْمِهٖ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ۔

چوتھا اعتراض۔ محمد صاحب نبی نہیں تھے اس لیے کہ آپ کی کوئی شریعت نہیں تھی آپ کو حکم تھا کہ ابراہیم کی شریعت کی اتباع کرو حالانکہ کوئی نبی کسی دوسرے نبی کی پیروی کرنے نہیں آتا۔ دیکھو یہاں فرمایا گیا فَاتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ الخ۔

جواب۔ یہ اعتراض سابقہ یہودی عیسائی لوگوں کی اور موجودہ ہندوؤں کی طرف سے کیا جاتا رہا۔ اس کا الزامی جواب تو یہ ہے کہ پھر عیسیٰ یسوع مسیح کے پاس بھی کوئی دین کوئی نبوت اور قانون و شریعت تم لوگ ثابت نہیں کر سکتے کیونکہ بائبل متی باب ۵ آیت ۱۷ میں ہے کہ میں توریت کو منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ اور پورا کرنا عمل سے ہی ہوتا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ ہم نے فلاں کی بات پوری کر دی یعنی اس پر عمل کر لیا۔ اسی طرح موسیٰ علیہ السلام بھی زندگی بھر ملتِ ابراہیمی کی اتباع و پیروی کرتے رہے۔ داڑھی۔ ختنہ۔ حج وغیرہ ملتِ ابراہیمی ہی کا نام ہے۔

جواب تحقیقی یہ ہے کہ ملت فرمایا گیا نہ کہ شریعت۔ شریعت اور ملت میں چار طرح فرق ہے ۱۔ شریعت پورے قانونِ الٰہیہ کا نام۔ ملت چند ذاتی عملیات کا نام ہے ۲۔ شریعت میں واجبات فرائض نوافل بھی ہوتے ہیں اور حقوق اللہ کی تفصیل و ادائیگی کا حکم بھی۔ لیکن ملت میں مستحبات اور کسی شخصیت کا ذاتی طریقہ۔ ۳۔ اسی لیے ملت کا معنیٰ دینِ ابراہیمی بھی کیا گیا ہے۔ ۴۔ ملتِ ابراہیمی صرف چند چیزیں ہیں۔ جب کہ شریعت پوری زندگی کا لائحہ عمل کا نام ہے۔

تفسیر صوفیانہ

اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِیْفًا ؕ وَ لَمْ یَكُ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۙ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰىهُ وَ هَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

بیشک قالب ملکوتی کا خلیلِ قلب

کائناتِ جسد کا امام و مرشد اور رہبر منزلِ قربِ ذات ہے۔ آستانۂ جلال پر وہی سجدہ ریز ہے۔ تمام خواہشاتِ ظاہری اور شہواتِ باطنی سے مبرّہ منزّہ پاکیزہ حُسنِ جمال سے آراستہ۔ الہاماتِ کمال سے پیراستہ ہے۔ شرکِ خفی کی گندگی والے مشرکین میں سے نہیں ہے۔ مشاہدۂ انوار اور تجلیاتِ سرمدی کی نعمتوں کا ہر حال و شان میں شکرِ جنانی کرنے والا ہے۔ اقلیمِ جسمانی میں فقط قلبِ ولایت کو ہی رب تعالیٰ نے رازِ بیرونی کے لیے اجتباءِ خُلّت فرمایا ہے۔ اور محبتِ الٰہیہ کے سیدھے راستے کی طرف قُربِ ذات کی ہدایت دی ہے۔ عارفِ حق کا دل پوری کائنات ہے یہ ہی نیابتِ اَسرار کا خلیفۂ ارضِ قالب ہے یہی شہ نشینِ صَفِیُّ اللّٰہ ہے۔ یہی کشتیٔ منزلِ قُرب اور جودیٔ انوار کا نوحِ اذکار ہے۔ یہی خلوتِ رازِ قدرت کا خلیل ہے۔ یہی وارداتِ الہامات کا کلیمِ طورِ تجلّیات ہے۔ یہی عرصہ گاہِ مناظرِ قدرت کا عُزیر ہے یہی عرفانِ لاہوتی کا مسیحِ جلوتِ قضا ہے۔ یہیں پر محبوبیت کا جلوہ آشکارا ہے۔ قلبِ مومن حنیفاً اور موحّدِ اعظم کے مَقامِ بلند پر جلوہ اَفروز ہے۔ اِسی قلب کو پہچاننا پوری کائناتِ نفس و ذات کو پہچاننا ہے اسی لیے حکم ہے کہ پہلے انسان دل کو پہچانے۔ کیونکہ تمام ارادوں کا اثر پہلے دل پر ہوتا ہے۔ پھر دل کے ذریعے جسم کے دوسرے اَعضاء پر پہنچتا ہے۔ لغتِ تصوّف میں اِس کو مقامِ روح کہا جاتا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ کی تمام نعمتیں اوّلاً عرش پر آتی ہیں پھر وہاں سے مقاماتِ ارضی و سماوی میں تقسیم ہوتی ہیں۔ اسی طرح عبادات ریاضات مراقبات کے اَسرار و اَنوار اوّلاً قلبِ عارف پر نزولِ اِجلال فرماتے ہیں پھر وہاں سے ظاہری یا باطنی اَعضاء پر۔ قلب جوہرِ لطیف ہے۔ جو اثراتِ لدنیہ کو عرشِ فوادؔ سے کرسیٔ عقل تک منتقل فرماتا ہے۔ قلبِ مسعود کے اس حصّے کو مقامِ روحِ قدس کہا جاتا ہے۔ تمام خزائنِ قدرت کا اِس میں نظارہ ہے۔ اسی لیے ارشاد ہوا کہ۔ وَاٰتَیْنٰهُ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّاِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ۔ اور ہم نے ہی عالمِ ناسوتی میں اَفکارِ نفسانیہ اور طاغوتِ شیطانیہ کی دنیا میں ولایتِ قلبی کو مشاہداتِ حَسنہ سے نوازا۔ اور بیشک وہ قلبِ محبوب کشفِ لطائف کی منزلِ آخرت میں عرفانِ الٰہی کی صلاحیت و قابلیت رکھنے والوں میں سے ہے (معانی۔ بیان) قلب و قالب کی یہ زندگی اس لیے ملی ہے تاکہ روح کو اِن لمحات میں مقامِ معرفت تک پہنچایا جائے۔ اے بندے خلیل بننے کے لیے معرفت ضروری ہے اور معرفت کے لیے خلوتِ حنیف لازمی ہے۔ جو خلوتِ مراقبہ میں رہکر یا حیّ یا قیوم کا ورد کرتا ہے وہ مقامِ بقا پاتا ہے۔ اس لیے معرفت کی جستجو کر۔ یہ جستجو ہی شکرِ نعمت ہے۔ بندۂ عارف وہ طائرِ لاہوتی ہے جو جبروتی پنجرے میں گوشہ نشین ہے وہ پنجرۂ اَنوار۔

ع۱ عبادت ع۲ بندگی اور ع۳ ریاضت ع۴ مشقّت۔ ع۵ قیام ع۶ شریعت ع۷ کلفت۔ ع۸ طریقت

معرفت ۔ حقوق ۔ امر ۔ نہی کی بارہ سلاخوں سے بنایا گیا ہے اور اس پر توحید کا رنگ چڑھایا ۔ اور
اس میں قرآن وحدیث کی پیالیاں رکھی گئی ہیں ۔ اور اعمالِ صالحہ کا رزقِ حسنہ ڈالا گیا ۔ نبوت کی چاشنی سے
میٹھا قوام دیا گیا ۔ رویتِ جمال کا شربت اور مشاہداتِ ملکوت کی چوریاں رکھی گئی ۔ ثُمَّ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ
مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۔ پھر تختِ عرفانی سے ہم نے چمن سالت
میں اسے روحِ کل تیری طرف القاءِ ازلی کی وحی بھیجی کہ قفسِ جسدی میں جلوہ افروز ہو کر ابراہیم قلب کی
طرح قدومِ ارادہ سے وادیٔ عرفان میں اتباع فرما ۔ اور مثلِ قلب خصائلِ نفس سے ہٹ کر آستانۂ الٰہیہ
پر حنیف ہو جا ۔ ابراہیم قلب کبھی بھی محبت و میلان ماسوا اللہ کے شرک کرنے والوں میں سے نہ
تھا ۔ عارفین کے قلوب کی سات خصلتیں ہیں ۔

۱ ارادۂ صادقہ کی زینت ۲ ماسوای کی طرف امید کی جنابت سے غسلِ وحدت کرنا ۳ شہوتِ نفس
کا ختنہ کر کے مٹا دینا ۴ محبتِ اغیار کے گندے بال مونڈ دینا ۵ راہِ معرفت میں لذتوں کی قربانی کرنا
۶ لمبی امیدوں کا سر مونڈ دینا ۷ چمن توحید کے پھولوں کی خوشبوءِ عشق لگانا ۔

اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا

فقط بنایا گیا تھا سینچر کا دن پر ان لوگوں جو اختلاف کر بیٹھے

ہفتہ تو انہیں پر رکھا گیا تھا جو اس میں مختلف ہو گئے

فِيْهِ ۭ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

میں اس اور بیشک رب آپ کا البتہ فیصلہ فرمائے گا درمیان ان کے دن قیامت ۔ میں

اور بیشک تمہارا رب قیامت کے دن ان میں فیصلہ کر دے گا

فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿١٢٤﴾ اُدْعُ اِلٰى

اس تھے وہ بیچ جس اختلاف کرتے ۔ بلائیے طرف

جس بات میں اختلاف کرتے تھے ۔ اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ

سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ

شریعت کے رب کی اپنے۔ سے طریقے اچھے اور نصیحت پیاری سے

پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے

وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ

اور مکالمہ کرو اُن مخالفوں سے ایسے لہجے سے جو بہت ہی اچھا ہو کیونکہ رب آپ کا وہی

اور اُن سے اِس طریقے پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو بیشک تمہارا رب

اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ

زیادہ جاننے والا ہے اُس کو جو گمراہ ہوا سے راستے اُس کے اور وہ بہت جاننے والا ہے

خوب جانتا ہے جو اُس کی راہ سے بہکا اور وہ خوب جانتا ہے

بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۲۵﴾

ہدایت پائے ہوؤں کو

راہ والوں کو

تعلق اِن آیات کریمہ کا پچھلی آیاتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق۔ پچھلی آیتِ کریمہ میں بیان فرمایا گیا تھا کہ یہودیوں نے کچھ ایسے ظلم کئے تھے جن کی بنا پر رب تعالیٰ نے بہت سی حلال چیزیں اُن پر حرام فرما دی تھیں۔ اب اُن کے وہ ظلم بتائے جا رہے ہیں۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت کریمہ میں حضرت ابراہیم کی ملت یعنی دینی سنتوں پر عمل پیرا ہونے کی سب مسلمانوں کو دعوتی تلقین فرمائی جا رہی ہے اب اِن آیات کریمہ میں یہودیوں کے اپنے دین چھوڑ کر اُس میں اختلاف کرنے کی بری رسم کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ کہ وہ قوم جو خود کو ابراہیمی کہلانے کے دعویدار ہیں وہ تو خود ہی زبردست فرقہ بندی کا شکار ہیں۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں حضرتِ ابراہیم اور اُن کی ملت کی شان بیان ہوئی تھی۔ اب اِن آیات میں اُس سچی راہ کی طرف اُن یہودیوں کو بلانے کی اجازت

دی جا رہی ہے۔ جس پر ہونے کا وہ یہودی اور دنیل کے دوسرے دین والے ہونے کا دم بھرتے ہیں۔

تفسیر نحوی اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۔ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۞ اِنَّمَا حصر دو لفظوں کا مجموعہ بسیط ہے جس سے حصر کا فائدہ ہوا بمعنیٰ فقط بس۔ (رترا) جُعِلَ۔ ماضی مطلق مجہول جَعْلٌ سے بنا بمعنیٰ مقرر کرنا۔ پسند کرنا۔ سپرد کرنا۔ یہاں تینوں معنیٰ مناسب ہیں۔ الف لام عہدِ خارجی۔ سَبْتُ۔ اسم مفرد جامد مذکر لغوی ترجمہ ہے۔ کام بند کرنا۔ کام چھوڑنا۔ چھٹی کرنا۔ اصطلاحی معنیٰ ہے آرام کرنا۔ اِسی سے ہے اَلنَّوْمُ سُبَاتٌ۔ نیند آرام ہے۔ منقولِ عرفی میں سینچر کے دن کو عبرانی سُریانی۔ اور زبور کی لغت (زبان۔ بولی) طورانی۔ اور عربی میں بھی سَبت کہتے ہیں۔ عربی کا اصلی نام سَبت ہی ہے۔ وجہ تسمیہ یہ کہ رب تعالیٰ نے تمام مخلوق چھ دن میں تخلیق فرمائی اور ایک باقی تھا کہ تخلیق مکمل ہو گئی اور ساری اقوامِ عالم کو اس دِن شکرانے کی عبادت کا حکم دیا گیا۔ تا عیسیٰ علیہ السّلام ان کو اتوار کا دن عبادت کا ملا کیونکہ وہ ابتداءِ تخلیق کا دِن ہے۔ مسلمانوں کو جمعہ کا مبارک دِن کہ وہ تکمیل کا دن ہے۔ سَبْتُ مرفوع ہے کیونکہ نائب فاعل ہے جُعِلَ کا۔ علیٰ جارّہ وجوب کے لیے اَلَّذِيْنَ اِسم موصول۔ اِخْتَلَفُوْا۔ باب افتعال کا ماضی مطلق صیغہ جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر جمع غائب اس میں پوشیدہ ہے اِس کا فاعل ہے اَلَّذِيْنَ۔ فِیْ جارّہ ظرفِ مجازی مکانی بمعنیٰ بارے میں۔ ہِ ضمیر واحد غائب کا مرجع سَبت ہے جار مجرور متعلق ہے اِخْتَلَفُوْا کا مصدر ہے اِختلافٌ بمعنیٰ۔ انکار کرنا۔ نہ ماننا۔ پیچھے ہٹنا۔ دور ہونا۔ خَلْفٌ سے بنا ہے۔ جملہ فعلیہ ہو کر صِلہ ہوا موصول صلہ مجرور متعلق ہے جُعِلَ کا۔ وہ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر مکمل ہوا۔ واوِ ابتدائیہ (استینافیہ) اِنَّ حرف تحقیق تاکید یہ رَبَّكَ۔ مرکّب اضافی اِسم اِنَّ۔ اسی لیے رَبَّ مفتوح ہے۔ لام زائدہ ابتدائیہ بمعنیٰ تاکہ یا تعلیلیہ یَحْکُمُ باب نصر کا مضارع مثبت معروف بمعنیٰ مستقبل ھُوَ مستتر کا مرجع رَبّ ہے۔ بَیْنَ اسم ظرف مکانی بمعنیٰ درمیان (نیچ) مضاف ہے ھُمْ ضمیر جمع غائب مجرور متصل مضاف الیہ ہے مرجع اَلَّذِيْنَ ہے مرکّب اضافی مفعول فیہ ہے یَوْمَ اسم مفرد جامد ظرفِ زمانی۔ مضاف ہے۔ الف لام عہدِ ذہنی قیامت۔ اسم مصدر ثلاثی۔ [illegible]تامی ہے بمعنیٰ کھڑا ہونا۔ مراد ہے میدانِ محشر۔ مضاف الیہ ہے۔ مرکّب اضافی ظرف ہے یَحْکُمُ کا۔ فِیْ جارّہ ظرفِ مجازی کے لیے مَا موصولہ۔ کَانُوْا یَخْتَلِفُوْنَ۔ باب افتعال کا ماضی استمراری صیغہ جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مرفوع اِس میں مقدّر ہے جس کا مرجع اَلَّذِيْنَ ہے۔ مصدر ہے اختلافٌ۔ بمعنیٰ کج بحثی [illegible]لینا۔ جھگڑا کرنا۔ مناظرانہ گفتگو کرنا۔ مجادلانہ باتیں کرنی۔ فِیْهِ جار مجرور کو درمیان میں لانے سے شدّت کلام اور

پیدا ہوئی۔ حصر کی۔ متعلق اور فاعل مستتر سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا۔ مَا۔ کا موصول صلہ مل کر مجرور۔ متعلق لَيَحْكُمُ کا۔ وہ جملہ فعلیہ خبریہ یا انشائیہ ہو کر خبر اِنَّ۔ اور جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مکمل ہوا۔ اُدْعُ اِلٰی سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اُدْعُ۔ فعل امر حاضر معروف۔ اَنْتَ اسم ضمیر مقدرہ اس کا فاعل جس کا مرجع ہے ذاتِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دَعْوٌ سے بنا ہے بمعنی بلانا۔ پکارنا۔ اِلٰی جارہ انتہاءِ غایت کے لیے سَبِيْل بروزن فعیل سُبُلٌ سے بنا ہے بمعنی بہت کھلا راستہ مبالغہ کا صیغہ ہے مضاف ہے رَبّ اسم مفرد جامد مضاف ہے كَ ضمیر واحد حاضر مضاف الیہ یہ دوہرا مرکب اضافی مجرور متعلق ہے اُدْعُ کا بِ جارہ سببیہ۔ الف لام جنسی۔ حکمت۔ اسم مصدر جامد یعنی حاصل مصدر۔ بمعنی عقل۔ علم تدبیر۔ یہاں ہر معنی مناسب ہے واؤ عاطفہ۔ الف لام جنسی۔ مَوْعِظَةِ۔ مصدر میمی ہے بروزنِ مَفْعِلَةٌ مَوْعِدَةٌ۔ وَعْظٌ سے بنا ہے۔ بمعنی ایسے طریقے سے نصیحت کرنا جس سے سننے والے کے دل پر اثر ہو۔ موصوف ہے۔ الف لام جنسی حَسَنَةِ۔ اسم مفرد جامد بمعنی عمدہ اچھی۔ فائدہ مند بحالتِ کسرہ ہے کیونکہ صفت تابع ہے۔ یہ سب عطف مل کر مجرور اور متعلق دوم اُدْعُ کا۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔ واؤ سر جملہ۔ جادِل بابِ مفاعلۃ کا امر حاضر معروف صیغہ واحد مذکر حاضر اَنْتَ اس کا فاعل پوشیدہ۔ مصدر ہے مُجادَلَةٌ۔ جَدْلٌ سے بنا ہے بمعنی باتوں سے جھگڑا کرنا۔ بحث کرنی۔ مناظرہ کرنا مقابلہ کرنا۔ یہاں بمعنی سمجھانا ہے هُمْ ضمیر جمع غائب مفعول بہ ہے جادِل کا۔ مرجع ہے اَلَّذِیْنَ مراد ہے کفار بِ جارہ سببیہ۔ اَلَّتِیْ۔ اسم موصول واحد مؤنث هِیَ۔ ضمیر واحد مؤنث غائب۔ مرفوع منفصل مبتدا ہے۔ اَحْسَنُ۔ اسم تفضیل مذکر غیر منصرف ہے اس لیے تنوین نہیں آسکتی۔ بحالتِ رفع خبر مبتدا۔ بمعنی بہت اچھائی والی۔ مضبوط دلیل والی بات۔ مبتدا خبر جملہ اسمیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مجرور ہو کر متعلق ہے جادِل کا وہ سب سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوگیا۔ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ اِنَّ حرفِ مشبہ بالفعل عمل میں۔ رَبَّكَ مرکب اضافی اسم اِنَّ۔ هُوَ۔ ضمیر واحد مذکر غائب مرفوع منفصل مبتدا ہے مرجع رَبُّكَ اَعْلَمُ۔ اسم تفضیل واحد مذکر۔ عِلْمٌ سے بنا ہے ترجمہ ہے۔ بہت جاننے والا۔ خیال رہے کہ صفت مشبہ اور صیغہ مبالغہ۔ اور اسم تفضیل میں یہ فرق ہے کہ ہمیشگی کے لیے صفت مشبہ ہوتا ہے۔ یعنی ہمیشہ کرنے والا۔ صیغہ مبالغہ لینے والے کی نسبت سے ہوتا ہے مثلاً زَیْدٌ عدل زید سراپا انصاف ہے یعنی جس کو یہ انصاف دیتا ہے اُس کو بہت انصاف ملتا ہے اور صحیح ملتا ہے اسم تفضیل کثرتِ تعدد کے لیے ہے۔ جیسے اعلم بہت جاننے والا۔ یعنی خود اُس کے پاس علم وغیرہ بہت ہے هُوَ مستتر اس کا فاعل ہے بِ جارہ مفعولیت (تعدی کا) مَنْ موصولہ خاص ہے

ذوی العقول کے لیے۔ ضَلَّ۔ باب نصر کا ماضی مطلق۔ واحد مذکر ھُوَ مستتر فاعل جس کا مرجع ہے مَنْ
ضَلَّ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے بمعنیٰ گمراہ ہونا لازم ہے عَنْ جارہ مجاوزت (دوری) کے لیے ہے
سَبِیْلِ۔ اسم مفرد مشتق۔ بمعنیٰ بہت کھلا راستہ۔ یعنی جب سے بنا اسی وقت سے کھلا۔ کیونکہ صفت
مشبہ میں ہمیشگی والی زیادتی پائی جاتی ہے۔ مضاف ہے ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مجرور متصل کا مرجع
رب تعالیٰ ہے ایک قول میں یہ ضمیر نفسی ہے۔ بمعنیٰ اپنے اور مرجع مَنْ موصولہ ہے۔ مگر یہ غلط ہے
مضاف الیہ ہے مرکب اضافی مجرور ہے ضَلَّ کا وہ جملہ فعلیہ ہوکر صلہ ہے مَنْ کا۔ موصول صلہ
مجرور متعلق ہے اَعْلَمُ کا۔ وہ جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر۔ خبر مبتدا۔ وہ جملہ اسمیہ ہوکر معطوف علیہ۔ واؤ عاطفہ ھُوَ
مبتدا۔ اس کا مرجع رب تعالیٰ اَعْلَمُ۔ اسم تفضیل واحد مذکر ترجمہ ہے بہت جاننے والا۔ ھُوَ اس میں
پوشیدہ ہے وہ ہی فاعل ہے جس کا مرجع۔ رَبَّكَ ہے۔ بِ جارہ تعدیہ۔ الف لام استغراقی بمعنیٰ تمام
مُهْتَدِیْنَ۔ باب افتعال کا اسم فاعل صیغہ جمع مذکر۔ اِهْتِدَاءٌ مصدر ہے۔ ترجمہ ہے ہدایت لینا۔ ہدایت
پانا۔ توفیق خیر یا ایمان ملنا۔ بحالت کسرہ ہے۔ مجرور ہے متعلق ہے اَعْلَمُ کے وہ جملہ اسمیہ ہوکر خبر مبتدا
وہ جملہ اسمیہ ہوکر معطوف۔ سب عطف مل کر خبر اِنَّ اور وہ جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر مکمل ہوا۔

تفسیر عالمانہ اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۚ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۔ یہ بھی ملتِ ابراہیمی
کی ہی پیروی ہے کہ نبی کریم اور اُمتِ مسلمہ کو عبادتِ خصوصیہ کے لیے جمعہ کا دن دیا گیا۔ ابراہیم کے لیے
بھی جمعہ کے دن کو خصوصی اور مقدس بنایا گیا تھا۔ ابراہیم اور اُن کے علاوہ تمام انبیاءِ عظام کے لیے بھی
یوم جمعہ قابلِ تکریم تھا۔ سَبْت یعنی سنیچر اور ہفتہ کا دن تو فقط اُن بنی اسرائیل یہودیوں اور قومِ موسیٰ کے
لیے بنایا گیا تھا جنہوں نے متبرک اور مقدس دن کے تعین و تقرر میں اپنے نبی حضرتِ موسیٰ سے اختلاف
کیا تھا۔ اور پھر جب رب تعالیٰ کی طرف سے ان کو بھی سبت کا دن دے دیا گیا اور اس سارے دن
میں ہر قسم کے تمام کاروبار چھوڑ کر یہاں تک کہ دکان تجارت۔ شکار اور اس دن کھانا پکانا چولھا جلانا
تک منع کر دیا گیا۔ تو کچھ سرکش لوگوں نے اس سخت پابندی کو برداشت نہ کیا اور یوم سبت کی بیحرمتی
اور اپنی شریعتِ موسوی کی نافرمانی کرتے ہوئے دیگر نیک فرماں بردار تابعدار لوگوں سے جھگڑا اور اختلاف
کیا۔ اُن پر رب تعالیٰ کی طرف سے سختی فرماتے ہوئے اس دن کے شکار کو بالکل حرام کر دیا گیا جب کہ اس سے پہلے
صرف شکار کرنا منع تھا لیکن شکار کا گوشت حرام نہ تھا۔ مگر فقط ان کی نافرمانیوں سرکشیوں گستاخیوں کے بعد ان پر سب گوشت حرام کر دیا گیا۔ اور
گویا کہ یوم سبت اُن پر مسلط اور رب کا قہر بنا دیا گیا۔ اب یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سختی اور حرمت حضرتِ ابراہیم

پر تھی اور اُس وقت سے یوم سبت مخصوص اور متبرک ہے اور اُس دن کا شکار اُس زمانے سے حرام چلا آرہا ہے اور اپنی اسی بناوٹی سمجھ کی بنا پر مسلمانوں پر اعتراض کر رہے ہیں کہ اگر تم ملت ابراہیم کے تابع ہو تو سبت کی تعظیم کیوں نہیں کرتے اس دن کے شکار کا گوشت حرام کیوں نہیں جانتے ۔ اس دن چھٹی کیوں نہیں کرتے ۔ یوم جمعہ کی عظمت اور عبادتِ خصوصیہ کیلئے اسکی تعیین کیوں کرتے ہو یہ تو ملتِ ابراہیمی کے خلاف ہے ۔ مگر یہ اعتراض موجودہ یہودیوں اور اُن سے سُن سُن کر مشرکین مکہ کا ان کی حمایت ہے ۔ اور بیشک آپ کا رب تعالیٰ اپنا فیصلہ قیامت میں فرمائیگا ان تمام غلط عقیدوں کے بارے میں جن میں وہ دنیا میں جھگڑے اور اختلاف کرتے رہتے تھے ۔ واقعہ اس طرح ہے کہ جب دنیا میں پہلی آسمانی کتاب توریت مقدس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئی اور اس میں نئی شریعت دی گئی تو اُسی شریعت کے تحت اُن کی عبادت کے لیے ایک دن متعین کرنے کا مسئلہ پیش آیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بحکم ربّ العالمین رب تعالیٰ اور سابقہ تمام انبیاء کرام کا مقدس دن یوم جمعہ پیش فرمایا مگر یہودی قوم نے اپنی جھگڑالو فطرت کے مطابق اُس میں بھی حضرتِ موسیٰ سے اختلاف کیا اور کہا نہیں ہم کو یہ دن پسند نہیں ہم تو یوم سبت پسند کرتے ہیں اس لیے کہ بقولِ توریت اللہ نے چھ دن میں زمین و آسمان اور سمندر بنائے جو اتوار کو شروع ہوئے اور جمعہ کو ختم ہوئے ۔ ہفتے (سبت) کا دن فراغت کا ہوا لہٰذا ہم بھی چھ دن کام کریں گے اور سبت کو فارغ رہا کریں گے ۔ چونکہ یہ انبیاء کرام کی نسلیں تھیں اس لیے لاڈلی تھیں لہٰذا ان کی یہ بات بھی مان لی گئی اور خصوصیت کی عبادتوں کا حکم اسی دن کے لیے مقرر ہوگیا ۔ نیک لوگوں نے تو تاعمر اس پر عمل کیا مگر بدکار لوگوں نے کچھ دن کے بعد طرح طرح کی عہد شکنیاں اور نافرمانیاں شروع کردیں اور حضرت موسیٰ کی خلاف ورزیاں کرتے ہوئے دینِ موسوی کے مخالف حرکتیں اور عادتیں شروع کردیں ۔ اس لیے سرکشی و نفسانی خواہشات کی روک تھام کے لیے اللہ کی طرف سے سختیاں بڑھتی گئیں اس ضمن میں پہلے اونٹ پھر ہر ناخن والا جانور جن میں خرگوش بھی شامل تھا پھر گائے بکری کی چربی حرام کی گئی اور پھر آبی سمندری شکار قطعاً حرام کردیا گیا ۔ حالانکہ سزا سے پہلے صرف عبادت کرنے کے لیے تمام کاروبار دنیوی اور شکار حرام تھا ۔ اور اگر کوئی شکار کر لیتا تو وہ جانور دوسروں کے لیے حلال ہی رہتا تھا ۔ جیسا کہ آج کل بحالتِ احرام خشکی کا شکار صرف شکاری کے لیے ممنوع ہے دوسرے کے لیے حلال ہے ۔ اور شکاری شرعی مجرم ہے اسی طرح بنی اسرائیل پر اولاً اس طرح ہوا ۔ پھر سزائے کلی حرام ہوا شکاری پر بھی اور دوسروں پر بھی تو یہ حرمت عارضی اور سزائی تھی جس کو موجودہ یہودی شرعی سمجھتے ہیں ۔ اور اس کی ابتدا حضرت ابراہیم تک لیجا کر مسلمانوں کی اتباعِ ابراہیمی پر طعن کرتے تھے ۔ یہاں اسی بات کا جواب دیا جارہا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا جارہا ہے کہ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ۔ اے حبیب کریم چونکہ دنیا بھر کے اکثر کفار مشرکین و یہود و

نصاریٰ ابراہیم علیہ السلام کو ماننے اور محبت کرنے کا دم بھرتے ہیں اور ملت ابراہیمی آپ کے پاس ہے اس لیے تاقیامت تمام لوگوں کو آپ خود بلا واسطہ یا واسطۂ امت صحابہ اولیا علما۔ دینِ اسلام قرآن و حدیث اور سچی ملتِ ابراہیمی کی طرف بلائیے اہلِ عقل ذی شعور دانشوروں حق کے متلاشیوں کو۔ اپنی حکمت حقانیت مضبوط دلائل یقینی برہانوں کے ذریعہ اور عوام کو بلائیے اچھی باتوں دل نشین گفتگو پیاری مثالوں۔ اور ناراضی رب تعالیٰ کی نذارتوں خوشنودی و رضاءِ الٰہی کی بشارتوں جہنم و جنت کی سزاؤں جزاؤں دنیا میں رب تعالیٰ کی نعمتوں رحمتوں کے میٹھے ذکر سنا سنا کر۔ اور موعظۂ حسنہ کے ذریعے۔ اور جو لوگ اسلام قرآن اور اللہ رسول کی مخالفت میں ضد ہٹ دھرمی غرور تکبر اور بیہودہ دلیلیں فضول اعتراض لے کر آپ سے مناظرہ کرنے آئیں تو اُن سے نہایت احسن۔ خوش رُو اور بے مثال جوابات مضبوط دلائل اُن کے تسلیم شدہ عقائد سے الزامی سوالات کے ذریعہ مجادلہ فرمایئے۔ تاکہ اُن کی ساری شیخی غرور اپنے علم کا تکبر مٹ کر رہ جائے۔ اور آپ کے براہین قاطعہ سے لرزہ براندام ہو جائیں۔ کوئی مانے یا نہ مانے یہ آپ کی ذمے داری نہیں کیونکہ۔ بیشک آپ کا رب ہی زیادہ جاننے والا ہے اس کو جو بدنصیب آپ جیسے رحمۃ عالمین راحۃ عاشقین مشفق کامل کی سچی باتوں نصیحتوں دلیلوں کے بعد بھی اللہ کے راستے اس کے سچے اور حق دین سے گمراہ ہی رہے اور وہی اللہ زیادہ جاننے والا ہے اُن خوش نصیبوں کو جو آپ کے دامنِ رافت میں آ کر آپ کی حکمت بھری نصیحتیں سن کر دینِ اسلام اور ملتِ ابراہیم کی ہدایت پانے والے ہیں۔ یہ آیت کریمہ ظاہراً تو مختصر لفظ میں لیکن حقیقت میں اصولِ رشد و ہدایت حکمت و دلائل۔ مواعظہ حسنہ اور مجادلۂ عظمیٰ دعوتِ اسلام۔ خوشگوار گفتار فنِ مناظرہ طریقۂ مکالمہ ضوابطِ مجادلہ اور حصولِ مکابرہ میں اصول اور عظیم علمی خزانہ ہے۔ چونکہ انسان اپنی ذہنی کیفیات کے اعتبار سے تین قسم کے ہیں اس لیے اس آیت میں تمام مبلغین اسلام کو تین طرح دعوت و تبلیغ کا حکم دیا گیا۔

ع۱ کچھ خاص لوگ اہلِ شعور اور حق کے متلاشی ہوتے ہیں ان کو حکمت و دلائل یقینیہ کی روشنی میں دعوت دینا ہی مفید ہے۔ ع۲ اور اکثریت عوام کی ہوتی ہے ان دونوں قسموں کے لوگوں کو خود بلانا پڑتا ہے اس لیے ان دونوں گروہوں کے لیے فرمایا۔ اُدْعُ۔ ان کو دعوت دیجئے اور ان کے پاس جائیے ع۳ کچھ لوگ ضدی طبیعت بد دماغ۔ متکبر عادت۔ اور سخت قسم کے منکر۔ اور ہر حال میں خود کو سچا سمجھنے والے اور ہر داؤ پیچ۔ چرب زبانی۔ حیلہ بازی۔ جھوٹ و سچ دجل و فریب سے اپنی برتری چاہنے والے ہوتے ہیں۔ ان کے سامنے اگر ذرا بھی علمی نرمی دکھائی جائے یا اُن کی پاس خاطر میں کچھ

عزت رکھی جائے تو ان کا غرور و تکبر۔ سرکشی خود نمائی اور بڑھ جاتی ہے۔ ایسے لوگوں کو بلانا نہیں پڑتا بلکہ اپنی حماقت سے حق کے مقابل مناظرے و مجادلے کے لیے خود آ جاتے ہیں ان کیلئے فرمایا گیا وَجَادِلْهُم۔ یعنی علم کی سختی طبیعت و گفتار کی نرمی دلائل کی کرختگی اور باتوں کی خوش خلقی سے ایسی مار مارو کہ مزاج درست ہو جائے۔ قرآن عظیم نے ہر مقام پر اہل ایمان کو یہی اسلوب بیان اور طریقہ سکھایا ہے۔ یہاں تین قسم کے دلائل کا ذکر فرمایا۔ ع۱ دلائل اقناعیہ تحقیق و یقین تک پہنچانا ع۲ دلائل افحامیہ۔ سامع کی تسلی اور مطمئن کرنا ع۳ دلائل جدلیہ۔ مدمقابل کو لاجواب کرنا اس پر اسی کے مسلمات کو لازم کرنا کہ ماننے پر مجبور ہو جائے۔ منکر و مغرور کے دلائل کو شغبیہ کہا جاتا ہے تا قیامت مسلمانوں کو اس آیت کریمہ کے ذریعے چند چیزوں سے روکا جا رہا ہے اور چند باتوں کا حکم دیا جا رہا ہے کہ ع۱ تبلیغ کے شوق سے پہلے۔ مبلغ کے پاس علم حکمت علم مواعظہ حسنہ اور علم دلائل اور اپنی دینی معلومات پوری طرح ہونی ضروری ہیں ورنہ نادان بے علم غیر تربیت یافتہ بستر بند مبلغ تو دین اسلام کے لیے نقصان دہ ہے ع۲ مبلغ میں سخت مزاجی درشتی نہ ہو۔ ع۳ دنیوی لالچ خوف و ہراس نہ ہو۔ تبلیغ اسلام اتنی اہم ہے کہ اس کی تعلیم خود رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں عطا فرمائی۔ اغیار کے سامنے ایسا احسن طریقہ پیش کرنا چاہیئے کہ کوئی اپنا پرایا یہ نہ سمجھے کہ یہ کوئی اپنی علیحدہ پارٹی یا گروہ بنانا چاہتے ہیں بلکہ اغیار کے دلوں میں یہ بات ضرور بیٹھ جائے کہ یہ رب تعالیٰ کے راستے کی دعوت ہے۔ دلائل ایسے شاندار ہوں کہ شک کا اندھیرا دور ہو جائے اور عقلوں کا اندھیرا نور یقین میں بدل جائے اخلاق ایسے میٹھے اور پاکیزہ کہ منزل اسلام سے دور ہٹنے والے بھی اجنبیت بھول کر قرب و یگانگت پائیں حسنہ ایسا کہ پتھر دل موم ہو جائیں۔ گویا کہ انداز حکیمانہ۔ نصیحت خیر خواہانہ۔ اور جدل و دلیل شریفانہ ہوں۔ جس مجادلے اور مکالمے کی رب تعالیٰ اجازت عطا فرما رہا ہے اس کا مقصد صرف حق رسانی اور مخالف کے دل دماغ میں یقین پیدا کرنا ہے۔ ہرانا شکست دینا۔ سننے والوں کی نظروں میں ذلیل و رسوا کرنا۔ اور مدمقابل کے دل کو دکھ پہنچانا۔ ضد میں لانا۔ نفرت سے بھرنا مقصود نہ ہو۔ اگر مخالف کو صرف چپ ہی کرانے کی نیت ہو تو وہ حق پرستی اور للّٰہیت نہیں ہو سکتی۔ نہ سچی تبلیغ۔ مگر موجودہ دور کی اور قوم مسلم کی کتنی بدقسمتی ہے کہ آج دین و دنیا کی ہر چیز میں جھگڑا۔ فساد۔ بحث و نزاع فتنہ اور انانیت ہی باقی رہ گئی ہے۔ آج ہر کام ہر بات دینی ہو یا دنیوی ذاتی اور نفسانی خواہش کے لیے کی جاتی ہے۔ ہر میدان میں اپنی ہی جیت ضروری سمجھی جاتی ہے خواہ جائز طریقے سے یا ناجائز طریقے سے۔ مگر منشاء پروردگار یہ ہے کہ مومن کی ہر بحث مناظرہ و مکالمہ لڑائی جھگڑا دوستی دشمنی فقط حق و صداقت سچائی و انصاف۔ اور اللہ رسول

کے لیے ہو۔ یہی مجادلہ احسن اور مومن کو یہی طریقہ اختیار کرنا چاہیئے کم از کم دین و ایمان کے معاملے میں نفسانیت اور کج بحثی اور ضمیر کشی نہیں ہونی چاہیئے۔

فائدے

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ۔ رب تعالیٰ کے تمام فیصلے دنیا میں بتا دیئے گئے ہیں۔ مگر اس کا نفاذ قیامت میں ہو گا۔ یہاں دنیا میں بتا دینے کا مقصد خوف اور امید پیدا کر کے انسانوں کو سچا بندہ بنانے کے لیے ہے۔ یہ فائدہ لَیَحْکُمُ بَیْنَهُمْ فرمانے سے حاصل ہوا کہ لیحکم کی ایک تفسیر یہ معنی ہے کہ قیامت کے دن فیصلہ ربانی ہر شخص کے بارے میں نافذ ہو گا۔ ورنہ کفر فسق اور ایمان کے نتائج تو آج ہی ہر شخص کو قرآن و حدیث اور علماء اسلام کے ذریعے معلوم ہے۔

دوسرا فائدہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تا قیامت ساری مخلوق کے نبی ہیں۔ اور دین اسلام ہی اب اللہ کی طرف جانے والا واحد راستہ ہے۔ باقی تمام دین باطل ہیں۔ خواہ ان کا کچھ نام رکھ لیا جائے۔ یہ فائدہ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ (الخ) سے حاصل ہوا کہ صرف نبی پاک کو ہی حکم ہوا کہ ساری مخلوق کو اپنے رب کے راستے کی طرف بلاؤ لہٰذا آج دنیا میں صرف نبی کریم کا بلانا ہی رب تعالیٰ کا بلانا ہے۔

تیسرا فائدہ۔ دینی تبلیغ کے لیے بے دینوں باطل فرقوں سے مناظرہ کرنا جائز ہے۔ مگر مناظر اسلام کو مناظرہ میں وہ تعلیم یاد رکھنا چاہیئے جس کی تعلیم یہاں دی جا رہی ہے۔ تاکہ رب تعالیٰ کی مدد شامل حال ہو۔ یہ فائدہ وَجَادِلْهُمْ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔ **چوتھا فائدہ۔** سچے اور صحیح اور مضبوط دلائل والے مناظرے کے بعد بھی یہ یقینی و ضروری نہیں کہ باطل کی نظری بے دینی ختم ہو جائے یا تقدیری گمراہی بدل جائے۔ گمراہ اور بے دین اگرچہ شکست کھانے کے بعد بھی بے دین ہی رہے لیکن مخلص مناظر اسلام کو اس کی نیک نیتی کا ثواب مل جائے گا۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ یہود و نصاریٰ پر سنیچر (یوم سبت) کے پورے دن۔ عبادت خانے میں رہ کر دن گزارنا . . . . اور عبادت کرنا فرض تھا۔ لیکن ہم مسلمانوں کے لیے جمعہ کے سارے دن چھٹی اور دنیوی کاروبار چھوڑنا صرف مستحب ہے تاکہ غسل وغیرہ باسہولت کر سکیں۔ یہودیوں عیسائیوں کے لیے اس دن صبح سے شام تک کوئی دنیا کا کام کرنا حرام تھا مگر مسلمانوں کے لیے صرف جمعہ کی پہلی اذان سے نماز جمعہ کی دوسری چار مؤکدہ سنتوں تک ہر قسم کا دنیوی کاروبار خرید و فروخت لین دین حرام ہے۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ جمعے کے وقت جمعہ چھوڑ کر جو بھی چیز لی دی جائے وہ حرام کمائی ہے۔ یہ

مسئلہ۔ اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ**۔ امتی پر انبیاء کرام کی رائے اور مشورہ ماننا بھی اشد ضروری ہے۔ اور مشورہ ماننے والے سلامتی اور دینی دنیوی معاملات واحکام میں نجات۔ کامیابی۔ کامرانی حاصل کر لیتے ہیں مگر نہ ماننے والے دین دنیا میں ناکام نامراد اور ذلیل ورسوا ہوتے ہیں۔ یہ مسئلہ كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ۔ سے مستنبط ہوا کہ عبادت کے لیے دن کے تقرر میں جن چند لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام کی بات مانی تھی وہ تو یوم سبت میں بھی ٹھیک ہی پابند رہے۔ مگر جس اکثریت نے اپنی بات منوا کر جمعہ چھوڑ کر ہفتہ پسند کیا وہ اپنے اس دن کی بھی پوری پابندی نہ کرسکے اور بُری طرح عذاب اور شکلیں مسخ ہونے کی ذلت میں خراب وہلاک ہوئے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ یعنی یہودیوں پر ہفتے (سنیچر) کا دن مسلط کر دیا گیا رب تعالیٰ نے اپنی رضا سے یہ دن مقرر نہیں فرمایا رب کی رضا والا دن تو فقط یوم جمعہ تھا۔ اسی لیے تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے جمعہ کا دن پسند فرمایا۔ آخر جمعے میں وہ کونسی خصوصی اور عقلی شان ہے جو دوسرے کسی دن کو نہیں۔

جواب۔ یوم جمعہ کی خصوصی شان آیت واحادیث میں بیشمار مذکور ہوئی ہیں جن میں چند ایک یہ ہیں جن کو عقل بھی تسلیم کرتی ہے ۱۔ یہودیوں کا یوم سبت فراغت کا دن تسلیم کیا گیا۔ اس لیے یہود نے اپنی عقل سے یوم سبت کو پسند کیا۔ عیسائیوں کا یوم احد یعنی اتوار کا دن آسمانوں زمین کی پیدائش کا ابتدائی دن ہے۔ اس لیے عیسائیوں نے یہ پسند کیا۔ یہ اُن کی اپنی اپنی عقلوں کی باتیں ہیں مگر یوم جمعہ تکمیل اور کمال کا دن ہے۔ اس لیے یہ یوم تشکر ہے کہ آج کے دن نسل انسانی کے لیے رب تعالیٰ کے بڑے بڑے انعام آسمان چاند سورج ستارے اور رہائش انسانی کے لیے شاندار وسیع زمین کی خلقت مکمل ہوئی۔ لہٰذا اس کا شکریہ ادا کرنا انسان پر فرض۔ شکریہ تو عبادت سے ہوتا ہے۔ اس لیے جمعہ خصوصی عبادت کا دن بنایا جانا عقلاً درست ہے۔ بائبل میں یوم سبت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ کی بڑی گستاخیاں کی گئی ہیں کہ رب نے چھ دن میں آسمان و زمین بنائی اور ساتویں دن ریسٹ (آرام) کیا۔ اور تازہ دم ہوا۔ (پیدائش باب اول آیت ۱ تا ۳۱۔ خروج باب ۳۱ آیت ۱۷ تا ۲۴) ۲۔ جمعے کے دن سرزمین دنیا پر فرشتوں کا پہلا سجدہ آدم کو اور آدم علیہ السلام کا پہلا سجدہ اللہ کو ہوا۔ ۳۔ نسل انسانی کے پہلے انسان حضرت آدم جمعہ کو پیدا کئے گئے۔ وغیرہ وغیرہ اس لیے یہ دن رب تعالیٰ کا پسندیدہ ہے۔ اور یہ دن فراغت لینے کا دن نہیں عبادت کرنے کا دن ہے۔

دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا اِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بیشک آپ کا رب قیامت کے دن ضرور

اُن کے درمیان فیصلہ فرمادے گا۔ سوال یہ ہے کہ فیصلہ تو قرآن مجید کے ذریعے دنیا میں ہی ہوگیا ہے کہ کون کافر ہے کون مومن۔ کون مجرم ہے کون صحیح ہے۔ اسی لیے کفّار سے جہاد کیا جاتا ہے۔ اور مشرکین کو برا سمجھا جاتا ہے ورنہ جرم ثابت ہونے سے پہلے تو کسی کو مجرم اور برا نہیں کہا جا سکتا۔ قیامت کا دن تو صرف سزا کا دن ہے۔ تو پھر یہ کیوں فرمایا گیا۔

جواب: دنیا میں صرف اچھے برے کی وضاحت کی گئی ہے کسی بھی مجرم کے بارے میں عدالت الٰہیہ کا کوئی فیصلہ نہیں کیا گیا۔ عدالت کے فیصلے کے بعد کسی مجرم کو آزاد کھلا نہیں چھوڑا جا سکتا۔ یہاں تو ہر کافر۔ مجرم۔ ظالم۔ آزاد پھر رہا ہے۔ ثابت ہوا کہ ابھی کسی کے بارے میں فیصلہ نہیں نیز موت سے پہلے پہلے کسی بھی کافر کو انفرادی طور پر لعنت ڈالنا یا برا کہنا شرعاً منع ہے۔ اس لیے کہ تمہیں معلوم آج یہ کافر ہے کل ہی مومن ہو جائے۔ اسی طرح موت کے بعد بھی کسی کافر پر لعنت کرنا منع ہے۔ جب تک کہ یقینی اس کا کفر پر مرنا معلوم نہ ہو جائے۔

تفسیر صوفیانہ

اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۔ فقط سبت مشقت ریاضت کا اِن اور ترکِ لذات کی پابندی۔ اُن طبیعتِ شقاوت پر ڈالی گئی تھی جنہوں نے عبادتِ ربانی کی اداء کا میں غفلت۔ سستی۔ کسل۔ کساوت۔ نفرت۔ انکار۔ کفران کی خصیص عادتوں کے ذریعہ اختلاف کیا۔ اور مشغولیتِ اعضاءِ ظاہری میں بخل کیا۔ اور ایسے لوگوں کے درمیان تیرا پروردگار وادیِ حیرت میں قیامتِ صغریٰ کے لمحات میں قضاء و قدر کا حکم فرمائے گا۔ کہ اختلافِ تصورات میں کون صادق کون کاذب ہے۔ یہ فیصلہ قلب وقالب کی وادیِ فغان میں ہر آن ہو رہا ہے۔ ضمیر سے آوازۂ عبرت بلند ہو رہا ہے کہ اسے سندوتم دنیا کے پیچھے اپنے اوقات برباد کرتے ہو۔ کیونکہ خدا کی عبادت نہیں کرتے۔ اوقاتِ زندگی کو آلائشِ دنیا میں ڈبوتے ہو اور خدا سے دور ہوتے ہو۔ اور اپنی عاقبت خراب کرتے۔ جو رب تعالیٰ کا پیارا ہوتا ہے وہ مراقبۂ خلوت میں کثرتِ عبادت میں مصروف رہتا ہے اور خود کو معصیت سے باز رکھتا ہے اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۔ نفوسِ بشریہ کے جواہر ماہیت میں مختلف ہیں۔ بعض جواہر چمکدار صاف شفاف ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا تعلق اور لگاؤ جسم سے بہت کم ہوتا ہے۔ اور عالمِ روحانیت کی طرف بہت زیادہ جذب ہوتا ہے۔ اور بعض جواہر کدورت کی ظلمت والے ہیں اُن کا تعلق جسمانیت سے بہت زیادہ اور روحانیت سے بہت کم اور یہ خصلتیں اور استعداد ہر جوہر

کے لوازمات سے ہوتی ہیں۔ اسی لیے اُن کا تغیر و زوال ممتنع ہوا۔ تلب مسعود کو حکم دیا جا رہا ہے کہ پہلے گروہ نفس کو حکمت و موعظہ حسنہ سے راہ طلب اور منزل معرفت کی دعوت مراقبہ دے اور دوسرے پورے گروہ ظلمت کو جدال احسن سے مغلوب کر لیکن پھر بھی شقاوت کے گمراہ اور سعادت کے مہتدین کو رب تعالیٰ ہی زیادہ جاننے والا ہے۔

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ

اور اگر پچھلے جرموں کی سزا دینا چاہو تم اِن شکست خوردہ کفار کو تو پچھلے جرموں کی سزا دو اسی کی مثل جو تم پہلے ستائے گئے

اور اگر تم سزا دو تو ایسی ہی سزا دو جیسی تمہیں تکلیف پہنچائی تھی

بِهٖ ۚ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴿١٢٦﴾

اور اگر تم نے صبر کر لیا تو وہ بہت ہی اچھا ہے لیے صابروں کے۔

اور اگر تم صبر کرو تو بیشک صبر والوں کو صبر سب سے اچھا۔

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ

اور آپ تو ضرور ہی صبر کرو۔ اور نہ ہوگا صبر آپ کا مگر توفیق سے اللہ کی اور نہ غم فکر کرو

اور اے محبوب تم صبر کرو اور تمہارا صبر اللہ ہی کی توفیق سے ہے اور اُن کا غم نہ کھاؤ

عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿١٢٧﴾

ان پر۔ اور نہ ہو تم میں دل رنجیدگی کی تنگی اُن مکاریوں کی وجہ سے جو وہ کرتے رہتے ہیں

اور اُن کے فریبوں سے دل تنگ نہ ہو

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ

یقیناً اللہ ساتھ ہے اُن کے جو متقی بنے رہے اور اُن کے

بیشک اللہ اُن کے ساتھ ہے جو ڈرتے ہیں اور

هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿۱۲۸﴾

جو اچھا برتاؤ کرنے والے ہیں

جو نیکیاں کرتے ہیں

تعلق ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔
پہلا تعلق۔ پچھلی آیت کریمہ میں ان یہودیوں کو سمجھانے کا اور دعوت اسلام دینے کا ذکر ہوا جو مشرکین مکہ سے مل کر ان کو بھڑکاتے اور طرح طرح سوالات کراتے تھے اور کفار مکہ ان کے کہنے پر مسلمانوں کو ستاتے رہتے تھے۔ اب ان آیت میں مشرکین سے بدلہ لینے کی طاقت پانے کے وقت کے متعلق مسلمانوں کو سمجھایا جا رہا ہے کہ تم زیادہ سختی نہ کرنا کیونکہ وہ ظلم جہالت کی وجہ سے کرتے ہیں مگر تم اے مسلمانوں جہالت سے دور رہو۔ **دوسرا تعلق**۔ پچھلی آیت میں کفار سے بحث کرنے کا ذکر ہوا اب ان آیت میں بالکل ہی صبر کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ **تیسرا تعلق**۔ پچھلی آیت میں گمراہوں اور ہدایت والوں کا ذکر ہوا۔ اب ان آیات میں ہدایت والوں کی شان اور علامات بیان فرمائی جا رہی ہیں۔ کہ شان تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے اور علامات یہ ہیں کہ وہ متقی اور محسنین ہیں۔

شان نزول۔ امام حاکم مستدرک نے ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے اور امام بیہقی اور بزار نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا کہ جنگ احد میں کفار مکہ نے مسلمان شہدا کے چہروں کو مثلہ کیا یعنی زخموں سے بگاڑا اور پیٹ چاک کئے خاص طور پر حضرت حمزہ کو تو بہت ہی ستایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت صدمہ ہوا اور قسم فرمائی کہ ایک حمزہ کے بدلے میں ستر کافروں کو قتل کروں گا اور یہی حال کیا جائے گا۔ اس پر سات آیات نازل ہوئیں۔ از آیت ع۱۲۲ تا ع۱۲۸۔ مگر بروایت ابن حصار صحیح یہ ہے کہ آخری تین آیتیں نازل ہوئیں یعنی ع۱۲۶ تا ع۱۲۸۔ اور یہ آخری تین آیات تین دفعہ نازل ہوئیں ایک دفعہ مکہ مکرمہ میں ہجرت سے چند دن پہلے مہاجرین کو دکھ دینے والے کفار کے بارے میں دوسری دفعہ میدان احد میں اسی مثلہ کرنے کے واقعے کے بعد تیسری دفعہ فتح مکہ کے دن۔ واللہ ورسولہٗ۔ ابھی تک یہ تمام شان نزول اور اسباب نزول از تفسیر خزائن العرفان اور خازن اور اَسْبَابُ النُّزُوْلِ لِلسُّیُوْطِیْ سے نقل کئے گئے۔

تفسیر نحوی وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ

واؤ ابتدائیہ اِنْ حرفِ شرط عَاقَبْتُمْ۔ بابِ مُفَاعَلَۃٌ کا ماضی مطلق مثبت معروف انشائیہ ہے مفاعلۃ یہاں دو طرف کے معنی میں نہیں ہے اگرچہ اصلی معنی دو طرفہ ہی ہیں۔ مگر یہاں یک طرفہ سزا مراد ہے اِنْ شرطیہ کی وجہ سے بمعنی مستقبل۔ عُقْبٌ سے بنا ہے بمعنی۔ بعد میں ہونا منقولِ اصلاحی میں ترجمہ ہے بدلا لینا کیونکہ بدلہ بھی بعد میں ہی ہوتا ہے۔ اَنْتُمْ اس میں پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل ہے۔ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہوکر شرط۔ فَ جزائیہ عَاقِبُوْا باب مُفَاعَلَۃٌ کا امر ہے۔ جمع مذکر حاضر۔ اَنْتُمْ مستتر فاعل بِ جارّہ زائدہ۔ یا سببیہ۔ مِثْلِ اسم مفرد جامد تشبیہی۔ بمعنی برابر مضاف ہے مَا۔ موصولہ۔ عُوْقِبْتُمْ۔ بابِ مُفَاعَلَۃٌ کا ماضی مطلق مجہول صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اَنْتُمْ ضمیر حاضر مستتر۔ فاعل۔ بِ تعدیہ کی ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مجرور متصل مرجع ذہنی عقاب پوشیدہ ہے۔ یہ جار مجرور متعلق ہے عُوْقِبْتُمْ کا۔ وہ جملہ فعلیہ ہوکر صلہ ہوا موصول صلہ مل کر مضاف الیہ مِثْل کا۔ یہ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے عَاقِبُوْا کا۔ یہ جملہ فعلیہ ہوکر جزا۔ شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ ہوکر مکمل ہوا۔ واؤ استینافیہ لام غیر عاملہ ابتدائیہ۔ یہ لام ہر اسم فعل مشتق غیر مشتق (جامد) یہاں تک کہ حروف پر بھی آجاتا ہے۔ ہمیشہ مفتوح ہے۔ اِنْ حرفِ شرط۔ صَبَرْتُمْ۔ بابِ نَصَرَ کا ماضی مطلق صیغہ جمع مذکر حاضر اَنْتُمْ ضمیر مستتر اس کا فاعل جس کا مرجع (ہے مسلمان صحابہ کرام ذہنی ہے۔ یہ جملہ فعلیہ ہوکر شرط۔ لام غیر عاملہ هُوَ ضمیر مرفوع منفصل مبتدا خَیْرٌ اسم حاصل مصدر بمعنی اچھا۔ مفید۔ شر کا مقابل۔ لام جلالہ الف لام استغراقی۔ صَابِرِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ بحالتِ جر۔ صَبْرٌ سے بنا ہے بمعنی۔ برداشت کرنا رکنا۔ بدلہ نہ لینا۔ شکوہ شکایت نہ کرنا۔ یہاں پہلے معنی میں ہے۔ جار مجرور متعلق ہے خَیْرٌ مصدر کے مصدر اپنے متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہوکر خبر ہوئی مبتدا کی مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ ہوکر جزا۔ شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔ واؤ سر جملہ۔ اِصْبِرْ بابِ ضَرَبَ کا امر حاضر معروف واحد حاضر اَنْتَ ضمیر واحد پوشیدہ مرجع ذاتِ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہوکر معلول ہوا واؤ سببیہ تعلیلیہ بمعنی کیونکہ۔ اور یہاں مَا نافیہ مشبہ بلیس ہے صَبْرٌ اسم جامد۔ بمعنی قوتِ برداشت نرم طبیعت۔ مضاف ہے لَکَ ضمیر مضاف الیہ۔ مرکب اضافی مستثنیٰ منہ۔ اِلَّا حرفِ استثنا مفید مفرغ۔ بِ جارّہ بمعنی مِنْ ابتدائیہ یعنی طرف سے اللّٰہِ مجرور متعلق ہے تَوْفِیْقٌ مصدر پوشیدہ کا۔ مصدر اپنے متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہوکر مستثنیٰ ہوا دراصل یہاں مستثنیٰ منہ پوشیدہ ہے۔ اصلاً عبارت اس طرح ہے وَمَا صَبْرُکَ مِنَ الْاَشْیَآءِ اِلَّا تَوْفِیْقًا بِاللّٰہِ اس لیے یہ مفرغ اب صبرک قائم مقام ہے۔ یہ دونوں مستثنیٰ منہ اور مستثنیٰ علت ہوئے وَاصْبِرْ۔ معلول علت مل کر جملہ تعلیلیہ ہوگیا۔ واؤ سر جملہ لَا تَحْزَنْ۔ بابِ سَمِعَ کا فعل نہی واحد مذکر حاضر اَنْتَ ضمیر مستتر فاعل حُزْنٌ سے بنا ہے بمعنی غمگین ہونا رنجیدہ ہونا۔ عَلٰی جارّہ فوقیت کا یا بمعنی لام تعلیلیہ یعنی وجہ سے

ھُمْ ضمیر جمع غائب کا مرجع یا منکرین کفار ہیں اور یہی صحیح ہے اگرچہ شہداء صحابہ ہیں۔ جار مجرور متعلق ہے نہی کا۔ یہ سب جملہ فعلیہ انشائیہ ہو گیا۔ واؤ ابتدائیہ۔ لَا تَكُ۔ فعل نہی۔ واحد مذکر حاضر۔ دراصل تھا لَا تَكُنْ۔ لام کلمہ نون کثرت استعمال کی وجہ گر گئی اور یہ گرنا جائز ہے۔ آ بھی سکتی ہے خاص کر حالت وصل مابعد میں نون نہیں ہوتی دونوں طرح جائز ہے۔ کثرت استعمال یہ ہے کہ کَونٌ مصدر تقریباً ہر فعل میں کسی نہ کسی طرح مستعمل ہے۔ کیونکہ ہر نسبت میں ہونا ہے اور ہر منفی میں نہ ہونا۔ موجود ہے۔ یعنی کَانَ مَا کَانَ دیگر مصادر میں یہ بات نہیں اگرچہ ان کا لام کلمہ نون ہی ہو۔ کونٌ اجوف واوی سے بنا ہے فِیْ جارہ ظرفیہ کیفیت کے لیے ضَیْقٍ ایک قرأت میں ضِیْقٌ ہے بمعنی غمگینی حاصل مصدر جامد۔ بمعنی تنگی۔ دلی رنج یہ عبارت مقلوبی ہے کیونکہ ضیق صفت ہے۔ صفت موصوف میں ہوتی ہے لہٰذا اس کا الٹ مَا موصولہ۔ یَمْکُرُوْنَ۔ باب نصر کا مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب مکرٌ سے بنا ہے بمعنی حیلہ سازی۔ تدبیر کرنا۔ خفیہ باتیں ھُمْ ضمیر مستتر اس کا فاعل جملہ فعلیہ موصول صلہ ہو کر مجرور متعلق دوم ہوا لَا تَكُ کا۔ وہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّ الَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ۔ اِنَّ حرف تحقیق ابتداء کلام میں ہے اس لیے ہمزہ کے زیر سے آیا۔ اللّٰہ اسم مفرد جامد علم ہے ذات باری تعالیٰ کا اسم اعظم ہے۔ بحالت فتح ہے اسم اِنَّ ہے۔ مَعَ۔ اسم ظرف مکانی مضاف ہے اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر۔ اسماء مبہمات میں سے ہے مبنی اصل ہوتا ہے اِتَّقَوْا۔ باب افتعال کا ماضی مطلق جمع مذکر غائب ہے مصدر ہے اِتِّقَاءٌ۔ تَقْوٰی سے بنا ہے بمعنی ڈرنا۔ بچنا۔ پرہیزگار ہونا۔ متقی ہونا۔ یہاں ہر معنی مناسب ہے۔ ھُمْ ضمیر مستتر فاعل ہے۔ فعل با فاعل جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہوا۔ موصول صلہ معطوف علیہ۔ واؤ عاطفہ اَلَّذِیْنَ اسم موصول ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مرفوع منفصل مبتدا ہے۔ مُحْسِنُوْنَ۔ باب افعال کا اسم فاعل جمع مذکر۔ مصدر ہے اِحْسَانٌ حُسْنٌ سے بنا ہے بمعنی نیک کام کرنا۔ حسن سلوک کرنا۔ اللّٰہ کے قرب میں آنا۔ ھُمْ مستتر اس کا فاعل مرجع اَلَّذِیْنَ ہے۔ بحالت رفع ہے خبر مبتدا ہے۔ مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ صلہ ہوا موصول صلہ مل کر معطوف سب عطف مضاف الیہ کا۔ مرکب اضافی خبر اِنَّ۔ اور وہ جملہ اسمیہ ہو کر مکمل ہے ۱۸ جولائی ۱۹۸۴ء ۱۹ شوال ۱۴۰۴ھ بروز بدھ سورہ نحل کی تفسیر نحوی مکمل ہوئی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

تفسیر عالمانہ

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ۔ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَیْرٌ لِّلصّٰبِرِیْنَ۔ اے پیارے نبی قانون شریعت یہی ہے اور تا قیامت سرکشوں کی سرکشی توڑنے مجرموں کی سرزنش کرنے ظالموں کو ظلم سے مؤثر طریقے پر روکنے اور نافرمانوں کی تادیب کے لیے رخصت یہی ہے کہ اگر مظلوموں کی دادرسی کرتے ہوئے یا اپنے

سابقہ ایذا رسانوں سے برائی کا بدلہ اور ظلم کی سزا دینا چاہو تو اتنی ہی سزا دو جس کے برابر تم ظلم کئے گئے ہو۔ اور اگر تم مظلوم ہو۔ داد خواہ ہو صبر کر لو یا اس طرح کہ شکوہ شکایت نہ کرو یا اس طرح کہ ظالم پر قابو پاکر پھر کھلے دل معاف کر دو۔ یا اس طرح کہ مصیبت و ایذا کو جھیل جاؤ یا اس طرح کہ مجرم جب سچے دل سے تائب ہو جائے اور سچوں کے ساتھ لگنے پر دل محبت سے مائل ہو جائے تو تم بھی سزا سے رک جاؤ پچھلے جرم و ظلم بھلا دو۔ تو البتہ یقیناً یہ صبر اور معافی دنیا و آخرت میں صابروں کے لیے بہت ہی اچھا ہے کہ دنیا میں عزت آخرت میں انعام۔ اور دنیا میں یہ مجرمین تائبین دل و جان سے تمہارے احسان مند ہو کر تا عمر تمہارے قدموں میں اور آخرت میں رب تعالیٰ کی خوشنودی تمہارے دامن میں دنیا میں زمین پر تمہارے اس حسن سلوک سے تمہاری سلطنت آخرت کی جنت میں تمہارے ان اعمال صالحہ سے تمہاری سرداری۔ بدلہ لینا شریعت ہے معاف کرنا طریقت ہے۔ بدلہ لینا رخصت ہے معاف کرنا عزیمت ہے۔ بدلہ لینا اجسام کی حفاظت معاف کرنا ارواح کی زینت۔ وہ بھی جائز یہ بھی جائز وہ بھی قانون یہ بھی قانون کبھی وہ مفید کبھی یہ مفید مگر معاف کرنا اکثر مفید اس لیے پہلے قانون یعنی بدلہ لینے کو حرف شرط سے مقید کر دیا تاکید نہیں فرمائی۔ لیکن معاف کرنے کو حرف شرط کے ساتھ لام مفتوحہ کے ساتھ تاکید بھی فرما دی۔ کہ زیادہ تر معافی اور صبر کو پسند کرو۔ مگر دونوں عمل ہی اخلاق حسنہ ہیں اس میں خطاب نبی کریم اور صحابہ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ہے مگر قانون قیامت تک پوری امت کے لیے ہے۔ موقعہ بموقعہ دونوں پر عمل کا اختیار ہے۔ اخلاقی معیار سے گری ہوئی کوئی بات نہیں۔ صحابہ کرام کے کسی فعل کو اخلاقی معیار سے گرا ہوا سمجھنا انتہائی گستاخی ہے۔ ہمارے ایک اردو مفسر صاحب نے مجرم کو سزا دینے والے اس قانون کو اخلاقی معیار سے گرا ہوا لکھا۔ یہ اُن کی کج روی ہے اللہ ہم سب کو معاف فرمائے۔ کسی بھی قانون پر عمل کرنا بد خلقی نہیں ہوتا۔ چہ جائیکہ صحابہ کرام کے اعمال طیبات۔ عقوبت اور عقاب حقیقی معنی میں برائی پہنچانے کو کہتے ہیں مگر مجازاً برائی کے بدلے یعنی سزا کو بھی عقاب اور عقوبت کہہ دیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ اصلی برائی اور قانونی بدی تو ظلم ہے مگر سزا قانوناً تو بری نہیں لیکن مجرم کو بری لگتی ہے اس لیے اسے بھی برائی کا نام دیا گیا گویا مسبب کو سبب کا نام دیا گیا۔ زمانہ کفر میدان اُحد میں ہندہ کے حکم اور انعام کی لالچ میں ہندہ کے غلام وحشی نے پہلے غلام تھا جبیر بن مطعم کا چھپکر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کر کے شہید کر دیا۔ ہندہ اپنے گھر سے چھری لے کر اسی ارادے سے آئی تھی کہ میں حمزہ کا مُثلہ کروں گی چنانچہ موقعہ پاکر اُس نے آپ کا مُثلہ کیا یعنی دونوں کان۔ ناک۔ اور آلہ تناسل اور دونوں خصیے اپنے ہاتھ سے کاٹ کر اُن کو رسی میں پرو کر اپنے

گلے میں ہار پہنا ساور پیٹ چاک کر کے کلیجی نکال کر ایک ٹکڑا چبایا نگلنے کی کوشش کی مگر نہ نگل سکی تھوک دیا۔ گلے میں ہار پہنے سارے میدانِ کفر میں چکر لگایا نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو پتہ لگا تو انتہائی غم فرمایا اور فرمایا کہ اگر نگل جاتی تو جہنم حرام ہو جاتی۔ (تفسیر مظہری۔ خازن) ایک روایت میں ہے کہ جنگِ اُحد میں اڑسٹھ صحابہ شہید ہوئے چار انصار اور چونسٹھ مہاجرین۔ سب مہاجرین کو کفار نے مثلہ کیا جن میں حضرت حمزہ بھی تھے۔ (مظہری بیان خازن) دوسری روایت ہے کہ صرف حضرت حمزہ کا مثلہ کیا گیا۔ (تفسیر قادری) یہ روایت تین وجوہ سے قوی لگتی ہے۔ ع۱ سید الشہدا صرف آپ کا لقب ہے نہ کہ دیگر شہدا کا۔ اگر سب کی شہادت اور مثلہ برابر ہوتا تو سب کو یہ لقب ملتا۔ ع۲ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے صرف ان کی میت پر فرمایا میں ان کے بدلے ستر مثلہ کروں گا ع۳ یہ آیت بھی بتا رہی ہے کہ ایک کے بدلے ستر کی قسم سے منع کیا گیا اور برابری یعنی ایک کا ایک بدلہ لینے کی اجازت دی گئی۔ چونسٹھ ہی مثلہ تھے تو ستر اور چونسٹھ تقریبًا برابر ہی ہیں یہ تو ہو نہیں سکتا کہ نبی کریم نے صرف اپنے چچا کا غم کر لیا اور قسم فرمادی۔ دوسرے مثلہ شدہ کی پرواہ نہیں کی۔ صحابہ کا یہ کہنا کہ ہم ستر کا مثلہ کریں گے نبی کریم کے تعاون کے لیے تھا۔ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِىْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ویسے تو اے پیارے نبی آپ کی ہر چیز ہی ہماری خاص عطا ہے مگر آپ کا صبر خاص ہماری توفیق اور عطا سے ہے جو ہمارے ہی حلم لم یزلی کا مظہر ہے لہٰذا آپ تو ضرور ہی اپنے صبر کا مظاہرہ فرمائیں کیونکہ آپ کا صبر بھی احکام الٰہیہ کی تبلیغ اور تا قیامت اُمّتِ مسلمہ کے لیے نمونۂ حسنہ ہے۔ یہ نہی لازمی ممنوعی نہیں ہے نہ ہی یہ امر وجوبی ہے۔ جیسا کہ بعض حمقا کو دھوکا ہوا۔ اس لیے کہ۔ وَاصْبِرْ میں اور لَا تَحْزَنْ میں حزن اور غم و صبر کا ذکر ہے اور یہ سب چیزیں غم فکر پریشانی حزن ملال صبر۔ محبت قلبی مخزن ہیں اور قلب رب تعالیٰ کے قبضے میں ہے مولیٰ تعالیٰ نے کبھی کسی بندے پر نہ تکلیف مَالَا یُطَاقُ۔ لازم۔ واجب کی اور نہ غیر اختیاری چیز کا مکلّف بنایا۔ پس چونکہ صبر غم رنج غیر اختیاری امور سے ہے لہٰذا اس بنا پر اصبر کا امر تو اظہارِ شانِ قدرت کے لیے ہے کہ کوئی صبر کرتا ہے مجبوری سے کوئی دباؤ سے کوئی کسی کے ڈر کوئی تنگی اسباب سے کوئی کسی وجہ سے مگر دربارِ مصطفوی میں تو نہ مجبوری ہے نہ دباؤ نہ کسی ظالم کا ڈر نہ تنگیِ اسباب نہ انجام سے بےخبری۔ کیونکہ خالق کل نے آپکو مالکِ کل بنا دیا۔ انجامِ دنیا و آخرت بھی آپکے علم و خبر اور قبضے میں ہے اتنی عظمت و قوت کے باوجود صبر کرنا معجزانہ حلم ہی ہے۔ اور اسی طرح لَا تَحْزَنْ کی نہی بھی وجوبی نہیں بلکہ تسلیِ قلبِ مصطفیٰ ہے کہ اے نبی الانبیا ان کفار کی طعنہ بازیوں پر رنج نہ فرمایئے اس لیے کہ سارے جہان کی خوشیاں آپ کے صدقے۔ آپ کے طفیل آپ ہی کے غلاموں کے لیے ہیں اور اُن کے مکر و حیلے اور فریب سے اپنے دلِ مبارک میں غم یا تنگی نہ ہونے دیں۔ یا شہدائے اُحد کی جدائی اور ان کی وفات پر رنجیدہ نہ ہوں اور کفارِ مکہ کا اُس

کے مثلہ کرنے سے بیحرمتی کرنے سے دل تنگ نہ ہوں کیونکہ تا قیامت ہر کفر کا بداخلاقی بے اصولی والا نمونہ یہی ہوتا رہے گا۔ شیطان آخر شیطان ہی ہے۔ کفر خواہ کتنے ہی شاندار روپ اور مہذب شکل وصورت میں آجائے اور اپنی تحریر و تقریر میں خواہ اپنی صفائی اپنے اخلاقیات کے کتنے ہی گن گاتا رہے مگر تاریخ کے ورقوں پر ہر دور میں ہر کفر کا ایک ہی خاکہ ملتا ہے۔ بربریت۔ سرکشی۔ دغابازی۔ مظلوموں پر دست درازی۔ وعدہ خلافی۔ معاہدہ شکنی۔ یہ آیات گویا اسلام و کفر کا اعلیٰ نمونہ کردار ہے لہٰذا اے حبیب کریم کردار کفر کی اس بدتہذیبی بداخلاقی پر دل تنگی نہ فرمائیے نہ وقتی رنجیدگی کے باعث ایسی قسم فرمائیے جس کو آپ جیسی رحمۃ عالمین ذاتِ مقدس نباہ نہ سکے۔ آپ تو اپنے خون کے پیاسوں کو قبائیں اور طائف کے ظالموں کو دعائیں دیتے رہے آپ نے کسی پر کیا ظلم یا ظلم کا بدلہ لینا ہے۔ زہر ظلم تو کفر کے پھوڑوں سے ظاہر ہوتا ہے اور رہے گا اور دنیا دیکھتی رہے گی کہ کفر کیا ہے اور اسلام رحیمانہ سلوک کیا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۔ سابقہ آیات میں جن اخلاقِ حسنہ حسن کردار۔ مہذب معاشرے کا درس دیا جا رہا ہے۔ ان کو اختیار کر کے امت مسلمہ کا صرف دنیوی ہی فائدہ نہیں بلکہ دونوں عالم کے آرام وسکون کا باعث ہے۔ کہ دنیا میں تو تاریخ ساز مہذب قوم کے لقب سے یاد کی جانے والا تمغۂ امتیاز کے حصول کا فائدہ اور آخرت میں متقی کا خطاب پانے کا ذریعہ۔ دنیا میں اللہ کی معنوی معیت کا حصول آخرت میں ولایتِ ابدی کا انعام۔ کہ بیشک اللہ تعالیٰ اپنے فضل۔ کرم۔ رحمت نصرت۔ لقاء بقاء۔ انعام واکرام کے ذریعے ان ہی پیارے محبوب بندوں کے ساتھ ہے جو شریعت کے امرونہی پر کاربند رہکر تا زندگی متقی و پرہیزگار بنے رہے اور زندگی کی ایک آن بھی غفلت میں نہ گزارے اس طرح کہ اگر جاگتے شریعت ہے تو سوتے ہوئے طریقت اگر کھاتے پیتے۔ شریعت ہے تو بھوک پیاس میں طریقت کی جلوہ گری ہو۔ اگر خوشی میں شریعت ہے تو غمی میں طریقت کے آنسو ہوں۔ نہ ادھر سرکشی نہ اُدھر غفلتی نہ ادھر ہوس حرص نہ اُدھر فاقہ کشی۔ نہ ادھر خرمستی نہ اُدھر واویلا۔ جب تقوے کی یہ شان خلوص ہو تو بندہ احسان والوں میں شامل ہوتا ہے۔ کہ عمل بندے کا ہوتا ہے حکم رب کا ہوتا ہے طریقہ مصطفیٰ کا ہوتا ہے۔ جب متقی صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ ... اُصَلِّيْ کا مظہر اتم بن کر اسی طرح عمل کرے جیسا اس عمل کا حق ہے تو تب فرمان نبی آتا ہے کہ اے بندے اب گمان کر کہ تو رب کو دیکھ رہا ہے اور رب تعالیٰ تجھ کو دیکھتا ہے یہ احسان کا اعلیٰ درجہ ہے۔ اور احسان کا پہلا درجہ یہ ہے کہ بندہ ہر آن یقین کرے رب تعالیٰ مجھ کو دیکھ رہا ہے۔

فائدے [illegible]

پہلا فائدہ۔ کائناتِ عالم میں اسلام نے ہی ایسا قانونِ اخلاق پیش کیا ہے جس میں نہ افراط ہے نہ تفریط ہر مزاج کی تشفی کے لیے پورے سامان مہیا ہیں اس لیے دین اسلام پر ہی ہر قوم ہر دور میں آسانی سے عمل کر سکتی ہے۔ **دوسرا فائدہ۔** کفار کسی نسل کسی ملک کسی قسم کے کسی زمانے کے ہوں ان کی فطرت میں شرارت بغاوت اور ظلم عہد شکنی بھری ہوتی ہے اس لیے مسلمانوں کو خاص کر مسلمان حکمران و سلاطین کو کبھی ان کے دھوکے میں نہیں آنا چاہیئے۔ یہ فائدہ یمکرون کی تفسیر سے حاصل ہوا تاریخ عالم میں جس دور میں بھی کافروں کی یلغار اور قبضہ ہوا ہے اس کی بین وجہ یہی ہوتی رہی کہ مسلمان سلاطین ان کی عہد سازی اور عہد شکنی کا شکار ہوتے رہے۔ **تیسرا فائدہ۔** مسلمان کے لیے صبر و توکل علی اللہ بہترین سرمایۂ حیات ہے بے صبرا آدمی اپنا ہر طرح نقصان ہی کرتا ہے صبر والا اپنے سوچنے سمجھنے کی قوت کو جمع کر کے کچھ راہِ نجات نکال لیتا ہے۔ بے صبری سے تو عقل بھی مفلوج ہو کر رہ جاتی ہے

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ ہر مجرم کو بقدر جرم سزا دینی چاہیئے زیادہ تو ہرگز جائز نہیں بعض وقت کم سزا بھی نقصان دہ ہوتی ہے۔ یہ مسئلہ بمثل ما کی اضافتِ شرعیہ سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ۔** معافی اور درگزر اچھی عادت ہے لیکن صرف اپنے مجرم کو۔ دینی۔ قومی۔ اخلاقی۔ قانونی مجرم کو معاف کرنا جرم اور گناہ شرعی ہے۔ یہ مسئلہ عوقبتم کی قید سے مستنبط ہوا۔ **تیسرا مسئلہ۔** قسم اٹھانا یعنی منعقد کرنا ہر وقت ہر ضرورت پر جائز ہے لیکن اگر بعد میں پوری نہ کرنے کا ارادہ ہو جائے تو کفارہ دے دینے میں کوئی حرج نہیں یہ مسئلہ ان آیات کے شانِ نزول سے مستنبط ہوا۔ **چوتھا مسئلہ۔** شریعتِ اسلامیہ میں مردے (فوت شدہ) کا مثلہ کرنا حرام تو زندہ کا مثلہ زیادہ حرام ہے خواہ خود اپنا مثلہ کرے یا کوئی جبراً ظلماً کرے لہٰذا۔ زنخا بننے کے لیے آلۂ تناسل کٹانا یا داڑھی منڈانا۔ یا عورتوں کی چوٹی کٹانا سب مثلے میں شامل ہے اسی طرح چونا۔ راکھ دھول یا ڈرل کر اپنا چہرہ بگاڑنا بھی مجازاً مثلہ کی مثل ہے۔ یہ مسئلہ بھی شانِ نزول سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض۔ یہاں آیت میں ارشاد ہوا بمثل ما۔ یعنی بالکل اسی کی مثل سزا دو بدلہ لو جس قسم کی تم کو ایذا پہنچی اگر مراد مکی زندگی میں کفارِ مکہ کی ایذا رسانی ہے جیساکہ تفسیر میں ایک قول درج ہوا۔ تو وہ حیلے فریب زبانِ طعن گالی گلوچ۔ اور گستاخیاں تھیں۔ کیا اس کی مسلمانوں کو اجازت ملی کہ تم بھی موقعہ ملنے پر گلی محلوں سڑکوں پر کھڑے ہو کر گالیاں دو۔ یہ تو اسلامی اخلاق و تہذیب سے بعید ہے اور اگر مراد میدانِ احد کے شہدا کا بدلہ لینا ہے تو محض قتل کا بدلہ تو نہیں ہو سکتا کیونکہ جنگوں میں آخر دو طرف قتل ہوتے ہی ہیں

رہا مسئلہ تو شریعت میں بالکل حرام۔ نبی کریم یا صحابہ کو اس کی اجازت کیوں دی گئی۔

جواب۔ معترض کا اپنے اعتراض میں بالکل اسی کی قید اور ذکر مفہوم آیت کے خلاف ہے۔ یہاں بالکل مثلیت مراد نہیں نہ نوعی نہ صنفی مثلیت بلکہ صرف جنسی اور فردی عددی مثلیت مراد جو پہلی صورت میں شہر بدری ہو سکتی ہے کہ جس طرح تم کو انہوں نے مکہ سے نکال دیا تم کو بھی موقعہ ملے تو اُن کے اتنے ہی افراد نکال دینا۔ اور دوسری صورت میں صرف قتل کا بدلہ قتل ہے نہ کہ مثلے کا بدلہ۔ **دوسرا اعتراض۔** یہاں آیت کریمہ میں فرمایا گیا۔ فِی ضَیْقٍ۔ نحوی قاعدے سے یہ درست نہیں۔ کیونکہ ضیق بمعنی غمگینی یا ضِیْق بمعنی تنگی صفت ہے اور صفت موصوف کے اندر ہوتی ہے نہ کہ موصوف صفت کے اندر۔ یہاں یہی معنی بنتا ہے کہ آپ تو موصوف ضیق میں ہیں۔ **جواب۔** اس کا جواب تفسیر نحوی میں اشارۃً بتا دیا گیا یہاں وضاحۃً اس طرح سمجھ لو کہ یہ عبارت مقلوبی ہے۔ اور مقلوبی کرنے کا فائدہ شدت اور کثرت بیان کرنا ہے۔ اس لیے کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ صفت موصوف کے اندر ہوتی ہے نہ کہ برعکس۔ مگر جب صفت زیادہ ہو جاتی ہے تو سارے موصوف پر مثل لباس جاری وساری وطاری ہو جاتی ہے۔ اور موصوف ظاہراً و باطناً اُس میں گھر جاتا ہے جیسے خوف یا سردی کی کپکپاہٹ۔ یا بیماری کی زردی اور کمزوری۔ یہی حال تنگی دل اور غم کا ہے۔ کہ اُس سے پورا قلب و قالب متاثر ہوتا ہے اسی کو ظاہر کرنے کے لیے مقلوبی عبارت ارشاد ہوئی۔

تیسرا اعتراض۔ عقاب تو برائی پہنچانے کو کہتے ہیں اور برائی ہر وقت ظلم ہے اور ظلم تھوڑا بھی برا ہے تو یہاں اجازت کیوں دی گئی۔ **جواب۔** اس کا جواب مختصراً تفسیر عالمانہ میں دیا گیا کہ مسبب کا نام سبب کو دیا گیا۔ لگے ہاتھوں اتنا اور سمجھ لو کہ ہر تکلیف جنسی ماہیت کے اعتبار سے بری ہی ہے۔ مگر ہر برائی ظلم نہیں وہی برائی ظلم ہے جو مذموم قبیح یا سیئہ ہو جس کی نوعیت سرکشی غداری عہد شکنی یا ابتدائی خلاف قانون ایذا رسانی ہے لیکن قانون وضابطے کے اندر ایذا رسانی ظلم نہیں عین مصلحت ہے۔ حیات انسانی کی بقا کے لیے ہے۔

تفسیر صوفیانہ

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۚ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ راستہ ایک ہی ہے جس پر چل کر منزل تک پہنچنا ہے اور طلب کی منزل بھی ایک ہی ہے۔ مگر چلنے والے سالکین تین قسم کے ۱ صاحب عقل و خرد۔ ۲ صاحب لائق وعظ و نصیحت ۳ صاحب جدل و خصومت طبیعت انسانی بھی تین قسم کی۔ بعض عقوبت کے لائق بعض سہولت کے طالب اور بعض معافی کے خواستگار اے پیشوائے امت بننے والو۔ تمہاری روش تعلیم مصطفیٰ کے مطابق ہونی چاہیے کہ صاحب عقل سے حکمت کی باتیں کرو لائق نصیحت سے

درگزر اور صبر سے کام لو۔ جدل و خصومت والوں سے عتاب و عقاب کا معاملہ کر سکتے ہو مگر برابر کے برابر زیادتی شانِ پیشوائی کے لائق نہیں یہ برابری کا معاملہ بھی درستیِ احوال کے لیے قدسے ضروری ہے ورنہ صبر تو راہِ سلوک کے مسافر کے لیے بہت ہی مفید اور بھلا ہے۔ کیونکہ اس میں نفس پر جبر و قہر ہے اور یہی مقاماتِ سُفلیٰ سے درجاتِ عُلیا کی طرف ترقی کا ذریعہ ہے۔ وادیِ حیرت میں ہر ذات کے ساتھ دو ساتھی لازم ہیں ایک ا۔ استحکامِ شریعت کا عُقبا۔ دوم سلوکِ طریقت بصیرت۔ عقل مست رہے قلب جلگنے والا ہشیار ہو مزاجِ دماغی کو صبر کے چلے و ظیفے میں مشغول رکھو اور قوتِ جہالت و غفلت کو ان کے کردار کے مطابق عقاب دیتے رہو تاکہ نہ مزاجِ عنصری سستی ہو نہ جہالت میں پھنسی۔ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ ۔ اس عالمِ ناسوت میں ہر وقت ہزاروں مسافر بنتے ہیں اور ہزاروں ہی مقیم۔ ہر مسافر کی پانچ چیزیں ہیں۔ ترک ۱ وطن۔ اختیارِ ۲ بے وطنی۔ زادِ ۳ سفر۔ بستی ۴ سے نکلنا ویرانہ میں جانا۔ آرام ۵ سے دوری۔ تکلیفات سے قربی۔ اسی طرح منزلِ شوق کے لیے صبر کا زادِ راہ عفو کی تکلیفاتِ قلبی۔ حلم کی بے وطنی۔ اور انشراحِ دماغ کا ویرانہ۔ اور تقوے کا ترکِ وطن ضروری۔ دنیا کے مسافر اِن حالاتِ خمسہ پر غم نہیں کرتے نہ بودل ہوتے ہیں تو مسافرِ طریقت اور سالکِ معرفت کو بھی یہی حکم ہے کہ غم نہ کر اور نہ اس کٹھن وادی کے مکر و مکروہات پر دل تنگی کر۔ بلکہ خوش قسمتی پر ناز کر۔ کہ تیرا زادِ سفر یعنی سامانِ مسافرت۔ اللہ کی طرف سے عطیۂ خسروانہ ہے۔ اس صبر باللہ کی حفاظت کر۔ یہ قیمتی ہیرا اور موتی جو ہمہ وقت تیرا ہمدم و مشکل کشا ساتھی ہے صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ صبر کی پانچ قسمیں ہیں۔

ع۱ صبر للہ ع۲ صبر فی اللہ ع۳ صبر مع اللہ ع۴ صبر عن اللہ ع۵ صبر باللہ۔ صبر للہ یہ پہلا درجہ ہے اس کا امرِ معروف ایمان اور اسلام ہے اور نہی جزع فزع (شکوہ شکایت) سے بچنا۔ صبر فی اللہ راہِ سلوک حق میں ثابت قدمی۔ اور مجاہدۂ نفس ہے۔ صبر مع اللہ قربِ حضوری اور حجابات کی دوری۔ صبر عن اللہ۔ طورِ تجلیات کا مشاہدۂ انوارِ جلال و جمال کی رویت ذوق و شوق۔ ناریات سے مستوری۔ یہ چار قسمیں تو کبھی بھی میسر ہوتی ہیں مگر صبر کا آخری درجہ نہ کسبی ہے نہ سب کو حصول۔ محض عطاءِ الٰہی جو خاص محبوبوں کو صدقۂ محبوب ملتا ہے۔ صبر باللہ۔ مقامِ استقامت اس کی حقیقت سے خودی قاصر ہے۔ یہاں نہ انا ہے نہ فنا نہ مشاہدہ نہ مقاطعہ بس اتنا ہی ہے کہ آنرا نکہ خبر شد خبرش باز نیامد۔ وہاں تو۔ فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ کی ہی بازگشت صدائیں ہیں۔ کس نحلِ ناسوتی کی ہمت ہے جو اُس وحی کو سن سکے اور کس نحل کی جرأت ہے جو اُن راستوں پر اُڑ سکے۔ یہی وہ مقامِ عُلیا ہے جہاں بقا پر صبر کا حکم وَاصْبِرْ ہے اور فنا پر نہی لَا تَحْزَنْ ہے۔ اسی امر و نہی میں بندے کا کمال ہے۔ کیونکہ۔ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَّالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ ۔

بیشک اللہ تعالیٰ اُن نفوسِ مُقدّسہ کو اپنے پردۂ جمال میں گھیرے ہوئے ہے جو ہر ماسوا اللہ سے پرہیز کرنے والے ہیں۔ اِن ہی اَرْوَاحِ معطّرہ کو یہ مقامِ بلند حاصل ہے جو کثرت میں رہکر بھی وحدت کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اسی طرف اشارہ ہے حدیثِ منوّرہ کا کہ اے بندے تو ایسی عبادت کر گویا تو خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے یہی احسانِ عبدیت ہے۔ عارفِ کامل کا رجوع و توبہ اُس کا تقویٰ ہے اور سیرِ ملکوت۔ و احوال و مقامات کا سلوک اُس کا احسان ہے۔ اِحسان کی زندگی معیّتِ الٰہیہ کی زندگی ہے۔ بندہ خدا کے ساتھ ہو تو عشق ہے اور یہ ہلاکت و فنا ہے۔ یعنی بندہ فانی فی اللہ ہے۔ اور اگر خدا تعالیٰ بندے کے ساتھ ہو تو محبّت اور بقا ہے۔ اور بندہ باقی باللہ ہے۔ اے اللہ مجھ کو بھی خزائنِ عرفانی سے کچھ عطا فرما۔ آمین یا ربّ العالمین بجاہِ حبیبہٖ رحمۃ للعالمین۔

سورۃِ نحل کے چند عملیات

جو شخص مجبور مظلوم اور دشمنوں میں گھرا ہو اُس کے لیے عاملین مشائخ کرام فرماتے ہیں کہ وہ خود یا چند قاری حافظ اچھے تلفّظ سے ایک ہی محفل میں اِس سورۃ کو ایک سَو آٹھ دفعہ پڑھیں۔ یا کسی عامل سے اس سورۃ کا تعویذ بنوا کر بحفاظت اپنے پاس رکھے تو دشمن اور ظالم مطیع یا پریشان ذلیل و خوار و ہلاک ہو۔ اگر اکیلا پڑھے اور ایک محفل میں نہ پڑھ سکے تو تین دن ایک وقت پڑھ سکتا ہے۔ اور ہر دفعہ پڑھنے کا طریقہ یہ ہوگا کہ اوّل آخر درود تاج ایک دفعہ اور درمیان میں سورۃ تعدادِ معینہ سے ہر دفعہ بسم اللہ شریف کے ساتھ پڑھے۔

نقشۂ تعویذ یہ ہے ۷۸۶

۱۷۳۳۹۷	۱۷۳۳۹۲	۱۷۳۳۹۹
۱۷۳۳۹۸	۱۷۳۳۹۶	۱۷۳۳۹۴
۱۷۳۳۹۳	۱۷۳۴۰۰	۱۷۳۳۹۵

آج ۱۷ شعبان بروز جمعرات بعد نمازِ ظہر مسجد نیو کیسل برطانیہ ۱۴۰۷ھ تین بجے دوپہر ۔ ۱۹۸۷-۴-۱۶ء تفسیر نعیمی پارہ ۱۴ مکمل تصنیف ہوا۔

فہرست مضامین تفسیر نعیمی پارہ چودھواں ۱۴ (رُبَمَا)

تصنیفات صاحبزادہ مفتی اقتدار احمد خان نعیمی قادری بدایونی

خلف الرشید حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی قادری بدایونی

تفسیر نعیمی پارہ ۱۲ تا ۱۹	تفسیر القرآن
العطایا الاحمدیہ فی فتاوٰی نعیمیہ	فقہ حنفی کا مدلل ترین فتاوٰی (۵ جلد)
خطبات نعیمیہ	جمعہ و عیدین و دیگر خطبات مع ضروری مسائل
نظریات اقبال	علامہ اقبال پر تنقید اور انکی فکری غلطیوں کی نشاندہی
درود تاج پر اعتراضات و جوابات	درود تاج پر نجدیوں کے اعتراضات کا مسکت جواب
راہ جنت بجواب راہ سنت	سرفراز خاں گکھڑوی کی کتاب "راہ سنت" منہ توڑ جواب
از بلا (اردو، انگریزی)	ردّ عیسائیت میں لاجواب کتاب (بطرز ناول)
المصادر العربیہ	...۳۰ عربی مصادر کا خزانہ مع مشتقات و نحوی اصولوں کی وضاحت
تنقیدات اعلیٰ مطبوعات	مشہور اور مستند کتابوں میں چند ایسی غلطیوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو کتابت کی غلطیوں، تصحیح کنندگان کی چشم پوشی، بعد کی ملاوٹ یا بعض جگہ خود مولف غلط فہمی کی وجہ سے انتہائی شدید قسم کی غلطیاں ہوگئیں ہیں جن کی وجہ سے عوام الناس سخت غلط فہمی یا گمراہی پھیلنے کا خدشہ ہے۔